


مولانا محمد نجم الغنی صاحب

التماس

(۱) اس کتاب مین جہان اگلے پچھلے مضمونون مین ایک واقعے کے متعلق اختلاف پایا جائے یا کسی مقام وغیرہ کے نام مین فرق ملے تو سبب اُس کا یہ سمجھا جائے کہ کتابون مین جو کچھ تھا وہ نقل کر دیا کسی باتون مین اپنی طرف سے کچھ دخل نہین دیا کیونکہ ان چیزون کا مجھے قطعی علم نہ تھا بلکہ بعض جگہین ایسی ہین کہ خود ایک ہی کتاب مین ایک جگہ کے متعلق کچھ لکھدیا ہی اور دوسری جگہ کچھ اور وہ کتابین ان آصف جاہی کے حالات مین نہایت مستند مانی جاتی ہین مثلاً تاریخ فتحیہ آصفیہ کا مصنف نواب نظام الملک آصف جاہ اول کا نہایت مقرب الحضرت تھا اُسنے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۰ مین عبد النبی خان میانہ فوجدار کڑپا کے بیٹے عبد الفتاح خان کی نسبت لکھا ہی کہ نابینا ہوگیا تھا۔ اور جب نواب موصوف کرناٹک مین پہنچے تو وہ سلام کو حاضر ہوا جیسا کہ صفحہ ۱۳۷ حصہ اول مین مصنف نے اس واقعے کو تفصیل سے لکھا ہی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۹۳ مین کتاب کا مصنف بیان کرتا ہی کہ وہ مبارز خان اور نظام الملک کے محاربے مین شکر کھیڑے کے مقام پر مارا گیا تھا۔ منتخب اللباب کے دوسرے حصے کے ۹۵ مین بھی عبد الفتاح خان کا جنگ مذکور مین قتل ہوجانا لکھا ہی۔ میر عالم کی کتاب حدیقۃ العالم سے بھی یہی ثابت ہی اور اس کتاب مین عبد الفتاح خان کی جگہ عبد الفتح خان لکھا ہی۔ اور لکھا ہی کہ یہ شخص دکن کے مشہور بہادرون مین سے تھا۔ فتحیہ مین بھی شکر کھیڑے کی جنگ مین شرکت کے موقع پر عبد الفتح خان مندرج ہی۔ لیکن کرناٹک کے بیان مین عبد الفتاح خان نابینا تحریر کیا ہے۔ یہی نام منتخب اللباب اور دوسری کتابون مین آیا ہی۔ اب اس پر مزید پیچیدگی یہ ہی کہ عبد الفتاح خان کے باپ عبد النبی خان کی نسبت فتحیہ مین لکھا ہی کہ جب نظام الملک آصف جاہ اول کرناٹک مین پہنچے ہین تو عبد النبی خان مر چکا تھا۔ حالانکہ راحت افزا سے یہ ثابت ہی کہ عبد النبی خان مظفر جنگ کے عہد حکومت تک موجود تھا اور جب ہمت خان المخاطب بہادر خان حاکم کرنول مظفر جنگ کے مقابلہ مین مارا گیا تو عبد النبی خان میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اور عجب یہ ہی کہ فتحیہ مین بھی عبد النبی خان کے بھاگنے کا حال لکھا ہی۔

(۲) معزز فرانسیسیون کے نامون کے ساتھ بطور تعظیم کے موسیو کا لفظ لکھا جاتا ہی۔ لیکن مولوی ذکاء اللہ نے جا بجا تاریخ ہندوستان مین موسیو کی جگہ موشیر یا مشیر لکھدیا ہی۔ اور خزانہ عامرہ مین موسیو کی جگہ موسی تحریر کیا ہی چنانچہ موسیو بوسی کی جگہ موسی بوسی لکھا ہی۔ یہ لفظ مسٹر کا قایم مقام ہی۔

(۳) شکر کھیڑے کے مقام پر مبارز خان اور نظام الملک آصف جاہ اول مین جنگ ہوئی تو اس لڑائی مین امین خان مبارز خان کی طرف تھا اور اُس کا بیٹا نظام الملک کی طرف اور بیٹے نے باپ کا سر کاٹا تھا یہ قصہ جن جن کتابون مین آیا ہی سب مین یہی لکھا ہے لیکن یہ بات میرے دل مین کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی حدیقۃ العالم کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین گو یہی مشہور ہوا تھا لیکن در حقیقت [illegible]

قتل نہین کیا تھا بلکہ ایک اور شخص اُس کا قاتل تھا۔

(۴) صفحہ ۹۳ مین سطر ۱۳ کے سرے پر یہ لفظ محو ہی پیش کرا اور سطر ۱۴ کے سر پر یہ لفظ ارگیا ہے مثل حلی اور سطر ۸ اکے اوپر یہ جاتا رہا ہے تاریخ مظفر۔

(۵) صفحہ ۳۲۳ مین جو مظفر جنگ اور ہمت خان کے مقتول کا حال کتابون سے لکھا ہی اُسکے متعلق حدیقۃ العالم مین یہ بات بھی لکھی ہی کہ مظفر جنگ کی آنکھ مین تیر لگا اور وہ راہی آخرت ہوئے اُسوقت میر محمد حسین خان دیوان کے ہاتھ مین بندوق تھی اُسنے ہمت خان المخاطب بہ بہادر خان کے گولی مارکر کام تمام کردیا۔ مظفر جنگ کی خواصی مین راجہ رگناتھ داس بیٹھا ہوا تھا اُسنے لڑائی جاری رکھنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ مظفر جنگ کی لاش کو دونون ہاتھون سے تھام لیا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہین اور بیٹھے ہوئے ہین اور لحظہ بہ لحظہ اُن سے سرگوشی کرتا اور اُنکے واسطے پان کا بیڑہ اور آب خاصہ طلب کرتا۔ مخالفین کی تباہی تک وہ یہی ظاہر کرتا رہا کہ مظفر جنگ صحیح وسالم ہین اختتام لڑائی تک اُنکے قتل کا حال کسی پر نہ کھلا۔ یہانتک کہ افاغنہ بھاگ گئے اور ہمت خان کا سر نوک نیزہ پر بلند کرکے شادیانے بجاتے ہوتے داخل خیام ہوئے اُسوقت معلوم ہوا کہ مظفر جنگ مارے گئے ہین۔

(۶) نوائط کی تحقیقات مین جو حاشیہ آخر حصۂ اول مین صفحہ ۱۰۳ سے شروع ہی۔ اُسکے صفحۂ الف کی سطر ۹ مین بجائے اس عبارت کے اور وائط کہلاتے تھے کثرت استعمال سے واؤ نون سے بدلکر نوائت ہوگیا۔ محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے قوم نائط کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہی۔

(یون پڑھو)

اور نائط کہلانے لگے تھے کیونکہ کثرت استعمال سے واؤ نون سے بدلگیا تھا محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے قوم نائط کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے۔

(۷) حمد کی نثر تفنن پرانی انشا پردازی کا نمونہ دکھانے کو لکھی ہے اس نثر کی دوسری سطر مین یون پڑھو گلہائے رنگین و بہ بہار ستائش و نیائش کے نذر ایسی جناب صمدیت الے آخرہ۔

(۸) حمد کا دوسرا مصرع یون ہے ؎

ہر پتے مین ہے نگار حمد باری

فہرست مضامین

اُن کتابون کے نام جن سے اس کتاب مین مدد لی گئی ہے

کتب زبان عربی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	کشف الظنون	ملا کاتب چلپی
۲	دائرۃ المعارف	معلم بطرس بستانی

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	گلاب نامہ	دیوان کرپارام
۲	مرآت احمدی	مرزا محمد علی خان
۳	مرآت جہان نما	شیخ محمد بقا
۴	مرآت آفتاب نما	عبدالرحمن خان مخاطب شاہنواز خان
۵	مرآت واردات	محمد شفیع اسکو تاریخ چغتائی بھی کہتے ہین
۶	مرآت العالم	بختاور خواجہ سرای عالمگیری

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷	منتخب اللباب	خافی خان نظام الملکی
۸	تاج الاقبال	نواب شاہ جہان بیگم والیہ بھوپال
۹	مآثر الکرام موسوم بسرو آزاد	مولوی غلام علی آزاد
۱۰	خزانۂ عامرہ	ایضًا
۱۱	سیر المتاخرین	سید غلام حسین
۱۲	تاریخ مظفری	محمد علی انصاری
۱۳	مآثر الامرا	میر عبدالرزاق المخاطب بہ صمصام الدولہ شاہنواز خان
۱۴	روزنامچہ	مولوی عبدالقادر
۱۵	حبیب السیر	مرزا غیاث الدین
۱۶	عماد السعادت	سید غلام علی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
کتب زبان فارسی			کتب زبان فارسی		
۱۷	گیان پرکاش	رامچرن داس عرف متھولال ساکن قنوج	۲۹	کریم نامہ	ابوالحسن خان کرمان شاہی
۱۸	مآثر عالمگیری	مرزا محمد ساقی مستعد خان	۳۰	وقعات جنگ پانی پت	کاشی راؤ
۱۹	سلطان الحکایات	لالجی ولد سیتل پرشاد	۳۱	تاریخ فتحیہ آصفیہ	یوسف محمد خان
۲۰	بیان الواقع	خواجہ عبدالکریم	۳۲	حدیقة العالم	میر ابوالقاسم شستری المخاطب بہ میر عالم
۲۱	جہان کشائے نادری	مرزا مہدی خان	۳۳	حمید خانی	منشی حمید خان
۲۲	دُرّۂ نادرہ	ایضاً	۳۴	جارج نامہ (منظوم)	فیروز بن کاؤس زردشتی
۲۳	تاریخ فرشتہ	مرزا محمد قاسم معروف بہ فرشتہ	۳۵	تذکرۂ ہفت اقلیم	امین احمد رازی
۲۴	بساطین السلاطین	مرزا ابراہیم زبیری	۳۶	تذکرة السلاطین چغتائی	محمد ہادی کامور خان
۲۵	تاریخ تیموریہ		۳۷	تنقیح الاخبار فی آثار الادوار	رائے منولال فلسفی
۲۶	جریدۂ عبرت	سید حیدر حسین متخلص بہ سہیل	۳۸	مساکن فلسفی	ایضاً
۲۷	تاریخ فرخ سیر موسوم بہ اقبال نامہ		۳۹	تاریخ دکن	مولوی عبدالعلیم نصراللہ خان
۲۸	تاریخ گلزار آصفیہ	حکیم خواجہ غلام حسین خان	۴۰	نشان حیدری	سید حسین علی کرمانی

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۱	کارنامہ حیدری	ملا عبدالرحیم
۴۲	حدیقۃ الاقالیم	مرتضےحسین مخاطب بہ الہ یار عثمانی
۴۳	اورنگ نامہ	عاقل خان رازی
۴۴	دہ سالہ کامل معروف بہ عالمگیرنامہ	منشی محمد کاظم
۴۵	جام جہان نما	مولوی قدرت اللہ شوق
۴۶	تحفۃ العالم	مولوی عبداللطیف بن ابی طالب موسوی شستری
۴۷	احکام عالمگیری	منشی عنایت اللہ المخاطب بہ اسمی
۴۸	رقعات عالمگیری موسوم بہ بکلمات طیبات	
۴۹	رقعات عالمگیری موسوم بہ رموز و اشارہائے عالمگیری	شدھ مل متخلص بہ رام
۵۰	رقعات عالمگیری موسوم برقائم کرام	سید اشرف خان میر محمد حسینی
۵۱	آداب عالمگیری	شیخ محمد صادق

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۲	ضیافت نامہ ہمایونی	
۵۳	تاریخ فرخ آباد	مولوی ولی اللہ
۵۴	مجمع الملوک	محمد رضا ابن ابوالقاسم طباطبا
۵۵	راحت افزا	منیر محمد علی
۵۶	اقتباس الانوار	مولوی عبدالرحمن چشتی بن محمد علی البراسوی
۵۷	اقبال نامہ جہانگیری	معتمد خان
۵۸	تزک جہانگیری	جہانگیر بادشاہ
۵۹	تنبیہ الصبیان	مرزا حسین خان نجم
۶۰	آثار محتشہ	

کتب زبان اردو

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	تاج التواریخ	مولوی نصرت علی دہلوی
۲	ترجمہ تاریخ ہندوستان	الفنسٹن صاحب

کتب زبان اُردو					
نمبرشمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبرشمار	نام کتاب	نام مصنف
۳	تاریخ ہندوستان	مولوی ذکاء اللہ	۱۰	حملات حیدری	شیخ احمد علی گوپاموی
۴	تاریخ مالوہ	سید کریم علی	۱۱	تاریخ پالن پور	سید گلاب میان
۵	رشید الدین خانی	غلام امام خان ترین المتخلص بہ ہجران محمد منصور خان	۱۲	سیر المحتشم	
۶	خورشید جاہی	ایضاً	۱۳	تحفہ معینیہ	محمد اکبر جہان شگفتہ
۷	تاریخ قلمرو نظام	مسٹر طالب علی شمس الدین نجم	۱۴	گلدستۂ قنوج	کشوری لال کایستھ ساکن الہ آباد
۸	تمدن ہند	سید علی بلگرامی	۱۵	جلد پنجم عہد نامجات	
۹	ریاض الامرا	رحمان علی			

بیٹھ کر گھر میں سیر دنیا کی
یہ تماشا کتاب میں دیکھا

شایقین علم تاریخ کو مژدہ پہنچے کہ کتاب نایاب فیض انتساب جامع حالات نو و کہن

مسمی بہ

تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

حصۂ اول

جس مین عابد خان تاتاری اور اُنکے اخلاف یعنی غازی الدین خان فیروز جنگ اور نظام الملک آصف جاہ اول اور احمد خان ناصر جنگ اور مظفر جنگ اور سید محمد خان صلابت جنگ کے تمام و کمال واقعات نہایت سلیس دل آویز طرز بیان سے درج ہین۔

مصنفۂ

جناب علامہ مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری مصنف کتب کثیرہ مشہورہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہو کر شایع ہوئی

سنہ ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قطرہ ہے جوئبار حمد باری
ہر رنگ مین جلوۂ محمد ہے عیان

ہر پتے مین نگار حمد باری
ہر پھول ہے لالہ زار حمد باری

دامن دامن گوہر آبدار حمد وثنا کے نثار بارگاہ عظمت پناہ ایسے شہنشاہ رب العالمین کے ہین اور چمن چمن گلہاے رنگین و پر بہار ستایش و نیایش کے ایسی جناب صمدیت مآب ملک القدیر کے ہین جسکی سلطنت کو کبھی زوال نہین اور اُسکے احکام قضا و قدر مین سواے تسلیم و رضا کے دم مارنے کی مجال نہین-

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد کے بعد نعت سرور کائنات سے دل و زبان کو مشرف نہ کرنا ایک نعمت عظیم کی ناشکری ہے- رحمۃ العالمین کے احسانات نسل انسانی پر اس قدر ہین کہ مسلم اور غیر مسلم دونون کو مسلم ہین- اس پیغمبر اسلام اس نبی امی کی بھی حیرت انگیز سرگذشت ہے جسکی آواز نے ایک قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکم نہین آئی تھی رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اُسنے عالم کی بڑی بڑی سلطنتون کو زیر و زبر کر دیا دنیا مین کوئی مصلح ایسا نہین ہوا جس نے ۲۳ سال کی قلیل مدت مین ایک عظیم الشان ملک کے ملک کو نہایت ذلیل حالت سے اُٹھا کر جسمانی علم اور اخلاقی فتوحات کے لحاظ سے بلند سے بلند مقام پر پہنچا یا ہو وہ قوم جسکی اصلاح یہودیون اور عیسائیون کی صدیون کی کوشش نہ کر سکی حالانکہ انکی پشت پر حکومتین اور سلطنتین تھین- ایک انسان بے سر و سامان اٹھا اور ایک صدی کی چوتھائی سے بھی کم مین اس ملک کی ایسی کایا پلٹ دی کہ دنیا ایسے انقلاب کا کوئی دوسرا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ اس ملک اور قوم کی اپنی ہی حالت تبدیل ہوئی بلکہ اُنکے ذریعہ سے دوسری قومون

اور ملکون مین اخلاق تہذیب اور علم کی شعاع روشن ہو کر دنیا کے تاریک سے تاریک کونے منور ہوے اور توحید الہی اور وحدت نسل انسانی کا غلغلہ دنیا مین بلند ہوا بہت سی بدیان آپ کے وجود سے دنیا سے نابود ہوئین اور نسل انسانی کا قدم ترقی کی شاہراہ پر تیزی سے اٹھا۔ ان احسانات مین سب سے بڑا احسان نسل انسانی کی مساوات اور اخوت کا قائم کرنا اور رنگ اور نسل اور مرتبے اور دولت کے امتیازات اُٹھا کر ساری نسل انسانی کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کرنا ہے مساوات اشاعت اسلام مین سب سے بڑی چیز باعث فخر و مباہات ہے جس کے سامنے بڑے بڑے جبار و معزز لوگون نے سر نیاز خم کر دیا۔ سلام مین سبقت۔ دیگر رفقا کے برابر چلنا مسجد مین غریب اور مسکین شکستہ حال مسلمانون کے دوش بدوش نماز پڑھنا جو جگہ ملے بیٹھ جانا یہ اسلام کی مخصوص خوبی ہے۔ اسلام کا یہ بھی ایک امتیازی وصف ہے کہ وہ ہر قوم ہر فرقے اور ہر طبقے کے اشخاص کو انکے ایمان لانے پر اس طرح اپنی سوسائٹی مین جذب کر لیتا ہے کہ انکے سابق اعزہ و رفقا کے لیے بھی تھوڑے عرصے بعد اُن کو شناخت کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسلام مین قومی تعصب اور ذات پات کا جھگڑا وجاہت اور دولت و ثروت کا فخر بالکل نہین تمام مسلمان ایک سچی برادری مین منسلک ہین۔

ایک ہین عالم اسلام مین ہر قوم کے لوگ	ہے یہ دربار رسالت کا گرامی منشور
حریت اور مساوات کے اے مدعیو	لاؤ کوئی تو نظیر اسکی اگر ہے مقدور

علم تاریخ کے کلیات

صاحبان غور و تامل علم تاریخ کو اکثر علوم پر اس واسطے شرف دیتے ہین اور بہتر سمجھتے ہین کہ تجربہ کاری اور مردم شناسی کے ملک مین پہنچنے کی راہ ہے اور وہان کا سفر جسنے تھوڑا سا بھی کیا وہ کچھ ہو رہا کیونکہ دنیا کے کارخانون کی بے ثباتی اور اولاد آدم کی بدنہادی و نیک صفاتی سے آگاہ ہوتا اور انقلاب روزگار سے عبرت حاصل کرتا ہے اور اکثر امور دنیاوی مین ایسی آنکھ ہو جاتی ہے کہ تفرس کو قوت پیشین گوئی کی اور زبان کو طاقت فال بیانی کی حاصل ہو جاتی ہے اور قیاس کو مزاولت کے باعث یہ ملکہ ہو جاتا ہے کہ سبب کے دریافت سے انجام کا حال آغاز حال مین کہدیتا ہے جیسا کہ اہل منطق صغرے و کبرے سے نتیجہ نکال لیتے ہین۔

اس علم کے پڑھنے یا اس مین کچھ لکھنے والے کو ان دو باتون پر جو بطور اصول اس فن کے ہین لحاظ کرنا ضرور ہے اول یہ کہ جس امر کا واقع ہونا بیان کیا گیا ہے عادتاً اس کا واقع ہونا ممکن ہے یا نہین دوسرے یہ کہ جس ذریعے سے وہ خبر اس تک پہونچی وہ اعتبار کے لائق ہے یا نہین

ہر خبر کے صدق کے پہچاننے کے لیے یہی دو چیزیں معیار ہیں اور یہی دو باتیں ہیں جس سے انسان تاریخ اور افسانے میں امتیاز کر سکتا ہے۔ کوئی شے دنیا میں ایسی نہیں جو تاریخ انسان کو نہ سکھاتی ہو اور کوئی برکت ایسی نہیں جو انسان اسکو پڑھ کر حاصل نہ کر سکتا ہو۔

تاریخ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ فلسفیانہ ہو۔ واقعات خواہ کم اور مبہم ہوں نتیجے کافی اور روشن ہوں واقعات صرف ماخذ ہوں نتائج اصل مقصود ہوں۔ فلسفیانہ تاریخ کا نقطع وہ ہوتا ہے جو خود تاریخ کا ہونا چاہیے یعنی نتیجے نکالنا اور نظام عمل میں ٹانک دینا۔

تعریف تاریخ مورخین عرب نے تاریخ کی جو کچھ تعریف کی ہے اس کا بیان مختلف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تاریخ ایک وقت کے مقرر کرنے کا نام ہے تاکہ اس وقت خاص کی طرف پچھلے اور اگلے زمانے کو منسوب کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ تاریخ وقت کا بیان کرنا ہے اس طرح کہ کسی واقعے کے ابتدائے پیدایش کو اسکی طرف منسوب کیا جائے مثلاً یہ بتائیں کہ فلان مذہب یا فلان سلطنت یا فلان معرکہ یا فلان حادثہ ارضی و سماوی اس وقت میں ظاہر ہوا تھا جو کچھ واقعات خاص اس وقت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جو کچھ اس سے پیشتر ظہور پا چکے ہیں یا پیچھے ظہور پائیں اُن سب کے معلوم کرنے کا مبدء یہی وقت ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تاریخ یہ ہے کہ دنوں اور راتوں کو بیان کریں اس طرح کہ جس قدر برس اور مہینے گذر چکے ہیں اُن کا ذکر آنے والے برسوں اور مہینوں تک کیا جائے[۱]

موضوع تاریخ۔ زمانہ گذشتہ کے اشخاص مثلاً نبیوں۔ ولیوں۔ عالموں۔ فلاسفروں۔ بادشاہوں اور شاعروں وغیرہ اور اُنکے شہروں اور واقعات اور عادتوں اور صنائع بدائع اور اُنکے نسبوں اور مرنے کے وقتوں اور حالات کا بیان علم تاریخ کا موضوع ہے۔

غرض تاریخ۔ یہ ہے کہ اگلے زمانے کے واقعات معلوم ہو جائیں۔

فائدہ تاریخ۔ یہ ہے کہ خاصان خدا اور بزرگان دین اور بہی خواہان قوم کے عمدہ اور شریف اقوال و افعال سے واقف ہونا اور انکی تقلید سے عمدہ اخلاق اور نیک خصلتیں اختیار کرنا بد اخلاقی اور بری خصلتوں کو چھوڑنا۔ سلطنت کرنا۔ وفادار اور آزاد رعیت بننا۔ سلطنت اور ملک کے لیے عمدہ قاعدے اور قوانین ایجاد کرنا۔ ظلم کو روکنا۔ صلح اور امن سے رہنا۔ دوستوں سے ملنا اور دشمنوں سے بچنا۔ علم و ہنر میں ترقی کرنا۔ جائز طریقوں سے مال و دولت حاصل کرنا اور اسکو عمدہ اور واجبی طور پر صرف کرنا۔ نہ صرف آغاز و انجام سلطنتوں کے کہ مختلف زمانہ میں ہوئیں اور نہ فقط عیوب اور اوصاف حاکموں کے مقصود بیان تاریخ کا ہے بلکہ منظور یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی

---

[۱] دیکھو کشف الظنون ۱۲۰

قضاو قدر پر کہ ایک کو خاک مین ملایا اور دوسرے کو تخت بادشاہی پر بٹھایا غور کرنا چاہیے۔ کیا کیا اقبال و ادبار اسکی قضا و قدر سے واقع ہوا اور ہوتا ہے۔
خاصۂ تاریخ۔ یہ ہے کہ بادشاہون اور امیرون کو تعلیم دے اور عوام الناس کو بھی اچھی تربیت بخشے اس کے اوراق کے صفحون سے کار آزمودگی اور تجربہ کاری سلطنت کی بے تفاوت واضح ہوتی ہے
نتیجہ تاریخ۔ یہ نصیحت ہے کہ والیان ملک کو حکمرانی کرنے مین غرور نکرنا چاہیے پل کے پل مین بادشاہ فقیر اور حاکم محکوم ہو جاتا ہے۔ سلطنت ڈھلتی پھرتی چھاؤن ہے جن بادشاہون کے ایک ادنے اشارۂ ابرو پر ہزارون گردنین جھک جاتی تھین اُن کی اولاد آج بھیک مانگتی پھرتی ہے۔

رؤس ثمانیہ

متقدمین کا یہ دستور تھا کہ ہر ایک کتاب کے اول مین آٹھ چیزین بیان کرتے تھے جنھین رؤس ثمانیہ کہتے تھے (۱) غرض کتاب (۲) عنوان کتاب (۳) منفعت کتاب (۴) مرتبۂ کتاب (۵) مصنف یا مؤلف کا نام اور مرتبہ (۶) کتاب کس قسم کے علم سے ہے (۷) کتاب کے کتنے حصے اور باب او فصلین ہین (۸) مستقل تعلیمون مین سے اس مین کونسی قلم اختیار کی ہے۔
اس لیے مین بھی ان آٹھون باتون کو جو اس کتاب مین موجود ہین بتاتا ہون۔

غرض کتاب

ان اوراق مین ہندوستان کی مشہور ریاست حیدر آباد کے نوابون کے حالات ترقیم کرتا ہون اور قلم مضمون مین غوطہ کرکے صدف دل سے دُر شاہوار نکال کر اس تالیف کے رشتے مین پروتا ہون تاکہ اس مجموعے سے اُنکے حالات ناظرین کے ذہن نشین ہو کر انکو اس بات پر قدرت حاصل ہو جائے کہ جب چاہین یہان کے واقعات ظاہر کرسکین اور جو کوئی ذکر اُنکے سامنے ریاست حیدر آباد کے متعلق آوے وہ اُسکی تصحیح یا تکذیب کرسکین اور ریاست حیدر آباد کے بانی کا قصہ بیان کرسکین۔ یہ بتاسکین کہ وہ کس کی اولاد مین ہے موجودہ نواب کے اسلاف نے کیا کیا کارنامے صفحۂ ہستی پر یادگار چھوڑے ہین اور کون سے ملک اُنکے قبضۂ اقتدار سے نکل گئے ہین اور انھون نے ریاست کے قائم کرنے مین اپنے محسن و مربی تیموری بادشاہان دہلی کے ساتھ کیا کیا عمل کیے ہین اور انھون نے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ کن موقعون پر مخالفت اور کن موقعون پر موافقت کی اور انھون نے اپنی رعایا اور آس پاس کی ریاستون کے رضامند اور رفیق رکھنے کے لیے کیا کیا برتاؤ رکھا اور انکے جانشینون کو کیا کرنا چاہیے۔

عنوانِ کتاب

اس کتاب کا عنوان یہ ہے کہ حیدرآباد کے نوابون کی تاریخ لکھنے کا مجھے شوق ہوا جو ہندوستان مین نمبر اول کی ریاست ہے۔ اس ریاست کی تاریخ مین جو عجیب وغریب دلچسپیان ہین انھون نے اور بھی شوق کو بڑھایا۔ جو متعدد کتابین زبان اُردو مین اس ریاست کے متعلق لکھی گئی ہین وہ فن تاریخ نویسی کے اعتبار سے بہت گری ہوئی ہین اور نہایت عامیانہ طرز پر تحریر ہین جن مین نہ اسباب وعلل کا مرتب سلسلہ معلوم ہوتا ہے نہ واقعات کی اصلیت کھلتی ہے۔ اس قسم کی کتاب کے لیے جتنی معلومات کی ضرورت ہے اُنکے جمع کرنے مین بہت سی کتابین جو اس ریاست کے بیان پر حاوی تھین دیکھی گئین۔ بعض باتون مین ان مین اختلاف پایا جاتا تھا لیکن اور دوسری کتابون سے نہایت احتیاط کے ساتھ ان کا مقابلہ کرکے حتے الامکان صداقت کے ساتھ لکھا گیا۔ اس طرح مین نے بہت تنقید او تحقیق کے ساتھ حالات بہم پہنچاے اور سنجیدگی کے ساتھ جانچ کرکے جن مین سنون کا پتہ چلا سنہ لکھدیے اور اُن کا اختلاف جتادیا باقی اخبار کے طور پر ویسے ہی بیان کردیے۔ اور گو بہت سے ایسے نامی سردارون اور راجون اور امیرون اور بادشاہون کا ذکر اس مین آگیا ہے جو خاص اس ریاست سے تعلق نہین رکھتے مگر چونکہ یہان کے نوابون اور اس ملک سے کسی قسم کا علاقہ تھا اور سلسلہ اس تاریخ کا بغیر اُنکے ذکر کے ناتمام رہتا اس لیے اُنکے حالات چھوڑنا مناسب نہ تھا۔ گو یہ میری تاریخ کماحقہ فلسفیانہ تاریخ نہین تاہم جہان تک ممکن ہوا ہر حال کے مختلف پہلوون پر نقادانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ مین نے اس ریاست کے رئیسون کی لائف کے متعلقہ کوائف مطلوبہ کو جس جگہ سے میسر ہوسکا فراہم کرکے بنظر فائدہ عام اس کتاب مین درج کردینے کی کوشش کی ہے جس سے اس بڑی ریاست کی ابتدا سے لیکر ابتک کی کم ازکم وہ حالت معلوم ہوجائے گی جو کتب مین متفرق طور پر مندرج ہے۔ یہ بتانا میرا کام نہین کہ یہ حالات کتنی سچائی سے لکھے گئے ہین اور کس قدر محنت وکوشش سے تلاش کرکے لکھے گئے ہین اور جن باتون مین قانونی مداخلتون کی دشواری پیش آنے کا اندیشہ نہ تھا انکو احتیاطاً بھی مخفی نہین رکھا ہے۔ کیونکہ جو مورخ تاریخ اس نظر سے لکھتے ہین کہ اُس سے انسان کا بھلا ہو اور اس سے اس کی عقل ودانش زیادہ ہو تو وہ ضرور حکام کے افعال واعمال سے لکھتے ہین اُنکی برائی بھلائی دلائل وبراہین کے ساتھ تحریر کرتے ہین تاکہ اگر وہ دیدہ ودانستہ غفلت اور بے پروائی کرتے ہون تو اس سے متنبہ ہون

انگریزی مورخان مین ہر شخص کو اپنی راے کے اظہار کرنے کے لیے بشرطیکہ اُسکے لیے وجوہ ہلا اختیار حاصل ہے اس لیے وہ اپنی گورنمنٹ کی غلطیون پر اور اپنے افسرون کی لغزشون پر ایسے

ایسے سخت اعتراض چرب زبانی سے کرتے ہین کہ جو اس کوچے سے نابلد ہین وہ جانتے ہین کہ یہ شخص کوئی اپنی گورنمنٹ کا بڑا سخت دشمن ہے اور حقیقت مین قومی رہنمائی کا کام یہی ہے کہ جب وہ دیدہ و دانستہ غفلت و بے پروائی کرے تو اس کو متنبہ کرے اور سچی دلسوزی اور ہمدردی کا اقتضا یہ ہے کہ اسکے کامون پر نیک نیتی کے ساتھ سچی سچی رائے ظاہر کرے غرض جو اس چاشنی سے بے بہرہ ہین وہ اس نکتے کو ہرگز نہین سمجھ سکتے کہ اس عیب بینی ہی کی بدولت ہر ایک قوم عالی منش بلند حوصلہ معراج ترقی پر چڑھتی جاتی ہے۔

منفعت کتاب

منفعت اس کتاب کی یہ ہے کہ تھوڑے سے زمانے مین نوابان حیدرآباد کے وہ حالات معلوم ہوسکتے ہین جو برسون مین واقع ہوے ہین اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کس طرح اپنے تئین اعلے درجے پر پہنچاتا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ ان نوابون کا سرسلسلہ عابد خان اور ان کا بیٹا شہاب الدین خان ہندوستان مین آکر تیموریہ تخت سلطنت کے مجرائی ہوے پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ اُن کے خاندان نے دربار دہلی کی اطاعت سے انحراف کرکے ایک اعلے درجے کی ریاست اس بر اعظم مین قائم کی اور وہ آفتاب نکلکر ایسی چمکی کہ آخر کار تیموریہ سلطنت کی روشنی اسکے سامنے دھندلی ہوکر نظر سے غائب ہوگئی۔

ہندوستان مین خاندان تیموریہ مغل کہلاتا ہے یہ خود اپنے آپ کو مغل نہین کہتا یہ لوگ غالباً چغتائی ترک تھے جو مغلون یا تاتاریون سے زیادہ معزز قبیلہ ہے لیکن ترکان قسطنطنیہ سے متمائز کرنے کے خیال سے بابر کی اولاد کا جسنے دہلی مین بادشاہت قائم کی مغل لقب مقرر کیا گیا ہے بابر کی نسل مین چھٹے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے مرنے کے بعد جب سلطنت ہند کا جہاز تباہی مین آیا اور شکستہ ہوکر پاش پاش ہوا اور اس کے تختے اِدھر اُدھر بکھر گئے تو جس زبردست کے ہاتھ کوئی تختہ لگ گیا اسپر وہ پانون جماکر اپنے تئین تخت نشین سلطنت سمجھنے لگا اور چارون طرف ہاتھ پانون پھینکنے لگا۔ برہان الملک نے اودھ کا صوبہ دبالیا جہان اُن کی اولاد مین واجد علی شاہ وغیرہ ۱۸۵۶ء تک حکومت کرتے رہے۔ قمرالدین خان نظام الملک نے حیدرآباد دکن کی خودمختار ریاست قائم کی جہان پر اس وقت تک انکی اولاد قابض چلی آتی ہے۔ بنگال۔ بہار۔ کشمیر۔ اور مدراس وغیرہ مین دوسرے کئی سردار خود سردار ملک بن بیٹھے جو شروع انگریزی عہد مین لڑائیان کرکے برباد ہوگئے۔ دکن گجرات اور مالوہ وغیرہ مین مرہٹون نے بڑی قوت پیدا کرلی جن کے ماتحتون سے بڑودہ۔ گوالیار۔ اور اندور وغیرہ کئی ریاستین قائم رہ گئی ہین پنجاب مین

دیکھو جلد عہدنامجات مطبوعہ نولکشور

رنجیت سنگھ کی حکومت نے قدم جمانے شروع کیے۔ انگریزوں کی طرف اکثر گانون راجہ جے سنگھ والی جے پور اور بھرت پور والون نے دبا کر اپنی ریاست مین شامل کر لیے اور گجرات کا بہت سا علاقہ مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور نے مارواڑ مین داخل کیا اس طرح ہندوستان کی شاہنشاہی محمد شاہ اور اسکے جانشینون کے عہد مین ابتر ہوئی۔ سکھون کی بڑی ریاست کا انجام بھی اچھا نہ ہوا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے پر چند سال کے اندر اسکی اولاد اور قوم مین اعلیٰ درجے کا فساد اور سرکار انگریزی کی بدخواہی ثابت ہو کر پنجاب کا ملک سرکار مین ضبط ہوا۔ پنجاب کی ریاست کا ایک بڑا رکن سردار گلاب سنگھ تھا جو اصلی سبب جاٹون کی تباہی اور انگریزون کی فتح کا تھا۔ اسکو سرکار کی منظوری سے ابتدائے دریائے بیاس سے دریائے سندھ تک ملک کانگڑا و دیار کشمیر و ہزارہ مع جمیع حدود کوہستان متعلقہ کرورہا روپے کے نذرانے پر انگریزون نے دیدیا۔ اسکے سوا پنجاب مین پٹیالہ۔ جیند۔ نابھ اور کپورتھلہ وغیرہ کئی ریاستین جاٹ لوگون کی باقی رہ گئی ہین۔

عابد خان تاتاری کے پوتے نظام الملک کی عالی دماغی وجان فروشی نے دکن مین ریاست حیدرآباد قائم کی اور انکے جانشینون نے انگریزون کے امدادی انتظام مین شریک ہو کر اپنی جڑ جمالی۔ اس انتظام کی توضیح یہ ہے کہ اس عہدنامے کو جو ریاست منظور کرتی تھی تو وہ سرکار انگریزی کی حکومت کو ہند مین ساری حکومتون پر غالب مانتی تھی اور سرکار اُس کی حفاظت وسلامتی کی ذمہ دار ہو جاتی تھی۔ پھر اس ریاست کی طرف سے یہ بھی اقرار ہوا کرتا تھا کہ ہم سرکار انگریزی کی منظوری کے بغیر نہ کسی سے جنگ کرینگے نہ صلح اور اپنے یہان کنٹنجنٹ فوج رکھین گے اور اس سے ضرورت کے وقت سرکار کی مدد کرینگے۔ اس عہدنامے کو قبول کرکے نظام حیدرآباد کی حکمرانی مین سرکار انگریزی کی رفاقت اور خاطرداری کی وجہ سے روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ اگر انگریزون سے مدد حاصل نہوتی تو یہان کے نوابون کو میدان جنگ مین فوجین لاکر علی الاتصال سرفروش قومون کے خلاف کارروائی کرنے مین سخت دشواریان لاحق ہوتین۔ انگریز ریاست حیدرآباد کی سلامتی کی کفالت نہ کر لیتے تو اس ملک کے آدمیون کو بے فکری کے ساتھ ایسی قومین بیٹھا نہ رہنے دیتین جو فہم و فراست والی اور ہوشیار اور چالاک تھین سفر کی ماندگی اور محنت کے کامون مین مبتلا رہتی تھین ہرگز افسردہ اور پژمردہ نہین ہوتی تھین بلکہ ایسی سخت تھین کہ کوچ وسفر کی حالت مین انکی مستعدی مین فرق نہین پڑتا تھا جو لوگ اس زمانے کی طوائف الملوکی کے تاریخی حالات سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ انگریزون کے پنجۂ فولادی کی استعانت سے اس ریاست کے باقی رکھنے اور سرسبزی بڑھانے مین تا بان کامیابی حاصل ہوئی ہے

سلہ دیکھو صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۳-۲۴۴۔ گلاب نامہ مولفہ دیوان کرپا رام ۱۲

اس کتاب مین جہان انگریزون کی فتوحات کا بیان پڑھوگے تو وہان یہ بھی ظاہر ہوگا کہ مردان دلاور جیسا کہ میدان جنگ مین اپنی شجاعت شعاری دکھانا فرض سمجھتے ہین ویسے ہی بعد فتح وظفر کے حد اعتدال سے باہر قدم رکھنے کو برا جانتے ہین یہان تک کہ دشمن مغلوب کے سامنے ایک لفظ بھی طعن وطنز کا کنایۃً یا صراحۃً زبان سے نہین نکالتے۔

مرتبۂ کتاب

چونکہ یہ کتاب علوم عقلی ونقلی مین سے ایک قسم کے بیان مین ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ علوم عقلی اور نقلی کا ایک ضروری حصہ سیکھ لینے کے بعد اس کے پڑھنے اور اس کی عبرت انگیز باتون پر غور کرنے کی طرف متوجہ ہون کیونکہ جب سمجھ ٹھیک ہوجاے گی اور پھر اُسکو دیکھین گے تو امید ہے کہ طبایع سلیمہ مین بڑا اثر پیدا ہوگا اور یہ بات سمجھ مین آے گی کہ ہمارے ہم جنسون نے دنیا مین آکر کیا کیا اور کیا کرنا چاہیے تھا اور کس طرح چلے گئے اور ہم کو کیا کرنا چاہیے۔

مؤلف اور اُس کی حالت

اس کتاب کو محمد نجم الغنی خان ساکن ریاست رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی عبدالغنی خان ابن مولوی عبدالعلی خان ابن مولوی عبدالرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید خان ابن ملا ظریف خان ابن خان محمد خان ابن یار محمد خان ابن خواجہ احمد خان ابن باشخان ابن اندران خان ابن بانو خان ابن شاہزادہ شہاب الدین خان قوم چغتہ برلاس نے تالیف کیا ہے۔

مؤلف کی والدہ محمدی بیگم شیر محمد خان بن رضی خان عرف روزی خان بن اسماعیل خان اکزی کی بیٹی ہین یہ شیر محمد خان حکیم شاہ اعظم خان پدر حکیم محمد اعظم خان مصنف اکسیر اعظم وقرابادین اعظم ورموز اعظم ومحیط اعظم ورکن اعظم ونیر اعظم کے بھائی ہین۔ مؤلف کی ولادت دسوین ربیع الاول ۱۲۷۶ھ ہجری کو شب کے وقت رام پور مین نواب محمد علی خان کے مقبرے کے قریب جو فی الحال پرانا مدرسہ مشہور ہے وقوع مین آئی تھی۔ محمد نجم الغنی سے سال ولادت ظاہر ہے۔ مولف نے علوم عربیہ کی تحصیل اور فلسفہ قدیمہ کی کتابین مولوی عبدالحق صاحب مرحوم خیرآبادی اور دوسرے علماے مدرسۂ عالیہ رام پور سے پڑھین اور علم ادب عربی مولوی محمد طیب مرحوم مکی سے حاصل کیا اور ۱۸۹۵ء کے امتحان سالانہ مین کونسل آف ریجنسی ریاست رام پور کے عہد مین درس نظامی کے درجۂ اول مین پہلے نمبر پر کامیابی حاصل کی اور طب یونانی کی کتابین اطباے لکھنؤ اور اپنے ماموں حکیم محمد اعظم خان سے پڑھ کر برسون مطب کیا۔

لف کا رتبہ اسکی تالیفات و تصنیفات سے ظاہر ہے جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

علم ملل و نحل

اہب الاسلام۔ یہ کتاب کئی بار مطبع پیسہ اخبار لاہور مین اور ایکبار مطبع احمدی رام پور
ن تاریخ مذاہب الاسلام کے نام سے چھپی ہے اور آخری مرتبہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین ۷۰۰ صفحات پر
پی ہے۔ بیان اُردو مین ہے۔

علم تاریخ

قود الجواہر فی احوال البواہر اور سلک الجواہر فی احوال البواہر۔ یہ دونون سالے
ماعیلیہ خصوصًا داؤدیہ بوہرون کے حالات مین ہین اور مطبع نیر اعظم مراد آباد مین چھپے ہین۔ بیان
دو مین ہے۔

خبار الصنادید۔ یہ روہیلون کی تاریخ ہے ایکبار مطبع پیسہ اخبار لاہور مین چھپی تھی دوبارہ مطبع
ی نولکشور لکھنؤ مین دو جلدون مین ۱۲۸۴ صفحات پر چھپی ہے بیان اُردو مین ہے [۱]

ریخ اودھ۔ ایکبار چار جلدون مین مطبع نیر اعظم مراد آباد مین چھپی تھی دوبارہ اضافہ ہوکر مطبع
ی نولکشور لکھنؤ مین پانچ جلدون مین ۱۶۲۶ صفحات پر چھپی ہے۔ بیان اُردو مین ہے۔

ار نامہ راجپوتان۔ یہ راجستان کی اُردو مین تاریخ ہے مطبع روزانہ اخبار بریلی مین ۵۹۲
فحات پر چھپی ہے۔

قائع راجستان۔ یہ بھی راجپوتانے کی اُردو تاریخ ہے اور مطبع روزنامہ ہمدم لکھنؤ مین ۶۳۲
فحات پر چھپی ہے۔

علم صرف و نحو

ج الادب۔ یہ فارسی زبان کے قواعد صرف و نحو مین ہے اس مین اصول السنہ سے بھی بحث
ہے اور تمام کتب لغات کی تنقید کی ہے یہ کتاب مطبع منشی نولکشور لکھنؤ نے ۸۲۲ صفحات پر چھاپی
ہے۔ بیان اس کا فارسی مین ہے اس کتاب کی تصنیف کے صلے مین وزارت معارف و اوقاف

[۱] اس کتاب کی تالیف کے صلے مین ریاست رام پور نے اُن کو تین ہزار روپے دیے اور پچاس روپے ماہوار اونکی بیوی
اُنکے پاس بھیجتی رہی جہان وہ ہائی اسکول کے ہیڈ مولوی تھے اور جب رام پور آتے تو ریاست اپنا مہمان رکھتی اور عزت و حشمت
کے ساتھ مہمانی کرتی اور اب رام پور مین چلے آنے کے بعد سو روپے ماہوار کا وظیفہ دیتی ہے ۱۲

و صنائع مستظرفہ ایران کی طرف سے ایک علمی نقرئی تمغا درجۂ سوم کا آیا ہے اور وزارت مذکورہ نے اسکو بہت پسند کیا ہے۔ اور مدارس جدیدہ ایران کے موسس (ڈائرکٹر) حاج مرزا حسن رشدیہ نے طہران سے اپنے مراسلۂ مرقومۂ ۹ جمادی الاخری ۱۳۴۱ھ ہجری قمری مین اس کتاب کے متعلق نہایت معزز القاب کے بعد ان الفاظ مین لکھا ہے۔

"بعرض میرسانم کہ پس از آرزوہاے چندین سالہ بزیارت یک چنین کتاب جامع بر مہمات مرام در وزارت جلیلہ معارف بمطالعۂ نہج الادب مشرف شدم۔ ہر چیزے کہ خود ستائش است بستائش نگنجد۔ جلدے از ان براے من بفرستید اگرچہ ہر چہ بخواہید بارزش آن نخواہد بود۔ باز خواہش میکنم کہ چیزے از من بخواہید کہ براے شما بفرستم۔ پیر معارف رشدیہ"

رسالہ نجم الغنی۔ یہ نہج الادب کا زبان فارسی مین انتخاب ہے مطبع احمدی رام پور نے ۱۷۰ صفحات پر چھاپا ہے۔

منتہی القواعد عرف قواعد حامدی۔ یہ زبان اردو مین نہایت مبسوط انتخاب نہج الادب کا ہے مطبع نیر اعظم مرادآباد نے ۴۸۰ صفحات پر چھاپا ہے۔

شرح نکتہ رسالہ عبدالواسع ہانسوی۔ یہ رسالہ منتہی القواعد کے ساتھ چھپا ہے فارسی زبان مین ہے۔

علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع

بحر الفصاحت۔ یہ کتاب علوم مذکورہ اور دیگر ضروریات علم ادب اردو و انشاپردازی کی مکمل کتاب ہے ایک بار مطبع سرور قیصری رام پور مین چھپی دوبارہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین تیسری بار پھر اضافہ ہوکر مطبع مذکور مین ۱۲۳۲ صفحات پر چھپی اور پنجاب یونیورسٹی کے اردو فاضل کے کورس مین داخل ہے۔

مفتاح البلاغت۔ یہ بھی علوم مذکورہ کا مستقل رسالہ ہے اور مطبع پیسہ اخبار لاہور نے ۲۰۰ صفحات پر چھاپا ہے۔

علم طب

خواص الادویہ۔ یہ ادویہ مفردہ کے بیان مین ہے ۳ جلدون مین پیسہ اخبار لاہور نے چھاپا ہے بیش قیمت ہے بیان اردو مین ہے۔

خزانۃ الادویہ۔ یہ ادویہ مفردہ کے بیان مین چار جلدون مین ہے اور مطبع منشی نولکشور لکھنؤ نے

۴۷۰ صفحات پر چھاپا ہے روپیہ اسکی قیمت ہے یہ بھی اُردو زبان مین ہے اس کتاب پر آل انڈیا ویدک اینڈ طبی یونانی کانفرنس نے بصیغہ طبی نمایش ۱۹۱۱ء ایک تمغا اور شکریہ نامہ بھیجا۔

خزائن الادویہ۔ یہ اُردو مین ادویہ مفردہ کے بیان مین آٹھ جلدون مین ہے اور پیسہ اخبار لاہور نے چھاپا ہے چالیس روپیہ قیمت ہے۔

قرابادین نجم الغنی اُسکو اول بار مطبع منشی نول کشور لکھنؤ نے ۸۰۶ صفحات پر چھاپا تھا اور اب دوبارہ اضافہ ہوکر بھی ۸۲۸ صفحات پر چھاپا ہے اُردو مین مرکب ادویہ کے بیان مین ہے اس کو بھی آل انڈیا ویدک اینڈ طبی یونانی کانفرنس نے پسند کیا ہے۔

علم فقہ

القول الفصیل فی شرح الطہر المتخلل۔ شرح وقایہ کے مسئلہ طہر متخلل کی شرح ہے عربی زبان مین ہے۔ تاریخ مذاہب الاسلام کے آخر مین یہ رسالہ مطبع احمدی رام پور مین ۱۹۱۰ء مین چھپا ہے۔

علم اصول فقہ

مختصر الاصول۔ یہ کتاب علم اصول فقہ مین اُردو زبان مین ہے اور مطبع نیر اعظم مراد آباد مین ۲۸۸ صفحات پر چھپی ہے۔

مزیل الغواشی۔ یہ اصول شاشی کی شرح اُردو زبان مین ہے ۴۷۶ صفحات پر مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپی ہے۔

علم کلام

تہذیب العقائد۔ یہ زبان اُردو مین عقائد نسفی کی شرح ہے کئی بار مطبع نامی لکھنؤ مین چھپی ہے۔

تعلیم الایمان۔ یہ امام ابوحنیفہ کی فقہ اکبر کی اُردو مین شرح ہے مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین ۱۸۵ صفحات پر چھپی ہے۔

علم تصوف

تذکرۃ السلوک۔ اس اُردو کی کتاب مین علم تصوف کا بیان ہے اور آخر مین مصطلحات صوفیہ کی فہرست باعتبار حروف تہجی کے لکھی ہے مطبع نیر اعظم مراد آباد نے ۲۷۶ صفحات پر چھاپا ہے۔

علم فرائض

شرح سراجی۔ یہ زبان اُردو مین ہے اور اُسکے آخر مین ۴ فصلون مین ایک ضمیمہ بھی ہے یہ ریاست رام پور کے سرکاری مطبع مین ۳۴۰ صفحات پر چھپی ہے۔

علم منطق

معیار الافکار۔ یہ رسالہ زبان فارسی مین ہے اور مطبع احمدی رام پور مین چھپا ہے۔

علم اوراد

شرح چہل کاف۔ یہ رسالہ مطبع نیر اعظم مراد آباد مین چھپا ہے اور زبان اُردو مین ہے۔

علم فال[1]

مفتاح المطالب یہ رسالہ قرآن کی آیات سے فال نکالنے کے بیان مین ہے اور شیخ محی الدین عربی کے رسالہ عربی کا اُردو مین ترجمہ ہے مطبع سرور قیصری رام پور مین چھپا ہے۔

علم لغت

تسہیل اللغات۔ یہ کتاب زبان اُردو مین لغات و مصطلات کتب درسیہ کے بیان مین ہے اور دیباچے مین علم اصول لغت سے بحث کی گئی ہے ابھی صرف دو جلدین لکھی گئی ہین جلد اول ۶۲۴ صفحات پر تاے فوقانی تک ہے اور دوسری جلد ابتداے سین مہملہ تک ۴۲۵ صفحات پر پہنچی ہے۔

قسم علم

یہ کتاب علم اخبار کی قسم سے ہے اور یہ ایک ایسا علم ہے جسکے ذریعے سے اللہ تعالےٰ کے شرائع اور اسکے رسولون کی سنتین معلوم ہوتی ہین۔ اسی اخبار کے سبب سے اگلے وقتون کے بادشاہون امیرون۔ عالمون۔ اور نیک و بد لوگون کے حالات دریافت ہوتے ہین۔ اسی اخبار کے سبب حاکم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے اگلے لوگون نے یہ یہ کیا اور مجھے یہ کرنا چاہیے اور اس سے اُن غیبی چیزون کا جن کو گذرے ہوے ایک زمانہ گذر چکا ہے اور بہت دور ہین خوب حال کھل جاتا ہے اور یہ ایسی چیزین ہین جن کی فضیلتین مسلم الثبوت ہین۔ ہر ایک ملک کے باشندون کی خصلتون اور عقائد کی وجہ سے جدا جدا اخبار ہین جو اُن مین مشہور ہین اور ہر ایک ملک مین ایسے ایسے حادثے گذرے

[1] دیکھو کشف الظنون کی دوسری جلد مین صفحہ ۱۷۴ ۱۲

ہین جن کو وہان کے علما اور سمجھدار لوگ ہر وقت مین جانتے ہین۔

حصہ۔ باب۔ فصل

اس کتاب مین ایک دیباچہ و مقدمہ ہے فوائد فن تاریخ وجغرافیہ وغیرہ مین اور اس کے بعد ترتیب وار نوابون کے حالات ہین بغیر بابون اور فصلون کے۔ پہلے زمانے مین کتاب مقدمہ۔ ابواب۔ فصول اور خاتمے پر منقسم ہوتی تھی۔ اب تحریرات انگریزی کی تقلید سے یہ بات اردو مین چھوٹتی جاتی ہے جو اخبار کا ایک مضمون سا معلوم ہوتا ہے۔

طریق تعلیم

مین نے اس کتاب مین دو طریق اختیار کیے ہین (۱) ریاست حیدر آباد کے بیان مین جسقدر تاریخین دستیاب ہوئین اُن سے اخذ کیا ہے (۲) جو کچھ اخبارات مین میری نظر سے گذرا اس کے مطابق لکھا ہے بعض مقامات ایسے ہین جن مین مصنفون سے کسی وجہ سے غلطی ہوئی ہے وہ مقامات مینے درست کر دیے ہین۔

معذرت

اس کتاب کے پڑھنے والون سے ملتجی ہون کہ اگر کوئی ایسی بات انکی نظر سے گذرے جو ناپسند ہو تو اس سے چشم پوشی کرین۔

پیش کش

اب تک جو کچھ اس ریاست کی نسبت لکھا گیا ہے وہ نامکمل ہی نہین بلکہ اکثر مقامات پر غلط بھی ہے۔ ریاستون کے واقعات قلمبند کرنے کا طریقہ کچھ ایسا کٹھن ہے کہ ہر شخص اُسپر حاوی نہین ہو سکتا اور ہر مصنف کا کام نہین ہے کہ اسے اخیر تک خوش اسلوبی سے نبھائے۔
اگرچہ مشاغل علمیہ اور تفکرات خانگی مین منہمک ہون اور اتنی مہلت بمشکل نکالکر اس کام کو پورا کیا مگر خدا کا شکر ہے کہ مین اپنے ارادون مین کامیاب ہوگیا۔ مین نے اس مبحث پر کتابون کا پورا مطالعہ کیا اور کل اہم واقعات تاریخی کا ایک بہت ہی مفید و بے تعصبانہ ذخیرہ فراہم کیا اور التزام کے ساتھ واقعات کا ایک سچا نقشہ کھینچا۔ مین اپنی اس کتاب کو عام طور پر ملک کے شائقین علم تاریخ کے اور خاص کر اس مشہور خطے کی پبلک اور نیز **نواب میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع** کی نذر کرتا ہون۔ جو تمام حیثیات سے اپنے پیشرو ون کے خلف الرشید ہین۔ وہ صاحب قلم

بھی ہین۔ مالک لوا و علم بھی ہین اور کمال دوست بھی ہین اُن مین باپ داداؤن کی کل صفتین ودیعت ہوئی ہین اور تمام گذشتہ نوابون کا عطر ہین اور انھین باتون سے محبوب انام بن گئے اور اُن سے تعلق رکھنے والے انکے قدمون پر جان و مال نثار کرنے کو فخر سمجھنے لگے۔ انھون نے اپنے ملک کی علمی و زرعی ترقیات کے لیے کوئی کوشش اٹھا نہین رکھی ہے جس سے اسکے مضبوط اسباب ملک مین قائم ہورہے ہین اُن مین بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی روح رکھتے ہین اور اسکے ہر حکم کے شیدائی ہین۔ تمام ملک اپنے جوان بخت و بلند اقبال فرمان روا کی ستعدی و بیدار مغزی پر زبردست اعتماد رکھتا ہے۔ اور انکو ملک کا سچا بہی خواہ سمجھتا ہے۔ ہر مذہب کی رعیت کے ساتھ اُن کا سلوک قابل ستایش ہے اور حق یہ ہے کہ یہ صفت عموماً اسلامی حکومتون کی خصوصیت رہی ہے کہ وہ اپنی رعایا سے مختلف المذاہب کے ساتھ رواداری کا سلوک کرنے مین کبھی دریغ نہین کرتین ہندوستان کے ہر شعبۂ حیات پر حملے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے عہد سے شروع ہوے تھے لہذا اسکے کارکنون کی تحریرین جو قلمدان کی سیاہی سے ہندوستان کی روشنی کو تاریکی سے بدل رہی تھین اعتبار کے قابل نہین ہوسکتین۔ الگزنڈر ہملٹن نے دو جلدون مین اپنا سفرنامہ و سیع سیاحت مینے کے چشم دید واقعات کا آزادانہ قلم سے لکھا ہے جو کہ طبع ہوا ہے یہ شخص غیر ملک کا باشندہ تھا جس کا مذہب بھی اہل ہند کے مذاہب سے غیر تھا اور ایسا آزاد منش تھا کہ اُسنے اپنی قومی کمپنی پر سخت نکتہ چینیان کی ہین اور صاف الفاظ مین وہ بےعنوانیان اور بے ایمانیان دکھائی ہین جو کمپنی کے کارپردازون سے ہندوستان مین سرزد ہوتی تھین۔

ہملٹن سندھ کے شہر ٹھٹہ کے حالات مین جو اس وقت بہت آباد تھا اسلامی سلطنت کی رواداری کو ذیل مین لکھتا ہے سلطنت کا مسلمہ مذہب اسلام ہے لیکن اگر تعداد مین دس ہندو ہین تو ایک مسلمان ہے ہندوؤن کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے پھر لکھتا ہے پارسی بھی ہین اور وہ اپنے رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہین عیسائیون کو پوری اجازت ہے کہ وہ اپنے گرجے بنائین اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرین پھر وہ شہر سورت مین پہنچکر وہان کی حالت کا نقشہ یون کھینچتا ہے اس شہر مین تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہین لیکن کبھی کوئی سخت جھگڑا اُن کے اعتقادات اور طریقۂ عبادات کے متعلق نہین ہوتا ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقے سے اپنے معبود کی پرستش کرے صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار پہونچانا ان لوگون مین بالکل مفقود ہے جن تواریخ مین یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کا عہد حکومت ظلم و جبر اور مذہبی غیر رواداری کے واقعات کا سلسلہ تھا ان تواریخ کے واقعات سے ہندوؤن کو یقین ہو جاتا ہے

مسلمانون کے عہد مین اُن کے اسلاف پر سخت ظلم کیا گیا ہے اس وجہ سے ہندو مسلمانون سے نفاق
ور اختلاف رکھتے ہین حالانکہ دراصل واقعات کچھ اور ہین۔ مسلمان بادشاہون نے ہندوؤن کے
ساتھ بڑی مراعات کی تھین البتہ ملک گیری اور بات ہے ہندوؤن کے مذہب مین دخل نہین دیا
ہندوؤن کو اعلےٰ مناصب دیے۔

مسلمانون نے جو مندر توڑے۔ غلام بنائے۔ خراج لیا۔ دولت لوٹی یہ اسی وقت تک تھا
کہ اُنکے مخالف عرصۂ مصافت مین برسرپیکار رہے اور جب باہم میل ملاپ ہوگئے تو تمدن تہذیب
علم و فن بیع و تجارت اخلاق و سیاست کے خزانے اہل ہند کے سامنے ڈالدیے اور جو کچھ اُن کا کھویا
لیا تھا صحیح معنے مین اس کا بدل پورا کردیا

انگریزون سے تعلقات پیدا ہونیکے قبل اور بعد کی حالت

اس کتاب مین یہ بھی دکھایا جائے گا کہ گذشتہ نوابون کے وقت مین پہلے ریاست کی کیا کیفیت تھی
اسکے ہر صیغے کا انتظام کیسا تھا محاصل کی کیا حالت تھی امرا مین کیا اختلاف ہورہے تھے اور ملک
مین کس قدر شورش تھی اور سپاہ تنخواہ کی نایابی سے کس طرح ریاست کے ساتھ دست و گریبان تھی
در باوجود اس تباہ حالی کے مرہٹون کی محنتی اور سرفروش قومون نے ریاست حیدرآباد کو لوٹ مار
سے خوان یغما بنا رکھا تھا۔ جنھون نے عالمگیر جیسے فتاح اور اسکے بیٹے شاہ عالم اور داؤد خان ناظم
دکن اور امیر الامرا حسین علی خان فرخ سیری اور نظام الملک آصف جاہ اور اُنکے جانشینون
کو مجبور و مقہور کرکے چوتھ اور سردیس مکھی کے عہدنامے لکھوائے۔ پھر انگریزی قہرمانی گرفت سے تمام
خونی مناظر ایک دم کافور ہوگئے مرہٹون کی چوتھ سے نجات حاصل ہوئی ملک کی حالت ان مین
سُدھرنے لگی۔

(ب) اس کتاب کو پڑھنے سے یہ بات بھی روشن ہوجائے گی کہ جسقدر انگریزی کمپنی کے گورنر
ہندوستان مین آتے رہے انکی منشاء کورٹ ڈائرکٹرز کی ہدایات کی بنیاد پر یہی تھی کہ ہم جسقدر مین
اپنی حکومت پر زیادہ نہ کرینگے مگر مجبوری اپنی حفاظت اور بچاؤ کے واسطے انکو سوا سلطنت بڑھانے
کے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

دکن مین سرکار کمپنی کے جانی دشمن ڈوپلے۔ لالی۔ حیدرعلی۔ سلطان ٹیپو۔ پیشوا۔ مرہٹون اور پنڈارون
وغیرہ سے لڑائیان ہوتی تھین اور انکے سبب سے صلحنامے اور عہدنامے لکھے جاتے تھے اور پھر
عہد و پیمان کے ٹوٹنے سے تازی لڑائیان ہوتی تھین اور اُن سے برٹش انڈیا کے نقشے کا رنگ سُرخ
ہوجاتا تھا جو انگریزی عملداری کا نشان ہے ان دشمنون کی فتح و شکست دونون اور ہندوستانی

رئیسون کی دوستی اور دشمنی اور قوت وضعف یہ سب سرکار انگریزی کی ترقی مرتبت اور اضافہ مدارج کی نردبان کے زینے بن گئے جن پر وہ بآسانی چڑھ کر منظر سلطنت کو بڑھا لی گئی۔

(ج) دولت آصفیہ کی اول سرکار کمپنی ایک سکین پڑوسی اور خراج گذار بنی چنانچہ ۱۷۴۷ء مین انگریزون کے افسر بحری گریفن صاحب نے نظام الملک آصف جاہ اول کے بیٹے ناصر جنگ کو عرضی لکھی کہ ہم پر فرانسیسی بڑا ظلم وستم کرتے ہین اور نواب کرناٹک چشم پوشی کرتا ہے حضور خیال فرمین کہ کس مدت سے ہم یہان رہتے ہین اور ہندوستان کو کیا ساری دنیا کو سوائے نفع پہنچانے کے ہم کچھ کام نہین رکھتے ہم پر رحم کیجیے اور اس ظلم سے چھڑا لیجیے بعد اسکے کمپنی نے نظام کو اپنا یار وفادار سمجھا اور نظام کی فوج کی درستی کمپنی کے افسر کرنے لگے۔ ان سب مدارج کو طے کر کے سرکار کمپنی سلطنت تیموریہ کی جانشینی کی حیثیت اور اپنی قوت وصولت سے حیدرآباد دکن کی خود ریاست بخش بنی۔ کیا شان کبریائی ہے کہ جب ریاست آصفیہ کی طرف سرکار کمپنی آنکھ نہ دوڑاتی اور قدم نہین بڑھاتی تھی اور اُس سے ہمیشہ مستدعی مدد تھی اور شمالی پانچ سرکارون ایلور۔ سیکاکول۔ راج بندری۔ مرتضی نگر (گنتور) اور مصطفی نگر (کوٹور) کی بابت اسکو خراج دیتی تھی اُسی کو زمانے کے انقلابات اپنے قوی ہاتھون پر اُٹھائے ہوئے کس بلندی پر لے گئے اور اس معراج ترقی پر پہنچایا کہ نظام اسکے دست نگر اور فرمان بردار ہو گئے اور یہ تو ۱۸۲۹ء تک کی بات ہے کہ گورنر جنرل جو مراسلہ نظام کے نام لکھتے تو اس مین اپنے لیے نیازمند وغیرہ عقیدت وارادت کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور نظام اپنی ذات کو گورنر جنرل کے مراسلون مین بدولت کے الفاظ سے تعبیر کرتے تھے۔

(د) انگریز یہان ایک اجنبی ملک کے باشندے بنکر آئے تھے۔ قومیت مذہب زبان غرض کوئی چیز بھی اُنکے اور اہل ہند کے درمیان یکسانیت پیدا اور رابطہ قائم کرنے کے لیے موجود نہ تھی لیکن اُنھون نے اپنے طرز عمل سے ہندوستان والون کے دلون مین اپنی الفت۔ عزت۔ اور اعتبار کے جذبات پیدا کر دیے اور اس مین روز افزون اضافہ ہوتا رہا۔ آج کل انکی عظمت وجبروت کا اندازہ لگانا دشوار ہے جس طرح وہ اپنے اصول حکمرانی اور صفات منصف مزاجی ومساوات پسندی کے اعتبار سے آج یکتا ہین اسی طرح رقبۂ سلطنت۔ مقبوضات کی کثرت اور آبادی وغیرہ کی حیثیت بھی انھین تمام موجودہ وسابقہ حکمران قومون پر تفوق وترجیح دے رہی ہے۔ جن راجون اور نوابون کے پاس صدہا ہمراہی زرین پوشاکین پہنے اور فوق البھڑک کپڑے ڈانٹے اور مسلح سپاہی آہنی خود چڑھائے تیس مار خان بنے ہوئے ساتھ موجود ہوتے ہاتھیون اور گھوڑون کے غول ہمراہ ہوتے وہ انگریزی سادہ وضع مٹھی بھر باقاعدہ سپاہ کے سامنے سرنگون ہو جاتے۔

جغرافیہ

دائرۃ المعارف مین لکھا ہے کہ حیدرآباد کا ملک درمیان ۱۵ و ۱۳ ۲۱ عرض شمالی اور ۴۴ ۷۶ و ۱۳ ۸۱ طول مشرقی کے واقع ہے۔ یہ ملک جنوبی ہندوستان مین دکن کی اونچی ہموار زمین پر تکونی شکل مین واقع ہے۔ یہ ملک شمال مین خاندیس اور ملک برار سے جنوب مین دریائے تنگ بھدرا اور کشنا سے۔ مشرق مین دریاے وارشا اور گوداوری سے مغرب مین ضلع دھارواڑ کلدگی۔ شولاپور اور احمد نگر سے محدود ہے۔ دکن کی اونچی ہموار زمین کی بلندی کا اوسط سطح سمندر سے ۲۰۵۰ فٹ ہے اور اسی قدر بلندی سطح زمین سے یہان کی اُن پہاڑیون کی ہے جو سب سے زیادہ اونچی ہین۔

ملک حیدرآباد دو بڑے بڑے اور تقریباً برابر حصون مین شمال و مغرب کی مناز تما چٹانون اور جنوب و مشرق کی کنکر اور چونے کے پتھرون کی سرزمین سے تقسیم کیا گیا ہے جس سے یہ ملک گوداوری اور مانجراکے دریاؤن سے مرہٹون کو جنوب کے تلنگون اور کنڑیون سے جدا کرتا ہے۔ ویسا ہی کنکر اور چونے کی زمین کو پتھرون کے ملک سے اور اسی طرح چانول اور چشمون کی سرزمین کو گیہون اور روئی کے ملک سے جدا ہوتا ہے۔ اکثر اس ملک کا ریگستان ہے خاصکر اطراف حیدرآباد کی زمین سرخ ریگ دار ہے۔ سبزی صحرا مین راستون کی سرخی کی بہار رہتی ہے۔

ریاست حیدرآباد سیاہی مائل بھورے پتھر اور بھربھرے پتھر اور چونے کی زمین کا علاقہ کہلاتا ہے بعض حصے بہت زرخیز ہین۔ مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ ملک حیدرآباد دوسری اقلیم مین واقع ہے بعض نے پہلی اقلیم مین بتایا ہے۔

مخصوص پانی کا بہاؤ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف ہے اس جانب کو ملک کا ڈھال ورنگل آباد کے قریب دو ہزار فٹ سے لیکر رائے چور کے قریب ۱۲۰۰ فٹ اور کرنول کے قریب ۹۰۰ فٹ تک ہو جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے چشمون کے لیے پانی کے منابع کا سلسلہ بھی خاص خاص دریاؤن کے وادیون کو علیحدہ کرتے ہوے اس سمت کو جاری ہے۔

کارآمد معدنیات

قلمرو نظام کا بہت بڑا حصہ چمکدار چٹانون سے ڈھکا ہوا ہے اس لیے اقسام کے معدنیات بعض بہت اور بعض کم مقدار مین دستیاب ہوتے ہین۔ قدیم زمانے مین سوائے الماس۔ سونا۔ لوہا اور عمارت کے پتھرون کے کسی اور دھات کی طرف خیال رجوع ہوا ہو ایسا نہین پایا جاتا دریاے کشنا کی طرف پرتیال کے قریب الماس کھود کے نکالے جاتے تھے۔ کرنول کی کانون کے سبب سے

یہ ملک دنیابھر کی تواریخ مین مشہور ہوا۔ مساکن فلسفی مین لکھاہے کہ راول کندا ایک شہر ہے ۱۲۰ میل جنوبی غربی جانب گولکنڈے سے اسی کے پاس ہیرے کی کان ہے جس کا ہیرا تمام کانون کے ہیرون سے آب وتاب مین فایق ہے پرتیال مین الماس رکھنے والا طبقہ دس یا بارہ انچ سے لیکر اٹھارہ انچ تک ہے اسکو خودہ سے اٹھارہ فٹ کے دل والی سیاہ مٹی ڈھلنکے ہوے ہے ۱۲۴۸ھ مین ایک الماس کا ٹکڑا ناتراشیدہ پانچ تولہ آٹھ ماشہ کا قصبۂ جٹ پول سے ہاتھ آکر نظام کے خزانے مین داخل ہوا۔ جوہریان بلدہ وبیگم بازار ٹکسال وغیرہ نے اسے دیکھکر ایسا عرض کیا کہ اگر پچاس ہزار روپے مزدوری کے مرحمت ہون توہم سات تختیان ایسی تیار کرکے نذر کرین کہ انکے آگے کوہ طور نے طور اور ناچیز معلوم ہو مگر انکی عرض پر التفات نہوا یہ عہد حکومت نواب فرخندہ علی خان کا تھا۔
ہر ایک طالب علم جس کو تاریخ کا شوق ہے جانتاہے کہ گولکنڈہ ہیرے کی کان کام کرنیکی وجہ سے تمام دنیامین مشہور ومعروف تھا۔ سونا ہٹی تعلقہ مین ملتاہے۔ عمدہ قسم کے لوہے کی دھات جس مین سرخ اور مقناطیسی دھات ہوتی ہے یہ ملک کے بہت سے وسیع حصون مین واقع ہے۔ علاوہ مقناطیسی کچی دھات کے ایک قسم کی کچی دھات میدک اور الگنڈال سرکار مین پائی گئی ہے۔ عمدہ نرمل فولاد کی ساخت مین جو دھات مستعمل ہے وہ مقناطیسی ریت اور لیٹرائٹ سے ملی ہوئی ایک مٹی والی کچی دھات کی بھیل ہے اور مقدار مین ۲۰ سے ۲ حصہ تک رہتی ہے۔
کچے لوہے کی کانین گلبرگہ۔ ورنگل۔ عادل آباد اور کریم نگر مین ہین یہ اکثر شہرون مین پگھلایا جاتاہے اسکے نکالنے کے لیے زمین مین گڑھے کھودے جاتے ہین بعض مقامات مین نالون کی تھاہ مین سے نکلتاہے۔ رتیلے ملکون مین اسکے گول ٹکڑے اقسام کی جسامت کے سطح کے اوپرہی پلے جاتے ہین سرخ اور مقناطیسی کچی دھاتین سنگارینی اور کوئلے کی کانون کے قرب وجوار مین موجود ہین اور پلنڈہ کے ہمسایہ مین چونے کے پتھرون کے بڑے بڑے جمے ہوے طبقے موجود ہین۔ نیس اور بسالٹ اور شاہ آباد کا پتھر قدیم زمانے سے مذہبی اور دنیاوی امور کی عمارتون کے لیے بہت کچھ کام مین لایا جاتا تھا اور اس کا واضح ثبوت شکستہ مندرون۔ مسجدون اور مقبرون سے کہ ملک بھر مین پھیلے ہوے ہین بخوبی مل سکتاہے۔ گولکنڈہ مین قبرون کے اوپر کا پتھر پالش کیے ہوے بسالٹ کاہے اور ویسے ہی ہنم کنڈہ کے ہزار ستونی مندر کے ستونون کا پتھر ہے جو پتھر مکہ مسجد مین کام آیاہے سو عمدہ صاف کیے ہوے نیس کاہے اور یہی ناصاف کردہ پتھر قلعہ گولکنڈہ کی دیوارون کے لیے کام مین لیاگیاہے۔
سیلو کا پتھر جو سمنٹ بنانے کے کام آتاہے بکثرت ملتاہے۔ گرافابٹ پنسل بنانے کے کام آتاہے تانبے کی کان چنتر پلا مین پائی جاتی ہے۔ ابرک کی کانین بھی ہین۔ پوٹاس اور سفید کھریا اور گیرو بھی

موجود ہین۔ سنگارینی کوئلے کا معدن ہے۔ یہ گوئلے کا طبقہ وادی گوداوری ہین جو بڑے کوئلے کے خلنے جیسے ہوئے ہین اُن مین ایک اوپری طبقہ ہے اور ۲۶ میل مربع کی سطح رکھتا ہے۔
ممالک محروسۂ حیدرآباد مین زرخیز چٹانون کی کل سطح ۱۲۳۸ میل مربع ہے۔

پہاڑی سلسلے

قابل ذکر پہاڑی سلسلے جن کو فارسی اور اُردو کی تاریخون مین کتل کے نام سے ذکر کرتے ہین یہ ہین۔

(۱) سلسلۂ بالاگھاٹ یہ تعلقہ بلولی سے شروع ہوکر ضلع ناندیڑ اور ضلع پربھنی مین سے گذرکر تعلقۂ آشٹی مین جاکر ختم ہوا ہے ریاست کے اندر اسکی لمبائی دوسو میل اور چوڑائی تقریبًا ساڑھے چار میل ہے۔ اسکی اور چند شاخین بھی ہین۔

(۲) سیہاوری پربت نرمل ضلع عادل آباد سے شروع ہوکر ریاست کے شمالی حصے کے ساتھ ساتھ پربھنی اور اجنٹا جا پہنچتا ہے جہان اس کا نام اجنٹا کی پہاڑیان ہین اور اسی جگہ اجنٹا کے مشہور غار ہین ریاست کے اندر اسکی لمبائی ڈھائی سو میل ہے اس کا تقریبًا سو میل حصہ اجنٹا کی پہاڑیان کہلاتا ہے۔

(۳) جالنہ کی پہاڑیون کا سلسلہ دولت آباد سے شروع ہوکر جالنہ پہنچتا ہے وہان سے علاقہ برار مین داخل ہوجاتا ہے اس کی لمبائی ریاست مین ایک سو بیس میل ہے۔

بعض اور بھی چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہین جن کی لمبائی زیادہ سے زیادہ پچاس میل ہوگی لیکن وہ اس وجہ سے قابل ذکر ہین کہ ان مین سے بہت سی چھوٹی چھوٹی ندیان نکلتی ہین مثلاً ڈھنگر کا سلسلہ (ضلع بیراسکھی) گنڈر کا سلسلہ (ضلع کریم نگر) سرنابلی کا سلسلہ (ضلع عادل آباد)

حیدرآباد مین کوئی پہاڑی سلسلہ تفریح بخش نہین

گو حیدرآباد کے ملک مین دس پہاڑیان ہین جو اطراف کے ملک سے پانسو فٹ بلند ہین اور انکی بلندی کا اوسط تین سو فٹ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ملک بھر مین کوئی ایسی پہاڑی نہین جو روساء حیدرآباد اور باشندگان ملک کے لیے موسم گرما مین مقام تفریح ہوسکے۔ برخلاف اسکے ملک کشمیر کے پہاڑون مین اعلےٰ درجے کے میوون اور پھولون کی کثرت ہے آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے جس سے خوشرو انسان پیدا ہوتے ہین اور اس مین ایسے کثیر مواقع ہین جو گرمی مین رہنے کے لیے بہشت برین کا سا لطف رکھتے ہین۔ کشمیر اپنی فرحت بخش آب و ہوا کے لیے نہ صرف ہندوستان

بلکہ دنیا بھر میں جنت نظیر کے نام سے مشہور ہے اور ہر شخص کے دل مین قدرتاً اُسکے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی ہے چنانچہ ہر سال ہزارون ہندوستانی اور یورپین سیاح وہان جاتے ہین۔ شاہان تیموریہ کا ایک شاعر (عرفی) کیا خوب کہتا ہے۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید گر مرغ کباب ست کہ با بال وپر آید

آثار قدیمہ

ریاست حیدرآباد مین پرانے آثار بہت زیادہ ہین جن مین بدھون۔ جینیون اور دوسرے مذہب کے ہندوؤن کے منادر۔ مسلمانون کے مقبرے۔ اور عیسائیون کی خانقاہین شامل ہین ان تمام مقامات کی تعداد ۱۱۶ ہے ان مین ایلورا۔ اجنٹا کے غار۔ ناگاناتھ۔ پالم پیٹھ۔ مہادیو اور ونتو کے منادر۔ جامع مسجد گلبرگہ۔ چاند منار دولت آباد۔ چار منار حیدرآباد۔ مکہ مسجد حیدرآباد۔ کالی مسجد جالنہ۔ مقابر شاہی گولکنڈہ وغیرہ ہین۔

دکن مین یون تو کوئی ایک علاقے ہین لیکن آثار وعمارات اور تاریخی حیثیت سے اورنگ آباد کو جو خاص امتیاز حاصل ہے وہ آج ہندوستان کی کسی سرزمین کو نصیب نہین ہو سکتا چنانچہ ان مین سے ایلورا کے غار۔ رابعہ دورانی کا مقبرہ۔ مسجد شائستہ خان۔ توپ قلعہ شکن جسے مینڈھا توپ بھی کہتے ہین جینی محل۔ مزار اورنگ زیب۔ رشیم باولی۔ حوض قلغ۔ منعم باغ۔ اور املیا بائی کا مندر ہین محکمہ آثار قدیمہ ۱۹۱۴ء مین قائم ہوا تھا۔ اسنے بہت سی پرانی عمارتون کو مخصوص کیا اجنٹا کے غارون کی درستی کے لیے ایک خاص افسر مقرر کیا گیا غارون کی تصاویر لی گئین۔ اس محکمے نے بہت سی کتابین شایع کین۔ بعض حصون مین قدیم اشیاء کی کھدائی کا کام بھی شروع ہوا۔

اب ہم بعض چیزون کا کچھ ذکر کرتے ہین۔

(۱) قصبہ ایلورا کے پیچا پیچ غار اورنگ آباد کے شمال ومغرب مین کوئی چودہ میل کے فاصلے پر واقع ہین جس پہاڑی پر یہ غار ہین اُسکی شکل ہلالی ہے یہ غار بدھ کی پرستش کے واسطے دولت مند لوگ اور راجون کے کھدوائے ہوے ہونگے جو کہ بدھ مذہب کو مانتے تھے۔ پہاڑ کے چٹان کھودے گئے اور مندر بنائے گئے اور ان راجون نے جو بدھ کو مانتے تھے بدھ کی صورت کو کوہ پر کندہ کرائی تھی۔ جبکہ بشنو اور شو کے مذہب نے بدھ کے مذہب پر غلبہ پایا اور بدھ کے پیرو ہندوستان سے خارج ہوے تب یہ مندر برہمنون کی پرستش کے لیے مخصوص ہوے اور اس سبب سے دیکھا جاتا ہے کہ حال کے دیوتا وغیرہ کی صورتین بدھ کی مورتون کے پاس بنی ہوئی ہین جن شخصون نے ان مندرون کو غور سے دیکھا ہے وہ کہتے ہین کہ دیوتاؤن کی صورتین بدھ کی مورتون کی بہ نسبت بہت ہنر سے کندہ ہوئی معلوم ہوتی ہین جس سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ بدھ کی صورتون سے

سمجھے بنی ہین جس وقت کہ سنگ تراشی کا فن کمال کو پہنچا تھا۔ بُدھ والے پہاڑون کو کاٹ کر مندر بنانے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ ایلورا غار تقریبًا ایک عمودی پہاڑ کے ڈھالوان پر بنے ہین زمین کی اس طرح ساخت کی وجہ سے تقریبًا تمام غارون کے سامنے صحن ہین اور علاوہ اسکے چٹان کے باہر اکثر غارون کی دیوار بھی ہے اور دروازے بھی لیکن باوجود اسکے وہ باہر سے بالکل نظر نہین آتے اور جب تک لوگون کو ان کی کیفیت سے آگاہی نہو وہان سے گذرتے ہوے ان کا خیال بھی نہین آتا۔ تمدن ہند مین لکھا ہے کہ ایلورا کے بعض مندر میدان مین واقع ہوے ہین لیکن زیادہ تر زیر زمین ہین اور پہاڑ کو کھود کر بنائے گئے ہین ان مین کئی درجے ہین جو نہایت ہی موٹے اور عمدہ ترشے ہوے ستونون پر قائم ہین ایلورا مین سب سے شاندار مندر اندرا اور کیلاس ہین۔ ایسا قیاس کیا گیا ہے کہ ایلورا کے غار اور مورتین حضرت عیسٰیؑ سے پانسو برس پہلے کی بنی ہوئی ہین۔

(۲) ایلورا کے غارون کے بالکل قریب ایک تعلقہ آباد ہے اس مین ایک مندر نہایت خوبصورت سنگ سُرخ مین تراشا ہوا ہے۔ اس مندر کی صناعی قابل دید ہے جسکو رانی اہلیا بائی اندورنے بنوایا تھا۔ یہ مندر زمانہ حال کی عمارات مین ایک اعجوبہ روزگار خیال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ہندو طرز تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ مندر جس چبوترہ پر بنایا گیا ہے اس کا دور ۸۳ × ۶۲ فٹ اور منڈپ سبھا کا ۲۷ فٹ ہے اس مندر مین نہایت خوبصورت مورتین کندہ ہین جو تناسب اعضا کے لحاظ سے بڑی موزونیت رکھتی ہین اسکے ستون بھی نہایت خوبصورت ہین بیرونی حصہ بھی خاص طرز پر تعمیر کیا گیا ہے جسکی دلفریبی اور نقاشی اگلے مصورون کی موشگافی کی رہین منت ہے۔

(۳) رابعہ دورانی کا مقبرہ جنھون نے تاج گنج کا مقبرہ دیکھا ہے وہ آسانی سے اس عمارت کا تصور کرسکتے ہین یہ مقبرہ شاہزادہ اعظم شاہ نے اپنی والدہ رابعہ دورانی بیگم محل اورنگ زیب کی یادگار مین بنوایا تھا۔ اس عمارت پر چھ لاکھ ۶۸ ہزار دو سو تین روپیہ سات آنہ لاگت آئی ہے۔ گو یہ عمارت تاج گنج کے مقبرے کی طرح شاندار نہین ہے تاہم نہایت خوبصورت اور سڈول بنی ہوئی ہے احاطے کی دیوار مین باہر کے رُخ پر محرابین ہین اور جابجا برجیان اور چھوٹے چھوٹے منارے قرینے سے بنے ہوے ہین۔ جنوبی دیوار مین ایک خوبصورت دروازہ ہے جسکے کواڑون پر پیتل کی پلکین چڑھی ہوئی ہین تین جانب وسیع بارہ دریان ہین جن سے مقبرے تک نقشین پتھرون کی چوڑی چوڑی سڑکین گئی ہین مقبرہ ۲۵ فٹ مربع مرتفع سنگ سرخ کے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ عمارت مثمن شکل کی ہے جسکے زاویے پر منارے ہین اور ہر منار پر دو دو گیلریان ایک وسط مین اور دوسری سرے پر بنی ہوئی ہین ان گیلریون کے اوپر برجیان ہین جن پر کلس چڑھے ہوے ہین۔ عمارت کے بیچون بیچ شاندار سنگ مرمر کا گنبد ہے جسکے نیچے نہایت خوشنما جالی کے اندر بادشاہ بیگم کا

سنگ مرمر کا مزار ہے۔ جنوب مشرقی گوشے کے دروازے مین محراب اور ستونون پر بے نظیر پھول پتیون کا کام بنا ہوا ہے اور مقبرے کے چارون طرف جو گیلری ہے اسکی تین کھڑکیون مین سنگ مرمر کی جالیون اور گل کاری کا کام بالکل تاج گنج کی طرح نفیس اور نازک ہی مقبرے کا فرش سنگ مرمر کا ہی نیچے کے حصے مین بھی اکثر جگہ سنگ مرمر سے کام لیا ہی استرکاری موتی کے چونے سے کی گئی ہی لیکن فرش پر تاج گنج کی طرح پچے کاری کا کام نہین ہی بلکہ اسکے بجاے پھول پتیان اور طرح طرح کی گل کاری کر دی ہی

(۴) سنم کنڈہ مین ایک مندر ہے جسکے ہزار ستون ہین اس مندر کی عجیب و غریب صناعی ہے اگر کوئی یونان پرست اسکو دیکھ لے تو اُسکی حیرانی کی کوئی انتہا نہ ہے سنگ خارا کو موم بنانے کے مقابلہ مین مرمر تراشی ایک ادنے درجے کی چیز رہ جاتی ہے۔ اگروپوس کے منادر کی داستانین چلی آتی ہین وہان کی محیر العقول سنگ تراشی کے افسانون سے کتابین بھری پڑی ہین لیکن کوئی انصاف کی نظر سے اس مندر کے اندرونی دروازے کی چوکھٹ کو بھی دیکھلے تو اسکو اپنی راے کی بے اعتدالی معلوم ہوجاے گی۔ دس دس بارہ بارہ انچون کے مربعون مین مختلف قسم کے ارباب رقص و نشاط کی سنگ ابھاری تصویرین نوک پلکون کی خوبی تناسب کا انتظام اور سب سے بڑی چیز باریک سے باریک نشیب و فراز کی رعایت غضب ہے اس چوکھٹ مین کوئی ستار چھیڑ رہا ہے کوئی ڈھول لیے ہوے کھڑا ہے کسی کے ہاتھ مین چنگ و رباب ہے سب کے سب خدا کے بھجن مین مصروف ہین۔ چھوٹی سی زمین مین اس بلا کی صفائی اور نزاکت پیدا کرنا انھین کا حق تھا یہ تو باریک کام تھا بڑے پیمانے کا کام بھی عجیب و غریب ہے۔

(۵) قلعہ ورنگل کے بے شمار حسن کے ذرون مین سے جو مختلف منادر مین بکھرے پڑے ہین ہم یہان صرف ایک چیز کا ذکر کرینگے۔ راج محل کے مشہور سنگی دروازے کے قریب ہی ایک مندر ہے جسکے صحن مین ایک چورخہ مورتی گڑی ہوئی ہے۔ اس شہ پارہ کی لطافت کو الفاظ بمشکل ادا کر سکتے ہین چار انسانی شکلین ایک گول سیاہ پتھر کے استوانے مین ابھری ہوئی ہین چہرے اس قدرتی خوبی سے بنائے گئے ہین کہ دیکھتے ہی کسی پُرشوکت راجہ کا تخیل چشم بصیرت کے آگے پھر جاتا ہے سر پر جو تاج ہین اسقدر الگ الگ ہین کہ سیاہ رنگ مین بھی انکی گوناگونی جھلکی پڑتی ہے۔

(۶) دولت آباد کا چاند منار بہمنی خاندان کی یادگار ہے دہلی کے قطب منار کے دو برس بعد علاءالدین بہمنی ۱۴۳۵ء مین تعمیر ہوا ہے اس کی وضع بتاتی ہے کہ یہ کسی ایرانی صاحب کمال کے ذوق صحیح کا نمونہ ہے۔ منار کی بالائی برجی ایرانی منارون سے بہت ملتی جلتی ہے اور اسکی ہر ہر منزل پر چھجے اور کٹہرے ہین ان کا پھیلاو بھی شمالی ہند کے منارون سے نہین ملتا۔ منار کا طول سو فٹ ہی اور اس مین تین منزلین ہین بالائی منزل کا دور نچلی منزل سے کم ہے اور مزید استحکام

کے لیے اسکے گرد پندرہ فٹ اونچا چبوترہ بنا یا گیا ہے۔ اس منار کو دیکھیے تو قطب صاحب کی لاٹ کی کیفیت نظر آتی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ بہت بڑے پیمانے پر ہے اور شکوہ و شوکت کا عالم۔ یہ نزاکت اور سلیقے کا نمونہ ہے۔ تعمیر کے اعتبار سے یہ قطب منار کے استحکام اور خوبی کو نہین پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ اسکے عرض و طول مین وہ تناسب رکھا گیا ہے جو قطب منار مین پایا جاتا ہے

(۷) گلبرگہ کی سب چیزون سے دلکش چیز مسجد گلبرگہ ہے جو محمد شاہ اول بہمنی کے عہد حکومت کی تعمیر ہے یہ مسجد قرطبہ یا دمشق کی تقلید مین نہین ہے بلکہ اپنی نظیر آپ ہے اس مسجد مین دو چیزین بہت نمایان ہین ایک اسکے صحن کا نہونا دوسرے اسکے چھت کی ساخت۔ ترکون کو قبے بنانے کا عشق تھا۔ قبے کا آغاز اور عروج دونون یون تو مسلمانون کے ممنون ہین لیکن اسکی تکمیل کا سہرا ان ہی دکنی ترکون کے سر رہا۔ بیجاپور کا بول گنبد اس کا ایک لاثانی نمونہ ہے کوئی شخص اگر اس مسجد کی چھت پر چڑھ کر دیکھیے تو اسکو نظر آئے گا کہ سجدہ گاہ کا قبہ سب سے بڑا ہے اور باقی تمام چھت چھوٹے چھوٹے قبون کو ملا کر بنائی گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے موتیون کی لڑی کے بیچ مین ایک در شاہوار ہے۔ اس مسجد کی کمانین سب کی سب نکیلی ہین جو دکن مین زیادہ تر مرغوب اور رائج ہین دروازے دو ہین ایک شمال رویہ دوسرا جنوب رویہ۔ مسجد کی وسعت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس مین چھ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہین۔ اس مسجد کے متعلق صاحب واقعات بیجاپور نے دو مختلف روایتین لکھی ہین اول یہ کہ یہ عمارت راجگان گلبرگہ کا دربار ہال تھا دوسرے یہ کہ یہ جینیون کا بہت بڑا مندر تھا۔ دوسری روایت انکے نزدیک زیادہ مستند ہے اس لیے کہ ۱۳۱۴ ہجری مین جب عماد جنگ بہادر صوبہ دار گلبرگہ نے بصرف ۳۴ ہزار روپیہ اس مسجد کی مرمت کرائی تو بعض بعض جگہ جہان کا پلاستر گر گیا تھا دیوار پر مورتونکی تصویرین موجود تھین۔

(۸) بیدر مین کئی چیزین قابل دید ہین۔ احمد شاہ کا گنبد اور شہ نشین کی گلکاری۔ علاؤالدین کا گنبد اور مدرسہ کی تزئینی چینی کاری اور علی برید کے گنبد کا کام۔ مدرسہ اسکے بانیون کے ذوق علم کی بہترین یادگار ہے۔ اسکی تمام عمارتون مین گنبدون اور کمانون کا استعمال اس بہتات سے کیا گیا ہے کہ اور دوسری چیز مشکل سے نظر آتی ہے۔ اسکی ایک بقیہ کمان چاند منار کی یاد تازہ کرتی ہے لیکن اپنے حسن اور تناسب مین اس کا مقابلہ نہین کر سکتی احمد شاہ کے گنبد کی رنگ کاری ہندستان کے قالین بافون اور رنگ کارون کے لیے اب بھی ایک انمول چیز ہے۔ شکر اللہ قزوینی نے جو اس تمام گنبد کے کام کا اصلی حسن کار ہے تمام ایرانی رنگ کاری کے اعلےٰ نمونون کو یکجا کر دیا ہے۔ علی برید کا گنبد گو زوال کی یادگار ہے لیکن اس قدر بلند عمارت کا تناسب دیکھکر عجیب لطف نظر پیدا ہوتا ہے۔ سامنے کھڑے ہو جائیے تو آپ پر اسکی وسعت اور بلندی کی

ہیبت طاری نہین ہوسکتی۔ اندر کی گلکاری کا کیا کہنا لیکن یہان جو چیز ہماری نظر مین عجیب معلوم ہوتی ہے وہ عطار کی رباعیان ہین ان کو ترسیمی شکل مین منقسم کرکے لکھا گیا ہے نستعلیق کو ترسیم مین منتقل کرنیکی یہ شاید پہلی کوشش ہے۔

(۹) دکن کی گولکنڈے کی چھوٹی سی قطب شاہی ریاست نے جو انمول آثار اپنے بعد قلعہ گولکنڈہ اور حیدرآباد مین چھوڑے ہین وہ یقیناً حیرت انگیز ہین چارمنار اور مکہ مسجد اپنی خوبی کی وجہ سے مشہور ہین۔ مسجدون کی بہتات مین سوائے قاہرہ کے بہت کم شہر حیدرآباد کا مقابلہ کرسکین گے بتدیم پل سے لیکر گولکنڈے تک چلے جائیے مسجدون کی دو قطارین نظر کے سامنے رہتی ہین اسی سلسلۂ قدس کی درمیانی کڑی ٹولی مسجد ہے اس چھوٹی سی یادگار مین اس کے سیاہ پتھر کے کام سنگکاری تزئین۔ اور اس کی انوکھی دہری کمانین دونون طرف دو چھ رخہ بھورے پتھر کے منار نہایت خوش ہین چھت کے قریب سیاہ پتھر کی موتی چور کی تحریر ایک جدت ہے مجموعی حیثیت سے یہ عمارت گویا ایک چھوٹی سی آیت ہے۔ اس مسجد کو عبداللہ قطب شاہ کے درباری امیر اور جنرل موسیٰ خان نے بنایا ہے گلزار آصفیہ کے مصنف نے اس مسجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب موسیٰ خان مکہ مسجد کی تعمیر کا نگران مقرر ہوا تو اسکو فی روپیہ ایک پائی لینے کی اجازت بھی دی گئی تھی اور اسنے انھین جمع شدہ پائیون سے یہ مسجد بنائی۔

(۱۰) حیدرآباد کی چارمنار کی عمارت بھی بڑی نامی ہے جس کو محمد قلی قطب شاہ نے جو شہر حیدرآباد کا بانی ہے بنوایا ہے یہ عمارت چونے اور پتھر سے بنوائی گئی ہے اسکے بنانے کی وجہ یہ ہے کہ غرۂ محرم سنہ ۱۰۰۰ھ ہجری روز یکشنبہ کو کسی شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا تعزیہ شہر میں کھڑا کیا چونکہ اُن دنون وبا کا غلبہ تھا اسی عرصے مین اس کا سلسلہ موقوف ہوگیا تو لوگ یہ سمجھے کہ اس تعزیے کی یہ برکت ہے پس ایک عمارت اسی وضع کی سنگ بست بہت بلند تیار کرائی تاکہ دور سے چارون طرف دکھلائی دے اور کوئی بلا اس طرف رجوع نہ کرے ارتفاع اس کا ۶۴ گز ہے اسکے چارون کونے نہایت صحیح پیمایش سے نکالے گئے ہین ہر کونے کا طول ساٹھ فٹ اور عرض ۴۳ فٹ ہے ہر کمان کا رُخ ایک شاہ راہ کی طرف ہے اُنکے اوپر ایک اور منزل ہے جس تک پہنچنے کے لیے ایک زینہ بنا دیا گیا ہے اور دوسری منزل کے چارون کونون پر چار منار بنائے گئے ہین جن کی بلندی ۸۰ فٹ ہے اور پھر ہر منار مین چار منزلین بنائی گئی ہین زمین پر سے ان منارون کی بلندی ۱۶۰ فٹ ہے۔ دیوارون۔ کمانون۔ چھت اور منارون پر سطح مین قسم قسم کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہین اور ہر جگہ آرایش کی افراط نظر آتی ہے جو ہندو طرز تعمیر کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ساری عمارت ہندو اور اسلامی مخلوط طرز تعمیر کا اچھا نمونہ ہے۔ قطب شاہیون کے زمانے مین نچلے حصے مین مدرسہ تھا

اوپر کی منزل پر طلبہ کے لیے مسجد بنائی ہے یہین پانی کا خزانہ بھی ہے جس مین جل پلی کے تالاب سے پانی چڑھایا جاتا تھا اور سارے شہر مین تقسیم ہوا کرتا تھا۔ اس عمارت کی تعمیر پر دو لاکھ ہن یا نو لاکھ روپے صرف ہوے ہین۔ قطب شاہیون کے زوال کے بعد بہادر خان کے زمانے مین جو مغلون کی طرف سے یہان کا صوبہ دار تھا جنوب مغربی منار بجلی کے صدمے سے گر پڑا اسکی از سر نو تعمیر مین ساٹھ ہزار روپے صرف ہوے اور آصف جاہ ثالث کے زمانے مین ایک لاکھ کے صرف سے پوری عمارت کی استرکاری ہوئی۔ ویسرائے لارڈ ڈفرن کی آمد کے موقع پر ۱۸۸۸ء مین اسکے گرد لوہے کا کٹہرا بنا اور ۱۸۸۹ء مین دوسری منزل پر چارون کمانون کے اوپر ایک ایک گھنٹہ نصب کیا گیا۔ اب خاص خاص موقعون پر پوری عمارت بجلی کے قمقمون اور مصنوعی چاندتارون سے سجائی جاتی ہے جس سے رات کے وقت عجیب خوشنما منظر ہوتا ہے۔

(۱۰) حیدرآباد کی مکہ مسجد بھی نامی عمارات مین سے ہے اس مسجد کے متعلق ایک دلچسپ روایت مشہور ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے اس کا بنیادی پتھر رکھتے وقت دکن کے مشہور عابدون و زاہدون کو بلوایا اور اُن سے کہا کہ تم مین سے وہ شخص اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جسنے ایک وقت کی نماز بھی قضا نہ کی ہو لیکن جب اُن مین سے کوئی آگے نہ بڑھا تو خود سلطان نے یہ کہکر سنگ بنیاد رکھا کہ مین نے بارہ برس کی عمر سے ابتک تہجد بھی ناغہ نہین کی ہے یہ حیدرآباد کی سب سے زیادہ وسیع اور شاندار مسجد ہے اس مین دس ہزار آدمی نماز ادا کرسکتے ہین۔ عمارت کا طول ۲۲۵ فٹ ہے عرض ۱۸۰ فٹ اور بلندی ۷۵ فٹ ہے باہر چبوترہ عمودی شکل کا ہے اور ہر طرف ۳۳۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے پاس وضو کے لیے ایک بڑا حوض ہے جس کے سرے پر دو آٹھ آٹھ فٹ چوڑی پتھر کی سلین چبوترہ نما رکھی ہین انکے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ موضع میسرم کے کسی مندر سے لائی گئی ہین اس مسجد کے تین ہال ہین اور ہر ہال مین ۱۵ کمانین ہین عمارت کے اوپر شمال اور جنوب مین دو بڑی بڑی گنبدین ہین کمانون اور نمازگاہ کی جالیان نہایت نفاست سے ایک پتھر مین بنائی گئی ہین۔ مسجد سے ملحق ایک چھوٹا سا حجرہ ہے جس مین موے مبارک اور دوسرے تبرکات محفوظ ہین سلطان قطب شاہ نے اس مسجد کا تاریخی نام بیت العتیق (۱۰۲۲ سنہ ہجری) رکھا تھا مگر اورنگ زیب کی تسخیر کے بعد اس کا نام مکہ مسجد مشہور ہوگیا اور وہی ابتک قائم ہے اس مسجد کی تعمیر پر خرچ کا جو اندازہ کیا گیا ہے وہ تیس لاکھ ہن یا ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ ہے مسجد کے چبوترے سے ملے ہوے جانب جنوب آصف جاہی مزارات ہین

۵۔ ہن ایک قسم کا سونے کا سکہ یعنی اشرفی تھی جسکی قیمت یہان سے للعہ معلوم ہوتی ہے اور سلطان ٹیپو کی تاریخ مین عہ قیمت لکھی ہے وہ اس کا خاص سکہ تھا ۱۲

ان پرچہ سنگ مرمر کی جالیاں تھیں جو چبوترہ بڑھاتے وقت ہٹا دی گئیں لیکن وہ حصہ قبرستان کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) گوشہ محل۔ یہ محل عبداللہ قطب شاہ کے زمانے مین ۱۰۶۰ھ ہجری مطابق ۱۶۵۰ء سے بننا شروع ہوا اور ابوالحسن تاناشاہ نے ۱۰۹۰ھ ہجری مطابق ۱۶۸۰ء مین اسکی تکمیل کی اس محل مین اس وقت ایک ہزار ہال تھے اور اسکی تیاری مین ۳ لاکھ ۴۰ ہزار روپیہ صرف ہوا تھا لیکن اب امتداد زمانہ کے باعث صرف چند ہال اور مکان باقی رہ گئے ہین جو فوج کے کام مین لائے جاتے ہین اس عمارت کے سامنے اس وقت بھی بہت وسیع حوض باقی ہے جسکے دیکھنے سے کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ محل پہلے کسقدر عظیم الشان رہا ہوگا۔

گولکنڈہ کے آخری محاصرے کے موقع پر شاہزادہ شاہ عالم بن عالمگیر یہان مقیم تھا اور یہ محل شاہی محلات کے استعمال مین رہا تھا اس لیے اس کا نام گوشہ محل (پردہ محل) مشہور ہوگیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس محل سے قلعہ گولکنڈہ تک ایک زمین دوز راستہ بنا یا گیا تھا جو اب بند کر دیا گیا ہے۔ صاحب تاریخ ظفرہ اسی محل کے متعلق لکھتا ہے کہ تاناشاہ نے گوشہ نامی ایک موضع مین ایک عظیم الشان محل بنوایا ہے جس کا رقبہ ۳۰۵ مربع فٹ ہے اور اسکی بلندی ۷۵ فٹ ہے اس محل کے سامنے ایک وسیع حوض بھی بنوایا ہے جس کا طول ۱۲۶۵ فٹ اور عرض ۱۲۳۰ فٹ اور عمق ۱۲ فٹ ہے اس حوض مین پانی حسین ساگر سے لایا جاتا ہے۔

حیدرآباد کی متبرک چیزین

نعل صاحب

رشید الدین خانی مین لکھا ہے کہ نعل صاحب کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت کا خود میدان کربلا مین حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر تھا لڑائی کے وقت اسکی بینی کا ٹکڑا کہ جسکو نعل کہتے ہین گر پڑا تھا۔ عرصے کے بعد کسی نے اسکو پایا اور رفتہ رفتہ عادل شاہیون کے عہد مین دست بدست بیجاپور آیا سلطان وقت نے اُسے خرید کے چاندی کے تعویذ مین رکھ کر اور اس پر صندل لگا کر لفظ اللہ کی صورت پر علم بنوا کر ہمیشہ عشرۂ محرم مین ایستادہ کر کے رسم تعزیت ادا کرتا تھا جب وہ سلطنت تباہ ہوگئی اور علم مذکور حیدرآباد مین آیا تو دہلی دروازے کے متصل اسکو کھڑا کر کے خاص و عام اگر عود جلانے اور پھول چڑھانے اور امام حسینؑ کی فاتحہ پڑھنے لگے اور اب تک یہ رسم جاری ہے شب عاشورہ کو اسکو نکالتے ہین۔

حضرت علیؑ پالتی مارے بیٹھے ہوے موجود ہین اور بازوون پر تیر و کمان رکھا ہوا ہے حبشی آداب بجا لاکر سامنے کھڑا ہو گیا جب صبح ہوئی اور آنکھ کھلی تو وہ پالکی مین سوار ہو کر وہان گیا اور جس پتھر پر حضرت علیؑ کو دیکھا تھا وہان جا کر غور سے دیکھا تو سنگ خارا پر اُنکے ہاتھ کا نشان پایا اسنے اپنے خواب کو سچ جانا اور اس جگہ ایک محراب بنوا کر ہاتھ کے نشان کو ترشوا کر اس مین قائم کیا کبھی کبھی وہ حبشی فاتحہ کے لیے جایا کرتا تھا یہ بات ہندوون کو ناگوار گذری جب اسکی جاترا کا دن آیا اور دستور انھون نے میلا کیا اتفاق وقت سے ابراہیم قطب شاہ اس شب کو مقام بالا حصار قلعۂ گولکنڈہ پر چڑھا جب جنگل کی طرف نظر کی تو اُسے دور سے ایک روشنی دکھائی دی۔ بادشاہ نے اُس کی کیفیت پوچھی اسکے ایک مقرب ہندو نے خوشامد کی راہ سے ظاہر کیا کہ اُدھر کھیرے کی پہاڑی ہے جسپر مسلمانون نے حضرت علیؑ کا چلہ بنا لیا ہے اور آج کی تاریخ سب جمع ہو کر جشن کرتے ہین سلطان نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم بھی جاوینگے۔ ہندوؤن نے جب یہ سُنا تو مندر کو توڑ ڈالا اور مورتی کو حریال کی پہاڑی پر جو وہان سے دو کوس پر تھی رکھدیا اور یہان کے پوجاری کیا اور ملنگا مسلمان ہو کر مجاور بنے بادشاہ نے اپنے اقرار کے بموجب تیرھوین رجب کو جو حضرت علیؑ کی پیدائش کا دن ہے وہان گیا اور جشن ترتیب دیا۔ اُسکے بعد دوسری ایک پہاڑی پر جو یہان سے قریب تھی پتھر کا نشان قدم رکھوا کر اُسے قدم رسول مشہور کیا غرضکہ سترھوین رجب کو کہ حبشی نے خواب دیکھا تھا حضرت علی کا عرس ہونے لگا۔ میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے یہان گھڑیال اور نوبت رکھوائی اور مصارف کے لیے جاگیر مقرر کی اسی طرح علم بی بی اور مغل صاحب اور حسینی علم کے لیے بھی جُدا جُدا جاگیرین مقرر کین۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ مولا نام ایک درویش اس پہاڑی پر رہتا تھا اور اسکے پاس تبرکات اور بزرگون کے آثار تھے جب وہ مرگیا رنگ علی نام اس کا خادم ہر سال اس مہینے مین میلا اپنے پیر کے نام سے کرتا تھا جب بادشاہ وقت نے سُنا تو تبرکات اس سے منگوا کر مکہ مسجد مین رکھوا دیے اور رنگ علی کو بہت سی زمین حوالی بلدہ سے انعام مین دی پھر رنگ علی نے اپنے تکیے سے صندل لیجانا اور پہاڑ پر جانا اور وہان عرس کرنا مقرر کیا جس رسم کو دن بدن ترقی اور رونق حاصل ہوتی رہی یہ میلا ایک ہفتہ بلکہ دو ہفتہ کا ہے اطراف وجوانب کے دیہاتی آدمی اور بلدے کے بیوپاری و اہل حرفہ سابق سے وہان جاتے ہین دوکانین جلاتے ہین پھر خیام و خرگاہ امراکے روانہ ہوتے ہین اور مزدور مکانون کی مرمت کرتے ہین بعض نے مکان بنوا رکھے ہین باغ لگے ہین مسجدین۔ مقبرے۔ اور باؤلیان ہین اور وہ صحرا بھی دلکشا ہے آب و ہوا خوشگوار ہے دو روز سولھوین اور سترھوین کو کہ یہ دو روز صندل وغیرہ کے ہین تمام خلقت کا رُخ اُس طرف کو

ہو جاتا ہے۔ یہ اصلیت اس عرس کی ہے اور یہ عرس اُس درویش مولا کا ہے لوگ حضرت علی کا عرس خیال کرنے لگے۔

سرزمین کی بعض خصوصیات

اس خطے کو جس مین ریاست حیدر آباد واقع ہے چند ایسی خصوصیات حاصل ہین جس سے روے زمین کا بقیہ کرہ محروم ہے۔

پیدائش دنیا کے محققون کا نظریہ (تھیوری) ہے کہ خطۂ دکن سب سے پہلے پانی سے برآمد ہوا اسلیے یہ سب سے پرانا خشکی کا ٹکڑا ہے۔ بعض طبقات الارض کے ماہرین کناڈا (امریکا) کا بھی دکن کے ساتھ ساتھ پانی سے نکلنا بتلاتے ہین لیکن محققین کا بڑا حصہ اس پر متفق ہے کہ کناڈا نے دکن کے بعد خشکی کی شکل اختیار کی ہے۔

(۲) حیدر آباد کے چارون طرف جو پہاڑیان ہین وہ ایک خاص قسم کے سخت پتھر سے بنی ہین جو دنیا مین کہین اور نہین پایا جاتا اس پتھر کو علم طبقات الارض کے مغربی (یورپین) محقق بولڈر کہتے ہین اسکی صورت یہ ہے کہ اسکے گوشون کی جگہ محض گولائی ہے یہ پتھر چھوٹے اور بڑے ایک دوسرے پر الگ الگ نیچے اوپر رکھے ہوے ہین جس سے اونچی اونچی پہاڑیان بن گئی ہین۔ بعض بڑے بڑے سیکڑون من کے پتھر دوسرے چھوٹے پتھرون سے اپنی گولائی کے ایک چھوٹے سے سرے کے ذریعے چسپان ہین اور اُن کا باقی جرم چھوٹے پتھر سے بالکل الگ ہے ان پہاڑون مین جو دراڑین ہین وہ پتھر کے شق ہونے کی وجہ سے نہین بن گئین بلکہ پتھرون کی گولائی اور اُن کے باہمی تفاوت سے بنی ہین۔ بعض تو اُن مین اتنی بڑی ہین کہ انسان دور تک ان مین آسانی سے چلا جا سکتا ہے اور بآرام اُٹھ بیٹھ اور لیٹ سکتا ہے۔

دریا

حیدر آباد کے علاقے مین ۵۰ کے قریب دریا اور ندیان ہین ان مین سے دو بڑے دریا ہین ایک **گوداوری** کہ ناسک احاطۂ بمبئی سے نکل کر ڈیڑھ سو میل تک احاطہ بمبئی مین چکر لگاتا ہوا بمقام پھلتمبہ ضلع اورنگ آباد کے مقام پر ریاست مین داخل ہوتا ہے وہان سے یہ اورنگ آباد۔ پربھنی ناندیڑ۔ نظام آباد۔ اور عادل آباد کے اضلاع مین سے ہوتا ہوا یکایک جنوبی سمت اختیار کر لیتا ہے اور اضلاع کریم نگر اور ورنگل کی حد بناتا ہوا احاطہ مدراس مین داخل ہوتا ہے۔ ریاست کے اندر اس کی لمبائی سات سو میل ہے اسکے معاونون مین پورنا اور مانجرہ اور پرن ہِتہ ہین۔ دوسرا **کشنا** یا **کرشنا** کہ مغربی گھاٹ سے نکل کر تین سو احاطہ بمبئی مین آتا ہے اور رائچور ضلع رائچور

کے مقام پر ریاست مین داخل ہوتا ہے جسمین تنگا۔ بھدرا اور بھیمہ ملتے ہین تنگ ملاپ کے بعد جنوبی و مشرقی سمت اختیار کرلیتا ہے اور محبوب نگر اور نلگنڈہ اور ورنگل کو احاطہ مدراس سے الگ کرتا ہوا آگے نکل جاتا ہے۔ علاوہ انکے جو قابل ذکر ہین وہ یہ ہین مانجرہ ۴۷۵ میل۔ پانین گنگا ۴۰۰ میل۔ بھیما ۵۱۰ میل۔ تنگ بھدرا ۵۱۰ میل۔

موسے ندی اس وجہ سے قابل ذکر ہے کہ اس مین بارہا طوفان آکر شہر حیدرآباد کو جو اسکے کنارے بستا ہے برباد کر دیا ہے اور یہ اُن پہاڑون مین سے نکلی ہے جو شہر سے پچاس میل کے فاصلہ پر مغربی جانب واقع ہین جاڑے اور گرمی کے موسم مین یہ بالکل بے حقیقت نالہ معلوم ہوتی ہے اور اگر برسات معمولی طور کی ہوتی ہے تو اس زمانے مین لوگ پایاب عبور کرسکتے ہین اور بعض ایام مین وہ اس قدر خشک ہوجاتی ہے کہ پانی کا نام تک باقی نہین رہتا اسپر کئی پل بنے ہوے ہین ایک پل جو پرانا کہلاتا ہے حیدرآباد کی آبادی سے ۱۹ سال قبل یعنی ۹۸۱ھ ہجری کا بنا ہوا ہے [1] شہر کے پلون مین شمال مغرب جانب واقع ہے جس کا طول دو سو گز اور عرض ۳۲ فٹ ہے۔

آب پاشی کے ذرائع

مرہٹواڑہ مین زیادہ تر بارش پر زراعت ہوتی ہے۔ مرہٹواڑہ مین پانی کی باولیان ہین ان سے کام لیا جاتا ہے یا نہرون اور نالون سے چمڑے کے ڈول کے ذریعہ سے آب پاشی کی جاتی ہے اس غرض کے لیے بہت سے تالاب بھی تیار کیے گئے ہین ایسے تالاب تلنگانہ کے علاقے مین زیادہ ہین

تالاب

حیدرآباد مین کوئی قدرتی جھیل نہین ہے لیکن نالون اور ندیون پر بند لگا کر مختلف مقامات مین پانی روک کر تالاب بنا لیے گئے ہین تاکہ زراعت کے کام آئین۔ عموماً برسات مین پانی جمع کیا جاتا ہے چھوٹے بڑے تالابون کی تعداد ۱۷ ہزار ہے۔ تالاب جب بھر جاتے ہین تو یہان کے کاشتکار لوگ آرزو بارش کی بھی نہین کرتے۔ ان مین سے اہم تالاب یہ ہین۔

(۱) **پاکھال جھیل** [2]۔ یہ تعلقہ پاکھال ضلع ورنگل مین ہے۔ اور پاکھال ندی پر دو ہزار گز لمبا بند لگا کر دو پہاڑیون کے درمیان پانی روکا گیا ہے جب یہ بھر جاتی ہے تو پانی کا رقبہ تیرہ مربع میل تک پہنچ جاتا ہے پانی کی گہرائی عموماً تیس چالیس فٹ تک ہوتی ہے۔

(۲) **جھیل رام پانہ**۔ (بقول رامپانہ جھیل) یہ بھی ضلع ورنگل مین ہے اس کا رقبہ تقریباً

---

[1] دیکھو مولوی عبدالحلیم کی تاریخ دکن ۱۲

[2] تاریخ قلمرو نظام مین پکھال جھیل لکھا ہے ۱۲

نو میل مربع ہے۔ ورنگل سے تیس میل شمال و مشرق میں ہے۔
(۳) **لکھنا درم کا تالاب** اس کا رقبہ آٹھ میل مربع ہے یہ رام پانہ جھیل سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے۔
(۴) **حسین ساگر** یہ حیدرآباد اور سکندرآباد کے درمیان واقع ہے اس کا رقبہ آٹھ میل مربع ہے۔ ریزیڈنسی کو پانی اسی سے ملتا ہے۔ قطب شاہیہ کا بنایا ہوا ہے۔ ۱۲۰۶ھ ہجری میں ایک نہر موسی ندی سے کاٹ کر اس میں داخل کی گئی ہے۔
(۵) **میر ساگر** میر عالم کو فتح میسور کے سلسلے میں انگریزون سے جو انعام ملا تھا اس کا بڑا حصہ اس تالاب پر صرف کیا گیا۔ ۱۲۲۱ھ ہجری میں میر عالم نے دریلے علیسے پر ایک بند بنوایا جسے یہان کے آدمی سانکل کہتے ہین۔ اس کی لاگت مین ساٹھ ہزار روپے صرف ہوے اور ایک نہر کاٹ کر تالاب مین ڈالی اسکی تیاری مین ایک لاکھ روپے صرف ہوے یہ تالاب عمیق عیدگاہ کے متصل بلدے کی مغربی جانب رکن الدولہ کے تالاب کے پاس بنایا گیا تھا تین لاکھ روپے اسپر صرف ہوے تھے بند کی کمانین دوسری عبارت مین محرابین رزیڈنٹی کے انگریزی انجنیر کی تجویز سے بنائی گئی تھین تالاب سے نہر جاری کر کے اُسکے ذریعے سے حیدرآباد کی گلی گلی مین پانی پہنچایا تھا کہا تہا ہے بند تالاب سے چونے کا ملا ہوا پانی نکلنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ درجون کے پتھر آپس سے جدا ہو گئے ہین میر عالم کو تشویش ہوئی انھون نے انجنیر سے اس کا سبب پوچھا تو اسنے جواب دیا کہ چونکہ تالاب کا ریت ابھی درجون مین نہین بھرا ہے جب تالاب سال بسال پانی سے لبریز ہوگا تو پھر یہ بات جاتی رہیگی میر عالم اس فکر مین تھے کہ مرگئے اور چونہ ملے ہوے پانی کا نکلنا دو سال کے بعد بند ہوگیا
(۶) **تالاب سنگر بھوپالم** یہ تالاب بہت قدیمی ہے۔ تعلقہ پلنڈو ضلع ورنگل مین واقع ہے۔ نہایت شکستہ حالت مین تھا۔ ۱۳۲۰ فصلی مین بطور کار قحط اسکی مرمت کرائی گئی اس مین ۳۱ کروڑ ستر لاکھ مکعب فٹ پانی ٹھہر سکے گا۔ اب ۱۳۲۵ فصلی مطابق ۱۳۳۴ھ ہجری ہین۔
(۷) **تالاب رائن پلی** یہ ایک جدید تالاب ہے جو ایک چھوٹی ندی پر تعمیر کیا گیا ہے موضع رائن پلی کے حدود مین واقع ہونے سے اس کے نام سے موسوم ہو گیا ہے۔ یہ موضع تعلقہ میدک ضلع مذکور مین واقع ہے اسکی پال یعنی بند مٹی کا بنایا گیا ہے جس کا طول ۲۸۴۰ فٹ اور بلندی ½۵۵ فٹ ہے اس مین تقریباً ۲۵ کروڑ ۷۵ لاکھ مکعب فٹ پانی کی سمائی ہے۔
(۸) **تالاب بائل مرچڈ** یہ تالاب مواضعات بائل مرچڈ اور گوکال کے حدود مین واقع ہے اسکا بند مٹی کا ہے جس کا طول ۲۶۰۰ فٹ اور بلندی ۳۶ فٹ ہے۔
(۹) **تالاب پاسیر** یہ تالاب جدید ہے اور دریا لیر پہ موضع نائکن گوڑم کے قریب تعلقہ کہم تعلقہ سراپیٹھ

کی سرحد کے کنارے واقع ہے اس کا بند بالکل مٹی کا ہے جس کا طول ۴۰۰۰ فٹ اور انتہائی بلندی ۶۲ فٹ ہے اس میں تقریبًا دو ارب ۹۴ کروڑ اسی لاکھ مکعب فٹ پانی کی گنجایش ہے۔ اس میں سے دو نہریں نکالی گئی ہیں ایک جانب راست سے اور دوسری جانب چپ سے۔

(۱۰) **تالاب ویرا** یہ خزانۂ آب رود ویرا پر موضع گندر ڈی مڑگو کے قریب تعلقہ کھم میں واقع ہے اس کا بند پتھر اور چونے کا ہے جس کا طول ۳۵۸۹ فٹ عمق ۵۹ فٹ ہے اس میں دو کروڑ ۶۹ لاکھ مکعب فٹ پانی کے ٹھہرنے کی گنجایش ہے۔

(۱۱) **حمایت ساگر** میر عثمان علی خان نظام سابع کے حکم سے موسے ندی کے سیلاب سے محفوظ رہنے اور شہر حیدرآباد کے لیے پانی پینے کا بہم پہنچانے کی غرض سے دریاے عیسے پر جو دریاے موسے کا معاون ہے سنگ بستہ یہ خزانۂ آب پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے نام اس کا نظام کے بیٹے حمایت علی خان کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس میں معمولی زمانے میں تقریبًا تین ارب بیس لاکھ مکعب فٹ پانی کے سمانے کی گنجایش ہے اور طوفان کی حالت میں اس سے تقریبًا سہ گنا پانی روکا جاسکے گا جو بتدریج ندی میں خارج کیا جائے گا۔

(۱۲) **عثمان ساگر** یہ تالاب دریاے موسے پر اسکی طغیانی کو روکنے کے لیے سنگ بستہ تعمیر ہوا اور نواب میر عثمان علی خان بانی کے نام سے پکارا جاتا ہے اسکی وسعت بھی قریب قریب حمایت ساگر ہی کی برابر ہے یہ حیدرآباد سے ۸ میل کے فاصلے پر ہے اس کا پختہ بند ۴۵۰۰ فٹ لمبا ہے تالاب ۹ میل لمبا ہے اور ۳ میل چوڑا ہے۔ ۵۲ فٹ گہرا ہے۔

(۱۳) **نظام ساگر** یہ خزانۂ آب مستقر تعلقہ یلاریڈی سے تقریبًا آٹھ میل کے فاصلے پر مواضعات بنچہ پلی اور اچم پیٹھ کے درمیان تیار کیا جا رہا ہے ماجرا ندی کا پانی اس میں روکا جائے گا خزانے کا بند بالکل سنگ بستہ ہوگا اس تالاب کے پانی کا پھیلاؤ تقریبًا پچاس مربع میل ہوگا جس جگہ بند تعمیر کیا جا رہا ہے وہاں ندی کی دو شاخیں ہو گئی ہیں جو ذرا نیچے جا کر پھر مل جاتی ہیں بند کی انتہائی بلندی ندی کے سطح سے گیارہ فٹ اور اسکے درمیانی حصے کا طول ۷۰۰ فٹ ہے اس کا بند پختہ ۱۱۷۰۰ فٹ بلند ہے گہرائی ۱۱۱ فٹ ہے اس خزانے کی چادر کا طول ۴۰۰۰ فٹ ہوگا جو متعدد حصوں پر پھیلی ہوئی ہوگی۔ چادر سے بزمانہ طوفان غیر معمولی پانچ فٹ پانی گذرے گا۔ بغرض حفاظت اس چادر کے علاوہ ۱۹ بڑے دروازے مثل دروازہاے حمایت ساگر نصب کیے جائیں گے جو طوفان کے وقت کھول دیے جائینگے۔

نہریں

ملک حیدرآباد میں کئی بڑی اور چھوٹی نہریں ہیں۔

(۱) محبوب نہر یہ تعلقہ میدک مین موضع گھنپور کی حدود مین مانجرہ ندی پر پختہ بند تیار کر کے اس کی سیدھی جانب سے نکالی گئی ہے اور ساڑھے چوبیس میل لمبی ہے آخر مین پوسنا کے تالاب مین گرجاتی ہے وہان سے ۷،۳ میل لمبی نہر پھر نکالی گئی ہے محبوب نہر کے بند سے تقریباً ایک ہزار فٹ جانب شمال سے مانجرا ندی کے جانب چپ بھی ایک دوسری نہر حال ہی مین تعمیر کی گئی ہے جو فتح نہر کے نام سے موسوم کی گئی ہے یہ تقریباً ڈیڑھ میل جانے کے بعد دو شاخون مین منقسم ہو جاتی ہے اصل شاخ ½ ۷ میل طول ہے۔

(۲) آصف نہر موسیٰ ندی سے نکالی گئی ہے اور ۷،۵ میل لمبی ہے۔

(۳) گنگاوتی نہر یہ تنگ بھدرا سے نکالی گئی ہے اسکے دو حصے ہین اپر و لوئر۔ اپر ساڑھے بارہ میل لمبی ہے اور لوئر انیس میل۔

(۴) نہر بجال یہ تنگ بھدرا سے نکالی گئی ہے اور ساڑھے آٹھ میل لمبی ہے۔

(۵) نظام ساگر نہر ۷۲ میل لمبی۔ عریض ۱۰۰ انٹ۔ گہری ۷ فٹ اس کی ایک شاخ ۴۲ میل لمبی ہے۔

(۶) گنگاوتی نہر ۱۲ میل لمبی ہے۔

(۷) بیچپل نہر ۳۸ میل لمبی ہے۔

جنگلات

ریاست آصفیہ کے جنگلات ۱۴۲۶۹ مربع میل ہین۔ اعلےٰ درجے کے جنگلات ورنگل۔ کریم نگر اور عادل آباد کے اضلاع مین ہین۔ میدک۔ محبوب نگر۔ نلگنڈہ۔ اورنگ آباد۔ ناندیر۔ گلبرگہ۔ اور رائے چور مین بھی جنگلات ہین جن مین بجے سار۔ ساگوان۔ آبنوس۔ شیشم۔ ہلدو۔ اور کھیر وغیرہ رنگ نکالنے والے درخت مثلاً ہلیلہ سیاہ۔ تررر۔ (آنول) اور املتاس موجود ہین بعض جنگلات مین ٹسلاچن۔ شہد۔ موم۔ لاکھ اور کئی قسم کے گوند اور خوشبودار روسا گھانس پیدا ہوتی ہے۔

شکار کے جانور

اقسام کے وحشی تمام ہندوستان مین حیدر آباد سے بڑھ کر نہین ہین شیر اور چیتے وغیرہ درندے تمام ریاست مین پائے جاتے ہین اور پاکھال کے تالاب کے پاس جنگلون مین ہاتھیون اور جنگلی بھینسون کا خوب شکار ہوتا ہے۔ شمال و مغربی قسمت کے میدانون مین بے حساب ہرنون کے گلے ہین۔ اور تمام قلمرو مین جیتل۔ نیل گلے۔ سانبھر۔ بارہ سنگھے اور دوسرے اقسام کے چرند

بکثرت پائے جاتے ہین۔ ریچھ بھی کہین کہین موجود ہے لیکن جرخ (ضبع عرجا۔ لگربھگا) بھیڑیے۔ تیندوے جنگلی بلیان جنگلی کتے اور خرگوش ہرجگہ بہت کثرت سے ہین۔

اس ملک مین طرح طرح کے شکار کرنے کے قابل پرندے ہین جن مین خاکستری اور دوسرے رنگون کے تیتر جنگلی کبوتر جنگلی مرغ بٹیر شتر مرغ مور جنگلی بطخ مرغابیان وغیرہ ہین۔ سرورنگر اور گولکنڈے مین نظام کے بڑے بڑے ہرنون کے رمنے ہین جہان کوئی بلا سرکاری اجازت کے شکار نہین کھیل سکتا۔ بعضے سدھائے ہوئے چیتون سے ہرنون کا شکار کھیلا جاتا ہے اور حقیقت مین یہ شکار بھی قابل دید ہوتا ہے۔

صوبے اور ضلعے

ریاست حیدرآباد کے چار صوبے ہین (۱) اورنگ آباد (۲) گلبرگہ (۳) بیدر (۴) ورنگل اور ساری ریاست سترہ ضلعون پر منقسم ہے۔

نمبر شمار	نام ضلع	رقبہ مربع میل	آبادی سنہ ۱۹۲۱ عیسوی
۱	حیدرآباد شہر	۵۱	۴۰۴۱۸۷
۲	اطراف بلدہ	۲۶۵۲	۴۰۴۹۸
۳	ورنگل	۷۹۴۴	۹۲۵۰۴۱
۴	کریم نگر	۵۷۲۲	۱۰۹۵۴۴۴
۵	عادل آباد	۷۲۹۴	۶۵۵۵۳۶
۶	گلشن آباد عرف میدک	۳۱۹۹	۶۴۲۷۹۶
۷	نظام آباد (اسکی آبادی فرداپور کی پہاڑی پر ہے)	۳۲۲۶۵	۴۹۹۷۶۵
۸	محبوب نگر	۵۱۶۵	۷۵۰۷۳۰
۹	نلگنڈہ	۶۰۴۹	۹۴۸۳۰۱
۱۰	خجستہ بنیاد عرف اورنگ آباد	۶۲۱۲	۹۴۰۰۸
۱۱	بیڑ	۴۱۳۲	۴۶۷۶۱۶
۱۲	ناندیڑ	۳۷۷۱	۹۷۱۰۱۹
۱۳	پربھنی	۵۱۲۵	۷۶۵۷۸۷
۱۴	حسن آباد گلبرگہ	۶۹۷۵	۱۰۹۵۷۵۳

نمبر شمار	نام ضلع	رقبہ مربع میل	آبادی سنہ ۱۹۲۱ عیسوی
۱۵	رائے چور	۲۷۹۱	۹۲۲۳۲۲
۱۶	عثمان آباد	۳۵۲۶	۶۱۵۲۱۶
۱۷	ظفرآباد عرف بیدر[۱]	۴۸۲۵	۸۰۰۷۵۱

جاگیرات سمیت تعلقون یعنی تحصیلون کی تعداد ۱۴۱ ہے۔ دکن کے ملک کی اصطلاح مین زمیندارون کو پالہ گیر کہتے ہین جیساکہ آثرالامرا مین سعداللہ خان مظفر جنگ کے حالات مین سین مہلہ کے باب مین لکھا ہے۔

آمدنی کے طریقے

ریاست کی آمدنی کے چھ طریقے ہین (۱) محصول اراضی رعیت واڑی (۲) سر بستہ (۳) پیش کش (۴) میوون کے درخت (۵) چرائی (۶) متفرق۔

مساحت و بندوبست

انتظام کی سہولت کے لیے مساحت کے چار حصے ہین یعنی حیدر آباد۔ اندور۔ میدک۔ ورنگل ان سب مین اکثر کھیتون کی پیمائش ترتیب اور اصلاح کی ضرورت سے ہوا کرتی ہے۔

ملک کی عام تقسیم

سارا ملک دو حصون مین منقسم ہے مرہٹواڑا اور تلنگانہ۔ مرہٹواڑہ مین مرہٹی بولی جاتی ہے اور تلنگانہ مین تلنگی۔ جنوبی علاقے کی بولی کنٹری ہے۔ شہرون مین عام طور پر اردو بولی جاتی ہے دیہات مین بھی بہت سے باشندے اردو سمجھتے ہین اور ضرورت کے وقت بولتے بھی ہین۔

آبادی

ریاست حیدر آباد کی کل آبادی سنہ ۱۹۲۱ء مین ۱۲۴۷۱۷۷۰ تھی یعنی سنہ ۱۹۱۱ء کے مقابلے مین ۹۰۲۹۰۶ کم ہو گئی۔ اس کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔

مرد	۶۳۴۵۰۷۱
عورتین	۶۱۲۶۶۹۹

[۱] خورشید جاہی مین اسکو محمد آباد بھی لکھا ہے لیکن آثرالامرا مین محمد آباد کا اطلاق جا پانیر پر بتایا ہے آثرالامرا اور حدیقۃ العالم مین [illegible]

باعتبار مذاہب کے تقسیم یہ تھی		
مذہب	آبادی	تناسب
ہندو	۱۰۶۵۶۴۵۳	۶۶ فی صدی
مسلمان	۱۲۹۸۲۷۷	۱۰ فی صدی
بھیل۔ گونڈ۔ کویا۔ لمباڑا۔ اور دیگر کلہ قومین۔	۴۳۰۷۴۸	۔ فی صدی
عیسائی	۶۲۶۵۶	
جینی	۱۸۸۵۴	
سکھ	۲۷۴۵	
پارسی	۱۴۹۰	
آریہ سماجی	۵۴۵	
برہمو سماجی	۲۵۸	
بُدھ	۱۰	
یہودی	۴	

ریاست کی وسعت

اس ریاست کا طول و عرض مختلف ہے زیادہ سے زیادہ ۴۵۶ میل طول اور عرض ۳۸۴ میل ہے رقبہ ۸۲۶۹۸ میل مربع ہے جس مین سے تقریبًا ۵۷ فی صدی کے قریب براہ راست حکومت کے زیر انتظام ہے ۳۲ فی صدی امراے پاے گاہ اور نیم مختار جاگیرداروں کے پاس ہے۔ ۱۰ فی صدی صرف ذات نظام مین ہے اور باقی تعالی اراضی پر مشتمل ہے جو رقبہ حکومت کے زیر انتظام ہے اور دیوانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسکا ۱/۵ حصہ افتادہ اراضی پر مشتمل ہے جس مین اکثر قطعات صحرائی واقع ہین اور ایسی اراضی کا دو ثلث ملک تلنگانہ مین ہے۔ اس ملک کی اصطلاح مین وکالت مطلقہ اور وزارت پر مدار المہامی کا اطلاق ہوتا ہے۔

ذرائع آمدنی

ریاست کی آمدنی کے خاص محکمے چار ہین ایک مال جس سے تقریبًا سوا تین کروڑ روپیہ سالانہ آمدنی

ہوتی ہے دوسرے کروڑ گیری (چنگی) جس سے ایک کروڑ ۵ لاکھ روپے کی آمدنی ہوتی ہے تیسرے آبکاری جسکی آمدنی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے چوتھے رجسٹریشن واسٹامپ جسکی آمدنی تقریباً پچیس لاکھ ہے اسکے علاوہ جنگلات۔ معدنیات۔ ڈاک خانہ کرنسی اور ریلوے بھی آمدنی کے محکمے ہین اور ان سب سے مجموعی طور پر ریاست کو ساڑھے سات کروڑ کے قریب سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔

شہر حیدرآباد

شہر حیدرآباد سطح سمندر سے کوئی ۱۷۰۰ فٹ بلندی پر موسی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہوا اور ازروئے جغرافیہ اس کا عرض بلد شمالی مین ۱۷-۲۱-۲۵ درجہ ہے اور طول بلد مشرقی ۷۸-۲۸-۱۰ درجہ ہے اور اس کا دائرہ تقریباً ۶ میل ہے۔ اور اسکے اطراف مین ایک دیوار ہے جسکے کونون پر برج بنے ہوے ہین اس دیوار کی تعمیر مبارز خان نے جو سلطنت تیموریہ کا اخیر صوبہ دار تھا شروع کی تھی اور نظام اول نے حیدرآباد کو اپنا دارالریاست مقرر کرنے کے بعد اسکی تکمیل کی۔ آباد اسکو قطب شاہیہ خاندان کے ایک بادشاہ نے کیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ گولکنڈے کے پانی کی حالت اچھی نہین تھی اسلیے اسکے عوض اس خاندان کے پانچوین بادشاہ محمد قلی قطب شاہ ثانی المعروف بڑے ملک نے سنہ ۱۰۰۰ھ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۱ء مین اپنے پائے تخت کے لیے اس شہر کی بناڈالی اور نام اسکا **بھاگ نگر** (بمعنی بختاور شہر) اپنی معشوقہ بھاگ متی کے نام پر رکھا جب اچھا خاصا شہر بن گیا تو پہلے نام سے نادم ہو کر اس کا نام حیدرآباد مقرر کیا کیونکہ یہ لوگ شیعہ تھے جب عالمگیر نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا تو دارالجہاد نام دیا جو اسکی امام ابوحنیفہ کی رائے سے انتہائی غفلت تھی اس لیے کہ امام صاحب فرما چکے ہین کہ اہل قبلہ کو جو مسلمانون کے قبلے کیطرف نماز پڑھتے ہین اور قرآن کے ساتھ تمسک کرتے ہین اور شہادتین کی تصدیق و اقرار کرتے ہین کافر کہنا نہ چاہیے سو یہی حال شیعہ کا ہے کہ وہ دین محمدی کو حق جانکر ایمان لاے ہین خلفاے ثلثہ کی خلافت سے انکار کرنا کسی طرح کفر کی سرحد تک نہین پہنچا سکتا[۱] جب شہر فتح ہو گیا تو عالمگیر نے **فرخندہ بنیاد** نام دیا

[۱] عالمگیر کو شیعون سے سخت نفرت تھی چنانچہ جب وہ گجرات مین صوبہ دار تھا تو اسماعیلیون کے داعی ملا قطب الدین کو مروا ڈالا پھر ان کے جانشین کو بھی گرفتار کر لینے کا حکم لکھا چنانچہ احکام عالمگیری مین جسکو منشی عنایت اللہ نے جمع کیا ہے ایک حکم صفحہ ۲۴۲ پر اس امر مین مندرج ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ہمکو اسوقت معلوم ہوا کہ خانجی جانشین قطب کہ اس سے پہلے مقتول ہو چکا ہے بارہ داعیون اور ۱۶ رئیسون کے ساتھ لوگون کو اپنے اعتقادات فاسدہ کی طرف بلاتا ہے اور احمدآباد مین پہونچا ہے اور ایک لاکھ چودہ ہزار روپے اسکے مریدون اور ان لوگون کی رہائی کے لیے جمع ہوے ہین جو پہلے سے قید ہین اور نہ وہ روپے ابتک خرچ نہین ہوے ہین اور کچھ اوپر ساٹھ کتابین بھی ساتھ لائے ہین بادشاہ نے وزارت پناہ کو حکم دیا کہ روپیہ اور کتابین اور وہ سب آدمی جن کے نام فہرست مین مندرج ہین قاضی ابوالفرح کے اتفاق سے بغیر کسی کی اطلاع کے حراست مین لیکر بادشاہ کے پاس بھیجدیے جائین اور اس قوم کے بچون کی تعلیم کے لیے شہرادہ پرگنون مین معلم مقرر کر دیے جائین تاکہ انکو اہل سنت کے عقائد سکھا دین[۱۲] عہ فرہنگ عثمانیہ مین لکھا ہے کہ بھاگ نگر سے بھی قدیم نام چنچلم تھا

اور گولکنڈے کا نام محمد نگر رکھا بعض کہتے ہین کہ اس شہر کی تعمیر چھ سات برس مین ختم ہوئی تھی مادۂ تاریخ آغاز یا حافظ (سنہ ۱۰۰۰ھ) ہے اور تاریخ اختتام لفظ فرخندہ بنیاد (۱۰۰۶) ہے جیسا کہ مولوی عبد العلیم نے لکھا ہے۔ پس یہ نام عالمگیر کا رکھا ہوا نہین۔ وقائع راجپوتانہ کی تیسری جلد کے صفحہ ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ گولکنڈہ کی اصل گُو ال کُنڈ ہے۔ یہ شہر والیان ملک حیدرآباد کا آج تک دارالحکومت ہے۔ ملک کے بڑے بڑے دفتر اور تعلیم گاہین یہین ہین اس کی آبادی بڑی گنجان ہے چار لاکھ سے زیادہ آدمی بستے ہین یہ آبادی کے لحاظ سے ہندوستان مین چوتھے درجے کا شہر ہے دن بدن شہر کے باہر آبادی پھیلتی جا رہی ہے۔ شہر مین آنے جانے کو موسی ندی پر چار پل بنے ہوئے ہین۔ پرانا پل۔ مسلم پل۔ نیا پل۔ اور چادر گھاٹ کا پل۔ ان سب مین زیادہ آمد و رفت نئے پل پر سے ہوتی ہے کیونکہ اس پل سے جو سڑک جاتی ہے وہ شہر کے بیچون بیچ مین سے ہو کر گذرتی ہے۔ روزانہ ہزارون آدمی سیکڑون سواریان چلتی رہتی ہین۔ جانے والے اس پل سے شہر مین داخل ہوتے ہین پھر جہان انھین جانا ہو گھوم جاتے ہین۔ شہر کے اندر بڑا بازار پتھر گٹی ہے جہان سڑک کے دائین بائین ولائتی اور دیسی سامان کی مختلف دوکانین لگی ہوئی ہین شہر حیدرآباد کو مطلق بلدہ بھی کہتے ہین۔ یہ شہر مدراس سے ۳۸۹ میل اور بمبئی سے ۴۹۴ میل اور کلکتے سے ۹۶۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بعد سلطان محمد قطب شاہ کی اسکے بعد سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی اُسپر حکومت رہی پھر ابو الحسن تانا شاہ کی جسکو عالمگیر نے برباد کر دیا اور دکن کی دوسری اسلامی ریاستین بھی مٹا دین جو مرہٹون کا سر دابے ہوئے تھین جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹے خود سر ہو گئے اور انکی شورش کا سیلاب دہلی کی شہر پناہ کی چار دیواری تک پہنچنے لگا اور ان جفاکش قومون نے عالمگیر کی سلطنت کی چولین ہلاتے ہلاتے اسکی عیش پسند اور آرام طلب اولاد کو عظمت و اقبال کے آسمان سے نیچے گرا دیا۔

جس طرح حیدرآباد کا کتابی نام فرخندہ بنیاد ہے اسی طرح اورنگ آباد کا کتابی نام خجستہ بنیاد ہے۔ اورنگ آباد کی بنا دکن کے ایک حبشی سردار ملک عنبر یا سیدی عنبر نے ڈالی تھی اور اس کا نام کھڑکی[1] رکھا تھا جب اورنگ زیب عالمگیر اپنے باپ کے عہد مین دوبارہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا تو کھڑکی کو اپنا دار الحکومت بنا کے اس کا نام اورنگ آباد رکھا ورنہ اسوقت تک اسکو کھڑکی ہی کہا کرتے تھے اسکی تیاری اور آبادی کی تاریخ لفظ خجستہ بنیاد سے حاصل ہوتی ہے مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ اس شہر نے نظام الملک آصف جاہ اول اور ناصر جنگ کے عہد مین کمال رونق پائی مساکن فلسفی مین مذکور ہے کہ عنبر حبشی رود خانہ ترسول سے اپنی حویلی مین پانی کا نکر

[1] دیکھو مساکن فلسفی و جام جہان نما ۱۲ فرہنگ عثمانیہ مین کھڑکی لکھا ہے۔ ۱۲

لایا تھا اور بڑا تالاب بنایا تھا۔

صناعی اور کاریگری

حیدر آباد مین سنار اور سادہ کار عجیب وغریب کام کرتے تھے رزیڈنٹ کرک پیٹرک کہتا تھا کہ یاقوت پورہ کے رہنے والون کی سادہ کاری ہمارے ملک سے بہتر ہوتی ہے۔

تاریخ قلمرو نظام مین لکھا ہے کہ ورنگل مین قالین اور دھسے کثرت سے تیار ہوتے ہین قالین کی تین قسمین ہین ریشم روئی اور اون ورنگل سے اقسام کے قالین اور دھسے یورپ کو جاتے ہین اور بھونگیر کی شطرنجی مشہور ہے۔ حیدر آباد۔ اورنگ آباد۔ پٹن اور گدوال وغیرہ مین مشروع اور ریشمی کپڑا بہت اچھا بنتا ہے جنکے عورتین پائجامے بناتی ہین۔ چکن اور ریشمی کپڑا خاص کرکے اورنگ آباد اور پٹن مین تیار ہوتا ہے۔ پٹن کی مندیلین۔ طاس۔ کلابتون۔ چھپوڑیان۔ دوپٹے اور پگڑیان مشہور ہین۔ کارچوبی کام مین ایک چھوٹے سے رنگین جانور کے پر استعمال کیے جاتے ہین جو خاندیس وغیرہ سے آتے ہین۔ دوسری قسم کا کارچوب پھولون اور پتیون سے تیار ہوتا ہے زیر نگی کے پرون کو سونے اور چاندی کے بادلے کے ساتھ پتیل کے تارون مین ٹانکتے ہین۔ ٹوپیان اور مخمل کے جوتے ایسے ہی زربفت کے ہوتے ہین۔ اورنگ آباد مین کمخواب اور پٹن مین زربفت بنتا ہے۔ ورنگل۔ نارائن پیٹھ۔ متواڑا اور حسین پرتا مین ساڑھیان۔ اوڑھنیان اور تسر اور دوسرے ریشمی کپڑے تیار ہوتے ہین۔ دیہیون مین ریشم کے کیڑون کی پرورش کا ایک عجیب قاعدہ ہے یعنی یہ کہ اُن کیڑون کے گھرون پر سوائے اس شخص کے کہ وہ جسکے سپرد ہین دوسرے کی پرچھائین تک پڑنے نہین دیتے کچا ریشم وہان سے دوسرے اضلاع کو کثرت سے جاتا ہے۔ ڈوریہ کھنبوت اور داپیور اور کرنول اور کڑپہ کا مشہور تھا اور محمود خانی وسنجر خانی کڑپہ کی نہایت عمدہ ہوتی تھی ایک تھان محمود خانی کا دو روپے سے تیس روپے تک بکتا تھا۔ اور سیکاکول کی آغابانی کا ایک جوڑہ سو روپے کو اور رنواڑے کے سیلے کا تھان بیس روپے کو بکتا تھا۔ اور ہر ایک چیز خوشنما ومضبوط ہوتی تھی سونے اور چاندی کے تار ریاست کی دستکاریون مین سے ہین۔ علاوہ اسکے کئی قسم کے رنگ جنگلی جھاڑیون سے تیار ہوتے ہین۔ شورہ اکثر مقامون مین ہوتا ہے اور کاغذ پورے مین جو دولت آباد کے قریب ایک گانون ہے اقسام کے کاغذ تیار ہوتے ہین لیکن سرعت سے انگریزی کاغذ انکی جگہہ پر مروج ہونے لگا ہے۔ گنا تمام ملک مین عام طور پر تیار ہوتا ہے جس کا شیرہ اقسام کے کامون مین آتا ہے اور اسکی صاف کی ہوئی شکر بازار مین فروخت ہوتی ہے۔ موٹا نمک ریاست کے اکثر مقامون مین پایا جاتا ہے جسکو کم وبیش تبخیر وجوش سے صاف کرتے ہین۔ رائے چور مین قسم کی مٹی

نہایت خوبصورت برتن جنکی مٹی چکدار اور رنگین ہوتی ہے بنتے ہین۔ لاکھ کے زیورات جنپر جسبت کی قلعی ہوتی ہے بڑے بڑے قصبون اور شہرون مین بہت کثرت سے ہوتے ہین۔ حیدرآباد مین چوڑیان لاکھ کے جوڑے اُس وقت مین ایسے ہوتے تھے کہ ولیم پالمر صاحب نے ایک لاکھ روپے کے قریب جوڑے مروارید کے کامون کے بنوا کر لندن کو بھیجے تھے لاکھ کی حمائل جو دو پیسے کو چوڑی فروش بیچتے تھے وہ سونے کی حمائل کی طرح آب و تاب رکھتی تھی چوڑیان حیدرآباد کی ایک روپے سے تیس روپے تک کی ہوتی تھین اور علی العموم پانچ روپے کو بکتی تھین لیکن کانچ اور لاکھ کی چوڑیان اب اس کثرت سے نہین ہوتین جیسے پہلے ہوتی تھین کیونکہ باہر سے جو مال آتا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہوتا ہے چارون طرف اس ریاست کے قصبات مین ناریل۔ رائی۔ ارنڈی۔ تل اور السی وغیرہ کا تیل کثرت سے نکالا جاتا ہے اور اسکے نکالنے کی نہایت آسان ترکیب ہے۔ صندل خس۔ لیمو اور روساگھانس کا عطر بہت اچھا تیار ہوتا ہے۔ شراب کی ساخت علی العموم یہان کے لوگون کا پیشہ ہی سب اقسام سے زیادہ مہوے کے پھولون کی شراب کی کثرت ہے۔ بوٹ۔ جوتے اور دوسرا چمڑے کا اسباب تمام ریاست مین عام طور پر اچھا تیار ہوتا ہے اور یہان کے لوگ کتابون کی جلد کے لیے عمدہ چمڑا تیار کرتے ہین اور پانی کی مشکین بھی اچھی بنتی ہین۔

قدیم اقوام

یہان کے پہاڑی لوگ آریا قوم سے متمیز ہونے کے لیے اپنے تئین اصلی باشندے کہلاتے ہین جب ہندوستان مین آریا لوگون کی آمد و شد ہوئی اور ایک کے بعد ایک گروہ یہان داخل ہونے لگے تو جن قدیم باشندون نے آریا فاتحین سے لڑنا پسند نہین کیا وہ شدر یعنی غلام بنائے گئے یہ قدیم باشندے بہت مضبوط تھے لیکن سادہ لوح تھے تصنع سے پاک تھے منوجی نے اپنے ضابطے مین بیان کیا ہے کہ شدر خواہ زرخرید ہو یا بلا زرخرید اسکو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ بطور غلام کے کام کرے کیونکہ خود پیدا ہونے والے یعنی برہما نے اسکو برہمن کی غلامی یا خدمت کے لیے پیدا کیا تھا اگر اس کا آقا اسکو آزاد بھی کردے تو شدر غلامی سے آزاد نہین ہو سکتا کیونکہ یہ چیز اسکی پیدایشی غلامی کو اس سے کون دور کر سکتا ہے۔ برہمن کو اختیار ہے کہ شدر کے مال و اسباب پر بلا کسی پس و پیش کے قبضہ کرے کیونکہ کوئی چیز جس کا وہ مالک ہے اسکی نہین ہے۔ شدر کا ترجمہ اگر حبشی کیا جائے تو درست ہوگا۔ یہ فرقہ اپنی ذلیل حالت سے کسی اعلے رتبے پر نہین پہنچ سکتا تھا بلکہ اس سے کھیتون مین سخت محنت لی جاتی تھی اور گانون کے باشندون کے کل نجس کام اس سے ہی متعلق تھے ویدون کی تعلیم اسکے کانون تک پہنچانے کی سخت مانعت تھی اگر بھولے سے

شدر کے ناپاک کانون تک ویدون کے پتر (پاک) الفاظ پہنچ جائین توان مین پارہ ڈالدینا چاہئیے
ان لوگون مین بھی دو تفریقین کی تعین۔
(الف) جو برتن چھونے کے قابل تھے جیسے نائی۔ کمہار۔ اور کہار وغیرہ۔
(ب) جو برتن چھونے کے قابل نہ تھے جیسے بھنگی اور چمار وغیرہ۔ اسی پچھلی قسم کو **اچھوت** کہتے ہین۔ اگر کوئی اونچی ذات کا ہندو کسی اچھوت سے چھو جائے گا تو اُسے نہا دھو کر لباس بدلنا ضروری ہوگا۔
یہ حشر اُن قدیم باشندگان ہند کا ہوا جنھون نے آریون کی اطاعت قبول کرلی تھی یا مفتوح ہوگئے تھے اور جو شدر بنائے گئے تھے۔ اور جنھون نے آریون کی اطاعت قبول نہین کی ان کا مقابلہ کیا غلام نہین بنے آریون نے سمجھ لیا کہ ایسے آدمی شدر نہین کیے جاسکتے تو انھون نے ان کو برہمن۔ چھتری ویش اور شدر کے سوا پانچوین ورن مین رکھا اور انکو **نشاد** بمعنی چنڈال و بدمعاش خطاب دیا۔ قدرتاً آریون نے ایسے قدیم باشندون کو بمقابلے شدرون کے زیادہ نفرت سے دیکھا تلسی داس جی راماین مین گوہراج نشاد کی نسبت کہا ہے کہ جو شخص پاک اور ویدون مین ذہین ہے جسکے سایے کے چھونے سے بھی نہانا لازم ہوتا ہے یعنی اگر کسی شخص پر کسی نشاد کا سایہ پڑجائے تو اسکو اپنے آپ کو پاک کرنے کے لیے نہانا لازم ہوگا اس گوہراج کی ریاست پریاگ یعنی الہ آباد سے اجودھیا یعنی فیض آباد تک پھیلی ہوئی تھی۔
نشاد کی قوم مین جنگلی لوگون کے دو طبقے تھے ایک تو شاہی طبقہ دوسرے وہ لوگ جو زیادہ امیر اور خوش حال نہین تھے لیکن وہ لوگ اپنی آزادی کے لیے مقابلے مین جان دینے کو ترجیح دیتے تھے نشاد ہمالیہ کے پہاڑون سے نکل کے راجپوتانے اور دکن مین چلے آئے اور یہان کے پہاڑون مین پناہ گزین ہوئے۔ جون جون زمانہ گذرا اور اُن غیر تربیت یافتہ فرقون نے جنگل مین پناہ لی تو اُن کی زشت روئی کے بیان مین زیادہ ترقی ہوئی یہان تک کہ آریہ شاعر اور پجاریون نے **راکشس** اور دیو کے الفاظ انھین کی نسبت استعمال کیے ہین اور دسیو یعنی دشمن جو اُنکی نسل کا نام تھا رفتہ رفتہ بھوت یا پریت کے معنے مین مستعمل ہونے لگا وید کے زمانے سے کم سے کم ایک ہزار سال کے بعد سکندر اعظم کے ساتھیون نے بھی جب وہ ہند کی مہم پر آئے تھے ایشیا کے غیر آریا فرقے کی بدہیئتی کا بیان کیا ہے لیکن کل غیر آریہ فرقے وحشی نہ تھے کیونکہ دسیو یعنی غیر آریا کے صاحب دول ہونے کا ذکر آیا ہے اور وید کے بھجنون مین انکی ساٹھ گڑھیون اور نوے قلعون کا بیان ہوا ہے یہ بہت سی زبانین بولتے تھے ان مین سب سے بڑی موجودہ تامل زبان کی ایک بہت پرانی بولی تھی جو جنوبی ہند مین بولی جاتی تھی چونکہ وہ ہزارون سال سے گرم ملک مین رہتے چلے آئے تھے رنگ کے

سانولے ہوگئے تھے۔

مدراس میں آئر اور نائر جو دو قومیں مشہور ہیں یہ آریہ اور غیر آریہ کی مترادف ہیں۔ اسوقت ہندوستان میں چھ کروڑ اچھوت اقوام آباد ہیں۔ ہندوؤن کو بہت بڑی غفلت کے بعد یہ سمجھ آئی کہ اگر وہ اچھوت اقوام کو اپنے اندر جذب نہ کرینگے تو وہ ہندوستان میں صرف پندرہ کروڑ رہ جائینگے اور ممکن ہے کہ مسلمان یا عیسائی ایک دن باعتبار آبادی ان کی ہمسری کا دعوے کرنے لگین وہ شب و روز تڑپ رہے ہین کہ ایک ہی لمحہ مین اچھوتون کو اپنے اندر داخل کرلین اسوقت یہ تحریک تمام ہندو قومیت کی روح و روان ہے اس معاملے مین سیاسی ہندو کلیۃً باہم متفق اور متحد ہین اور سب نے یہ طے کرلیا ہے کہ اچھوت اقوام کی اصلاح کی جائے چھوت چھات سناتن دھرم کا جو قدیمی ہندو مذہب ہے ایک اہم ترین اصول ہے اور یہ اتنا قدیم ہے جتنا ہندو دھرم اگر زمانہ حال کے رفارمر سیاسی اغراض کے لیے اسکی اہمیت غیر سناتن تعلیم کی رو سے کم کرنا چاہین تو ان کا اثر سناتن دھرمیون پر ہرگز نہین پڑ سکتا۔

سناتن دھرمی ہندو مسئلہ شدھی سے زیادہ اس مین سخت ثابت ہونگے۔ اور کسی کا یہ کہنا کہ مسلمان حکمرانون نے اپنے ذاتی اغراض کے لحاظ سے ہندؤن مین اچھوت ذاتون کی ایجاد کی ہے کسی سناتن دھرمی کے عقائد مین ذرہ برابر گڑبڑ پیدا نہین کرسکتا جن صاحبون نے ہندو مذہب کی تواریخ پڑھی ہین وہ بھی جانتے ہین کہ چھوت چھات مسلمانون کے عرب مین نمودار ہونے سے ہزارہا سال پیشتر اہل ہنود مین رام چندر جی اور سری کرشن جی کے زمانون مین رائج تھی ان کو واقعات سے معلوم ہوگا کہ رام چندر جی نے چند خدمات کے صلے مین بھیل اور کیوٹ لوگون کو اس سے مستثنے کیا تھا اور سری کرشن جی کی وجہ سے گوالون کو اس سے نجات ملی تھی کورونکے زمانے مین جو چلیتا چمار کا قصہ ہوا تھا وہ بھی نظر سے گذرا ہوگا وہ لوگ جو مسئلہ آواگون پر اعتقاد رکھتے ہین اس بات پر مجبور ہین کہ جنم بدلنے کے لیے انسان کی زندگی کے مختلف مدارج علی الترتیب اعمال قائم کرین اور فی الحقیقۃ ان کو ایک درجہ اچھوت کا بھی رکھنا لازمی ہے اچھوت اقوام کی ورتی اور ان کی تعداد مین کمی محض انسان کے افعال پر منحصر ہے۔ اچھوت اقوام یقیناً علیحدہ نہین بنائی گئی ہین یہ خود حضرت انسان کے افعال قبیحہ کی ساختہ پرداختہ ہین۔

دکن مین نشاد کے بہت سے قبائل ہین مثلاً کولی۔ گونڈ۔ بھیل۔ کویا۔ یاکائس وغیرہ وغیرہ یہ لوگ جس مذہب کی پیروی کرتے ہین وہ بالکل ایک ابتدائی شکل مین ہے۔ نیچر مین جو چیز انہین عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے وہ اسکی پرستش کیاکرتے ہین لیکن ان مین سے جن لوگون کا میل جول مسلمان اور شہر کے لوگون سے خاصکر نیچ قوم کے ہندوون سے ہوجاتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ ان ہی کا

مذہب انہی کے دیوتا اور ان ہی کے طریقۂ پرستش کو اختیار کر لیتے ہین اور پھر اپنے پرانے پیش روؤن کو خارج کرکے اُس کی جگہ پر ہندو برہمن کو مقرر کرتے ہین جو ضروری مذہبی رسومات کو ادا کرتا ہے اصلی باشندون مین سے جو سب سے زیادہ تعداد مین ہین وہ گونڈ ہین۔

سپاہ

نظام چونکہ اول نمبر کے رئیس ہین اس لیے وہ اپنی شان کے مطابق فوج رکھتے ہین انکی فوج دو قسم کی ہے ایک باقاعدہ اور دوسری بے قاعدہ اور ماسوا اسکے پائگاہ کی فوج بھی ہے جو خود نظام اور اُنکے اُمرا کے زیر حکم ہے۔

پہلی فروری سنہ ۱۸۹۳ء کو نظام نے ایک فرمان جاری کیا تھا اسکے مطابق تمام جنگی فوج کی افسری مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب کو دی گئی اور وہ اُسکے منتظم مقرر ہوے۔ باقاعدہ فوجون مین امپیریل سروس کی فوجین اور گولکنڈہ برگیڈ جمعیت نظام عثمانیہ پلٹن شامل ہے۔ تمام باقاعدہ فوجین اسلیے یلسرام باقاعدہ کہلاتی ہین کہ ان مین جنگی قواعد اور طرز جدید کے حربی فنون سکھلائے گئے ہین اور نیز وردیان دی گئی ہین لیکن باوجود اسکے ایسا نہین سمجھنا چاہیے کہ وہ ویسی ہی مکمل ہین جیسا کہ ایک پوری باقاعدہ فوج ہونی چاہیے۔ واقعی یہ فوجین حیدرآباد امپیریل سروس فوج سے جو کسی وقت انگریزی پلٹنون کے ساتھ دوش بدوش آمادہ جنگ ہو سکتی ہین کبھی مقابلہ نہین کرسکتین۔ بقول کلمز راوت نظام کی فوج اٹھائیس ہزار ہے اور اس کا سالانہ خرچ ستر لاکھ روپیہ ہے۔ بعض کہتے ہین کہ ریاست حیدرآباد کی تربیت یافتہ افواج کی تعداد بیس ہزار ہے جسکا سالانہ خرچ ۶۱ لاکھ روپیہ ہے۔

ریاست کے سکے

ریاست مین خوبصورت نوٹ اور سکے جاری ہین پہلے زمانے مین اس ریاست کا سکہ بہت بھدہ اور بدصورت تھا اور اب روپیہ اور اشرفی پر چار منار کی تصویر بنائی گئی ہے اور دوسری طرف عربی خط کی عبارت ہے۔ ۱۱۵ ریاستی روپے ۱۰۰ انگریزی روپے کی برابر ہین اور نوٹ تو ہندوستان مین سوائے اس ریاست کے غالبًا اور کسی ریاست مین نہین ہین اور نواب میر عثمان علی خان کے پہلے یہان بھی نوٹ جاری نہین تھے۔ ان نوٹون کا کاغذ نہایت دبیز اور مضبوط اور چکنا ہوتا ہے اور انکی چھپائی رنگین اور نہایت خوشنما ہوتی ہے۔ عبارت اس نوٹ پر اُردو زبان مین ہوتی ہے۔ اور نوٹ کی پشت پر بھی نہایت خوبصورت پھول اور خط خاص مین نوٹ کی رقم چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

ڈاک خانے کے ٹکٹ

اس ریاست کے ڈاک خانے مین جو ٹکٹ اور کارڈ و لفافے مروج ہین وہ بھی نہایت خوبصورت ہین اور عربی حروف اُن پر نقش ہین ڈاک خانے کی مہرین بھی اُردو زبان مین ہین لیٹر بکس اور ڈاک خانے کے بورڈ وغیرہ انگریزی ڈاک خانون کی طرح سُرخ نہین ہین بلکہ زرد رنگ ہین جو حیدرآباد کے دربار ریاست کا رنگ ہے۔

ریاست حیدرآباد کا جھنڈا

ریاست کے جھنڈے کا رنگ زرد ہے اور وسط مین ایک خوبصورت نیلا نشان بنا رہتا ہے یہ جھنڈا حیدرآباد کے تمام فوجی اور سرکاری عمارتون پر لہراتا ہے۔ اس جھنڈے کے متعلق ٹائمز آف انڈیا لکھتا ہے کہ سرکار آصفیہ کے زرد جھنڈے اور اس مین نیلا نشان بنانے کے متعلق ایک قصہ و سیعہ روایت ہے کہ نظام الملک میر قمرالدین خان ایک مرتبہ کسی مہم پر جا رہے تھے ایک فقیر نے آپ کو اس مہم کے سر ہونے کی دعا کی اور ایک تعویذ کی طرح چپاتی دی جو ایک میلے کپڑے مین بندھی ہوئی تھی مہم سر ہونے پر یہ ہدایت کردی تھی کہ حیدرآباد کا زرد جھنڈا اور اس مین نشان ویسا ہی بنایا جائے جیسا کہ اس پیر مرد نے دیا تھا۔

ریاست کی آب و ہوا

ریاست کے جو مقامات خط استوا کے نزدیک ہین وہان سال بھر شدت کی گرمی ہوتی ہے اور قطب کے قریب کے مقامات مین ہمیشہ سخت سردی پڑتی ہے۔ عام طور پر ریاست مین نہ تو بہت سردی پڑتی ہے نہ بہت گرمی۔

موسمی ہوائین

ریاست کی حدود مین موسمی ہوائین جنوب و مغرب کی طرف سے آتی ہین عام طور پر بارش کم ہوتی ہے۔ علاقہ تلنگانہ مین اوسط ۲۲۔ انچ اور مرہٹواڑہ مین اوسط ۲۸۔ انچ ہے موسم تین ہین برسات۔ جاڑا۔ گرمی۔

زراعت

ریاست حیدرآباد ایک زراعتی ملک ہے اور آبادی کا بڑا حصہ زراعت پر ہی زندگی

بسر کرتا ہے حکومت کی طرف سے ترقی زراعت کے لیے کوشش جاری ہے نہرون اور تالابوں کے علاوہ روئی کی کاشت کے کھیت نیشکر کی کاشت۔ تمباکو۔ ارنڈ وغیرہ بوے گئے ہین۔ سرکاری تجارب کیے جا رہے ہین۔ محبوب نگر مین ریشم کے کیڑون کی پرورش کا انتظام کیا گیا ہے۔ اوپل مین ہڈیون کی کھاد کے فوائد دکھلائے جا رہے ہین۔ سنگا ریڈی مین میوون اور ترکاریون کی کاشت نمونے کے طور پر کی جاری ہے۔ ہر قسم کے اناج اور پھل اور ترکاریان ریاست مین پیدا ہوتی ہین۔

بڑے بڑے جاگیردار

ریاست حیدرآباد مین پانچ دس بیس اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی رکھنے والے جاگیردار موجود ہین یا بالفاظ دیگر ریاست حیدرآباد کے اندر جیند۔ نابھ۔ مالیرکوٹلہ وغیرہ جیسی ریاستین موجود ہین جن کا تعلق حکومت انگلشیہ سے نہین بلکہ براہ راست ریاست نظام سے ہے۔

ذات خاص نظام

صرف خاص کی آمدنی جسکی تعداد اندازاً ایک کروڑ روپیہ سالانہ ہے نواب کے پرویٹ اخراجات اور اسٹاف پر خرچ ہوتی ہے اور علاوہ اسکے از روے قانون ریاست وہ سرکاری خزانے سے بھی روپیہ لینے کے مستحق ہین۔ نواب کے اسٹاف کی تعداد اتنی ہی ہے کہ جتنی یورپ کے بادشاہون کے خاص ملازمون کی ہے یہان کے خزانے کے جواہرات کو دیکھکر یورپ کے شاہزادے بھی متعجب ہو جاتے ہین۔ یہان کے نواب لوگون سے میل جول کم رکھتے ہین۔ خسروانہ مزاج کی عام طور پر مذمت کی جاتی ہے مگر یہ نامناسب ہے کیونکہ مزاج چاہے خسروانہ ہو یا جمہوریت پسند اگر انسان کا میلان خاطر بنی نوع انسان کی بہبودی کی جانب ہوگا تو اس سے بہت فائدہ متصور ہو سکتا ہے۔

نظام کی ریاست کی اولیت

دولت آصفیہ کو جو اول نمبر کی ریاست کہتے ہین تو یہ باعتبار تمول اور زرخیزی کے سمجھنا چاہیے نہ باعتبار وسعت کے کیونکہ اس کا رقبہ بحالات موجودہ اگرچہ اسی ہزار چھ سو اٹھانوے میل مربع ہے تو ریاست کشمیر کا مجموعی رقبہ بھی اسی کے قریب قریب یعنی اسی ہزار نو سو میل مربع ہے اور اگر نظام کی سلامی ۲۱ ضرب توپ ہے تو دوسرے بہت سے حکمرانون کی بھی اسی قدر ہے۔

حق یہ ہے کہ حیدرآباد کی حکومت اگرچہ نوابی کہلاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بجاے خوش

ایک شاہی ہے جو بات یورپ کے بادشاہوں کو بوجہ پارلیمنٹوں اور رعایا کی مداخلت اور بیرونی و داخلی اولوالعزمانہ کاموں کی ضرورت کے حاصل نہیں وہ حیدرآباد کی نوابی میں حاصل ہے ۸۲۶۹۸ میل کے ۵۲۹۲۶۷۲۰ ایکڑ ہوتے ہیں اس زمین کی تفصیلی کیفیت یہ ہے۔

مقبوضۂ سرکار	۲۹۷۰۲۶۷۶	ایکڑ
صرف خاص یا پائگاہیں اور جاگیرات	۲۲۳۴۹۷۸۹	″
انعام اور مقطعہ	۸۷۳۹۵۵	″

سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۲۲ء تک ابتدائی دس سال میں سرکاری زمینوں اور قابل زراعت زمینوں میں جو ترقی ہوئی اسکی کیفیت ذیل کے نقشے سے معلوم ہوسکتی ہے۔

سرکاری زمینیں	مرہٹواڑہ	۹۶۷۵۳	ایکڑ
ایضاً	تلنگانہ	۱۰۶۰۸۱۰	″
درست کردہ زمینیں	مرہٹواڑہ	۱۲۱۳۹۳	″
ایضاً	تلنگانہ	۷۹۰۶۶۳	″

ریلوے

ریلوے اور سڑکوں کے متعلق ہمارے پاس سنہ ۱۹۲۳ء تک کے اعداد و شمار ہیں حیدرآباد میں ریلوے کی بڑی لائن بھی ہے اور چھوٹی لائن بھی۔ بڑی لائن واڑی جنکشن ضلع گلبرگہ سے شروع ہوکر سکندرآباد اور حیدرآباد ہوتی ہوئی ورنگل چلی جاتی ہے وہاں سے بیزواڑہ ضلع مدراس کی طرف نکل جاتی ہے اسکی لمبائی تین سو دس میل ہے۔ حسین ساگر سے حیدرآباد اور دھوما کل سے سنگارینی کے کوئلے کی کانوں تک بیس میل اور شمار کریجیے اس طرح بڑی لائن مجموعی طور پر ۳۳۰ میل ہے۔ چھوٹی لائن کا نام حیدرآباد گوداوری والی ریلوے ہے جو حیدرآباد سے منواڑ تک ۳۹۱ میل ہے۔ اورنگ آباد۔ دولت آباد۔ پورنا۔ جالنہ وغیرہ کے مشہور اسٹیشن اس لائن پر ہیں پورنا سے ہنگولی تک جو لائن ہے اسکی لمبائی ۵۰ میل ہے۔ سکندرآباد کرنول لائن میں سے سنہ ۱۹۲۲ء تک ایک سو نو میل لمبی لائن بن چکی تھی اور بھی کئی شاخیں تیار ہورہی ہیں۔ ریاست حیدرآباد کی ریلوے گاڑیوں پر نہایت خوبصورت سنہرا ہلال چمکتا ہوا لگا ہوتا ہے۔

نسب نامۂ نظام

بانی اس ریاست کے نظام الملک آصف جاہ اول ہیں جن کا اصلی نام میر قمرالدین خان ہے

ہو اورنگ زیب کی فوج میں ترکمانی افسر تھے اور انھون نے دربار دہلی سے انحراف[1] کرکے یہ بڑی ریاست قائم کی لوگ ان کو قوم ترکمان[2] سے جانتے ہین جو ترکون میں سے ایک گروہ ہے بعض نے وجہ تسمیہ ترکمان کی یہ لکھی ہے کہ جب ترکون نے توران و روم سے ایران میں نقل مکانی کی تو انکی اولاد ایران میں ترکمان کہلانے لگی اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ بہ نسبت ترکون کے کم رتبہ ہین اس لیے ترکمان کہلانے لگے مان تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے یعنی ترکون کی مانند جیسے آسمان کہ مرکب ہے آس بمعنی چکی اور مان کلمۂ تشبیہ سے کیونکہ چکی کی طرح دورہ کرتا ہے انکے گروہ گرگان سے خوارزم تک اور یہان سے بلخ۔ بخارا۔ سمرقند۔ مرو اور سرخس تک جنگلون مین رہتے ہین اور خانہ بدوشون کی طرح کپڑے اور بالون کے خیمے مین گرم و سرد مقامون مین زندگی بسر کرتے ہین اور خانہ بدوشی کی حالت مین مقامات بدلتے رہتے ہین انکے بہت سے گروہ ہین ان مین سے بعض نے آذربائجان مین برسون سلطنت کی ہے۔

لیکن ہندوستان مین جو کتابین متداول ہین ان مین لکھا ہے کہ میر قمرالدین خان کے اجداد پدری کا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی کو پہنچتا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہین اور نانا ان کا سعداللہ خان وزیر اعظم شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کا ہے۔ میر قمرالدین خان کے دادا عابد خان بن عالم شیخ بن الہ داد شیخ بن عبدالرحمن شیخ عزیزان ہین عالم شیخ سمرقند کے علمائے متبحر سے تھے اور عبدالرحمن شیخ نہایت متورع تھے۔ ابتدائے عمر سے مشت خاک کو بزرگون کے دامن مین باندھ دیا تھا اور جو دن بہار زندگی کے پھول ہوتے ہین انھین بزرگون کے روضون پر چڑھا دیا تھا جن کی برکت نے انھین وہ مرتبہ بخشا کہ خود صاحب ارشاد ہو کر شیخ کہلائے اور ہزارہا آدمی انکے معتقد ہوے جنکی وہ اصلاح باطنی کرتے تھے۔

لہ الاز دیکھو نفحا مولفۂ مو جامی۔

نوابان حیدرآباد کے نامون کے ساتھ الفاظ میر و خواجہ کے لکھے جانے کی وجہ

نوابان حیدرآباد کی نسل تاتاریون سے ہے اور مذہب ان کا سنت و جماعت حنفی ہے ان کے نامون کے ساتھ جو میر کا لفظ لکھا جاتا ہے تو اس سے وہ میر نہ سمجھنا چاہیے جو شیعیان لکھنو کی اصطلاح ہے بلکہ یہ میر ترکی کا لفظ افسر اور سردار کے معنے مین ہے جیسے میر لشکر۔ میر شب۔ میر آب۔ میر سامان میر آتش۔ اور میرزا جیسا کہ مولوی صہبائی کی کلیات مین مرقوم ہے۔ جو لوگ اسکو امیر کا مخفف

[1] مہذا مجات کی جلد پنجم مین یہی لفظ لکھا ہے مگر میرے نزدیک انحراف کی جگہ آزادی حاصل کرنا پسندیدہ ہے ۱۲

[2] آرملڈ نے لکھا ہے کہ جب اول اول ترک خاندان مسلمان ہوے تو ان نومسلمون کا نام دوسرے ترکون سے ممتاز بنانے کے لیے جو ہنوز مشرف باسلام نہوے تھے ترکمان رکھا گیا ۱۲

جانتے ہین جو عربی کا اسم فاعل ہے اور امارت بمعنی حکومت سے مشتق ہے یہ انکی غلطی ہے اور لفظ خواجہ کا استعمال بھی انکے اسلاف کے نامون کے ساتھ تعظیم و اظہار سرداری کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ لفظ ترکی مین مالک اور خداوند کے معنے مین ہے اگرچہ توران مین اس لفظ کا اطلاق سادات پر بھی ہوتا ہے لیکن یہ لوگ صدیقی شیوخ سے ہین اور سید وہ آدمی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسون کی اولاد سے ہو۔ کتب تواریخ مین خاندان آصفیہ کے سوا دوسرے اکثر معزز تورانیان کے نامون کے ساتھ بھی لفظ خواجہ کا الحاق ہوا ہے جو سید نہین ہین۔

عابد خان کا ہندوستان مین وارد ہونا اور شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے دربار مین باریاب ہونا

ان کو خواجہ عابد بھی کہتے ہین اور تواریخ مین عام طور پر عابد قلی خان کے نام سے مشہور ہین تاتارستان مین سمرقند سے تین کوس کے فاصلے پر ایک بستی مین جس کا نام علی آباد ہے پیدا ہوے تھے انکی والدہ میر حیدر کے صلب سے تھی جو ایک صحیح النسب سید تھا۔ عابد خان سمرقند مین تحصیل علمی کرکے بخارا کو چلے گئے اور اپنے تبحر علمی کی بدولت اولاً وہان منصب قضا حاصل کیا۔ اسکے بعد شیخ الاسلام کے درجے کو پہنچ گئے۔ شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے جلوس کے انتیسوین سال زیارت حرمین شریفین کے قصد سے کابل اور کابل سے ہندوستان مین آئے اور بادشاہ کی نعمت ملازمت سے شرف اندوز ہوے۔ بادشاہ نے خلعت اور چھ ہزار روپیہ عطا کیا یہان سے رخصت ہوکر حرمین کو گئے اور وہان حج وغیرہ سے فارغ ہوکر ہندوستان مین آ گئے۔

ایک سخت غلطی کی اصلاح

تاریخ فرخ آباد اور تاریخ مالوہ کی دوسری جلد مین ہے کہ شیخ عالم مع اپنے دونون بیٹون میر شہاب الدین و میر بہاء الدین کے سمرقند سے روانہ ہوے اور ہند مین آکر قریب شاہجہان آباد (دہلی) کے پہنچے شاہجہان بادشاہ کو انکی آمد کا حال معلوم ہوا تو شیخ کے استقبال کے واسطے شاہزادہ ولیعہد دارا شکوہ کو بھجوایا جب شیخ عالم قریب مکانات شاہی کے پہنچے تو بادشاہ نے شیخ سے ملنے کو تا دیوان خاص قدم بڑھائے بہت تعظیم و تکریم کی قصر دولت مین رہنے کو جادی شیخ نے چند روز آرام کیا بعدہ سفر کا سرانجام کیا۔

لہ شہاب الدین شاہجہانی بادشاہ روز یکشنبہ ۲۲ جمادی الاولی سنہ ہجری (مطابق سنہ ع) کو مقام لاہور مین اورنگ نشین سلطنت دہلی ہوا۔ اور مدت سلطنت ۳۲ سال چند ماہ ہے ۱۲

بادشاہ نے پانچ لاکھ روپے نقد دیے اور بھی تحفے نذر کیے شیخ مع اپنے فرزندوں کے حج کرنے کو تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر خلد کو سدھارے۔ میر شہاب الدین شیخ کی لاش وطن میں لائے اپنے بزرگوں کے مدفن میں دفن کیا میر بہاؤالدین کو سمرقند میں سجادہ نشین کیا۔

تاریخ فرخ آباد میں لاش نکے وطن میں لانے کا ذکر نہیں ہاں یہ لکھا ہے کہ شہاب الدین خان نے وطن میں لوٹ کر شاہ جہان کو عرضی لکھی کہ میں نے پیرزادگی کا خیال چھوڑ دیا ہے بزرگون کا سجادہ چھوٹے بھائی بہاؤالدین کے حوالے کر دیا ہے جو ارشاد ہو تعمیل کی جائے بادشاہ نے جواب لکھا کہ اگر تم نے ہماری نوکری کا ارادہ کیا ہے تو اطمینان سے چلے آؤ۔ جب دارالسلطنت میں آکر شاہ جہان کے پاس حاضر ہوے تو بادشاہ نے خدمت ترخانی صدر الصدوری کی عطا کی اور منصب پنجہزاری تک عزت بڑھائی اور خطاب خواجہ محمد عابد خان بہادر کا دیا۔ عابد خان نے سمرقند سے اپنے فرزند ارجمند کو بلا لیا اور سعداللہ خان وزیر شاہ جہان کی بیٹی سے اس کا بیاہ کیا۔ بادشاہ نے عابد خان کے فرزند اکبر کو میر شہاب الدین خان خطاب دیا جب عابد خان نے ملک بقا کی راہ لی شہاب الدین خان نے اپنے باپ سے زیادہ ترقی کی اورنگ زیب عالمگیر نے سے امیر کبیر کیا غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ لسے خطاب دیا منصب ہفت ہزاری کا عطا فرمایا سپہ سالاری اور امیر الامرائی کا عہدہ پایا۔

یہ بیان بہت لغو ہے کیونکہ ہندوستان میں جو تاریخ کی کتابیں نوابان حیدرآباد کے مقرب شخاص نے لکھی ہیں ان سے یہی ثابت ہے کہ عابد خان شہاب الدین خان کے باپ کا نام ہے جن کو سب سے اول غازی الدین خان فیروز جنگ کا خطاب ملا تھا اور خود عابد خان شاہ جہان کے پاس آئے تھے نہ عالم شیخ اور شاہ جہان نے جو رقم دی تھی وہ چھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ یہ تعجب یہ بھی نہ سمجھے کہ پانچ لاکھ روپے بے چارہ شیخ ایسے سفر میں ساتھ کیسے لے جا سکتا تھا اور حرمین سے شیخ کی لاش وطن کو لیجانا کتنے افسوس کا مقام تھا حرمین کی موت و تدفین کو ہر مسلمان وطن کی موت و تدفین پر ترجیح دیتا ہے اور بہاؤالدین خان عابد خان کے بھائی کا نام ہے۔

اور ترخان تلمے فوقانی کے فتحے سے سلاطین ترکستان کے یہاں کا خطاب ہے کہ نہایت ذی عزت کو یہ خطاب دیا جاتا اور اس کا ایسا رتبہ سمجھا جاتا کہ اگر کسی کو مار ڈالتا تو مواخذہ نہ ہوتا اور جس وقت چاہتا دربار میں بغیر اطلاع کے حاضر ہو جاتا عربوں نے اسکو معرب کر کے تراخنہ جمع بنائی ہے۔

شجرہ ان کا اس طرح ہے۔

عبدالرحمٰن شیخ عزیزان

الہ داد شیخ

عالم شیخ

میر بہاءالدین خان | عابد خان | حیدر خان | عبدالرحمٰن خان

حامد خان | محامد خان | میر شہاب الدین خان المخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ اول | مجاہد خان | عبدالرحیم خان

میر قمرالدین خان المخاطب بہ نظام الملک آصف جاہ اول

عابد خان کا اورنگ زیب عالمگیر کے رفقا میں داخل ہونا

عابد خان ہندوستان مین واپسی کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب بن شاہ جہان کے ملازمون مین منسلک ہوگئے اورنگ زیب ان دنون دکن مین متعین تھا۔ مرآت عالم مین لکھا ہے کہ جب عالمگیر نے اپنے باپ کی علالت کا حال سنا تو برہان پور سے روانگی کا ارادہ کیا اور شہر سے باہر باغ گلال باڑی مین آکر قیام کیا اور ان دنون مین دوسرے امرا کے ساتھ خواجہ عابد خان کو **عابد خانی** خطاب دیا اور دوسری کتابون مین ہے کہ خطاب کے ساتھ منصب سہ ہزاری و پانصد سوار کا بھی بخشا تھا چونکہ یہ روانگی عالمگیر کی ولی عہد سلطنت داراشکوہ کی مرضی کے خلاف تھی اس لیے اسنے بادشاہ کو ورغلا کر عالمگیر کے روکنے کے لیے بادشاہی فوجین روانہ کین جنکی سپہ سالاری مہاراجہ جسونت سنگہ راٹھور والی جودھپور کے سپرد ہوئی وہ اجین مین آیا اور یہان سے بھی چل کر کاچرودہ سے تین کوس پر آکر ٹھہرا۔ اورنگ زیب نہین چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور جسونت سنگھ کے پاس ایک قاصد بھیجکر کہلایا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہین ہے صرف باپ کی ملازمت کی نیت ہے ہمارے ساتھ تم بادشاہ کی خدمت مین چلو۔ یا ہمارے سر راہ سے ہٹ کر جودھپور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ مہاراجہ نے اس پیام کو

نہ سُنا اور جنگ و پیکار کے لیے آمادہ ہوا۔ روز جمعہ ۲۲ رجب ۱۰۶۸ھ ہجری مطابق ۱۶۵۸ء کو لڑائی ہوئی مہاراجہ کے بڑے بڑے سردار کام آئے اور بے تعداد راجپوت سپاہی و سوار مقتول ہوے یہ لڑائی اجین کے قریب بلوچپور گانون پر جس کا نام بعد کو فتح آباد ہوا واقع ہوئی تھی اور مہاراجہ اپنے بچے کھچے سپاہیون کے ساتھ اپنی راج دھانی کو چلا گیا۔

عابد خان کا عروج و ترقی

اس جنگ مین عابد خان نے بڑی بہادری دکھائی مین ہاتھون مین کھبی کتابین رہتی تھین اُن ہاتھون نے اس معرکے مین ایسی شمشیر زنی کی کہ اورنگ زیب بہت خوش ہوا اور اس فتح کے بعد عابد خان کے منصب مین ہزاری ذات اور دو سو سوار کا اضافہ کرکے چار ہزاری ذات اور ۱۳ سو سوار کے منصب پر پہنچا دیا جیسا کہ عالمگیر نامے مین ہے اور اورنگ زیب ابو المظفر محی الدین عالمگیر کے لقب سے روز جمعہ یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ ہجری (مطابق ۱۶۵۸ء) کو اعزآباد متصل سرہند مین تخت نشین ہوا۔ اور اپنی تخت نشینی سے چوتھے سال (۱۰۷۱ھ ہجری مین) شیخ میرک کی جگہ جو بہت بوڑھا ہو گیا تھا کل ملک کی صدارت کا عہدہ عطا کیا اور ۱۰۸۱ھ ہجری مین منصب چار ہزاری ذات اور ڈیڑھ ہزار سوار کا بخشا۔ عالمگیر نامے مین اسکو یون ادا کیا ہے کہ ۱۰۸۱ھ ہجری مین عابد خان کو بادشاہ نے اصل و اضافہ ملا کر چار ہزاری ذات اور پندرہ سو سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ایک ہاتھی بخشا اور ۱۰۸۶ھ ہجری مین صدارت کل ممالک سے معزول ہو کر اجمیر کے صوبہ دار بنائے گئے۔ ۱۰۸۷ھ ہجری مین مبارز خان کی جگہ ملتان کے صوبہ دار ہوے۔ ۱۰۸۵ھ ہجری مین صوبہ داری ملتان سے معزول کرکے بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا اور قافلۂ حجاج کا میر حاج بنا کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔

قلیچ خان کا خطاب پاکر جنگی مہمات مین مصروف ہونا

۱۰۹۰ھ ہجری مین راجپوتانے کی مہم کے اثنا مین عالمگیر نے عابد خان کو غائبانہ قلیچ خان کا خطاب دیا اور انکے بیٹے میر شہاب الدین خان کی معرفت گھوڑا ساز طلائی کے ساتھ بندر سورت مین انکے پاس بھجوایا۔ پھر عابد خان بادشاہ کے پاس آ گئے۔ ۱۰۹۱ھ ہجری مین شاہزادہ محمد معظم کے ساتھ شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت کو مٹانے کے لیے مقرر ہوے جو اپنے باپ عالمگیر سے منحرف ہو کر بھاگ گیا تھا۔ عابد خان شاہزادہ محمد معظم سے رخصت حاصل کیے بغیر بادشاہ کے پاس چلے آئے اس لیے

---

۱ دیکھو اورنگ نامہ ۱۲ ۲ قاف اور لام کے کسرون سے ترکی مین شمشیر کے معنے مین ہے ۱۲

بادشاہ ناراض ہوگیا اور سلام کو نہ بلایا چار ماہ کے بعد قصور معاف کردیا ۱۶ جمادی الاولی ۹۴ھ
کو رضوی خان کے انتقال کرجانے پر دوبارہ صدارت کل ممالک کا عہدہ ملا ۲۴ شوال ۹۳ھ
کو شاہزادے کے ساتھ دکن مین مہم جنگ کی تیاری کے لیے بھیجے گئے۔ رخصت کے وقت بادشاہ نے
خلعت اور گھوڑا اور نقارہ مرحمت کیا جب بادشاہ خود دکن مین پہنچا تو انہین ۳ ذیقعدہ ۹۶ھ
کو بیدر کا حاکم کردیا اور ہتنی اور زرہ بخشی جب بادشاہ شولاپور سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوا تو عابد خان
بیجاپور کے نواح مین سلام کو حاضر ہوے عالمگیر نے خاص اپنا ترکش اور کمان عطا کی۔ اور مورچون
کی خدمات انکے سپرد کین آخرکار قلعہ مذکور صلح کے ساتھ مفتوح ہوگیا۔

ماہولی کی قلعداری

احکام عالمگیری کے صفحہ ۵۰۷ مین لکھا ہے کہ عابد خان قلعدار ماہولی کی واجب العرض کے انتخاب
سے جو قطب الدین خان سجادہ نشین تلکوکن نے پیش کی ہے معلوم ہوا کہ چھ ہزار پیادے مرہٹون کے
قلعے کے گرد قابو حاصل کرنے کی فکر مین ہین اور محافظون کی تنخواہ اور ذخیرہ ۴ سال سے نہین پہنچا
ہے اگر علی الحساب دس ہزار روپے محافظون کی تنخواہ اور جنس ضروری کی خرید کے لیے خزانہ تلکوکن سے
ال جائین تو قلعے کی حفاظت ہوسکتی ہے اسلیے بادشاہ نے زین العابدین خان کو حکم دیا کہ اگر قلعہ دار
اس قلعے کی حفاظت کرسکتا ہو تو خزانہ تلکوکن سے اس قدر روپیہ دیدے ورنہ حقیقت نفس الامر سے
اطلاع دے اور وزارت پناہ یہ روپیہ محافظان قلعہ کی تنخواہ مین جنکی موجودات سابق مین عابد خان
کی مہری پہنچی ہے علی الحساب دیدین اور ذخیرہ ضروری کا سرانجام کردین۔

گولکنڈے کی جنگ مین مجروح ہوکر وفات پانا

تیسوین سال جلوس مطابق ۱۰۹۷ھ ہجری مین عالمگیر نے حیدرآباد کی طرف عزیمت کی تو گولکنڈے
کے قریب افسرون کو حکم ملا کہ محصورین کی بھیر کو جو قلعہ کی دیوار کے باہر ٹھہری ہوئی تھی بھگادین
عابد خان نے خوب جانفشانی کی اور قلعے کے قریب پہنچ گئے اتفاقاً سیدھے ہاتھ کے شانے پر توپ
کا گولہ لگا ہاتھ جدا ہوگیا شدید تکلیف کی حالت مین وہان سے گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے زخم کو معمولی
ظاہر کرتے ہوے تاکہ سپاہی بے حوصلہ نہون اپنے کیمپ مین آئے جملۃ الملک اسد خان مزاج
پرسی کو پہنچے تو اس وقت جراح شانے مین سے ہڈی کی کرچین نکال رہا تھا اور وہ چارزانو بیٹھے ہوے
باتین کررہے تھے اور دوسرے ہاتھ سے قہوہ پی رہے تھے اور بخندہ پیشانی حاضرین سے کہہ رہے تھے
کہ جراح اچھا کاریگر ہے۔ آخرکار اس زخم کے صدمے سے جان بر نہ ہوسکے ۲۴ ربیع الاول ۹۸ھ کو

رہگرائے آخرت ہوئے۔ ان کا مرقد حیدرآباد سے تین کوس پر شمال و مشرق کی جانب ہے۔

سیرت و اخلاق

عابد خان المخاطب بہ قلیچ خان جنہون نے ہندوستان مین خاندان آصفیہ کے اوج کا سنگ بنیاد رکھا بڑے نیک۔ خوش اخلاق۔ دیانت کیش۔ اور صاحب علم و فضل امیر تھے ایک طرف وہ اپنے خاندان کی سب سے بڑی میراث یعنی علم و فضل کے یکتا سرمایہ دار تھے دوسری طرف وہ اعلے درجے کے پرہیزگار اور متقی بزرگ تھے تیسری طرف سپاہ گری اور نظم امور سلطنت مین آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ اتنے جامع فضائل کا بزرگ آپ کے خاندان مین آپ کے بعد پیدا نہ ہوا۔ آپ کے جانشینون مین آپ کے فرزند ارجمند نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اور آپ کے پوتے نواب میر قمرالدین خان بہادر نظام الملک آصف جاہ اگرچہ قیادت افواج اور انتظام ملک مین آپ سے بہت آگے نکل گئے لیکن علم و فضل کی میراث کو اس اعلیٰ پیمانے پر قائم نہ رکھ سکے جس پر عابد خان نے اسے قائم رکھا تھا۔

اولاد

(۱) میر شہاب الدین خان المخاطب بہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ معروف بہ خان فیروز جنگ۔ یہ بڑے بیٹے تھے۔

(۲) مجاہد خان جس نے منصب مناسب پر ترقی پائی یہ شہاب الدین خان کے حقیقی چھوٹے بھائی ہین یہ منجھلے بیٹے تھے مآثر الامرا مین انکو خواجہ محمد عارف بھی لکھا ہے یعنی مجاہد خان خواجہ محمد عارف

(۳) محامد خان یہ بھی شہاب الدین خان کے حقیقی بھائی ہین۔

(۴) حامد خان تاریخ فتحیہ مین لکھا ہے کہ حامد خان جو عمدۃ الملک خان فیروز جنگ کے سوتیلے بھائی تھے انکو عالمگیر کے وقت مین ماہی مراتب اور منصب اور خطاب بہادری ملا تھا فرخ سیر کے عہد مین پنجہزاری منصب کو پہنچ گئے تھے۔ محمد شاہ کے عہد مین ان کا خطاب معزالدولہ صلابت جنگ ہوگیا تھا۔ یہ عابد خان کے تیسرے بیٹے تھے مآثر الامرا مین حامد خان کی جگہ حمید خان بھی لکھا ہے اور کہا ہے کہ ان کو عالمگیر کے انتیسوین سال جلوس مین خانی خطاب اور ایک ہتھنی انعام مین ملی تھی اور گجرات و اودھ کے نائب صوبہ دار ہوگئے تھے۔

(۵) عبدالرحیم خان یہ بھی فیروز جنگ کے سوتیلے بھائی تھے عالمگیر کے عہد مین انکو خانی خطاب ملا تھا اور عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم بہادر شاہ کے وقت مین چین قلیچ خان خطاب ملا دلاور علی کی لڑائی مین نظام الملک کی ہراول کی فوج کے سردار تھے اور عالم علی خان کی لڑائی مین سیدھے

ہاتھ کی فوج کے افسر تھے۔ لڑائی فتح ہونے کے بعد ۱۱۲۳ھ ہجری مین پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب کو پہنچکر نصیر الدولہ صلابت جنگ خطاب پایا ماٰثرالامرا مین ایسی طرح لکھا ہے۔

میر شہاب الدین خان المخاطب
بہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

یہ عابد خان المخاطب بہ قلیچ خان کے بڑے بیٹے اور آصف جاہ اول کے باپ ہین انکے باپ انکو وطن مین چھوڑکر ہندوستان مین آ گئے تھے یہان جم جانے کے بعد انکو اپنے پاس بلایا لکھتے ہین کہ ایک دن سبحان قلی خان والی توران فالیز کی سیر کو گیا تھا اس موقع پر میر شہاب الدین نے خواجہ یعقوب جوئباری اور رستم بے اتالیق سے کہا کہ میرا باپ ہندوستان مین مجھکو طلب کر رہا ہے اور خان رخصت نہین دیتے چونکہ وقت آپہنچا تھا یہ دونون شخص خان کے پاس گئے اور عرض کیا کہ شہاب الدین کو انکے باپ کے پاس چلے جانے کی اجازت دیدی جائے خان نے شہاب الدین کو اپنے پاس بلاکر فاتحہ پڑھی اور کہا کہ تم ہندوستان کو جاتے ہو وہان بڑے آدمی ہو جاؤگے اتنا کہ ایسے رتبے کو پہنچے کہ سلاطین بلخ و بخارا کی دولت و مکنت اُنکے سامنے بے حقیقت تھی۔

ہندوستان مین ورود

عالمگیر کی تخت نشینی سے بارھوین سال (۱۰۸۰ھ ہجری) مین میر شہاب الدین خان ہندوستان مین آئے اور بادشاہ کی ملازمت سے باریاب ہوئے بادشاہ نے ان کو منصب سہ صدی ذات اور ستر سوار کا دیا۔

راج سنگھ اوّل رانائے اودیپور پر شاہی فوج کشی مین
شہاب الدین خان کا شریک ہونا

یہ رانا ایک سخت مزاج شخص تھا اُسنے اپنے ایک برہمت اور چارن وغیرہ کو غصے مین مار ڈالا تھا جس کے کفارے مین غیر قوم والون کے مقابل لڑکر مارا جانا عمدہ سمجھا گیا تھا شروع مین عالمگیر کے ساتھ اسنے اطاعت شعاری کا برتاؤ کیا تھا چنانچہ آداب عالمگیری مین کہ جس کے اصل مسودات کا کاتب منشی دارالانشاہی شیخ ابوالفتح ساکن ٹھٹہ المخاطب بہ قابل خان اور جمع کرنے والا

شیخ محمد صادق متوفی سنہ ۱۰۹۲ ہجری ہے ایک فرمان عالمگیر کا رانائے مذکور کے نام مندرج ہے اس سے یہ امر بخوبی روشن ہے۔

عمدۂ اخلاص کیشان دولت خواہ زبدۃ الاعیان والاشباہ خلاصۃ الاماثل والاقران نقاوۃ النظائر والاخوان سلالۂ فدویت نشان سزاوار لطف و احسان مخلص باختصاص فدوی درست اخلاص راجہ راجہائے عالی مقدار مستوجب العنایت رانا راج سنگھ مشمول توجہات شاہی مستظہر و مستبشر بودہ بدانند۔ عرضداشت مشتمل بر حسن عقیدت و اخلاص و فرستادن تہور شعار راو کیسری سنگھ بحضور پُرنور و حوالہ یافتن بعضے ملتمسات بتقریر او در حینے کہ خاطر حق شناس حقیقت اساس انتظار آن داشت رسیدہ فیض اندوز مطالعہ خاص گردید مومی الیہ بشرف مراحم خسروانہ امتیاز یافت و آنچہ در باب بعضے محال و آبادانی چیتوڑ و سلوک بدستور سلاطین ماضین التماس نمود تمامہ درجہ پذیرائی یافت باید کہ آن عمدہ راجہائے بلند مقدار عنایات و التفات والائے شاہی را مند جمیع مواد شامل حال خود دانستہ مطمئن خاطر بودہ خود را نمادما را از خود تصور نماید الحال بکرم الٰہی علت عطیات در پیشگاہ والا آنچہ بایستے کرد و مصلحت مقتضی آن شد بوجہ احسن و آئین نیک بعمل آمد و در تصمیم عزم بمقصد حقیقی حالت منتظرہ نماند چنانچہ روز یکشنبہ بیست و یکم ماہ حال ساعت کوچ رایات عالیات مقرر و مصمم گشت انسب آنکہ فوج شایستہ آن سرآمد راجہائے بلند مقدار فردا کہ شنبہ باشد بسرکردگی پسر یا برادر او در رکاب نصرت نصاب برسد و بوجہے من الوجوہ توقف و اہمال واقع نشود تا بتائید مؤید حقیقی بتحصیل مطلبے کہ پیش نہاد ہمت والا است پردازیم

کرنیل جیمس ٹاڈ نے جو ایک مراسلہ رانائے مذکور کا اپنی کتاب تاریخ راجستان میں عالمگیر کے نام نہایت گستاخی و جسارت آمیز مضمون کا نقل کیا ہے وہ اس فرمان کو دیکھتے ہوئے بالکل جعلی و غلط معلوم ہوتا ہے۔

جب اس رانا نے جودھپور کے راٹھوروں کی مدد پر کمر باندھی اور عالمگیر سے سرکشی کی تو بادشاہ نے ناراضی کے ساتھ راجپوتانہ پر چڑھائی کی اور رجب سنہ ۱۰۹۰ ہجری مطابق جولائی سنہ ۱۶۷۹ع میں راجپوتوں اور رانا کی تنبیہ کے لیے اجمیر کو روانہ ہوا رانا پہاڑوں میں گھس گیا حسن علی خان بہادر عالمگیری رانا کے تعاقب میں مامور تھا اسکی خبر نہیں ملی تھی بادشاہ نے آدھی رات کے وقت میر شہاب الدین خان کو بلایا اس زمانے میں یہ قلیچیوں کی جماعت کے ساتھ شاہی دولت خانے کی حفظ و حراست کے لیے اسکے آس پاس مقیم تھے بادشاہ نے کہا کہ حسن علی خان چند روز سے

رانا کے تعاقب مین گیا ہوا ہے اس کا پتہ نہین تم جا کر اسکی خبر لاؤ با وجودیکہ انکو میواڑ کے پہاڑون اور راستون کی کیفیت معلوم نہ تھی مگر تلاش مین قلعچیون کی جماعت کے ساتھ چل نکلے دو روز دوشب کے بعد حسن علی خان کی خبر لیکر واپس آ گئے رات کو بادشاہ کے حضور مین بخشیون کی وساطت سے پہنچے منصب مین دو سو کا اضافہ ہو کر ہفت صدی کو پہنچ گئے خانی خطاب ملا فیل اور کمان اور ترکش بھی بادشاہ نے بخشا اور بادشاہ نے احکام دیکر حسن علی خان کے پاس لوٹا دیا جیسا کہ آثر عالمگیری مین مذکور ہے اور یہ بھی اسی کتاب مین آیا ہے کہ حسن علی خان پہاڑ کے درے سے گذر کر اُتاک پہنچ گئے مگر انکے آنے سے قبل رانا خیمے اور دوسرا اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس سفر مین کثرت سے غلہ لشکریون کے ہاتھ آیا جس سے ارزانی ہو گئی ساتوین محرم سلاللہ ہجری کو حسن علی خان خیمے وغیرہ جو رانا سے ہاتھ آئے تھے بیس اونٹون پر لدوا کر واپس آ گئے۔

جلد دوم تاج التواریخ مطبوعہ مطبع نصرت المطابع دہلی مؤلفہٗ مولوی نصرت علی دہلوی کے صفحۂ ۲۲ مین مذکور ہے کہ رانا کی شکست کے بعد منجملہ ان قیدیون کے جو عالمگیر کے دربار مین زندہ گرفتار ہو کر آئے ایک رانی اودیپوری (اودیپور کے راجہ کی بیٹی) بھی تھی جس کی عمر قریباً ۲۵ سال کی ہوگی اس وقت تک اس لڑکی کی شادی نہین ہوئی تھی جس کو حسین اور خوبصورت پاکر عالمگیر نے اپنے محل مین داخل کیا شاہزادہ محمد کام بخش اسکے بطن سے پیدا ہوا جس کا بیاہ بادشاہ نے جمیلۃ النساء عرف کلیان کنور دختر امرچند ہمشیرہ جگت سنگھ زمیندار منوہر پور سے کیا۔ یہ بائی اودیپوری ہتیاربند اور دلیر تھی اور مردون کے پہلو بہ پہلو داد مردانگی دیتی تھی اس لیے رانا کی طرف سے اسکو بالکل آزادی حاصل تھی یہ اکثر اوقات گھوڑے پر سوار ہو کر جا بجا گشت کرتی اور جب کوئی عظیم الشان جنگ پیش آتی تو ہتیاربند میدان جنگ مین جا کر جوہر دکھاتی اسنے ابتک اپنے لیے کوئی شوہر تجویز نہین کیا تھا۔ حدیقۃ الاقالیم مین لکھا ہے کہ یہ عورت عالمگیر کے بعد شوہر کی رحلت اور اپنے بیٹے کام بخش کی مفارقت اور اعظم شاہ کے جسکو اسنے بیٹا بنایا تھا مارے جانے کے غم سے مر گئی۔

بعد اسکے میر شہاب الدین خان درگداس راٹھوڑ اور سونگ کی تنبیہ کے لیے مامور ہو کر سروہی کی طرف بھیجے گئے۔

شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت مین شریک نہ ہونا

عالمگیر نے جو اپنے شاہزادے محمد اکبر کو بڑی فوج دیکر راجپوتون کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا تھا درگداس نے جو ایک بڑا چالاک راٹھوڑ تھا شاہزادے کے پاس ایک لسان چارن کو بھیجکر اسے باپ سے مخالف کرا کے اپنے ساتھ ملا لیا جب یہ راز مخفی برملا ہوا اور خیمے خیمے مین سب چھوٹے بڑون کو خبر

معلوم ہوگئی کہ دُرگداس تیس ہزار راجپوت سوار لیکر محمد اکبر سے مل گیا اور یہ خبر بھی عالمگیر کو معلوم ہوئی کہ محمد اکبر نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ جاری کیا اور بادشاہ کی طرف لڑنے کے ارادے سے آرہا ہے تو بادشاہ نے اسکے تدارک کی فکر کی بادشاہ نے شہاب الدین خان کو بطریق ہراولی بھیجا کہ وہ محمد اکبر کے لشکر کی خبر تحقیق لاے (جسکو راجپوتون نے اپنے بند و بست سے مسدود کر رکھا تھا) اور اپنے حقیقی چھوٹے بھائی مجاہد خان سے خط و کتابت کرے وہ محمد اکبر کے ساتھ بتقاضاے وقت و مصلحت رفاقت مین شریک ہوے تھے اور منتظر تھے کہ کوئی موقع ملے تو یہان سے نکل جائین شاہزادے نے میرک خان کو جو اس کا معزز ملازم تھا میر شہاب الدین خان کے پاس بھیجا اور بہت سے وعدے کرکے عالمگیر سے منحرف کرنا چاہا شہاب الدین خان نے میرک خان کو حیلہ و حوالہ مین رکھا اور بغاوت مین شامل نہوے۔

مجاہد خان کو جب اپنے بھائی کے نزدیک آنے کی خبر پہنچی تو اُسنے محمد اکبر سے التماس کیا کہ اگر حکم ہو تو مین جاکر اپنے بھائی کو استمالت کرکے اپنے ساتھ لے آؤن۔ محمد اکبر نے اسکو اجازت دی۔ نقد و جنس جو لے جاسکا وہ لے باقی اسباب کو وہین چھوڑ بھائی کے پاس پہنچا دونون متفق ہوکر اور تمام راستہ دو دن مین طے کرکے بادشاہ کے پاس آگئے بادشاہ کو اُنکے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ شہاب الدین خان کو شہاب الدین خانی خطاب دیا اور عرض کرر کی داروغگی بخشی۔ مجاہد خان سے اکبر کے لشکر کی حقیقت اور موافق و منافق اور مجبور و غیر مجبور کی تعداد پوچھی کہ اس اثنا مین محمد اکبر کے لشکر سے اور مردم روشناس بادشاہ کے پاس آنے شروع ہوے مجاہد خان کے چلے آنے کے بعد محمد اکبر کے لشکر مین تزلزل پیدا ہوا اس کا دربار ٹوٹا کئی راجے اور امیر اسکے پاس سے بادشاہ کے پاس چلے آے اور بہت سے بھاگ گئے۔ راجپوت یہ دیکھکر کہ سارا مقابلہ ہمارے سر آپڑے گا اپنے گھرون کو چلے گئے یا بادشاہ کے پاس چلے آے اور محمد اکبر بھی دکن کی طرف فرار ہوگیا۔

خاندیس اور مالوے کی تسخیر مین حصہ لینا

احکام عالمگیری مین لکھا ہے کہ عالمگیر نے اپنے شاہزادے کی استدعا کے بموجب شہاب الدین خان فیروز جنگ کو حکم دیا کہ شاہزادے کی خدمت مین پہنچکر مرہٹون کے کشت و خون کو اپنے ذمے سمجھے اور اُن کو خاندیس اور مالوے سے نکالدے۔

دکن مین مرہٹون پر کامیابیان حاصل کرنیکے صلے مین مناصب مین ترقی ہونا

جب عالمگیر دکن مین آیا تو ۱۰۹۳ھ ہجری مین شہاب الدین خان کو نولج جنیر کے متمردون کی تادیب کے لیے

مقرر کیا اور گرز برداروں کی جو احدی بھی کہلاتے تھے داروغگی سے کرم خان کو معزول کرکے یہ خدمت بادشاہ نے شہاب الدین خان کی غیبت مین انکے نام مقرر کردی اور ایک دوسرے امیر کو اُن کا نائب بنا دیا۔

بنیر کے علاقے مین پہنچکر شہاب الدین خان نے ایسے رستمانہ حملے کیے کہ دشمن مغلوب ہوگئے اور تمام علاقہ لٹ گیا۔ بقول خافی خان اسی سال عالمگیر نے اُن کو قلعۂ رام سیج کی تسخیر کے لیے بھیجا تھا جو کہ قلعہ دار وہان کا نہایت کوشش سے مقابلہ کر رہا تھا اور قلعے مین توپ تھی تو لکڑی اور چمڑے سے توپ بناکر اس سے گولہ باری موقع پر کراتا۔ خان فیروزجنگ فتح کرنے سے عاجز ہوگئے اس لیے بادشاہ نے انھین اپنے پاس بلاکر خان جہان کو فتح کے لیے مامور کیا۔ بادشاہ نے سنہ ۱۰۹۴ ہجری مین اُن کو خطاب **غازی الدین خان** عطا کیا جو تین پشتون تک خاندان آصفیہ کا خاص خطاب رہا اور سنہ ۱۰۹۵ ہجری مین قلعہ راہیری کی تسخیر کے لیے جہان سنبھاجی رہتا تھا بھیجے گئے یہ شخص شیواجی کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کی طرح عجیب فتنہ پرداز تھا۔ باوجود وصف شجاعت اور تدبیر کے قزاقی اور عیاری مین بھی نظیر نہین رکھتا تھا۔

سنہ ۱۰۹۱ ہجری مین شیواجی نے راہیری مین انتقال کیا تو یہ باپ کا قائم مقام ہوا۔ شہاب الدین خان نے راہیری کے تمام علاقے کو برباد کرکے بڑے بڑے سرداران مرہٹہ کو قتل کیا۔ بادشاہ نے خطاب **فیروزجنگ** عطا فرمایا اور نقارہ مرحمت کیا۔ سنہ ۱۰۹۶ ہجری مین ماہی مراتب بخشا۔

بیجاپور کی تسخیر مین کارگذاری

عالمگیر نے ۲۴ جمادی الاولی سنہ ۱۰۹۶ ہجری کو بڑے سازوسامان کے ساتھ بیجاپور کی تسخیر کے لیے فوج بھیجی اور خود بھی دکن مین آکر کبھی برہانپور مین کبھی اورنگ آباد مین کبھی احمد نگر مین رہتا تھا رات دن اسی مہم کا اہتمام پیش نظر تھا۔ لیکن جب یہ مہم کسی سے سر نہ ہوسکی تو خود بیتابانہ ماہ جمادی الاخرے سنہ ۱۰۹۷ ہجری مین کوچ کرکے غرۂ رجب کو شولاپور کے علاقے مین آیا۔ ۱۶ رجب کو کندنول کے مقام سے لشکر بیجاپور کی حملہ آور سپاہ کی کمک کے لیے بھیجا اور شاہزادہ محمد اعظم کو شاہ کا خطاب دیکر کل سپاہ کا اہتمام اسکے ہاتھ مین دیکر اُدھر کو روانہ کیا جو بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ پہنچکر بیگم حوض پر اُترا۔

طول محاصرہ کی وجہ سے اعظم شاہ کے لشکر پر قحط عظیم واقع ہوا کسی طرف سے رسد نہین آتی تھی کیونکہ سنبھاجی نے اپنی فوج سے ہر طرف کے راستے بند کرادیے تھے راستون پر اسکے سپاہی

سلہ احدی پہلے یکے کہلاتے تھے اکبر نے احدی خطاب دیا ۱۲

متعین تھے اور خود عالمگیر کے مقبوضات مین لوٹ مار کا بازار گرم کردیا تھا۔ رسد کی یہانتک قلت ہوئی کہ چوپاے اور آدمی بھوک کی تکلیف سے ضایع ہونے لگے لشکر کے آدمی گھوڑے اونٹ بیل اور گائین وغیرہ کاٹ کوٹ کر کھانے لگے جو کچھ گھوڑے باقی تھے ان مین ہڈی اور پوست کے سوا کچھ نہ رہا تھا یہانتک کہ شاہزادے کی محل خاص جانی بیگم اپنے ہاتھی پر سے تیر زنی کرتی اور امرا کو تسلی و دلاسا دیتی جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو خان فیروزجنگ کے ساتھ پندرہ بیس ہزار بیلون پر رسد لد واکر اور انکے بھائی مجاہد خان اور تیرانداز خان اور دوسرے امرے تجربہ کار کو ہمراہ کرکے شاہزادے کے لشکر مین بھیجا جب یہ قافلہ پرگنہ اندی کے پاس بیجاپور سے پندرہ بیس کوس پر پہنچا اور بیجاپور کے سرداروں کو جنھون نے مرہٹون سے ملکر شاہزادے کے لشکر کو چارون طرف سے گھیر رکھا تھا اس کا حال معلوم ہوا تو چند ہزار سوار و پیادے شاہزادے کے محاصرے کے لیے چھوڑ کر چالیس پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ کے قریب پیادہ کر انکی غازی الدین خان سے لڑنے اور رسد چھیننے کو بھیجے مقابلے کے وقت فیروزجنگ اور انکے بھائی مجاہد خان نے دشمن سے خوف نہ کھا کر ایسی مردانگی سے تیغ زنی کی کہ مجبور ہو کر دشمن نے پیٹھ دکھادی ان چیزون کے پہنچ جانے سے لشکر کو رفاہ حاصل ہوگئی سب نے تعریف کی اور شاہزادے نے خوش ہو کر غازی الدین خان کو گلے سے لگالیا اور طرح طرح نوازشات سے سرفراز کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو بہت مسرور ہوا اور کئی طرح کے سلوک کیے اور فرط عنایت سے فرمایا کہ جس طرح اللہ نے فیروزجنگ کی طرف سے خاندان تیموریہ کی عزت قائم رکھی اسی طرح اسکی اور اسکی اولاد کی روز قیامت تک آبرو قائم رہے خافی خان اور میر عالم نے اسی طرح لکھا ہے۔ تاریخ بیجاپور مین آیا ہے کہ آخرکار بادشاہ نے اعظم شاہ کو اپنے پاس بلالیا اور لڑائی کا تمام اہتمام فیروزجنگ کے ہاتھ مین دیا ایک بار شہاب الدین خان کو معلوم ہوا کہ چھ ہزار جنگی پیادے پیرا نایک زمیندار سکریا کی طرف سے رسد کا سامان بیجاپوریون کے لیے لیکر آرہے ہین انھون نے دھاوا کیا اور تمام آدمیون کو تہ تیغ کرکے رسد چھین لی اور لشکر مین لے آے عالمگیر نے بیجاپور کے قلعے کی تسخیر کے لیے اپنی تمام ہندوستان کی اکثر سپاہ پہنچادی تھی اور طرح طرح کے سامان جنگ بھیجتا رہتا تھا مگر پھر بھی قلعہ فتح نہوا۔ آخرکار خود اس لڑائی کا اہتمام شروع کیا اور اپنے خیمون سے کوچ کرکے غازی الدین خان کے مورچون سے ایک کوس کے فاصلے پر آکر ٹھہر گیا جب بیجاپوریون کو یقین ہوگیا کہ قلعہ اب نہین بچ سکتا تو صلح کرنے پر آمادہ ہوے اور غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۹۷ ہجری کو سعید خان ترین۔ منشی عبدالرؤف خان۔ شیخ حسین منشی سید مخدوم شرزہ خان اور حافظ افضل رات مین غازی الدین خان کے پاس آے اور بات کرکے رات ہی مین لوٹ گئے پھر دوسری ذیقعدہ کو شرزہ خان و عبدالرؤف خان

شب مین غازی الدین خان کی ملاقات کے لیے آے اور صلح کا عہد و پیمان کرکے رات ہی مین لوٹ گئے اور سلطان سکندر عادل شاہ سے کہا کہ قلعہ عالمگیر کے سپرد کر دیجیے ۲۴ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ کو سکندر عادل شاہ قلعے سے باہر آیا اور عالمگیر کے پاس جا کر ملازمت حاصل کی بادشاہ نے اسکی بہت عزت کی اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ اُسکے مصارف کے لیے مقرر کر دیا۔ عبدالروف خان میانہ اور سید مخدوم شرزہ خان کو منصب ہفت ہفت ہزاری دیگر اول کا خطاب دلیر خان اور دوسرے کا رستم خان مقرر کیا اور بیجاپور کا نام دارالظفر رکھا اور بیجاپور کی فتح کا سہرا غازی الدین خان فیروز جنگ کے سر پر سجایا اس فتح کا مادہ تاریخ سد سکندر گرفت ہے جس سے ۱۰۹۸ ہجری برآمد ہوتے ہین لیکن بیجاپور کی تاریخ مین جس کا نام بساتین السلاطین ہے ۱۰۹۷ ہجری سال فتح لکھے ہین شاید مادہ تاریخی مین ایک عدد کی بیشی یا بساتین السلاطین مین ایک عدد کی کمی ہوگی لیکن مجمع الملوک سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے جو رسد پہنچائی تھی اسوجہ سے عالمگیر نے یہ عزت بخشی کی چنانچہ اسکی اصل عبارت یہ ہے "بسبب رسانیدن رسد در تسخیر بیجاپور حکم سلطانی شد کہ فتح آنجا بنام او نویسد" خان موصوف سے اس موقع پر ایسی عمدہ بہادری اور خدمات عالی ظہور مین آئین کہ سابقہ القاب پر **فرزند ارجمند** کا لفظ اضافہ ہوا۔ بادشاہ نے دستخط خاص سے یہ فقرہ وقائع نگار کل کو لکھ بھیجا کہ وقائع مین داخل کرے "بدستیاری فرزند بے ریو و رنگ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ مفتوح شد" مجمع الملوک مین بھی بساتین السلاطین کے مطابق ہے مآثر عالمگیری مین لکھا ہے کہ بادشاہ نے بیجاپور کا نام دارالظفر رکھا تھا۔

قلعۂ اودگیر کی فتح اور گولکنڈے کی کشایش مین کوشش

برہان پور کی تسخیر کے بعد خان فیروز جنگ نے قلعہ ابراہیم گڑھ عرف **اودگیر** کو جسے گلزار آصفیہ مین اتیگر اور حدیقۃ العالم مین اتیگیر لکھا ہے جبراً و قہراً فتح کر لیا۔ گلزار آصفیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خان فیروز جنگ کی فتح کی یادگار مین اسکا نام **فیروز گڑھ** مقرر ہوا یہان ایک پہاڑی پر جس کا نام اتیگر ہے ایک قلعہ ہے پس اسکی مناسبت سے سرکار فیروز گڑھ اتیگر بولتے ہین۔ پھر بادشاہی فوج مین شامل ہونے کو گولکنڈے کی طرف چلے گئے۔ خافی خان کہتا ہے کہ عالمگیر نے خان فیروز جنگ کو شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے ہراول مین ۲۵ ہزار سوارون کے ساتھ مقرر کیا تھا اور تمام سواران مغلیہ کی تنخواہ نقد مقرر کر دی تھی تاکہ کچھ چڑھا ہوا نہ رہے اور پیچھے سے شاہزادے کے چالیس ہزار سوار اور کافی توپخانہ دیگر بھیجا تھا شاہزادے نے اپنی بیگمات کو گوشۂ محل مین ٹھہرایا عالمگیر نے بیجاپور مین ڈیڑھ مہینہ قیام کیا اور دوسری ذیحجہ ۱۰۹۷ ہجری کو یہان سے کوچ کرکے

۲۸ ذیحجہ کو شولاپور پہنچا اور وہان ایک ماہ تک ٹھہر کر ۲۹ محرم سنہ ۱۰۹۸ ہجری کو گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا وہان سے بیدر ہوتا ہوا حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوا اور ۴ ربیع الاول کو گولکنڈے سے ایک کوس پر مقام کیا اور قلعے کے محاصرے مین مصروف ہوا یہ قلعہ شہر حیدرآباد کے جنوب و مغرب مین کوئی چھ میل کے فاصلے پر ہے۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ حیدرآباد کی فتح کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی بلکہ ہر ایک بات مین بادشاہ اور بادشاہی فوج کو ندامت اٹھانی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ بہت سے مشورے اور گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ خان فیروزجنگ جو ان دونون بڑی چلتی تلوار تھے رات کو شبخون کرین اور کمندین ڈال کر قلعہ پر چڑھ جائین چنانچہ وہ ایک شب بڑے بڑے جانباز سپاہیون کو ساتھ لیکر رات بھر اندھیری رات کی تاریکی مین چھپے رہے صبح ہوتے ہی کمندین اور زینے لگا دیے اور جب سپاہی اُنپر چڑھنے لگے تو حاجی محراب مقرب خاص کہ اکثر معاملون مین خفیہ نگہداشت اس کا کام تھا فیروزجنگ کی کارروائی دیکھنے مین کہین چھپا ہوا تھا وہ اُسی وقت دوڑا آیا بادشاہ ابھی سجادے پر تھا کہ دور سے ہی مجرا ے سلام مبارکباد کرنے لگا اور کہا کہ فوج قلعے پر چڑھ گئی اورنگ زیب بھی خوشی کے مارے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ فتح کے شادیانے کیون نہین بجواتے ساتھ ہی پوشاک پہن کر سواری منگوائی اور خود تماشا دیکھنے کو تیار ہوا تمام آس پاس کے لوگ آتے تھے اور آداب تسلیمات عرض کرکے مبارکبادین دیتے تھے اتنے مین خبر آئی کہ منصوبہ الٹا پڑا اور جان نثارون کو بڑی چشم زخم پہنچی صورت یہ ہوئی کہ برجون کے پہرے دار اورنگ زیب کے سپاہیون کی پانون کی آہٹ سنکر بیدار ہوگئے مگر چپکے بیٹھے رہے آہستہ آہستہ ہتیار لگا کر مقابلے کے لیے تیار ہوگئے اور لوہے کے نیچے ہاتھون مین چڑھا لیے جون ہی شاہی لشکر کے سپاہیون نے فصیل سے سر نکالا کہ قلعے والون نے پہلے ہی وار مین پگڑیان اور خود اڑا دیے بعد اسکے سر گھسوٹ اور منہ نوچ کر اس طرح ڈھکیلا کہ اوپر والون نے نیچے والون کو لیتے ہوئے زمین پر آکر دم لیا جو زندہ رہے خراب خستہ لوٹتے پیٹتے ڈیرون مین آگئے حالت یہ تھی کہ کسی کی صورت نہ پہچانی جاتی تھی

۲۴ ذیقعدہ سنہ ۳۱ جلوسی مطابق سنہ ۱۰۹۸ ہجری کو آٹھ ماہ اور چند روز متواتر کوشش کے بعد گولکنڈے کا قلعہ مفتوح ہوا اور تاناشاہ ابوالحسن قطب شاہ کو بادشاہ نے قید کرکے دولت آباد بھیجدیا میرے نزدیک سد بکندر گرفت اسی قلعے کی فتح کی تاریخ ہے جو مورخون کی غلطی سے بیجاپور کی فتح کے موقع پر لکھدی گئی ہے۔ تاناشاہ اپنی جوانی مین بالکل عیش و عشرت مین مصروف تھا اس لیے امور ریاست کی طرف انکی توجہ مبذول نہین ہوئی۔ شہاب الدین خان نے اس محاصرے مین بڑی کوشش اور بہادری ظاہر کی اور خود بہت سے زخم کھاے۔ انکے باپ بھی اس

محاصرے مین زخمی ہو گئے تھے جن کا دوران محاصرہ مین انتقال ہو گیا تھا۔ حیدرآباد کے مفتوح ہونے کے بعد ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا منصب بادشاہ نے شہاب الدین خان کو دیا۔ بادشاہ کے حکم سے روح اللہ خان نے دوسری صفر ۱۰۹۹ھ ہجری کو قلعہ سکر پر قبضہ کر لیا یہ قلعہ بام نایک کے ہاتھ مین تھا جو عادل شاہیون کا ایک ماتحت تھا بادشاہ نے اس قلعے کا خطاب **نصرت آباد** مقرر کیا بام نایک خود قلعہ حوالے کر کے بادشاہ کے پاس چلا گیا تھا۔ **تنبیہ** نصرت آباد نام سکھر علاقہ سندھ کا ہے پس صحیح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بام نایک کے قلعے کا نام **نصرت گڑھ** رکھا ہو گا جیسا کہ بعض کتب مین نظر سے گذرا ہے۔ سنگر پہ

غرہ ربیع الاول کو بادشاہ حیدرآباد سے کوچ کر کے بیدر پہنچا اور وہان سے ۳ جمادی الاولی کو گلبرگہ مین آیا اور وہان سے چل کر ۲۲ ماہ مذکور کو بیجاپور مین پہنچ گیا اسی زمانہ مین قلعہ ملیگاؤن جو بیجاپور کے توابع سے تھا شاہزادہ محمد اعظم کی کوشش سے فتح ہوا بادشاہ نے اسکو اعظم گڑھ اور بقولے **اعظم نگر** خطاب دیا۔ ۱۸ شوال ۱۰۹۹ھ ہجری کو میر شہاب الدین خان کی کوشش سے **ادھونی** کا مضبوط قلعہ فتح ہوا۔ سیدی مسعود خان بیجاپوری جو عادل شاہیون کا بڑا عمدہ سردار تھا اور اس قلعے کی محافظت کے لیے مقرر تھا وہ اول اول لڑا تھا پھر صلح سے قلعہ دیدیا اس لیے عالمگیر نے مسعود خان کو خطاب خانی اور ہفت ہزاری منصب عطا کیا اور قلعے کا خطاب **امتیاز گڑھ** مقرر ہوا جب خان فیروزجنگ نے عرضداشت بھیجی تو بادشاہ نے شادیانے کا نقارہ بجوایا اور فیروزجنگ کے لیے خلعت بھیجا خان فیروزجنگ قلعے کا تمام سامان ضبط کر کے بادشاہ کے پاس ۵ صفر ۱۱۰۰ھ ہجری کو حاضر ہوے بادشاہ نے بہت مہربانی فرمائی اور یہان کے قلعدار کو حکم دیا کہ خان فیروزجنگ کے ساتھ رہے اور اسکو مرادآباد مین جاگیر بخشی۔

عالمگیر کے بڑے شاہزادے محمد معظم نے بیجاپور کے محاصرے کے وقت سکندر عادل شاہ سے خفیہ خط و کتابت کی تھی جس کی خبر بادشاہ کے کانون تک پہنچ گئی تھی مگر یقین کے درجے کو یہ بات نہین پہنچی تھی محض ایسا گمان تھا۔ گولکنڈے کے ایام محاصرہ مین ابوالحسن تاناشاہ کے ساتھ بھی شاہزادے نے خط و کتابت کی تھی بعض آدمیون کے ہاتھ اسکے خط آگئے وہ انھون نے بادشاہ کو دکھا دیے بادشاہ بہت ناراض ہوا اور تمام کارخانے اور مال و اسباب ضبط کر کے معظم اور اسکے دونون بیٹون کو نظر بند کر کے ایک خیمے مین رکھا۔

عالمگیر کو گولکنڈے والون سے اسلیے عداوت ہو گئی تھی کہ ۲۷ صفر ۱۰۶۷ھ ہجری کو شیواجی نے جو مرہٹہ کی ریاست کا مشہور بانی تھا آگرے سے مفرور ہونے کے بعد گولکنڈے مین پہنچکر اپنے تئین ظاہر کیا تو قطب شاہیون نے اسکو روپے اور فوج سے مدد دی تھی۔

وبائے طاعون مین خان فیروز جنگ کا نابینا ہوجانا

ابھی عالمگیر بیجاپور مین تھا اور اُسنے سنہ ہجری مین شہاب الدین خان کو سنبل کے استیصال کے لیے مامور کیا تھا کہ نصف محرم سے بیجاپور مین طاعون پھیل گیا اتنا زور ہوا کہ لوگون کو مردون کا دفن کرنا مشکل ہوگیا عادل شاہ کی ایک بیگم بھی اسی مین مر گئی تو اُس کا جنازہ دفن کرنے کے لیے نوباغ کی طرف لیے جاتے تھے کہ جنازے کے اُٹھانے والون مین سے راستے مین ۱۶۔ آدمی جابجا مر گئے جو آدمی اس وبا مین مرنے سے بچ گئے اُن کے دماغ پر ایسا مادہ پڑا کہ بینائی جاتی رہی گونگے اور بہرے ہوگئے۔ خان فیروز جنگ بھی اسی عارضے مین نابینا ہوگئے اگرچہ بموجب ضابطے کے عالمگیر کے حضور مین نہ پہنچ سکے لیکن سرداری و فوج کشی کے معاملے مین کوئی تفاوت نہ پڑا۔ عالمگیر کو ان سے محبت تھی اُنکے نابینا ہونے کے بعد جو شقہ اُن کو اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور کلمات طیبات اور رموز و اشارات رقعات عالمگیری مین موجود ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

خان فیروز جنگ

مین چاہتا ہون کہ واسطے عیادت اس دل خواہ کے خود ارادہ کرون لیکن کس منہ سے اور کس نظر سے دیکھون اسواسطے سیادت خان کو نیابتاً بھیجتا ہون کہ تا آنکھون سے دیکھے اور مافی الضمیر اظہار کرے اور نورس میوہ جو کچھ کہ بہم پہنچا ہے انگور ہین لیکن اطبائے یونانی واسطے اس عمدہ مخلصان مزاجدان کے مضر کہتے ہین۔ اس واسطے ہم نے بھی اپنے اوپر ناگوار کیا۔ انشاءاللہ تعالیٰ بعد صحت کامل اور شفائے عاجل کے یکجا کھائین گے بعد اسکے یہ شعر لکھا ہے سہ

یارب این آرزوے من چہ خوش ست — تو بدین آرزو مرا برسان

اس شقّے کو دیکھتے ہوے ہم کہتے ہین کہ یہ حکایت جو مشہور ہے کہ عالمگیر نے شہاب الدین خان کی کورنمکی کے بعض ارادون پر مطلع ہو کر اُنکی آنکھون کے معالجے کو اشارہ کیا کہ اس طرح دوا کرے کہ نابینا ہوجاے۔ یہ افواہ محض غلط ہے یا کچھ اس کا وجود ہوگا العلم عند اللہ لیکن عالمگیر بہت کینہ ور اور صاحب غضب تھا۔ اگر اس امر کی کچھ اصلیت ہوتی تو شہاب الدین خان کے پر و پرزے جھاڑ دیتا بلکہ ملک عدم کو پہنچا دیتا۔ عالمگیر کے دل مین اُنکی خیر اندیشی اتنی جمی ہوئی تھی کہ جب آخر آخر مین شہاب الدین خان نے مخالفان دکن کی تنبیہ مین کمر اغماض کیا تو کسی نے عناد کی وجہ سے یہ بات بادشاہ سے عرض کردی اسنے جواب دیا کہ حاشا خان فیروز جنگ ایسا کفران نعمت نہین کرے گا۔

اور حق تحقیق یہ ہے کہ ضرور انھون نے مخالفان بادشاہ کی جنبہ داری کی ہوگی جس کا وہ نتیجہ ہوا اور

ایسا جواب عالمگیر کی مصلحت اور حکمت عملی کی وجہ سے ہوگا۔

باوجود نابینائی کے رستمانہ معرکہ آرائیان جاری تھین

قلعہ ادھونی کی فتح کے بعد خان فیروز جنگ سنتا مرہٹہ کی سزا کے لیے مامور ہوے جسنے عالمگیر کی عمدہ فوج کو برباد کر دیا تھا اور امراے بادشاہی کو قید و قتل کیا تھا وہ قلعہ چنجی* کے مفتوح ہوجانے کے بعد ستارہ کی طرف بھاگ گیا اسکو دھنا جادو کے ساتھ قدیم سے عداوت تھی اس لیے اس ملک مین شورش برپا کی لیکن یہان شکست فاش کھائی اور بحالت تباہ آوارہ پھرنے لگا۔ ایسے وقت مین ناگوبا میشان نام مرہٹہ نے اسکے ساتھ دغابازی کی اور سر کاٹ کر دھنا جادو کے پاس لیے چلا راستے مین شہاب الدین خان کے آدمیون کے ہاتھ آگیا۔ خان مسطور نے سنتا کا سر خواجہ بابے بلے تورانی کے ساتھ بادشاہ کے ملاحظے کے لیے بھیج دیا جس کو بادشاہ نے اس خوشخبری کے صلے مین خوش خبر خان کا خطاب دیا۔ سنہ ۱۱۱۰ ہجری مین اسلام گڑھ عرف دیوگڑھ کی مہم کے لیے مامور ہوے جسکو انھون نے فتح کرلیا بعد اُسکے لشکرگاہ اسلام پوری کی محافظت اُنکے سپرد ہوئی

شہاب الدین خان کی سپاہ کا تزک

جب بادشاہ نے کھیلنا کو فتح کرکے بہادر گڑھ کو مراجعت کی تو نواب نے لشکرگاہ سے اپنی فوج مرتب کرکے بھیجی جو چار کوس جریب تک بادشاہ کی نظر سے گذری بادشاہ اس فوج کو ملاحظہ کرکے بہت خوش ہوا کسی دوسرے امیر کی سپاہ کا یہ ٹھاٹ اور ایسا درست سامان اور ایسی آن بان نہ تھی اور بادشاہ کے واسطے بہت کچھ پیش کش بھی بھیجا تھا یہان تک کہ بادشاہ نے فیروز جنگ کی بعض توپین پسند کرکے اپنے ساتھ کو چلانے مین شامل کرلین اور اپنے پوتے شاہزادہ بیدار بخت کو بطور سرزنش کے لکھا کہ تمھارے محاصل اور آمدنی خان فیروز جنگ سے بہت زیادہ ہے مگر ایسا شایستہ سامان تمھارے پاس مہیا نہین خان فیروز جنگ اپنے پاس سے توپین اور گجنال اور شترنال اور گھڑنال ضرورت سے زیادہ تیار رکھتا ہے۔

نیما سیندھیا کی سرکوبی کے صلے مین

شاہزادۂ محمد اعظم عالی جاہ کی طرف سے سپہ سالار کا خطاب ملنا

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ سنہ ۱۱۱۵ ہجری مین نیما سیندھیا کے تعاقب پر مامور ہوے اور

---

* یہ لفظ جیم تازی و جیم فارسی دونون سے دیکھنے مین آتا ہے لیکن چینجی نظر سے گذرا ہے ۱۲

سپہ سالار کا خطاب ملا اور بیٹا بھی آخرکار بادشاہی نوکر ہوگیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے استقبال کو نربدا پار گیا اور منصب دار بنا دیا گیا لیکن مآثر الامرا کی دوسری جلد کے صفحہ ۷۷۸ مین مرقوم ہے کہ کسی وجہ سے یہ خطاب موقوف رہا۔

اب مین اس معاملے پر روشنی ڈالتا ہون کہ یہ خطاب شاہزادے عالی جاہ محمد اعظم نے بخشا تھا عالمگیر نے جب سنا تو اسے ناگوار ہوا اور کئی وجہ سے اُن کو اس خطاب کے قابل نہ پایا چنانچہ رقعات عالمگیری جس کا نام رقائم کرائم ہے اور سید اشرف خان میر محمد حسین نے اسے جمع کیا ہے اسکے صفحہ ۷۷ مین مرقوم ہے کہ بادشاہ نے عالی جاہ محمد اعظم کو لکھا کہ خان فیروز جنگ کار خود را ناتمام گذاشتہ باوجودیکہ فرزند زادہ خود در برہان پور آمد بدیدنش نرفتہ روانہ برار شد سپہ سالاری نوشتہ از نوشتۂ وکیل معلوم شد یا خبر غیب ست درین مادہ نہ فرمان رفتہ و نہ ما گفتہ ایم بنمایند منصب سپہ سالاری از کجا کردند سوداے غائبانہ جعیت منصب بادشاہی بدون حسن خدمت و بودن رکاب نمی شود فرزند عالی جاہ ہم نہ کنند بحضور بفرسیند یا خود نوکر دارند این صیغہ نصرت جنگ و فیروز جنگ ست آن نور الابصار را این کار چہ کار الی آخرہ۔

اسکی تائید احکام عالمگیری سے بھی ہوتی ہے جسکے صفحہ ۲۸ مین لکھا ہے۔

نشان مکرمت عنوان مشتمل برآنکہ چون عریضۂ عالی بخط خاص مقدس مزین شدہ کہ خان فیروز جنگ بخطاب سپہ سالار مخاطب گشت لہذا آن مرشد زادہ آفاق خان مذبور را سپہ سالار قلمی فرمودہ بودند فقرات نشان مرقوم ہفتم ذی القعدہ از نظر مبارک گذشت و بخط قدسی موشح گردید کہ الانسان مشتق من النسیان چون گمان کار کردہ خود ناکردہ کردن و مادہ فساد رفع ناکردہ معاودت نمودن باوجود رسیدن فرزند زادہ نور الابصار بیرون شہر برہانپور بعزیمت تنبیہ کفرہ فجرہ متشرہ مالوا و سرونج ہمراہ نرفتن و ببرار شتافتن الی آخرہ غرض کہ دونون تحریرون سے مستفاد ہوتا ہے کہ عالمگیر کے بیٹے کو لکھا ہے کہ خان فیروز جنگ کو سپہ سالار کا خطاب دینا بیجا تھا اور عالمگیر کو خان فیروز جنگ کی یہ بات ناگوار تھی کہ اس کا پوتا شہر برہانپور کے باہر پہنچا اور اسکی شرکت مالوے اور سرونج کے باغیون کی سزادہی مین نہ کی اور برار کو چلے گئے اور اپنے کام کو ادھورا چھوڑ دیا۔ نشان شاہزادے کے فرمان کو کہتے ہین اور ایسا خطاب کہ شاہزادے شاہی کہلاتا ہے جیسا کہ مرآت واردات مین ہے

محمد اعظم خلف اورنگ زیب کی شہاب الدین خان سے نخوت

۲۷ ذیقعدہ ۵۱ سنہ جلوس مطابق ۱۱۱۸ سنہ ہجری روز جمعہ کو پہر دن چڑھے پچاس سال ۲۷ یوم سلطنت کر کے عالمگیر نے وفات پائی۔ خان فیروز جنگ اسوقت برار کے گورنر تھے اور

ایلچپور مین ان کا قیام تھا اگرچہ شاہزادہ محمد اعظم بن عالمگیر کے ساتھ اُنکو بہت عقیدت اور اخلاص اور ربط تھا مگر شاہزادہ بوجہ اپنی جبلی نخوت اور فطری غرور کے خان مذکور کے ساتھ مناسب برتاؤ نہین کرتا تھا اور اپنے بھائی محمد معظم سے جنگ کے لیے روانہ ہوا تو ایسے سردار کو ساتھ نہ لیا محمد معظم لاہور سے روانہ ہوا اور اعظم شاہ مع اپنے بیٹے بیدار بخت کے احمد نگر سے چلا ذوالفقار خان نے اورنگ آباد کے علاقے مین شرف نیاز حاصل کیا۔ اعظم شاہ نے ان سے کہا کہ جو کچھ مناسب وقت ہو تم بھی عرض کرو التماس کیا کہ شہنشاہ مرحوم (عالمگیر) کی طرح قبائل کو دولت آباد مین رکھدیا جائے اور آپکے ساتھ کے آدمی بہت بے سروسامان ہین اُنکو خزانے سے دو ماہ کی تنخواہ مرحمت ہوجائے تاکہ سپاہ گری کا سامان درست کرلین اور روانگی فردا پور کی پہاڑی کی طرف سے نہو بلکہ دیول گھاٹ کی طرف سے عزیمت فرمائی جائے تاکہ شہاب الدین خان بھی ساتھ ہوجائین۔ اعظم شاہ نخوت و غرور سے سرمست تھا جواب دیا کہ قبائل کو ایسی حالت مین چھوڑ جانا چاہیے تھا کہ مقابل دارا شکوہ کے پلے کا ہوتا اور معظم کا حال معلوم ہے اس سے اندیشہ نہین کہان دارا شکوہ اور کہان وہ۔ مجھے اپنی سپاہ سے پوری توقع ہے بادشاہی آدمی صرف مبارک سلامت کے کام کے ہین انسے کیا ہوسکتا ہے اور ایک نابینا کے لیے (مراد اس سے شہاب الدین خان ہین) آقا کو چھوڑنا مناسب نہین۔ یہ شاہزادے کی نہایت نخوت تھی حالانکہ تمام تورانی شہاب الدین خان کی اطاعت مین سرگرم تھے اور انکی سرداری کو مانتے تھے۔ جب اعظم شاہ نربدا سے اُتر گیا تو شہاب الدین خان کو لکھا کہ برار سے آکر برہان پور مین ٹھہر جائین۔

بمقام جاجمئو قریب دھولپور دونون شاہزادون کی فوجون کا مقابلہ ہوا اس جنگ و جدل کے کشت و خون سے بدتر حال ہندوستان کی تاریخ مین مسلمانون کے عہد کا درج نہین ہوا ہے اعظم شاہ اور اسکے بیٹے بیدار بخت نے ۱۱۱۹ہجری مطابق ۱۷۰۷ء مین ہلاک ہوکے اپنے دعوے کو ختم کیا اور محمد معظم الملقب بہ شاہ عالم بہادر شاہ پر قلمرو ہندوستان کی بادشاہت مسلم ہوئی اور شاہ عالم کی سریرآرائی کے بعد فیروز جنگ گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا جسکا دارالحکومت احمدآباد مین تھا۔

خان فیروز جنگ کا شاہ عالم کے حکم سے سپاہ کی تیاری کرکے مارواڑ کے راجپوتون کی جنگ کے لیے روانہ ہونا اور مقام مقصود تک پہونچنے سے قبل بیمار ہوکر مرجانا

مرآت احمدی مین لکھا ہے کہ جب اجیت سنگھ مہاراجہ جودھپور نے عالمگیر کی وفات کے بعد

اجمیر پر قبضہ کر لیا اور ملک مین فساد کرنے لگا تو شاہ عالم بہادر شاہ نے اجمیر کا ارادہ کیا اور خان فیروز جنگ کو حکم بھیجا کہ عمدہ لشکر اور آراستہ توپخانہ لیکر احمد آباد گجرات سے ہمارے پاس آجاے اسکے ساتھ یہ حکم بھی بھیجا کہ اپنی قدیمی فوج کے سوا ایک لاکھ اور چھپن ہزار روپے ماہوار کے تین ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے فی نفر سوار ۲۵ روپے ماہوار اور فی پیادہ چار روپے ماہوار کی شرح سے بھرتی کرلین بادشاہ نے عبدالمجید خان دیوان صوبہ کو حکم بھیجا کہ جب سے خان فیروز جنگ احمد آباد سے روانہ ہوکر سہ بندی کی بھرتی شروع کرین تو بموجب سرشتہ نگہداشت بخشی صوبہ کے رسید لیکر تنخواہ کے روپے انکو دیدے دیوان مذکور نے آٹھ ماہ اور ۲۴ یوم کی تنخواہ کے حساب سے گیارہ لاکھ روپے اُن کے حوالے کر دیے اور دیوان صوبہ کو بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ پانچ توپین اور پچاس گاڑیان اور ڈیڑھ سو شترنال اور تین ہزار بان اور ہزار من بارود اور سو من مہتابین توپخانہ سرکار سے اور دو سو بیلدار اور سو تبردار اور سو بہشتی اور ہزار من سیسہ خام فیروز جنگ کی فوج مین پہنچادے۔

سنہ ۱۱۲۲ہجری مین خان فیروز جنگ بیمار ہوگئے جب صحت حاصل ہوئی تو سادات اور مشایخ اور منصبدارون اور اعیان شہر کی ضیافت کی اور تین رات سابرمتی ندی کے کنارے روشنی کرائی اور آتشبازی چھڑوائی

مہر علی خان وقایع نگار نے بادشاہ کو خان فیروز جنگ کے متعلق چند باتین لکھدی تھین اسلیے نواب نے اسکے ساتھ بدسلوکی کی اور چند ساعت تک اسکو توالی مین قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔ اور محمد محسن سوانح نویس کو صحن جامع مسجد مین بعد انفراغ نماز کے آدمیون کے سامنے دوڑوایا۔ کریم الدین خان اور رکانداس پیشکار کو دباکر ایک ایک لاکھ روپے وصول کرکے مارواڑ کی طرف روانہ ہوے۔ موضع اجمیرین جو خاص احمد آباد کے پرگنے سے متعلق تھا تین کوس کے فاصلے پر سابرمتی کے کنارے ٹھہرے اور دوبارہ جشن منایا اور یہان سے کوچ کرکے زمینداران ضلع سابرمتی سے پیش کش لیتے ہوے موضع والاسنہ متعلقہ پرگنہ ایڈر مین پہنچے اور یہان چند مقام کیے۔ بادشاہ نے خان فیروز جنگ کی درخواست پر پچاس جاسوس سات سات روپے ماہوار کے مرہٹون اور راجپوتون کی خبرین بہم پہنچانے کے لیے خان فیروز جنگ کے لشکر مین مقرر کرادیے جو انکو خبرین دیتے رہین اور وہ بادشاہ کے حضور مین بھجواتے رہین خان فیروز جنگ لشکر لیکر مقام والاسنہ سے آگے بڑھے اور زمینداران دانتہ سے پیش کش وصول کرنے کو ٹھہر گئے ابھی کسی قدر کمزوری باقی تھی مرض نے عود کیا اور استسقا کی علامات ظاہر ہوئین مرض دن بدن بڑھتا چلا اس لیے پیچھے کو لوٹ گئے اور منزل بمنزل کوچ و مقام کرتے ہوے احمد آباد مین

جا پہنچے اور یہان صاحب فراش ہو گئے اور معالجہ کچھ اثر پذیر نہوا۔ یوم چہارشنبہ ۷ شوال سنہ ۱۱۲۲ ہجری کو انتقال کیا انکی لاش دہلی کو لے گئے اور اجمیری دروازے کے متصل اس مقبرے ورخانقاہ مین جو اپنی زندگی مین تیار کرائی تھی اور مدرسے کے نام سے مشہور ہے مزار شاہ وجیہہ الدین کے پڑوس مین مدفون ہوے۔

ضبطی اموال فیروز جنگ

جب رحلت فیروزجنگ کی خبر بادشاہ کو پہنچی تو دیوان صوبہ کے نام حکم بھیجا کہ انکے تمام مال و اسباب کو حفاظت مین لے لے کوئی چیز نکلنے نہ پاے اور اسکی فہرست دفتر معلے مین ارسال کردے۔ بادشاہ کو یہ پرچہ لگا کہ خان فیروزجنگ کے متصدیون نے انکے خزانے کا روپیہ اپنی رضی سے سپاہیون اور شاگرد پیشہ کو تنخواہ مین بغیر لینے رسید کے دینا شروع کر دیا ہے اور قرضہ ادا کرنے کے بہلنے سے خود روپیے لے رہے ہین۔ اور جے کشن دیوان کارخانے کے کاغذات کو بدل رہا ہے بادشاہ نے امانت خان اور محمد بیگ خان کو حکم بھیجا کہ تمام مال واسباب اور زر نقد ضبط کرلین اور جسنے ان کا کچھ لے لیا ہو اس سے بازپرس کر کے وصول کرین اور تمام حقیقت کو لکھ لین اور تمام کاغذات پر قبضہ کرلین تاکہ کوئی بدلنے نہ پاے اور سب متصدیون سے زنجیر بندی کے ساتھ ضمانت لے لین۔ ابھی امانت خان بندر سورت سے پہنچنے نہ پایا تھا کہ محمد بیگ خان نے جے کشن دیوان اور الماس و مصاحب و نیک روز خواجہ سرایان فیروزجنگ کو گرفتار کرلیا۔ اکرام اللہ خان نے جسکے سپرد آصف الدولہ اسدخان اور دوسرے بڑے بڑے جاگیردارون کی جاگیرین تھین ظاہر کیا کہ مجھ سے جبراً و قہراً خان فیروزجنگ نے ایک لاکھ روپیہ بے موجب مانگا تھا میرے پاس ذاتی روپیہ موجود نہ تھا جاگیرات کے محاصل مین سے انھین دیدیا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان صوبہ خان فیروزجنگ کے مال مین سے اتنا روپیہ اکرام اللہ خان کو دیدے۔ خان فیروزجنگ کی نعش جو لوگ دہلی کو لیے جارہے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ انھین کے ساتھ تمام مال اور جانور بھیجدیے جائین۔

خان فیروزجنگ کی خصوصیت

یہ انھین کی خصوصیات سے ہے کہ باوجود نابینائی کے دو بادشاہون نے انکی جگہ کسی کو سرداری اور فوج کشی اور انکی حکومت کا کام سپرد نہ کیا وہ اپنے کامون پر تاحیات سرفراز رہے اور یہ محض انکی اصابت رائے اور حسن تدبیر کی وجہ سے تھا کہ ان باتون سے مقبول سلاطین

اور محبوب انام بن گئے اور انکے ماتحت تو انکے قدمون پر جان و مال نثار کرنے کو فخر سمجھنے لگے

اخلاق

نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بڑے دلیر سپاہی بڑے کاردان سپہ سالار اور بڑے باتدبیر امیر تھے اللہ تعالیٰ نے انھین ہر مہم مین کامیابی عطا کی۔ ان کی بلند شخصیت کے متعلق اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ عالمگیر جیسا ہمہ تکلفت موصوف اور تنک مزاج انھین بیحد عزیز رکھتا تھا اور ہر نازک مہم کو انھین سے متعلق کرتا تھا۔

خافی خان لکھتا ہے کہ امارت و بلندی مرتبہ کی اعلےٰ ترین چوٹیون پر پہنچ جانے کے بعد بھی نواب فیروز جنگ کی خوش اخلاقی مین کوئی فرق نہ آیا جس شخص سے بات کرتے تھے اتنی نرمی اور محبت سے کرتے تھے کہ وہ شخص حیران رہ جاتا تھا۔

صاحب حدیقۃ العالم کہتے ہین کہ طبع موزون رکھتے تھے کبھی کبھی بطور اہل ایران کے شعر بھی کہتے تھے۔

بیگمات اور اولاد

ابتدا مین اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے علامی سعد اللہ خان کی بیٹی کو اپنے نکاح مین لائے تھے جسکے بطن سے قمرالدین خان جنھین آصف جاہ اور نظام الملک کے خطابون سے بڑی شہرت ہوئی پیدا ہوے اس بیگم کے مرنے کے بعد اسکے بھائی حفظ اللہ خان عرف منا خان کی دو بیٹیان یکے بعد دیگرے انکے نکاح مین آئین جن کی اولاد نہ رہی۔

قمرالدین خان المخاطب بہ چین قلیچ خان
بہادر آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ

نواب آصف جاہ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۲ ہجری کو شاہ جہان کے مشہور وزیر علامی سعد اللہ خان کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوے تھے تاریخ ولادت لفظ نیک بخت سے برآمد ہوتی ہے۔ مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ قمرالدین خان سنہ ۲۷ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۴ھ مین بادشاہ کی ملازمت سے شرفیاب ہوے اور چارصدی کا منصب پایا اور دوسرے سال خطاب خانی ملا اور سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین منصب دو ہزاری ذات و پانصد سوار کا پایا اور

ذوالفقار خان امیرالامرا وزیر با اختیار تھے اور کوئی کام بغیر اسکے مشورے کے نہ ہو سکتا تھا اور وہ عالمگیر کے عہد سے نظام الملک کے ساتھ ہمچشمی کی وجہ سے دل مین کدورت رکھتے تھے گو بظاہر مدارا سے پیش آتے تھے اس لیے اُنھون نے نظام الملک کو معقول جاگیر نہ دی تین لاکھ روپے اس طرح مقرر کیے کہ ایک لاکھ نقد خزانۂ دہلی سے ملتے رہین اور دو لاکھ روپے آگرے کے خزانے پر مقرر کیے اور شاہزادہ اعزالدین کی کمک پر متعین کیا ابھی نظام الملک سپاہ کی تیاری اور سامان جنگ کی درستی مین مصروف تھے اور آگرے سے پانچ کوس پر پہنچے تھے کہ اعزالدین کے فرار ہو جانے کی خبر سنکر ایک دن مین آگرے مین آکر اعزالدین سے مل گئے جہاندار شاہ بھی آگرے کی طرف شاہزادے کی مدد کو آیا اور فرخ سیر کے ہاتھ سے شکست کھائی۔

فرخ سیر کی مسند نشینی میر قمرالدین خان کے منصب وخطاب مین افزایش ہوکر برہانپور کی حکومت حاصل ہونی

جہاندار شاہ گیارہ مہینے بادشاہ رہکر اپنے بھتیجے فرخ سیر سے شکست کھانے کے بعد پکڑا گیا اور قلعۂ دہلی مین مارا گیا روز جمعہ ۲۳ ذیحجہ سنہ ۱۱۲۴ ہجری کو فرخ سیر تخت نشین ہوا اسکے سکے پر یہ بیت مسکوک ہوئی تھی۔

سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر | بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

جعفر زٹلی نے اس سکے کو یون تبدیل کیا۔

سکہ زد بر دانۂ موٹھ و مٹر | بادشاہ مردگان فرخ سیر

اور تاریخ جلوس یہ لکھی۔

آمد بہ تخت شاہی فرخ سیر دسنگے | حارص بمال مردم دل سخت ہمچو سنگے
تاریخ سلطنت را جستم بعقل و دانش | آمد ندائے ہاتف گفتا کہ غول دسنگے

حروف غول دسنگے سے تاریخ جلوس سلطنت نکلتی ہے۔ یہ سکہ اور تاریخ میر جملہ کے توسط سے بادشاہ تک پہنچی بادشاہ نے اسکے قتل کا حکم دیدیا جعفر چھپ گیا چند دنون کے بعد بادشاہ نے معافی بخشدی اور اپنے پاس بلاکر خلعت مرحمت کیا تاریخ فتحیہ مین اسی طرح لکھا ہے لیکن گفتا کے بعد کاف بیانیہ مع الف بھی تاریخ مین داخل ہے اسلیے کہ غول دسنگے کے صرف ۱۱۱۰ عدد ہین اور کاف مع الف کے ۱۱۲۵ ہوتے ہین ممکن ہے کہ آخر ذیحجہ سنہ ۱۱۲۴ھ کا ذہول ہوکر ابتدائے محرم سنہ ۱۱۲۵ھ سمجھ لیا گیا ہو یا تخت نشینی کی رسم ایام محرم تک ہوئی ہو۔

یہ بادشاہ ایسا کمزور تھا کہ اسکے وقت مین حسن علی خان المخاطب بہ عبداللہ خان قطب الملک وزیر اعظم اور انکے بھائی امیر الامرا حسین علی خان کا دور دورہ ہو گیا بادشاہ کی کوئی حقیقت نہ ہی یہی دونون بھائی اُسکو بادشاہی پر پہنچانے والے تھے۔ فرخ سیر نے ابتدائے عہد مین امرا کو جا بجا حکومتون پر بھیجا منجملہ اُنکے قمرالدین خان کو برہانپور کی صوبے داری عنایت کرکے منصب سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور خطاب **نظام الملک فتح جنگ** سے سرفراز کیا جو پانچوین جمادی الاولی سنہ دو جلوس فرخ سیر مین داخل برہانپور ہوے۔ اس سے قبل وہ مرادآباد مین ایک بلوے کے فرو کرنے کو بھیجے گئے تھے اور یہ علاقہ انکی جاگیر مین دیا گیا تھا۔

دکن کی حکومت پر منصوبی و معزولی

جب مرہٹون نے دکن مین زور پکڑ لیا تو قطب الملک نے اس مہم کو بادشاہ سے قمرالدین خان نظام الملک کے سپرد کرایا۔ نظام الملک دکن مین پہونچے وہان کی حالت ابتر پائی مرہٹون نے ہر حصے مین اودھم مچا رکھا تھا اور ہر مقام پر بدنظمی رونما تھی لیکن نظام الملک نے شہرۂ آفاق تدبیر اور حسن انتظام پر اصلاح شروع کردی اور ایک ہی سال مین ہر جگہ سے بدنظمی کا داغ دھو ڈالا مزید اصلاحات شروع کرنے والے تھے کہ دکن کی صوبہ داری ضمیمہ سپہ سالاری امیر الامرا حسین علی خان کے نام پر مقرر ہوئی اور وہ دکن کی طرف روانہ ہوے اور نظام الملک بادشاہ کے طلبیدہ ۱۱ ماہ جمادی الاخری سنہ ۵ جلوس فرخ سیر مین دہلی مین آے اعتماد الدولہ نے پیشوائی کرکے بادشاہ کے حضور مین پیش کیا نظام الملک نے ایک ہزار اشرفیان اور دو ہزار روپے بطور نچھاور کے نذر کیے بادشاہ نے خلعت خاصہ اور سرپیچ مرصع بخشا دوسرے روز گیارہ لاکھ روپے جو نظام الملک نے زمینداران دکن سے وصول کیے تھے بادشاہی خزانے مین داخل کیے جیسا کہ مرآت جہان نما مین ہے۔

فرخ سیر کا سیدون کے ہاتھ سے مارا جانا

سیدون کا نظام الملک کے ساتھ عقد مواخات باندھنا

حسین علی خان کے بڑے بھائی عبداللہ خان جو فرخ سیر شہنشاہ ہندوستان کے وزیر اعظم تھے لائق فائق آدمی تھے مگر عیاش اور کاہل بھی تھے یہی باعث تھا کہ انکی وزارت کا کام اُنکے نائب رتن چند کی سعی و اہتمام پر موقوف تھا جسکی سخت تدبیرون اور خود مختاری کے طور نے

سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین تردوات نمایان کے جلدو مین بہادر کا خطاب بادشاہ کی طرف سے ملا اور سنہ ۱۱۰۸ ہجری مین عالمگیر نے چین قلیچ خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسی سال باپ سے آزردہ ہوکر بادشاہ کے لشکر مین پہنچے ایک ماہ کے بعد باریاب ملازمت ہوے اور روح اللہ خان خانسامان کی پیش دستی مین مقرر ہوے۔ سنہ ۱۱۰۹ ہجری مین مفسدان ناکوری کی تنبیہ کے لیے مامور ہوے اور بادشاہ نے خنجر خاص بخشا۔ اور سنہ ۱۱۱۰ ہجری مین مرہٹون کی تنبیہ کے لیے کوٹھ دکن کی طرف اضافہ ہزاری ذات کے ساتھ بھیجے گئے جب سزا دیکر لوٹے تو بادشاہ کے حکم سے بخشی الملک مخلص خان نے دروازہ برم پوری وا سلام پوری تک استقبال کیا۔ اور سنہ ۱۱۱۲ ہجری مین کرناٹک کے فوجدار[۵۱] معمور خان کے عزل کے بعد انکو وہان کا فوجدار بنا دیا اور زمرد کی انگوٹھی جسپر چین قلیچ خان بہادر کھدا ہوا تھا انکو عنایت کی سنہ ۱۱۱۴ ہجری مین بیجاپور کی نظامت پر بھیجے گئے سرپیچ اور گھوڑا اور ہاتھی بادشاہ نے دیا۔ حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ اسی سال ملکوکن عادل آباد خانی کے فوجدار بنائے گئے جو بیجاپور کے صوبے سے ملحق ہے بعد اسکے سیف خان کے تغیر کے بعد فوجداری اعظم نگر بیلگانون اور تھانہ داری سات گانون کی ملی اور بادشاہ نے انعام مین کرور[۵۲] دام دیے انھون نے سیدنیاز خان کو اپنا نائب بنایا سنہ ۱۱۱۵ ہجری مین اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا تو سیف خان ولد فقیر اللہ خان نائب ہوا سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین واکن کھیڑہ[۵۳] کی محافظت کے جلدو مین پنجہزاری ذات و پنج ہزار سوار ایک اسپہ کے منصب پر پہنچ گئے اور حدیقۃ العالم مین آیا ہے کہ سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین رستم دل خان کے تغیر کے بعد کرناٹک کے فوجدار ہوے اور سوارون کا اضافہ ہوا و پانچ لاکھ دام انعام پلے۔ اسی سال نصرت آباد سنکر و مدکل سے برہان الدولہ سرفراز خان و کامل خان کے عزل کے بعد وہان کے حاکم بنائے گئے کتابون کے بیانون مین بہت اختلاف ہے اور سنہ ۱۱۱۷ ہجری مین فیروز نگر وغیرہ کے فوجدار بنائے گئے مرآت آفتاب نما مین اسی طرح ہے۔ اور خزانہ عامرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب چین قلیچ خان کا خطاب عطا ہوا تو اس وقت پنجہزاری منصب دیا گیا تھا۔ بعض کہتے ہین کہ سنہ ۱۱۱۷ ہجری مین عالمگیر نے نظام الملک کو بیدر کے قلعے کی تسخیر کے لیے بھیجا محصورین نے شدید مقابلہ کیا مگر نظام الملک پاس کی ایک پہاڑی پر قابض ہوگئے جسپر قبضہ کے بعد محصورین زیادہ دیر تک مدافعت نہین کرسکتے تھے حملے مین وہ گھوڑا مارا گیا جسپر وہ سوار تھے۔ عالمگیر نے اپنی خاص سواری کے گھوڑون مین سے ایک عمدہ گھوڑا عنایت کیا جسکی زین جواہرات سے

[۵۱] فوجدار حاکم بیرون شہر ۱۲ [۵۲] مناصب امرا و سلاطین اور خراج کے حالات مین جب دام کا بیان آتا ہے تو اس سے مراد ایک روپے کا چالیسوان حصہ ہوتا ہے ۱۲ ماخوذ از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب [۵۳] کہین واکن گڑہ لکھا ہے کہین واکن کیر لکھا ہے کہین الکنکیر مندرج ہے ۱۲

مرصع تھی اور ایک مرصع تلوار عطا کی۔ عالمگیر کے اواخر عہد مین نظام الملک بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز تھے ۱۱۱۸ھ ہجری مین عالمگیر نے احمدنگر مین انتقال کیا روحٌ وریحانٌ وجنتُ نعیمٌ تاریخ وفات نہے۔ ہاے کیا کیا اولوالعزمیان دکھائین دکن کی اسلامی ریاستون مین کیسی کیسی خونریزیان کین انجام یہ کہ خاک۔ مرآت جہان مین لکھا ہے کہ ایام مرض مین عالمگیر اس بیت کی تکرار کیا کرتا تھا ؎

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانک | امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

نظام الملک بادشاہ کی میت کے ساتھ اورنگ آباد گئے اور وہان سے بارہ میل کے فاصلے پر خلدآباد کے شمالی اور جنوبی پھاٹکون کے درمیان اپنے آقا کو دفن کیا۔ اس کام سے فارغ ہوے تو عالمگیر کے بیٹون مین تخت نشینی کے لیے جنگ شروع ہوچکی تھی اعظم شاہ اور معظم شاہ مین آگرے کے قریب لڑائی ہوئی جس مین اول الذکر مارا گیا اور آخرالذکر شاہ عالم بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ قمرالدین خان دکن سے دہلی مین آگئے اور شاہ عالم کی ملازمت سے باریاب ہوے بادشاہ نے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور خطاب خان دوران اور ماہی مراتب سے سرفراز کرکے اودھ کا صوبہ دار کردیا۔ میر عبدالجلیل بلگرامی نے انکی تاریخ لفظ خاندوران بہادر مین پاکر ملاحظے مین گذرانی۔

ترک دنیا و گوشہ نشینی۔ مگراُس پر قائم نرہنا

تھوڑے ہی عرصے مین امراے شاہی سے ناچاقی ہوکر نظام الملک نے منصب سے دست برداری کرکے لباس فقیری پہن لیا اور دہلی مین گوشہ نشین ہوگئے البتہ کبھی کبھی واسطے زیارات مشائخین کبار اور ملاقات بزرگان روزگار کے جایا کرتے تھے۔ محمد معظم بہادر شاہ معروف بہ شاہ عالم ۵ سال ایک ماہ ۲۱ یوم سلطنت کرکے لاہور مین مرگیا تو ہر ایک شاہزادہ انکی استمالت کرنے لگا چنانچہ جہاندار شاہ نے ایک فرمان لکھکر بھیجا کہ ہم نے تمکو ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا منصب اور غازی الدین خان بہادر فیروزجنگ خطاب عطا کیا جلد ہمارے پاس آجاؤ مگر نواب بدستور تارک دنیا رہے شاہزادون مین بادشاہت پر لڑائی ہوئی شاہ عالم کا بڑا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ سب پر غالب آیا اور پنجشنبہ غرہ ربیع الاول ۱۱۲۴ھ ہجری مطابق ۱۷۱۲ء کو تخت نشین ہوا جب جہاندار شاہ دہلی مین آگیا تو آصف الدولہ جملۃ الملک نواب اسدخان نے میر قمرالدین خان کو سمجھا کر اپنے ساتھ بادشاہ کے پاس لیجاکر ملازمت کرائی چنانچہ پھر امارت کے میدان مین قدم رکھا منصب اور خطاب سے بدستور سرفراز رہے۔ جہاندار شاہ کے عہد مین

بدولت انتظام اُس کا عام پسند نہ تھا غرضکہ نائب کی بدکرداری اور منیب کی غفلت شعاری سے فرخ سیر کو یہ جرات ہوئی کہ وہ اپنی پوری خود مختاری کی تدبیر سوچنے لگا اور اس کے اس ارادے کے جابجا چرچے ہوے کہ وہ اپنے وزیر کو پھانسنا چاہتا ہے۔ عبداللہ خان نے اپنے خلاف سازشوں سے خوف کھا کر اپنے بھائی حسین علی خان کو خاندیس سے بلایا امیرالامرا نے راجہ ساہو والی ستارہ سے شنکرجی ملہار اور محمد انور خان برہانپوری کی معرفت صلح کر لی سولے دس روپے سیکڑہ سر دیس مکھی کے جو پہلے سے مقرر تھی اب فی سیکڑہ ۲۵ روپے چوتھ ۶ صوبہ دکن سے لینے کی سند اسکے نام لکھدی اور کوکن جو اس کا قدیمی راج تھا اسکی سند بھی دیدی اور اپنے بھتیجے عالم علی خان کو اورنگ آباد مین مقرر کر کے دہلی کو روانگی کی تیاری کی۔

نظام الملک جو صوبہ دکن کے تغیر کے بعد بادشاہ کے پاس آگئے تھے چند روز یہان رہے لیکن دربار کا رنگ دیکھکر یہان سے علیحدگی چاہی اور مرادآباد کی جاگیر کی طرف جانے کی اجازت مانگی کیونکہ یہان کی آب و ہوا اچھی تھی اور شکار بھی ادھر خوب ملتا تھا اور نظام الملک شکار کے بڑے شائق تھے رخصت کے وقت بادشاہ نے کہا کہ مرادآباد کا ملک وسیع ہے دہلی اور آگرے سے اسکی عدود ملحق ہین اور کوہستان سوالک کی طرف زمیندار بہت سے ہین تمکو اختیار ہے جہان چاہو شکار کیجیو اور ملک کا بندوبست اچھی طرح کیجیو اور توپ فتح جنگ کو جو اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ سفر دکن مین تھی اور اب آگرے کے قلعے کے دروازے کے سامنے رکھی ہوئی ہے منگا کر اپنے ساتھ رکھیو۔ چنانچہ نظام الملک اس ملک مین آے اور خوب شکار کیا اور سرکش زمینداروں کو سزاے واقعی دیکر اُن سے پیش کش وصول کیا۔

فرخ سیر کا دل قطب الملک وزیر اعظم سے مکدر ہو گیا تھا اسلیے انکی جگہ محمد مراد خان کشمیری کو کہ اُس کا خطاب اعتقاد خان مقرر کیا تھا وزیر بنانے کی نیت تھی چنانچہ مرادآباد سے نظام الملک کو بلا کر انسے اور جے سنگھ راجہ جیپور و خاندوران و غازی الدین خان سے مشورہ کیا اور مشورے کی بنا اسپر قرار دی کہ تم سب متفق ہو کر یہان وزیر کو تباہ کر دو بعد اسکے ہم اعتقاد خان کو وزیر بنادینگے لیکن یہ بات امرا پر ناگوار گذری کہ ایک ادنے درجے کا کشمیری آدمی اس قدر ترقی کر جاے بادشاہ نے نظام الملک کو یہ کہا کہ تم وزیر کی تباہی کے بعد صوبہ داری دکن کا خلعت پہن کر دکن کو چلے جاؤ اور امیرالامرا جو راہ مین ہین انھین برباد کر دیجیو۔

کوئی مشورہ بادشاہ کا سرسبز نہوا کہ امیرالامرا دہلی پہنچگئے اور انھون نے شہر مین داخل ہو کر بادشاہ کو زندہ چھوڑنا اپنی سلامتی کے لحاظ سے مناسب نہ سمجھا اور اسکو سیدون کے آدمی محل سے پکڑ لائے

ملہ کمی بفتح اول سرداری دسر گردہی دیس بمعنی ملک د ضلع ۱۲

جہان وہ جان بچائے بیٹھا تھا اور ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۱ ہجری مطابق فروری سنہ ۱۷۱۹ء مین اسکو خفیہ مروا ڈالا جب فرخ سیر سے تخت خالی رہا تو سیدون نے رفیع الشان کو رفیع الدرجات کے لقب سے تخت نشین کیا اس انقلاب کے وقت نظام الملک دہلی مین تھے اور صرف مراد آباد کی جاگیر اُنکے نام تھی رفیع الدرجات کی تخت نشینی کے وقت نظام الملک اور خان دوران منصور جنگ و غازی الدین خان و غالب جنگ قلعے سے باہر تھے۔ سیدون نے اس واقعہ کا حال انسے کہلا بھیجا اور عنایات شاہی کا متوقع کیا اور قلعے مین بلایا ان امیرون نے قلعے مین پہنچکر اول قطب الملک سے ملاقات کی اور انکے ذریعے سے بادشاہ کے حضور مین گئے اور خلعت پاکر لوٹ آئے۔

قطب الملک وزیر اپنے بھائی امیر الامرا کے ورود سے دس بارہ روز پہلے نظام الملک کے مکان پر جاکر ان کو اپنے ہاتھی پر بٹھاکر فرخ سیر کے پاس لے گئے تھے اور صوبہ ٹھٹھہ کی نظامت کا خلعت دلا دیا تھا اور اُنھون نے مقتضائے وقت کے بموجب اکراہ کے ساتھ قبول کر لیا تھا اب اس وقت دونون بھائیون نے انسے عقد مواخات باندھا۔ وزیر اعظم کہا کرتے تھے کہ ہم تین بھائی ہین بڑے ہم ہین نظام الملک بین مین اور حسین علی خان خرد ہین۔

نظام الملک کو مالوے کی صوبہ داری ملنی

مرآت جہان نما وغیرہ مین لکھا ہے کہ سادات بارہ کے دل مین تیموریہ سلطنت کے امرا کا بیحد رعب تھا اس لیے کمال الحاح کے ساتھ نظام الملک کو کہلا یا کہ اگر مرضی ہو تو ٹھٹھہ کے صوبے کو تشریف لیجائین اور مرضی ہو تو مالوے کی صوبہ داری قبول کرین نظام الملک بھی دربار سے کنارہ کشی کو بہتر سمجھے انسے مراد آباد کی جاگیر لے لی گئی اُنھون نے مالوے کی حکومت قبول کرکے روانگی کی رفیع الدرجات بادشاہ سے رخصت حاصل کی خلعت ملکر اجازت ہوگئی روانگی کے وقت تمام بیٹون اور محل کے آدمیون اور تمام کارخانون اور اپنے رفقا کو ساتھ لیکر اور فوج بھرتی کرکے دار الفتح اجین کی طرف راہی ہوے اور انتظام مین مصروف ہوے ادھر رفیع الدرجات سل کی بیماری سے تین مہینے کے بعد مر گیا تب اسکے بڑے بھائی کو رفیع الدولہ محمد شاہ جہان ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھایا مگر اُسکی عمر نے بھی وفا نہ کی چنانچہ وہ بھی تین مہینے سے کم عرصے مین جہان فانی سے گذرا اگرچہ اسکے مرنے سے سیدون کو تھوڑا بہت تردد لاحق ہوا مگر بعد اسکے شاہزادہ روشن اختر نبیرۂ شاہ عالم بہادر شاہ کو ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۳۱ ہجری مین ابو الفتح ناصر الدین محمد شاہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔

شاہ آباد مانڈو ملک مالوہ کی حکومت مرحمت خان پسر امیر خان کے سپرد تھی یہ امیر خان عالمگیر کے

عہد مین کابل کا حاکم تھا جب امیرالامرا دہلی کو لوٹ رہے تھے تو اُسنے انسے ملاقات نکی تھی اسلیے امیرالامرا نے اُسکو معزول کر کے خواجم[1] قلی خان تورانی کو مانڈو کی فوجداری پر مقرر کیا اور نظام الملک کو لکھا کہ اس کو وہان جما دین۔ خواجم قلی خان جب وہان پہنچا تو مرحمت خان نے حکومت اسکے ہاتھ مین دینے سے انکار کیا اور کہا کہ تنخواہ سپاہ سہ بندی کی اول ادا کردو جب تک ان کو تنخواہ نہ ملے گی مین عمل ودخل نہ دونگا آخر کار دونون نے واقعات سے نظام الملک کو آگاہ کیا نواب نے میر حفیظ اللہ خان کو جو اسوقت مین انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کی سرکار کا بخشی تھا فوج دیکر مانڈو کو بھیجا اور اپنی سرکار سے سہ بندی کی تنخواہ بھجوا کر خواجم قلی خان تورانی کو قبضہ دلادیا اور ابوالخیر خان کو بھیجکر مرحمت خان کو اپنے پاس بلا لیا اسکے ساتھ دو سو سوار تھے۔ نظام الملک نے اسکی ذات کی تنخواہ دو ہزار روپے ماہوار اور سوارون کی آٹھ ہزار روپے ماہوار مقرر کردی اور سرونج ملک مالوہ کی حکومت اپنی طرف سے اُسے دیدی اور خود مندسور وغیرہ محالات مالوہ کے انتظام کے لیے ٹھہر گئے یہان کے زمیندار راجپوت قوم کے لوگ تھے تاریخ فتحیہ مین اسی طرح لکھا ہے۔

نواب نظام الملک و رسادات بارہ کے درمیان اختلاف کا آغاز

مرآت جہان نما مین ذکر کیا ہے کہ ایسی ابتری کے وقت مین نظام الملک نے ملک گیری کی جی مین ٹھہرا کر ۱۱۳۲ہجری مین پیادہ وسوار کی بھرتی شروع کی اور دکن کی طرف کوچ کیا۔ حدیقۃ العالم مین ہے کہ ۱۱۳۲ہجری مین نظام الملک نے نواح سرونج سے سفر کیا اور یہ مشہور کیا کہ بادشاہ کے پاس جاتا ہون اور اس ضلع کا بندوبست مقصود ہے کچھ دور دہلی کی طرف چلکر دکن کو لوٹ گئے اور منتخب اللباب کی دوسری جلد مین آیا ہے کہ حسین علی خان امیرالامرا نے خواجم قلی خان تورانی کو مرحمت خان ولد امیر خان کی جگہ مانڈو مین حاکم مقرر کیا مرحمت خان نے اپنی خودداری کی حفاظت کی تدبیر کی جب خواجم قلی خان نے حسین علی خان کو اس امر کی شکایت لکھی تو انھون نے مرحمت خان کے وکیل کو چشم نمائی کی اور نظام الملک کو لکھا کہ مرحمت خان کو قلعے سے نکالکر خواجم قلی خان کی حکومت جما دین۔ اور مرآت جہان نما سے ثابت ہے کہ دلاور خان بخشی کو جو کوٹے مین راو بھیم سنگھ کی مدد کے لیے مقیم تھا امیرالامرا نے لکھا کہ نظام الملک صوبہ دار مالوہ سے جنگ کا ارادہ ہے تم کوٹے کے راو بھیم سنگھ اور نرور کے کچھواہہ راجہ گج سنگھ کے اتفاق سے لڑائی کا انتظام کرو اُسنے بیس ہزار سپاہ سادات بارہ اور افاغنہ مالوہ اور اس ضلع کے راجپوتون سے مرتب کرکے

[1] فتحیہ مین بیگلر خان بجاے خواجم قلی خان کے لکھا ہے۔

نظام الملک سے مخالفت شروع کی اور ابتدا اس طرح کی کہ مرحمت خان کو مانڈو کی حکومت سے معزول کر کے خواجم قلی خان کو اسکی جگہ منصوب کیا یہ بات نظام الملک کو ناگوار گذری مختمند خان کی معرفت جو انکی طرف سے دلی مین وکیل تھا امیر الامرا حسین علی خان کو مکرر لکھا کہ میری طرف سے ابتک کوئی بات خلاف قاعدۂ یکجہتی کے ظہور مین نہین آئی ہے۔ پھر کس لیے سرداران دربار نے اس صوبے کے کامون کی خرابی کی طرف کمر باندھی ہے اور مرحمت خان کو جو بخوبی انتظام کر رہا تھا کیون معزول کر دیا ہے۔ مختمند خان نے نظام الملک کی یہ تحریرین امیر الامرا اور انکے بھائی قطب الملک کے سامنے پیش کین لیکن کوئی صفائی نہوئی بلکہ الٹا یہ اثر ہوا کہ نظام الملک کو بھی معزول کر کے سزا اول شدید مقرر کر دیے کہ انھین بادشاہ کے پاس لے آئین نظام الملک سیدون کے ارادون سے خوب واقف تھے اور اس وجہ سے بہت سے سرداران قوم کے عیال و اطفال کو اپنے ساتھ لے گئے تھے ان واقعات سے مخالفت پر آمادہ ہوے۔

صاحب منتخب اللباب لکھتا ہے کہ مرحمت خان بوجہ اپنے اظہار تمرد کے حضور مین جانے کے قابل نرہا تھا اور نظام الملک وغیرہ آدمیون کو اپنی رفاقت مین لینا مصلحت سمجھتے تھے انھون نے محمد غیاث خان کے مشورے سے مرحمت خان کی استمالت کر کے اپنا رفیق بنالیا اسنے بھی نظام الملک کی حمایت کو غنیمت سمجھا اس لیے قلعہ مانڈو سے نکلکر نظام الملک کے پاس آگیا اور خواجم قلی خان قلعے مین داخل ہوگیا حسین علی خان نے نظام الملک کو لکھا کہ مرحمت خان کو اپنے ساتھ رکھنا اور فلان پرگنے کے زمیندار کو بدلنا بہتر نہوا اور بہت سی باتین ایسی تحریرین جن سے مواخذہ ثابت تھا اور انکے وکیل سے علانیہ سخت و سست باتین کہین اگرچہ نظام الملک نے تمام باتون کے راستی کے طور پر معقول جواب دیے لیکن حسین علی خان نے انھین قبول نہ کیا اور یہ لکھا کہ مین چاہتا ہون کہ خود دکن کے انتظام کے لیے مالوے مین قیام کرون اور آپ کے لیے صوبۂ آگرہ۔ ملتان۔ الہ آباد اور برہان پور مین سے جون سا آپ کے پسند ہو اسکی سند بھیجدون۔ نظام الملک آٹھ ماہ کی فرصت مین سات آٹھ ہزار سوار اور عمدہ توپخانہ اور دوسرا سامان جنگ تیار کر کے بجاے خود ہوشیار اور خبردار ہو گئے تھے اور دکن کی عزیمت کا ارادہ کر رہے تھے کیونکہ یہ ملک خزانون اور سپاہ کا معدن ہے۔ اسی ضمن مین انکو انکے وکیل وغیرہ کی تحریرین پہنچ گئین کہ امیر الامرا وغیرہ نے شرارت ذاتی اور خباثت باطنی سے گرزبردارون کو آپ کی طلبی کے لیے مقرر کیا ہے۔ گرزبردارون کے پہنچنے سے قبل بادشاہ کے بھی شقے اور دوسرے خیرخواہون کے خطوط خصوصًا دیانت خان کی تحریر پہونچی کہ فرصت وقت نہین رہی جو کچھ ہو سکے جلد عمل مین لائین۔

نظام الملک کی سادات بارہ کے احکام کی تعمیل سے گریز

تاریخ فتحیہ مین لکھا ہے کہ نظام الملک کو بادشاہ کا فرمان اور قطب الملک و امیر الامرا و اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر نصرت جنگ کے (جوان دونون طوعاً و کرہاً دونون بھائیون کے شریک حال ہوگئے تھے) خط اس مضمون کے پہنچے کہ صوبۂ مالوہ صوبجات دکن سے بہت نزدیک ہی یہ صوبہ بھی صوبہ داری دکن کے شامل ہوکر امیر الامرا کے نام مقرر ہوگیا ہے آپ کو چاہیے کہ دلجمعی کے ساتھ دربار مین چلے آئے یہان پہنچنے کے بعد آگرے کی صوبہ داری آپ کو دیجائے گی حالانکہ فرخ سیر کے عہد مین دونون بھائیون نے نظام الملک سے بھائی چارہ کرکے مالوے کی حکومت انکے حوالے کردی تھی نظام الملک نے جواب مین لکھا کہ اب دل نہین چاہتا کہ نوکری کرون اگر رخصت مل جاوے تو بیت اللہ کو چلا جاؤن یا ایسا کیا جاوے کہ پرگنۂ ڈاسنہ جو دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر دریاے جمنا کے اس پار ہے اور اس پرگنے سے دس لاکھ روپے بطریق آل تمغا[1] میرے والد (خان فیروز جنگ) کے لیے عہد عالمگیر بادشاہ سے مقرر تھے اور انھون نے **غازی الدین نگر** قصبہ آباد کیا تھا اس پرگنے کو میرے واسطے بطریق آل تمغا مقرر کردین تاکہ وہان رہ کر یاد الہی اور دعاے بادشاہی مین مشغول رہون دونون بھائیون نے کہلایا کہ اسکے کیا معنے ہین ہمارے اور آپکے درمیان تو اخوت قائم ہوگئی ہے اور موافقت کے وعدے ہوچکے ہین آپ وہان کے انتظام سے فارغ ہوچکے ہین اب دربار مین آکر یہان کے کامون مین مدد دیجیے نظام الملک کی یہ تحریر مندسور مین پہنچی تھی اسکے پہنچنے کے بعد اجین مین آگئے لیکن شہر مین داخل نہوے اور بخشیون کو حکم دیا کہ چونکہ برسات کا موسم قریب آگیا ہے ہم سرونج مین جو اجین سے اسی کوس آگرے کی طرف ہے قیام کرینگے کسی پیادہ و سوار ملازم کو اجین مین نہ چھوڑین بلکہ ساتھ رکھین اور رحمت خان کو جو ضلع سرونج مین تین ہزار سوارونکے ساتھ انتظام ملکی مین مصروف تھا مخفی لکھ بھیجا کہ بہت جلد ہمارے پاس آجاؤ چنانچہ وہ فی الفور چلکر قصبہ کانٹھیہ مین جو اجین سے سات کوس پر سرونج کی طرف واقع ہے نواب کی لشکرگاہ مین داخل ہوگیا۔ اسکے ساتھ مالوے سے دلیر خان روہیلہ بھی شریک ہوکر آگیا یہ شخص بھوپال والے دوست محمد خان سے

---

[1] آل تمغا (بلا اضافت لام) لغوی معنی سرخ مہر مجازاً فرمان بادشاہی جو جاگیر وغیرہ کی نسبت عطا ہو۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ آل اگر سرخ کے معنے مین لیا جاوے اور تمغا مہر کے معنے مین تو بترکیب مقلوب یعنی تمغاے آل یعنی مہر سرخ ہوگا جیسا کہ اہل لغات نے لکھا ہے کہ شاید زمانہ قدیم مین بادشاہی مہر شنجرف سے ثبت کیجاتی ہو دوسری صورت یہ ہے کہ آل بمعنی نسل اور تمغا بدستور بمعنی مہر قرار دیا جاوے اس صورت مین بھی ترکیب مقلوب رہیگی اور اسی کو ترجیح ہو اسلیے کہ جو عطیات شاہی نسلاً بعد نسلٍ ہوتے ہین اسی سے فرمان سند کو آل تمغا کہتے ہین ۱۲ (تسہیل اللغات) بلفظہ مولف این کتاب

ہمچشمی و ہمسری کا دعوی رکھتا تھا سر و نج مین مرحمت خان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا نواب نے صبح کو کوچ کا نقارہ بجوا دیا اور گرز برداروں کو جو انھین دربار مین لینے آتے تھے اور وزیر اعظم و امیر الامرا کے خط بھی لاے تھے بلا کر جواب انکے حوالہ کیا اور پانسو روپے انکو انعام مین دیے امیر الامرا کے خط کو جو ابھی گوند لگا کر لفافے مین بند نہین کیا تھا اپنے منشی کے حوالے کرنے کا حکم دیا کہ زور سے پڑھ کر حاضرین دربار کو سناوے اسوقت وہان دو تین سو آدمی حاضر تھے سب نے سنا مضمون اس کا یہ تھا۔

کہ جس وقت بادشاہ شہید یعنی فرخ سیر کا واقعہ ظہور مین آیا تو ہمارے اور آپ کے درمیان بھائی چارہ ہو گیا ہم نے اس وقت درخواست کی تھی کہ ترک نوکری کرکے گوشۂ عزلت اختیار کرین اور پرگنہ ڈاسنہ آل تمغا کے طور پر ہمکو مل جاے تاکہ اسکے محاصل کی آمدنی سے بسر اوقات ہوتی رہے یا زیارت مکہ مکرمہ کی اجازت دیدی جاے آپ نے اصرار کے ساتھ ہم کو مالوے کی صوبہ داری دی اور اب ایسا لکھتے ہو کہ مالوے کا صوبہ جو دکن سے تعلق رکھتا ہے وہ امیر الامرا کے نام پر مقرر ہوا ہے۔ حالانکہ عالمگیر بادشاہ غزا و جہاد کے لیے برسون دکن مین رہے اور اس ملک کی تسخیر مین نہایت کوشش کی ہم نے اور ہمارے والد و جد امجد نے اس ملک مین جانفشانیان کین اور بڑھ بڑھ کر تلوارین مارین۔ جہاد اور غزا کر کے شعائر اسلام کو قائم کیا۔ اب کفار فجار نے مسجدین توڑ کر انکی جگہ مندر علانیہ بنوانے شروع کر دیے ہین اور ان مین ڈھول اور گھنٹیان بجاتے اور گاتے ہین۔ الحمد للہ کہ ہمارے اور آپ کے درمیان محبت و الفت و اخوت و اتفاق متحقق ہے پس اس صورت مین تمام ممالک محروسہ بادشاہی کے اکیس صوبون مین سے پندرہ صوبون کا آپ اور آپ کے بھائی انتظام کرین اور چھ صوبون کا انتظام یہ تیسرا بھائی کرے گا اور رونق و رواج اسلام مین کوشش کریگا انشاء اللہ کی قوت و مدد و بھروسے پر ادھر کو روانہ ہوتا ہے اور اس خط کے حاشیے پر جو منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ مصرع اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ؎ ہمہ کار جہان ناموس و ننگ ست + اور خطوں کو گرز برداروں کے حوالے کیا اور سواری کا ہاتھی طلب کر کے سوار ہو کر سات کوس پر مقام کیا۔ اور اجین کو پیچھے چھوڑ کر دکن کی عزیمت کی۔

دکن کی طرف عزیمت اور قلعۂ آسیر پر قبضہ

نظام الملک دکن کی طرف لمبے لمبے کوچ کرنے لگے کیونکہ برسات کا موسم قریب آ چکا تھا اور مالوے کی مٹی سیاہ اور لیسدار ہے برسات مین اُس پر چلنا دشوار ہے یہان تک کہ دریاے نربدا کے کنارے پہنچے جو مالوے اور دکن کی حدود پر واقع ہے اور غرہ رجب سنہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو اُس کا

۵ ر ۱۱۳۲ھ پایاب عبور کرکے سرکار بیجاگڑھ یا بیجانگڑھ طرف کھرگون مین پہنچے یہان کا فوجدار رستم بیگ خان جو حسین علی خان کا ایک رفیق تھا اور انکی نمک حرامی دیکھ کر دل مین اُن سے بہت مکدر تھا ایک شایستہ جماعت کے ساتھ آکر نظام الملک کا رفیق بن گیا نواب نے اسکی عزت و توقیر کی اور سرکار مذکور کی حکومت اسپر بحال رکھ کر اپنے ہمراہ لیا اور فتح سنگھ زمیندار کمرائی بھی نظام الملک کے پاس آگیا نواب نے مرحمت خان۔ محمد غیاث خان۔ عزیز بیگ خان۔ سعد الدین خان۔ قادر داد خان اور متوسل خان وغیرہ سے مشورہ کرکے بیجاگڑھ سے برہانپور کی طرف راہی ہوے جو بیجاگڑھ سے چالیس کوس پر ہے نواب کو یہ خبر ملی کہ انوار اللہ خان کی بے خبری اور بخل کی وجہ سے تنخواہ قلعے کے احشام اور ہزاریون اور سدیوالون کو نہین پہنچی ہے تو انھون نے خسرو چیلہ کو اسلام اللہ خان ہزاری و جھجل سدیوال و میارام وغیرہ کے پاس روانہ کیا خسرو نے حسن تدبیر سے احشام اور ہزاریون کو لالچ دیکر نواب کا طرفدار بنالیا۔ دوبارہ نظام الملک نے میر حفیظ اللہ خان اور اس چیلے کو اُن لوگون کے پاس بھیجا جو عہد و میثاق تازہ طور پر پختہ کرکے لوٹ آے اور بعض کتابون مین یون لکھا ہے کہ قلعہ آسیر سے عثمان خان احشام کی طرف سے ایک معتمد خسرو چیلہ کی وساطت سے جو سابق مین عثمان خان کا مربی اور سوال و جواب کا واسطہ تھا نظام الملک کے لشکر مین آیا اور سادات کی نمک حرامی اور اپنی پریشان حالی کا قصہ بیان کیا اور استدعا کی کہ نواب اپنی طرف سے قلعداری مجھے عطا کردین محمد غیاث خان اسکو نظام الملک کے پاس لے گیا اور فتح قلعہ کی بشارت دی نواب نے معتمد مذکور کو انعام لائق دلوایا۔ جب نظام الملک باندھار کے میدان مین آکر فروکش ہوے تو ہزاری اور سدیوال اور احشام کے معتمد استقبال کو آے اور نواب کے آدمیون کو قلعہ حوالے کرنے کے لیے لے گئے۔ طالب خان نجم ثانی جو وہان کا قلعدار تھا قلعہ حوالے کرنے پر راضی نہ تھا مخالفت کرنے لگا۔ نظام الملک کی طرف سے مرحمت خان چار آدمیون کے ساتھ اسکے پاس گیا اور باہر سے طالب خان کے پاس پیغام بھیجا کہ مین آپ سے ملنے آتا ہون اسنے جواب دیا کہ ایک آدمی ساتھ لیکر آجائیے مرحمت خان سید حبیب کو ساتھ لیکر قلعدار کے پاس گیا اور اُسکو نشیب و فراز سمجھایا اور نواب صاحب کی اطاعت پر راضی کرلیا۔ اور بعض کتابون مین یون لکھا ہے کہ آسیر کا قلعدار طالب خان نجم ثانی بوجہ کم جاگیر ہونے کے بہت پریشان حال رہتا تھا اسکے ساتھ کے سپاہیون کو تنخواہ مدت سے نہ ملی تھی جب نواب نظام الملک قلعہ آسیر کے قریب پہنچے تو اسنے خسرو چیلہ کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ بوجہ کمی تنخواہ و نایابی تنخواہ کے میرے ساتھ کے آدمی بہت شکستہ حال ہو رہے ہین اگر روپیہ مرحمت ہو جاے تو قلعہ حوالے کر دیا جاے نواب نے اپنے خزانے سے خسرو چیلہ کے ہاتھ سپاہیون کی تنخواہ بھیجدی اور میر حفیظ اللہ خان بخشی اور اپنے بیٹے

غازی الدین خان فیروزجنگ کو اُسکے ساتھ کر دیا جنھون نے ۱۲ رجب سنہ ۱۱۳۲ ہجری کو قلعے پر قبضہ کر لیا اور یہان پانچ توپین مقین وہ اٹھوالین حالانکہ جلال الدین اکبر نے ایک سال کی مدت مین اسکو فتح کیا تھا نظام الملک خود بھی اس قلعے پر چڑھے اور اس کا ملاحظہ کیا اور اپنی بیگمات کو مع بڑے بیٹے غازی الدین خان فیروزجنگ اور میر احمد خان ناصر جنگ کے۔ یہان چھوڑا اور دوسرے سردارون وسپاہیون کو بھی حکم دیا کہ اپنی عورتون کو یہان چھوڑ دین اور سب کے لیے مکان مقرر کر دیے حتے کہ بہیر کے آدمیون کی عورتون کے لیے بھی مکانات دلوائے اور خود جریدہ برہانپور کیطرف عازم ہوے **فائدہ** یہ قلعہ آسا اہیر نے بنوایا تھا جو خاندیس کا نامی زمیندار تھا آسا نام تھا اور اہیر قوم تھی اہیر ہندی مین گایون کے چرواہے کو کہتے ہین رفتہ رفتہ حرونت مین تخفیف ہوا آسیر کہلانے لگا۔ سراج الدین علی خان آرزو نے ثمر الفوائد مین لکھا ہے کہ آسیر الف ممدودہ سے تاثیر کے وزن پر خاندیس کے ملک مین ایک قلعہ ہے انشا پردازان زبان فارسی نے الف مقصورہ کے ساتھ فعیل کے وزن پر استعمال کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے اور مساکن فلسفی مین ہے کہ خاندیس کا پہلے نام وان دیس تھا جب شاہزادہ دانیال پسر اکبر کی جاگیر مین مقرر ہوا تو خاندیس کے ساتھ ملقب ہوا

برہان پور کی تسخیر

نظام الملک نے محمد غیاث خان کو برہان پور کے فتح کرنے کے لیے آگے سے بھیجدیا سادات بارہ کہ غایت غرور سے نظام الملک کو اپنا مقابل نہ جانتے تھے اور سوائے اطاعت کے وہ انکی قوت متخیلہ مین نہین سماتے تھے یہ خبر سنکر متحیر ہو گئے اور مشورے کرنے لگے اخلاص خان کہ بڑا عالم وفاضل اور حسین علی خان کا مصاحب تھا اسنے صریح شمشیرکشی سے منع کیا اور نصیحت کی باتین کہنے لگا لیکن دوسرے مشیرون نے امیر الامرا کو جنگ پر آمادہ کر دیا اس لیے انھون نے فوراً دلاور علی خان کو لکھا کہ چند راجون کو ساتھ لیکر نظام الملک کے تعاقب مین جاے اور اپنے بھتیجے عالم علی خان کو بھی بتاکید لکھا کہ ساری فوج لیکر فرداپور کی پہاڑی سے اُترکر نظام الملک کا سد راہ ہووے سید عالم علی خان نے نظام الملک کے عبور نربدا کی خبر سنکر اپنے رفیقون کے مشورے سے محمد انور خان کو جو رفیع الدرجات کے عہد سے صوبجات دکن کی بخشی گری پر متعین تھا اور اسی کے ساتھ صوبہ برہانپور کی نیابت بھی اسکے نام تھی اور اس کا بھائی انوار اللہ خان یہان کی حکومت اور اس صوبے کی دیوانی پادشاہی کا کام کرتا تھا برہانپور کی حفاظت کے لیے فوراً بھیجدیا اور اسکے ساتھ راؤ بنالکر مرہٹہ کو بھی کیا یہ لوگ لمبی لمبی منزلین کرتے ہوے عادل آباد مین کہ برہان پور سے بارہ کوس پر ہے جا پہنچے اور چاہتے تھے کہ راتون رات چلکر برہانپور مین داخل ہو جائین برہانپور مین ان دنون انوار اللہ خان

موجود تھا اُسنے محمد غیاث خان کے ادھر آنے کی وجہ سے شہر کے دروازے بند کرکے شہرپناہ کا انتظام ساکنان شہر سے کرالیا تھا اور محمد غیاث خان نے لال باغ مین اُترکر مورچے تیار کرلیے تھے محمد انورخان چاہتا تھا کہ شہر مین گھس کر اسکی حفاظت کرے جب محمد غیاث خان کو محمد انورخان اور راو بنالکر کی آمد کا حال معلوم ہوا تھا تو انکی روک تھام کے لیے دریاے تپتی سے فوج کے ایک دستے کا عبور کرادیا تھا لیکن محمد انورخان وغیرہ ہوشیاری سے رات کی تاریکی مین شہر مین داخل ہوگئے جو کہ شہر کے رہنے والے جانتے تھے کہ محمد انورخان سے کچھ نہو سکے گا جمع ہوکر اُسکے پاس آے اور کہنے لگے کہ محمد غیاث خان نے زینے بنوائے ہین ضرور وہ آج شہر کو لے لیگا شہر کے لوگون کی بربادی جان و مال کے نقصان۔ اور ناموس کی بے آبروئی کا گناہ تمھاری گردن پر رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم شہر سے باہر نکلکر جنگ کرو ورنہ عنقریب بلوے عام ہونے والا ہے اور تمھارے ہاتھ سے شہر نکلجائیگا محمد انورخان کو شجاعت وجوانمردی کا کچھ حصہ نہ ملا تھا بدرجہ اس ہوکر ۱۶ رجب ۱۱۳۲ھ ہجری کو الغیاث کہتا ہوا محمد غیاث خان کے پاس چلاگیا اسنے شہر مین داخل ہوکر امن عام کا اعلان کردیا۔

۱۷ رجب کو نظام الملک لال باغ مین پہنچ گئے انورخان اور انوار اللہ خان اور راو بنالکر اور شرفاے شہر محمد غیاث خان کے ذریعے سے نواب کے سلام سے بہرہ یاب ہوے۔

منتخب اللباب مین لکھا ہے کہ تسخیر برہانپور سے دو تین دن قبل سیف الدین علی خان برادر امیر الامرا حسین علی خان کی والدہ اور اُنکے گھر کی عورتین اور بال بچے اور نوکر چاکر اورنگ آباد سے عالم علی خان کے پاس سے دہلی کی روانگی کے ارادے سے برہانپور مین آکر ٹھہرے تھے جنکے ساتھ چودہ پندرہ لاکھ روپیہ تھا جب نظام الملک کا قبضہ برہانپور پر ہوگیا تو سیف الدین علی خان کے متعلقین دل مین بہت ڈرے نظام الملک کے بعض کوتاہ اندیش مصاحبون نے ان سے کہا کہ محمد انورخان اور سیف الدین علی خان کے عیال واطفال کا زرومال آپ لیکر سپاہ پر صرف کردین انھون نے جواب دیا کہ ہمنے محض افضال الہی کے بھروسے پر باوجود عسرت اور تہیدستی کے کمر عزیمت باندھی ہے اگر کامیاب ہوے تو تمام ملک ومال ہمارا ہے اور اگر خدانخواستہ اسکے برعکس ہوا تو کس لیے آخرت کا وبال گردن پر رکھین ان عاجزون اور بچون اور محمد انورخان کا مال ہماری ہمت کے سامنے کوئی حقیقت نہین رکھتا ہمکو تو منظور خاطر بادشاہ کا استقلال ہے انشاء اللہ اس صدق نیت سے بڑے بڑے خزانے ہمارے تصرف مین آئینگے۔ سیف الدین علی خان کے اہلکار کو طلب کرکے خلعت دیا اور انکی والدہ کے واسطے کھانے کی چند ہنگیان بھیجین اور معتمد و فہمیدہ آدمی خان مذکور کی والدہ کے پاس بھیجکر تسلی و تشفی خاطر کی اور کہلایا کہ یہ سب بچے ہماری اولاد کی طرح ہین اگر یہان رہینگے تو ہم اُنکے خرچ اور مصارف کے لیے کافی انتظام کردینگے اور اگر بخیتہ ارادہ جانے کا ہے تو جمعیت انکے ساتھ

جا کر دریائے نربدا تک پہنچا دیگی۔ جو کہ ان کا ارادہ روانگی کا تھا لڑکون کو نظام الملک کے پاس بھیجکر کہلا یا کہ چند سال سے بیٹے کو نہین دیکھا ہے اسکی ملاقات کے لیے اورنگ آباد سے جس کہ یہانتک پہنچی ہون دہلی جاؤنگی چنانچہ نظام الملک نے ایک اچھا بدرقہ ساتھ کرکے روانہ کردیا۔

سید دلاور علی خان سے جنگ کی تیاری

اب نواب نظام الملک کو پے درپے یہ خبرین پہنچنے لگین کہ دلاور علی خان بخشی خانہ امیر الامرا کوٹے کے راو بھیم سنگھ اور نرور کے کچھواہہ راجہ گج سنگھ اور دوست محمد خان کو ساتھ لیے ہوے تیرہ چودہ ہزار سوارون کے ساتھ مالوے کی نیابت کے نام سے ادھر آرہا ہے اور نواب سے لڑنے کے لیے نربدا کو عبور کرلیا ہے یہ دوست محمد خان نوابان بھوپال کے مورثون مین ہین وہ اسوقت تین چار ہزار سوار انکے ساتھ تھے اور مالوے سے شریک ہوے تھے۔ امیر الامرا نے جسقدر آدمی دلاور علی خان کے ساتھ کردیے تھے وہ سب چیدہ اور کارگزار تھے اور نظام الملک کو یہ بھی پرچہ لگا کہ اورنگ آباد سے عالم علی خان بھی نواب کے مقابلے کے ارادے سے روانگی پر آمادہ ہے نظام الملک نے اپنی سرکار کے بخشیون کو بلاکر ملازمون کے نامون کے کاغذات ملاحظہ کیے۔ چنانچہ لال باغ کی منزل مین نواب نے یوسف محمد خان مصنف تاریخ فتحیہ کو جو اُس زمانے مین داغ تصحیحہ کا داروغہ تھا خلوت مین بلاکر کہا کہ نئے گھوڑے بھرتی کرنے کے کام مین تاکید رکھین تاکہ جلد گھوڑے داغ ہوجائین اور آدمی چوکی مین داخل ہوکر فوج مین شامل ہوجائین مرحمت خان روبرو حاضر تھا سابق سے نواب کی سرکار مین ضابطہ تھا کہ سوائے ترکی و تازی کے اور رعایت کے طور پر یابو بھی لکھا جاتا تھا جھوٹے عربی و جنگلہ کو راس نہین لکھتے تھے اگر ایسا ہوجاتا تو داروغہ اور متصدیان داغ مواخذہ کرتے تھے یوسف محمد خان نے عرض کیا کہ مرحمت خان کے ساتھ جسقدر سوار آئے ہین حضور کی نظر سے اُنکے گھوڑے گذرے ہونگے نواب نے مسکرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ رکھکر کہا کہ بالفرض گدھا ہی ہو تو بھی اسے راس ہی لکھو۔ یوسف محمد خان نواب سے رخصت ہوکر مرحمت خان کے مکان پر آیا اور دونون نے بیٹھکر ایک جلسے مین بائیس سو کو راس لکھ لیا جنکے چہرون کے اوراق پہلے سے تیار تھے اور تیاری سرشتہ کے بعد گھوڑون کو داغ کرلیا۔ دلیر خان کے ساتھ کے اکثر سوارون کے پاس گھوڑے اچھے نہ تھے۔

نواب نے اپنے افسرون سے مشورۂ جنگ کیا تو اس وقت یہ طے پایا کہ ایک طرف سے عالم علی خان اور دوسری طرف سے دلاور علی خان آتا ہے اور یہ دونون بڑا ساز و سامان رکھتے ہین ایسا ہونا چاہیے کہ دونون ملنے نپائین بلکہ انکے مل جانے سے قبل ایک ایک سے نبٹ لیا جائے پس اول دلاور علی خان سے لڑنا چاہیے۔

جنگ سید دلاور[1] علی خان و نظام الملک

نظام الملک نے لال باغ حوالی شہر برہانپور سے دریاے نربدا و ضلع کھراہی کی طرف کوچ کیا ایک ہزار سوار برہانپور کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیے گئے۔ نواب کے ساتھ کل چھ ہزار سوار اور بارہ توپین اور ستر جزائر اور پندرہ فیل نال تھے۔ دلاور علی خان آب نربدا سے موضع حسن پور سرکار ہنڈیہ پر آیا اور بعض نے لکھا ہے کہ سواد رتن پور جاورہ سرکار ہنڈیہ مین نربدا سے بارہ کوس پر جنگ ہوئی تھی روز جمعرات ۱۳ شعبان ۱۱۳۲ ہجری کو ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ نظام الملک نے اس طرح فوج ان کی صف آرائی کی **پیش لشکر** کی فوج کی سرداری محمد غیاث خان و شہامت خان و محمد خان کو دی اور **سیدھے ہاتھ** کی سپاہ کی افسری عوض خان کے سپرد کی یہ شخص نواب کا رشتہ دار تھا اور اول فرخ سیر کی طرف سے پھر امیر الامرا کی طرف سے صوبہ برار و ایلچپور کی نیابت پر مامور تھا۔ جب نظام الملک برہانپور مین آگئے تو تین سو سوارون کے ساتھ آکر اُن سے مل گیا نواب نے علاوہ اُسکے آدمیون کے اپنی طرف سے بھی اس وقت اسکے ساتھ سپاہ متعین کی تھی اور اسی طرف محتشم خان نبیرہ شیخ میر عالمگیری (جسکے سپرد برہانپور مین منصب دارون کی بخشی گری تھی) اور رحیم خان مقرر ہوے اور **الٹے ہاتھ** کی طرف کی سپاہ کی افسری مرحمت خان کو دی اور اسی طرف قادر داد خان انصاری نبیرۂ اسد خان شاہ جہانی جو نواب سے ماں کی طرف سے قرابت قریبہ رکھتا تھا مقرر ہوا اور اسی طرف فتحیاب خان کہ فتح اللہ خان عالمگیر شاہی کا بھتیجا تھا بھیجا گیا اور حکیم تقی **عقب لشکر** کی حفاظت کے لیے مامور ہوا۔ اور نواب نے اپنے چچا عبد الرحیم خان کو اس فوج پر سردار کیا جو انکے اور ہراول[2] کے درمیان تھی۔ اور نواب نے رنبھا مرہٹہ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے شیوے کے موافق قزاقی[3] جنگ کرے اور ہر طرف لوٹ مار سے دشمن کو ستاتا رہے یہ شخص قوم سے نہالکر تھا اور عالمگیر کے عہد سے پنجہزاری منصب رکھتا تھا اور عالمگیر کے وقت مین اکثر نواب کے ساتھ متعین رہا کرتا تھا اور اس زمانے مین شنکرا ملہا برہمن کی خصومت کی وجہ سے عالم علی خان نے اسے قید کردیا تھا وہان سے بھاگ کر نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا۔

دلاور علی خان جسکی فوج دو کوس پر تھی وہ تیاری کرکے کوٹے کے مہاراو بھیم سنگھ اور نرور کے گج سنگھ اور بھوپال کے دوست محمد خان اور سید شیر خان بارہ والے اور فرحت خان

---

[1] یہ نام بعض کتابون مین دلاور خان مذکور ہے خاصکر تاریخ فتحیہ کے مولف یوسف محمد خان نے جو اسکے تمام معرکون مین نظام الملک کے ساتھ رہتا تھا صرف دلاور خان ہی اپنی کتاب مین ہر جگہ جہان اس کا نام آیا ہے لکھا ہے ۱۲

[2] وہ فوج جو لشکر سے آگے ہو ۱۲

[3] دشمن کو چارون طرف سے دھاوے کرکے تباہ کرنے کی لڑائی ۱۲

اور ناہر خان نامی افغانون کے ساتھ سوار ہوکر ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اور دونون طرف کے مخالف ایک دوسرے کو دیکھنے لگے نواب کے ہراول مین سے محمد غیاث خان بھی اپنے آدمیون کو لیکر ٹیلے پر کھڑا ہوگیا اور قلب لشکر کی سپاہ اس ٹیلے کی تلی مین جا پہنچی جس مین نظام الملک بھی ہاتھی پر سوار موجود تھے نواب نے یوسف محمد خان کو حکم دیا کہ محمد غیاث خان سے جاکر کہو کہ تم اس بلندی پر کھڑے ہوکر دشمن کے اور ہمارے درمیان حائل ہوگئے تم اس پشتے پر جاکر کھڑے ہوجاؤ جو ہماری سواری کے پشتے سے جانب چپ واقع ہے اور توپون کے سر کرنے مین جلدی نہ کیجو جب مخالف کی طرف سے توپین چھوٹنے لگین تو تم بھی گولہ باری کراتا۔ چنانچہ وہ اس پشتے کی طرف کہ الٹی طرف منھ کے سامنے حائل تھا جاکر کھڑا ہوگیا اور نظام الملک کی سواری اس پشتے پر پہنچی جس پر پہلے محمد غیاث خان کھڑا ہوگیا تھا اور دست راست کی طرف کہ عوض خان تھا اسکی ہراولی پر عزیز بیگ خان اور محمد انور خان مغل بخشی رسالہ خاص اپنے رسالون کے ساتھ مقرر ہوئے اُنکے سامنے چھوٹا سا پشتہ تھا جسکو دلاور علی خان کی فوج ہی نے تیار کیا تھا محمد انور خان مغل اپنے رسالے کے ساتھ اسپر چڑھ گیا تھا اور جو لوگ اسے بنا رہے تھے پسپا ہوگئے۔ یہ حال دیکھکر دلاور علی خان کی طرف سے سید شیر خان بارہ و فرحت خان و ناہر خان اپنی اپنی جمعیتون کو ساتھ لے کر آئے اور محمد انور خان سے لڑائی شروع ہوگئی چونکہ دشمن کے آدمی زیادہ تھے اور محمد انور خان کی جماعت کم تھی اسواسطے یہ لوگ پائداری نہ کرسکے یہ حال دیکھ کر عزیز بیگ خان و عوض خان اپنی جمعیتون کے ساتھ مخالف کی طرف گئے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ عزیز بیگ خان کی سواری کے ہاتھی کے حوضے مین آگ آکر گری اُسے بڑی کوشش سے بجھایا اور عوض خان اور اسکے بیٹے جمال خان اور عظمت خان افغان پنی نے داد مردانگی دی چنانچہ سید شیر خان وغیرہ مارے گئے اور فرحت خان اور ناہر خان زخمی ہوئے اور اس وقت عظمت خان گھوڑے سے اُترکر لڑ رہا تھا کہ مارا گیا یہ حال دلاور علی خان پشتے پر چڑھا ہوا دیکھ رہا تھا وہ اپنے بہت سے ساتھیون کے ساتھ پشتے سے اترکر عوض خان پر ٹوٹ پڑا اسکے ساتھ سپاہ کم تھی بہت سے آدمی اسکے مارے گئے اور زخمی ہوئے عوض خان نے کار مردانہ کیا اسکی خواصی مین جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ مارا گیا اور اس کا بیٹا جمال خان کہ تیر اندازی کر رہا تھا زخمی ہوا۔ نظام الملک نے عبدالرحیم خان و قادر داد خان کو ایک جماعت کے ساتھ عوض خان کی مدد پر روانہ کیا اس وقت عوض خان کے آدمیون مین تزلزل پیدا ہوگیا تھا۔ اکثر ساتھی خصوصاً مغل پسپا ہوگئے تھے بہت تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے۔ دلاور علی خان نے ہیئت مجموعی کے ساتھ عوض خان کو سامنے رکھ لیا اور اسکے سپاہیون کو بھگاتا ہوا نظام الملک کے سیدھے ہاتھ کی طرف لے گیا عوض خان خود اپنی جگہ پر قائم رہا اور دشمنون پر

تیر اندازی کر رہا تھا۔ دلاور علی خان نے اس میدان مین کھڑے ہو کر دیکھا کہ خاص نظام الملک
کے ساتھ کی سپاہ یہان کھڑی ہے اور ریاست داری کا سامان ماہی مراتب وغیرہ تھوڑی سی
سپاہ کے ساتھ یہان موجود ہے ان کا خیال کر کے اپنے سیدھے ہاتھ کی سپاہ کی طرف منحرف ہوا
اور سپاہ خاص کے سامنے آیا اُسکے آنے سے اس سپاہ مین عجیب تلاطم پیدا ہو گیا سعد اللہ خان
وزیر شاہ جہان کا پوتا متوسل خان نواب کے قریب ایک ہاتھی پر بیٹھا ہوا موجود تھا وہ تیر مارتا ہوا
دشمن کی طرف بڑھا اب تھوڑے سے آدمی آکر نظام الملک کے ساتھ کی فوج مین مل گئے اور
نظام الملک کا ہاتھی بھی مخالفون کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاقاً ایک سوکھا ہوا نالہ وہان حائل تھا
جس مین دو سو عرب پیادے برقنداز کہ ہر ایک پندرہ روپے ماہوار کا نوکر تھا چھپے ہوے بیٹھے تھے
اور اسماعیل خان خویشگی بھی مع اپنے رسالے کے نالے کے کنارے پر موجود تھا اُسنے اپنے آدمیون کو
لڑنے کا حکم دیا اور خود گھوڑے سے اتر کر نشان زمین مین گاڑ دیا اور یہ سب تیر زنی کرنے لگے اور ان
عربون نے بھی اوپر چڑھ کر مخالفون پر بندوقون سے آتش باری شروع کی جسوقت نظام الملک
و متوسل خان نالے سے عبور کرنا چاہتے تھے کہ ایک گولی دلاور علی خان کی ابرو پر پیوست ہو کر پار
نکلتی ہوئی نکل گئی جسکے صدمے سے وہ بیہوش ہو گیا ہاتھی بان ہاتھی کو لوٹا کر پشتے پر کھڑا ہو گیا
جب اسکو غش سے افاقہ ہوا نظام الملک کو نزدیک دیکھ کر دوبارہ ہاتھی بڑھا لایا اسکے بندوق
جزائل کی گولی ایسی کھائی کہ کام تمام ہو گیا اور حوضے مین گر گیا مگر ہاتھی اس کا اسی طرح کھڑا تھا
نواب کے ساتھ جسقدر آدمی کھڑے تھے انھون نے کہا کہ الحمد للہ مخالف کا کام تمام ہو گیا اور نواب
سے کہا کہ آپ اس جگہ سے آگے نہ بڑھین نواب نے کہا کہ ابھی مہاراو بھیم سنگھ و گج سنگھ و دوست محمد خان
افغان اپنی اپنی سپاہ کے اور توپون کے ساتھ پشتے پر صحیح و سالم کھڑے ہین شاید دلاور علی خان نے
کسی حکمت سے اپنے کو کشتہ دکھایا ہے وہان چلو اور اُنسے جنگ کرو اور اپنے فیلبان کو جس کا نام چاند
تھا حکم دیا کہ ہاتھی مخالفون کی طرف بڑھا لے۔ اس وقت شیخ ابو الخیر نواب کی خواصی مین بیٹھا ہوا تھا
نواب نے اس سے فرمایا کہ جسوقت ہماری سواری کا ہاتھی دلاور علی خان کے ہاتھی کے پاس پہنچے گا
اگر وہ زندہ ہوا تو اُٹھ بیٹھیگا اور اگر مارا گیا ہوگا تو نہ اُٹھے گا بس اگر زندہ ہوا اور مجھ سے مقابلہ کرے
تو تم اسے مار ڈالنا اور اگر تم سے مقابلہ کرے گا تو ہم مار ڈالین گے دونون ہاتھی ملے تو معلوم ہوا کہ
وہ مر چکا ہے بعد اسکے نواب کا ہاتھی اس میدان مین کھڑا ہوا۔ اور اب مہاراو بھیم سنگھ و گج سنگھ
بہت سے راجپوتون کے ساتھ پشتے سے شمشیر بدست اُترے اور محمد غیاث خان کے مقابل آئے
عزیمت خان الٹی طرف سے جھپٹ کر محمد غیاث خان کا شریک ہو گیا بھیم سنگھ اور گج سنگھ بھی ہاتھیون
سے اتر پڑے اور انکے ساتھی گھوڑون سے اتر آئے اور لڑائی دست بدست شمشیر اور کٹار اور برچھی

کی جاری ہوئی محمد غیاث خان اور مرحمت خان نے کوشش کر کے راجپوتون کا کام تمام کر دیا محمد غیاث خان اور مرحمت خان کے بہت سے ساتھی کام آئے اور دوست محمد خان افغان بغیر اسکے کہ جنگ کرے میدان سے بھاگ گیا اور فتح کا نقارہ بجنے لگا اور بہت سامال لشکریان نواب کے ہاتھ لوٹ مین آیا لشکرگاہ مخالفین مین بہت سے آدمیون نے کھانا تیار کر لیا تھا جو نواب کے آدمیون کے نصیب ہوا۔ دلاور علی خان کے ساتھ کی چار ہزار سپاہ کام آئی اور نظام الملک کی طرف سے نامی آدمی صرف بدخشی خان و تبریزخان مارے گئے۔

نواب نے کوتوال لشکر کو طلب کر کے حکم دیا کہ منادی کر دے کہ لڑائی مین جو کچھ ہوا سو ہوا اب کوئی آدمی ہمارے لشکر کا مخالف کے لشکر کے آدمیون سے متعرض نہو اور توپخانہ وغیرہ سامان جنگ جو کچھ لوٹ لیا گیا ہے اُسے جمع کرے چنانچہ سات سو جزائر اور سات توپین اور دو سو ضرب بھرہ اور سات آٹھ ہاتھی نواب کی سرکار مین داخل ہوے اور رات وہین بسر کی اور اپنے زخمیون اور کشتون کی خبر گیری کی اور جن جن سردارون اور روشناسون نے جانفشانی کی تھی اُنسے نہایت دلجوئی و شفقت و لطف و کرم سے پیش آئے اور انکو روپیہ دیا اور دن کو بھی وہان مقام کیا اور منشی کو حکم دیا کہ قلعہ آسیر اور برہانپور اور دوسرے مقامات کو فتح کرنے کے تہنیت نامے لکھ کر روانہ کرے منشی نے عرض کیا کہ آج تیرھوین تاریخ ہے اور اس تاریخ کو منحوس جانتے ہین نواب نے فرمایا کہ ۱۳ اکے ایک طرف تاریخ مبارک ۱۲ دوسری طرف ۱۴ واقع ہوئی ہے تیرھوین تاریخ اگر کچھ نحوست رکھتی ہے تو وہ ہمارے مخالفون پر واقع ہو چکی۔ عوض خان۔ جمال خان۔ عبدالرحیم خان رعایت خان۔ سعدالدین خان۔ مرحمت خان۔ متوسل خان۔ قادر داد خان۔ محمد غیاث خان اور رحیم خان کو ایک ایک ہاتھی بخشا اور بہت سے منصبدارون اور روشناسون اور جمعدارون کو گھوڑے اور خلعت اور تلوارین دین اور تنخواہین بڑھائین۔ پندرھوین کو برہانپور کی طرف کوچ کیا اور وہان پہنچکر لال باغ مین اترے۔ یہان منور خان جاگیردار مرتضےٰ پور اپنے آدمیون کے ساتھ سلام کو آیا اسکو نواب نے ہاتھی اور پانچہزار روپے دیے یہ شیخ نظام مشہور کا پوتا ہے اور دلاور علی خان وغیرہ کے تابوت عالم علی خان کے پاس بھجوا دیے۔ تاریخ فتحیہ مین اسی طرح مذکور ہے غلام امام ابن محمد متہور خان نے رشیدالدین خانی کے صفحہ ۲۳۹ مین جو لکھا ہے کہ دلاور علیخان نے اتنی کوشش سے حملہ کیا کہ نظام الملک کی فوج ہراول متزلزل ہو گئی۔ نظام الملک متفکر ہوے محمد ابوالخیر خان اسوقت نواب کی خواصی مین بیٹھے ہوے تھے انھون نے نواب کو متفکر پاکر کہا کہ یہ وقت کشش و کوشش کا ہے نہ تامل و تفکر نظام الملک نے انکی طرف منھ کر کے فارسی زبان مین کہا کہ قلعہ آسیر چند کروہ ہست۔ خان مذکور نے بے باکانہ جواب دیا کہ اس وقت اس طرح

ارشاد کرنا غیر مناسب ہے حضور کو جو کچھ ارشاد فرمانا ہو بلا حرکت سر وگردن کے ارشاد فرمائین بندہ جواب باصواب گذارش کریگا اور آسیر کا قلعہ یہی ہے کہ حکم ہو کہ فیل خاصہ کے پانون مین زنجیر ڈالدین اگر وقت موعود آپہنچا ہے تو خیر رضا بقضا نظام الملک نے فیلبان کو اشارہ کیا اُسنے ہاتھی کو آگے کی طرف ہُولا یہ دیکھتے ہی نواب کے آدمی جو انکے پاس کھڑے تھے رستمانہ حملہ کرنے لگے دلاور علی خان بھی گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے رفقا کے ساتھ حملہ کنان نظام الملک کے ہاتھی تک آپہنچا اسوقت ابو الخیر خان نے جو نظام الملک کی خواصی مین تھے بندوق سر کی اسکے سینے مین گولی لگی اور وہ زمین پر گر گیا میدان نظام الملک کے ہاتھ رہا۔ نظام الملک ہاتھی سے اُترے ہمراہیون نے نذر دینے کا ارادہ کیا چونکہ محمد ابو الخیر خان زخمی تھے اُنکے اترنے مین دیر ہوئی نواب نے کہا کہ تامل کرو ابو الخیر خان کو اتر جانے دو اول ہم انکی نذر لیلین پھر سب کی لین گے اس لیے کہ ہماری فتح انکی صلاح سے ہوئی ہے چنانچہ ایسا ہی عمل مین آیا۔

یہ حکایت محض بے اصل معلوم ہوتی ہے اور شیخ ابو الخیر اور انکی اولاد کی فضیلت دکھلانے کے لیے گھڑی گئی ہے یوسف محمد خان کا بیان واقعی ہے۔

اسی غلام امام نے خورشید جاہی مین بیان کیا ہے کہ محمد ابو الخیر خان کو محمد شاہ نے خطاب خانی دیا تھا۔ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ ابو الخیر خان شیخ زادہاے فاروقی سے ہین نسب انکا شیخ فریدالدین شکر گنج کی طرف پہنچتا ہے انکے بزرگ میر پور سرکار خیر آباد ملک اودھ کے رہنے والے تھے چندے شکوہ آباد صوبہ آگرہ مین رہتے تھے اسلیے شکوہ آبادی مشہور ہوگئے جیسا کہ تاریخ فتحیہ مین ہے اور گلزار آصفیہ مین بجاے شکوہ آباد کے فیروز آباد لکھا ہے مآثر الامرا مین ہے کہ انکے باپ بہاءالدین عالمگیر کے عہد مین شکوہ آباد کی صدارت واحتساب کا کام کرتے تھے ابتدا مین ابو الخیر خان کا منصب سہ صدی تھا اور مدت تک مرحمت خان کے ساتھ مانڈو مین رہے تھے جب نظام الملک مالوے کو جانے لگے تو انکے ساتھ ہوگئے چونکہ بہادر اور صاحب راے وتدبیر تھے نواب کے مشورے مین شریک ہوگئے اور نواب نے انکو دو ہزاری پانصدی منصب اور خانی خطاب اور جاگیر دیکر بینی نگر عرف اٹنور کا فوجدار کردیا اور سنہ ۱۱۳۶ہجری مین دھار اور مانڈو کی حکومت دی بعد اسکے انکی جگہ قطب الدین خان کو ملی اور انکو نواب نے اپنے پاس بلالیا پھر حفیظ الدین خان کے ساتھ صوبہ خاندیس مین مقرر ہوے اور مرہٹون کی سرکوبی مین پوری کوشش کی تو منصب چار ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہنچکر بہادر کا خطاب اور علم ونقارہ پایا۔ کبھی گلشن آباد میدک مین فوجدار رہے کبھی خاندیس مین مقرر ہوے کبھی بگلانہ کے فوجدار بنائے گئے۔ سنہ ۱۱۵۰ہجری مین بابو نایک سردار مرہٹہ نے جب چوتھ کے لیے کرناٹک حیدرآباد کی طرف شورش کی تو اُنھون نے کرنول

اور کڑپہ کے نوابون کی مدد سے اسکو تباہ کر کے تمام سامان لوٹ لیا۔ انکو ناصر جنگ نے خطاب شمشیر بہادر دیا اور صلابت جنگ نے امام جنگ خطاب اور جھالردار پالکی دی۔ انکے دو بیٹے تھے۔ (۱) تیغ جنگ محمد ابوالفتح خان المخاطب بہ ابوالخیر خان (۲) شیخ ابوالبرکات المخاطب بہ امام جنگ محمد بہاؤالدین خان بہادر۔ ابوالبرکات نوجوانی مین رہگراے عالم آخرت ہوے ابوالفتح اپنے باپ کے بعد آصف جاہ ثانی کے عہد مین ابوالخیر خان بہادر تیغ جنگ کے خطاب سے مخاطب ہوے رکن الدولہ کے مارے جانے کے بعد منصب پنجہزاری ذات اور تین ہزار سوار کو پہنچے جھالردار پالکی اور شمس الدولہ خطاب پایا۔ پھر شمس الملک شمس الامرا بنائے گئے انکے بیٹے فخرالدین خان ہوے جنکا خطاب شمس الامرا امیر کبیر ہے۔

عالم علی خان نائب دکن سے جنگ کی تیاریان

جب دلاور علی خان کی بربادی کی خبر امیرالامرا حسین علی خان کو پہنچی تو وہ بہت غضبناک ہوے اور خود اس مہم پر روانگی کو تیار ہوے لیکن رفقا نے کہا کہ یہ شکست سرداران فوج کی غفلت سے ہوئی ہے آپ خود نہ جائین اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے عالم علی خان کافی ہے یہ شخص دکن کا نائب اور امیرالامرا کا بھتیجا اور بقولے بھانجا تھا اورنگ آباد مین مقیم تھا جب اسکو امیرالامرا نے لکھا کہ نظام الملک کا قلع وقمع کردے تو اُسنے تمام ملک دکن کی فوجین اپنے پاس بلائین۔ اس وقت کے نامی آدمی منہور خان خویشگی و امین خان دکنی و ترکتاز خان مغل و لودی خان دیوان وغیرہ بادشاہی آدمی جو امیرالامرا کے رفیق تھے اسکے ساتھ موجود تھے۔ انکے سوا شنکرا لھار برہمن بھی ہمراہ تھا اس کا مختصر حال یہ ہے کہ اسنے ایلور کا قلعہ جو ارکاٹ کے متصل ہے عالمگیر بادشاہ کے آدمیون کے حوالے کر دیا تھا بادشاہ نے خوش ہوکر اسکو پنجہزاری منصب دیا اور یہ شخص دکن کے پختہ کار اور فدار آدمیون مین شمار ہوتا تھا جب کہ امیرالامرا نے دکن مین مرہٹون سے صلح کی اور انکے حق سابقہ سردیس مکھی کے علاوہ جو ملک کی آمدنی سے دس روپے سیکڑہ مقرر تھی ۲۵ روپیہ فی سیکڑہ چوتھ کے نام سے امیرالامرا نے ساہو راجہ والی ستارہ کے لیے مقرر کیے تو یہ تمام معاملات اسی کے ذریعے سے طے پائے تھے اور امیرالامرا ہندوستان کو روانہ ہوے تھے تو دس بارہ ہزار سواران مرہٹہ آٹھ آنے روز پر نوکر رکھکر دہلی کو ساتھ لے گئے تھے یہ بھی شنکرا لھار کے ذریعے سے بھرتی ہوے تھے۔ امیرالامرا نے یہ تمام مرہٹے اور اپنی سرکار کے تھوڑے سے آدمی اور بادشاہی نوکر اورنگ آباد کو عالم علی خان کے پاس شنکرا لھار کی ماتحتی مین بھیجے تھے۔ چونکہ عالم علی خان نوعمر ناتجربہ کار تھا شنکرا لھار راؤ کو اس کا اتالیق بنایا مرہٹون اور سادات کے درمیان تمام معاملات ملکی و مالی کے مصالح کی درستی اسی شنکرا کی راے

اور ذریعے سے بھی اور اسکی کوشش سے راجہ ساہو کی ۱۵ ہزار فوج بھی مرہٹہ سردار بالاجی بشوناتھ وغیرہ کی ماتحتی مین عالم علی خان کے پاس آگئی تھی یہ تمام لشکر ساتھ لیکر عالم علی خان اورنگ آباد سے نظام الملک کے استیصال کے لیے روانہ ہوا جب نواب کو معلوم ہوا کہ عالم علی خان فردا پور کے گھاٹ سے گذر کر آرہا ہے تو نواب بھی کوچ کا نقارہ بجوا کر لال باغ سے روانہ ہوے برسات کا موسم تھا دریاے پورنا برہانپور سے بارہ کوس کے فاصلے پر عادل آباد کے تلے جاری ہے اور اسوقت چڑھا ہوا تھا عالم علی خان کی سپاہ عادل آباد پر آکر اس دریا کا اُتار نہونے سے رُک گئی۔ نواب نظام الملک اسلئے کنارے کنارے چلے تاکہ گھاٹ ہاتھ آئے ایک دن بارش زیادہ تھی اور سیاہ مٹی سرزمین کی بھیگ کر چپکتی تھی۔ مرہٹون نے دریا کو جریدہ عبور کرکے بہت سی بہیر کا سامان لوٹ لیا نظام الملک نے محمد غیاث خان وعوض خان و راؤ رنبھا کو اُنکی تنبیہ کے لیے مقرر کیا جنھون نے مرہٹون کو مار کر بھگا دیا اور بہت سی گھوڑیان چھین لین۔ کثرت بارش کی وجہ سے رسد ملنی مشکل ہوگئی غلہ گران ہوگیا گھانس اور چارہ ہاتھ نہین آتا تھا کالی مٹی سے ایک عجیب مصیبت پیش آرہی تھی۔ نظام الملک کو یہ خبر ملی کہ برار کی طرف ایک گھاٹ ہے وہان سے آسانی سے عبور ہوسکتا ہے اس طرف کا ارادہ کیا۔ کوچ کرنے کو تھے کہ خانسامانی کے متصدیون اور دوسرے آدمیون نے آکر عرض کیا کہ مودی خانے کا سامان اُٹھوانا مشکل ہے کیونکہ باربرداری کے بیل کچھ مرگئے اور کچھ مرہٹے لوٹ کرلے گئے اور توپون کی گاڑیون کے بیل دانہ چارہ نہ ملنے سے کمزور ہوگئے ہین ایسی کیچڑ اور بارش مین توپین نہین کھنچ سکتین اسی طرح اکثر بہیر کے آدمی حادثات کی وجہ سے چلنے کی طاقت نہین رکھتے نواب نے کہ سوار ہوکر روانگی کو تیار کھڑے تھے حکم دیا کہ مودی خانے کی جنس کی نسبت اعلان کرین کہ جو لشکری چاہے لیلے اور چند بڑی بڑی توپون کو کیچڑ مین داب دین بیلون کو ان لوگون کو دیدین جن کو باربرداری کی ضرورت ہو اسی دن اسکی تعمیل ہوئی اور پھر دن گذرے وہان سے روانہ ہوگئے غرضکہ پندرہ بیس کوس کی مسافت بہزار خرابی طے کی اور دریا سے اتر گئے اور پھر میدان وسیع مین دلدل پیش آئی سوارون کا اس مین گذرنا مشکل ہوگیا بہت سے لوگ پیدل ہوکر وہان سے گذرے اور جسقدر لاغر گھوڑے تھے اس مین پھنس گئے چنانچہ تیرہ سو گھوڑے ایسے پھنسے ہوے رہگئے شام کو قصبۂ بالاپور سے تین کوس پر ایک ویران گانون مین مقام ہوا یہان عید ہوئی اور کچھ دانہ اور گھانس مل گیا۔ عالم علی خان بھی اسی گھاٹ سے اتر کر مقابلے کو آیا اگرچہ ایک ہی ساحل پر دونون فوجین مقیم تھین مگر بادل کی گرج بجلی کی کڑک دمک سے دست بدست لڑائی پر نوبت نہین پہنچ سکتی تھی تیر و تفنگ سے جنگ جاری تھی۔ تاریخ چغتائی کا مولف محمد شفیع متخلص بوارد لکھتا ہے کہ نظام الملک نے عالم علی خان کو کہلایا کہ ابھی تمھاری عمر

ایسے ہولناک معرکون کے مرتکب ہونے کی نہین ہے بہتر ہے کہ تمام مال و اسباب و دولت لیکر دہلی کو چلے جاؤ تمھارے چچا جہان دیدہ اور کمسن سال ہین اُنکے ساتھ شامل ہو کر معرکہ آرائی کیجیو اور اگر یہ بات گوارا نہو تو چندے اورنگ آباد مین قیام کرو اور چچون کے آجانے کے بعد جو تمھارے بزرگ ہین میدان کارزار گرم کیجیو مگر عالم علی خان نے نہ مانا۔

عالم علی خان اور نظام الملک مین جنگ۔ عالم علی خان کو شکست

ایک شنبہ ۶ شوال ۱۱۳۲ہجری کو لڑائی کے لیے سوار ہوے اور بہیر وغیرہ کو لشکرگاہ مین چھوڑا اور مآثرالامرا مین عوض خان قسورہ جنگ کے حال مین اس جنگ کا سال ۱۱۳۳ہجری غلط لکھا ہے۔ نواب نے اپنے **ہراول** مین محمد غیاث خان کو رکھا۔ عوض خان اور اپنے چچا عبدالرحیم خان کو سیدھی طرف مقرر کیا اور رحمت خان و عزیز بیگ خان کو **الٹی** جانب متعین کیا۔ اور محتشم خان ملتمش و متوسل خان و قادر داد خان کو سیدھی اور الٹی جانب کی نگرانی کے لیے حکم دیا اور فوج اُسکے **پچھلے حصے** کی نگرانی کے لیے رستم بیگ خان عظم شاہی کو بھیجا یہ شخص امیرالامرا کی جانب سے بیجاپور عرف کلبرگون کا فوجدار تھا اور نواب کے پاس پہنچکر انکی ملازمت اختیار کرلی تھی اور اسی کام کے لیے میر سیف الدین علی بخشی رسالہ کو بھی ادھر متعین کیا اور انوہ نام دیکھہ پرگنہ ستیز کو جسکے ساتھ ایک جمعیت تھی اسی جانب بھیجا اور خود درمیان لشکر مین ہاتھی پر سبز عماری مین سوار ہو کر کھڑے ہوے اور رنبھا مرہٹہ کو چارون طرف کی نگرانی کے لیے مامور کیا۔

دوسری طرف عالم علی خان نے اپنی سپاہ کی یون صف بندی کی کہ **سیدھی طرف** غالب خان پسر رستم خان دکنی اور مرزا علی خان کو بھیجا۔ اور **الٹی جانب** امین خان دکنی پسر شیخ نظام مشہور اور ترکتاز خان تورانی اور فدوی خان دیوان دکن اور شنکرا ملہار کو بہت سے مرہٹون وغیرہ کے ساتھ متعین کیا اور **پیش لشکر** مین متہور خان خویشگی۔ عنبر خان بنی عم داود خان غیاث الدین خان امیر خان۔ برادر خان عالم۔ محمد اشرف خان بخشی۔ مٹھے خان۔ محمدی بیگ۔ رفاہت طلب خان خواجہ رحمت اللہ خان اور ایک جماعت بہادران دکن و بارہ ئی اور بارہ ہزار پیادہ کرناٹکی و فیلان مست جنگی و توپخانہ شایستہ کو رکھا۔

عالم علی خان کے ساتھ تمام سپاہ تیس ہزار کے قریب تھی۔ تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ نظام الملک کے ساتھ بھی توپین بہت تھین جن مین سے کچھ تو سابق سے اُنکے ساتھ تھین اور باقی قلعہ آسیر اور قلعہ برہانپور اور لشکر دلاور علی خان سے ہاتھ آئی ہوئی تھین نظام الملک نے لڑائی سے ایک روز قبل دن مین توپون کو دشمن کے سامنے نمودار کر کے شب مین کچھ توپین کمین گاہ مین توپ اندازان روم و فرنگ

کی تجویز سے چھپا کر کھڑی کرا دی تھین۔

غرضکہ ۶ شوال کو لڑائی شروع ہوئی نظام الملک قدم قدم فوج کے ساتھ بڑھتے تھے کہ یکایک توپون کے فیر ہونے لگے اور بان بھی چھوٹے ابتدا مین کئی گولے عالم علی خان کے توپخانے سے نواب نظام الملک کے لشکر کی طرف گرے اور اس سے کوئی ضایع نہوا اور نظام الملک کی طرف سے پہلے فیر مین لطیف خان پوار کے حوضے مین ایسا گولہ لگا کہ حوضہ ناکارہ اور اوندھا ہوگیا اور حوضہ نشین تلے گر گیا اور بڑا تزلزل پیدا ہوگیا بعد اسکے عالم علی خان کی فوج ہراولی مین سے متہور خان سترہ فیل سوارون کے ساتھ اور غالب خان اور مٹھے خان اور صلابت خان پانچ چھ ہزار سوارون کے ساتھ نظام الملک کی فوج ہراولی پر حملہ آور ہوے۔ اس معرکے مین محمد غیاث خان نے بڑی بہادری دکھائی محمد غیاث خان کی پہلے سے ایک آنکھ خارج تھی اسوقت دوسری آنکھ بھی تیر سے جاتی رہی جب اسکی فوج نے اپنے سردار کا یہ حال دیکھا تو استقامت نہ کر سکی۔ عالم علی خان نے اپنے ہاتھی پر فیلبان کی جگہ متہور خان کے سالے تہور دل خان کو بٹھا دیا تھا وہ فوراً تیزی کرکے متہور خان تک پہنچ گیا اور عالم علی خان کے میمنہ مین سے غالب خان اور مرزا علی خان وغیرہ بھی پیش قدمی کرکے مرحمت خان اور عزیز خان پر ٹوٹ پڑے نظام الملک کی طرف سے عبدالرحیم خان اور نواب کے بڑے بیٹے کا بخشی حفیظ اللہ خان و دلیر خان روہیلہ جمعدار مالوہ کہ دونون ایک ہاتھی پر تھے تیزی سے محمد غیاث خان کی جگہ آگئے اور سیدھی طرف سے متوسل خان اور الٹی جانب سے قادر داد خان اور محتشم خان مدد کو پہنچ گئے۔ عالم علی خان کی صف میسرہ کے سردار امیر خان و ترکتاز خان و فدوی خان دیوان عوض خان کے مقابل پہاڑ کی طرح جم کر کھڑے ہوگئے ایسے وقت نظام الملک اپنی رکاب کی سپاہ کو لیکر جلد پہنچے اور خوب کشت و خون ہوا کہ متہور خان زخمی ہوکر کام آیا۔

تاریخ مظفری مین بیان کیا ہے کہ عالم علی خان کے سواران دلیر نے نظام الملک کی سپاہ پر دھاوا کیا نواب کے گولہ اندازون نے چارون طرف سے قابو پاکر یکبارگی توپین سر کردین دکن کے بہادر اور دوسرے بہت سے آدمی کھیت رہے۔ ایسی حالت مین نظام الملک کے بندوقچیون نے دوڑ کر گولیون پر رکھ لیا اور تیراندازون نے تیرون سے چھید دیا۔ عالم علی خان کی بڑھی ہوئی سپاہ مین تزلزل و تخلل پیدا ہوگیا۔ عالم علی خان ہاتھی پر بیٹھا ہوا یہ حال دیکھ رہا تھا جسکے پیچھے غیاث الدین خان تھا اور دوسرے اور بھی پندرہ بیس فیل سوار تھے ان سب نے ہراول کی کمک کے لیے حملہ کر دیا اور خوب داد مردانگی دی کہ نظام الملک کے آدمیون نے بھاگنا شروع کر دیا اور ایسی تدبیر سے بھاگے کہ عالم علی خان اور اسکے ساتھیون کو جو تعاقب کر رہے تھے کمین گاہ کی توپون کے سامنے لے آئے کہ یکایک تمام توپین چھوڑ دی گئین جن کے دھوین سے تاریکی چھا گئی جب دھوان مٹا تو معلوم ہوا کہ عالم علی خان

کے بہت سے دلاور مقتول پڑے تھے جن مین غالب خان۔ غیاث الدین خان شمشیر خان۔ محمد فرخ خان
خواجہ رحمت اللہ خان۔ مٹھے خان۔ محمدی بیگ اور دوسرے ہزارون جان باز تھے۔ یہ صورت
دیکھ کر عالم علی خان خود بڑھا۔ نظام الملک کی طرف سے حفیظ اللہ خان اور دلیر خان روہیلہ اور
اختصاص خان عالم علی خان کے روبرو ہوے اور باہم تیر و تلوار سے لڑائی ہونے لگی اور اسماعیل خان
و متوسل و سید سلیمان قادری اپنے ہاتھیون کو خود انکس سے ہانکتے تھے۔ متوسل خان کا لطیف خان
اور اُسکے بھائی جوہر خان سے مقابلہ ہوگیا کہ اس عرصے مین جوہر خان نے ہاتھی پر سے طپنچہ متوسل خان
کے شانے مین مارا اور ایک تیر اُسکے حلقوم مین لگایا۔ وجود ان دو زخمون کے اسنے ہمت کرکے اپنے
مقابل کے تینون فیل سوارون کو مار لیا۔ اختصاص خان کی تلوار سے عالم علی خان کا ہاتھ بیکار ہوگیا
آخرکار میر حفیظ اللہ خان کے ہاتھ سے عالم علی خان مارا گیا۔ اور اُسکے ۱۹ فیل سوار بھی کام آئے
عالم علی خان کا ہاتھی مع جسد کے نظام الملک کے سامنے آیا اُسوقت فتح کی تہنیت کے شادیانے
بجنے لگے غالب خان مارا گیا اور دوسرے بھاگ نکلے نظام الملک کے لشکر کے پچھلے حصے
کے آدمیون پر مرہٹون نے حملہ کرکے خوب لوٹ مار کی چنانچہ خاص نواب کی سواری کی پالکی اور
اشرفیون سے لدے ہوے تین اونٹ اور چند ڈولیان جن مین کمانین لدی ہوئی تھین لیکر چلے گئے
عالم علی خان کا کیمپ جسقدر راوباشان لشکر کی لوٹ سے بچا تھا نظام الملک کی ضبطی مین آیا۔
نظام الملک کا گذر جبکہ شنکرا ملہار۔ منہور خان اور ناہر خان زخمیون کے پاس ہوا تو انکو پہچانکر اٹھوا لیا
اور اپنے دولت خانے کے دروازے کے سامنے لائے اسماعیل خان خویشگی نے ہم قومی کی وجہ
سے منہور خان کو مانگ لیا اور ناہر خان کے علاج معالجے کے لیے بھی حکم دیا اور شنکرا جی ملہار کو
ملتان کے حوالہ کر دیا اور حکم دیا کہ قید رکھ کر معالجہ کرے اور عالم علی خان کے جسد کو کفن پہنا کر
اورنگ آباد کو جہان امیر الامرا کی بیگم رانی موجود تھی بھیدیا اور سید سلیمان عرب جو حضرت پیران پیر
سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھا اور نواب اسے پندرہ روپے روز دیتے تھے
وہ بھی اس معرکے مین لڑکر زخمی ہو چکا تھا۔ نواب بالاپور کے نزدیک اپنی خیمہ گاہ مین چلے آئے
اور زخمیون کی مرہم پٹی کرائی مگر سید سلیمان ایک رات سے زیادہ زندہ نہ رہا اسی شب صبح کے
قریب مر گیا۔ نواب کو متوسل خان کے زخمی اور محمد غیاث خان کے نابینا ہوجانے کا افسوس ہوا
دوسرے دن نواب اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوے۔ جب عالم علی خان کے مارے اور
نظام الملک کے اورنگ آباد کی طرف کوچ کرنے کی خبر اورنگ آباد پہونچی تو رانی وغیرہ امیر الامرا
کی بیگمات اور راجہ تولارام کارندے نے جو یہان مقیم تھے سید مبارک خان قلعہ دار دولت آباد کو
جو وہان سے پانچ کوس تھا لکھا کہ ہم بھی ناموس سادات ہین اور تم بھی سید ہو ہماری ناموس کی حفاظت کرو

اور اپنے پاس پناہ دو سید مبارک خان سادات بخارا سے تھا اسکے بزرگ اچھ میں رہنے لگے تھے اور یہ شخص عہد عالمگیر سے دولت آباد کا قلعدار تھا جبکہ امیر الامرا دکن کے صوبہ دار تھے تو سید مبارک نے اُن کی اطاعت نہ کی تھی لیکن اسوقت ناموس قومی کے جوش سے اپنے پاس بلالیا تو لازام نظام الملک کے اورنگ آباد پہنچنے سے پہلے ہی تمام سامان اور بیگات کو لیکر دولت آباد پہنچ گیا اور توشے خانے اور فراش خانے کا جو اسباب نہ لیجا سکا وہ میر کمال الدین خان ہمشیرہ زادہ خان مذکور کے پاس جو وہان کا قلعدار تھا چھوڑ گیا اور دیوان کو بھی چھوڑ دیا تھا جو دلاور علی خان اور عالم علی خان کے مارے جانے کی وجہ سے خوف زدہ ہو رہے تھے لیکن نظام الملک نے کسی کے ساتھ دشمنی نہ کی۔

رفیقون اور جان نثارون کی قدر افزائی

نظام الملک نے اورنگ آباد پہنچکر اپنے رفیقون اور جان نثارون کی قدردانی کی اور انکو مناصب اور انعام و عنایات سے سرفراز کیا۔ چنانچہ **عوض خان** کا منصب اصل و اضافہ کے بعد پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کا ہوگیا اور خطاب عضد الدولہ بہادر قسورہ جنگ اور ہاتھی و جواہر دیکر برار کا صوبہ دار کر دیا۔ اپنے چچا **عبد الرحیم خان** کو جو پہلے قلیچ خان خطاب رکھتے تھے اصل و اضافہ کے بعد پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر نصیر الدولہ خطاب دیا اور فیل و جواہر اور جاگیر عطا کی۔ اور محمد امین خان اعتماد الدولہ کے بھائی **غیاث خان** کو جن سے نواب کی پھوپھی بیاہی تھی پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار کا منصب اور ظہیر الدولہ خطاب اور ہاتھی اور جواہر دیا۔ اور اجین کا حاکم کر دیا۔ یہی منصب **مرحمت خان** کو دیکر خطاب مرحمت خان بہادر غضنفر جنگ اور فیل اور جواہر اور چند لاکھ کی جاگیر اور برہانپور کی حکومت دی۔ اور **متوسل خان** کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور خطاب بہادر اور ہاتھی و جواہر اور گھوڑا اور علم و نقارہ بخشا۔ یہی منصب و عطایا **عزیز بیگ خان** اور **سعد الدین خان جہان شاہی** کو جو پہلے برہانپور مین مامور تھا۔ اور یہی منصب **جمال خان** پسر عوض خان عضد الدولہ کو دیا **محتشم خان** کو سہ ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ دیا اور صوبجات کی بخشی گری مرحمت کی اور **علی اکبر خان** کو کہ ہرات کا رہنے والا اور صحیح النسب سید تھا اور ان فتوحات سے پہلے صوبۂ خاندیس مین مامور تھا اور اس لڑائی مین خوب جانفشانی کی تھی منصب و جاگیر

ؔ پنجاب مین پانچون دریاؤن کے سنگم (اتصال) کے نزدیک سکندر اعظم ہندوستان سے واپسی مین ایک معقول عرصے تک ٹھہرا اور ایک قصبہ آباد کیا جسکا نام اسکندریہ رکھا یہ قصبہ آج کل اچھ کہلاتا ہے اور بہاولپور سے ۴۳ میل کی مسافت پر ہے اور اب اس سے چالیس میل جنوب کی طرف مٹھن کوٹ کی جانب وہ دریا بہتے ہین ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

اور خلعت فاخرہ دیا اور قلعہ و شہر آسیر کا حاکم بنا دیا اور ایک لاکھ روپیہ نقد بھی مرحمت کیا۔ یہ مقام افواج ہند کی سرراہ پر واقع تھا۔ اور راو رنبھا کو کوشش و جانفشانی کے صلے مین راجا امرت راو کا خطاب دیا۔

نواب کے طالع کی یاوری دیکھ کر بادشاہی بہت سے ملازم جو دکن مین تھے انکے پاس آکر مورد مراحم ہوے نواب نے انکو خطاب اور مناصب مناسب عطا کیے چنانچہ قدومی خان جسکو فرخ سیر نے دکن کی دیوانی عطا کر کے امیر الامرا کے پاس بھیجا تھا اور امیر الامرا کے تغلب کی وجہ سے اسکے ہاتھ مین کام نہ تھا نظام الملک نے اسکو یہی عہدہ دیکر حکم دیا کہ بالاستقلال کام کرے متہور خان خویشگی اور ترکتاز خان اور امین خان اور ناہر خان غوری اور عالم علی خان کے دوسرے چھوٹے بڑے افسر نواب کی طرف رجوع کرنے لگے اور انھون نے ہر ایک کے ساتھ سلوک کیا سیادت خان اوغلان جو احمدنگر کا قلعدار تھا نظام الملک کے پاس حاضر ہوا چونکہ قدیم سے تعلق رکھتا تھا اسکو بھی اعزاز و اکرام کے ساتھ انعام دیکر پھر اسی قلعے کی حراست کے لیے بھیجدیا۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ اوغل ترکی زبان مین پسر کو کہتے ہین اور اوغلان اوغل کی جمع ہے اوغلان بخارا مین ایک جماعت کا خطاب تھا جو شرافت و سیادت مین ممتاز تھی اس خاندان مین سے ایک شخص عالمگیر کے عہد مین آیا چونکہ نظام الملک کے والد فیروز جنگ کا استادزادہ تھا انکی سفارش سے عالمگیر کے پاس پہنچ گیا اور شاہزادہ کام بخش کی تعلیم کے لیے مقرر ہو گیا رفتہ رفتہ سہ ہزاری منصب اور خدمات حضور سے سرفراز ہو گیا اور جو مطالب فیروز جنگ کے ہوتے وہ بادشاہ سے عرض کرتا اور جو احکام انکے نام صادر ہوتے وہ انکو پہنچوا دیتا۔ اُسنے راہیری کے قلعے کو آگ دیکر مرہٹون کو خوب قتل کیا اسلیے سیادت خان خطاب پایا اسکے انتقال کے بعد اسکے بیٹے کو بھی یہی خطاب ملا اور عرض کر کے اوغلی و اوغلی و اس فوج کی سرداری پر مامور ہوا جو مرہٹون کی تنبیہ کے لیے بھیجی جاتی تھی اسی زمانے مین اندھا ہو گیا تھا امیر الامرا حسین علی خان کے عہد سے احمدنگر کی قلعداری پر منصوب تھا۔ یہ قلعہ زمین دوز قلعون مین نہایت مضبوط مشہور تھا۔

قطب الملک و امیر الامرا پر شکستون کا اثر

دہلی مین جب ان شکستون کی خبر پہونچی تو امیر الامرا اور قطب الملک اس واقعہ جانکاہ سے مطلع ہو کر بہت مغموم ہوے اور انھون نے چاہا کہ اعتماد الدولہ محمد امین خان سے جو نظام الملک کے رشتہ دار تھے پرخاش کرین اور اس شکست کا بدلہ لیوین گو اعتماد الدولہ کے پاس نہ انکی جاگیر کی سپاہ تھی نہ توپخانہ مگر کمر ہمت چست باندھ کر مقابلے مین قائم رہے سیدون نے اُنپر ہاتھ نہ ڈالا

یہ محمد امین خان میر بہاء الدین بن عالم شیخ کے بیٹے ہین اور عالم شیخ عابد خان کے باپ ہین عابد خان خاندان آصف جاہیہ کے مورث اعلیٰ ہین دونون کا سلسلہ نسب یون ہے۔

عالم شیخ

عابد خان	میر بہاء الدین خان
شہاب الدین خان فیروز جنگ	محمد امین خان اعتماد الدولہ
قمرالدین خان نظام الملک	قمرالدین خان اعتماد الدولہ

محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی وزارت سے اعتماد الدولہ محمد امین خان اور نظام الملک قمرالدین خان اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان ایک بعد دوسرے کے سرفراز ہوے۔

نظام الملک کی بغاوت فرو کرنے کے لیے امیر الامرا حسین علی خان کا بادشاہ کو ساتھ لیکر دکن کی طرف روانہ ہونا

امیر الامرا نے خود اس بغاوت کو دبانے کے لیے روانگی کا ارادہ کیا مگر یہان کے دربار کی یہ حالت تھی کہ محمد شاہ سیدون کے تسلط سے نہایت پریشان تھے اور انکے دباو سے آزادی حاصل کرنے کے لیے نہایت مخفی طور پر تدبیرین سوچتے تھے اور اس بڑے خوفناک ارادے مین انکے صلاح کار محمد امین خان اعتماد الدولہ تھے اور رفتہ رفتہ یہان تک نوبت پہنچی کہ ایک گروہ سیدون کے خلاف قائم ہوگیا جس مین سید محمد امین معروف بہ سعادت خان برہان الملک بانی ریاست اودھ کا جو حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہین دوسرا نمبر تھا۔ اگرچہ یہ سازش ہزار پردون مین کی گئی مگر سیدون کے دلون پر برے برے خیال گذرنے لگے جب نظام الملک کی بغاوت فرو کرنے کے لیے دکن کو جانے کا کام سیدون پر آپڑا تو انھون نے بادشاہ کو قابو مین رکھنے کے لیے یہ بات قرار دی کہ امیر الامرا حسین علی خان بادشاہ اور بعض مشتبہ امیرون سمیت دکن کو روانہ ہون اور قطب الملک عبداللہ خان دلی مین موجود رہین اور بادشاہ کے منافع ومضار کی نگرانی رکھین دونون بھائی بہت غور وخوض کے بعد آگرے سے روانہ ہوے۔ چنانچہ حسین علی خان نے دکن کو اور عبداللہ خان نے دلی کو باگ اٹھائی اور سازش کرنے والون نے دونون کی جدائی سے قیاس کیا کہ مراد پوری ہونے کا موقع ہاتھ آیا۔

سیدون کی تباہی

برہان الملک سعادت خان کے دل مین ہمیشہ فرخ سیر کے خون ناحق کا بغض جوش مارتا تھا

انھون نے میر حیدر خان کاشغری برادر شاپور خان کو جو اُن کا رفیق تھا امیر الامرا کے قتل کے لیے آمادہ کیا اور یہ راز ان تینون شخصون (برہان الملک اور اعتماد الدولہ محمد امین خان اور میر حیدر خان) نے یہان تک مخفی رکھا کہ بادشاہ اور قمر الدین خان پسر اعتماد الدولہ محمد امین خان تک کو واقف نہونے دیا۔ البتہ دو عورتین آگاہ تھین ایک بادشاہ کی والدہ دوسری صدر النسا جسکو عبداللہ خان کی وجہ سے عزت و ترقی حاصل ہوئی تھی مگر عالم شاہی سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ بھی اس شورے مین شریک تھا اور اسنے میر حیدر سے کہا تھا کہ اگر تم نے حسین علی خان کو مار ڈالا اور خود زندہ رہے تو ہفت ہزاری منصب پر پہنچا دونگا اور اگر تم مارے گئے تو تمھاری اولاد کے ساتھ بڑا سلوک کرونگا۔ چہار شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو فتح پور سے ۳۵ کوس پر مقام ٹوڈہ مین بادشاہ کا قیام ہوا۔ امیر الامرا حسین علی خان خیمہ سلطانی سے نکلکر اپنے لشکر کو عازم ہوے اسوقت میر حیدر خان نے ایک عرضی اعتماد الدولہ محمد امین خان کی شکایت مین لکھی اور امیر الامرا کو دینے کے لیے چلا امیر الامرا جھالر دار پالکی مین سوار گلال باڑی کے پاس پہنچے تھے کہ میر حیدر خان نے عرضی کا کاغذ دور سے بلند کیا امیر الامرا نے اسکو پاس بلالیا اسنے عرضی پیش کی وہ پڑھنے لگے اور میر حیدر پالکی کا پایہ پکڑکر ساتھ چلنے لگا اور اپنا حال عرض کرتا جاتا تھا جبکہ امیر الامرا عرضی کی طرف بالکل متوجہ ہو گئے تو میر حیدر نے دفعتہً اُنکے پیٹ مین چھرا مارا کہ جگر کے پار ہو گیا اسوقت امیر الامرا کے منھ سے صرف یہ نکلا کہ بادشاہ کو مار ڈالو اور حیدر بیگ خان کے سینے پر ایک لات ماری اس حرکت سے پالکی کو جھٹکا لگا اور لاش زمین پر گر گئی جیسا کہ جلد دوم تنقیح الاخبار مین ہے نواب کے ہمراہیون نے میر حیدر کا بھی کام تمام کر دیا۔ جب امیر الامرا مر گئے تو مغلون نے ان کا سر کاٹ لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس قوی وزیر کے مرنے سے اسکی فوج مین ہل چل پڑ گئی اور اسکے رشتہ داروں اور رفیقون اور سازش کرنے والون اور انکے رفیقون مین بڑا جھگڑا قائم ہوا۔ سعادت خان بادشاہ کے ان دشمنون کو صاف کرکے جو حرم سراے بادشاہی کے دروازے پر بادشاہ کے قتل کرنے کے لیے پہنچ گئے تھے بادشاہ کو باہر لاے اور انکو اُسپر آمادہ کیا کہ اپنے خیر خواہون کی سرداری اختیار کرکے سیدون سے علانیہ جنگ کرین اعتماد الدولہ محمد امین خان نے بادشاہ کو اپنے ہاتھی پر بٹھایا اور خود عماری مین بادشاہ کے ساتھ بیٹھے۔ حیدر قلی خان نے توپخانے کے سپاہیون کو مشتعل کرکے امیر الامرا کے طرفدارون پر جو غیرت خان کی سرکردگی مین آمادۂ جنگ تھے گولہ باری شروع کی اس عرصے مین امیر الامرا کا تمام کیمپ لٹ گیا اور غیرت خان بھی مارا گیا سیدون کا گروہ میدان سے بھاگ نکلا اور بہت سے سیدون نے فوج کے اس حصے سمیت جو کسی فریق کا مددمعاون نہوا تھا بادشاہ کی اطاعت اختیار کی محمد شاہ نے اعتماد الدولہ

محمد امین خان چین[۱] بہادر کو ہشت ہزاری ذات و ہشت ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا منصب دیا اور اپنا وزیر بنا کر وزیر الممالک خطاب عطا کیا اور ڈیڑھ کروڑ دام بخشے کہ چالیس دام کا ایک روپیہ ہوتا ہے اور شمس الدولہ کو میر بخشی کیا اور وزیر الممالک کے بیٹے قمر الدین خان کو بخشی دوم کیا اور سعادت خان برہان الملک کو محمد ہادی موسوم بہ کامور خان کے تذکرۃ السلاطین چغتائی کی روایت کے موافق شش ہزاری ذات و پنجہزار سوار کا منصب اور حیدر قلی خان کو ہفت ہزاری ذات اور شش ہزار سوار دو اسپہ کا منصب دیکر دہلی کو کوچ کیا۔ عبداللہ خان ابتک دلی نہ پہونچے تھے کہ بھائی کی سناونی پہنچی انھون نے دلی مین رفیع القدر کے بڑے بیٹے ابراہیم کو جو مقید تھا ابو الفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم کے لقب سے بادشاہ بنایا اور اسکے نام کی منادی کرائی اور اسکی طرف سے لوگون کو مراتب عنایت کیے اور اپنی فوج لیکر آگرے کی جانب روانہ ہوے اور بہت سے ٹوٹے پھوٹے سید بھی اُنکے پاس آ گئے جو بادشاہ کی اطاعت کے بعد اسکو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ نوین محرم ۱۱۳۳ھ ہجری کو بادشاہ کی فوج شاہ پورے سے گذر کر ٹھہری اور قطب الملک حسن پور مین بادشاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر آ کر مقیم ہوے۔ ۱۳ محرم سنہ مذکور کو بڑی بھاری لڑائی ہوئی جمعرات کا تمام دن لڑائی مین بسر ہو کر جمعہ کی جسوقت تھوڑی سی رات گذری تو بادشاہی توپخانے نے اتنے گولے مارے کہ عبداللہ خان کے اکثر ہمراہی مقتول و مجروح ہوے اور اکثر ہاتھی نشینون نے بھاگنا شروع کیا جنکو گنوارون نے لوٹ لیا تمام رات بھی لڑائی جاری رہی ۱۴ محرم کو جمعہ کے دن عبداللہ خان کے ساتھی ایک لاکھ سوارون مین سے صرف پندرہ سولہ ہزار سوار باقی رہ گئے۔ محمد شاہ آٹھ نو پہر شب و روز بہ نفس نفیس میدان جنگ مین اپنے جان نثارون کے ساتھ موجود رہے۔ بادشاہ نے یورش کا حکم دیا ادھر سے نجم الدین علیخان اور دوسرے سادات بارہ نے جو نہایت دلیر تھے قدم جرأت آگے بڑھایا دونون طرف سے تیر و تفنگ سے آگ برسنے لگی ہتیارون کے دل جلنے لگے۔ حیدر قلی خان اور دوسرے جوانمرد ایسی سرعت سے عبداللہ خان پر ٹوٹ پڑے کہ انکو اظہار بہادری کا موقع ہی نہ ملا اسوقت انکے ہمراہ دو تین ہزار سوار تھے اور وہ ہاتھی پر بیٹھے ہوے تھے انھون نے خیال کیا کہ اگر مین ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤنگا تو سواران ہمراہی گھوڑون سے اتر کر جانفشانی کرینگے چنانچہ وہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوے سرداران ہمراہی نے جو انکے ہاتھی کو

---

[۱] چین بکسر جیم فارسی بمعنی صادق و راست ضد دروغ یہ لفظ ترکی زبان کا ہے جیسا کہ قاموس اللغۃ العثمانیہ مین مولوی محمد علی الافنسی باش کاتب محکمۂ بدایت بیروت نے لکھا ہے اور کتاب لغات ترکیہ مین مولانا مہدی تبریزی نے لکھا ہے کہ یہ قصبات کی اصطلاح ہے ۱۲

خالی دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید عبداللہ خان مارے گئے یا یہ سمجھے کہ آخرکار شکست ہوگی عبداللہ خان کو تنہا چھوڑ کر میدان سے بھاگنے لگے عبداللہ خان کے ہاتھ پر تلوار کا زخم پہنچا تھا اور پیشانی پر تیر لگا تھا حیدر قلی خان نے انکو گرفتار کر کے شال سر پر باندھ دی اور نجم الدین علی خان مجروح بھی گرفتار ہوے سلطان ابراہیم بھی گرفتار ہوا چونکہ اسنے عبداللہ خان کی شرکت بمجبوری اختیار کی تھی اس لیے اسکی جان بخشی ہوئی اور دوسرے سردار بھی گرفتار ہو کر آئے قطب الملک عبداللہ خان وزیر اعظم اور نجم الدین علی خان بادشاہ کی قید مین ہوے۔

پٹ پرگنج ورقعہ دہلی مین پانی کی قلت سے کربلا کا عالم تھا ۱۱۳۲ھ ہجری مین قطب الملک نے شاہجہانی نہر سے ایک شاخ کٹوا کر پٹ پرگنج مین جاری کی۔

نظام الملک کے دکن مین انتظامات

عالم علی خان پر فتحیابی کے بعد نظام الملک اورنگ آباد مین داخل ہوے اور وہان بہت سی سپاہ نوکر رکھ لی اور وہان سے احمد نگر جا کر لوٹ آئے یہان خبر ملی کہ حسین علی خان مارے گئے اور عبداللہ خان پکڑے گئے۔ نظام الملک نے اسی وقت بادشاہ کے پاس مبارکباد کو جانے کے ارادے سے عماد الملک مبارز خان ہزبر جنگ کے اتفاق کے ساتھ برہانپور کی طرف کوچ کیا کہ اس عرصے مین یہ خبر بھی آ پہنچی کہ اعتماد الدولہ محمد امین خان وزیر اعظم ہوگئے جس زمانے مین کہ ملوائی کا اختیار غالب تھا تو بادشاہ نے کئی بار مخفی شقے لکھکر نظام الملک کو بلایا تھا اور لکھا تھا کہ وزارت تم کو دیدی جاے گی جب محمد امین خان وزیر باستقلال ہوگئے تو نظام الملک نے خیال کیا کہ مبادا میرے وہان پہنچنے سے باہم پرخاش وناخوشی پیدا ہوجاے ادھر ملک حیدرآباد مین ابھی خاطر خواہ انتظام پورا نہوا تھا اسلیے فردا پور سے اورنگ آباد کی طرف لوٹے اور عماد الملک مبارز خان کو حیدرآباد کو رخصت کیا اور عضدالدولہ عوض خان کو اورنگ آباد کا نائب ناظم بنا کر چھوڑا اور آپ انتظام ملکی کے لیے بیجاپور کی طرف گئے وہان مفسدون اور سرکشون کو سزائین دین اور انکو مطیع کیا اور بیجاپور سے اس طرف تالیکوٹہ تک پہنچے تھے کہ اعتماد الدولہ محمد امین خان کے مرنے کی خبر آئی جنھون نے ۱۱۳۳ھ ہجری مین اس سہنجی سراے سے کوچ کیا تھا تین روز تک انکی تعزیت مین نوبت بجنی موقوف رہی یہ محمد امین خان نظام الملک کے باپ خان فیروز جنگ کی وجہ سے عالمگیر کے وقت مین اعزاز منصب کو پہنچے تھے اور صدر الصدور بنا دیے گئے تھے اور تین ہزار دو پانصدی منصب پایا تھا بیجاپور مین سوگ کے مراسم ادا کر کے قصبہ ادونی مین جسکو امتیاز گڑھ بھی کہتے ہین آئے یہان سعادت اللہ خان ارکاٹ سے اور دلیر خان

علاقہ شاپور و بنکاپور سے اور عبدالنبی خان میانہ گڑھ سے اور ابراہیم خان و داؤد خان
قصبۂ کرنول سے آکر نظام الملک سے ملے اور اُن کے ساتھ رہے پھر انکو نواب نے خلعت
دے دیکر رخصت کر دیا اور قصبۂ کوڑ شکال جو بیجاپور اور حیدرآباد کے درمیان واقع ہے
اس کا زمیندار نہایت سرکش تھا کہا کرتا تھا کہ میری پالکی کا ایک بانس دنیادار بیجاپور کے کندھے
پر ہے اور دوسرا بانس دنیادار حیدرآباد کے کندھے پر ہے نواب کی فوج کی آمد کی
خبر سنکر ڈر کر بھاگ گیا نواب کے آدمیون نے اسکے قصبے پر قبضہ کر لیا لیکن عماد الملک مبارز خان
کی سفارش سے جو حیدرآباد سے نظام الملک کے ساتھ تھا نواب نے اسکی خطا معاف کی اور اُسنے
آکر سلام کیا نواب نے اس سے پیش کش لیکر اور علاقہ اُس کا اُسپر بحال کر کے یہان سے کوچ کیا
عماد الملک مبارز جنگ کو حیدرآباد کو رخصت کر دیا اور لوٹ کر اورنگ آباد مین آئے۔

انتظام ملکی کے بعد دہلی کو روانگی

اورنگ آباد مین کئی فرمان بادشاہ کے انکی طلبی مین آئے نواب نے جلدی جلدی انتظام کیا دیوانی
دکن کی کچہری عضد الدولہ بہادر قسورہ جنگ کے حوالے کی اور صوبجات دکن کی دیوانی فدوی خان
سے نکالکر دیانت خان خوافی کے سپرد کی اور دکن کی بخشی گری محتشم خان سے نکالکر عمدۃ الملک امیر خان
کے بیٹے اسد اللہ خان کو جو عالمگیر کے عہد مین صوبہ دار کابل تھا دی اور اسکو عضد الدولہ کے ساتھ
اورنگ آباد مین چھوڑا اور خود برہانپور کا ارادہ کیا یہان نواب کے چچا نصیر الدولہ حاکم تھے یہان سے
نربدا کے پار ہوئے یہان سے مالوے مین آئے دتیا۔ اور۔ اورچھا۔ اور چندیری کے زمیندار فوجین
لیکر نواب کے ساتھ ہوئے۔ راجہ شتر سال بوندیلہ نے بھی اپنے وکلا کو تحفے اور ہدیے دیکر نواب
کے پاس بھیجا اور راجہ چھتر سنگھ پسر راجہ گج سنگھ زمیندار نرور جو دلاور خان کے ہمراہ نواب سے
لڑکر ہارا گیا تھا دل مین بہت خوف زدہ تھا مگر نواب کے پاس چلا آیا اور یہ بھی ساتھ ہوا۔ نظام الملک
آگرے پہنچے برہان الملک یہان کے ناظم تھے انھون نے چند کوس سے استقبال کیا اور ضیافت
کی نظام الملک نے انکی حویلی پر کھانا کھایا انھون نے بہت سے ہاتھی گھوڑے جواہر و پشمینہ و پارچہ انداز
وغیرہ پیش کیے نواب نے صرف ایک ترکی گھوڑا اور تھوڑا کپڑا قبول کر کے باقی معاف کیا یہان
ایک دو مقام ہوے۔ برہان الملک کو ہاتھی گھوڑے و جواہر دیکر دہلی کی طرف آئے گرمی کا
موسم تھا جمنا کے کنارے کنارے سفر کیا اور بارہ پولہ مقام مین کہ دہلی کے پاس ہے جا پہنچے یہان
مقام کر کے خواجہ قطب الدین بختیار چشتی اوسی کاکی اور نظام الدین اولیا نور اللہ مرقدہما کے
مزارات پر گئے شام کو لشکرگاہ مین واپس آئے راستے مین بھی بادشاہ کے دو فرمان اشتیاق آمیز

اور جلد پہنچنے کی بابت آے تھے اور بادشاہ نے ولائتی فواکہات اور گلگی کے پان اور برف بھیجی تھی اور دو تین منزل سے عظیم اللہ خان ظہیر الدولہ رعایت خان جو نظام الملک کے پھوپھی زاد بھائی اور چچا زاد بھائی بھی ہوتے تھے نظام الملک کو لینے کے لیے بھیجے گئے تھے - ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۳۷ ہجری کو بارہ پولہ مقام مین پہنچنے کہ تھے تو بدرالدین خان پسر اعتماد الدولہ قمرالدین خان اپنے باپ کی فوج اور سواری اور بہت سے امرا کو لیکر گئے تھے اور جب سرراہ یہ لوگ ملے تو نواب نے گھوڑے سے اتر کر بدرالدین خان اور کئی معززین سے معانقہ کیا اور ڈیرے مین پہنچکر رخصت کردیا اسوقت بدرالدین خان نے اپنے باپ کی زبانی کہا کہ مین اپنے والد کے انتقال کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا نظام الملک نے کہا کہ اُنسے ہمارے سلام کے بعد کہیو کہ جب ہم بادشاہ سے رخصت ہوکر قیام گاہ کو لوٹین گے تو تمھارے مکان پر تعزیت کو آئنیگے۔ نظام الملک کے ٹھہرنے کے لیے عالی شان خیمہ کھڑا تھا جس مین دیوان خانہ بھی تھا۔

امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوران بہادر کے رسم استقبال کا نظارہ

بارہ پولہ مین شب گذر کر صبح کو خاندوران بہادر منصور جنگ میر بخشی دوسرے امرا کے ساتھ نواب سے ملنے بطور استقبال کے آے۔ نظام الملک خیمے کے دیوان خانے مین شان و تجمل کے ساتھ بیٹھ گئے اور یوسف محمد خان مصنف تاریخ فتحیہ کو جو ان دنون دیوان خانے کا داروغہ تھا حکم دیا کہ دیوان خانے کے دروازے کے باہر تک پیشوائی کر کے امیر الامرا اور انکے ساتھیون کو لے آے اور چوبدارون کو بھی لوازم اہتمام کا تاکیدی حکم دیا تھا۔
امیر الامرا کے ساتھ آدمیون کی کثرت تھی۔ اکثر ہندوستانی زادیان اعظم شاہی ان کے رفیق تھے اور ہر ایک کو منصب و خطاب و سرپیچ پاے مرصع اور کلگی ہاے مرصع بادشاہ سے دلوادی تھین یہ سب لوگ امیر الامرا کی پالکی کے آگے آگے چل رہے تھے اس وقت بڑا ہجوم ہو گیا اور نظام الملک کا حکم تھا کہ کسی کو روکا نہ جاے۔ امیر الامرا کی پالکی پہنچی تو اسوقت حاجی بیگ خان و غازی بیگ خان اعظم شاہی نے جو یوسف محمد خان سے قبل سے باتین کر رہے تھے امیر الامرا سے التماس کیا کہ ہمنے کئی بارجن یوسف محمد خان اعظم شاہی کی تعریف آپکے سامنے کی تھی یہ یوسف محمد خان انکے بیٹے ہین امیر الامرا یوسف محمد خان کی طرف متوجہ ہوے اُسنے عرض کیا کہ نواب سلامت ایک امیر دوسرے امیر کے یہان اسی طرح آتا ہے۔ امیر الامرا نے کہا کہ تم کیون نہین روکتے اسنے جواب دیا کہ مجھے میرے آقا نے منع کر دیا تھا اسلیے نہین روکا تب امیر الامرا نے کہ نیمچہ ہاتھ مین تھا اپنے ساتھیون کی طرف رخ کر کے کہا کہ یارو خدا و مصطفٰے و مرتضٰے کے واسطے یہ مکان میرا نہین ہے

لہ تاریخ فتحیہ مین اسی طرح لکھا ہے اسکی اصل عبارت سے ہے: ما یان تعریف یوسف محمد خان اعظم شاہی معروض می داشتیم این یوسف محمد خان پسر ہمان یوسف محمد خان ست باپ بیٹون کا ایک نام تھا۔

نواب نظام الملک کا ہے کس لیے مجھے بدنام کرتے ہو پھر یوسف محمد خان کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اگرچہ نواب صاحب نے تم کو اہتمام کرنے سے منع کیا ہے مگر مین کہتا ہون کہ تم اہتمام کرو پھر یوسف محمد خان نے ایک اشرفی جیب سے نکالکر نذر کی۔ امیر الامرا نے ہاتھ بڑھایا اُسنے دونون ہاتھون سے اُنکے قدم لیے امیر الامرا نے معانقہ کیا اور نذر معاف کی۔ امیر الامرا صحن دولت خانہ مین کہ بہت وسیع تھا ایک سوار کے ساتھ چلے جب نصف صحن مین پہنچے تو نظام الملک جو خیمہ دیوان خانہ مین بیٹھے ہوے تھے چند قدم زیر فرش تک آے۔ اور امیر الامرا سے گلے ملے اور اپنے پاس بٹھاکر انکے ہمراہیون کی نذرین لین گھوڑے اور عطر و پان کی رسم ادا ہوئی۔

نظام الملک کی بادشاہ کی خدمت مین باریابی اور عہدۂ وزارت پانا

نظام الملک کی سواری بھی تیار تھی دونون سردار اپنے اپنے ہاتھیون پر بیٹھکر شہر کی طرف چلے اور قلعے مین پہنچکر بادشاہی ملازمت سے سرفراز ہوے نظام الملک نے ہزار اشرفیان اور دو ہزار روپے نثار کے لیے نذر کیے اور تخت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے خلعت شش پارچہ چار قبۂ زردوزی اور سرپیچ مرصع الماس جس مین زمرد بھی تھے اور قیمت اسکی ۳۲ ہزار روپیہ تھی اور فیل سامان طلائی کے ساتھ اور دو گھوڑے جن مین سے ایک گھوڑا عربی ساز و لگام مرصع کے ساتھ تھا اور دوسرا عراقی جسپر ساز مینا کار تھا مرحمت کیے اور رخصت ہوکر جامع مسجد شاہ جہانی مین جس کا نام جہان نما ہے اور قلعے کے باہر ہے جاکر نماز ظہر پڑھی اور لباس بدل کر قمر الدین خان اعتماد الدولہ کے مکان پر انکے والد کی فاتحہ کو گئے۔ اعتماد الدولہ اسد خان کے مکان مین رہتے تھے۔ مکان سے نکلکر نقارخانے کے دروازے کے باہر پیشوائی کی اور پیادہ پا آکر سلام کیا نظام الملک نے پالکی سے اترکر انکو سینے سے لگالیا رسم تعزیت ادا کرکے اپنے ہاتھی پر سوار ہوکر لشکرگاہ مین جو بارہ پولہ کے پاس تھی چلے آئے دوسرے دن مقام ہوا آج اعتماد الدولہ بھی ملنے آے۔ بعد مسافت کی وجہ سے نظام الملک بارہ پولہ سے اپنا کیمپ اٹھواکر باغ کلان کے پاس شاہ گنج کے متصل خیمے ڈیرے کھڑے کراکر یہان رہنے لگے چونکہ یہ مقام پہاڑی سے اتصال رکھتا تھا اسلیے گنج پہاڑ کہلاتا تھا اور دربار مین آتے جاتے رہے امیر الامرا اور اعتماد الدولہ بھی پہنچکر نظام الملک سے ملتے رہتے تھے۔ چند روز کے بعد ساعت سعید پہنچگئی تو بادشاہ کے فرمانے سے ۵ جمادی الاولے سنہ ۱۱۳۴ ہجری کو امیر الامرا انکے کیمپ مین جاکر اپنے ساتھ دربار مین لے گئے۔ آج وزارت کل کا

عہدہ بادشاہ نے اُن کو دیا اور خلعت خاصہ اور سرپیچ اور جیغہ اور قلمدان مرصع سے سرفراز کیا ایک الماس گران بہا کی ایک انگوٹھی دی اور ۲۰ ماہ شعبان کو سعد اللہ خان کی حویلی رہنے کو دی ۹ کو نواب موصوف حویلی مین داخل ہوے۔

بادشاہ اور اسکے مُصاحبون کی نظام الملک سے ناموافقت و مُنافرت

حیدر قلی خان معز الدولہ جس کا منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا تھا اور میر آتشی یعنے توپخانے کی افسری کی خدمت رکھتا تھا۔ ۱۱ شعبان ۱۱۳۵ہجری کو بادشاہ نے اسے احمد آباد گجرات کا ناظم بھی مقرر کردیا۔

عید الفطر کے دن نظام الملک نے ایک ہزار اشرفیان نذر کین ۱۴ محرم ۱۱۳۶ہجری کو وزیر کے بیٹے غازی الدین خان کو مالوے کی صوبہ داری ملی اور خلعت خاصہ عطا ہوا اگرچہ تھوڑے دنون پہلے نظام الملک کو اپنے تقرر سے آگاہی ہو گئی تھی مگر انھون نے یہ مناسب سمجھا کہ دار السلطنت مین حکومت کرنے کی نسبت دکن کی خود مختاری اہم و اعظم ہے علاوہ اسکے خود مرہٹون سے معاملون کا جھگڑا قائم تھا جنکی حکومت باقاعدہ جمتی جاتی تھی اور دکن کے معاملون کے کامل تصفیون کے بدون اُن کا آنا متصور نہ تھا۔

القصہ نظام الملک حصول وزارت کے بعد کچھ مدت دہلی مین رہے دربار کی حالت بہت سقیم تھی اصلاح کی کوششین کین وہ چاہتے تھے کہ کل سلطنت پر عالمگیر کا دور دورہ واپس آجاے مگر بادشاہ نہایت طامع تھا کچھ نفع کرادیا جاتا تو لے لیتا۔ دوست اور دشمن مین اسکو تمیز نہ تھا عیش و نشاط کا پتلا تھا اصلاح کار اسکے اسی طریقے کے جوان جوان آدمی تھے۔ اور بادشاہ کی معشوقہ ایسی حاوی ہو گئی تھی کہ بادشاہ کی ذاتی مہر اسکے قبضے مین رہتی تھی اور اپنی مرضی کے موافق استعمال اس کا کرتی تھی چنانچہ نظام الملک آکر پشیمان ہوے جنھون نے عالمگیر کی آنکھین دیکھی تھین اور باوصف اسکے کہ جوڑ توڑ اور تدبیر و رسائی کے دھنی تھے انتظام سلطنت کے لیے نہایت لائق فائق تھے اور انکو منظور بھی یہی تھا مگر زور و قوت سے حکومت کے بدلنے کی جرأت نہ رکھتے تھے اور بادشاہ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے انھون نے کوئی چال ایسی نہ چلی کہ بقول اُنکے ؎[1] روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم + خود بادشاہ بھی انکے شایستہ چال چلن سے تنگ آگیا تھا اور اس لیے کہ وہ کاروبار سلطنت پر بادشاہ کی توجہ چاہتے تھے نہایت لاچار ہو گئے اور بادشاہ کی یہ صورت تھی کہ اسکے سوا کوئی بات اسکو بھاتی نہ تھی کہ اسکی صحبت کے

---

[1] بعض کتابون مین بود دہ شریک بھی لکھی ہے ۱۲

آوارہ مزاج ہم پیالہ وہم نوالہ نظام الملک کے قدیمی لباس اور اُنکے درباری آداب قاعدون کی نقلین کرکے قہقہے لگائین اور بادشاہ انکو دیکھا کرے۔

کل کاروبار نظام الملک کے سپرد ہوگئے اور ہر مقدمہ انکی صلاح سے طے ہونے لگا مگر اس دیرینہ سال نے عالمگیر کے عالم دیکھے ہوے تھے دربار کے رنگ دیکھکر بہت گھبرایا اور بادشاہ کو صلاحیت پر لانا چاہا بیان کے رنگین مزاج بھی اس سے گھبرائے اور اپنے توڑ جوڑ مارنے لگے چونکہ نظام الملک ایک رتبے کے شخص تھے اُنکے وار انکے مقابلے کے قابل تو نہوتے تھے البتہ دق کرتے تھے چنانچہ ایک دن بادشاہ نے ملبوس خاص کا خلعت دیا اہل دربار کو اس کا داغ ہوا چنانچہ توڑ اس کا یہ کیا کہ اسی رات کو ناچ کے جلسے مین ایک بھانڈنے بادشاہ کو بہت خوش کیا یارون نے اسے بھی ملبوس خاص کا خلعت دلوادیا اسپر بھی اس دل شکستہ نے جو طریقے اور آئین بادشاہی دربارون کے ہین وہ جاری کرنے شروع کیے۔ خلوت وجلوت مین بادشاہ کے وقتون کی تقسیم کی اور کاروبار ملک پیش کرنے لگے۔ رنگین مزاجون نے نظام الملک کی ہنسی اڑانی شروع کردی رنگیلے بادشاہ کو کچھ تو خود یہ کام وبال معلوم ہوتے تھے اور کچھ امیرون نے بہکایا چنانچہ نظام الملک کی عرض ومعروض پر بادشاہ کی بھی وہ توجہ نہ رہی ایک امیر نے اپنی جگہ یہی کہا کہ کیسا بندر کی طرح بادشاہ کے سامنے اچھلتا پھرتا ہے نظام الملک کو بھی دم دم کی خبر لگتی تھی سُنکر کہا کہ اگر یہی حال ہے تو دیکھوگے کہ فصیل قلعہ کے ایک ایک کنگرے پر بندر ناچے گا۔

بادشاہ کے مشیرون کا حیدر قلی خان کو نظام الملک سے لڑا دینا

نظام الملک کی کامیابی

حیدر قلی خان کے آدمیون سے گجرات کا انتظام خاطر خواہ نہوسکا اس لیے وہ خود وہان بادشاہ کی طرف سے بھیجا گیا اُسنے وہان پہنچکر بڑا تسلط جمایا تمام خالصے کے پرگنے اور امرائے شاہی کی جاگیرین جو حاضر دربار تھے ضبط کرلین اور انکے گماشتون کو صاف صاف جواب دیدیا۔ بیس ہزار سوار نوکر رکھے جن مین سے چھ ہزار مغل تورانی تھے جو پیشتر سے اسکے ملازم تھے اور ان پر اسکو بھروسا تھا اور جو بادشاہی فرمان نصیحت وپند کا پہنچا اس کا یہی جواب دیا کہ مین نے اس ملک پر اپنے زور بازو سے قبضہ کیا ہے سپاہیون پر تقسیم کرکے کھاتا رہونگا اگر کسی مین دم ہو تو آکر میرے ہاتھ سے نکال لے اس وقت بادشاہ کے رفیقون نے یہ سوچا سمجھا کہ نظام الملک اور میر حیدر قلی دونون کو لڑا کر دربار کا زیادہ محتاج ومتوسل بنادین چنانچہ حیدر قلی کو لکھا گیا کہ وہ اپنی حکومت کو نظام الملک

کے حوالے کردے اور نظام الملک کو خلعت خاصہ و فیل و جواہر و زرہ داؤدی و جیغہ مرصع اور دس لاکھ روپے مصارف کے واسطے دیے گئے اور وزارت کا کام اُنکے بڑے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کے حوالے مع نظامت صوبۂ اجین کے کیا گیا۔ نظام الملک ۱۱۳۵ ہجری مین دہلی سے نکلے اور جھابوہ تک گئے انھون نے دیانت خان دیوان دکن اور محتشم خان بخشی اور عضدالدولہ عوض خان اور نصیر الدولہ عبدالرحیم خان کو اورنگ آباد اور برہان پور سے اپنے پاس مع سپاہ کے بلا لیا مگر بادشاہ کے صلاح کارون کی تدبیر اس لیے یکایک مایوسی پر تمام ہوئی کہ نظام الملک اُنکے مدبر مخالف نے اپنی فکر و غور کو الٹ پھیر مین ایسے معقول طریقے سے برتا کہ اُنکے حریف حیدر قلی خان کی فوج مغلیہ تورانی نے حیدر قلی خان سے کہدیا کہ ہم نظام الملک سے جو ہمارے صاحبزادے اور پیرزادے ہین نہین لڑتے اور گجرات کے جس قدر سپاہی بھرتی کیے تھے انکی بے وفائی شہرۂ آفاق ہے انھون نے بھی مقابلے سے عاجزی ظاہر کی۔ حیدر قلی خان اپنی جان بچانے کے لیے مجنونانہ حرکات کرنے لگا۔ اور داڑھی کے بال اکھیڑنے لگا اور اُسکے آدمی جوق جوق الگ ہونے لگے۔

ابھی نظام الملک صوبۂ مالوہ کے ملک جھابوہ مین پہنچے تھے اور عضدالدولہ بھی فوج دکن کے ساتھ مل گئے تھے کہ یوسف محمد خان نے جو آج کل ہرکارون کا داروغہ تھا یہ خبر نواب کو پہنچادی نظام الملک کہنے لگے کہ جب ہم دہلی سے چلے تھے تو یہ خیال دل مین آیا تھا کہ اگرچہ حیدر قلی خان شیعہ ہے مگر اہل قبلہ ہے اللہ تعالی کریم و قادر ہے ہمکو نصرت و رعب عطا کرے گا۔ اس وقت صرف یوسف محمد خان اور ہاشم خان ہی تھے یوسف محمد خان نے مولوی روم کی مثنوی کا یہ شعر پڑھا ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

نواب نے پسند کیا اور شکر الہی بجالاے اور کئی بار اس شعر کو خود بھی پڑھا اور یوسف محمد خان کی تعریف کی حیدر قلی خان مجبور ہو کر ساگواڑہ کے رستے سے راناے اودیپور کے ملک مین چلا گیا اور منصب و خطاب سے معزول ہوا۔

بعض کہتے ہین کہ واقعی وہ اس صدمے سے مجنون ہو گیا تھا اور خودکشی کر لی اور رحت افزا مین ایک عجیب بات لکھی ہے کہ بادشاہ نے نظام الملک کو لکھا کہ حیدر قلی خان سے جنگ نہ کرو کہ اُسنے اطاعت شعاری کی عرضیان لکھی ہین اور اتنا پشیمان ہوا کہ جنون کا عارضہ ہو گیا۔

نظام الملک نے اپنی بڑی حکومت پر گجرات کے زرخیز صوبے کو اضافہ کیا اور اُنکی سفارش سے اُنکے چچا حامد خان کو دربار سے معزالدولہ صلابت جنگ کا خطاب مل کر احمد آباد کی نظامت اُنکے نام مقرر ہوئی چنانچہ نظام الملک نے انھین گجرات کو بھیجدیا اور اہلکاران محالات جاگیر وغیرہ

کو موافق ضابطے کے مقرر کر کے وہان بھیجدیا اور متوسل خان وغیرہ اپنے رفقا کو وہان کا فوجدار بنادیا اور عضد الدولہ و نصیر الدولہ وغیرہ منصبدارون کو جو دکن سے آے تھے خلعت اور ہاتھی گھوڑے اور تلوارین دیکر رخصت کر دیا اور اجین کی نظامت جو نیر وز جنگ کے نام تھی اپنے پھوپھی زاد بھائی عظیم اللہ خان پسر رعایت خان ظہیر الدولہ کو دیدی اور صلابت خان و جوان مرد خان و صفدر خان وغیرہ مردمان سکناے احمد آباد کو جو نواب کے پاس آے تھے خلعت دیے اور اس صوبے کے تعلقجات کو اُنکے حوالے کر کے اُدھر کو بھیجدیا۔

دوست محمد خان مورث نوابان بھوپال کو مغلوب کرنا

دوست محمد خان افغان اجین کے صوبے مین فوجدارون اور زمیندارون کی نوکری کیا کرتے تھے اور صوبہ مذکور کے بادشاہی اور زمیندارون کے چند پرگنے دبا لیے تھے اور دو مقامون پر قلعے بنا لیے تھے اور آس پاس کے محالات مین دست تعدی دراز کرتے تھے۔ اور دلاور علی خان اور نظام الملک سے جب لڑائی ہوئی تھی تو یہ دوست محمد خان دلاور علی خان کے ساتھ شریک تھے اور بغیر اسکے کہ جنگ کرین میدان سے بھاگ گئے تھے جیسا کہ تاریخ فتحیہ مین مذکور ہے اور بقول تاج الاقبال تاریخ بھوپال ان کا بھائی اس جنگ مین دلاور علی خان کا شریک ہو کر مارا گیا تھا۔ بہر صورت اس سفر مین دوست محمد خان نظام الملک کے پاس آ گئے تھے۔

نواب نظام الملک نے ان کو کہلایا کہ محالات بادشاہی پر دست درازی چھوڑ دو اور اپنے قلعے سرکاری آدمیون کے حوالے کر دو تمھارے لیے جاگیر اور منصب مقرر کر دیا جاے گا اور سرکاری ملازمت مین داخل ہو جاؤ انھون نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کیا۔ نواب نے خیال کیا کہ دوست محمد خان نافرمانی کرتے ہین اور جبکہ وہ خود ہمارے پاس آ گئے ہین تو انھین قید و قتل کرنا آئین سرداری کے خلاف ہے ان سے کہلا دیا کہ ہمارے لشکر سے چلے جاؤ اور اپنے جس قلعے کو مضبوط سمجھتے ہو اس مین جا کر بیٹھ جاؤ اگر تمھارے پاس سیسہ و بارود نہو تو ہم اپنی سرکار سے دیتے ہین دوست محمد خان مصنف تاریخ فتحیہ نواب کے اور اُنکے درمیان سوال و جواب کر رہے تھے اور دو تین دن سے سوال و جواب جاری تھے۔ سرکاری آدمیون نے پہنچکر انھین گھیر لیا انھون نے دوست محمد خان سے کہلایا کہ مجھے ان آدمیون کے ہاتھ سے بچا لیجیے جو کہ یہ کام سپاہیون کا نواب کے حکم سے نہ تھا اسنے نواب سے عرض کر دیا نواب نے کوتوال لشکر کو حکم دیا کہ وہ خود جا کر اُن آدمیون کو منع کر دے جو دوست محمد خان کو گھیرے ہوے ہین اور انکو حکم پہنچا دیا کہ دلجمعی کے ساتھ جہان چاہین چلے جائین انکی روانگی سے چند روز بعد نواب کوچ کرتے ہوے اُنکے ایک قلعے کے پاس

جس کا نام اسلام نگر ہے اور جو اب نظام ٹیکری کے نام سے معروف ہے ٹھہرے اس قلعے مین لڑائی کا کافی سامان موجود تھا اور توپخانہ جمع تھا دو ماہ تک لڑائی جاری رہی بہت سے آدمی محصورین کے اسی طرح بہت سے آدمی محاصرین کے مارے گئے۔

دیکھو اس پٹھان نے نظام الملک کا ناطقہ بند کردیا اور بادشاہ کے مقرب لوگ نہایت نازک و آرام طلب ہوتے تھے نظام الملک وہان حکمت عملی سے غالب آجاتے تھے۔ آخر کار طرفین مین باہم صلح ہوگئی کہ دوست محمد خان وہ قلعہ سرکاری آدمیون کے حوالے کردین اور اپنے بیٹے یار محمد خان کو نواب کے ساتھ کردین اُسنے نواب کے کہنے سے اسلام نگر خان چند کے حوالے کردیا جو عالمگیر کے عہد سے اس طرف کا زمیندار تھا اور خان چند کو نواب نے اپنی طرف سے خلعت و شمشیر عطا کرکے اور منصب مین اضافہ کرکے وہان رکھدیا۔ دوست محمد خان کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب دیا اُن کے بڑے بیٹے یار محمد خان کو بھی منصب مناسب دیکر ساتھ لیا اور وہ تاج الاقبال کے قول کے مطابق ۱۱۳۵ ہجری تک نظام الملک کے ساتھ رہے اور دکن کو انکے ساتھ چلے گئے تھے جب انکے باپ اس سال مین انتقال کر گئے اور نظام الملک کو اس واقعے کا حال معلوم ہوا تو یار محمد خان کو بلا کر کہا کہ تمھارے والد کا انتقال ہوگیا ہے انھون نے جواب دیا کہ اگر ایک پٹھان مرگیا تو کیا ہوا آپ کی ذات میرے واسطے باپ کی جگہ ہے نظام الملک اس جواب سے خوش ہوئے اور اُن کو نوابی کا خطاب و خلعت خاصہ اور ماہی مراتب و نقارہ و نشان و حاجب و چتر و آفتابی اور کافی سپاہ دیکر بھوپال کی طرف رخصت کردیا۔

دہلی مین آمد بادشاہ اور نظام الملک مین بدستور منافرت رہنا

نظام الملک ماہ شعبان ۱۱۳۵ ہجری مین دہلی کی طرف آئے دارالسلطنت کے حوالی مین پہنچے تو صمصام الدولہ امیر الامرا خان دوران نے استقبال کیا سلخ رمضان سنہ مذکور کو بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے ایک ہزار اشرفیان بطور نثار نذر کین خلعت خاصہ اور سرپیچ و پرچانہ مرصع و اسپ و فیل سے مفتخر ہوئے بادشاہ نے بہت مہربانی فرمائی اور اُنکے چھوٹے بیٹے احمد خان نے اکیس اشرفیان نذر گذرانین اسکو بھی خلعت و جیغہ مرصع ملا۔ ماہ ربیع الثانی ۱۱۳۶ ہجری مین نظام الملک کے بیٹے غازی الدین خان کو خلعت فاخرہ اور سرپیچ مرصع بادشاہ نے عطا کیا اور نیابت وزارت کا عہدہ دیا۔ نوین جمادی الاولی سنہ مذکور کو بادشاہ نے مبارز خان صوبہ دار حیدرآباد و دکن کی صوبہ داری کی نیابت عطا کی نظام الملک کی واپسی پر بھی بادشاہ کی اور انکی باہمی نفرت مین کسی قسم کی کوتاہی نہ پڑی چنانچہ انکو مالوہ کی حکومت سے معزول کرکے بادشاہ نے انکی جگہ گردھر بہادر کو

بھیجا جس نے مالوے میں پہنچکر اُسپر قبضہ کیا مگر یہ شخص باجے راؤ کے حملون سے محفوظ نہ رہ سکا۔

نظام الملک کا اپنے چچا حامد خان حاکم گجرات کو بغاوت پر آمادہ کرنا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ نظام الملک نے پیلاجی اور کنتھاجی سرداران مرہٹہ کو اپنے چچا حامد خان سے موافق کرکے اشارہ کیا کہ تعاقب اختیار کرین۔ حامد خان نے بموجب ایماکے جاگیردارون کے گماشتون اور محمد شاہ بادشاہ کے فوجدارون کو برطرف کرکے اپنا قبضہ کرنا شروع کردیا اور اخبار اس تمرد و نافرمانی اور مرہٹون کی اعانت کے بادشاہ کے حضور مین پہنچے ارکان دولت کو تدارک اس کا مشکل ہوا۔ بادشاہ نے تورانیون کا غلبہ دیکھکر قطب الملک کو جو اسوقت تک محبوس تھے رہا کردیا اور معتمد کے ذریعے سے پیغام دیا کہ اب تم کچھ کرسکتے ہو انھون نے جو جواب عرض کیا اس سے ان کا مکر و فریب سمجھکر مسموم کرکے جان لے لی۔

مرزا محمد رفیع المخاطب بمبارز الملک سربلند خان کو گجرات کی صوبہ داری ملنا

سنہ ۱۱۳۳ہجری مین نظام الملک نے میر علی اکبر دیوان برہانپور کو اپنے پاس بلالیا اور محمد عاقل خان کو وہان کی دیوانی دی اور ارادت خان کو دکن کا دیوان بنایا مبارز الملک سربلند خان تونی جس کا اصلی نام مرزا محمد رفیع ہے جو پہلے کابل کا ناظم تھا اور آج کل وہان سے معزول ہوکر خانہ نشین تھا اسکو سزاے حامد خان باغی کے واسطے متعین اور گجرات کی حکومت پر مقرر کیا چونکہ مدت سے بیکار تھا سازو سامان ناقص ہورہا تھا ۱۱۳۶ہجری مین ایک روز خزانۂ بادشاہی سے نقد پچاس لاکھ روپیہ جیسا کہ راحت افزا مین ہے سامان کی درستی کے لیے ملکر حامد خان کی تادیب اور تسخیر گجرات کے لیے مامور ہوا یہ شخص امید وزارت بھی رکھتا تھا۔ اور ۲۲ رجب ۱۱۳۷ہجری روز جمعہ کے پچھلے دن مین قطب الملک وزیر اعظم کے بھائی نجم الدین علی خان کو بادشاہ نے قید سے رہائی دیکر خلعت مع شمشیر عطا کرکے سربلند خان کے ساتھ رخصت کیا دونون سردار شہر مین سے ایک ہاتھی پر سوار ہوکر داخل خیمہ ہوے رفقاے قدیم اور سادات کی قوم نجم الدین علی خان کے پاس جمع ہوگئی مبارز الملک دسپاہ و دست تھا اور کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جہان چند سال حکومت نہ کی ہو اسکے رفیق اور ملازم سابق جو اس روز کے منتظر تھے تھوڑے عرصے مین حاضر ہوگئے۔ مبارز الملک نے نیابت کی سند شجاعت خان گجراتی کو بھیجدی اور حامد خان کمزوری کی وجہ سے گجرات سے بھاگ گیا اور موضع دوہد مین مقیم ہوکر تین لاکھ روپیے کے جواہر اور دوسرا سامان کبسریون کے پاس گروی رکھکر روپیہ سود پر قرض لیکر کنٹھاجی سے باندہ

سلہ راحت افزا مین اسی طرح ہے ۱۲

کے لیے بھیجے اور اسکو کمک کے لیے بلایا اور کنتھا مرہٹہ بھی حامدخان کے پاس آگیا جب خوب سپاہ جمع ہوگئی تو گجرات پر چڑھائی کی شجاعت خان مقابل ہوا بڑا بھاری مقابلہ ہوا یہان تک کہ حامدخان اور شجاعت خان کی سواری کے ہاتھی مل گئے۔ حامدخان کی سواری کے ہاتھی نے شجاعت خان کی سواری کے ہاتھی کو دبا لیا اور دانتون سے اسکو پست کردیا حامدخان تیراندازی مین بے بدل تھے انھون نے شجاعت خان کی چھاتی مین ایک تیر مارا اور انکی خواصی مین شیخ ہدایت اللہ بیٹھا ہوا تھا اسنے اس وقت ایک برچھا شجاعت خان کے سینے مین ایسا مارا کہ جان نکل گئی ایک نحیف البدن آدمی شجاعت خان کی خواصی مین تھا اسنے تلوار کو قوت روحانی سے علم کرکے اور کھڑے ہوکر حامدخان پر پھینکا حامدخان کے ہاتھ کی کمان کاٹ کر چھنگلیا پر پہنچی اور اسے زخمی کرکے غضنفرخان پر گری خان مذکور نے اپنا ہاتھی بڑھا کر اسکی گردن پکڑ لی اور تلے ڈالدیا اور اپنے آدمیون کو تاکید کی کہ اسکی محافظت کرین اسکے بعد حامدخان کی طرف سے فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ حامدخان احمدآباد مین داخل ہوکر بندوبست کرنے لگے شجاعت خان کا بھائی ابراہیم قلی خان گجرات مین تھا اسنے حامدخان کے خانہ نشین ہونے کی خبر سنکر محمد علی خان کو انکے پاس بھیجکر استمالت کی تھی اور ملنا چاہا تھا حامدخان نے جواب دیا کہ دو تین آدمیون کے ساتھ آکر ملے۔

شجاعت خان کا ایک دوسرا بھائی جس کا نام رضا قلی خان اور خطاب رستم علی خان تھا بندر سورت کا حاکم تھا اسکو اپنے بھائی کے مقتول ہونے کا حال معلوم ہوا تو جہان اسکی آنکھونمین تاریک ہوگیا اور غم و غصہ سے لڑائی کا سامان کرنے لگا اور اس ملک کے زمیندارون سے جو مدت سے اسکے شناسا تھے مدد مانگی اور پیلاجی گائیکواڑ کو بھی جو ادھر حملہ آور ہوا تھا متفق کرلیا رستم علی خان نے اپنے بھائی ابراہیم علی خان کو جو حامدخان سے ملنے گیا تھا لکھا کہ تمھاری غیرت پر لعنت ہے کہ تمنے اپنی حمیت کو کھودیا جب یہ خط رستم علی خان کا ابراہیم قلی خان کو پہنچا تو عقل و ہواس جاتے رہے اسنے محمد علی خان کو جو سلام اور ملاقات کا باعث ہوا تھا بلا کر حامدخان سے ملنے سے عذر کیا اور اپنے ہمراہیون کو کہ نوسے آدمی تھے زعفرانی لباس پہنایا جو جان سے ہاتھ دھو لینے کی علامت ہے گویا جس طرح بیاہنے جاتے ہین اسی طرح خوش خوش لڑائی مین جان دینے جارہے ہین اور فوراً آغاز دربار کے وقت دارالامارت مین پہنچا دروازے کے محافظ دیکھکر ڈر گئے اور بھاگ نکلے ابراہیم قلی خان رفقا کے ساتھ دیوان خانے مین داخل ہوا بھارامل کو جو نندرلے متصدی نظام الملک کا بھائی تھا زخمی کیا حامدخان کے آدمی بھاگنے لگے وہ اسی ہیئت سے محل مین داخل ہوا حامدخان اپنے بیٹے مرحمت خان کا ہاتھ پکڑ کر محل کی کھڑکی مین سے ہوکر باہر نکل گیا ابراہیم قلی خان محل مین داخل ہوکر حامدخان کو تلاش کرنے لگا اس

عرصے مین چارون طرف سے سپاہی جمع ہوگئے اورسب کو مار ڈالا جب یہ خبر موحش بھی رستم علی خان کو پہنچی تو اور زیادہ غم وغصہ مین مبتلا ہوا اور لڑائی کے ارادہ سے پیلاجی کے ساتھ بندر سورت سے نکلا اور تمام سپاہ قدیم وجدید اور مرہٹون کو ساتھ لیکر ہرروز تین چار کوس چلتا تھا حامدخان بھی لڑائی کے لیے دکھنیون کی سپاہ کے ساتھ کہ بقول راحت افزا بیس ہزار کے قریب سوار تھے اور بعض نے پچیس ہزار تعداد بتائی ہے اور کنتھاجی بھی ہمراہ تھا احمدآباد سے نکلے دریاے مہی کے کنارے دونون لشکر مقابل ہوے کولیون نے کہ ایک فرقہ ہے رات کو حامدخان کے لشکر مین گھس کر چوری اور دست درازی شروع کردی اس لیے حامدخان کے لشکر پر ہراس غالب ہوگیا حامدخان کی لشکرگاہ موضع ۔۔۔ مین کہ مہی کے کنارے پر واقع ہے قائم ہوئی اور سیف تھو وصلابت خان کہ عمدہ جمعدار تھے حامدخان کے لشکر مین آکر شریک ہوگئے پانی انکے لشکر سے دور تھا گھوڑے پانی پی کر دیر مین پہنچتے تھے ایک دن کہ گھوڑے پانی پر گئے ہوے تھے رستم علی خان کو مشورہ دیا گیا کہ گھوڑے پانی پینے گئے ہوے ہین حامدخان کے پاس اس وقت فوج قلیل ہے اسپر حملہ کردینا چاہیے رستم علی خان فرصت وقت کو غنیمت جانکر لڑائی کے لیے سوار ہوا اسکی سواری کی تیاری خبرد ارون نے حامدخان کو پہنچادی اور نقیبون نے فوج کی تیاری کے لیے صدا بلند کی جلدی سے فوج آراستہ ہوگئی۔ پیلاجی گائیکواڑ اگرچہ بظاہر رستم علی خان کے ساتھ تھا مگر درپردہ کنتھاجی کی وجہ سے حامدخان کی طرف مائل تھا۔ بڑی سختی سے طرفین نے جنگ کی کہ لوگ تعجب کرتے تھے ہر طرف سے لڑائی کا بازار گرم تھا لیکن آج لڑائی کا فیصلہ نہوا دوسرے دن بھی لڑائی سختی سے ہوئی اور لوگون مین یہ خبر اڑی کہ حامدخان مارے گئے۔ رستم علی خان کی طرف فتح وتہنیت کے شادیانے بجنے لگے دوسرے دن جب سورج نکلا تو قضیہ برعکس ہوگیا کہ رستم علی خان کنتھاجی کی غداری سے مارا گیا اسکے صلہ مین نظام الملک کے چچا حامدخان نے اپنے ممالک مقبوضہ سے چوتھ اور سردیس مکھی مرہٹون کے لیے مقرر کردی حامدخان دوبارہ احمدآباد کو چلے گئے۔ چونکہ سپاہ کی تنخواہ چڑھ گئی تھی حامدخان نے احمدآباد کی رعایا اور شہر کے رہنے والون پر بڑی سختی کرکے اُنسے روپیہ وصول کیا راحت افزا کا مصنف کہتا ہے کہ اس ظلم وستم کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اسوقت سے تعدی اور جبر وظلم کا راستہ ایسا کھلا کہ جو کوئی حکومت پر آیا اُسنے کچھ اور ظلم بڑھایا کمی کسی نے نہین کی یہ نہایت پُررونق شہر ان کارروائیون سے خراب ہوگیا اور باشندے وہان سے نکل نکل کر باہر جانے لگے۔

جب یہ خبر مبارزالملک کو آگرہ اور اجمیر کے دورہ ہے پر جہان وہ وزارت کی

امید پر مقیم تھے ملی تو انھون نے متردد ہو کر بادشاہ سے استمزاج کیا چونکہ تورانیون کا نصیبہ عروج پر تھا گجرات کی طرف کوچ کا حکم دیا اور بادشاہ نظام الملک کی فتنہ پردازی سے آزردہ ہو کر اسکے خلاف ہو گیا۔ بعض خدمات جو اعتماد الدولہ قمر الدین خان کے نام تعین دوسرون کے حوالے ہوئین۔ ۱۱۳۴ھ ہجری مین سربلند خان گجرات کو گیا اور نجم الدین علی خان بسبب بے اسبابی کے چند روز کے توقف مین پرانے رفیقون کو جمع کرکے سربلند خان کی رفاقت پر آمادہ ہو کر اس سے جا ملا حامد خان کنتھاجی اور پیلاجی گائیکواڑ کے ساتھ متفق ہو کر بقصد محاربہ گجرات سے نکلا مبارز الملک نے حامد خان کو بہت سی نصیحتین لکھین مگر کچھ فائدہ نہوا حامد خان نے اپنے بخشی امام خان کو مع فوج کے مقابلے پر بھیجا اُنھون نے لڑکر اسے بھگا دیا۔ اور امام خان میدان جنگ مین مارا گیا اور شیخ اللہ یار بلگرامی مبارز الملک کا بخشی اور سردار معتبر دوسری راہ سے احمد آباد کے قلعے مین داخل ہو گیا اور شہر پر قبضہ کر لیا حامد خان نتھو خان وصلابت خان جاگیرداران مالوہ کے مشورے سے جو انکی رفاقت مین تھے لڑائی سے بچ کر اورنگ آباد کو چلے گئے یہان اُنکے اور عضد الدولہ کے درمیان رنجش پیدا ہو گئی اور ۱۱۳۸ھ ہجری مین نواب نے ان کو ناندیر کا صوبہ دار بنا دیا۔

دوسرے سال نظام الملک نے مرہٹون کو سربلند خان کی لڑائی پر آمادہ کیا اور حامد خان کو شریک کرکے گجرات کو بھیجا اسکے پہنچنے کے بعد گجرات مین سخت لڑائیان ہوئین مرہٹون نے بیل نگر اور بدھ نگر جاگیر امیر الامرا کو لوٹ لیا خانہ زاد خان ولد سربلند خان اور نجم الدین علی خان نے مع سات ہزار سوار و پیادہ کے مقابل ہو کر مرہٹون کے نوکرون کو بھگا دیا اور دریاے نربدا تک تعاقب کیا حدود گجرات کو صاف کر دیا۔ گجرات کے جائز حاکم سربلند خان نے حامد خان کے نکالنے مین کامیابی تو حاصل کی مگر مدت کے جھگڑون بکھیڑون کے بعد چوتھ وغیرہ محصولون کے استحکام پر مجبور ہوا جنکو حامد خان نے اپنی ضرورت سے مقرر کیا تھا۔

نظام الملک اور بادشاہ کی صحبتون کی بے لطفی

امراے خاص نے نہ چاہا کہ نظام الملک کے قدم دہلی مین جم جائین اس لیے بادشاہ کے مزاج کو ہر وقت انکی طرف سے مکدر کرتے رہے انھون نے اس مرتبہ صحبت بادشاہی کو اور بھی زیادہ بے رونق دیکھا جب کسی شخص کو کسی خدمت پر بھیجا جاتا تو بادشاہ ایک لاکھ روپے سے کم پیشکش نہ لیتا سواے اس ایک لاکھ کے دربار کے اُن لوگون کو کہ جو درمیان مین واسطہ ہوتے روپے دینا پڑتے جب منصوب وہان پہنچ جاتا تو لاکھ روپے مجرا لیکر اطلاعی کاغذ بھیجدیتا اور وہان کے اہلکارون اور محافظان دفتر اور مشرفون اور تحویلدارون سے دس دس پانچ پانچ ہزار روپے وصول کرتا۔

یوسف محمد خان لکھتا ہے کہ جب اول اول دو تین دن نظام الملک بادشاہ کے پاس گئے تو بدانتظامی ملک کا کوئی ذکر نہ کیا بادشاہان سلف کے حال اور مقولے سناتے رہے ایک دن ہمایون بادشاہ کا تذکرہ ہوا نظام الملک نے اُن کا ایران جانا اور شاہ صفوی کا اُن کی مدد کرنا بیان کرکے کہا کہ آج کل شاہ ایران کو بہت سے مصائب درپیش ہین اور وہ اپنے ملک پر تسلط کرنے سے عاجز ہین اگر حضور ایک فوج کسی سردار کے ماتحت وہان بھیجکر اُن کا تسلط کرادین تو حضرت کی نیک نامی ہوگی بادشاہ نے کہا کہ اس کام پر کسے مقرر کیا جائے نظام الملک نے جواب دیا کہ اگر مجھے سامان کافی مل جائے تو مین اس خدمت کو بجالا سکتا ہون نظام الملک کی غیبت مین بادشاہ کے مصاحبون نے عرض کیا کہ اگر یہ کام ان سے لیا گیا اور یہ کام پورا ہو گیا تو پھر کون ایسا شخص ہے جو ان کا مقابلہ کرسکے گا اور اس وقت کیا حال ہوگا بادشاہ نے بات کو ٹالدیا

خافی خان لکھتا ہے کہ ایک روز نظام الملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ

(۱) اراضی خالصہ کا موجودہ نظام ملک کے لیے نقصان رسان ہے اسے موقوف کردیا جائے

(۲) پیش کش کے نام سے جو رشوتین لی جاتی ہین بند کردی جائین اس لیے کہ بادشاہ کے لیے باعث ہتک ہے۔

(۳) اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی طرح جزیہ لگایا جائے۔

جزیہ کیا چیز ہے ؟

فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جزیہ بکسر اول اس مال کو کہتے ہین جو کفار ذمی سے لیا جائے یہ مشتق ہے جزاء بمعنی بدلہ سے اس لیے کہ وہ بدلہ ہے ترک اسلام کا اور باقی رہنے کا کفر پر۔

سیاسی اغراض والے سنتے ہین کہ مسلمانون کا جزیہ عیسائی قومون مین ایک وحشیانہ ٹکس سمجھا جاتا ہے ان کو اور غیر قومون کو یہ خیال ہے کہ اسلام یہ ٹکس متعصبانہ اس لیے مقرر کرتا ہے کہ مسلمانون کی عزت و عظمت اور تسلط غیر قومون پر ظاہر ہو اور یہ بھی وہ خیال کرتے ہین کہ جزیہ مسلمان بنانے کا ذریعہ جبراً ہے جب جزیہ دینے والا جانتا ہے کہ اگر مسلمان ہو جاؤنگا تو اس محصول سے بچ جاؤنگا وہ لالچ مین آکر مسلمان ہو جاتا ہے مگر اس جزیے کو ایسا خیال کرنا اور شریعت مصطفوی کو ایسا سمجھ لینا فقط غیر قومون کا تعصب مذہبی ہے جب شریعت اسلام کے موافق ہندوون پر جزیہ لگایا ہے تو مسلمانون پر زکوۃ بھی لگائی ہے (انتہیٰ)

اکبر سے پہلے بعض بادشاہ ہندوون سے جزیہ لیتے رہے سلطنت کے انقلاب مین کبھی موقوف ہوجاتا تھا کبھی مقرر ہوجاتا تھا جب اکبر کی سلطنت نے استقلال پکڑا تو اُسنے جزیہ معاف کردیا

اکبر نے خود فرمایا کہ عہد سلف مین جو یہ امر تجویز کیا گیا تھا سبب یہ تھا کہ ان لوگون نے اپنے مخالفین کے قتل و غارت کو مصلحت سمجھا تھا چنانچہ اس نظر سے کہ ظاہری انتظام قائم رہے یعنی جو ہاتھ نیچے ہین وہ دبے رہین جو باہر ہین انپر دباؤ پہنچے اور اپنی ضروریات کے لیے سامان ہاتھ آئے کچھ روپیہ قرار دیا اور اس کا نام جزیہ رکھا اب کہ ہماری خیراندیشی اور کرم بخشی اور مرحمت عام سے غیر جنس اشخاص یک جہتان ہم دین کی طرح کمر باندھ کر رفاقت پر جان دیتے ہین اور خیرخواہی اور جانفشانی مین جان نثاری کی حد سے گذر گئے ہین کیونکر ہو سکتا ہے کہ اہل خلاف سمجھکر انھین بے عزت اور قتل و غارت کیا جاے اور ان جان نثارون کو مخالف قیاس کیا جاے۔ لیکن عالمگیر نے اس پالیسی کو ترک کردیا کیونکہ وہ فقہی جذبات مین ڈوبا ہوا تھا اور جو ہندو دبے ہوے تھے ان سے جزیہ لینا شروع کر دیا مگر زبردستون پر یہ قانون اس کا نہ چل سکا اور اسکے ان خیالات کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند سال مین ہی مرہٹون کے ہاتھ سے سلطنت کی دھجیان اڑگئین۔

فرخ سیر کی قید و معزولی کے بعد شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کی مسندنشینی کے دن ہی اول روزہ دیوان مین راجہ اجیت سنگھ والی جودھپور اور راجہ رتن چند کی آرزو کے موافق جزیے کی معافی کا حکم دیا گیا۔

نظام الملک کی دربار سے علیحدگی

نظام الملک نے صحبت بے مزہ دیکھکر بادشاہ سے عرض کیا کہ مدت سے مرض نزلہ مین مبتلا ہوں اور دہلی کی آب و ہوا میرے ناموافق ہے اور فرخ سیر کے عہد مین مرادآباد کو مین گیا تھا تو وہان کی آب و ہوا اور سیر و شکار سے مجھے بہت فائدہ ہوا تھا کیونکہ اودھر چرند و پرند اور شیر کثرت سے ملتے ہین اور میری طبیعت کو شکار سے بہت رغبت ہے اگر اجازت ہو تو چند روز ادھر جاکر شکار کرون اور اس بات پر بہت اصرار کیا آخرکار بادشاہ نے خلعت رخصت اور طرہ الماس کہ اپنی پگڑی مین رکھتے تھے عنایت کیا بادشاہ کے گلے مین مصحف کی ہیکل تھی اُسے اُتار کر نظام الملک کو دی اور کہا کہ یہی قرآن ہمارے تمھارے درمیان ہے۔ تمھاری طرف سے بھی کوئی برائی سرزد نہو نظام الملک نے باآواز بلند کہا کہ یہی قرآن درمیان ہے کہ فدوی کی طرف سے بدایت نہو گی اور فاتحہ پڑھکر رخصت ہو کر حویلی کو آے دو تین دن کے بعد جمنا کے دوسرے کنارے پر خیمے کھڑے کراے اور اپنے بڑے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو جو اپنے دادا کا ہم نام و ہم خطاب تھا بادشاہ کے پاس چھوڑا نیابت وزارت اس سے متعلق ہوگئی اور نظام الملک روز یکشنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۳۲ھ ہجری کو دارالسلطنت سے روانہ ہوگئے اسوقت نواب کے

ساتھ چار پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی اور کچھ توپین اور کارخانے ساتھ تھے انکو دہست کرکے بڑھا لیا اور جوق جوق آدمی چارون طرف سے نوکری کی امید پر آنے لگے لیکن وہ نوکر کم رکھتے تھے نظام الملک سیر کرتے ہوے دریاے گنگا کے کنارے پہنچے اور قصبہ سورون میں کہ شکار کثرت سے ہے مشغول شکار ہوے اور یہان سے احمد آباد۔ گجرات اور اجین جانیکی اجازت انگی فرمان اجازت پہنچ گیا اور بعض کہتے ہین کہ اجازت نہین مانگی تھی بطور خود کوچ بکوچ آگرے گو اور وہان سے اجین کو گئے اور نربدا کا عبور کر لیا یہ تدبیر انکی خود مختاری کا ظہور روادعا تھا یہانتک کہ بادشاہ نے بھی یہی تصور کیا۔ بادشاہ نے مصاحبون کے سمجھانے سے نیابت وزارت سے غازی الدین خان کو معزول کیا۔ اعتماد الدولہ قمر الدین خان کو اسکی جگہ وزارت پر مقرر کیا اور مبارز خان حاکم حیدرآباد کو یہ ایما کیا گیا کہ نظام الملک کو دکن کے قبض و تصرف سے خارج کرے اور آپ انکی جگہ قابض و متصرف ہو جائے۔

خواجہ محمد المخاطب بہ عماد الملک مبارز خان صوبہ دار شاہی سے نظام الملک کا لڑنے پر آمادہ ہونا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ امراے بادشاہ نے نظام الملک کی آزردگی پاکر مبارز خان حاکم حیدرآباد کو جس کا اصلی نام خواجہ محمد ہے حکم دیا کہ اگر ممکن ہو تو صوبہاے مذکور نظام الملک کے نائبون سے چھین لیوے اور عنقریب نظامت دکن کا فرمان صادر کیا جائے گا اور پانچ لاکھ روپے تیاری جنگ کے لیے دیے گئے۔ افاعنہ کرناٹک و سعد اللہ خان نائتہ[1] کہ ارکاٹ مین تھا انکو لکھا گیا کہ دکن کی صوبہ داری عماد الملک کو دی گئی ہے اسکے مدد و معاون رہین اور بعض اہل تحقیق یہ کہتے ہین کہ بادشاہ نے علانیہ فرمان نہین بھیجا تھا بلکہ در پردہ اشارہ کر دیا تھا عماد الملک بڑا کارگذار اور مستعد آدمی تھا وہ کار مفوضہ کے اہتمام و انصرام مین جی سے مصروف ہوا اور بادشاہ کے نام اور اپنے رعب و داب اور نیز اپنے حریف نظام الملک کے خاص خاص

[1] نائتہ وہ آدمی جو قوم نوائت سے ہو حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ نوائت کی قوم شرفاے عرب سے ہے جب یہ لوگ اول اول مدراس مین ارکاٹ و کرناٹک کی طرف آے تو لوگ انکو نو وارد کہنے لگے نو وارد کا نوائت ہو گیا اور نوائت جمع ہے نائت کی اور مآثر الامرا سے ثابت ہے کہ نو آمد سے نوائت ہو گیا ہو سری رنگ پٹن کا نواب حیدر علی بھی نوائت سے تھا بلکہ بعض ایک کہتے ہین یہ نائت کی تبدیل ہے قاموس مین لکھا ہے کہ نوتی کشتیبان کے معنے مین ہے نواتی جمع ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عرب جہازران یہان آکر آباد ہو گئے ہون گے انکی اولاد نوائت کہلائی ۱۲

تھا انھون مثل اولاد شیخ نظام اور شیخ منہاج سرداران دکن کے ذریعے سے فوج کی فراہمی مین کامیابی حاصل کی۔ نظام الملک کو جب یہ حال معلوم ہوا اور دہلی کے وقائع نگارون نے انکے بیٹے کا حال لکھا تو انھون نے جو موافق اپنے دستور کے زور و قوت سے زیادہ تدبیر سے کام اپنا نکالتے تھے کئی مہینے تک مبارزخان کو خط و کتابت پر لگائے رکھا اور مبارزخان کے رفیقون کو توڑنا اور جُدا کرنا شروع کیا اور حیلہ اس قسم کی دشمنی سے تھوڑی سی کامیابی حاصل کی تو آخر لڑنے پر آمادہ ہوئے مبارزخان اورنگ آباد کو عازم ہوا حالانکہ نظام الملک کی وجہ سے ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب اور جھالردار پالکی پائی تھی نظام الملک نے اسکو پند و نصائح کے خط لکھے اور پُرانی صحبتین یاد دلائین اور ہر طرح دلجوئی کی۔ عبدالنبی خان میانہ نے اپنے بیٹے عبدالفتاح خان کو کڑپہ سے بھیجا اور ابراہیم خان مخاطب بہ بہادرخان برادر داؤدخان پنی کرنول سے آیا اور غالب خان مضبوط فوج کے ساتھ سعادت اللہ خان کی طرف سے آیا اور سرکار بنکاپور کے فوجدار کا بیٹا رندولہ خان بھی آیا اسلیے ساتھ بنکاپور کی سرکار کا اختیار کارگذار علی خان بھی تھا ان سب کے ساتھ سپاہ تھی اور سب عمادالملک کے لشکر سے ملحق ہو گئے مبارزخان کے ساتھ پچاس ہزار سپاہ ہو گئی وہ اورنگ آباد جا پہنچا نظام الملک کی نصیحتون نے کچھ اثر نہ کیا مبارزخان عمر رسیدہ آدمی تھا سپاہ لیکر عین برسات مین روانہ ہوا جب نظام الملک کو اسکی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اورنگ آباد سے اللہ پر بھروسا کر کے روانہ ہوئے راستون مین کثرت سے کیچڑ تھی موسلا دھار مینھ برس رہا تھا اسی حالت مین شکرکھیڑہ مین پہنچے اسوقت بھی اسکو خط لکھے کہ لڑائی سے باز آئے مبارزخان کو دیانت خان دیوان صوبجات دکن اور انورخان بخشی صوبجات مذکور اور دوسرے نامور آدمیون نے بھی لڑائی کی ترغیب دی تھی۔ ترکتازخان نام ایک تورانی آدمی کا بیٹا تھا عالمگیر نے اسکے باپ کو یکہ تازخانی خطاب دیکر مرہٹون سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا یہ ترک تازخان دکن مین پیدا ہوا تھا اور اپنی وضع مرہٹون کی سی بنا لی تھی اور اُنسے بہت موافقت پیدا کر لی تھی جو فوج راجہ ساہو کی طرف سے بلجے راؤ کے ساتھ آکر نظام الملک کے لشکر سے ملی تھی اس مین شامل ہو گیا تھا اسکو حکم ہوا کہ فوج لیکر مبارزخان کی فوج کے اطراف مین لوٹ مار کرتا پھرے۔

میدان جنگ مین صف بندی

نظام الملک نے قادرداد خان و طالب محی الدین خان و اسماعیل خان خویشگی اور کنور خانچند پسر راجہ شترسال اور برقندازخان میر آتش کو ہراول مین رکھا اور غیاث خان و محتشم خان کو بہت سی سپاہ دیکر سیدھے ہاتھ کی طرف متعین کیا اور الٹے ہاتھ کی طرف نصیرالدولہ

عبدالرحیم خان صوبہ دار برہانپور اور سید غضنفر خان بخشی فیروز جنگ اور خواجم قلی خان کو سپاہ اور توپخانہ کے ساتھ بھیجا اور اس فوج کی افسری جو قلب لشکر اور سپاہ ہراول کے درمیان تھی ارادت خان بہرہ اعظم خان شاہ جہانی کے حوالے کی جو دہلی سے ہمراہ ہوگیا تھا اور ظہیر الدولہ رعایت خان اور بہادر دل خان قلماق اور دوسرے بہت سے آدمی محمد غیاث خان اور اس فوج کے درمیان جو بیچ میں تھی مقرر ہوے اور داہنے ہاتھ کی سپاہ اور درمیان لشکر کی سپاہ مین حفیظ الدین خان و محمد سعید خان بھیرہ ہاے نواب سعد اللہ خان جنکی حقیقی بہن نواب کے نکاح مین تھی مقرر ہوے اور نواب درمیان لشکر مین کھڑے ہوے جنکے ساتھ عزیز اللہ خان و خواجہ عبداللہ خان و رستم بیگ خان اعظم شاہی کہ جوان و نون سا ہر کا افسر تھا اور راجہ گوپال سنگھ گوڑ اور ہمت یار خان متعین تھے اور چند آدمی کہ کاجہ خاصہ چیلہ ارہاتھون مین لیکر نواب کی سواری کے ساتھ تھے۔ اور محمد غیاث خان کے سیدھے ہاتھ کی طرف عضد الدولہ اور ان کا بیٹا جمال خان و عزیز بیگ خان و متہور خان خویشگی اور سرداران افواج دکن مقرر ہوے اور مرہٹون کی جو فوج باجے راؤ کے ساتھ آئی تھی اسے نواب نے حکم دیا کہ اپنی قوم کے دستور کے مطابق چارون طرف مبارز خان کی فوج مین لوٹ مار کرے اس فعل کو دکن کی اصطلاح مین برکی گری کہتے ہین۔

دوسری طرف مبارز خان نے محمد بیگ خان و غالب خان باشندۂ ارکاٹ کو اگلی فوج مین رکھا۔ اور خواجہ محمود خان مبارز خان کا منجھلا بیٹا قلب لشکر کی سپاہ اور ہراول کی سپاہ کے درمیان مقرر ہوا اور الٹے ہاتھ کی طرف ابراہیم خان پنی اور عبدالفتاح خان میانہ اور رندولہ خان میانہ اور علی خان (جو کمسن سال آدمی تھا) مقرر ہوے اور سیدھی طرف دلاور خان اور مبارز خان کے دو بیٹے خواجہ مسعود خان اور خواجہ اسد اللہ خان مقرر ہوے۔ اور خود مبارز خان اپنے ۱۵ سالہ لڑکے حامد اللہ خان اور دوسرے رفقا کے ساتھ کھڑا ہوا۔

جنگ

قصبۂ شکر کھیڑہ صوبۂ برار کے پاس اورنگ آباد سے چالیس کوس پر ہے جیسا کہ فتحیہ مین ہے اور مآثر الامرا مین ساٹھ کوس لکھا ہے یہان ۲۴ محرم ۱۱۳۷ ہجری کو عین دوپہر کے وقت طرفین سے گولون اور بانون کی بارش شروع ہوئی مبارز خان شکر کھیڑے کے حوالی مین نظام الملک کی فوج کے سامنے تھا اپنے الٹے ہاتھ کی طرف یہ بیت پڑھتا ہوا ؎ غرض نقشے ست کز ما یاد ماند + کہ ہستی را نمے بینم بقاے + بڑھا اس وقت کیچڑ کی وجہ سے پیادے اور سوار اسکے ساتھ نہ چل سکے نظام الملک کی طرف سے انکی خاص رکاب کی سپاہ اور دوسرے سردارون نے اس طرف توجہ کی جدھر

عوض اللہ خان

مبارز خان ہٹا تھا اور توپخانے کو کہ پشتے پر نصب تھا چاہا کہ سیدھی طرف جا کر لگا دین جدھر مبارز خان کی سپاہ آنے لگی تھی اس ضمن مین ابراہیم خان وغیرہ افغان جو مبارز خان کی سیدھی طرف تھے توپون کے سامنے پہنچ گئے قادرداد خان وغیرہ ہراول کے آدمی کہ توپون کے پیچھے کھڑے تھے اُنھون نے کہا کہ توپین اور طرف مت ہٹاؤ بلکہ ان کو سر کردو جو افغان سامنے آرہے تھے سب انکے فیرون سے مارے گئے ابراہیم خان اور عبدالفتاح خان کام آے اور رندولہ خان زخمی ہوکر گر گیا ادھر اسماعیل خان اور اس کا بیٹا مارے گئے اس عرصے مین نصیرالدولہ عبدالرحیم خان وغضنفر خان نظام الملک کے لشکر مین سے ہراول کی کمک کو جا پہونچے غضنفر خان مارا گیا اسوقت مرزا محمد بیگ خان وغالب خان مبارز خان کی فوج کے ہراول مین سے اس فوج کے روبرو آپہنچے جو ہراول اور قلب لشکر کے درمیان تھی اور مبارز خان کی دست چپ کی فوج سے دلاور خان وغیرہ عضدالدولہ ومحمد غیاث خان کے مقابلے مین آے اور خوب معرکہ آرائی ہوئی اسوقت مرزا محمد بیگ وغالب خان مارے گئے اور الٹے ہاتھ کی فوج سے خواجہ اسداللہ خان وسعود خان وغیرہ فوج عضدالدولہ کے مقابل پہنچ گئے اس طرف سے منور خان خویشگی وعزیز بیگ خان ہاڑھی وجمال خان لنسے مقابلہ کرنے لگے۔ نظام الملک کے سردار خوب جانفشانیان کرکے زخمی ہوے خواجہ سعود خان واسداللہ خان پسران مبارز خان مارے گئے اس صدمے سے دلاور خان ایسا گھبرایا کہ ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک کے ہاتھی کے پاس الامان کہتا ہوا جا پہونچا اور خواجہ محمود خان بھی جو مبارز خان کی اس فوج مین تھا جو قلب لشکر اور ہراول کے درمیان تھی گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک پاس آگیا۔

مبارز خان نے یہ حال دیکھا تو اپنے تیسرے بیٹے حامداللہ خان اور رفقا کے ساتھ اپنے ہاتھی کو نظام الملک کے ہاتھی کی طرف بڑھایا اس کا فیلبان گولی سے مارا گیا تو مبارز خان خود فیلبان کی جگہ بیٹھ گیا اور اسوقت تیرزنی کرتا تھا حامداللہ خان بھی تیرزنی کرتا تھا اس عرصے مین نظام الملک کے تیر سے مبارز خان کا کام تمام ہوگیا۔ عضدالدولہ جو مبارز خان کے ہاتھی کے قریب ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا وہ مبارز خان کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کرکے نظام الملک کے پاس لے گیا اُنھون نے حکم دیا کہ نیزے پر سے اتار کر ہاتھی پر اُسکے جسد کے پاس ڈالدو اسوقت ظہیرالدولہ رعایت خان نے خوب جنگ کی بہادر دل خان جو ہاتھی پر سوار تھا دشمن کے فیل سوارون کے ہجوم مین پہنچ گیا اور خوب شمشیرزنی کی اسی طرح حرزاللہ خان وخواجہ عبداللہ خان واہتدا خان خانساماں وہاشم علی خان بخشی اور اس کا بھائی قوی دل خان کہ دونون ایک ہاتھی پر بیٹھے اور رستم بیگ خان بخشی دکنی اپنی جگہون سے حرکت کرکے نظام الملک کے ہاتھی کے سامنے آکر خوب لڑے

اس وقت بانوں کے شور و غل سے اکثر آدمیوں کے ہاتھی بگڑکر بھاگنے لگے تھے چنانچہ ہاشم علیخان
قوی دل خان۔ حفیظ الدین خان اور محمد سعید خان کے ہاتھی بھی بھاگ کر نواب کی رکاب کی فوج کے
پیچھے پہنچ گئے۔ ان میں سے محمد سعید خان کا ہاتھی پھر اپنی جگہ پر آگیا اور محمد سعید خان تیرافگنی کرنے لگا
حفیظ الدین خان کے فیلبان نے کہا کہ ہاتھی میرے قابو سے باہر ہوگیا ہے تو وہ ہاتھی سے اُترکر
گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک کے پاس آگیا اور تلے سے عرض کیا کہ اپنے ہاتھی پر سے ایک کمان
اور چند تیر مرحمت کر دیجیے نظام الملک نے جواب دیا کہ اب تیراندازی کا موقع نہین ہے شمشیر سے لڑو
بعد اسکے حفیظ الدین خان نے یوسف محمد خان سے کہا کہ مجھے ایک کمان اور چند تیر دید و اسکے پاس
صرف ایک کمان تھی۔ وہان سرکاری چوبدارون کا مردہ بھگونت نام گھوڑے پر سوار کھڑا تھا اسکے
دوش پر ہمیشہ دو کمان موجود تھی اس سے کمان اور چند تیر لے دیے اور چند تیر اپنے پاس سے دیدیے
حفیظ الدین خان نے شمشیر زنی شروع کی۔ اب حفیظ الدین خان نے یوسف محمد خان سے کہا کہ نواب
کی سواری خاص کا ہاتھی جسپر عماری کسی ہوئی ہے خالی کھڑا ہے اور اسکے پہلو مین نواب کا فیل ہے
آؤ ہم تم اس خالی عماری والے فیل پر سوار ہوجائین یوسف محمد خان نے کہا کہ اگرچہ بے حکم فیل خاصہ
پر سوار ہونا بے ادبی ہے لیکن اسوقت مضائقہ نہین ہے۔ بغیر اسکے کہ فیل کو بٹھائین کھڑے ہوے
ہاتھی پر سوار ہوجائین چونکہ یوسف محمد خان کے جسم پر زرہ اور چلتہ اور خود تھا وہ کود کر سوار نہوسکا
حفیظ الدین خان کود کر سوار ہوگیا اور تیراندازی کرنے لگا بڑا بھاری رن پڑا امین خان دکنی کہ
اورنگ آباد مین رہتا تھا اور اس کا بیٹا مقرب خان اور بھتیجا خان عالم بھی ساتھ تھے اور نظام الملک
نے اسکے ساتھ بڑے بڑے احسان کیے تھے جب مبارز خان اور نظام الملک کی لڑائی ٹھن گئی
تو امین خان اورنگ آباد سے مبارز خان کے پاس چلا گیا تھا اور اس کا بیٹا اور بھتیجا نظام الملک
کے پاس رہ گئے تھے۔ پس اس لڑائی مین امین خان مبارز خان کی طرف تھا اور اس کا بیٹا اور
بھتیجا نظام الملک کی جانب۔ اس وقت امین خان اپنے دکھنی رفیقون کو ساتھ لیکر بیٹے اور بھتیجے
کے پاس پہنچ گیا امین خان کے بیٹے مقرب خان نے بہت سے دکھنیون کو مار کر باپ کا بھی سر کاٹ لیا
ایک پہر تک جنگ جاری رہی اور آج کوئی سردار ایسا نہ تھا کہ اُسنے لڑائی مین کچھ حصہ نہ لیا ہو حتے
کہ بہادر علی خان برادر زادہ رستم بیگ خان کہ اس دن نظام الملک کی خواصی مین تھا اول
بندوقین مارتا رہا بعد اسکے تیر زنی کرنے لگا عصر کے وقت نظام الملک اپنی لشکرگاہ مین کہ میدان
معرکہ سے آدھ کوس تھی آگئے اور اپنے لشکر کے زخمیون کی تشفی کی اور مبارز خان کے طرفدارون مین
سے دلاور خان۔ خواجہ محمود خان۔ قزلباش خان تینون سالم اور خواجہ عبداللہ خان زخمی نظام الملک
کے خیمۂ خاص کے دروازے پر آگئے۔ حکم ہوا کہ دلاور خان۔ خواجہ عبداللہ خان کو اپنے خیمے مین

لیجا کر حفاظت کرے اور خواجہ محمود خان و خواجہ حامد اللہ خان پسران مبارز خان و قزلباش خان کو اہتمام خان اپنے خیمے مین لیجائے اور حامد اللہ خان کا علاج کرے اور یہان مقام کر کے مبارز خان اور اسکے دونون بیٹون مسعود خان و اسد اللہ خان کی لاشون کو شکر کھیڑے کے باہر دفن کرادیا اور باقی کشتون کو ایک گڑھے مین دفن کرادیا۔ ظہیر الدولہ رعایت خان کے زخم کاری لگے تھے دو شب کے بعد مرگیا نواب نے اس کا تابوت اورنگ آباد کو بھجوادیا۔

لفنسٹن صاحب نے تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے کہ چونکہ بادشاہ نے مبارز خان کو علانیہ حکم اس مہم کا نہ دیا تھا اگرچہ درپردہ وہی باعث تھا تو نظام الملک نے بادشاہ کے فند و فطرت پر سبقت لیجانا چاہا اور ماہ اکتوبر ۱۷۲۴ء مطابق محرم ۱۱۳۷ ہجری مین مبارز خان کا سر مبارکبادی سرکوبی کے طریقے پر بڑی دھوم دھام سے بادشاہ کے دربار مین روانہ کیا مگر اس قول مین یہ بات غلط ہے کہ سر بھی بھیجا تھا کیونکہ یوسف محمد خان اسوقت کے حاضرین مین سے ہی اسکے سامنے نظام الملک نے جسد کے ساتھ سر دفن کرادیا اور جبکہ نواب نے سر نیزے پر تو رہنے ہی نہ دیا تو دہلی کو بھیجنا انکی فتوت کب گوارا کرتی۔ سیر المتاخرین مین تو یہ لکھا ہے کہ نظام الملک نے اس فتح کی عرضی مع فہرست نام مقتولان و اموال مفرودہ و اشرفیہائے نذر مبارک کے ارسال حضور کی۔

خورشید جاہی مین مبارز خان کے مارے جانے کی بھی عجیب کیفیت لکھی ہے کہ مبارز خان کے ہراول مین اسکے دو بیٹے مسعود خان و اسد اللہ خان تھے وہ سب سے اول تیر قضا کے نشانہ بنے اس واقعہ ہائلہ سے مبارز خان کی عقل جاتی رہی امتیاز فتح و شکست کا بالکل نہ رہا اپنی زندگی سے بیزار ہو کر گلے کے کپڑے کو کفنی بنایا اور ہاتھی کو بڑھایا اس کی طرف کی لڑائی اس حرکت سے بگڑ گئی کشتون کے پشتے لگ گئے فیلبان زخمون سے چور ہو کر گر پڑا مبارز خان فرط غم سے مبہوت ہو کر بجائے فیلبان کے آپ جا بیٹھا اور نظام الملک کے فیل خاصہ کا متلاشی تھا آخرکار دو چار زخم کھا کر جان بحق تسلیم ہوا۔

اس لڑائی مین بقول مؤلف سیر المتاخرین چار ہزار آدمی اور چار ہاتھی مبارز خان کی طرف کے مارے گئے۔

جان نثارون کو انعام و اکرام

مبارز خان کی جنگ کے بعد نظام الملک نے اپنے جان نثارون کو انعام و اکرام سے مالامال کیا۔ چنانچہ عوض خان عضد الدولہ قسورہ جنگ کو کہ سابق سے ہفت ہزاری منصب

رکھتے تھے جو ملازمون کے لیے انتہائی مرتبہ تھا خلعت وجواہر و ہاتھی بخشا۔ اور نصیر الدولہ عبدالرحیم خان کو اصل و اضافہ سے ہفت ہزاری منصب کو پہنچا دیا اسکے سوا خلعت و جواہر و فیل بخشا (خدا کی شان تو دیکھیے کہ ان تورانیون نے کمزور بادشاہون کی زندگی مین وہ منصب اپنے رشتہ دارون کو دیا جو اکبر نے اپنے بیٹے کو دیا تھا اسکے وقت مین امرا مین انتہائی ترقی منصب پنجہزاری تھی اور دہ ہزاری و ہشت ہزاری و ہفت ہزاری منصب تینون شاہزادون کے لیے خاص تھے) جمال خان اصل و اضافہ سے پنجہزاری کو پہنچ گیا اور محمد غیاث خان نے بھی یہی مرتبہ پایا اور قادر داد خان نے منصب پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار کا پایا اور متہو خان خویشگی اور ترکتاز خان کہ ہر ایک چار چار ہزاری تھا پانچ پانچ ہزاری ہوگیا اور مقرب خان و خان عالم کو دوسری عنایات کے علاوہ اصل و اضافہ ملاکر چار چار ہزاری منصب ملا اور عزیز بیگ خان پارسی چار ہزاری ہوا۔ اور حرز اللہ خان و طالب محی الدین خان و محمد سعید خان کہ یہ تینون دہلی سے ساتھ ہوے تھے اور ہر ایک ایک ایک ہزاری منصب رکھتا تھا تین تین ہزاری ذات اور دو دو ہزار سوار کو پہنچا۔ اور خلعت فاخرہ و سرپیچ مرصع و علم و نقارہ پایا اور دوسرے عمدہ دارون کو بھی خلعت اور منصب دیے بلجے راو جو راجہ ساہو کی طرف سے آیا تھا اور عمدہ کام کیا تھا اسکو منصب ہفت ہزاری پر پہنچا کر خلعت اور فیل اور جواہر دیا اور اسکی سفارش سے اسکے ان رفیقون کے جو پہلے سے منصب رکھتے تھے منصب بڑھائے اور جو منصب نہین رکھتے تھے ان کو از سر نو منصب دیے اور سب کو خلعت اور گھوڑے بخشے اور راو رنبھا بنالکر اور مان سنگھ ہا کیا کہ دونون منصبدار شاہی تھے اور اس لڑائی مین خوب لڑے تھے ان مین سے رنبھا منصب ہفت ہزاری تک پہنچ گیا اور دوسرے کے منصب مین بھی اضافہ ہوا اور دونون کو خلعت اور جواہر اور ہاتھی ملے۔

دیانت خان و محمد انور خان کو نہایت شیرین ملامت

بعد اسکے نظام الملک اورنگ آباد پہنچکر دس روز وہان مقیم رہے اور ۱۵ صفر ۱۱۳۳ ہجری کو تالاب جسونت پر کہ شہر اورنگ آباد کے باہر حیدرآباد کی طرف واقع ہے اُترے صبح کو یہان سے چل کر موضع چکل ٹھانہ مین جو شہر سے تین کوس ہے مقام کیا اور دیوان خانے مین بیٹھکر خلوت کی اور کہا کہ جس شخص کو ہم بلا دین وہ آوے اول محمد علی چوبدارون کا افسر آیا اور یوسف محمد خان کو جو آج کل کوئی کار سرکاری نہین رکھتا تھا اندر لے گیا نظام الملک نے دریافت کیا کہ کیا دیانت خان و انور خان باہر موجود ہین اسنے کہا کہ موجود ہین نواب نے جیب مین سے

دو لفافے نکالے اور کہا کہ جا کر مجمع کے سامنے انھین پڑھ دو ان مین سے ایک خط انور خان کا اور دوسرا دیانت خان کا مہری و دستخطی تھا ان مین مبارز خان کو نظام الملک سے لڑنے کی ترغیب و تحریص کی تھی یہ خط مبارز خان کے استعمال کے بعد اسکے قلمدان سے نکلے تھے اسنے جا کر انکو پڑھ کر سنا دیا اور پھر نظام الملک سے کہنے گیا کہ خطون کا مضمون سب کو سنا دیا گیا۔ اس عرصے مین افسران فوج اپنے اپنے خیمون کو چلے گئے تھے اور محمد علی خان نے جا کر نواب سے کہا کہ دیانت خان و محمد انور خان بھی چلے گئے ہین یوسف محمد خان کو حکم دیا کہ اول دیانت خان کے ڈیرے پر جاؤ اور پھر محمد انور خان کے اور ہر ایک کا خط اسے دکھا دو اور یہ کہدو کہ ہم نے تم دونون کو خدمات سے معزول کیا اور اسکے بعد خط ہمین لا کر دیدو چنانچہ جب یوسف محمد خان دونون کے پاس نواب کا حکم اور خط لیکر گیا تو انکے چہرے زرد ہو گئے اور کانپنے لگے اور عذر بے معنے کرنے لگے بعد اسکے یوسف محمد خان نے نظام الملک کے پاس خط لا کر انکو دیدیے اور سب حال بیان کر دیا نظام الملک دونون خط ہاتھ مین لیکر زنانے مین چلے گئے۔

علی اکبر خان اور انوار اللہ خان پر خفگی اور بعض افسرون کو ترقی پر پہنچانا اور حیدرآباد کی طرف کوچ کرنا

۱۶ صفر سنہ ۱۱۳۰ ہجری کو عصر کے وقت موضع چکل تھانہ کے مقام پر ارادت خان و محتشم خان کو اپنے پاس بلایا ارادت خان کو منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا دیا اور بہادری کا خطاب و علم و نقارہ دیا اور محتشم خان کو بھی مرتبے مین ترقی دیکے صوبجات دکن کی دیوانی دی۔ اسکے پاس پہلے دکن کے صوبون کی بخشی گری کا عہدہ تھا دوسرے دن مقام ہوا اور عضد الدولہ کو اورنگ آباد بھیجدیا اور راؤرنبھا بنالکر (جسنے عالم علی خان کی لڑائی مین عمدہ جانفشانی کر کے راجہ امرت راؤ کا خطاب پایا تھا اور اسکو سنیترکہ بھی لکھتے ہین اور اس لڑائی مین بھی خوب داد مردانگی دی تھی) رخصت چاہتا تھا۔ اسکو رخصت کا خلعت اور خنجر مرصع عطا ہوا اور یوسف محمد خان کو حکم ہوا کہ آداب شاہی کے موافق اسے ہمارے حضور مین لا کر تسلیمات کراوے۔ اور علی اکبر خان کو بدل کر اسکی جگہ شیخ عاقل خان کو برہانپور کا دیوان بنایا جسکو ایک طرف بٹھا کر محتشم خان نے خلعت پہنایا جب وہ نواب کے پاس رخصتانہ آداب کو آیا تو انھون نے کھڑے ہو کر یوسف محمد خان کو پاس بلا کر کہا کہ علی اکبر خان کے اخلاص سے تعجب ہے کہ وہ برہانپور مین موجود تھا اور انوار اللہ خان نے بارود اور سیسہ بیلون پر لدوا کر مبارز خان کے پاس بھیجا اور ہمکو اطلاع نہ دی یوسف محمد خان نے

عرض کیا کہ علی اکبر خان وہان کی دیوانی پر مقرر تھا اُسنے خدمات کی بجاآوری مین کوئی قصور نہین کیا اور یہ کام مہرون کا تھا جو خبر لکھنے پر مامور تھے نواب نے کہا کہ ہم صحبتان اخبار سے دریافت کر کے ہمکو اطلاع دیتا یوسف محمد خان نے جواب مین کہا الخبیثات للخبیثین والطیبات للطیبین جناب پر روشن ہے پس علی اکبر خان کو ایسے خبیثون سے صحبت رکھنے کا کیا کام تھا نظام الملک یہ جواب سنکر زنانے مین چلے گئے صبح کو وہان سے کوچ ہوکر چار کوس جریبی مسافت طے کی اور داروغگی خواصون اور سلاح خانے کی یوسف محمد خان کو دیکر خلعت سہ پارچہ عطا کیا۔ اور جگپت راو پلمہ زمیندار سورا پور جو مبارز خان کی جنگ مین خوب کام کر چکا تھا منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کو پہنچا اور قلعہ داری قندھار کی گوپال سنگھ گوڑ کو ملی یہ قلعہ زمین دوز قلعون مین سے نہایت مستحکم مشہور تھا اور اس مین حاجی سیاح کا مزار تھا اس لیے قندھار حاجی سیاح کے نام سے مشہور تھا گوپال سنگھ بھی اس لڑائی مین شریک تھا اُسکو پرگنۂ وکلور کہ اس طرف تھا جاگیر مین ملا اور خلعت مرحمت ہوا اور حسام اللہ خان قلعدار اودگیر آکر نواب کے سلام سے مشرف ہوا۔ اسی طرح نظام الملک متواتر کوچ و مقام اور سیر و شکار کرتے ہوے قلعہ بیدر مین پہنچے۔ میر گلان نام تورانی مغل کہ عہد عالمگیر مین گرز برداردن کے زمرے مین تھا اور محمد شاہ کے عہد سے اسوقت تک قلعہ بیدر کا قلعدار رہتا اور قصبہ ناندیر مین رہتا تھا وہ سلام کو حاضر ہوا چونکہ قدیم سے دولت خواہ تھا اسکو خلعت عنایت ہوا اور اس سے ترکی مین بھی اکثر کلام کرتے تھے۔

حیدرآباد۔ بھونگیر اور نوجر پر قبضہ

جب قصبۂ کوہیر مین کہ حیدرآباد کے مشہور مقامون مین سے ہے پہنچے تو یہان نظام الملک کو خبر ملی کہ کاظم علی خان پسر حاجی منصور (جو مبارز خان کی طرف سے پرگنۂ بھونگیر کا فوجدار تھا) شہامت خان پسر مبارز خان کے اغوا سے (جسکو مبارز خان میدان جنگ کی روانگی کے وقت گولکنڈے کی صوبہ داری اور حیدرآباد کی نیابت پر چھوڑ گیا تھا) اسوقت جماعت فراہم کر کے فتنۂ و فساد پر آمادہ ہوا ہے اور قلعہ نوجر مین کہ جنگ سے پہلے مبارز خان یہان نو ماہ تک مقیم رہا تھا ملک تلنگ کا آپاراو بھی مورچے تیار کر کے لڑنے کو آمادہ ہے۔ نظام الملک نے ایک فوج اہتدا خان خانساماں کی سرداری مین کاظم علی خان پر بھیجی اور دوسری فوج سیف علی خان بخشی دوم کی ماتحتی مین آپاراو کی سرکوبی کو روانہ کی اور شریف محمد خان کو جو شاگرد پیشہ کا بخشی تھا اہتدا خان کی نیابت مین دیوانی و خانسامانی کا کام ملا اور یوسف محمد خان کو تن بخشی گری کی خدمت تفویض ہوئی نظام الملک کوچ بکوچ حیدرآباد کی طرف چلے مبارز خان کے بیٹے خواجہ احمد خان

معروف بہ شہامت خان نے جو حیدرآباد مین باپ کا نائب تھا قلعہ گولکنڈہ کو ہزاریون کے میل سے صندل خان خواجہ سرا کے ہاتھ سے جو مبارز خان کے دوسرے بیٹے کی طرف سے یہان کا نگہبان تھا نکالکر تمام مال و اسباب اور زر نقد اور عورتین اور بال بچے اس قلعے مین رکھکر متحصن ہوگیا تھا یہ قلعہ نہایت مضبوط اور ملک تلنگانہ کا دارالصدر تھا مبارز خان کے مارے جانے اور نظام الملک کے نزدیک پہنچنے کی خبر سنکر ان مین نہایت خوف و ہراس پیدا ہوا اکثر امرا اور تاجر شہر سے نکلکر قلعہ گولکنڈہ مین جاکر پناہ گزین ہوے اور دوسرے لوگ جو شہر مین رہگئے تھے وہ بھی خائف تھے آخر ربیع الثانی ۱۱۳۷ہجری مین نظام الملک حیدرآباد پہنچکر موسی ندی کے کنارے آئے اور باغ گوشہ محل مین اُترے۔ جان سپار خان ولد رستم دل خان نبیرہ جان سپار خان یعنی کہ عالمگیر کے عہد مین حیدرآباد کا ناظم تھا۔ نظام الملک نے اُسکو صوبہ حیدرآباد کا ناظم بنادیا اور سیف الدولہ کو کہ اس سے پیشتر نواب کے بڑے بیٹے کے لشکر اور بازار کا کوتوال تھا حیدرآباد کی کوتوالی دی اور آتش خان کو جو نظام الملک کے لشکر کا کوتوال تھا جنگی کا افسر کیا اور سب کو خلعت دیکر رخصت کیا اور قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر دوسرے وقت پر منحصر رکھکر نوجر کی طرف روانہ ہوے۔

اہتدا خان جو کچھ دنون پہلے کاظم علی خان کے سمجھانے کے لیے بھونگیر کی طرف گیا تھا۔ کاظم علی خان نے اسکی نصیحت نہ مانی لڑائی ہوئی اور اہتدا خان کے آدمیون کے ہاتھ سے کاظم علی خان مارا گیا اور قلعہ بھونگیر مفتوح ہوگیا۔ اہتدا خان نظام الملک کے پاس آگیا اور اسکو خلعت ملا۔ دو ہاتھی جو مبارز خان کے کیمپ کی لوٹ سے اسکے ہاتھ آئے تھے وہ اسنے ابتک سرکار مین داخل نہ کیے تھے اس لیے نواب کے دل کو اسکی طرف سے کسی قدر گرانی تھی اب اہتدا خان یوسف محمد خان کے ڈیرے پر دو ہاتھی لیکر آیا اور کہا کہ نواب کی سرکار مین یہ دونون ہاتھی داخل نہ کرنیکی وجہ سے بے حد شرمندہ ہون تم سے امید ہے کہ نواب کے پاس جاکر وقت مناسب مین اس کا میری طرف سے یون عذر کردو کہ میرا بھتیجا علی قلی خان نوجوان ہے اور ولایت سے تازہ آیا ہے اُسنے اُن کو روک لیا تھا اور نواب سے انکو فیل خانے مین داخل کرنے کی اجازت لے لو چنانچہ ایک دن موقع پاکر یوسف محمد خان نے یہ بات آب و تاب اور اہتدا خان کے عجز و الحاح کے ساتھ عرض کی نواب نے فرمایا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یوسف محمد خان نے کہا کہ وہ حضور کا بندۂ جان نثار ہے مبارز خان کی جنگ مین بہت جانفشانی کی تھی اور اب قلعہ بھونگیر کو فتح کیا ہے نواب نے کہا کہ اچھا دونون ہاتھی اسے بخشے۔ یوسف محمد خان نے عرض کیا کہ دونون ہاتھی اہتدا خان حضور مین لاکر سلام گاہ مین آنکس کندھون پر رکھکر کھڑا ہو مین جاکر کہون کہ یہ ہاتھی نواب نے تمکو بخشے آداب بجا لاؤ فرمایا کہ ہاتھیون کے لانے اور آنکس کندھے پر رکھنے کی ضرورت نہین ہے تم جاکر

اکیدو کہ ہاتھی تکو بخشے گئے حاضر ہوکر آداب تسلیمات بجا لاؤ۔
القصہ نظام الملک اسی طرح شکار کرتے ہوے نوجر کے پاس جا پہنچے ان دونون وہ حکام جو مبارز خان کی طرف سے پرگنون اور قلعون اور سرکارون مین متعین تھے آ آکر سلام کرتے رہے بعض اپنی خدمات پر مقرر رہے اور بعض کا تغیر و تبدل ہوا۔ آپا راؤ نوجر کے قلعے مین مستعد مقابلہ ہوگیا اگرچہ قلعہ خام تھا مگر دیوار بہت عریض تھی اور آس پاس خندق بھی تھی اور لڑائی کا سامان جمع تھا نظام الملک نے اس کا محاصرہ کرلیا دو ماہ تک لڑائی جاری رہی آخر کار بیلدارون اور تبردارون نے صحرا سے تاڑ کے درخت کاٹ کر مٹی اور پیڑون سے قلعے کے چارون طرف حصار بنا لیا اور مضبوط دمدمہ تیار کرلیا۔ سپر بڑی بڑی توپین چڑھا دین اور گولے مارنے شروع کیے بہت سے قلعہ نشین مارے گئے اور نواب کے لشکر سے بھی کچھ آدمی کام آئے آخر کار آپا راؤ نے عاجزی کر کے معافی مانگی اور قلعے کا تمام نقد و جنس ملازمان نواب کے سپرد کر کے دست بستہ حاضر حضور ہوا اور قدمون پر گر گیا حکم ہوا کہ اسکے ہاتھ کھولدو اور اسکو خلعت مرحمت ہوا نواب نے اسکو نوجر کا پرگنہ جاگیر مین دیدیا اور قلعے کا نام اسلام آباد مقرر کیا اور حیدرآباد کی طرف کوچ ہوا۔

اُن محالات کا انتظام جو سرکارین کہلاتے ہین

نواب ابھی اسلام آباد مین مقیم تھے کہ سیکاکول کے محال کی فوجداری حفیظ الدین خان و محمد سعید خان کے سپرد ہوئی یہ دونون بھائی ادھر رخصت ہوے اس سرکار کا نام سیکاکل اور سکاکول بھی لکھا ہے اور کہین چکاکول بھی نظر سے گذرا ہے اور سرکار فیروز نگر عرف راے چور اور بیجاپور کی فوجداری طالب محی الدین خان پر مقرر ہوئی اور مرزا علی نامی کہ برسون تک یوسف خان کے ساتھ فوجداری قمر نگر عرف کرنول مین رہا تھا اور چند گانون فیروز نگر کے اس کی جاگیر مین تھے اور اس ضلع کا واقف کار تھا اسکے ساتھ بھیجا گیا۔ اور راہت دا خان سرکار مچھلی پٹن کو جو عمدہ سرکار تھی اور عمدہ بندر تھا اور تھوڑے سے یورپین تاجر یہان رہتے تھے بھیجا گیا تھا اُسنے وہان انتظام کر کے مالگذاری وصول کی اور خواجہ رحمت اللہ خان اور خواجہ عبداللہ خان کہ دونون مغل تورانی اور بھائی تھے اور مبارز خان کی طرف سے محالات سیکاکول اور راجبندری کے منتظم تھے نظام الملک کے پاس آگئے اول کو دیوانی سرکار کی خدمت ملی اور دوسرے کو خانسامانی کی اور سرکار راجبندری کی خدمت بدستور سابق عبداللہ خان پر بحال رہی اور سرکار مرتضے نگر عرف کونڈیر کی حکومت خواجہ عبادالله خان کے سپرد ہوئی کہ یہ شخص

عہد عالمگیر بادشاہ مین دیوانی تن[1] کی خدمت رکھتا تھا اور مبارز خان کے وقت سے اس سرکار کا فوجدار تھا۔ اسپر یہ خدمت بحال رہی۔
مرتضے نگر کا یہ عرف فتحیہ مین ہے اور دوسری تواریخ مین دوسرا نام گنتور لکھا ہے۔ نواب نے عباد اللہ خان کو ابوالوفا خان خطاب دیا اور فوجداری سرکار ایلور کی فیض اللہ خان کے حوالے کی اور خانی خطاب بھی دیا اور خدمت فوجداری سرکار مصطفے نگر عرف کونڈپلی کی آغا معین خان مغل ایرانی کو دی یہ بھی مبارز خانی تھا اسکو معین خانی خطاب ملا کونڈپلی نام فتحیہ مین ہے اور دوسری کتابون مین کونڈ لکھا ہے۔ خواجہ محمود خان و خواجہ حامد اللہ خان پسران مبارز خان و دلاور خان و قزلباش خان کہ میدان کارزار مین ہاتھ آئے تھے اور ابتک نظر بند تھے انکو نظام الملک نے رہا کرکے خلعت و منصب دیا۔

قلعہ گولکنڈہ کا صلح سے ساتھ ہاتھ آجانا

بوجہ خزائن و سامان حرب و ضرب کی موجودگی کے ایک سال تک مبارز خان کے بیٹے نے قلعہ حوالے نہ کیا اور یہ شہرت دی کہ میرے نام حکم قلعداری کا بادشاہ کی طرف سے آرہا ہے اور جابجا قلعہ دارون اور زمیندارون کو احکام لکھے کہ فوجین کمک کے لیے لائین اور نظام الملک کی حکومت مین دراندازی شروع کی اور مدت سے جو قیدی قلعے مین محبوس تھے انکو فساد پھیلانے کے لیے رہا کردیا چنانچہ اس فتنہ انگیزی سے کاظم علی خان ولد منصور خان فوجدار بھونگیر بہت سے آدمیون کے ساتھ مارا گیا۔ نظام الملک نے دلاور خان کو گولکنڈے کی طرف بھیجا کہ وہان جاکر مبارز خان کے بیٹے خواجہ احمد خان کو سمجھادے کہ اگر اطاعت کرکے قلعہ ہمارے آدمیون کے حوالے کرکے ہمارے پاس آجاوے گا تو تمام جانور اور سامان نقد و جنس جو کچھ اسکے باپ اور بھائیون کا ہے اس سے مزاحمت نہوگی اور دوسرے بھائیون کی طرح منصب اور جاگیر پاوے گا اور اگر راہ راست پر نہ آیا تو نقصان اٹھاوے گا۔ دلاور خان عمر رسیدہ آدمی اور احمد خان کا خسر اور خالو تھا اسنے گولکنڈے مین جاکر احمد خان سے ملاقات کی اور اسکو سمجھایا وہ راہ راست پر آگیا اسنے آکر حوالی شہر حیدرآباد مین نواب سے ملاقات کی اور احمد خان کی طرف سے عرض کیا کہ آج کل دہلی مین بڑا اختلال پیدا ہے اس لیے تمام عورتون اور بچون کو اس قلعے مین رکھنا ضروری ہے

---

[1] مغلون کے زمانہ حکومت مین یہ لفظ ہندوستان مین تنخواہ کے معنے مین مستعمل تھا چنانچہ دفتر تن اور دیوان تن سے مراد دفتر تنخواہ و دیوان تنخواہ ہوتی تھی۔ اور این دا ہمارا تن نمایند بولتے اور مراد اس سے این دام را تنخواہ نماینده رکھتے ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف این تاریخ

نواب صاحب جب تک بالکل اہل خلاف کا وجود نہ مٹا دین مجھکو مع متعلقین کے یہان رہنے کی اجازت دین نظام الملک نے یہ بات منظور کرلی تو احمد خان نے قلعہ کی کنجیان ۱۱۳۸ھ ہجری مین نظام الملک کے آدمیون کے حوالے کردین نواب نے اسکو منصب پنجہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا دیا اور خطاب شہامت خان بہادر مرحمت کیا اور اسکے دوسرے بھائی محمود خان کو پانچہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور خطاب مبارز خان بہادر دیا اور خواجہ احمد اللہ خان پسر مبارز خان جو خوب لڑکر زخمی ہوگیا تھا اسکو منصب دوہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا دیا اور امان اللہ خان ولد ضیاء اللہ خان عالمگیر شاہی کو دوہزار و پانصدی ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب دیا اور مبارز خان کے دوسرے چھوٹے بیٹون اور اسکے چند رشتہ دارون کو مناصب مناسب اور خطاب عطا کیے اور نواح حیدرآباد سے چند لاکھ کی جاگیر دی اور مبارز خان کا تمام مال واسباب اور زر نقد معاف کردیا اور کہا کہ فرائض اللہ کے موافق باہم تقسیم کرلین۔ شہامت خان ابتدا سے نزلہ وغیرہ مین مبتلا تھا نظام الملک نے اسکو حکم دیا کہ تم خود حیدرآباد مین رہو اور جمعیت تمھاری ہمارے ساتھ رہے۔ ہمت یار خان کو گولکنڈے کی قلعداری اور خیر اللہ خان کو حیدرآباد کی نظامت دی ادھر کا انتظام کرکے نواب صاحب کرناٹک کی طرف روانہ ہوے۔

ملک کرناٹک پر قبضہ

نظام الملک ملک کرناٹک کے انتظام کے لیے آئے تو وہان کے قلعدار و فوجدار سلام کو آئے اور وہ خدمات اپنی بحال رہین چنانچہ عبدالنبی خان میانہ فوجدار کرپا اور رندولہ خان فوجدار کرنول کہ اپنے باپ ابراہیم خان کے بعد جنگ مبارز خان کے وقت سے بادشاہ کے پاس نظر بند تھا اور پھر رہا ہوکر اپنے باپ کی جگہ مرخص ہوا تھا نواب کے پاس حاضر ہوے اور دلیر خان کا بیٹا عبدالمجید خان بھی بنکاپور سے آگیا اور یہ سب نواب کی ملازمت سے شرفیاب ہوے انکے سوا طاہر خان افغان جو کرناٹک پورمی کا فوجدار تھا وہ بھی آیا۔ ملکیتہ کے تالاب پر بعض مصلحتون کی وجہ سے چند روز نظام الملک نے قیام کیا تو یہان ارکاٹ و کرناٹک کا نائب سعادت اللہ خان اور زمیندار سری رنگ پٹن[1] اور زمیندار بدنور اور دوسرے پالہ گیر صوبہ بیجاپور و کرناٹک کے پیادہ سوار کی جمعیتین لیکر نواب کے پاس آگئے اور پیشکش نذر کیے یہان سے نظام الملک اتنیاز گڑھ عرف ادھونی کے قلعے کی طرف لوٹے یہان کی

[1] سرنگاپٹم بھی یہی ہے ۱۲

فوجداری رندولہ خان سے نکال کر ثناء اللہ خان نبیرۂ عنایت اللہ خان داماد مبارز خان کے حوالے کی اور قلعے کی قلعداری بدستور سابق سلطان علی خان پر بحال رکھ کر خلعت عنایت کیا یہان سے روانہ ہو کر قصبۂ گلبرگہ مین پہنچکر گیسو دراز کی زیارت کی یہان سے چل کر قلعۂ فتح آباد عرف دھارور مین پہنچے برسات کا موسم آگیا تھا یہان مقام کیا اور عضد الدولہ قسورہ جنگ جو اورنگ آباد سے استقبال اور سلام کو آئے تھے انھین رخصت کیا کہ شہر مین پہنچکر مقام کرین اس عرصے مین سلطان جی بنا لکر جو راجہ ساہو کا سر لشکر تھا اس سے جدا ہو کر نواب کے پاس آگیا اور نواب کی رفاقت اختیار کی نواب نے اسے سات ہزاری منصب دیکر پاتھری صوبۂ برار کا محال جاگیر مین دیا۔

بادشاہ کی طرف سے خطاب

آصف جاہ نے حیدر آباد کو دار الریاست قرار دیا اور مقررہ وقتون مین تحفہ تحائف اور نذرین بادشاہ کو بھیجتے رہے مگر آیندہ سے ساری باتون مین خود مختاری کیے گئے بادشاہ نے انکی استمالت مناسب جانی اور فرمان تقرری صوبۂ دکن مع خلعت وفیل خاصہ سواری اور جواہر بیش بہا اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز کیا۔

دیکھو نظام الملک کا نصیبہ کہ چار صدی منصب سے شروع ہو کر ایسے رتبے کو پہنچے کہ دوسرون کو ہفت ہزاری منصب دینے لگے۔ سادات بارہ کی بے وفائی۔ بادشاہ کی نفاق مزاجی اور صوبہ داران دکن کی اولوالعزمی و لڑائی نے اس ملک مین انکے قدم جما دیے اور درجۂ امارت و صوبہ داری مالوہ سے تمام قلمرو دکن کا فرمان فرمائے مستقل بنا دیا۔ کمزور سلطنت دہلی کا انپر کوئی دباؤ بجز اخلاقی اثر کے نرہا۔ آصف جاہ کو یہ فتوحات ہرگز انکی خاص سپاہ کی بہادری کی وجہ سے حاصل نہین ہوئین بلکہ انکے اخلاقی تفوق اور صبر و تحمل اور تدبیر و فطرت کی وجہ سے وقوع مین آئین جن کا مقابلہ سلطنت کے امرا ہرگز نہین کر سکتے تھے۔

مرہٹون سے معاملات

الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے کہ اگرچہ نظام الملک آصف جاہ اپنے بادشاہ محمد شاہ کے قبض و قابو سے دور پڑے تھے مگر اپنے ہمسایہ مرہٹون سے مامون و محفوظ نہ تھے اور اب حال ان کا یہ تھا کہ اُن کی قوت بڑے بڑے قابل سرداروں کے ہاتھون مین پہنچکر نہایت مجتمع ہو گئی تھی اور آصف جاہ کی تاب و مقاومت سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ آصف جاہ

اپنی مشہور عام تدبیرون کی حسن شائستگی سے ایک مدت تک مصروف اس بات مین رہے کہ مرہٹون کی قوت کو اپنی طرف سے لوٹا کر دلی والے مخالفون کی جانب متوجہ کرین اگرچہ کئی صوبے آصف جاہ کے قبض و تصرف سے نکل گئے مگر انکی حکومت خاص دکن مین ایسی دھوم دھام سے جم گئی اور انھون نے اس امادے پر کمر باندھی کہ اپنے خوفناک ہمسایون کی حکومت کو مغلوب کرین چنانچہ انھون نے اُنکے باہمی نزاعون سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچایا انھون نے پہلے پہل باجے راؤ کے دشمن پرتھی ندی سے راہ و رسم اپنی جاری کی قریب تھا کہ ایک ایسا عہدنامہ حاصل کرین کہ جسکی رو سے چوتھ اور سردیس مکھی انکی دارالریاست کے گرد و نواح کے ملکون مین باقی نرہے اور اسکے عوض مین کسی قدر ملک اور کسی قدر روپیہ نقد ٹھہرالیا جائے مگر باجے راؤ اس انعام کی رو و رعایت سے جسکے ذریعے سے مرہٹون کے استحقاق و دعوے محدود و معین ہوتے تھے اور نیز اپنے پُرانے حریف پرتھی ندی کے بیچ مین پڑنے سے عہد مذکور کی تکمیل و تعمیل مین خلل انداز ہوا اور آصف جاہ کو اس خط و کتابت سے یہی فائدہ حاصل ہوا کہ مرہٹون کے وزیرون مین رشک و حسد کا مضمون مشتعل ہوا۔ اسی قسم کا دوسرا ارادہ آصف جاہ کا بہت بڑے پایے کا تھا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مرہٹون کی ریاست کا دوسرے دعوے دار سنبا جی ثانی نبیرہ شیواجی اپنے چچازاد بھائی راجہ ساہو کی دولت و اقبال کے مقابلہ مین پھیکا پڑا تھا اور پرتالہ صوبۂ بیجاپور مین بسر کرتا تھا اور اسکے خاندان کا جنوبی حصہ اُسکے قبض و تصرف مین تھا مگر باقی سارے ملک کا دعویدار تھا آصف جاہ نے اس دعویدار کی حمایت پر کمر باندھی اور اسکو بلا کر بلا تصنع یہ شبہ ظاہر کیا کہ چوتھ وغیرہ حقوق کا روپیہ جو میرے ملک سے مرہٹون کا حق مقرر ہے وہ سنبا جی کا حق ہے یا راجہ ساہو کو پہنچتا ہے جس کا سپہ سالار اور وزیر باجے راؤ تھا اور فریقین سے کہلا بھیجا کہ ہر دعویدار اپنے استحقاق دعوے کو بوجوہ و دلائل ثابت کرے ساہو سنکر نیلا پیلا ہوا اور غیظ و غضب کے مارے آپے سے نکل گیا اور باجے راؤ اس کا غصہ نکالنے کا ایسا ذریعہ تھا جو لڑنے مرنے پر مستعد و آمادہ رہتا تھا۔ حاصل یہ کہ سنہ ۱۱۴۰ ہجری مین برسات کے اختتام پر باجے راؤ نے آصف جاہ کے ملک پر حملہ کیا۔ نظام الملک راؤ سنبھا کو ساتھ لیکر اور اپنی فوج بھی لیکر مقابلہ کو چلے اور عضدالدولہ عوض خان کو ہراول مین باجے راؤ کے مقابل بھیجا۔ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۰ ہجری کو مقابلہ ہوا۔ باجے راؤ پسپا ہوا نظام الملک عضدالدولہ کو اسکے تعاقب پر مامور کرکے خود بھی پیچھے چلے باجے راؤ نے برہانپور کا قصد کیا مگر جبکہ نظام الملک آصف جاہ اس شہر کی اعانت کو روانہ ہوے جن کا شریک اب سنبا جی مذکور بھی ہوگیا تھا تو باجے راؤ نے اپنے پہلے کوچ کی سمت کو بدل کر بڑی تیزی و تندی سے گجرات پر یورش کی جہان ابتک چوتھ اسکی مستحکم نہوئی تھی

چنانچہ اس صوبے کو جلا پھونک کر باشندون کے قتل سے لہو کی ندی نالے بہائے نظام الملک یہ سنکر کہ باجے راو گجرات کو چلا گیا برہانپور مین لوٹ آے اور لال باغ مین ٹھہرے اور عاقل خان کو برہانپور کی دیوانی سے معزول کرکے دوبارہ علی اکبر خان کو مقرر کیا اور دکن کی دیوانی کی نیابت علی اکبر خان سے لیکر عاقل خان کو دی اور شہر کی حکومت حاجی تفقد علی خان سے نکالکر شرف الدین خان کو دی اسکے بعد نظام الملک خود بے درپے کوچ کرکے سورت کے قریب پہنچ گئے۔ اس حرکت سے مبارز الملک سربلند خان ناظم گجرات کو خیال ہوا کہ نظام الملک باجے راو سے موافقت کرکے اس ملک کی تسخیر کا ارادہ کررہے ہین پریشان ہوگیا۔ یہان تک کہ باجے راو گجرات سے لوٹ گیا نظام الملک باجے راو کی دار الحکومت کی بربادی کا ارادہ کرکے پونا کی طرف کوچ کرکے احمد نگر تک آے کہ اس عرصے مین انکو مخبرون نے خبر دی کہ باجے راو اورنگ آباد کو جا رہا ہے نظام الملک اورنگ آباد کی طرف لوٹے تو باجے راو لساری کی پہاڑی کی راہ سے بکا ندارا اور بیجاپور جا پہنچا اور نواب کے لشکر کے اطراف کو لوٹتا مارتا رہا اور انکی فوج کے گرد و نواح کے شہر و دیہات کو اجاڑنا شروع کیا اور اپنی قوم کی معمولی تدبیرون سے انکی رسدون کو مسدود کیا غلے کا ایک دانہ نظام الملک کے لشکر مین نہ پہنچنے دیا۔ جب کوئی پانی کا نالہ رستے مین آتا تو نظام الملک کے لشکریون کو پانی بھی نہین پینے دیتا اور مقابلہ اس طرح کرتا کہ لوٹتا مارتا اور بھاگ جاتا اس جنگ قزاقی سے انکی فوج تھک گئی یہان تک کہ نظام الملک نے سنبھاجی سے تعلق توڑ کے اور عضد الدولہ کی معرفت صلح ان دو شرطون پر ہوئی کہ ایک تو باجے راو سنبھا سے دشمنی نہ رکھے اور دوسرے چوتھے سے زیادہ ملک سے وصول نہ کرے چنانچہ صلحنامے کے مکمل ہونے کے بعد باجے راو کے مکاسدار جابجا قائم ہوے۔ راحت افزا مین مرقوم ہے کہ روز سہ شنبہ غرہ محرم سنہ ۱۱۴۰ ہجری کو دکن مین ایسی شدت کی بارش ہوئی کہ حیدرآباد مین موسے ندی نے ایسی طغیانی کی کہ دروازہ پانی مین غرق ہوگئے جو تماشائی کہ قلعے پر اور پشتوبنر پر چڑھے ہوے تھے ڈوب گئے۔

عضد الدولہ عوض خان کی موت

سنہ ۱۱۴۱ ہجری مین عضد الدولہ عوض خان بہادر مرگئے نظام الملک اورنگ آباد مین تھے انھین بہت رنج ہوا۔ عضد الدولہ نواب کی قرابت اور دوسری خصوصیات کی وجہ سے اکثر کامون مین نواب سے استمزاج نہین کرتے تھے انکی اجازت کے بغیر احکام جاری کردیتے تھے اس وجہ سے انکی وفات کے بعد نظام الملک نے کہا کہ اب مین کل دکن کا صوبہ دار ہوگیا۔

عوض خان کی نسبت مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا نام خواجہ کمال ہے اور ہمشیرہ میر بہاء الدین

سمرقندی کے نواسے ہین انکے نکاح مین خدیجہ بیگم صبیہ قلیچ خان تھی عالمگیر کے عہد مین توران سے ہندوستان مین آے اور خان فیروز جنگ کے ذریعے سے عوض خان خطاب پایا فرخ سیر کے عہد مین برار کے صوبہ دار ہوے اور امیر الامرا حسین علی خان کی نیابت مین مقرر تھے جب برہانپور مین نظام الملک پہنچے تو وہان سے انکے پاس آگئے اور دلاور علی خان کی لڑائی مین انکے ساتھ تھے انکے بہت سے آدمی کام آے اس لڑائی مین ان کا ہاتھی کسی قدر بگڑ گیا تھا لیکن انھون نے دامن ہمت کو ہاتھ سے نہ دیا اور عالم علی خان کی لڑائی مین بھی خوب کام کیا جسکے صلے مین نظام الملک کی طرف سے عضد الدولہ قسورہ جنگ خطاب پایا گلزار آصفیہ مین کشور جنگ غلط لکھا ہے۔

ودر راحت افزا مین بیان کیا ہے کہ ۱۱۴۲ھ ہجری مین نواب کے چچا حامد خان کا انتقال ہوا جو غازی الدین خان فیروز جنگ کے بعد سب سے بڑے تھے اور شجاعت اور دلیری اور ہمت مین مشہور تھے اور دبدبۂ عظیم رکھتے تھے اور ستر برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور نا ندیر کے صوبہ دار تھے انکی وفات سے ایک سال بعد عضد الدولہ قسورہ جنگ نے انتقال کیا نواب آصف جاہ اورنگ آباد کو گئے اور انکے بیٹے جمال خان کو جو عضد الدولہ کی نیابت کرتے تھے معزول کر کے شجاعت خان کو یہ عہدہ دیا اور نصیر الدولہ کو اپنے پاس بلایا جب وہ فرداپور کی پہاڑی تک پہنچے تو انکو معزول کر کے حفیظ الدین خان کو انکی جگہ مقرر کر دیا جب نصیر الدولہ وارد لشکر ہوے تو حفیظ الدین خان کو حکم دیا کہ نوبت بجاتا ہوا نصیر الدولہ کے ڈیرے کے پاس سے گذر کر برہانپور چلا جاے۔ جب وہ برہانپور پہنچا تو چند روز کے بعد موہن سنگھ زمیندار نہرونی کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا اور محال راجپور کا محاصرہ کر لیا۔

ملکی انتظام۔ نواب محمد خان والی فرخ آباد سے ملاقات

نظام الملک نے جمال خان پسر عضد الدولہ کو جو صوبہ برار کا نائب تھا معزول کر کے اسکی جگہ شجاعت خان کو مقرر کیا اور نصیر الدولہ کو برہانپور سے بلایا جب فردا پور کی پہاڑی مین پہنچا تو اسکی جگہ حفیظ الدین خان کو کہ نظام الملک کا رشتہ دار تھا مقرر کیا اس زمانے مین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کو بادشاہ نے مالوے کا صوبہ دار کر کے بھیجا تھا وہ اجین مین پہنچا تھا نظام الملک جو برہانپور مین آگئے تھے۔ چند روز کے بعد موہن سنگھ زمیندار براولی کی تسخیر کے لیے جو سرکشی کر رہا تھا روانہ ہوے جب اکبرپور کی پہاڑی مین پہنچے تو موہن سنگھ پہاڑون مین گھس گیا اور پیشکش قبول کر کے صلح کر لی۔ نواب محمد خان نربدا کے کنارے آیا اور نظام الملک سے ملاقات کی اور دو تین روز مہمان رہا اسکے واپس جانے کے بعد نظام الملک خود بھی نربدا کو عبور کر کے اسکے کیمپ مین گئے

رمضان مین یومیہ داران برہانپور کے بابت حکم دیا کہ جو کوئی شہنشاہ عالمگیر کے حکم سے یومیہ پاتا ہو اس کا ایک حصہ موقوف کر کے دو حصے بحال رکھین اور جو کوئی دوسرون کی اسناد سے یومیہ پاتا ہے اس کا ایک حصہ قائم رکھکر دو حصے بند کر دین۔ عید کے دن اکبر پور سے کوچ ہو حفیظ الدین خان کو راج پور تک ہمراہ تھا اسکو رخصت ملی اور ابو الخیر خان اور میر اکبر علی خان اور دیوان صادم علیخان کو دوسرے منصبدارون کے ساتھ برہانپور کی طرف رخصت کیا اور آپ پہاڑون کے رستے سے بلجے راؤ کی تادیب کو کہ خاندیس مین لوٹ مار کر رہا تھا خاندیس مین آئے اور بگلانہ صوبہ خاندیس تک اس کا پیچھا کیا وہ بھاگ کر گجرات کی طرف چلا گیا نواب اس کا تعاقب چھوڑ کر اورنگ آباد مین آ گئے۔

نواب کا مرہٹون مین فساد پیدا کرنا۔ آخر کار مرہٹون سے سلطنت کے خلاف میل ہو جانا

بعد اسکے آصف جاہ اسپر آمادہ ہوے کہ مرہٹون کی حکومت کے توڑنے کا کوئی اور ذریعہ پیدا کرین غرض کہ یہ بات انھون نے دباری خاندان کے ایک سردار کے ذریعے سے جس کا نام سنباجی تھا حاصل کی جو مرہٹون کی فوج کا موروثی سپہ سالار اعظم تھا اور اسکی بدولت مرہٹون کی قوت گجرات مین قائم ہوئی تھی اور جبکہ اس سردار نے اپنی محنتون اور مشقتون کے ثمرون کو بلجے راؤ کے قبض و تصرف مین دیکھا تو وہ نہایت برہم ہوا اور رشک و حسد اسکے اس فضل و فوقیت کے دیکھنے سے بہت زیادہ ہو گیا جو بلجے راؤ کو حاصل تھی یعنی وہ ساہو راجہ کی جانب سے بلا روک ٹوک اسکی حکومت کا کام کاج کرتا تھا حاصل یہ کہ ان باتون کے دیکھنے اور آصف جاہ کی کمک پر بھروسا کرنے سے دباری نے ۳۵ ہزار آدمی اکھٹے کیے اور دکن کو اس غرض سے روانہ ہوا کہ باجے راو کے جال جنجال سے راجہ کو چھڑالے اگرچہ بلجے راؤ کی فوج اس قدر کثرت سے نہ تھی مگر جو کچھ تھی وہ نہایت جرار تھی۔ باجے راو نے متفق گروہون یعنی سنباجی اور آصف جاہ کے مقابلے مین بہت شتابی برتی چنانچہ اسنے حسب قاعدہ آصف جاہ کو لڑائی جاری کرنے کی فرصت نہ دی اور نربدا پار ہو کر گجرات مین داخل ہوا اور بڑودے کے متصل دباری سے مقابلہ کیا انجام اس کا یہ ہوا کہ شوال ۱۱۴۳ہجری مطابق ۱۷۳۱ء مین اسکے سورما سپاہی دباری کے ناآزمودہ کارون پر سبقت لے گئے اور کھیت اسکے ہاتھ رہا دباری مارا گیا۔ باجے راؤ نے صلح مین نرمی برتی اور اسکے شیرخوار بچے کو کافی خراج پہنچاتے رہنے کے وعدے پر اسکی جگہ راجہ کر دیا

اور اس کی ماں کو اس کا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اسکی طرف سے بیلاجی کنوار کو سونپا جو اسکے باپ کا رفیق اور اسکے خاندان کا مورث اسلے تھا۔ اگرچہ باجی راو کو یہ بات اب حاصل تھی کہ وہ آصف جاہ کو انکی فند و فطرت کا اب مزہ چکھائے مگر دونون باہم رضامندی اور صلح رکھنے کے فائدون کو سمجھنے لگے چنانچہ باجے راؤ نے یہ تصور کیا کہ دور و دراز کی مہمون مین باہر جانا آصف جاہ جیسے فتنہ انگیز ہمسایہ اور قوی دشمن کی عداوت سے اپنی بڑائی کو جو خاص اپنی قلمرو مین حاصل ہے بڑی جوکھون مین ڈالنا ہے اور آصف جاہ نے اور اندیشون کے علاوہ بہت فکر و غور کے بعد سمجھا کہ مین نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ایسا نہو کہ انتقام اس کا اس طور پر لیا جائے کہ میری نیابت کو باجے راؤ کے نام منتقل کر دیا جائے جسکے قبض و تصرف مین یہ منصب بیکار نہوگا غرضکہ یہ دونون فریق اپنی اپنی راہ کو ہو لیے اور باجے راو کی واپسی پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ آصف جاہ اور باجے راو دونون غاصبون نے باہم خفیہ قول و قرار کیا کہ باجے راؤ کی حکومت کے آصف جاہ ممد و معاون رہین اور باجے راو مالوے پر چڑھائی کرے اور اپنی فتوحات بادشاہ کے باقی ملکون پر پہنچائے۔

بہرصورت بادشاہ اور وزیر کی باہمی عداوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرہٹے زور پکڑ گئے۔ کتب سیر و تواریخ کی سیر کرنے والے اس بات سے خوب واقف ہین کہ اسلام اور اہل اسلام کو جو گزند باہمی خانہ جنگیون سے پہنچی وہ اغیار سے نہین پہنچی۔

دوستون سے جان پر صدمے اٹھائے اسطرح دشمنون کی بھی عداوت کا گلہ جاتا رہا

اسی مین ترک مٹے۔ ایران مٹا۔ ہندوستان ہاتھ سے گیا مگر عقل کے اندھے کچھ نہین دیکھتے سمجھتے تھے ان کو مطلقاً کوئی احساس نہین ہوتا تھا بلکہ دن بدن انکی عقلین خراب ہوتی جاتی تھین۔ دوسرون کے ہاتھون مین کٹھ پتلیان بنکر اپنی حماقت و سفاہت کا تماشا اہل عالم کو دکھلانے مین محو تھے۔

مرہٹون کی چوتھ اور سردیس مکھی

مرہٹون نے یہان تک زور پکڑا کہ باجے راو نے محمد شاہ سے استدعا کی کہ مالوے اور گجرات کی چوتھ اور سردیس مکھی مہری فرمان کے ذریعے سے حسب ضابطہ عنایت ہو۔ چوتھ اور سردیس مکھی کی اصلیت یہ ہے کہ آخر عہد مین عالمگیر نے یہ قرار دیا تھا کہ مرہٹون کو محاصل ملکی سے فی سیکڑہ نو روپے سردیس مکھی کے دیے جائین بادشاہ نے میرملنگ کو مرہٹون کے پاس تکمیل معاہدہ کے لیے بھیجا مگر ابھی میرملنگ مرہٹون کے پاس پہنچنے نہ پایا تھا کہ عالمگیر کی نیت نے پلٹا کھایا اور

۵۱ و ۵۲ و ۵۳ دیکھو ترجمہ تاریخ ہندوستان مولفہ الفنسٹن صاحب جو سرسید احمد خان نے کرایا ہے ۱۲

اسے اُلٹا بلا لیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ پسر عالمگیر کے عہد مین مرہٹون کے لیے فی سیکڑہ دس روپے سردیس مکھی کے قرار پائے اور بادشاہ نے سند لکھدی۔ اور داؤد خان کی حکومت کے زمانے مین سوائے سردیس مکھی کے محاصل ملکی کا چوتھا حصہ بھی مقرر ہوا لیکن سند باضابطہ نہ دی گئی۔ امیرالامرا حسین علی خان نے چوتھ کی سند بھی لکھدی۔ رفتہ رفتہ مرہٹے شریک غالب ہوگئے اور عجب قوت حاصل کرلی جیساکہ سرو آزاد مین مولوی غلام علی آزاد نے لکھا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ امیرالامرا نے بشوناتھ و جمناجی برہمنون مدارالمہام سرکار راجہ ساہو کی وساطت سے یہ قرار دیا کہ جو کچھ عمال بادشاہی ملک سے وصول کرین چوتھا حصہ اس کا راجہ ساہو کے کارندون کو دین اور فی سیکڑہ دس روپے سردیس مکھی کا رعایا سے مرہٹون کو وصول کرادین چنانچہ مرہٹون کے دیس مکھ مقرر ہوے اور واصلات پر اُنکے دستخط کرانا قرار پاے اور دیہات نوآباد مین ایک حصہ رعایا کا اور ایک حصہ مرہٹون کا اور ایک حصہ جاگیردار سرکار کا مقرر ہوا اور سند اسکی امیرالامرا نے اپنی مہر سے لکھدی راجہ ساہو نے سند حاصل ہونے کے بعد بشوناتھ اور جمناجی کو پنڈت پدھان مقرر کرکے اور اپنی فوج دیکر امیرالامرا کے ساتھ کردیا مجمع الملوک مین اس طرح لکھا ہے بلجے راؤ نے مرہٹون سکے دستون کو ہدایت کی کہ آگرے تک دھاوے کرین اور خود دکن کی اندرونی حالتون کی درستی مین مصروف رہا۔ اگرچہ دربار محمد شاہی نے بڑے بڑے ٹھاٹ اُنکے مقابلے کے لیے درست کیے اور بڑی بڑی بھاری فوجین جنکے سردار عیاش۔ آرام طلب اور افسردہ پژمردہ تھے انکے مقابلے پر بھیجے گئے لیکن اسکے سوا کوئی فائدہ حاصل نہ کیا کہ مرہٹون کی فوجون کی سعی و محنت کے مقابلے مین بادشاہی فوجون کو ذلت حاصل ہوئی مجبور ہوکر بادشاہ نے مرہٹون کے بعض مطالبات کو قبول کرکے انکو ٹھنڈا کرنا چاہا منجملہ اُنکے یہ حق بھی عنایت ہوا تھا کہ وہ راجپوتون سے خراج وصول کرین اور آصف جاہ کی قلمرو سے جو حق انکو ملتا ہے اسکو اپنی مرضی کے موافق بڑھا دین اور یہ حق اس لیے دیا گیا تھا کہ آصف جاہ اور راجپوتون سے مرہٹے لڑتے رہین اور وہ بھی اطمینان سے نہ بیٹھین یہ تدبیر کچھ کچھ کارگر ہوئی کہ دونون فریقون مین نوک جھوک چلی گئی۔

اُس لڑکی کی آمد جو میر احمد خان سے منسوب تھی۔ مرہٹون کے تھوکیہ دلپت کو سزا۔ مظفر خان سے مرہٹون کا مقابلہ نہ ہوسکنا

سنہ ۱۱۴۵ھ ہجری مین فاطمہ بیگم نواب کی پھوپھی اہلیہ ظہیر الدولہ اپنے ساتھ روشن الدولہ ظفر خان بخشی سوم بادشاہ کی دختر کو جو نواب کے بیٹے میر احمد خان سے منسوب تھی شادی کے لیے دہلی

سے لیکر چلی روشن الدولہ نے عطا علی خان کشمیری کو جو سلاح خانہ بادشاہی کا داروغہ تھا اسکے ہمراہ امیرانہ جہیز کرکے اپنی دختر کے ساتھ بھیجا تھا نظام الملک کی طرف سے معتشم خان بخشی و شرف الزمان خان وغیرہ رسالہ دار استقبال کو گئے اور حفیظ الدین خان و ابوالخیر خان نے برہانپور سے اور خواجم قلی خان نے کھرگون سے پیشوائی کرکے اورنگ آباد میں پہنچا دیا۔

اس زمانے مین مرہٹون کے تھوکیہ دلپت نے آسیر کی رعایا کو جب بہت ستایا تو وہان کے عامل انند روپ نے ابوالخیر خان کو بلایا وہ تین سو سوارون اور نورالدین خان کوتوال کو ساتھ لیکر پندرہ کوس کا راستہ چار پہر مین طے کرکے اسپر حملہ آور ہوے اور سو آدمی اسکے مار ڈالے وہ بھاگ گیا ابوالخیر خان نے سارا سامان لوٹ لیا اور لوٹ آئے۔

سنہ ۱۱۴۲ ہجری مین نواب کو خبر لگی کہ صمصام الدولہ کا بھائی مظفر خان بادشاہ کے دربار سے مرہٹون کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا ہے نظام الملک کو اسکے برہانپور تک پہنچنے کا گمان تھا لیکن وہ بغیر لڑے بھڑے سرونج سے دہلی کو لوٹ گیا نظام الملک جو اسکے انتظار مین برہانپور مین تھے اورنگ آباد کو چلے آے۔ سنہ ۱۱۴۶ ہجری مین غرۂ شوال کو نظام الملک کے بیٹے نظام علی خان آصف جاہ ثانی پیدا ہوے۔ سنہ ۱۱۴۸ ہجری مین نظام الملک نے حفیظ الدین خان کو برہانپور سے بدلکر نصیر الدولہ کو وہان کا صوبہ دار کردیا اور حفیظ الدین خان کو بگلانہ و ندربار کا فوجدار بنا دیا نظام الملک نے سفر سونڈوا۔ ومدنور سے معاودت کی اور آخر شعبان مین برہانپور آے یہان ساڑھے تین ماہ مقیم رہے حفیظ الدین خان رخصت لیکر مع کل مال و اسباب ماہ شوال سنہ ۱۱۴۸ مین دہلی کی طرف گیا اور بگلانہ کی فوجداری متوسل خان کے سپرد ہوئی جو نواب کا رشتہ دار تھا اس ساڑھے تین ماہ کی مدت مین بادشاہ کے فرمان مکرر نواب کی طلب مین آتے رہے۔

نظام الملک کے بیٹے احمد خان کی نظربندی

اسی زمانے مین بعض اطوار احمد خان ناصر جنگ سے نواب کے مزاج کے خلاف واقع ہوے تھے مثلاً دستار کھڑکی دار باندھنے لگے حالانکہ نواب کو ایسی دستار ناپسند تھی اور کئی بار ان کو منع بھی کیا تھا۔ نواب نے ایک نئی بندش دستار کی خرپترہ وار علماے کی طرح ایجاد کی تھی جو دستار آصف جاہی کہلاتی ہے۔

نواب نے ناصر جنگ کو اپنے پاس سے جدا کرکے حکم دیا کہ قلعہ گولکنڈہ مین جہان ناصر جنگ کی ماں اور دوسری بیگمات بیشتر سے رہا کرتی تھین جاکر رہین اور وہان کے قلعدار عطا یار خان کو حکم دیا کہ احمد خان کے پاس سواے محمد سنا و مولوی محمد خان و شعور خان ناظر انشا کے متعدد نفیق

کوئی اور شخص نہ جایا کرے۔ تھوڑے دنون کے بعد جب نواب اورنگ آباد سے لوٹ کر حیدرآباد مین آے تو ناصر جنگ کی والدہ کی سفارش سے نواب نے اُن کا قصور معاف کر دیا اور برار کے صوبے مین بعض محالات جو حیدرآباد سے اتصال رکھتے تھے جاگیر مین مرحمت کیے اور حکم دیا کہ اُدھر جا کر اس ملک کے مفسدون کو سزا دین۔

کرناٹک وغیرہ کے انتظام کو روانگی

برسات کے بعد نواب آصف جاہ نظام الملک کرناٹک کی طرف گئے اور سوندھیہ دھوبا کے علاقون مین پہنچے اور اُدھر کے متمردون کو سزاے قرار واقعی دیکر ان سے پیش کش لیا۔ رسمرا کے محال کا فوجدار طاہر خان جو فوت ہو گیا تھا یہ جگہ دلاور خان کے بیٹے دل دلاور خان کو دی اور دلاور خانی خطاب عطا کیا اور بسواپٹن کا قلعدار اسکے چھوٹے بھائی کو بنایا عبد النبی خان میانہ کہ کڑپا کا فوجدار تھا وہ مر گیا تھا اس کا بیٹا عبد الفتاح خان نابینا تھا نواب کے پاس آیا اور انکی ملازمت سے شرفیاب ہوا چونکہ بہت ذی عزت تھا نواب اسکی فرودگاہ پر اسکے باپ کی تعزیت کے لیے گئے تام بروہ باوجود نابینائی کے اپنے نقار خانے تک استقبال کو آیا اور مجرا وسلام کیا نواب نے اپنی سواری کی پالکی روک کر فرمایا کہ کس لیے تمنے یہ تکلیف کی اور کہا کہ اپنے آدمیون کو لیکر چلے آؤ اور آپ آکر اسکے خیمے مین بیٹھ گئے اسنے حاضر ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ مین قوم افغان اور زمرہ مسلمانان مین سے ہون اور جبکہ سو کر اُٹھتا ہون اور وضو کرتا ہون تو کلمۂ لا الہ الا اللہ **نواب آصف جاہ** زبان سے کہتا ہون۔ یہ بات بے ساختہ سپاہیانہ اسکی زبان سے سنکر نواب نہایت خوش ہوے خلعت خاصہ اسے مرحمت کیا اور اسنے جسقدر جواہر ہاتھی گھوڑے اور سامان نذر کیا تھا کچھ اس مین سے قبول فرما باقی معاف کر دیا اسی طرح اُن اضلاع کے اور بھی افغان جاگیر دار آے اور سلام و مجرا کر کے موافق مراتب کے خلعت وغیرہ پاکر اپنی اپنی جاگیرون کو رخصت کر دیے گئے۔

عبد الفتاح خان و عبد المجید خان و رندولہ خان نے جو بڑی بڑی رقمین نذر کی تھین مراجعت کے وقت نواب نے انسے یہ کہا کہ تم نے میدان جنگ مین کام آنے اور ملک کے بندوبست کے واسطے سپاہ بھرتی کی ہے اور تم لوگ ہم سے اخلاص رکھتے ہو اور فوج کے سردار ہو اور دکن کے ہر مقام اور ہر صوبے مین جہان ہم بھیجتے ہین جا کر خدمات ادا کرتے ہو اسوقت اُن لوگون نے عرض کیا کہ صوبجات دکن ہی پر کیا منحصر ہے جہان حضور ہندوستان یا کابل مین جائینگے ہم جان نثار بھی رکاب سعادت مین ساتھ رہینگے اور جانفشانی کرینگے

اس سوال و جواب کے بعد نواب نے ہر ایک کا روپیہ لے سے معاف کر دیا اور کہا کہ تم مین سے ہر ایک سردار اپنا ایک ایک نائب مقرر کرکے کچھ سپاہ لے سے دیگر نائب ناظم حیدرآباد کے ساتھ متعین کر دے تاکہ نائب ناظم حیدرآباد مین پہنچکر اپنے کامون کو انجام دے اور ہم کو بادشاہ نے مبالغے کے ساتھ بلایا ہے اس لیے دہلی کو جاتے ہین ہم جسے حیدرآباد مین نائب مقرر کرین تم ہمیشہ اسکی اطاعت مین سرگرم رہیو اور انکو حسب حال خلعت و جواہر و گھوڑے دیکر رخصت کیا ان لوگون کی جمعیت نواب کے ساتھ رہی نواب اس تمام لاو لشکر کے ساتھ گلبرگہ مین آئے اور حضرت شاہ گیسو دراز کے مزار کی زیارت کی اور وہان سے حیدرآباد آئے یہان یوسف محمد خان تاریخ فتحیہ آصفیہ کے مصنف کو جو ساتھ تھا فوجداری و صوبہ داری پرینڈا و بیجاپور کی مرحمت کی اور حیدرآباد سے اورنگ آباد مین آئے اور اپنے بیٹے احمد خان ناصر جنگ کو اپنا نائب مقرر کیا اور صوبجات دکن اور دیوانی سرکار عالی کی کچہریان انوار اللہ خان دیوان کے حوالے کین اور حکم دیا کہ اگر کسی شخص کے تغیر و تبدل کی ضرورت ہو تو ہمارے دستخطون کی جگہ انکے دستخط کرائے جائین اور مہر خاص انوار اللہ خان کے سپرد ہوئی اور حکم دیا کہ جب سیاہ یا دوسرے کارخانون کے کاغذات پر مہر لگانے کی احتیاج ہو تو یہ لگایا کرین نصیر الدولہ عبد الرحیم خان بہادر کہ عضد الدولہ عوض خان بہادر کی وفات کے بعد خاندیس اور اورنگ آباد کی نظامت پر مامور تھے انکو حکم ہوا کہ برہانپور مین رہا کرین اور خود نواب بادشاہ کی ملازمت کے لیے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

نظام الملک آصف جاہ کی دہلی مین آمد

نظام الملک آصف جاہ کو جیسا کہ بادشاہ کی عادت سے اندیشہ تھا ویسا ہی اسکی ناتوانی سے نوبت در پیش تھا یعنی جب بادشاہ نہوگا تو بلاشبہ آصف جاہ کی خبر لی جائے گی دہلی کے دربار نے بھی آصف جاہ سے رفاقت کی التجایش کی اور بڑے اصرار سے اپنے پاس بلالیا اس لیے کہ وہ دربار اب اُن کو اپنی مفسد رعیت نہین سمجھتا تھا بلکہ ایسا رفیق اُن کو جانتا تھا کہ جنکے ذریعے سے مرہٹون کی بلا انکے سر سے ٹلنی ممکن تھی جو انکے سرون پر کھیل رہی تھی اور مرہٹون کے مواعید کا اعتبار نہ تھا۔

نظام الملک نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ ہجری کو دہلی کے ارادے سے کوچ کیا خیمے جو اوتالی ندی کے کنارے کھڑے تھے ان مین داخل ہوئے۔ اور ۱۹ کو برہانپور سے کوچ کیا۔ میر اکبر علی خان دیوان برہانپور کو نصیر الدولہ کی نیابت مین وہان کا صوبہ دار بنایا اور منزل بمنزل راجہ سے خراج

عبداللہ خان وحرز اللہ خان کو رخصت دی اور صوبہ داری دکن کی نیابت کی سند جبکہ اورنگ آباد سے کوچ ہوا اپنے بیٹے ناصر جنگ کے واسطے لکھکر انکی معرفت ارسال کی اور صاحبزادے کی اطاعت مین سرگرم رہنے کے امرا کے نام احکام صادر ہوئے جب آصفجاہ دہلی کے قریب پہونچے اور چند کوس شہر رہ گیا تو امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوران بخشی الممالک اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر الممالک نے بادشاہ کے حکم سے استقبال کیا۔ آخر ربیع الاول سنہ مین دہلی مین داخل ہوئے۔ امرائے مذکور الصدر آصف جاہ کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے ان کو **وکالت مطلق** کا منصب عطا کیا جو دربار دہلی مین سب سے بڑھکر منصب تھا وزیر اور بخشی سب اسکے زیر دست تھے وکالت مطلق کے موافق خلعت وجواہر وفیل ساز طلائی کے ساتھ اور اسپان عراقی وعربی سے سرفراز ہوئے اور بادشاہ کے حکم سے کچہری وکالت مین کرسی ومسند انکے بیٹھنے کے لیے تیار ہوئی اور ساعت سعید مین حکم ہوا کہ کام کرنے لگین پچھلے زمانے مین سلاطین تیموریہ کے عہد مین تین چار آدمی وکالت مطلق کے مرتبے کو پہنچے تھے۔ وزیر اور میر اور بخشی وغیرہ بڑے بڑے درجے کے کارپرداز وکیل مطلق کے اجلاس مین حاضر ہوکر کاغذات اور واقعات پیش کرتے ہین اور کاغذات پر اسکے دستخط کراتے ہین لیکن امیر الامرا کا مرتبہ اس سے بھی اعلی ہوتا تھا نعمت علی خان نے انکی آمد کی تاریخ یون کہی ہے۔

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد ــ رونق دہ ملک بادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف ــ گفت آیت رحمت الٰہی آمد

عامرہ مین لکھا ہے کہ آصف جاہ نے صلے مین ہزار روپے اور گھوڑا ساز نقرئی کے ساتھ بخشا تاریخ مظفری مین تحریر کیا ہے کہ دو ہزار روپے دیے تھے۔

بادشاہ اور آصف جاہ کے مزاجون کی ناموافقت

تاریخ فتحیہ آصفیہ مین لکھا ہے کہ اس وقت صحبت بے مزہ تھی سابق کی طرح بادشاہ کا رویہ نہ رہا تھا اس لیے سلطنت کا اعتبار دلون سے گر گیا تھا چنانچہ (۱) پہلے زمانے کی بہ نسبت لباس مین بڑا تغیر پیدا ہوگیا تھا پہلے بادشاہ دستار سر پر باندھتے اور جامہ پہنتے اور کمر باندھتے تھے اس مین بڑا فرق پڑ گیا تھا (۲) اب تخت رواں یا گھوڑے یا ہاتھی پر بیٹھکر نکلتے تو حقہ پیتے چلتے تھے بلکہ دونون طرف دو حقے رکھے جاتے تھے (۳) بسنت نام خواجہ سرا پر ایسے شیفتہ تھے کہ اسکو سواری مین اپنے روبرو زینے پر لیکر بیٹھتے تھے (۴) ہندوستان مین یہ قاعدہ ہے کہ ایک بازار معین ہوتا ہے کہ اس مین آدمیون کی روزمرہ کی ضرورت کی اشیا جمع ہوتی ہین جو مول لینے والے خریدنے مین

ایسے بازار کو چوک اور گذری بولتے ہین اب بادشاہ نے یہ بندوبست کیا تھا کہ برج مثمن کے تلے دریاے جمنا کے ریت مین کہ برسات کے علاوہ وہ جگہ خشک رہتی ہے گذری لگوائی گھوڑے ہاتھی گاے بھینس۔ بکری مرغی وغیرہ لوگ بیچنے کو لاتے تھے بادشاہ تخت روان پر بیٹھ کر گذری مین جاتے اور دوسرے آدمیون کی طرح چیزین مول لیتے پھرتے اور انکو خرید کے تخت روان پر رکھ لیتے (۵) دھر ہی ایک باغ تیار کرایا تھا کہ خاص خاص آدمی اسے عیش محل کہتے تھے اور عوام مین بکرآباد کے نام سے مشہور ہوگیا تھا۔ ان باتون سے آصف جاہ کو بادشاہ کی صحبت ناپسند تھی۔

آصف جاہ کو دربار دہلی سے آگرے اور مالوے کی صوبہ داری پر بھیجدیا جانا باجے راو کا اُنکے مقابلے کے لیے دکن سے آنا اور راستے مین نہایت منہزم کرکے دہلی کی واپسی پر مجبور کرنا۔

دو ماہ کے بعد محمد شاہ نے آگرے کی حکومت راجہ جے سنگھ سے نکالکر اور مالوے کی حکومت باجی راو سے نکالکر آصف جاہ کے حوالے کردی وہ انتظام کی غرض سے سرکھرہ کی راہ سے آگرے مین آے چند روز وہان توقف کیا محی الدین قلی خان برادر علائی حفیظ الدین خان کو آگرے کا نائب صوبہ بنادیا اور جمنا کو عبور کرکے اٹاوے تک پہنچے یہ ملک آگرے کے صوبے سے متعلق تھا یہان کا انتظام کرکے کالپی آے یہان سے دوبارہ جمنا کو عبور کرکے دھامونی کو آکر چند روز وہان ٹھہرے پھر بوندیلون کے علاقے مین آے یہان کا راجہ اپنی جماعت کے ساتھ ہمراہ ہوا۔ باجے راو بھی بہت سی سپاہ کے ساتھ دکن سے نظام الملک سے لڑنے اور اُنکے تباہ کرنے کو مالوے کی طرف آیا اور ملہار جی ہلکر کہ مالوے مین تھا قبل اس سے کہ باجے راو کا لشکر پہنچے فتنہ و فساد پیدا کرنے لگا اور میر مغانی کو جو اس صوبے مین جاگیرات سرکار کا عامل تھا اور تین چار سو سے زیادہ آدمی اسکے ساتھ نہ تھے لڑکر مار ڈالا آصف جاہ کے ساتھ ۳۴ہزار سپاہ تھی توپخانہ اُن کا نہایت عمدہ تھا۔ لیکن بیان الواقع مین لکھا ہے کہ بادشاہ کے دل مین آصف جاہ سے بدگمانی تھی اس لیے وہ اپنی بڑی فوج کو جو پچاس ہزار کے قریب تھی دکن مین چھوڑ کر تین ہزار آدمیون کے ساتھ دہلی کی طرف آئے تھے۔

بہر صورت وہ سرونج کی جانب بڑھے اور باجے راو ایسی فوج سمیت نربدا پار اترا جو بقول اسکے اسی ہزار تخمینا تھی اور نظام الملک آصف جاہ کی فوج ہمراہی سے زیادہ تھی۔ الفنسٹن صاحب

---

(۵) دیکھو الفنسٹن صاحب کی تاریخ ۱۲

کہتے ہین کہ اس کمی بیشی کے لحاظ سے آصف جاہ کو لڑائی سے باز رہنا اس لیے مناسب نہ تھا کہ قائم لڑائیون مین مرہٹے ایسے مرد نہ تھے کہ دھاک انکی مانی جاے اور سارے دشمنون کی نسبت خصوص اُنکے مقابلے مین یہ بات حاصل کرنی ایسی بہت بڑی بات نہ تھی کہ لشکرکشی کے آغاز مین بڑائی اپنی انپر جتائی جاے لیکن آصف جاہ نے غالبًا اپنے توپخانے کے بھروسے اور نیز اس حزم و احتیاط کے سہارے پر جو انکی اصل طبیعت اور پیرانہ تجربہ کاری کا مقتضا تھا دھاوے کا عمدہ مقام و موقع بھوپال کے قلعے کے متصل تجویز کیا اور وہ دبتے دبتے قلعے بھوپال کے پاس جو یار محمد خان پسر دوست محمد خان کے ہاتھ مین تھا جا پہونچے مگر مقام کی عمدگی سے باجے راو جیسے قوی دشمن کے مقابلے مین کچھ فائدہ حاصل نہوا کیونکہ مرہٹون نے بھوپال سے دو تین کوس پر پہنچکر گرد و نواح کے ملک کو ویران اور انکی رسدون کو چارون طرف سے مسدود کر دیا اور اُنکی فوجون کے ہراول ایسے لگڑے پر پھیل پڑے جسنے اپنی صفون سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تھا اور انکی ذاتی فوج اور ملکی فوج کی درمیانی آمد و شد کی راہ کو برابر بند رکھا انکی فوج کے پچھلے حصے کا افسر ایسر سنگھ بوندیلون کا راو تھا جب وہ اپنے خیمے مین اترا تو باجے راو نے اُسپر حملہ کر دیا بہت بھاری لڑائی ہوئی نظام الملک خود مدد کو آ گئے رات کو لڑائی بند ہو گئی یہان بھی کامل ایک ماہ تک کشت و خون رہا یہان تک رسد کی کمی ہوئی کہ ایک سیر جوار ایک روپے کو نہین ملتی تھی نظام الملک کا لشکر بہت منہزم ہو گیا مذکورہ بالا نتیجون سے آصف جاہ کا یہ حال ہوا کہ ایک مہینہ یا چھ ہفتون کے آخر مین شمال کی جانب کو لوٹے اور غالب ہے کہ دانے چارے کی کمی کوتاہی سے بہت سے مویشی اُنکے ضائع ہو گئے تھے اگرچہ بہت سا اسباب اپنا بھوپال مین چھوڑ آے تھے مگر باوصف اسکے بھی بھاری توپون کا سلسلہ اُنکے ساتھ موجود تھا چنانچہ اسی باعث کوچ و مقام اُنکے آہستہ آہستہ ہوتے تھے اور مرہٹون کی دوڑ دھوپ اُنکے حق مین زیادہ خرابی کا باعث ہوتی تھی اگرچہ مرہٹے توپخانے کی وجہ سے عام حملہ نہ کر سکے مگر بانون کی مار مار نے بہت برا حال انکی سپاہ کا کیا اور مرہٹے سوار اُنکے پیچھے لگے لپٹے چلے آتے تھے یہان تک کہ تین تین چار چار میل کے دو چار کوچ و مقامون کے بعد آصف جاہ اپنے نوشتۂ تقدیر یعنی باجے راو کی شرائط کی اطاعت پر مجبور ہوے چنانچہ عہدنامے کے ذریعے سے اس سارے ملک کے حوالے کرنے کا اقرار کیا جو نربدا سے چنبل تک واقع ہے اور اس مین مالوہ بھی شامل ہے اور نہایت قول و قسم سے یہ زبان اسکو دی کہ اس عہدنامے کو بادشاہی مہر و دستخط سے مزین کرا دون گا علاوہ اسکے پچاس لاکھ روپیہ نقد بادشاہی خزانے سے دلا دون گا۔ یہ واقعہ رمضان سنہ ۱۱۵۰ ہجری مطابق فروری سنہ ۱۷۳۸ء مین پیش آیا۔ بعد اسکے آصف جاہ کی روک ٹوک نہوئی چنانچہ وہ دلی کو راہی ہوے دلی مین پہنچنے کے بعد اُنکے پاس خبر آئی کہ رگھو بھوسلہ

زمیندار صوبہ برار نے جو راجہ ساہو کا چچا زاد بھائی تھا شجاعت خان الہ آبادی کو جو آصف جاہ کی طرف سے صوبہ برار کے انتظام پر مقرر تھا مار ڈالا اور بہت سا روپیہ اپنے پورے اسواسطے لیا کہ اس ملک کو تاراج نہ کریگا اور حاجی نے برہانپور کے علاقے مین لوٹ مار شروع کردی نصیر الدولہ ناظم برہانپور نے لڑنے کی تیاری کی اور شہر کو مضبوط کرکے متحصن ہو گیا باجے راؤ نے ممالک مذکورہ پر قبضہ کیا مگر اس عہدنامے کے استحکام موعودہ سے پہلے نادرشاہ کی ہندوستان پر چڑھائی نے سب کی توجہون کو اپنی طرف مصروف کرلیا۔

نادرشاہ کی چڑھائی سلطنت دہلی کی تباہی آصف جاہ کی کارروائی

نادرشاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی کا دربار مرہٹون کے خوف و ہراس اور اپنے خانگی فساد و فتنہ میں ایسا مبتلا تھا کہ نادرشاہ کی سیل و حرکت پر بہت سی توجہ نہ کرسکا اسکو جمنا تک کوئی چھوٹی بڑی روک بھی پیش نہ آئی یعنے دہلی سے سو میل کے اندر بلا تکلف بڑھا چلا آیا اور کسی نے چون بھی نہ کی اور جب وہ وہان پہنچا تو ہندوستانی فوج کے قرب و جوار مین اپنے آپ کو پایا۔ ریاست رامپور کے کتب خانے مین قلمی کئی خطوط کا مجموعہ ہے جسکے اوپر ضیافت نامۂ ہمایونی لکھا ہے کیونکہ پہلا خط شاہ طہماسپ ایرانی کا ہے جو اسنے اپنے امرا کو ہمایون بادشاہ کی مہمانی کی بابت لکھا ہے ایک خط نادرشاہ کا بھی ہے جو اُسنے اپنے بیٹے رضا مرزا کو فتح ہندوستان کے متعلق ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۱ ہجری کو لکھا ہے اس مین نادرشاہ لکھتا ہے جب مین دہلی کی طرف بڑھا تو سنا کہ محمد شاہ اور اُن کا وزیر قمرالدین خان اور وزیر کے بیٹے اور خاندوران میر بخشی و امیرالامرا اور نظام الملک تورانی ناظم کل ملک دکن اور غازی الدین خان اور امیر خان ایرانی اور صلابت خان ایرانی اور سربلند خان ایرانی اور محمد خان بنگش لشکر بے تعداد کے ساتھ کرنال مین مورچہ بند ہین مجھکو جب اسکی خبر ہوئی تو جاسوس فقرا کے بھیس مین اصل حال کے دریافت کرنے کو بھیجے دو روز کے بعد وہ واپس آئے اور کہا کہ ۱۵۰۴۶ توپین اور زنبورک اور صف شکن اور باڈلیج وغیرہ لشکر کے گرداگرد کھڑی کرکے ان کو زنجیرون سے باندھ دیا ہے اور توپچیون کی عورتین اور بچے توپون کے پاس بیٹھے ہوے ہین چونکہ اسوقت ایسی باتون کا بیان کرنا مناسب نہ تھا کہ غازیون کی تشویش کا باعث ہوتین اسلیے مین نے اُن کو قید کرادیا کہ انشاءاللہ فتح کے بعد چھوڑ دیے جائینگے۔

مولف کہتا ہے کہ سلطان الحکایات مین لکھا ہے کہ اسوقت محمد شاہ کے ساتھ پانچ لاکھ سوار

ملک بلے معروف سے ایک قسم کی توپ ہے ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

اور آٹھ لاکھ پیادے اور آٹھ ہزار توپین تھین۔ مگر نادر شاہ کے جاسوسون کا بیان اور اس کتاب کا بیان مبالغہ آمیز ہین۔

بڑی جد و جہد کے بعد محمد شاہ سے تھوڑی سی فوج جمع ہو سکی تھی بعد اسکے نادر شاہ لکھتا ہے کہ مین اور آگے کو کوچ کر کے دو فرسنگ پر ٹھہرا۔

اور دوسرے دن خود تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ محمد شاہ کی فوج کا تاؤ بھاؤ لینے کو گیا۔

جبکہ مجھکو ۱۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ ہجری کو یہ خبر ملی کہ سعادت خان برہان الملک میر محمد امین نیشاپوری ایرانی ناظم اختر نگر عرف اودھ اپنے بادشاہ کے لشکر مین وارد ہونے والا ہے تو مین نے سات ہزار آدمی دہلی کے رستے مین بھیجے تاکہ اُسکے آدمیون کو قتل و غارت کرین میرے آدمی دو ساعت نجومی کے بعد محمد امین کے بخشی اور اسکے رشتہ دار شیر جنگ کو پکڑ لائے مینے بخشی کے قتل کا حکم دیا اسی وقت قراول خبر لائے کہ سپاہ ہند مسلح ہو کر میدان جنگ مین آگئی ہے مینے بھی تیاری کی اور کرنا اور کوس اور طبل وغیرہ رزمیہ باجون کے بجانے کا حکم دیا خاندوران اور اسکے رفیق اور ہاتھی گھوڑے جزائر[1] کے پہلے ہی فیر مین مارے گئے میںنے خدا کے تعالے کا شکر ادا کیا مین لڑائی مین محمد حسن اصفہانی غلام خالصہ شریفہ چار ہزار غلامون کے ساتھ برہان الملک کے پاس پہنچ گیا اور اسکے ہاتھی کو گھیر لیا اور حسن فورًا برہان الملک کے حوضے مین چڑھ گیا اور اسکو پکڑ کر میرے پاس لے آیا مین نے کرنا وغیرہ شادیانے کے باجے بجوائے جب شام ہو گئی اور لشکر ہند نے اتنا صدمہ اٹھایا تو وہ مضمحل ہو کر لوٹ گیا میری طرف فتح کا نقارہ بجا اور ہیچ برہان الملک کو خلعت فاخرہ بخشا دو دن کے بعد صلح کی سلسلہ جنبانی کے لیے نظام الملک آیا اسکو بھی خلعت فاخرہ دیا اور دوسرے دن محمد شاہ کو ہماری ملاقات کے لیے لائے چونکہ مین اور محمد شاہ سلسلہ ترکمانیہ سے ہین اس لیے ہندوستان کا تاج برادر مہربان محمد شاہ کے سر پر ہیچ رکھا اور ہندوستان کی بادشاہت اُنکے تفویض کر دی اور اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔ (انتہےٰ)

بیان الواقع مین لکھا ہے کہ آصف جاہ اور اعتماد الدولہ بادشاہ کو سوار کر کے برہان الملک کی لشکر گاہ تک کہ لٹ چکی تھی لائے لیکن نادر شاہ واپس چلا گیا تھا۔ آصف جاہ نے نہایت دانشمندی سے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر رات مین ان دونون امرا کی ہزیمت کی خبر مشہور ہو گئی تو تمام لشکر مین پریشانی پھیل جائے گی اور بہت سے آدمی بھاگ جائین گے پس یہ بہتر ہے

[1] جزائر یا جزائل لڑائی کا ایک ہتیار ہے جو بڑی بندوق ہوتی ہے لیکن کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائل پتلی اور لمبی توپ کی صورت پر ہوتی ہے بعض نے بندوق اور رائفل کے معنے مین لکھا ہے اور یہ غلطی ہے مرزا رفیع السودا کا شعر ہے ؎ بڑھ بڑھ کے آخر ش وہ لگے ملے داغنے + اس ملے پر جہان سے جزائل کی ہو وے مار + مستفاد از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

کہ یہ مشہور کردیا جاے کہ قزلباش بھاگ نکلے۔ برہان الملک اُنکے تعاقب مین گئے ہین اسلیے شادیانے کی نوبت بجوادی جائے اس سے لشکر مین ابتری نہ پڑے گی۔ آصف جاہ چونکہ عمر مین سب امراسے بڑے تھے اور لڑائی کے کام مین مہارت اچھی رکھتے تھے اس لیے اُنکی راے سے اسوقت تمام کام ہوتا تھا۔

برہان الملک نے امیرالامرا صمصام الدولہ خاندوران کی وفات کی خبر سنی تو منصب امیرالامرائی کے امیدوار ہوے نادرشاہ سے مصلحت آمیز باتین کرکے اسکو اس بات پر راضی کرلیا کہ حضور ایک معقول نذرانہ لین اور یہین سے واپس تشریف لے جائین نادرشاہ اس بات پر راضی ہوگیا۔

برہان الملک نے اس تمام مضمون کو ایک کاغذ مین تحریر کرکے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے آصف جاہ کے پاس بھیدیا۔ جب یہ رقعہ پہنچا آصف جاہ اور محمد شاہ کہ نہایت متردد تھے بہت خوش ہوے محمد شاہ کے حکم سے آصف جاہ بہت جلد نادرشاہ کے پاس گئے اور ملازمت حاصل کرکے بہت گفتگو کے بعد یہ ٹھہرا کہ دو کروڑ روپے مصارف جنگ اور خرچ راہ کے لیجیے اور یہین سے واپس چلے جائیے نادرشاہ نے یہ بات منظور کرلی اور آصف جاہ سے عہد و پیمان کرکے وہان سے رخصت ہوے اور چونکہ صلح کا عہد و پیمان کرآے تھے امیرالامرائی کے خواستگار ہوے بادشاہ نے انکے التماس کے موافق صمصام الدولہ کے انتقال کے دن ہی امیرالامرائی کا خلعت آصف جاہ کو عطا کردیا۔ برہان الملک کو جب یہ خبر پہنچی کہ آصف جاہ نے امیرالامرائی کا رتبہ پایا تو بے قرار ہوگئے اور نادرشاہ سے عرض کیا کہ لشکر محمد شاہ مین آصف جاہ کو پورا قابو حاصل ہے انکے سوا کوئی کچھ نہین کرسکتا۔ انکے نزدیک ایک دو کرور روپے کوئی حقیقت نہین رکھتے اس قدر روپیہ تو مین بھی اپنے گھر سے دے سکتا ہون باقی امرا اور خزانہ بادشاہی اور مہاجنون کا کیا ذکر ہے اگر حضور دلی کو جو تیس چالیس کوس سے زیادہ دور نہین تشریف لے چلین تو حصول مدعا ممکن ہے نادرشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور محمد شاہ کو مع خدم و حشم اپنے پاس بلالیا اور اسکو ساتھ لیکر عازم دہلی ہوا۔ ۸ ذی الحجہ ۱۱۵۱ہجری روز پنجشنبہ کو محمد شاہ اور ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو نادرشاہ قلعۂ دہلی مین داخل ہوے۔ نادرشاہ نے تھوڑی سی فوج کو شہر مین منقسم کرکے یہ حکم دیا کہ فوج کے قانون کی سخت پابندی عمل مین آے اور محمد شاہ کی حفظ و حراست کے لیے پہرے بٹھاے جائین۔ دوسرے دن عید قربان آئی چونکہ وہ ہمراہ دربار تھا اس لیے بڑی دھوم کا تزک و احتشام ہوا مگر قربانی اس عید کی عجیب و غریب ہوئی یعنے عصر کے وقت تمام شہر مین امن و امان سے عیش و عشرت ہو رہی تھی جو دفعۃً بھنگڑخانے مین بیٹھے بیٹھے ایک بھنگڑ بولا واہ محمد شاہ رنگیلے آخر بادشاہی بیچ کھیل ہی گیا دوسرا بولا کیا اسنے کہا حرم سرا مین موقع تاک کر ایک

قلماقنی[1] سے مغلے (نادر شاہ) کو مروا ڈالا یہ ہوائی دفعۃً اڑی اور ہوا کی طرح تمام شہر مین پھیل گئی اور جون ہی کہ دلی کے گلی کوچون مین یہ خبر پھیلی تو ہندوستانیون کی نفرت بلامزاحمت ظاہر ہوئی اور ایرانیون کا قتل ہونا شروع ہوا اور چونکہ ایرانی سپاہی جگہ جگہ پھیلے ہوے تھے اسلیے بہت سے لوگ انکے ہندوستانیون کے غیظ و غضب کی قربانی ہوے ہندوستانی امیرون نے ایرانیون کے بچانے مین کوشش نہ کی بلکہ بعض امیرون نے ایرانیون کو قاتلون کے حوالے کیا جو انکے محل سرا کی حفظ و حراست کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ سات سو سے ایک ہزار تک ایرانی قتل ہوے نادر شاہ نے اول اول تو فساد کو دبانا چاہا اور اس بات کے دریافت ہونے سے گونہ رنجیدہ ہوا کہ وہ فساد رات بھر برپا رہا اور تنزل کی جگہ اسکو ترقی حاصل ہوئی۔ باوصف اسکے صبح کو گھوڑے پر سوار ہو کر اس نظر سے باہر نکلا کہ لوگ اسکو جیتا جاگتا دیکھ کر پھر امن و امان قائم ہو جائے اور جبکہ وہ باہر نکلا تو اسنے گلی کوچون مین اپنے ہموطنون کی لاشون کو پڑا ہوا دیکھا مگر اسپر بھی اسکو جوش نہ آیا یہان تک کہ لوگ ادھر ادھر سے پتھر پھینکنے لگے اور چارون طرف سے تیر اور بان اسپر برسنے لگے اور یہ نوبت پہنچی کہ ایک سردار اس کا جو اسکے پہلو مین جاتا تھا اس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص اسپر چھوٹ کر آئی تھی۔ غرضکہ نادر شاہ نے یہ دست درازیان دیکھین تو وہ بہت غصے ہوا اور قتل عام کا حکم دیکر کہدیا کہ جہانتک کوئی قزلباش مرا ہوا نظر آے ایک آدمی جیتا نہ رہے یہ کہکر ترپولیہ تک آیا اور روشن الدولہ کی مسجد مین جو سنہری مسجد کہلاتی ہے آکر قتل عام کی علامت ظاہر کی یعنی تلوار کھینچکر مسجد مین بیٹھ گیا چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اسکی بدولت وہ صورتین پیش آئین جو لوٹ مار اور پاداش و تدارک کی نظر سے پیدا ہو سکتی ہین یعنی شہر کو چند مقامون سے ایسا جلایا پھونکا کہ وہ آتش بازی کا تماشا اور خونریزی و ویرانی کا نمونہ بن گیا نادر شاہ کا غصہ خدا کا قہر بادشاہ اور امیر سب دیکھتے تھے اور دم نہ مار سکتے تھے ایک بڈھا خواجہ سرا محمد شاہ کے پاس روتا ہوا آیا اور کہا کہ حضور کے باپ دادا کی رعیت سب قتل ہو گئی بادشاہ بھی آبدیدہ ہوا اور اتنا کہا

؎ دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را ببین — شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم مین کہرام مچ گیا تو پھر سب نے آصف جاہ سے رجوع کی وہ تلوار گلے مین ڈالے سر برہنہ کیے خاموش نادر کے سامنے جا کھڑے ہوے اور رونے لگے نادر کے دل مین بھی خدا نے رحم ڈالا پوچھا کہ چہ می خواہی اُنھون نے یہ شعر پڑھا ؎

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی — مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

---

[1] قلماقنی اور اردابیگنی اُن عورتون کو کہتے تھے جو اسلحہ سے سجی رہتی تھین اور حرم سرا مین سپاہیون کی طرح پہرے وغیرہ کا کام کرتی تھین ۱۲

اور نے شرما کر سر جھکا لیا تلوار میان مین کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم اسی وقت ایرانی نقیب
ورچاؤش امان امان کہتے ہوے دوڑے اور پل کے پل مین امن ہوگیا انتظام اس کا ایسا معقول
تھا کہ جسوقت قتل کی بندش کا حکم صادر ہوا تو اسی وقت فوج نے تسلیم کیا اور کسی نے دم نہ مارا اور
تلون کے ہاتھ جہان کے تہان رہ گئے۔

کرنال کے میدان مین برہان الملک سعادت خان بانی ریاست اودھ نے نادرشاہ کو ترغیب
دی کہ دہلی چلکر روپیہ وصول کرے اور شہنشاہی کارخانون اور خزانون پر ہاتھ مارے لیکن
بدنیتی انکو راس نہ آئی دلی کے پہنچنے پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ وہ مر گئے جنکے مرنے کی تاریخ
حسب حال ہے۔ بے سعادت نمک حرام بمرد - یہان ایک اور تبہ کار نادرشاہ کے حضور
مین پیش ہوگیا اس گھر کے بھیدی نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مالدار کا پتا بتا کر نادرشاہ کا
دست تصرف دراز کرایا اور ذرا بھی کوئی مالدار نظر آیا تو اسپر ایک رقم مقرر کرادی۔ نام
اس شخص کا جگل کشور ہے۔

اب تفصیل تمام زر نقد اور اسباب کی جو نادرشاہ نے لیا تاریخ تیموریہ سے نقل کرتا ہون

نمبر	زر نقد یا مال و اسباب کہان سے لیا		تعداد روپیہ یا قیمت مال
(۱)	خاص بادشاہی خزانون سے		ساڑھے تین کروڑ روپیہ
(۲)	جواہر خانہ خاص سے جواہر		قیمتی پندرہ کروڑ روپیہ
(۳)	مرصع اور سونے چاندی کے برتن		قیمتی ڈیڑھ کروڑ روپیہ
(۴)	تخت طاؤس وتخت روان		قیمتی تین کروڑ روپیہ
(۵)	اسباب سلاح خانہ وفراش خانہ وآبدارخانہ وخوشبوخانہ وباورچیخانہ وکرکری خانہ وزین خانہ		تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ
(۶)	شاہی ہاتھی خانے سے		۵۰۰ ہاتھی
(۷)	شاہی اصطبل سے		۲۰۰۰ گھوڑے
(۸)	نواب مظفر خان وخاندوران خان کا وہ مال واسباب وزر نقد جو میدان جنگ مین اُن کے لشکرگاہون کی لوٹ سے ملا اسی طرح برہان الملک کی لشکرگاہ کا مال واسباب اور دہلی مین جو برہان الملک سے زر نقد ملا۔		سات کروڑ روپے سے زیادہ کا۔

(۹)	اہلکارون۔ امیرون سوداگرون اور سرداردن سے	دو کروڑ بارہ لاکھ روپیہ
(۱۰)	آصف جاہ سے	ایک کروڑ روپیہ
(۱۱)	اعتماد الملک قمرالدین خان وزیراعظم سے	"
(۱۲)	لطف اللہ خان سے	"
(۱۳)	نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد سے	نولاکھ روپیہ
(۱۴)	رائے خوش حال چند پیشکار بخشی گری سے	پونے تین لاکھ روپیہ
(۱۵)	شیخ سعداللہ دیوان تن سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
(۱۶)	ناگرمل دیوان خالصہ سے	ساڑھے تین لاکھ روپیہ
(۱۷)	سیتارام خزانچی خزانۂ عامرہ سے	تین لاکھ روپیہ
(۱۸)	جگل کشور سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
(۱۹)	سبحان رائے وکیل افاغنہ دکن سے	ڈیڑھ لاکھ روپیہ
(۲۰)	رائے نوندرائے پیشکار خالصہ سے	پونے تین لاکھ روپیہ

اسی طرح دوسرے اکابر علما و فضلا و قاضی القضات مین سے کسی کو نہ چھوڑا سب سے روپیہ وصول کیا ان لوگون پر سزاول اور چوبدار اور سپاہی نہایت سخت مزاج مسلط کیے جن سے خدا کی پناہ۔ جو لوگ استطاعت اس قدر روپے کے دینے کی نہ رکھتے تھے جسقدر اُن سے مانگا جاتا تھا تو ان مین سے کسی نے زہر کھا لیا کسی نے ہتیار سے خودکشی کر لی چنانچہ الہ وردی خان قراول بیگی اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان وزیر کے سالے کامیاب خان اور سعداللہ خان دیوان تن کے بھائی ان تینون نے مسموم پانی پی کر جان دی اور شیر افگن خان نے خنجر سے خودکشی کر لی اور خالق یار خان نے پیش قبض مار کر جان دی۔

نظام الملک کی قلمرو مین مرہٹون کی مفسدہ پردازی ناصر جنگ کا اُنسے لڑنا

نادرشاہ کی چڑھائی کے وقت گوپال راو زمیندار برار نے قلعہ ماہور کہ وہان کا قلعدار عزیزاللہ خان تھا مکر و فریب سے قبضہ کر لیا اور باجی راو نے نواح برہانپور مین تاخت و تاراج سے بربادی پھیلادی نصیرالدولہ چین قلیچ خان نے شہر کو مضبوط کر لیا۔ باجی راو نے منصبدارون کی جاگیرین جو دربار دہلی اور ریاست حیدرآباد کی طرف سے رکھتے تھے ضبط کرنی شروع کر دین۔ آخرکار نادرشاہ کی مراجعت کی خبر پہنچی اور نواب نظام الملک آصف جاہ کے بیٹے احمد خان نظام الدولہ

ناصر جنگ کا پیغام نقش بند خان کے ذریعے سے پہنچا تو برہانپور کے علاقے کے جاگیرون کی ضبطی سے ہاتھ اٹھالیا اور ۴ ربیع الاول ۱۱۵۲ھ ہجری کو برہانپور سے پونا کی طرف چلا گیا چند روز کے بعد ناصر جنگ کی مخالفت پر آمادہ ہوا اور چاہا کہ حکومت سے خاندان آصف جاہی کو اٹھادے اور اورنگ آباد کی جنوبی جانب آیا ناصر الدولہ کے پاس جسقدر سپاہ تھی اسکو جمع کر کے اورنگ آباد سے پونا کی بربادی کے لیے کوچ کیا مقابلے کے بعد غالب آیا اور بلجے راو کو بھگا کر گنگا کے اس پار مقام کیا اور ۲۸ شوال ۱۱۵۲ھ ہجری سے عید قربان تک طرفین مین لڑائی ہوتی رہی بلجے راو کے پاس پچاس ہزار سپاہ تھی اور ناصر جنگ کے پاس مشکل دس ہزار آدمی ہونگے آخر کار صلح ہوگئی اور اسکو سرکار کھرگون اور ہانڈیہ دیدی گئین۔ بلجے راو وہان سے مالوے کی طرف چلا راستے مین نربدا کے کنارے ۱۲ محرم ۱۱۵۳ھ ہجری کو اپنی موت سے مر گیا۔ نظام الملک جو باجے راو اور ناصر جنگ کی مخالفت کی خبر سنکر دہلی سے چلے تھے مصالحت کی خبر سنکر لوٹ گئے جب یہ حال محمد شاہ بادشاہ کو معلوم ہوا تو ہرکارے کے پرچے پر یہ لکھا کہ آفرین ایسے باپ پر کہ جس سے ایسا بیٹا وجود مین آے اور نظام الملک کو حضور مین بلاکر بہت تحسین و آفرین کی اور مبارکبادی اور دوسرے اچھے اچھے آدمیون نے بھی آکر مبارکباد کی نذرین گذرانین اور نظام الملک شکر خدا بجا لائے مگر ان لوگون کی سمجھون پر افسوس ہونا ہے کہ دو سرکارین بلجے راو کو دیکر پیچھا چھڑایا اور اسکو اپنی فتح سمجھے۔ مرہٹون کا بھاگنا کوئی تعجب کی بات نہین وہ لڑائی اسی طرح لڑتے تھے۔

احمد خان ناصر جنگ کی باپ سے بغاوت

نادر شاہ کی واپسی اور صمصام الدولہ امیر الامرا کے مارے جانے اور محمد شاہ کی بے پروائی اور قمر الدین خان وزیر کے شراب و کباب اور عیش و عشرت مین پڑجانے سے دہلی کا انتظام روز بروز بگڑنے لگا آصف جاہ دہلی مین مقیم تھے اور دکن مین ان کا بیٹا میر احمد خان نظام الدولہ ناصر جنگ انکی نیابت مین کام کر رہا تھا جسکی اتالیقی مین خواجہ عبد اللہ خان تھا ناصر جنگ نے باجے راو کے مرجانے کے بعد دکن کو مترددون سے خالی پاکر پاؤن اندازے سے بڑھایا اور عزل و نصب حاکمون کا شروع کردیا کارہاے مالی انوار اللہ خان دیوان کے سپرد تھے ناصر جنگ نے فوج کی بھرتی شروع کی۔ جمال خان پسر عضد الدولہ مرحوم۔ سے ان دنون بسبب کسی تقصیر کے خطاب قسورہ جنگ چھین لیا گیا تھا اور ناصر جنگ کے ساتھ متعین تھا اسکو دس لاکھ روپے خزانے سے دیے تاکہ سامان درست کرے اور فوج بھرتی کرے اور قسورہ جنگ کا خطاب بحال کیا اور عبد العزیز خان فوجدار جنیر بن عبد الرسول خان اور ہمت خان تعلقہ دار جالنہ کو بلایا اور متوسلان

خویشگی کو بھی شریک مشورہ کیا جب یہ صورت اور صاحبزادے کی نیت انوار اللہ خان دیوان نے دیکھی تو ناصر جنگ سے کہا صوبہ حیدرآباد مین ہر قسم کے سرکاری کارخانے ہین اور وہان سے روپیہ بھی حاصل ہو سکتا ہے مجھے حکم ہو کہ مین وہان جاکر انتظام کرون اور وہ اس طرح اجازت لیکر چلا گیا اور ناصر جنگ سے کنارہ کش ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہان تک پہنچی کہ بعض فتنہ انگیز معتمدون جیسے عبد العزیز خان و فتح یاب خان وجمال خان وغیرہ کے مشورے سے خالصے کے علاقے جسے چاہتے دیتے اور طالب محی الدین خان کو جو نظام الملک کے ماموں کا بیٹا تھا اور متوسل خان وحرز اللہ خان کا بھائی تھا اورادھونی کا فوجدار تھا جو درحقیقت بیجاپور کی صوبہ داری ہے محاصرے مین تنگ پکڑا اور رشتہ داری کا لحاظ نہ رکھا اور یہان تک بے مروتی کی کہ اسنے حفظ آبرو کے لیے زہر کھا لیا ناصر جنگ نے اسکی بھی پروانہ کرکے اسکی خدمات ہمت خان اپنے ماموں کو دیدین نصیر الدولہ نے یہ تمام معاملات بے کم وکاست نظام الملک کو لکھ بھیجے اس لیے ناصر جنگ اور جمال خان اسکے استیصال کی فکر مین ہوے۔

نظام الملک نے بیٹے کی سرکشی پر مطلع ہو کر محمد شاہ سے اطلاع کرکے اصلاح معاملہ کے لیے رخصت لی اس وقت بادشاہ نے اپنی دستار سربستہ نظام الملک کے سر پر رکھدی اور وہ ۱۱۵۳ھ ہجری مین عازم دکن ہوے۔ دہلی کو جب آئے تھے تو فوج اور توپخانہ انکے ساتھ کم تھا گھوڑے ہاتھی فوج اور توپین ناصر جنگ کے پاس چھوڑ آئے تھے جیسا کہ فتحیہ مین لکھا ہے نواب آگرے اور راجپوتانے سے گذر کر صوبہ مالوہ مین پہنچے تو یار محمد خان پسر دوست محمد خان اسلام نگر اور بھوپال سے نواب کے پاس آئے نظام الملک نے انکو ماہی مراتب دیا۔ بھوپال کے عجائب خانے مین اس ماہی مراتب کی نشانی ابتک موجود ہے جو نظام الملک نے فرمان روائے بھوپال کو عطا کیا تھا۔ نصیر الدولہ عبد الرحیم خان نے برہانپور سے اپنے بخشی عبد الوہاب خان کو فوج دیکر استقبال کے لیے بھیجا جو نربدا کے کنارے نظام الملک کے پاس پہنچگیا اور خود بھی برہانپور سے تین منزل چل کر نظام الملک کا استقبال کیا نظام الملک نے برسات مین دریاے نربدا کو عبور کرکے سلخ شعبان ۱۱۵۳ھ ہجری کو برہانپور مین داخل ہوے اور دو ماہ تک یہان رہے۔

ناصر جنگ کا مغویون کی بے وفائی دیکھ کر گوشہ نشین ہو جانا

ناصر جنگ کو یہ خیال رہا کہ نادر شاہ کی چڑھائی اور سفر دور و دراز نے باپ کو ضعیف الحال کر دیا ہوگا اسلیے اطاعت نہ کی اور انھون نے سید متھور خان خویشگی اور میر علی اکبر پیرزادے اور حکیم عبد الحسین خان کو جو پہلے نظام الملک کا خانسامان تھا اور ان دونون ناصر جنگ کی

دیوانی وخانسامانی اس سے متعلق تھی نظام الملک کے پاس بھیجکر بعض تکالیف شاقہ کا پیغام باپ کو دیا۔ نظام الملک بیٹے کے ارادۂ دلی سے آگاہ ہوے شفقت پدری سے بیجاپور کی صوبہ داری دینے کے لیے فرمایا تاکہ بیٹا علانیہ باغی نہو جاے متہور خان مرد دانا وعاقل تھا وہ جواب پاکر تو چپ رہا اور عبد الحسین خان کی معرفت جواب ناصر جنگ کے پاس بھیجدیا۔ ناصر جنگ نے پھر اگلی درخواست عبد الحسین خان کی معرفت نظام الملک کے پاس پہنچائی اور وہی جواب پایا اسنے باپ کے عطیے کو قبول نہ کیا اور خود مختاری کا اعلان کردیا نظام الملک نے بیٹے کے ارادے سے آگاہ ہوکر عید کے دن عید کی سواری بڑے تجمل سے کی تاکہ لوگون کے دل سے یہ خیال دور ہوجاے کہ ان مین کسی قسم کی کمزوری آگئی ہے اسوقت نواب کے ہمراہ فوج بہت کم تھی اور جو لوگ ہمراہ تھے وہ بھی ناصر جنگ کی ہواخواہی کا دم بھرتے تھے۔ مغویون نے ناصر جنگ کو صلاح دی کہ سد راہ ہوجاے دکن کی فوج کے بہت سے افسرون نے رفاقت کا وعدہ کیا مگر نظام الملک کی آمد کا حال سنکر انجام کو سوچکر شریک نہوے اور یہ عذر کرنے لگے کہ ولی نعمت کے سامنے تلوار لیکر کھڑا ہونا نامناسب ہے ناصر جنگ نے فوج کا یہ رنگ دیکھ کر نظام آباد سے تمام سپاہ اور کارخانے ہاتھی گھوڑے بخشی الملک دکن محتشم خان بہادر کے ساتھ کرکے باپ کے پاس بھیجدیے اور خود صمصام الدولہ شاہ نواز خان وجمال خان وعبد العزیز خان ومیر صفی الدین خان بہادر صفی الدولہ طالب جنگ میر آتش دکن وصف شکن خان مجاہد جنگ وفتح یاب خان وہمت یار خان ومیر شمس الدین بخشی دیوسف محمد خان امرا کے ساتھ نظام آباد عرف اجنٹا سے اورنگ آباد پہنچکر شاہ برہان الدین کے روضے مین جو دولت آباد سے پانچ میل پر ہے گوشہ گزین ہوا۔ نظام الملک نے یہ حال سنا تو تاسف کیا اور مکرر لکھا کہ بیجاپور کو چلے جائین اور ولایتی وہندوستانی میوے بھیجے مگر بیجاپور کی حکومت ناصر جنگ نے نامنظور کی۔

نظام الملک کی عرضی کا ترجمہ جو انھون نے بادشاہ کو اس بغاوت کے باب مین لکھی تھی

نظام الملک نے اس وقت ایک عرضی بادشاہ کو لکھی جسکو حدیقۃ العالم مین نقل کیا ہے اسکا ترجمہ یہ ہے کہ چار سال تک عقیدت سرشت حضور مین حاضر رہا تو اس ملک مین عجیب انقلاب واختلال پیدا ہوگیا جو لوگ ناصر جنگ کے ساتھ تھے انھون نے بدباطنی سے اس ناتجربہ کار کو بہکا دیا کہ وہ دکن کے صوبے پر اپنے آپ کو مستقل فرمان روا جاننے لگا اور میرے مالوے مین پہنچنے کے بعد پرخاش کا ارادہ کیا اور خطوط لکھ کر حیدرآباد سے لوگون کو بلایا چنانچہ جمال خان پسر عضد الدولہ مرحوم

سنے باوجود نیابت صوبہ داری برآرو تنخواہ محالات مشروطکے ناصر جنگ سے دس لاکھ روپے نقد اور گیارہ لاکھ روپے فدوی کی جاگیر کے محالات سے سپاہ کی بھرتی کے بہانے سے لیے عبدالعزیز خان نے ناصر جنگ سے ۲۲ لاکھ روپے کے محالات صوبہ داری اورنگ آباد کی تقریب سے لیے اور اُسکے منصب مین ترقی ہوئی اور اُسنے اپنے بیٹون اور رشتہ دارون اور متوسلون اور خان عالم و جانجی وغیرہ کے لیے قسم قسم کی تدبیرون اور فریبون کے ساتھ جاگیرین حاصل کرلین اور طرح طرح کے خیال رکھے اور اپنے مقامون سے فوجین لیکر ناصر جنگ بے خرد کی رفاقت اختیار کی اور یہ ارادہ تھا کہ فدوی کے ساتھ جنگ وجدل کرین اور اس ناتجربہ کار نے ان فریبون کو اپنا رفیق دلی سمجھ لیا تھا اور باوصف اسکے کہ پہلے ان ان لوگون کے ساتھ رہا تھین ہو چکی تھین اصلا نہ اُن کو بُھول گئے تھے مگر ناصر جنگ نے اور بھی زر نقد اور نامناسب منصب اور بیجا خطاب اور بے قیاس جاگیرین عطا کرکے اپنا طرفدار بنایا اور شورش پر مہیا کیا اور اس سے غافل تھا کہ جدھر بھی نقصان پہنچے گا نہایت برا ہے بالفرض اگر اس کا ارادۂ فاسد کامیاب ہوجاتا تو حرام خوران ناحق شناس کے ہاتھ سے وہ کب سلامت رہ سکتا اور مملکت کی تقسیم ہوکر تھوڑے سے عرصے مین آمدنی کی کمی اور تقاضۂ تنخواہ اسکو مصیبت مین ڈالدیتے ہر چند فدوی نے نصیحت اور تہدید کی باتین کہین اور اسکے فعل کے برے نتائج اسکو بتائے مگر اسکی عقل پر پردے پڑ گئے تھے اس لیے کچھ نہ سمجھا۔ جہالت کی وجہ سے گمراہی کا راستہ چلنے لگا اور تیس ہزار سوار جرار اور توپخانہ بسیار لیکر فرداپور کی پہاڑی پر برہانپور سے تیس کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوا اور اول متہور خان کو سفیر بناکر میرے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ تمام ملک دکن کی حکومت مستقلاً اسکے ہاتھ مین چھوڑ دی جائے اور یہ فدوی دہلی کو لوٹ جائے اس کا جواب معقول جس مین اسکی بہتری متصور تھی کہلا بھیجا خان مذکور نے بھی اسکو لکھا مگر وفور غرور سے اسکی سمجھ مین کچھ نہ آیا دوبارہ اپنے خانساماں عبدالحسین خان کو بھیجا اور انھین باتون کا اعادہ کیا جب فدوی نے خیال کیا کہ اس کا مزاج فاسد کسی دوائے تدبیر سے اصلاح پذیر نہین ہوسکتا تو اس قانون کے مطابق کہ آخری علاج داغ ہے اسکے دفعیے کے لیے اسباب جمع کرنے شروع کیے اور تھوڑے سے عرصے مین بہت سی سپاہ فراہم کرکے ارادہ کیا کہ برہانپور سے آگے بڑھکر اس کوتہ اندیش کے مایۂ فساد کو درست کرے جب یہ حال اسکے شرکائے مفسدین کو معلوم ہوا تو ڈر گئے اور لڑائی کا خیال چھوڑ دیا اور اس سے جدا ہونے لگے نظام الدولہ نے جب یہ حال دیکھا کہ تمام باطل سردون کے عزم کا ورق لوٹ گیا اور اب کوئی چارۂ کار نہ رہا تو دل مین خوف زدہ ہوکر شاہ برہان الدین کے روضے مین جاکر پناہ گزین ہوا اور محتشم خان بخشی منصبداران دکن۔ خان عالم اور سنبھاجی وغیرہ منصبدارون اور نظام الدولہ کی سپاہ اور توپخانہ بمعیت میرے پاس آگیا اللہ کا شکر ہے کہ فساد عظیم کا

اخبار جو تفرقے اور تشویش کا باعث تھا دفع ہوا لیکن اب تک مضبوط قلعے مثل ورنگڈھ وقلعہ خیبر وغیرہ فتحیاب خان اور دوسرے مخالفون کے ہاتھ مین ہین اور مقاہیر نے حیدر آباد کو خالی پاکر فساد پیدا کر دیا ہے اور رگھوجی نے جو از سر نو ملک کرناٹک پر قابض ہو گیا ہے مضبوط سپاہ جمع کر کے حیدر آباد تک پریشانی پھیلا دی ہے اس وجہ سے فدوی کا ارادہ ادھر انتظام کی غرض سے جانے کا ہے۔ (انتہےٰ)

مصاحبون کے اغوا سے ناصر جنگ کا دوبارہ جنگ پر آمادہ ہونا

نظام الملک نے ۲۸ شوال ۱۱۵۳ہجری کو دریاے تپتی کو عبور کیا بارہ روز تک دریاے پورنا کے کنارے پڑے رہے اور شدت بارش مین کہ بے وقت پانی پڑ رہا تھا محتشم خان وغیرہ امراے دکن نظام الملک سے آکر ملے نواب نے کہا کہ دکن کا لشکر دریاے پورنا کے اس پار عادل آباد پر اترے۔ انوار اللہ خان دیوان بھی حیدر آباد سے آگیا اسوقت بالاجی پسر باجی راو متوفی کہ مالوے کے قصد سے نکلا تھا اسنے نظام الملک سے ملنے کا پیام بھیجا نواب نے اپنے چچا روشن الدولہ کو پیشوائی کے لیے روانہ کیا وہ اپنے سرداروں جیسے بیلاجی جادو وہلکر و کوڑیا وغیرہ کے ساتھ آکر ملا اور دو تین دن تک پورنا کے کنارے مقام کر کے مالوے کو روانہ ہو گیا۔ یہان سے نظام الملک نے ابو الخیر خان کو دو ہزار پیادون اور تین سو سوارون کے ساتھ اسکے تعلقے کو اور ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۵۳ھ کو نصیر الدولہ کو بھی برہانپور کو رخصت کر دیا اور خود نظام الملک پورنا سے عبور کر کے خاندیس کی طرف چلے گئے اور کساری کی پہاڑی کے پاس پہنچے اور قلعہ تبنگہ کو کہ گلشن آباد عرف میدک کے قریب ہے مفتوح کر کے نام اس کا فتح مبین رکھا۔ پھر فرداپور کی پہاڑی کی طرف لوٹ کر اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوے اور وہان جا پہنچے۔ عبد العزیز خان ناصر جنگ سے جدا ہو کر نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا انھون نے اسپر کچھ التفات نہ کیا بلکہ حرز اللہ خان نے کلمات نا ملائم اپنی زبان سے اسکی نسبت کہے اس لیے وہ بھاگ کر پھر روضے مین چلا گیا اور ناصر جنگ کو لڑائی پر آمادہ کیا چنانچہ اسنے روضے سے کوچ کیا اور قلعہ اورنگ گڑھ عرف ملھیر کی طرف چلا گیا جسکو فتحیاب خان نے مکر و حیلہ سے متوسل خان سے لے لیا تھا اور محالات گرد و نواح پر تصرف شروع کیا اس وقت اسکے ساتھ بقول تاریخ فتحیہ دو ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور خزانہ بھی بہت کم تھا ہمت یار خان اس سے جدا ہو کر نظام الملک کے پاس چلا گیا ناصر جنگ کے پاس عمدہ فوج فراہم نہ ہو سکی۔ عبد العزیز خان اور فتحیاب خان کی کوشش سے اکثر گانون کے گنوار نوکر ہوے توپخانہ وجزائر و بان وغیرہ لڑائی کا کوئی مسالا اسکے ساتھ نہ تھا بڑی مشکل سے

چار ہزار سوار فراہم ہوسکے جیسا کہ گلزار آصفیہ و فتحیۂ آصفیہ مین ہے۔ حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ سات ہزار سوار جمع کر لیے۔ عین برسات مین نظام الملک اورنگ آباد مین ٹھہرے ہوے تھے اور انھون نے قاعدہ مستمرہ کے موافق ہاتھی گھوڑے بیل وغیرہ اورنگ آباد سے تیس تیس چالیس چالیس کوس پر چرائی کو بھیجدیے تھے اور اپنی فوج کے آدمیون کو انکے وطنون کو رخصت کر دیا تھا نواب جریدہ اورنگ آباد مین رہ گئے تھے ناصر جنگ کے مغویون نے بتایا کہ یہ موقع اچھا ہے چنانچہ اسنے اورنگ آباد کا ارادہ کیا اور ملہیر کے قلعدار انجیاب خان پسر نجابت خان کو ساتھ لیا اور جلدی سے کوچ کر کے کساری کی پہاڑی سے گذر کر موضع جائیگانون وانکلہ مین جا پہنچا نظام الملک کو اسکی حرکت کا حال معلوم نہ تھا اس گانون مین متوسل خان کا ایک جلودار آیا اور ناصر جنگ کی سپاہ کا حال معلوم کر کے لوٹ گیا اور متوسل خان سے سارا حال کہدیا وہ جلودار کو اپنے ساتھ نظام الملک کے پاس لے گیا اور تمام حال اسکی زبانی سنوادیا نواب نے شبا شب دیوان اور بخشی اور خانسامان وغیرہ کو بلا کر تمام پیادہ و سوار کو دو ماہ کی تنخواہ دلوائی توپون کے بیل علاقہ دور دست مین چرائی کو گئے ہوے تھے توپون کے لیجانے کی یہ تدبیر کی کہ جہان جہان شہر مین بیل ہاتھ لگے لیکر توپین انسے بھجوا کر عیدگاہ مین شبا شب پہنچوادین صبح ہوتے ہی نظام الملک نے کوچ کر کے شہر کے باہر مقام کیا لیکن بہت تھوڑے آدمی رکاب مین تھے۔ نواب کے ہرزاول اور کوتوال کے آدمی شہر بھر مین پھر کر آدمیون کو باہر لانے لگے چنانچہ تھوڑے آدمی جنکے گھوڑے چرائی پر تھے وہ پیادہ پا آ کر جمع ہوگئے اس طرح رات عیدگاہ مین بڑی ہوشیاری سے بسر کی اور شاہ ولی خان نامی فقیر کو کہ سید لشکر خان کا رفیق تھا آصف جاہ نے اپنے بیٹے ناصر جنگ کے پاس بھیجکر نصیحت کرائی جو روضے مین فوج لیکر آ گیا تھا اسنے جا کر سمجھایا مگر ناصر جنگ پر اثر نہ ہوا شاہ ولی خان لوٹ گیا۔ سہ شنبہ اٹھارھوین جمادی الاولی سنہ ۱۱۵۳ ہجری کو ابو الخیر خان جو قلعہ مونگیر کے بندوبست مین مصروف تھا بالاپور کی پہاڑی سے گذر کر نظام الملک کے پاس آ گیا۔ ۱۹ جمادی الاولی روز چہارشنبہ کو ناصر جنگ شاہ برہان الدین کے روضے کے متصل پہنچگیا اور مستعد جنگ ہوا اسوقت سپاہ کی کمی کی وجہ سے نظام الملک کے لشکر مین خوف و ہراس تھا ناصر جنگ روضے سے کوچ کر کے شہر کی طرف روانہ ہوا اور اسکے مصاحبون نے یہ مشورہ دیا کہ شہر اورنگ آباد کو سیدھی طرف چھوڑ کر دہلی دروازے کی طرف جاوین کہ جسکے پاس سرائے ہرسول واقع ہے اور اس مین توپ اور رہکلہ اور بان اور بارود کا ذخیرہ بہت تھا اسپر قبضہ کرین اور شہر اورنگ آباد مین داخل ہو جائین اس ارادے سے وہان سے کوچ کر کے ناصر جنگ اور اسکی جمعیت کٹی گھاٹی تک پہنچی اور یہان ناصر جنگ نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی

اور یہان یہ قرار پایا کہ اُدھر نہ چلنا چاہیے بلکہ براہ راست نظام الملک کے مقابلے مین پہنچنا چاہیے۔ اس طرح چلنے سے ناصر جنگ کی فوج کی ترتیب بگڑ گئی۔

باپ بیٹون کی جنگ

نظام الملک نے لڑائی کے لیے یون صف بندی کی کہ متوسل خان اور اسکے بیٹے حرز اللہ خان اور خواجم قلی خان کو سب سے آگے رکھا اور سیدھے ہاتھ پر ابو الخیر خان و رحیم اللہ خان پسر محمد غیاث خان و جمیل بیگ خان کو مقرر کیا اور الٹی طرف مبارز خان و خواجہ حامد اللہ پسر عماد الملک مبارز خان و مقرب خان و خان عالم خان کو متعین کیا بعض کہتے ہین کہ الٹی طرف صرف ابو الخیر خان تھے اور متہور خان خویشگی و سلیم خان کو ہر طرف مدد پہنچانے کے لیے مقرر کیا ناصر جنگ کے پیش لشکر مین عبد العزیز خان و فتحیاب خان تھے۔ ۲۰ جمادی الاولی ۱۱۵۴ھ کو ناصر جنگ لڑائی کے لیے سوار ہو کر اورنگ آباد کی طرف چلا تو نظام الملک کے مخبرون نے خبر دی کہ ناصر جنگ کٹی گھاٹی سے اُتر رہا ہے جب ہرکارے کی زبان سے یہ لفظ انھون نے سنا تو تفاؤل لیکر دو مرتبہ اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا کیا اور ادعیہ حرز پڑھکر ظہر کے آخر مین ہاتھی پر سوار ہوے۔ ناصر جنگ کے آدمیون نے نہایت بے ترتیبی سے مقابلہ کیا اسکی فوج مین اکثر قصباتی نئے آدمی نوکر تھے توپون کی آواز سنتے ہی بھاگ نکلے توپون کے دھوئین کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا تھا اس لیے ناصر جنگ کے بہت سے آدمی شہر کی طرف چلے گئے عبد العزیز خان و فتحیاب خان بھی راہ بھولکر دوسری طرف چلے گئے ناصر جنگ اور جمال خان اور دوسرے کئی فیل سوار اسوقت دیوار راورا سا پورہ کے پاس پہنچگئے نظام الملک کی طرف سے بان دارنیوالون نے جو دیوار کی پناہ مین بیٹھے ہوے تھے اتنے بان مارے کہ چھ سات فیل سوار کہ اسوقت ناصر جنگ کے ساتھ تھے بھاگ نکلے صرف ناصر جنگ کا ہاتھی باقی رہ گیا جسکے ساتھ دو سو سوار سے زیادہ نہ تھے اور دو تین فیل سوار بھی آکر مل گئے یہ لوگ نظام الملک کی توپون کی گاڑیون کی طرف بڑھے تو تمام گولہ انداز و بان انداز بھاگ گئے ناصر جنگ وہ توپین اپنے آدمیون کے حوالے کر کے آگے بڑھا اسوقت سرمست خان بنی جو شہر ایلچپور صوبہ برار کا ناظم تھا تین چار سو آدمیون کے ساتھ جو گھوڑون سے اُتر پڑے تھے مقابلہ مین آیا اسکو ہٹا کر ناصر جنگ آگے چلا کہ اسوقت نظام الملک کے سیدھے اور الٹے ہاتھ کے سپاہی جمع ہو کر سد راہ ہوے ناصر جنگ یہان بہ تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ کھڑا ہو گیا سخت لڑائی ہوئی عبد العزیز خان کہ دیر سے اسکی سواری کا متلاشی تھا یہان اپنے پچاس ساٹھ سوارون کے ساتھ آکر ناصر جنگ کا شریک ہو گیا اسوقت

کنور خانچند جو نظام الملک کی سب سے اگلی فوج میں شامل تھا ناصر جنگ کے ہاتھی کے پاس جا پہنچا اور بندوق سے محمد عابد کو جو ناصر جنگ کے فیل خانے کا افسر تھا اور آج کے دن اُسکے فیلبان کی جگہ ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا مار ڈالا۔ ناصر جنگ خود ہاتھی کو چلانے لگا دو زخم تیر کے پوست مال ناصر جنگ کے لگے باوجود اسکے وہ ہاتھی کو ہولتا ہوا باپ کے ہاتھی تک پہنچ گیا اب نظام الملک کے ساتھیوں نے اسکے ہاتھی کو گھیر لیا اسوقت متوسل خان اور اس کا بیٹا ناصر جنگ کے سامنے آگئے اور باہم تیر اندازی ہونے لگی متوسل خان نے تیر سے اسکو مار ڈالنا چاہا اسکے بیٹے محی الدین خان نے منع کر دیا چاروں طرف سے ولاوروں نے ناصر جنگ کے ہاتھی کو گھیر لیا سید لشکر خان نے چستی سے اپنا ہاتھی اُسکی برابر ملا کر اسے اپنے ہاتھی پر لے لیا اور نظام الملک کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ناصر جنگ کے ساتھی جو اسوقت تک موجود تھے بعض مارے گئے بعض زخمی ہوئے بعض بھاگ گئے عشا کی نماز کے وقت نظام الملک دولتخانے میں کہ عیدگاہ کے نزدیک اورنگ آباد سے غربی جانب ہے برپا تھا داخل ہوئے ناصر جنگ کے لیے علیحدہ خیمہ کھڑا کر دیا گیا جس میں اسکو رکھا گیا اور چونکہ اسکے کپڑے خون آلودہ تھے نظام الملک نے اپنے پہننے کے کپڑے نکلوا کر بھیجدیے اور جو دو شالہ اوڑھے ہوئے تھے وہ بھی بھیجدیا اور جراح مقرر کر کے اور کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے آج تین باتوں کی خوشیاں مجھے دیں (۱) فتح کی (۲) سلامتی فرزند کی (۳) بیٹے کے شجاعت کے امتحان کی کہ بچپن سے اسکے مزاج کی وجہ سے جس بات کی توقع تھی وہ آج ظہور میں آگئی باوجودیکہ اسکے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے لیکن میدان سے منہ نہ موڑا

شرکاے ناصر جنگ

صبح کو میدان جنگ سے چلے گئے اسکے ساتھیوں کی نسبت جنھوں نے کفران نعمت کر کے ناصر جنگ کی شرکت کی تھی مقربوں نے مختلف باتیں کہیں نظام الملک نے کسی کو سزا نہ دی کہنے لگے کہ ہر ایک نے اپنی کردار کے موافق میدان کارزار میں سزا و جزا پائی ہم کو یہ منظور نہیں کہ اب پچھلے کینے انکے لیے اسی قدر سزا کافی ہے کہ ان کو نوکر نہ رکھیں گے ناصر جنگ کا قلمدان نواب نے اپنے میر منشی موسوی خان کے حوالے کر دیا وہ قلمدان کھول کر ۳۸ عرضیاں ان اراکین دولت کی جنھوں نے شرکت کا وعدہ کیا تھا اور اکثر ان میں سے اسوقت حاضر تھے قلمدان سے نکالکر نواب کے پاس لایا اور عرض کیا کہ ملازموں کی اس قدر عرضیاں ہاتھ لگی ہیں اول نواب نے ٹالا اور کچھ جواب نہ دیا جبکہ دوسری بار پھر موسوی خان نے کہا اور ایک عرضی کھول کر پڑھنے کا ارادہ کیا تو نواب نے کہا یہ تکلیف مت کرو اور سب کو تلف کرا دیا تاکہ طرفین کے مزاجوں میں کدورت پیدا نہو اور افشاے راز نہو اور زبان سے کہا کہ اگر بادشاہ سلامت اور انکے شاہزادے کے درمیان ایسا ماجرا پیش آتا

توہم بھی ایسا کرتے اسکے بعد کہا کہ ان آدمیون نے کیا بُرا کیا اول مصلحت وقت کی وجہسے میرے بیٹے سے موافقت کی اور جب ہم اسکی سرکوبی کے لیے متوجہ ہوے تو ہماری صولت وشوکت اُسکے دل مین ڈال کر اسکی فوج کو پراگندہ کردیا یہانتک کہ ہمارا بیٹا صحیح وسلامت ہمارے ہاتھ آگیا جسوقت ناصر جنگ ہاتھ آیا اسوقت حرز اللہ خان نبیرہ سعد اللہ خان وزیر نے صمصام الدولہ شاہ نواز خان سے جن کا اصلی نام عبد الرزاق خان ہے بوجہ پاس آشنائی کے کہا کہ بیٹا باپ کے مکان پر جاتا ہے تم کہان جاتے ہو جو کچھ رفاقت کی شرط تھی بجالاے اب اس مہلکے سے اپنے آپ کو نکال لو شاہ نواز خان یہ بات سنکر ہاتھی سے اُتر گئے اور کنارہ کش ہوے پانچ سال تک نظام الملک کے معاتب رہے عزلت کے ایام مین مآثر الامرا وغیرہ کے لکھنے مین مصروف رہے۔ سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین نواب نے ان کا قصور معاف کرکے بدستور سابق دیوانی برار کی خدمت عطا کردی نواب نے جمال خان کو بھی خانہ نشین کردیا اور ابراہیم خان پسر حاجی محمد علی خان اور مرزا حسن رضا خان المخاطب بہ ناصر قلی خان قلعہ دولت آباد مین جاکر پناہ گزین ہوے تھے اور دوسرے آدمی دوسرے مقامات پر روپوش ہوگئے تھے انکے حالات کے معترض نہوے لیکن جاگیرین ان سب کی ضبط کرلین جو علانیہ شریک تھے۔

ناصر جنگ کی گرفتاری سے رہائی تک کے وقعات

گرفتاری کے بعد نواب نے حکم دیا کہ ناصر جنگ کو شب مین علیحدہ خیمے مین حفاظت سے رکھین۔ صبح کو جمعہ کے دن ۲۱ ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۵۴ ہجری کو ناصر جنگ کو عبد العزیز خان معروف بہ مقبول عالم کی اس حویلی مین جو نئی تیار کی ہوئی تھی بطور نظر بندون کے رکھا اور حویلی پر چوکی پہرہ لگادیا اور سید لشکر خان سے کہا کہ اسکی احتیاط ومحافظت کرے اور سید لشکر خان کو اس کارگذاری کے جلدو مین نصیر جنگ خطاب دیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص ہمارے سامنے ناصر جنگ کا نام نہ لے اگر اشد ضرورت پیش آے تو صرف میر احمد خان کے نام سے یاد کرے اس فتح کی نواب نے دو نذرین لین ایک فتح کی دوسرے سلامتی ناصر جنگ کی جیسا کہ حدیقۃ العالم مین مذکور ہے اور رشید الدین خانی مین یون لکھا ہے کہ فتح کے بعد اول نذر ابو الخیر خان کی ہوئی خان مذکور نے دو نذرین پیش کین جب نظام الملک نے اسکا سبب پوچھا کہ یہ دوسری نذر کیسی ہے تو انھون نے جواب دیا کہ صاحبزادے کی سلامتی کی پھر سب نے دو دو نذرین گذرانین نظام الملک کو کمال سرور حاصل ہوا۔ نواب اکثر کہا کرتے تھے کہ میر احمد کے چیچک نکلی اور نہایت بیتاب تھا تو ہم نے محل کے بعض آدمیون کے کہنے سے وہ کام کیا جو ہماری شان کے خلاف تھا یعنے اپنے ہاتھ سے گدھے کو دانہ کھلایا یہ وہی

میر احمد ہے۔ تھوڑے دنون کے بعد ناصر جنگ کے زخم مندمل ہو گئے۔ نظام الملک واخر شعبان سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین قلعہ ملہیر کی جانب روانہ ہوے اور ناصر جنگ کو پالکی مین سوار کراکے جسپے پردے پڑے ہوے تھے لشکر کے پیچھے پیچھے ساتھ رکھا قلعہ ملہیر کے پاس پہنچکر جلال الدین خان صوبہ دار بگلانہ کو جو شجاع الدولہ والی بنگالہ کا داماد تھا قلعے کی تسخیر کے لیے مقرر کیا اسنے تھوڑے سے عرصے مین قلعے مین تزلزل ڈالدیا اہل قلعہ نے مجبور ہو کر قلعہ حوالے کیا نظام الملک نے میر بزرگ کو کہ پہلے نذربار اور سلطان پور کا فوجدار تھا یہان کا قلعہ دار بنا کر فوجداری بگلانہ خواجم قلی خان کے حوالے کی اور لوٹ کر حیدرآباد کی جانب چلے۔ راستے مین قلعہ قندھار مین مقام ہوا اور وہان کے قلعدار راجہ گوپال سنگھ کو موقوف کر کے برق انداز خان کو وہان کا قلعدار بنایا۔

یہان ناصر جنگ کو پاس بلایا آپ فتح چوکی پر بیٹھے بخشی الملک محتشم خان اُسکے ہاتھ رومال سے باندھ کر سامنے لے گیا نواب نے حکم دیا کہ کھولدو ناصر جنگ بہت رویا اور اس بیت کی تکرار کرنے لگا۔ ؎

کاشکے مادر نزادے بدے | جلے شیرم زہر دادے بدے

اسوقت نظام الملک اور دوسرے حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ ناصر جنگ کو وہ خلعت جو اسکے لیے پہلے سے منگا رکھا تھا پہنا کر رخصت کیا اور محتشم خان کی معرفت کہلا بھیجا کہ موسم گرم ہے اور تم مین بھی ابھی نقاہت باقی ہے چند روز یہان رہو اور برق انداز خان جو وہان کا قلعدار تھا اسکی حفاظت اور خدمت کرتا رہا نواب یہان سے ہاتھی پر سوار ہو کر چلے جب تک قندھار نظر آتا تھا ادھر ہی دیکھتے رہے۔ اور آنکھون مین آنسو بھرے ہوے تھے۔

اسی سال چند بیگمات کی سفارش سے اس کا قصور معاف کر دیا اور سید شریف خان بخشی کو حکم دیا کہ فوج اور فیل سواری اور نشان و نقارہ قلعہ قندھار مین لیجا کر ناصر جنگ کو پالکی مین بٹھا کر لے آے اُسنے ظاہر ہو کر باپ کے قدمون پر سر رکھ کر بہت لجاجت اور زاری کی اس کا جرم معاف کر کے آغوش مین لیا اور پند و نصائح کے کلمات کہے رشید الدین خانی اور تاریخ فتحیہ وغیرہ مین اسی طرح لکھا ہے۔ سرو آزاد مین بیان کیا ہے کہ ۱۱۵۴ ہجری مین آصف جاہ نے ناصر جنگ کو قید کیا تھا اور ۱۱۵۸ ہجری مین قصور معاف کیا۔

فتحیہ مین ذکر کیا ہے کہ ناصر جنگ کی رہائی کے بعد نواب نے حکم دیا کہ جب ہم یاد کیا کرین تب سلام کو آیا کرے اور چند روز تک اسی طرح رکاب مین رہے اور علیحدہ خیمہ اسکے لیے استادہ ہوتا اور راستے مین پیچھے چلتا اور اس کا نام نظام الملک کے دربار مین صرف میر احمد مذکور ہوتا جب اس ضلع کا انتظام کر چکے تو صوبہ برار کی طرف چلے اور ناصر جنگ کو پھر بلا کر خلعت اور شمشیر

اور کنارہ بخشی اور خطاب بھی بحال کر دیا البتہ لفظ نظام الدولہ سلب کر لیا اور حکم دیا کہ جب حضور مین آوے تو ہتھیار باندھ کر آیا کرے اور جسقدر اُسکے کارخانے اور جانور نظام الملک کی سرکار مین ضبط ہو گئے تھے وہ سب واپس کر دیے اور نوبت کا سامان بھی سرکار سے دیکر اسکے دروازے پر خیمہ نقارخانہ استادہ کرایا۔ اور جبکہ اورنگ آباد پہنچے اور پھر وہان سے حیدرآباد کو چلے تو ناصر جنگ کو اورنگ آباد کی نیابت صوبہ داری عطا کی اور زلدرک کو آپ چلے آے۔

اس زمانے مین انوار اللہ خان دیوان سرکار مرض آکلہ مین علیل ہو گیا تھا رخصت لیکر برہانپور آگیا وہان پہنچکر بہت کچھ معالجہ کیا حکیم محسن خان و حکیم معصوم خان اور ڈاکٹر کا علاج ہوا لیکن فائدہ حاصل نہوا آدمی زبان گل کر گر گئی ماہ صفر ۱۱۵۵ہجری مین مر گیا اور شاہ برہان راز الٰہی کے مقبرے مین مدفون ہوا اسکی جگہ دیوانی کی خدمت خدا بندہ خان نبیرہ امیر الامرا شائستہ خان کے سپرد ہوئی یہ شایستہ خان عالمگیر کا ماموں ہے اور یہ شاہ برہان عنیر ہین ان برہان الدین سے جو خلد آباد مین کہ اورنگ آباد کے قریب ہے مدفون ہین۔

نواب کا حیدرآباد مین ورود اور حکام اضلاع کا تغیر و تبدل

نظام الملک ۱۱۵۵ہجری مین حیدرآباد مین آے اور یہان تعلقہ دارون کے عزل و نصب مین مصروف ہوے کیونکہ ایک دو سال سے زیادہ کسی کو ایک کام پر نہین رکھتے تھے۔ خواجہ مومن خان پسر عضد الدولہ کو حیدرآباد کا صوبہ دار کیا اور اپنے ماموں کے بیٹے حرز اللہ خان کو ناندیر کی حکومت پر بھیجا اور ہمت یار خان کو ادھونی ورایے چور وغیرہ مضافات بیجاپور پر بدستور ناصر جنگ کے عمل کے مطابق بحال رکھا بعد اسکے اورنگ آباد آگئے اس زمانے مین مرزا باقر علی خان داماد مرشد قلی خان آیا یہ مرشد قلی خان شجاع الدولہ ناظم بنگال کا داماد تھا چند روز کے بعد مرشد قلی خان بھی آیا نواب نے دونون کے حال پر مہربانی مبذول کی بعد اسکے شجاع الدولہ حاکم بنگالہ کی بیٹی آئی جو مرشد قلی خان کی بی بی تھی۔ اس کا خطاب مہان بیگم مقرر ہوا۔

کرناٹک وغیرہ پر فوج کشی

۱۱۵۵ہجری مین کرناٹک کی طرف نظام الملک کا جانا نہوا تھا اس لیے وہان کے بڑے بڑے زمینداروں نے جیسے سری رنگ پٹن کا زمیندار ہے پیش کش مقرری نہ بھیجا تھا نواب نے ناصر جنگ کا نظام الدولہ خطاب بحال کرکے اور دوسری عنایات سے خوشنود کرکے اس طرف روانہ کیا اور اس طرف کے زمیندارون کو حکم بھیجے گئے کہ ناصر جنگ کی خدمت مین حاضر ہوکر

پیشکش ادا کرین تاریخ فتحیہ مین اسی طرح لکھا ہے اور ناصر جنگ کی جگہ نصیر الدولہ کو برہانپور سے بلاکر ناظم مقرر کر دیا اور اسکے بیٹے مجاہد خان کو نظامت برہانپور کی نیابت دی اور پورن چند سرکار نصیر الدولہ کا دیوان انکی جاگیر کے انتظام کے لیے برہانپور مین رہا۔ حدیقۃ العالم مین آیا ہے کہ نظام الملک خود کرناٹک اور ارکاٹ کو گئے تھے اور ناصر جنگ کو ساتھ لے گئے تھے اس عرصے مین خبر دارون نے خبر دی کہ ہمت یار خان حاکم بیجاپور پٹھانون کے ہاتھ سے مارا گیا۔ کیفیت اسکی یہ ہے کہ ہمت خان بن الف خان بن ابراہیم خان بنی قلعدار و فوجدار کرنول نے پچاس ہزار روپیہ سالانہ خراج کا اپنے ذمے قبول کیا تھا چند سال یہ رقم ادا کرنے مین تعلل کیا۔ جب نظام الملک نادر شاہ کی آمد کے زمانے مین دہلی گئے ہوے تھے تو ہمت خان نے زر خراج مطلق نہ دیا۔ نظام الملک نے دہلی سے ہمت یار خان کو لکھا کہ کئی سال کا چڑھا ہوا زر خراج ہمت خان سے وصول کرے ہمت یار خان نے بہت سی سپاہ جمع کر کے ہمت خان کو لکھا کہ یا تو زر پیشکش بھیجو ورنہ پٹھانون کی عورتون کو قید کر کے اپنے لشکریون کے حوالے کر دونگا ہمت خان ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادے جمع کر کے مقابلے کو نکلا اگرچہ ہمت یار خان کے پاس دس بارہ ہزار سوار و پیادے تھے مگر سب اسکی سخت مزاجی و بدزبانی کی وجہ سے ناراض رہتے تھے کہ شریف و رذیل آدمیون کو گالیان دیتا رہتا تھا لڑائی کے وقت سب نے کوتاہی کی اور وہ مارا گیا نواب نے یہ خبر سنکر ناصر جنگ کو خلوت مین بلاکر مشورہ کر کے اُدھر روانہ ہوے۔

سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین کرناٹک کے بندوبست کے ارادے سے ادھونی کے ضلع مین آئے ہمت خان خوف زدہ ہوا کیونکہ ہمت یار خان کو قتل کر چکا تھا۔ عرضیان استدعاے عفو جرائم کی لکھین نواب نے قصور معاف کیا چونکہ رگھو کی تنبیہ کے لیے کرناٹک کا ارادہ تھا کرنول کو تیس کوس چھوڑ کر کرناٹک کی طرف چلے ہمت خان خود حاضر ہوا نواب نے اس کا قصور معاف کر کے کرنول کو واپس کیا جب نظام الملک ارکاٹ کے نواح مین پہنچے تو قلعہ ترچناپلی کو جو مرہٹون کے ہاتھ مین تھا فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایام محاصرہ مین ۲۱ ربیع الثانی کو نواب کے چچا عبدالرحیم خان نصیر الدولہ کی وفات کی خبر پہنچی نصیر الدولہ کا بیٹا مجاہد خان جو برہان پور مین نائب ناظم تھا اپنی جگہ عبدالوہاب خان اور خواجہ محمد اشرف خان کو چھوڑ کر اورنگ آباد آگیا اور انتظام کرنے لگا نظام الملک نے یہ خبر سنکر علی اکبر خان کو برہانپور کی صوبہ داری اور سرکاری جاگیرون کا کام دیکر ادھر بھیجا اور برہانپور کے صوبے کے حکام کو حکم نامے لکھوا دیے کہ اسکی اطاعت کرین اول تو مجاہد خان و عبدالوہاب خان کام اسکو سپرد کرنے سے انکار کر کے مقابلے کو آمادہ ہوے آخر کار حکم کی تعمیل کی۔ نظام الملک نے قلعہ ترچناپلی کا ملک سیواجی کے وارثون کے ہاتھ سے فتح کر کے عبداللہ خان کو پنجہزاری منصب دیکر صاحب نوبت بنا دیا اور وہان کی

حکومت اسکے ہاتھ مین دیدی وہ خلعت پہنتے ہی شادی مرگ ہوگیا اس لیے وہان کا حاکم انورالدین خان شہامت جنگ گوپاموی کو مقرر کیا۔ یہ انورالدین خان نواب نظام الملک کی وزارت دہلی کے زمانے مین راجہ جے سنگھ سوائی والی جیپور سے تصفیہ کا سبب ہوا تھا اور بالاگھاٹ کی حکومت اپنے نواسے ہدایت محی الدین خان پسر متوسل خان بہادر رستم جنگ کو دی جنکو نواب نے سعداللہ خان بہادر مظفر جنگ خطاب دیا تھا۔ سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین اورنگ آباد اور برہانپور کے انتظام کی غرض سے نواب ترچناپلی سے چلے آئے۔ اس عرصے مین نواب کے پاس خبر آئی کہ عبدالعزیز خان عرف مقبول عالم بادشاہ سے گجرات کی صوبہ داری حاصل کرکے آیا تھا اور جنیر مین فوج اور سامان جمع کر رہا تھا فتحیاب خان پسر نجابت خان اور دوسرے رفقائے ناصر جنگ جیسے ابراہیم خان و ناصر قلی خان و محمد تقی خان اسکی رفاقت پر کمربستہ ہوے اسکے بعد ہی یہ خبر آئی کہ مقبول عالم قصبہ اکلیر کے قریب آیا تھا آپاجی گائیکواڑ مرہٹہ نے اس سے لڑائی کی ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۷ ہجری مین عبدالعزیز خان مفقودالخبر ہوگیا اور فتحیاب خان مارا گیا اور بقیہ آدمی خراب وخستہ ہوکر بھاگ گئے۔ سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین نظام الملک اورنگ آباد مین پہنچگئے وہان سے ابوالخیر خان کو بہت سی سپاہ کے ساتھ بابونا ایک سردار مرہٹہ کی تنبیہ کے لیے بھیجا جو شورش کرتا تھا خان مذکور اسے سزا دیکر واپس آگیا نظام الملک نے اُسے چار ہزاری ذات ودو ہزار سوار کا منصب اور بہادری کا خطاب اور علم ونقارہ مرحمت کرکے برہانپور کو بھیجدیا۔ سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین نظام الملک کسی قدر علیل ہوگئے۔ سنہ ۱۱۵۹ ہجری قلعہ بالکنڈہ کا جو حیدرآباد سے متعلق تھا اور بعض مرہٹون کے قبضے مین تھا محاصرہ کرکے منور خان برادر مقرب خان دکنی کے ہاتھ سے نکالا جو مرہٹون کا ایک امیر تھا اور اس سال اکثر امرا مثل محتشم خان ومنور خان وجمال خان وچندر سین جادو مرگئے۔ سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین نواب نے برہانپور کی نظامت مومن خان پسر عضدالدولہ کو دی اور بگلانہ کی فوجداری پر ابوالخیر خان کو بھیجدیا۔

نواب کی طرف سے مرہٹون کے ساتھ چوتھ وسردیس مکھی ومحصول رہداری کا عمدہ طور پر سمجھوتہ

منتخب اللباب مطبوعہ کی دوسری جلد کے صفحۂ ۷۴۳ مین لکھا ہے کہ مرہٹہ جاگیرداروں سے قسم قسم کے ظلم کے ساتھ چوتھ لیتے تھے اور اس کے سوا دس روپیہ سیکڑہ سردیس مکھی کے نام سے رعایا اور زمینداروں سے وصول کرتے تھے اور اسوجہ سے گماشتے ہر ہر ہفتے و ماہ مین بدلتے تھے جو رعایا کے

حوصلے سے زیادہ فرمایش کرتے تھے اور جاگیرداروں کے حاکموں و کارندوں کو نہایت زحمت پہنچاتے تھے نظام الملک آصف جاہ نے سنے یہ کہا کہ مین چوتھ کی عوض نقد روپیہ دست برداشتہ اپنے خزانہ حیدرآباد سے دیا کرونگا اور سردیس مکھی کے نام سے جو رعایا سے دس روپیہ سیکڑہ لیا جاتا ہے وہ معاف کر کے گماشتے اٹھا لیے جائین چنانچہ یہ طے پاکر وہ گماشتے جو سردیس مکھی کے نام سے دس روپیہ سیکڑہ رعایا سے لینے کے لیے مقرر تھے جس سے رعایا اذیت پاتی تھی اور وہ گماشتے جو راہداری کا محصول وصول کرنے کے لیے مقرر تھے جس سے مسافرون اور راہگیرون اور بیوپاریون کو تکلیف ہوتی تھی موقوف ہو گئے۔

سخت قحط سالی

سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین اورنگ آباد اور بندر سورت اور احمدآباد اور اکثر ممالک جنوبی ہند مین خشک سالی سے بہت سخت قحط واقع ہوا کہ اسی روپے کو ایک پلہ غلہ ملنا مشکل ہو گیا۔

آصف جاہ کا احمد شاہ بن محمد شاہ کی وزارت کے عہدے کو قبول نہ کرنا

سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملے کی آصف جاہ کو خبر پہنچی جسکی تفصیل یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے صوبہ لاہور و ملتان پر چڑھائی کی اور اس ملک کو دل کھول کر لوٹا جبکہ اسکو سلطنت ہند کی بدنظمی اور دربار کی بے خبری کی خبر پہنچی تو دلی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور لاہور سے دلی کی طرف کوچ جاری کیا محمد شاہ بادشاہ نے اُسکے مقابلے کے لیے اپنی تمام فوج اور توپخانہ اپنے ولی عہد شاہزادہ احمد کے ساتھ کر کے اور ابو المنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر کو اسکے ساتھ کر کے روانگی کا حکم دیا شاہزادہ احمد تمام لشکر اور امرا کے ساتھ سرہند سے گذر کر دریائے ستلج کے کنارے ماچھی واڑے مین پہنچا اور احمد شاہ ابدالی لودھیانے کی راہ سے بالا بالا داخل سرہند ہوا اور ۱۳ ربیع الاول سنہ مذکور کو اس مقام کو لوٹ لیا۔

ہندوستانی فوج اور بہیر بہت تھی مگر افغانی فوج کے خوف سے خندق مین محصور تھی۔ ۲۲ ربیع الاول کو اعتماد الدولہ قمر الدین خان اپنے خیمے مین چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ابدالی کے لشکر مین سے ایک گولہ آکر اُنکے لگا اور وہ فوراً مر گئے۔ ۲۸ ربیع الاول کو بڑی بھاری لڑائی ہوئی اور ہندوستانی توپ کے گولے سے احمد شاہ کی توپون کی گاڑیون مین آگ لگ گئی بہت سے افغان خاک پر لوٹ گئے یہان تک کہ میدان جنگ مین ٹھہرنے کی ہمت نرہی شاہ ابدالی رات کو وہین ٹھہرا اور صبح کو میدان جنگ سے کوچ کر گیا چونکہ محمد شاہ کی طبیعت ان دنون علیل تھی شاہزادے کو

عجلت کے ساتھ اپنے پاس طلب کیا۔ شاہزادہ اور سپاہ ابھی پانی پت کے متصل پہنچے تھے کہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ ہجری مطابق ۵۔ اپریل ۱۷۴۸ء کو محمد شاہ نے انتقال کیا۔ ۲ جمادی الاول ۱۱۶۱ھ ہجری کو صفدر جنگ نے شاہزادہ احمد کے سلطنت ہندوستان کا بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ آصف جاہ برہانپور مین تھے کہ محمد شاہ اور قمر الدین خان وزیر کی وفات کی خبر پہنچی نواب نے انکے سوگ مین تین دن تک نوبت بجنے سے بند رکھی جب احمد شاہ کے جلوس کی خبر آئی تو جشن جلوس کی خوشی کا حکم دیا۔

احمد شاہ ہندوستانی نے اپنے باپ محمد شاہ کا جانشین ہوکر فیروزمندون کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ وحراست مین رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے دہلی آنے سے انکار کردیا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کرو تو احمد شاہ نے صفدر جنگ کو اپنی وزارت سپرد کی جیسا کہ الفنسٹن صاحب کی تاریخ مین ہے۔ اور تاریخ فتحیہ مین یون لکھا ہے کہ مرہٹون کی جنگ کا قوی احتمال تھا اس لیے نواب نے ناصر جنگ کو کرناٹک کی طرف سے اور اپنے نواسے ہدایت محی الدین خان کو بیجاپور سے اور شریف خان کو برار سے اور ابو الخیر خان ناظم خاندیس کو برہانپور سے اور دوسرے سردارون اور فوجدارون کو دوسرے ملکون سے فوجین لیکر بلایا اور ستر ہزار کے قریب فوج جمع ہو گئی جب مرہٹون کو اس تیاری کا حال معلوم ہوا تو انھون نے نواب سے صلح کرلی۔ اس عرصے مین احمد شاہ بن محمد شاہ نے انھین دہلی کو انتظام سلطنت کے لیے بلایا اور انکی طلبی مین بادشاہ کے مکرر فرمان آے چونکہ مرہٹون سے صفائی ہوگئی تھی اس لیے تمام سردارون کو اپنی اپنی جگھون مین بھیجدیا اور خود اورنگ آباد مین آئے اور وہان سے برہان پور کی عزیمت کی اور ہندوستان کی روانگی کا ارادہ تھا کہ شدت مرض کی وجہ سے نہ جا سکے۔

ایک عجیب وغریب افواہ

گیان پرکاش کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے سعادت خان برہان الملک اور آصف جاہ نظام الملک کو چند سخت اور ناملائم الفاظ کہے نظام الملک ایک عیار آدمی تھے انھون نے سعادت خان سے کہا کہ اب زندگی بے لطف ہے اور ایک شربت کا پیالہ زہر کے بہانے سے پی لیا نواب سعادت خان کہ نہایت غیور تھے اور مردمی کا طنطنہ رکھتے تھے واقع مین زہر کھا کر مر گئے نادر شاہ ابھی دلی مین مقیم تھا۔

عماد السعادت مین اس واقعہ کو یون لکھا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے نظام الملک کو

طلب کرکے فرمایا کہ اے بڈھے تو نے ہمکو قندھار تحریر کیا تھا کہ اگر حضور اشرف ہندوستان تشریف لائین گے تو پچاس کروڑ روپے کا انتظام کردون گا اور جو کچھ بادشاہ و امراسے ہاتھ لگے گا وہ علاوہ ہوگا۔ اب وہ روپے کہان ہین جا آج اور کل کی مہلت ہے پرسون تک اگر حاضر نہ کرسکے گا تو تیری کھال نکلوا ؤن گا۔ آصف جاہ نادرشاہ سے رخصت ہوکر برہان الملک کے پاس آئے اور نادرشاہ کی ساری تقریر سنا کر کہا کہ بھائی آج یہ آفت ہمارے سر پر ہے کل تمھاری خیر نہین اب کوئی صورت آبرو بچانے کی باقی نہین ہے مین وہی آصف جاہ ہون کہ کئی بار دکن کو فتح کیا ہے مدت العمر مین ۸۰ لڑائیان سر کی ہین تف ایسی زندگی پر کہ بڑھاپے مین ایک گدا ے قزلباش بچہ بے نام و نشان اگر میرے ساتھ ایسا سلوک کرے مین تو اب اس بات کو بہتر جانتا ہون کہ اپنی جان کو ہلاک کرڈالون اور زہر کا پیالہ پی لون میرے اور نادر کے سوال و جواب قیامت مین ہون گے برہان الملک صاف دل تھے انھون نے آصف جاہ سے کہا کہ آپ اپنے مکان کو تشریف لے گئے کہ مین بھی ایسا ہی کرون گا آصف جاہ رخصت ہوکر اپنے مکان کو گئے اور برہان الملک نے ایک شربت کے پیالے مین زہر ملا کر پی لیا اور چادر اوڑھکر سو رہے اور مر گئے نظام الملک نے زہر نہین کھایا آرام سے اپنے دیوان خانے مین سو گئے جب بیدار ہوے اور برہان الملک کی خودکشی کی خبر سنی تو بظاہر تاسف کیا اور باطن مین مسرور ہوے۔ عماد السعادت کا مولف آگے چل کر اس حکایت کی تکذیب کرتا ہے اور تحفۃ العالم مین بھی لکھا ہے کہ نظام الملک آصف جاہ نادرشاہ کے منظور نظر تھے۔

آصف جاہ کی وفات

تاریخ فتحیہ مین لکھا ہے کہ نظام الملک اگرچہ دو سال سے کم و بیش عوارض متضادہ رکھتے تھے اور لاغر ہوگئے تھے سلس البول وضعف ہاضمہ و بواسیر کا عارضہ لاحق تھا سوء القنیہ کا اثر پیدا ہوگیا تھا اسپر بھی نواب ہر وقت سفر اور شکار اور ریاست کا کام اور دربار کرنے مین مصروف تھے دوا بھی چلی جاتی تھی لیکن پرہیز کافی نہین کرتے تھے جب دہلی جانے کے ارادے سے برہانپور مین پہنچے تو مرض نے دبا لیا خاصکر جبکہ برہانپور سے چار پانچ کوس کوڑاڑہ نام مقام مین پہنچے جو مشہور شکارگاہ ہے اور وہان نیل گایون کا شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے بندوقین چھوڑتے تھے اور شکار کا گوشت کھاتے تھے قوے کمزور ہوگئے تھے معدہ جواب دے چکا تھا صاحب فراش ہوگئے لاچار ہوکر دہلی کا ارادہ فسخ کرکے اورنگ آباد کو لوٹے اور اورنگ آباد سے حیدرآباد کی طرف ۲۷ جمادی الاولی ۱۱۶۱ھ ہجری کو کوچ کرکے زین آباد مین مقام کیا مرض دن بدن بڑھتا رہا

بے وقت بارش اور ژالہ باری کی کثرت مین وہان سے کوچ کرکے موہن نالے کے قریب تپتی کے ساحل پر خیمہ زن ہوئے یہان طبیعت ایسی بگڑی کہ ۴ جمادی الاخری ۱۱۶۱ھ ہجری روز دوشنبہ کو جیساکہ منعم خان نے سوانح دکن مین لکھاہے اور ۵ جمادی الاخری سنہ مذکور روز یکشنبہ کو شاہ تجلی علی مصنف تزک آصفیہ کے قول کے مطابق برہانپور کے علاقے مین عصر کے وقت یہ پیر کہن سال اس سرائے کہن سے رخصت ہوا۔ ناصرجنگ ساتھ تھے اور نظام الملک کے انتقال سے دوایک روز پیشتر سے کاغذون پر دستخط کرتے تھے اور تمام اہلکار اُن سے رجوع کرنے لگے تھے انھون نے باپ کی لاش کو غسل وکفن دلواکر اور نماز جنازہ پڑھواکر اور اسی شان کے ساتھ کہ زندگی مین سواری کرتے تھے اس جگہ جہان خیمہ نصب تھا امانت کے طور پر زمین مین دفن کردیا اور وہ مقام انکے مغسل کے نام سے مشہور ہوگیا وہان باغچہ تیار ہوا اور اوقاف مقرر ہوئے متولی اور حفاظ بٹھلائے گئے تھوڑے دنون کے بعد لاش وہان سے اٹھواکر خلد آباد کو جو دولت آباد سے شمال مین پانچ میل پر اور اورنگ آباد سے بارہ میل پر واقع ہے بھجوادیا جہان قلعے کے قریب شاہ برہان الدین غریب (یا مسافر) کے روضے مین گنبد سے باہر مرقد شیخ کی پائنتی بائل بقبلہ دفن ہوئے اور علیحدہ حجیرہ بنوادیا گیا موجودہ زمانے مین صورت اسکی یہ ہے کہ خلد آباد کے شمالی اور جنوبی پھاٹکون کے درمیان اورنگ زیب عالمگیر کا مقبرہ ہے آصف جاہ اور انکی بیوی کا مقبرہ اورنگ زیب کے مقبرے کے مقابل ہے دونون قبرین سنگ سماق کے چبوترے پر جس مین سنگ مرمر کی پچیکاری ہے بنی ہوئی ہین اور انکے اطراف مین سنگ سماق کی دس فٹ اونچی جالی ہے۔ خلد آباد کو روضہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہان شاہ برہان الدین کا مقبرہ ہے اور اسکے سوا دوسرے بہت سے بزرگ مدفون ہین یہان پندرہ سے بیس تک گنبد دار مقبرے ہین

تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ جب سلطان علاءالدین کانگوی بہمنی نے تخت مملکت دکن پر جلوس فرمایا تو اول یہ حکم دیاکہ پانچ من سونا اور چاندی شیخ برہان الدین کے پاس جو دولت آباد مین رہتے تھے واسطے ترویح روح نظام الدین اولیا دہلوی کے پہنچادین۔

نواب آصف جاہ نے ۷۹ سال کی عمر پائی۔ خلد منزلت اور متوجہ بہشت تاریخ رحلت ہے اور لقب بعدالوفات **مغفرت مآب**[۱] مقرر ہوا۔ ۱۶ برس کی عمر مین باپ کے قائم مقام ہوئے ۳۴ برس امارت کی اور ۲۹ برس دکن کے چھ صوبون کی ریاست کی۔ لیکن ریاض الامرا مین رحمان علی نے لکھا ہے کہ ۱۰۴ سال کی عمر پائی تھی اور مولوی ذکاءاللہ نے تاریخ ہندوستان مین سو سال کی عمر لکھی ہے انکے سال ولادت کو دیکھتے ہوئے یہ غلطی معلوم ہوتی ہے۔

---

[۱] دیکھو رشید الدین خانی وخورشید جاہی وگلزار آصفیہ وحدیقۃ العالم، دفتحیہ ۱۲

نواب کے عہد کی تعمیرات

آصف جاہ کے حکم سے اتنی عمارات تیار ہوئین (۱) برہانپور کی شہر پناہ کی فصیل جو ۱۱۴۱ھ مین انھون نے بنوانی شروع کی تھی عرصۂ دراز کے بعد بنکر تیار ہوئی اس شہر کو نصیر خان فاروقی نے حضرت برہان الدین اولیا کے نام سے ۸۰۱ھ ہجری مین آباد کیا تھا۔ (۲) نظام آباد کی بستی فردا پور کی پہاڑی پر بساکر مسجد کاروانسرا ے دولت خانہ اور وہان کا پل بنوایا اس آبادی کا آغاز ۱۱۴۲ھ ہجری مین ہوا تھا چنانچہ رب اجعل ہذا بلداً آمنا سے اسکی تاریخ برآمد ہوتی ہے (۳) شہر پناہ حیدرآباد کی فصیل کو ختم کیا (۴) ہرسول کی نہر جو اورنگ آباد کے شہر کے بیچ مین جاری ہے مدت سے ٹوٹی ہوئی تھی درست کرائی (۵) ٹوکھنڈہ وغیرہ کی عمارت بھی اورنگ آباد مین آپ نے بنوائی ہے۔

انکے سوا خلوت مبارک۔ خوابگاہ۔ دیوان عام۔ جلوخانہ اور دولت خانہ حیدرآباد مع بنگلہ دروازۂ خوابگاہ مذکور بھی انکے بنواے ہوے ہین۔

جلوخانہ ڈیوڑھی کا دروازۂ کلان کمان جو راستہ کلان چوک لاڈ بازار کی طرف نمایان ہے اسکی ساخت عجیب ہے کہ اگر راستے مین کھڑے ہوکر باہر کی طرف سے دیکھین تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مین سے نواب کی سواری کا خاص ہاتھی جسکی اونچائی آٹھ ہات کی تھی انکی سواری کی خاص زرد عماری کے ساتھ جو تمام سرکاری عماریون سے بڑی تھی اس مین سے کیسے جا سکتا ہوگا۔ حالانکہ وہ آسانی و فراغت سے اندر چلا جاتا تھا اگر جلوخانے کے اندر سے دیکھین تو عماری زرد خاصہ کے کلس سے کمان ایک گز اونچی نظر آتی ہے۔

نواب کی بیگمات

(۱) نور النسا بیگم صبیہ قمرالدولہ وزیر شاہ عالم اول
(۲) عمدہ بیگم۔
(۳) مادر صلابت جنگ۔
(۴) مادر بسالت جنگ۔
(۵) مادر ہمایون جاہ وغیرہ وغیرہ۔

بیٹے

چھ بیٹے چھوڑے۔

(۱) میر محمد پناہ المخاطب بہ امیر الامرا فیروز جنگ غازی الدین خان بہادر بطن نور النسا سے
اور بعض نے لکھا ہے کہ سیدۃ النسا کے بطن سے تھے جو گلبرگہ کی ایک سیدزادی تھی۔
(۲) نظام الدولہ ناصر جنگ میر احمد خان بہادر یہ میر محمد پناہ کے حقیقی بھائی تھے۔
(۳) امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ میر سید محمد خان بہادر۔
(۴) اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ ثانی میر نظام علی خان بہادر۔
(۵) برہان الملک بسالت جنگ میر محمد شریف خان بہادر انکی مہر مین یہ الفاظ تھے امیر الامرا شجاع الملک عماد الدولہ میر محمد شریف خان بہادر بسالت جنگ فدوی جان نثار شہنشاہ شاہ عالم بہادر شاہ۔
(۶) ناصر الملک ہمایون جاہ میر مغل[1] علی خان بہادر۔
یہ چارون جداگانہ ماؤن سے تھے۔

بیٹیان

(۱) خیر النسا بیگم بطن نور النسا بیگم سے۔
(۲) بادشاہ بیگم بطن سیدۃ النسا بیگم سے۔
(۳) محسنہ بیگم یہ بھی اسی بیگم کے بطن سے تھی۔

مذاق سخن سنجی

آصف جاہ شعر و شاعری سے بھی شغل رکھتے تھے صاحب دیوان ہین اول شاکر تخلص تھا پھر آصف مقرر کیا۔ ان کا دیوان قلمی اور مطبوعہ دونون میری نظر سے گذرے ہین جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضامین مین بلند خیالی مفقود ہے۔ زور سخن بہت کم ہے۔ قریب قریب تمام کلام کا یہی حال ہے اور بادجود اسکے بعض شعرون سے معانی حاصل کرنے مشکل ہین یہ انکے دیوان کا انتخاب ہے۔

غزل

رونقے وارد ز عشق ماہ رویت کارما ہم سری با عرش جوید گوشۂ دستارما

[1] شاہ عالم نامے مین لکھا ہے کہ نظام الملک آصف جاہ اول کے بیٹے مغل علی خان اپنے بھائی آصف جاہ ثانی کے عہد حکومت مین اُنسے مخالفت کر کے شاہ عالم ثانی کے پاس الہ آباد مین آگئے ضابطہ خان کا جو ملک بادشاہ نے ضبط کر لیا تھا مغل علی خان کو سرہند کا فوجدار کر دیا مرہٹون نے بھی ہزار سوار انکے ہمراہ کیے مگر سکھون سے شکست پائی اور کشتی کے ذریعے سے جمنا مین چلکر دہلی مین بادشاہ کے پاس آگئے۔

بسکه یکرنگیم با نیرنگ حسن از عشق تو ... کمتر از زلف نباشد رشتهٔ زنار ما
صرف کن ای بوالهوس فهمیده نقد خویش را ... جز متاع درد عشقی نیست در بازار ما
یاد رنگش هر گه نمی آید که مارا درد اوست ... با وجودیکه آنکه گفتش زردی رخسار ما
هرچه می باید ز مشک و عنبر ما را در بست ... زلف خوشبوی تو باشد طبلهٔ عطار ما

حیف آصف عشق یک لحظه هم پنهان نماند
آشکارا می کند فریاد دل بر یار ما

عاشق ز موج گریه دلے شاد می کند ... بر روی آب خانهٔ آباد می کند
محبوب رخ نماید و پوشد و سر کشد ... این طرح تازه ایست که ایجاد می کند
نشنید یار بسکه فغان کسی دلم ... صرف نفس به پرسش فریاد می کند
تکلیف کار سخت بود از کمال ناز ... شیرین ترحمی که بفرهاد می کند
خوبان ز دل تمام فراموش گشته اند ... هر کس رخ تو دید ترا یاد می کند

آصف تو خواستی ز محبت نشان یار
رو کن بدل که یا توجه ارشاد می کند

بر تغافل کرد چون آن مه تغافل گفت بس ... بس تامل کرد در نرگس تامل گفت بس
نالهٔ عاشق بگلشن کرد تا حشر آشکار ... گل شنید این شور و غوغا را و بلبل گفت بس
از زمین یک جلوهٔ آن شوخ گلشن رنگ باخت ... خواست آن مه جلوهٔ دیگر کند گل گفت بس
پیچ و تار زلف مشکین نگار نازنین ... تا ز حد بگذشت در گلزار سنبل گفت بس
بهر مشق بستن صید دل ما آن نگار ... آن قدر ها زد گره در مو که کاکل گفت بس

بیش ازین درد و دوریت آصف تحمل چون کند
آن قدر ها کرد تا او را تحمل گفت بس

از یار جدا شدن چه مشکل ... راضی بقضا شدن چه مشکل
با خلق رفیق می توان شد ... همراه وفا شدن چه مشکل
با او که ز خویش باید رفت ... پابند بقا شدن چه مشکل
شوخی که برنجد از سلامی ... مشغول دعا شدن چه مشکل
خواهی که به پیش تو بیایم ... راضی برضا شدن چه مشکل
تا سایهٔ آن پری ست در دل ... در یاد خدا شدن چه مشکل
تا خواست حیات با جفایت ... پیش تو فنا شدن چه مشکل

آصف افتاد سنگدل یار
بیگانہ ز ما شدن چہ مشکل

فصل بہار رفتہ و بے گل نشستہ ایم — در آتش از مفارقت گل نشستہ ایم
طوفان گریہ در نظر و نالہ در جگر — موقوف لب کشودن بلبل نشستہ ایم
سودائے خام سود و زیان آفت دلی ست — دانستہ در پناہ توکل نشستہ ایم
تا وقت ملنے رسد از جلسے رویم — در راہ سیل حادثہ چون پل نشستہ ایم
گل گوش چون بنالۂ بلبل نمے کند — ما نیز در مقام تغافل نشستہ ایم
ہرگز بزلف او نفگندیم پنجہ — چون شانہ بے نصیب سنبل نشستہ ایم

آصف بہ بزم لالہ عذاران زبیم غیر
چون غنچہ باہزار تامل نشستہ ایم

بے چون و چرا ست آن یگانہ — جز او نبود درین میانہ
ہستی ست بافترائے کارم — خود مے کند و منم بہانہ
در جملہ جہان نظر چو کردم — چون او نبود یکے یگانہ
در مہ نگاہ ناوکش نیست — جز سینۂ عاشقان نشانہ
از صید من و جفائے آن شوخ — گویند بہر کجا فسانہ
از نغمۂ تازۂ مزاجش — خوانند بہر طرف ترانہ
چشم تر من خزانہ ہست — ہرگز نشود کم این خزانہ
محوش شدہ ام دگر ندانم — دل از کف من ربود یانہ

خوبے کہ ربود دل ز آصف
نازد بجمال او زمانہ

اے کہ در حسن خویش زیبائی — جان فزائی چو ناز فرمائی
در دو شورے رفیق خویش بساز — در رہش اے دلم کہ تنہائی
من چہ گویم بغمزۂ دل بر — در چنین کار رہا تو دانائی
غفلت و ہوشیاریم گوید — گاہ با ما و گاہ بے مائی
در کف تست اختیار دلم — مے کند دل ہر آنچہ فرمائی
بہ بود از گسستنت اے شوخ — گر بدار و مدار پیش آئی

چشم را در بہشت نگشاید — تا بآصف تو روے ننمائی

رباعی

دیوانہ شدی بحسن او کیست بگو / بے جلوۂ شوخ یار چون زیست بگو
عاشق شدن و زجان خود گذشتن / جز شیوۂ باطلی دگر چیست بگو

نواب نظام الملک آصف جاہ کی وصیتین

نظام نے وصیت نامہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجانے سے چند ساعت پہلے لکھا تھا اور یہ اُنکے فرزند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے نام تھا جو بعد مین جانشین پدر ہوئے چونکہ یہ آخری وقت کی تحریر ہے اسے ہر حالت مین تکلف اور تصنع سے پاک سمجھنا چاہیئے یہ وصیت نامہ ۱۷ کلمون پر مشتمل ہے مضمون اس کا یہ ہے۔

مرہٹون سے ملت

رئیس دکن اگر اپنی جان کی سلامتی۔ جنگ وجدل سے امن۔ اور ملک کی آبادی مین ترقی کا خواہان ہے تو اسکے لیے لازم ہے کہ وہ مرہٹون کے ساتھ جو اس ملک کے زمیندار ہین صلح رکھے اور حتے المقدور رشتۂ موافقت نہ توڑے البتہ اگر مجبوری کی صورت پیش آئے تو وہ معذور ہوگا

بنی آدم کے ساتھ نرمی

آدمی اللہ تعالے کے پیدا کیے ہوے ہین انکی تباہی مین تامل سے کام لے کیونکہ وہ گیہون اور جوار نہین ہین جن کی ہر سال کاشت کی جاتی ہے ہان مجرم کو قاضی کے حوالے کرے جو اپنے فرائض مہمہ کو عدل کے ساتھ بجالاتا ہو قاضی شرع شریف کے مطابق جو فیصلہ کرے رئیس اُسے نافذ کردے اور اپنی طرف سے کبھی قتل کا حکم نہ دے۔

مملکت کا دورہ

رئیس مملکت کے نظم ونسق اور اپنی زندگی کو سفر پر موقوف رکھے اور نئے مقام کی آب وہوا اور سایۂ الٰہ چشمون کو کبھی ہاتھ سے نہ دے اللہ تعالے قرآن پاک مین فرماتا ہے۔ سیروا فی الارض (یعنی اللہ کی زمین مین پھرو) اس ارشاد ربانی مین اشارہ ہے کہ سفر کرو اور امور ریاست کی انجام دہی سفر پر موقوف ہے۔ ان چھاونیون مین چند دن کی اقامت ضروری ہے کیونکہ سفر مین تمام جاندار تھک جاتے ہین۔ سپاہیون کو اُنکے وطنون کے قریب متعین کرنا چاہیے تاکہ وہ وہ چلے جانے کے

باعث وہ اپنے فرائض زوجیت ادا کرنے سے محروم نہو جائین اور اس طرح اُن کی نسل منقطع نہو جائے۔

خلق خدا کی خدمت

مخلوق کے کامون کا رئیس کی ذات سے متعلق ہونا محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ لازم ہے کہ ادائے فرض وواجب کے بعد وہ اپنی گرانمایہ اوقات کو نظم امور متعلقہ مین تقسیم کردے وہ کسی وقت بیکار نہ بیٹھے رات دن خلق خدا کے دینی و دنیوی امور کی خبرگیری کرتا رہے تاکہ اسکی عاقبت بخیر ہو۔

بزرگان دین کی عزت

جاننا چاہیے کہ ہماری ریاست بزرگون کے انفاس پاک کی برکت کا نتیجہ ہے مینے اسوقت تک کہ وقت رحلت ہے دعا کرنے والون کی عزت و توقیر کو تمام امور ریاست پر مقدم رکھا ہے انکے بغیر جنگ آور لشکر بھی کام نہین دے سکتے ہین ہمیشہ غربا و فقرا سے جو رحمت ایزدی کا دروازہ ہین استمداد کرتا رہا ہون۔ اس کام مین مینے ہمیشہ سبقت کی ہے اس لیے کہ یہ سنت محمدی ہے۔ ہر رئیس کو اسی طریق پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔

حق تلفی نہ کی جائے

زمین و آسمان اور مخلوقات پہلے سے چلے آرہے ہین اس لیے روے زمین کو صرف اپنا حصہ سمجھکر کسی کا حق تلف نہ کیا جاے اور ہر شخص کی محبت و مودت کا پاس ملحوظ رکھا جائے۔

نظم و نسق کے متعلق ہدایات

تاریخ وغیرہ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ملک دکن چھ صوبون پر مشتمل ہے ان مین سے ہر صوبے مین مستقل اور ذی حشمت بادشاہ تھے۔ اس ملک مین لاکھون سپاہی اپنا پیٹ پالتے تھے حضرت خلد مکان (اورنگ زیب عالمگیر) کے عہد سے یہ سارا سرزمین ایک شخص سے متعلق ہوگئی رفتہ رفتہ حضرت حق سبحانہ نے محض اپنے کرم سے یہ سرزمین مجھ گنہ گار کو عطا فرمادی اور مجھے ساری خلقت پر مقدم بنادیا۔ اسوقت تک مخلوق خدا کی جو کچھ پاسبانی و قدردانی مجھ سے بن پڑی کرتا رہا۔ لازم ہے کہ میرے بعد ہر خاندان کی خبرگیری کی جاے انکے افراد کو باری باری

سرکاری کاموں پر مامور کیا جائے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں۔ عہدے دار سال بسال بدلتے چاہیئں۔ بدرجۂ آخر ہر دو سال کے خاتمے پر ان کا تغیر و تبدل ضروری ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایک کے دائمی تقرر سے دوسرے محروم ہو جائیں۔ اس طریق کار کی خود بھی پیروی کرو اور اپنے جانشینوں سے بھی کراؤ۔ پنج جن لوگوں کو لطف و عنایت سے عمر بھر میں جمع کیا ہے اُن میں سے ہر شخص بے بہائی کے اعتبار سے جواہر پارہ ہے ان کی بھلائی بُرائی کو برداشت کیا جائے اور خدمات لائقہ پر مامور رکھا جائے۔

بھائیوں سے حسن سلوک

چھوٹے بھائیوں کو اپنے بیٹے سمجھو ان کی پرورش و تربیت میں سعی بلیغ سے کام لو ان کے مراتب کے بڑھانے میں سرگرم رہو ان پر شفقت و تلطف مبذول رکھو تاکہ وہ غمخوار بنے رہیں یقین کرو کہ وہ قوت بازو اور تقویت ناموس ہیں جب تک خوش حال رہیں گے تمہارے زوال کے خواہاں نہیں ہونگے البتہ بھوکے اور مفلس ہو جائیں گے تو حکومت آصفیہ پر فتنہ و فساد کے دروازے کھول دینگے اور ملکی زمین ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچ کھائیں گے ہدایت محی الدین خان کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھو اپنی شفقت و عنایت سے اسے اپنا بنا لو اور اسے برباد کرنے کی فکر نہ کرو۔

رذیلوں سے بچو

غمازوں کی باتیں نہ سنو۔ رذیلوں اور عامیوں کو اپنی محفل میں بار نہ دو اس لیے کہ اس وجہ سے حکومت کے وقار و داب کو نقصان پہنچتا ہے اور کمینے لوگ دربار فرمان روا میں باریابی کے گھمنڈ کی بنا پر خلق خدا کو آزار و ایذا پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

دیوان و تحصیل زر سرکار

ادنے درجے کے آدمی اعلےٰ منصب پر اور اعلےٰ درجے کے ادنے منصب پر مامور نکرو اس طریق عمل سے سرکاری کاموں کو نقصان پہنچتا ہے اور انکی حیثیت گھٹ جاتی ہے۔ دیوانی پورن چند سے متعلق ہے جو سرکار کے بقایا روپے کی تحصیل کا کام بہتر طریقے پر کرتا ہے اگر اسکو مزید دو تین سال تک برسرکار رکھو تو مناسب ہے ورنہ جس طرح چاہو کرو۔

شاہان تیموریہ کی ارادت

اس بات کو ہر لحظہ پیش نظر رکھو کہ دکن کی ریاست اطاعت اور خدمت گذاری پر موقوف ہے

حضرت ظل سبحانی (شہنشاہ دہلی) کی ارادت مندی و نیاز کیشی مین کسی وقت بھی کوتاہی واقع نہونے دو اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک پرسش کے مستوجب ٹھہروگے اور دنیا کے نزدیک ہدف طعن و تشنیع ہوگے۔

ایران کا تہران بادشاہ نادرشاہ جب دہلی پہنچا تھا تو ایک روز اُسنے فرط عنایت سے کام لے کر ہندوستان کی سلطنت مجھے دیدینے کے متعلق ذکر کیا مین نے فی الفور عرض کیا کہ ہم لوگ آبا و اجداد سے بادشاہ کے نوکر چلے آتے ہین آپ جو تجویز کررہے ہین اسکی وجہ سے مین نمک حرام بن جاؤن گا اور حضرت بادشاہ مجھے بدعہد اور قول و قرار کا جھوٹا مشہور کرینگے۔ چونکہ نادرشاہ سخن سنج و معنی آفرین طبیعت رکھتا تھا اس لیے میرے جواب سے بہت خوش ہوا اور میری تعریف کی۔

صلح کوشی

جنگ مین حتی الامکان اقدام نکرو خواہ طرف ثانی کی جمعیت کتنی ہی قلیل بحقیر کیون نہو اس معاملے مین خدا کی ذات اقدام کو پسند نہین کرتی اور خدا خود فرماتا ہے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ (کتنی ہی قلیل جمعیتین کثیر جمعیتون پر غالب ہوئین) جس حد تک ممکن ہو لڑائی جھگڑے کو روکنے کی کوشش کرو۔ اگر فریق ثانی پیش قدمی کرتا جاے تو اس صورت مین حق کو اپنی طرف جانکر لاچار قدم اٹھایا جاے اور عجز و نیاز کے ساتھ خدا سے مدد مانگ کر اپنے مقام پر ثابت قدمی اور رسوخ اختیار کیا جاے جس حد تک ممکن ہو قبلہ رو ہوکر جنگ کرو فتح خدا کی قدرت و اختیار مین ہے۔

مختلف قومون کا اخلاق

اتنی مدت مین تجربے سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دکن کے تمام باشندون مین سے برہانپور اور بیجاپور کے لوگ زیادہ غرض پرست ہین انکے قول و فعل پر قطعًا اعتماد نہ کرنا چاہیے ان لوگون کو گجراتیون اور کشمیریون کی طرح سمجھ کر ان سے احتراز کیا جاے اور انکے معاملے مین احتیاط سے کام لیا جاے۔

مال و اسباب

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جو سامان اس وقت مہیا ہے اگر اسے احتیاط کے ساتھ آہستہ آہستہ خرچ کروگے تو نسلاً بعد نسل پشتہا پشت تک کفایت کریگا ورنہ دو تین سال سے زیادہ مدت تک کام نہین دے سکے گا۔

سپاہ کی دل جمعی

جو کچھ اس وقت خزانے مین موجود ہے وہ سپاہ کی دل جمعی کے لیے ہے۔ شاہی خزانے کی وجہ سے تمام سرکاری کام اچھی طرح چلتے ہین اور دشمن اور لشکر دشمن خود بخود پریشان ہوجاتا ہے خدا کا شکر ہے کہ حکومت کے آغاز سے لے کر اس وقت تک کہ رحلت کا وقت ہے سپاہ کی تنخواہ تین ماہ سے زیادہ کبھی میرے ذمے نہین رہی۔ لیکن اسکے باوجود مین سپاہ سے اتنا ڈرتا ہون کہ مخالف سپاہ سے اتنا نہین ڈرتا۔ سپاہیون کو کبھی اپنی طرف سے بددل نہ کرو اس لیے کہ وہ تمام اوقات انتظام سلطنت کے رفیق اور معاون ہین۔

دکھنی برہمن

دکن کے برہمن سب کے سب کشتنی دگردن زدنی ہین علے الخصوص اس قوم کے دو سرگروہ جن مین ایک کا نام موروا اور دوسرے کا نام رام داس ہے۔ یہ حکومت کی عمارت کو منہدم کرنے والے ہین مین نے انھین قلعۂ محمد نگر (گولکنڈہ) مین قید کردیا ہے انھین قید رکھنا حکومت کے نظم وخوش حالی کے لیے ضروری ہے۔ انھین کبھی قید سے رہا نہ کرنا۔ پنڈت خانہ سے مراد اس قوم کا قید خانہ ہے۔

دعاے خیر

اب جاؤ اپنے کارخانے کے لوگون کو کام پر لگاؤ۔ اب دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت حیات باقی نہین ہے مین نے تمھین خدا کے حوالے کیا وہ تمھین ہدایت دے ہر حال مین تمھارا مددگار و معین ہو اور اپنی عنایات کا سایہ تمھارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔

آصف جاہ کی مُہر

جریدۂ عبرت مین وزراء کے کئی پروانے نقل کیے ہین ایک فرمان آصف جاہ کا بھی ہے یہ فرمان اگرے کے ماتحت پرگنۂ حویلی گوالیار وغیرہ کے چودھریون۔ قانون گویون۔ مقدمون رعایا اور مزارعون کے نام ہے جس مین لکھا ہے کہ ایک لاکھ پچیس ہزار چھ سو ۳۳ دام پرگنات مذکورہ مین رفعت پناہ فدا علی خان کے محال جاگیر کی بابت مقرر ہوے ہین اس لیے انکے حقوق دیوانی کو راستی کے ساتھ موافق ضابطے کے دیتے رہین اس فرمان پر تاریخ ۱۴ ربیع الاول سنہ جلوس

مرقوم ہے اسکے اوپر ایک چوڑی اور گول مہر لگی ہوئی ہے۔ صورت اُسکی یہ ہے۔

سنہ ۱۱۶۹ عالمگیر
فدوی باشاہ غاز
ی
بہادر فتح جنگ سپہ سالار
الملک
مدار المہام آصف جاہ نظام
الملک
وزیر الممالک جمدۃ

انتباہ اس مہر مین سنہ ۱۱۶۹ کندہ ہین اور عالمگیر سنہ ۱۱۱۸ ہجری مین راہگراے عالم آخرت ہوا تھا۔ اور خود آصف جاہ نے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین وفات پائی ہے۔ جس طرح جریدۂ عبرت مین پایا مین نے اسکی نقل کردی ہے۔

اخلاق وعادات

(۱) تاریخ فرخ سیر موسوم بہ اقبال نامہ مین لکھا ہے کہ آصف جاہ نظام الملک بہادر پیوستہ در اندیشۂ آنکہ ہرچہ باشد از ما باشد و ہرکہ باشد از ما۔ دیگرے منظور نظر ایشان نمے شد۔

(۲) خدا بندہ خان نبیرۂ امیرالامرا شایستہ خان کو نظام الملک پانسو روپے ماہوار دیتے تھے اور اپنی سرکار کی دیوانی کی خدمت لیتے تھے یہ شایستہ خان اورنگ زیب کا ماموں تھا خدا بندہ خان کا خرچ زیادہ تھا اس تنخواہ سے گذر بسر نہین ہوسکتی تھی بعض امرا کے ذریعے سے عرض کرایا کہ حضور کا ایک ادنے متصدی اتنی آمدنی رکھتا ہے کہ سات آٹھ اونٹ باربرداری کے لیے پاس رکھتا ہے اور مین حضور کی سرکار کا دیوان ہون میرے ساتھ کم سے کم پچاس اونٹ ہونے چاہیین پانسو روپے ماہوار کا درماہہ میرے اخراجات کو کافی نہین ہے نظام الملک نے جواب دیا کہ کوئی متصدی سات آٹھ روپے سے زیادہ نہین پاتا اور اپنے حسن سلوک سے اپنے کام کے لیے رضامندی کے ساتھ ایک پیسہ بھی رسم حق تحریر کے نام سے لے لیتا ہے خدا بندہ خان چاہتا ہے کہ اپنے کارخانے کے اخراجات بھی ہماری سرکار سے حاصل کرے

شخص متوسط نے عرض کیا کہ خدا بندہ خان متدین آدمی ہے جو کچھ سرکار سے مقرر ہے اسی پر قناعت کرتا ہے یہ بات سنتے ہی اس تکیے سے جو کمر کے پیچھے رکھا ہوا تھا کمر ہٹا کر بیٹھ گئے اور جھڑک کر کہا کہ یہ کیا صفت ہے ایسی دیانت داری تو اس مکان کے ستون مین بھی ہے کاردان آدمی کو چاہیے کہ سلیقہ کاردانی سے روپیہ پیدا کرکے کھلائے اور دوسرون کو کھلائے نہ یہ کہ مال سرکار کے نقصان کا روادار ہو۔ معلوم ہوا کہ اس مین کام کا سلیقہ نہین ہے۔

(۳) ایک دن فرمایا کہ میر محمد حسین خان مغرب کے وقت محل کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو جائے چنانچہ وہ حاضر ہوا اور ڈیوڑھی کے ناظر نے اس وجہ سے کہ نواب آئینگے معمول سے زیادہ چراغ جلوائے جب ان کو خان مذکور کی حاضری کی خبر ہوئی تو باہر نکلے یکایک ان چراغون پر نظر پڑی فرمایا کہ یہ زائد چراغ کیسے جلائے ہین لوگون نے کہا کہ ناظر ڈیوڑھی نے آپکے آنے کی وجہ سے جلوائے ہین نواب نے کہا کہ جب ہم نکلتے ہین تو روشنی ہمارے ساتھ ہوتی ہے ان زائد چراغون کا حساب کہان پڑے گا خان سامان نے کہا کہ جبکہ لاکھون روپیہ سرکار مین خرچ ہوتا ہے اور بہت آدمی بھی آپکے تصدق سے ہزار ہا روپیہ پیدا کرتے ہین اگر چراغ کے تیل کے لیے ایک پیسہ خرچ ہو گیا تو کیا مضائقہ حضور ان کا قصور معاف کرین فرمایا کہ لاکھون کا بجا خرچ مضائقہ نہین ہے اور بیجا خرچ کرنا ممنوع ہے اللہ نے فرمایا ہے لایحب المسرفین۔ یہ آدمی کہ بڑی سختیان جھیلتے ہین ان کا حق ہے ہم نہین چاہتے کہ انکے اہل و عیال کے حق کا ایک پیسہ بھی ہماری سرکار مین خرچ ہو۔

(۴) جبکہ نواب نے نوکری ترک کرکے عزلت گزینی اختیار کی تھی تو جواہر خانے کے علے نے مرصع آلات اور زیورات سے جواہر لے نکالکر انکی جگہ اسی جہرے اور نمونے کا کم قیمت جواہر بٹھا دیا تھا جب پھر بادشاہی منصب حاصل کیا اور صاحب اقتدار ہوئے تو کسی سے باز پرس نہ کی

(۵) خافی خان نے لکھا ہے کہ ایک بار متصدیون نے نواب سے عرض کیا کہ داؤد خان اپنی اپنی حکومت کے زمانے مین بیس لاکھ روپے کے قریب ضلعداری و فوجداری و راہداری کی بابت رعایائے صوبۂ خاندیس و بالاگھاٹ سے مرہٹون کی مشارکت سے کہ دونون شیر و شکر کی طرح مل گئے تھے اپنی سرکار مین لیتا تھا اب اسکے لیے کیا ارشاد ہے جواب دیا کہ ہم نے معاف کیا اور دیوانی کے اہلکارون کو تاکید بلیغ تھی کہ پرگنات و معاملات مین عاملون اور جاگیردارون کو لکھدین کہ ابواب ضلعداری و فوجداری و راہداری اور دوسرے بدعات کے نام سے جسکو ظالم حکام نے قائم کیا ہے ایک پیسہ رعایا سے وصول نہ کرین کہ ہم نے ان بدعات کو موقوف کر دیا اور رعایا کو معاف کر دیا

(۶) مزاج مین اتنا رحم تھا کہ خود اپنے حکم سے کسی سارق کا ہاتھ نہین کٹواتے اور نہ کسی پر قصاص جاری کرتے تھے حکام کو حکم تھا کہ بموجب شرع کے عمل کرین علما و صلحا و فقرا سے محبت رکھتے تھے

(۷) ایک دن نواب صاحب موسم گرما مین تیسرے پہر کے وقت دولت خانے کی چھت پر بیٹھے ہوے تھے کہ تیز پرواز کبوترون کا گروہ انکے پاس سے گذرا یہان تک کہ نواب کے بدن کو کبوترون کے پرون کی ہوا لگی کہنے لگے کہ یہ کبوتر کس کے ہین اور کس بے کار شخص نے ایسی تضیع اوقات کی ہے حاضرین نے جواب دیا کہ صف شکن خان یہان سے قریب رہتا ہے اکثر اوقات ایسے لہو و لعب مین بسر کرتا ہے۔ ان دنون خان مذکور بوجہ موافقت ناصر جنگ کے معتوب اور خانہ نشین تھا نواب نے کہا کہ ہمارا قصور ہے کہ ایسے کار طلب آدمی کو بے کار بٹھا رکھا ہے اور بیکاری کے زمانے مین آدمی ہر ایک ایسے شغل کو جو کبھی اس کا مرتکب نہوتا تھا اختیار کرنے لگتا ہے دوسرے روز خان مذکور کو طلب کرکے خانسامانی کی خدمت حوالے کر دی۔

(۸) نواب نہایت متحمل تھے انکے تحمل کی ایک حکایت یہان بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن نواب کے سامنے متہور خان نے سید عالم علی خان کے نام کے ساتھ شہید کا لفظ استعمال کیا آپنے کہا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جاے وہ شہید نہین ہو سکتا متہور خان نے بے باکانہ کہا کہ تب تو حضرت امام حسینؑ کا شمار بھی شہیدون مین نہوگا نواب خاموش ہو رہے۔

(۹) نواب آصف جاہ بہت غریب نواز تھے اسکے متعلق گلزار آصفیہ مین ایک حکایت لکھی ہے کہ جلو خانے کا دروازہ جو کونے مین ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب دولت خانہ اور جلو خانہ بن رہا تھا اسوقت نواب صاحب دہلی مین تشریف رکھتے تھے جلو خانے کے متصل چوک کی جانب ایک پٹوے کا مکان تھا جو ریشم کا کام کیا کرتا تھا داروغہ وغیرہ نے اسکو بہت کچھ فہمایش کی کہ بہت روپیے لے کر یہ مکان دیدے کیونکہ بغیر اسکے شامل کیے جلو خانہ سرکار کا دروازہ کلان بد اسلوب ہوا جاتا ہے یا تو جس محلے مین چاہے اس سے بڑا مکان تجھے بنوا دیتے ہین وہ ہرگز راضی نہوا کہتا تھا کہ میرے باپ دادے یہان رہ کر مر چکے ہین اور اب میری نوبت پہنچی ہے اور مین بھی اولاد رکھتا ہون میری اولاد مجھے نفرین کریگی مجھے اسکے فروخت کرنے سے معاف رکھیے اگرچہ آپ لین تو سرکار مالک ہے جب یہ خبر نواب صاحب کو پہنچی تو داروغۂ عمارات کو حکم بھیجا کہ جلو خانے کے دروازے کو کونے مین بنوا لے ہرگز ہرگز پٹوے کا مکان نہ لے۔

لطیفہ

شریف خان تمباکو بہت پیتا تھا نواب کے سامنے ایسا نہین ہو سکتا تھا تو مجلس سے اٹھ کر باہر جا کر پی آتا تھا نواب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ایک روز بطور لطیفے کے کہنے لگے کہ امت محمدی کے لوگ اگرچہ بلا شبہ جنتی ہین لیکن جو لوگ تمباکو کی عادت رکھتے ہین تو وہان وہ ضرور آگ کے محتاج ہونگے اور بہشت مین آگ ہے نہین پس انکو آگ کی طلب کی وجہ سے

دوزخ مین جانا پڑے گا شریف خان نے جواب دیا کہ ہم کو اس کی فکر نہین کیونکہ حضور کے لیے قلیے کی تیاری کے واسطے انگیٹھی آے گی تو ایک دو انگارے اس مین سے لیکر چلم پر رکھ لیے جاوینگے۔

لباس

جشن کے دن تو لباس کی آرایش اور فرش وفروش کی زیبایش اور مسند پر بیٹھنے اور جواہر پہننے کی طرف مصروف ہوتے تھے۔ باقی دوسرے دنون مین بے تکلفانہ لباس مثل شہنشاہ عالمگیر کے پہنتے تھے۔

تقسیم اوقات

نماز صبح اور ورد و وظائف کے بعد دوپہر تک ریاست کا کام انجام دیتے تھے اور تمام کلی وجزئی امور مین بذات خود مصروف ہوتے تھے۔ سہ پہر کی نماز پڑھ کر قرآن مجید پڑھتے اور احادیث نبویہ سنتے اور اہل اللہ وصلحا وفقرا کی باتین کرتے اور کبھی کبھی شعرا سے بھی اختلاط کرتے۔ شعرا قصیدے انکی مدح مین پڑھتے جو شعر صلے کے قابل ہوتا اس کا صلہ دیتے مزاج مین تعصب نہ تھا۔

نظام الدولہ ناصر جنگ میر احمد خان بہادر کی مسند نشینی

نظام الملک آصف جاہ کے بڑے بیٹے غازی الدین خان دہلی کے دربار مین امیر الامرا تھے ناصر جنگ جن کا اصلی نام میر احمد ہے جو باپ سے بغاوت ۱۱۵۴ھ ہجری مطابق ۱۷۴۱ء مین کر چکے تھے باپ کی بیماری کی حالت مین ہین تھے باپ کی موت کی وجہ سے تین دن تک نوبت کا بجنا موقوف رکھا تیسرے دن فاتحہ سوم سے فراغت پائی چوتھے دن کہ ۹ جمادی الاخرے کی تھی نوبت بجوا کر برہانپور سے اورنگ آباد آنے کے لیے سوار ہوے میر احمد خان دیوان کو برہانپور کا صوبہ دار بنایا اور خواجہ مومن خان کو اس عہدے سے ہٹا دیا صوبہ دار مذکور ایک منزل تک ساتھ رہا دوسری منزل سے واپسی کی اجازت ملی وہ برہانپور مین پہنچگیا اور تنخواہ دارون کے تقاضے سے مجبور ہو کر اپنا ساباب بیچکر انکی تنخواہ ادا کر کے تقاضے سے نجات پائی ناصر جنگ نے اورنگ آباد مین پہنچکر اپنی والدہ کے پاس حاضر ہو کر جو وہان مقیم تھین مراسم تعزیت وتہنیت ادا کیے پھر لشکر کھیڑے کے راستے سے چل کر حیدرآباد آئے برسات لگ گئی تھی اس لیے وہان مقام کیا

۱۵ دیکھو حدیقۃ العالم ۱۲

اور میر کاظم علی خان کے بیٹے میر عبدالرزاق خان کو شاہ نواز خان خطاب دیکر دیوانی اور مدار المہامی دی اور موہرو پنڈت کو رائے بشن داس خطاب دیکر انکی پیشکاری پر مقرر کیا۔ اور عبدالحسین خان ابن حکیم تقی خان کو دلیر خان کی جگہ توپخانے کا افسر اعلیٰ بنایا اور قاضی محمد دائم کو کہ سابق مین خواجم قلی خان کا رفیق تھا اور علم سے بہرہ رکھتا تھا اور شعر و سخن سے بھی ذوق تھا اور صوفی تخلص کرتا تھا ہزاری کا منصب دیکر صدر دکن بنایا۔ اور اپنی سرکار کے خانساماں عوض بیگ کو شاہ بیگ خان کا خطاب دیکر خانساماں کل مقرر کر دیا اور اس جگہ سے ابو تراب خان بہرام جنگ کو ہٹا دیا شاہ بیگ خان نے اختیارات کل ہاتھ مین لے کر اکثر منصبداران سرکار سے مواخذہ کیا۔

اس عرصے مین ایک مدعی ریاست دکن کا دعوے دار کھڑا ہو گیا تھا اور وہ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ آصف جاہ کا لاڈلا پیارا نواسا تھا وہ سعد اللہ خان وزیر شاہجہان کا پوتا تھا اسکو نانا نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا اور آصف جاہ کے عہد سے بیجاپور اور ادھونی کا حاکم تھا اور نانا نے اپنے بیٹے ناصر جنگ کو وصیت لکھ مرا تھا کہ میرے اس چہیتے نواسے کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھین تاریخ فتحیہ مین ہے کہ نظام الملک کے سامنے ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے رتبون مین کوئی تفاوت معلوم نہین ہوتا تھا اس لیے دونون مین ہمچشمی تھی اس زمانے مین جو بادشاہ کی طرف سے خلعت و سواری آتی ناصر جنگ اور دوسرے امرا و بیگمات اور رشتہ دارون کے لیے جدا جدا نام وار آئی تو ناصر جنگ نے بادشاہ کے حکم کے موافق ہر ایک کو اسکے نام کی چیز دیدی مگر اپنے بھانجے کو محروم رکھا جس سے مظفر جنگ کے دل مین زیادہ توہم پیدا ہوا چنانچہ بعد اسکے جو ماموں بھانجون مین ہمچشمی کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوے انھون نے حکومت آصفیہ کو شدید نقصان پہونچایا انھین فتنہ انگیزیون نے دراصل سب سے پہلے فرانسیسون کے عمل و دخل کا دروازہ کھولا بعد ازان انگریزون کے تسلط کا راستہ صاف کیا انھین کی وجہ سے نواب ناصر جنگ مارے گئے خود مظفر جنگ مقتول ہوا صلابت جنگ کو اغیار کا دست نگر ہونا پڑا اور انجام کار مین نظام علی خان آصف جاہ ثانی کی ساری عمر تسلط اغیار کے حلقے کاٹنے مین گذر گئی مگر وہ نہ کٹ سکے اگر مظفر جنگ امن و چین سے اپنے نانا کی عطا کردہ حکومت پر قائم رہتا تو حکومت آصفیہ کی تاریخ کسی دوسرے رنگ مین لکھی جاتی اسی طرح اگر اودھ کے نواب شجاع الدولہ اپنی کمزوری اور اولوالعزمی کو کام مین نہ لاتے یا مرشدآباد کے نواب سوچ سمجھکر کام کرتے تو ہندوستان کی تاریخ کا اسلوب عام بھی بالکل اور ہوتا۔

ناصر جنگ کی دہلی کو روانگی اور راستے سے واپسی

اب ایک طرف تو نواب ناصر جنگ کا بھانجا مظفر جنگ دکن کی صوبہ داری کا دعویدار تھا اور دوسری طرف چندا صاحب کرناٹک کی نظامت چاہتا تھا۔ چندا صاحب ارکاٹ کے روسائے نوائت سے تھا اس کا اصلی نام حسین دوست خان ہے اور یہ شخص سید محمد خان آخری ناظم ارکاٹ کا بہنوئی تھا جسکو نواب آصف جاہ اول نے نظامت سے بے دخل کر کے اسکی جگہ انورالدین خان شہامت جنگ گوپاموی کو ناظم مقرر کیا۔ دکن مین نصف صدی سے فرانسیسون نے ساحل کارومنڈل پر ایک گانون خرید کر اسکو اپنا بندرگاہ بنا رکھا تھا اور اس مین تجارتی کوٹھیان بھی بنالی تھین آج کل اس گانون کو پانڈیچیری کہتے ہین جسکو کہین پانڈوچری لکھا ہے کہین پھولچری بتایا ہے اور فارسی کی کتابون مین پھلچری مرقوم ہے۔ سلطنت فرانس کی طرف سے یہان ان کا ایک صدر عامل یا گورنر بھی رہتا تھا یہ مقام ابتک فرانسیسون کے قبضے مین ہے۔ اسوقت یہان کا گورنر ڈوپلے تھا۔ اسی طرح انگریزون نے بھی مدراس اور بنگال مین اپنی تجارتی کوٹھیان بنا رکھی تھین اور وہ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔

ہندوستان مین ایک طرف تو سلطنت تیموریہ کے کھنڈر پر بہت سی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین قائم ہو کر ایک دوسرے سے لڑتی رہتین اور دوسری طرف یہ غیر ملکی تاجران کو آپس مین لڑا کر اور ان کو اس طرح کمزور کر کے ان کے ملک پر قبضہ کرنے کی فکر مین رہتے ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو اپنے پاس بلایا اسنے اطاعت نہ کی اور جواب دیا کہ اس علاقے کی حکومت نانا صاحب نے مجھے عطا کی ہے مجھے معاف رکھیے یہ جواب ناصر جنگ کو ناگوار ہوا مگر چونکہ اسوقت بادشاہ نے ان کو ہندوستان مین بلایا تھا اور ادھر جانے کا ارادہ تھا تحمل کر کے تدارک کا معاملہ دوسرے وقت پر منحصر رکھا۔

احمد شاہ بادشاہ دہلی نے ناصر جنگ کو احمد شاہ ابدالی کے خوف سے اپنی امداد و اعانت کے لیے اس فوج سمیت بلایا تھا جو انکی سعی و ہمت سے فراہم ہو سکتی تھی اور بادشاہ نے خاص اپنے ہاتھ سے انکو شقہ لکھکر مخفی بھیجا اور جاوید خان خواجہ سرا نے بھی جسکو نواب بہادر خطاب دیا تھا لکھا کہ آپ کے آنے پر یہان کے کام منحصر ہین ناصر جنگ سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین باوجود [illegible] محی الدین خان کی بغاوت کے وسواس کے روانہ ہوے اور قاضی محمد دائم کو ابوالخیر خان کی جگہ بگلانہ کی حکومت پر بھیجا اور ابوالخیر خان کو باوصف معزول کر دینے کے شمشیر بہادر کا خطاب دیا اور سید شریف خان کو شجاعت جنگ خطاب دیکر برار کا صوبہ دار بنایا اور سید لشکر خان کو

تغیر[۵] جنگ خطاب دیکر اورنگ آباد کی حکومت پر رکھا اور خود دہلی کو چلے اور ظفرآباد[۱] کے رستے سے جو داؤد خان پنی اور اسکے متعلقین کے لیے آل تمغا تھا روانہ ہوئے راستے مین ظفرآباد سے آگے ایل کر صف شکن خان پٹھانون کے ہاتھ سے اس تہمت کی وجہ سے مارا گیا کہ ایک پٹھان کی کنیز اسکے اشارے سے بھاگی ہے اور ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین ناصرجنگ برہانپور پہنچے اور شاہ نوازخان کو دکن کی کارگذاری کے لیے مقرر کردیا اور اسکو اپنی انگوٹھی دیکر کہا کہ یہ مہر سلیمان ہے اسکو قدر سے رکھیو اور آپ پانڈھار کے نلے پر اپنے والد کی برسی کے لیے چار روز مقیم رہے اور پھر دہلی کی طرف کوچ کیا اور محل کی بعض خدمت گذار عورتون کو منصبداران برہانپور کے ہمراہ اورنگ آباد کو بھیجدیا۔

کنارہ نربدا تک پہنچے تھے کہ احمدشاہ ہندوستانی کو یہ بات دریافت ہوئی کہ احمدشاہ درانی اپنی قلمرو کے مغربی حصے مین مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کو سنکر اسکے اوسان درست ہوے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اور ناصرجنگ کی مدد کی کچھ ضرورت نرہی اس لیے احمدشاہ کا دوسرا شقہ خاص لنپے ہاتھ کا پہنچا کہ اب ادھر کا ارادہ فسخ کردین اور ناصرجنگ کو ہدایت محی الدین خان کی بے اعتدالیون کی خبرین بھی پے درپے پہنچ رہی تھین اس لیے اورنگ آباد کو لوٹے اور خواجم قلی خان کو برہانپور کی نظامت دی اور بادشاہ کے پاس عرضی بھیجدی جس کا مضمون یہ تھا۔

اس سے پہلے حضور کا شقہ وارد ہونے کی وجہ سے باوجود اس بات کے کہ اس ملک مین موانع موجود تھے مگر فدوی اورنگ آباد سے دہلی کو روانہ ہوگیا تھا فوجون کی درستی اور آدمیون کو علاوہ تعینات کرنے اور اسباب سفر مہیا کرنے اور دشمنون کے دفع کرنے کے واسطے امرا پور مین توقف واقع ہوا سب طرف سے اطمینان کرکے برہانپور مین پہنچا اور فوج کو مسلح اور سامان جنگ ایسا آراستہ کرکے کہ حضور کے احکام کی بجاآوری کابل اور بنگالے تک ہوسکے قصد آستان بوسی کے لیے روانہ ہوگیا اور اس عزیمت مین لاکھون روپیہ صرف ہوگیا۔ تمام سپاہ کو اضافے اور رفقا کو رتبے دیکے پے درپے کوچ کرکے نربدا تک آیا تھا اور عبور کی تیاری کررہا تھا اور حضور کی قدمبوسی کے شوق مین راستے بھر نہایت شادان و فرحان تھا اور باوجود بادوباران کی کثرت اور راستون مین کیچڑ کے حائل ہونے کے تین سو کوس کی مسافت کو خیال مین نہین لایا کہ ۱۷- جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۳ ہجری کو کہ صبح کو نربدا سے عبور ہونے والا تھا کہ شقہ قدسی حضور کے

[۱] خورشید جاہی مین ظفرآباد بیدر کا خطاب بتایا ہے مآثرالامرا و حدیقۃ العالم سے بھی یہی ثابت ہے اور منتخب اللباب مین ظفرآباد نام احمدآباد کا بیان کیا ہے ۱۲

[۵] بعض کتابون مین خطاب ... واقع ہے

ہاتھ کا لکھا ہوا صوبجات دکن کی تفویض اور دوسرے عطیات کی خوشخبری کے ساتھ پہنچا شکر و سپاس ادا کیا اور اسکے ساتھ فسخ عزیمت کے مضمون کو معلوم کرنے سے دل کو صدمہ ہوا چونکہ حضور کے حکم کی فرمان بری اہم ہے اور اس سے انحراف کرنا ممنوع ہے قصبۂ جمیل کنتا ہوا لوٹ آیا آخر ماہ اواخر جمادی الاخری مین دریاے نربدا کے کنارے سے لوٹ کر دریاے تپتی سے باوجود شدت بارش کے عبور کیا اور بڑی تکلیف کے ساتھ اورنگ آباد مین داخل ہو گئے۔

مظفرجنگ کا ناصرجنگ سے اختلاف کرکے ارکاٹ کو فرانسیسون کی مدد سے فتح کرلینا

سعداللہ خان مظفرجنگ نے بھی مشہور کردیا کہ دہلی کے بادشاہ نے مجھے صوبہ دار مقرر کیا ہے اور پچیس ہزار سپاہ جمع کرکے گولکنڈے کے اردگرد تاک لگاے پھرنے لگا حسین دوست خان عرف چندا صاحب کو کہ روساے نوائت سے تھا جنکی اصل شرفاے عرب سے ہے اور سعادت اللہ خان کا پوتا اور علی دوست خان دیوان و فوجدار ارکاٹ کا داماد اور سید محمد خان آخری ناظم ارکاٹ کا بہنوئی تھا جب اس نوجوان کے ارادون کا علم ہوا تو اسنے عرض کرایا کہ فدوی حضور پر جان نثاری کے لیے حاضر ہے مظفرجنگ نے کہا کہ آؤ بھائی تمھارا گھر ہے وہ اُسکے پاس آیا اُسی روز ہلکی ساری سپاہ نوکر تھی اس سے وعدہ ہوگیا کہ کرناٹک کا نواب بنادونگا وہ مظفرجنگ کو ارکاٹ اور کرناٹک کی تسخیر کی تحریک کرنے لگا جب شاہ نوازخان اور سید لشکرخان کو مظفرجنگ کا ارادہ معلوم ہوا تو ان دونون نے نصائح کے خط لکھے۔

نظام الملک آصف جاہ اول کے حالات مین بیان کیا جاچکا ہے کہ کرناٹک کا علاقہ ۱۱۵۵ھ ہجری مین ریاست آصفیہ سے ملحق ہوا تھا اور آصف جاہ اول کی طرف سے انورالدین خان گوپاموی اس کا ناظم تھا۔ چندا صاحب بھی حکومت کا خواہان تھا بھلا ایسے وقت مین چندا صاحب اپنے دوست ڈوپلے کو کیون نہ یاد کرتا جو اسوقت تک انگریزون کی طرح ایک تجارتی قوم کا افسر تھا۔ اسکو لکھا کہ آپ ہمارا ساتھ دیجیے وہ اس تمنا ہی مین بیٹھا تھا چارسو ولایتی سپاہ اور دوہزار ہندوستانی سپاہ رفیقون کے پاس روانہ کی اور مشیر دتول کو اس کا افسر مقرر کیا اور یہ سب سپاہ چالیس ہزار ہوگئی اور ملک کرناٹک مین داخل ہوکر تحصیل خراج مین مصروف ہوئی انورالدین خان جو ایک سو سات برس کا بوڑھا تھا دشمنون کو اپنے ملک سے نکالنے کے لیے لشکر لیکر آیا مگر اس کا لشکر اعداسے نصف تھا۔ ۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ ہجری مطابق ۱۱ جولائی ۱۷۴۹ء کو امبور کے

مقام پر لڑائی ہوئی فرانسیسی لشکر کی تیزدستی سے مظفر جنگ کی فتح ہوگئی اور انورالدین خان میدان جنگ مین کام آیا اس کا بڑا بیٹا محمد محفوظ خان گرفتار ہوا چھوٹا بیٹا محمد علی ترچناپلی مین بھاگ گیا اس کا سارا کنبہ اور خزانہ وہین تھا۔ مظفر جنگ میدان جنگ مین مظفر و منصور ہو کر دوسرے دن ارکاٹ مین آیا۔ وہان اپنے آپ کو صوبہ دار دکن اور چندا صاحب کو کرناٹک کا نواب بنایا۔ پھر پانڈیچری مین ڈوپلے کے ساتھ جشن اڑانے آیا مشرقی ملکون مین جو ایسی تقریبون مین دھوم دھام کا سامان ہوتا ہے اس مین کوئی بات اسوقت ڈوپلے نے اُٹھا نہ رکھی مظفر جنگ نے اسکو کئی اسّی گانون جاگیر مین دیے محمد علی جو یہ سمجھکر ترچناپلی مین آیا تھا کہ وہ سارے دکن کے قلعون مین مستحکم ہے اب اسنے دیکھا کہ وہ چندا صاحب کے فتحمند لشکر اور فرانسیسی سپاہ کے آگے مقابلے کی تاب نہ لائے گا اس لیے اسنے مدراس مین انگریزون سے اپنی استعانت چاہی پہلے انگریزون نے کچھ ہچر مچر اس سبب سے کی کہ وہ فرانسیسیون سے ڈرتے تھے کونسل پہلے ہی دیبی کوٹی کی مہم پر واویلا کر رہی تھی۔ امیرالبحر بسکاون بہت سی سپاہ لیکر ابھی ولایت جا چکا تھا مگر پھر بھی انھون نے ایک سو بیس آدمیون کا لشکر محمد علی کے پاس بھیجدیا۔ ڈوپلے نے چندا صاحب سے کہا کہ اب جلدی سے چلکر ترچناپلی کو فتح کیجیے نہین تو نواب اور اسکے مددگار اپنا کام ایسا استحکام کے ساتھ کرینگے کہ آپ کو پھر دقت پڑے گی جو کام اسوقت آسان ہے وہ مشکل ہو جائے گا یہ انکی رائے بھی اگر فتح ہوتے ہی چندا صاحب ترچناپلی پر چلا جاتا تو پھر کوئی کانٹا کرناٹک کے دامن مین نہ اٹکتا مگر اس کہنے پر بھی چندا صاحب اپنے پرانے دشمن راجہ تنجور سے جھگڑنے لگ گیا اس سے روپیہ وصول کرنے کے واسطے شہر تنجور پر چڑھ گیا دو مہینے یہان محاصرے مین صرف کیے یہ راجہ بھی سرتیلا تھا اسنے کہا کہ ستر لاکھ روپیہ آپ کو دونگا اور کاریکل کے قریب اسّی گانون آپکے فرانسیسی دوستون کو دیتا ہون مگر روپیہ یک مشت دینے کو نہین ہے یہ عنایت کیجیے کہ باقساط لیجیے ان دم دھانسون مین دیر اتنی لگا دی کہ ناصر جنگ کروفر کے ساتھ لشکر لیکر کرناٹک پر چڑھ گئے چندا صاحب کے حواس باختہ ہوے پانڈیچری کی طرف دوڑ گیا اگر چندا صاحب ڈوپلے کا کہنا مان لیتا اور یون وقت نہ کھوتا اور چال نہ چوکتا تو محمد علی کا ستیاناس ہو چکا تھا۔

ناصر جنگ کی مظفر جنگ کے خلاف فوجکشی

ان دو اولوالعزم دشمنون کے نکالنے کے لیے ناصر جنگ نے بھی تیاری شروع کی دریاے کشنا کے جنوبی علاقون کے تمام راجاؤن اور نوابون کے نام حکم جاری کر کے

کہ لشکر میرے ساتھ لے چلنے کو تیار رکھو انھون نے بھی اس حکم کو سر آنکھون سے مانا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب ناصر جنگ کا استحقاق ریاست ماننے تھے۔ کڑپا۔ کرنول۔ اور سیوانور کے بڑے نامی گرامی پٹھان نواب جو پشتہا پشت سے ریاست وحکومت کرتے تھے اور ان میں بڑے جوانمرد سپاہی گنے جاتے تھے انکے ساتھ ہوے۔ ناصر جنگ سمجھتے تھے کہ فقط یہ دھمکی اجتماع لشکر کی مظفر جنگ کو ڈھیلا کر دیگی مگر جبکہ انھون نے دیکھا کہ وہ سر پر چڑھا آتا ہے اور تنجور پر پل رہا ہے تو انھون نے تین گروہ مرہٹون کے دس دس ہزار سپاہیون کے نوکر رکھے ان مین سے ایک جماعت کا سرگروہ مراری راؤ تھا جو سنہ ۱۱۵۶ ہجری مطابق سنہ ۱۷۴۳ء مین ترچناپلی کا حاکم تھا۔ اب مظفر جنگ نے تنجور کو چھوڑا اور چندا صاحب اور وہ دونون ڈوپلے کے پاس صلاح ومشورے کے لیے پانڈیچری گئے اسنے اپنے دوستون کی نہایت تسلی وتشفی کی پانچ لاکھ روپیہ قرض دیا اور سوا اسکے اور روپیہ بھی دینے کا اقرار کیا اور دو ہزار ولائتی سپاہ مقرر کر دی اور اسکا افسر مسٹر شیروتول کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ یہ سارا لشکر ولانور مین کہ جہان مظفر جنگ کا لشکر ہے چلا جاے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین نواب ناصر جنگ ارکاٹ کے پاس پہنچے تو نورالدین خان مقتول کا بڑا بیٹا محمد محفوظ خان مکروحیلہ کے ساتھ مظفر جنگ کی قید سے چھوٹ کر ناصر جنگ کے پاس آگیا اسکے ساتھ اسوقت ہزار سوار تھے اور اس کا چھوٹا بھائی محمد علی خان جو قلعہ ترچناپلی مین قدم جماے ہوے تھا اسکو بھی نواب نے ترچناپلی سے بلایا اسنے آکر ملازمت حاصل کی اور باپ کا خطاب نورالدین خان پایا اور انگریزون کو استعانت کے واسطے خط لکھا اسلیے کہ انگریزون نے ۱۷۴۷ء ہی سے اس سے پیغام وسلام شروع کر دیے تھے۔ افسر بحری گریفن صاحب نے انکو عرضی لکھی تھی کہ ہم پر فرانسیسی بڑا ظلم وستم کرتے ہین اور نواب کرناٹک چشم پوشی کرتا ہے حضور خیال کرین کہ کس مدت سے ہم یہان رہتے ہین اور ہندوستان کو کیا ساری دنیا کو سواے نفع پہنچانے کے ہم کچھ کام نہین رکھتے ہم پر رحم کیجیے اور اس ظلم سے چھڑائیے۔ اسپر ناصر جنگ نے نواب کرناٹک کے نام حکم جاری کر دیا تھا کہ انگریزون کی قوم فرمان بردار اور خدمت گذار ہے اسپر کسی قسم کا جور وجفا نہونے دو مگر نواب کرناٹک کا تو وہ حال تھا جو حاجی داد خان کمپنی کے گماشتے نے ۱۰ مارچ ۱۷۴۸ء کو لکھ بھیجا کہ جو فرانسیسی ادنے واسطے یہان آتے ہین وہ نواب کو پہلے پیش کش مین کوئی تحفہ اور ہدیہ گذرانتے اور پھر خوب اپنا کام نکالتے ہین صرف اسی طریقے سے انگریز بھی اپنا کام نکال سکتے ہین۔ اب ناصر جنگ کے پاس مارچ ۱۷۴۹ء کے مہینے مین ہر طرف سے لشکر آنا شروع ہوا تین لاکھ لڑنے والے سپاہی جن مین آدھے سوار تھے اور باقی پیادے اور آٹھ سو توپین اور تیرہ سو ہاتھی جمع ہو گئے اور ماثر الکرام مین سوارون کی تعداد ستر ہزار

اور پیادون کی ایک لاکھ لکھی ہے اور محمد علی خان چھ ہزار سوار لیکر اسی لشکر سے آملا۔ راحت افزا مین لکھا ہے کہ محمد علی خان کے ساتھ چار ہزار سوار اور پانچہزار پیادے اور چار ہزار تلنگے اور ایک ہزار فرنگی تھے غرضکہ یہ تمام لشکر قلعہ جنچاور کے پاس پہنچا جس کا مظفر جنگ نے محاصرہ کر رکھا تھا محمود دائم و نظر بیگ خان و مورو جی پنڈت جو راے کشن داس کے ساتھ مخاطب ہوا تھا اور سلطان جی و راجہ رام چندر و پسران جانوجی وغیرہ سردارون کو بیس ہزار سوار اور اسی قدر پیادون کے ساتھ ناصر جنگ نے آگے سے بھیجدیا ناصر جنگ کی سپاہ کے آمد آمد کے خوف سے مظفر جنگ ڈر کر پانڈیچیری کی طرف چل دیے اور تین کوچ کر کے اس مین داخل ہوگئے مظفر جنگ کا دیوان شیش راو چار ہزار سوارون کے ساتھ تحصیل زر کے لیے پیچھے رہگیا تھا وہ ناصر جنگ کی فوج ہراول کے ہاتھ آگیا اور اسکے سوار لٹ گئے اس خبر کو سنکر ناصر جنگ خوش ہوے کہ یہ پہلی فتح تھی۔ ناصر جنگ بھی فوج مرتب کر کے پانڈیچیری کی طرف بڑھے۔

انگریزون کا ناصر جنگ کو اور فرانسیسون کا مظفر جنگ کو مدد دینا اور مظفر جنگ کی گرفتاری

راحت افزا مین لکھا ہے کہ مظفر جنگ نے پانڈیچیری مین اپنی فوج ترتیب دی اور چندا صاحب پانچہزار سوار اور دس ہزار قواعد دان پیادون اور دو ہزار فرانسیسون اور بھاری توپخانے کے ساتھ مظفر جنگ کا شریک ہوا غرضکہ مظفر جنگ ۲۵ ہزار سوارون دس ہزار تلنگون اور چار ہزار فرانسیسون کے ساتھ پانڈیچیری سے کوچ کر کے ناصر جنگ سے لڑنے کو چلا ڈوپلے نے یہان تک کہا تھا کہ چار لاکھ سوارون کا مین نے انتظام کر لیا ہے اور اپنے افسرون اور مظفر جنگ کے سردارون کو تاکید کر دی کہ جو کوئی لڑائی مین کوتاہی کریگا مین اُسے جیتا نچھوڑونگا مظفر جنگ نے اپنی مان اور بیوی اور دوسری مستورات کو پانڈیچیری مین چھوڑا اور لڑنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ ناصر جنگ کا لشکر بھی آگیا تھا اور دونون لشکرون کے درمیان چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا تھا ناصر جنگ نے اپنے مصاحبون سے کہا کہ سعد اللہ خان نے اپنی مان اور بیوی کو جو میری رشتہ دار ہین فرانسیسون کے سپرد کر دیا ہے اس جنگ کے بعد دوسری لڑائی اُن کی رہائی کے لیے پیش آنے والی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ سعد اللہ خان کو سمجھایا جاے پس محمد انور خان کو اُن کے پاس بھیجا جسکی زبانی یہ کہلایا اور اپنا مہری عہدنامہ بھی بھجوایا کہ ہم نے تمھاری تقصیرات سے درگذر کی اور تمھارا قدیمی ملک جو نواب آصف جاہ کے عہد سے

تمھارے پاس تھا تم برحال رکھا اور سپاہ کی تنخواہ جس قدر تم پر چڑھ گئی ہے وہ ہم ادا کر دینگے چاہیئے
کہ ہم سے آکر مل لو اور جو ہنگامہ آرائی کی ہے اس سے دست برداری کرو تاکہ مسلمانون کا خون بچے
اور ناصر جنگ نے محمد انور خان کو تاکید کر دی کہ یہ بات مظفر جنگ کے کان مین کہے کوئی دوسرا
اس بات سے واقف نہو محمد انور خان نے انکے پاس پہنچکر پیام پہنچایا مگر انھون فرانسیسون کے
توپخانے کے اعتماد پر نہ مانا اور محمد انور خان کو واپس کیا۔

میجر لارنس چھ سو گورے سینٹ ڈیوڈ سے لیکر اُسوقت آکر ناصر جنگ کے لشکر مین شامل
ہوا کہ مظفر جنگ کا لشکر سامنے پڑا ہوا تھا کپتان ڈالٹن اور ایک میجر یہ دو شخص کونسل کے سفیر بنکر
ناصر جنگ کے روبرو گئے وہ انسے بہت خاطر سے پیش آئے اور کہا کہ سارے لشکر کی سپہ سالاری
میجر لارنس لے لین تو بڑی عنایت کرین اور دشمن پر جلد حملہ کر دین اسپر میجر لارنس نے حملہ کرنے کے
لیے یہ عذر کیا کہ اگر مین ابھی حملہ کرتا ہون تو خون ریزی بڑی ہو گی فرانسیسون کی توپون سے
بڑا نقصان ہو گا اگر حضور لشکر کو حرکت دیکر پانڈیچیری اور لشکر گاہ کے درمیان آجائین تو حملہ کر کے
دشمن کو تباہ کر سکتا ہون اسپر ناصر جنگ نے کہا کہ مین نظام الملک کا بیٹا ہو کر اس ذرا سے لشکر
کے روبرو اپنے لشکر کا منھ موڑون یہ نہین ہو سکتا مین یون ہی اسکو خاک مین ملائے دیتا ہون
میجر صاحب نے کہا کہ جو مرضی مبارک ہو بندہ خدمت گذاری کے لیے سب طرح حاضر ہے
اگر میجر مذکور ناصر جنگ کا کہنا مان لیتا تو بڑا نام پیدا کرتا وہان دشمن کے لشکر مین بڑی افراتفری
پڑ رہی تھی جسکی تفصیل یہ ہے کہ تنجور کی جنگ مین جو فرانسیسی افسر مظفر جنگ کے ساتھ تھے
انھون نے پہلی قسط کا روپیہ راجہ تنجور سے وصول کر لیا تھا اور ان افسرون مین تقسیم ہو گیا تھا
جب یہ سپاہ پانڈیچیری مین آئی تو بہت سے افسرون نے رخصت اپنی آسائش کے لیے لی
ان کے قائم مقام اور نئے افسر مقرر ہو کر اس لشکر عظیم الشان کے مقابلے مین بھیجے گئے وہ اس
سپاہ کو دیکھکر گھبرائے کہ اس آگ کے آگے ہم رکھے گئے اور پہلے افسر روپے کے مزے اُڑانے
کے لیے پیچھے رہے ہم کو انکی برابر روپیہ مل جائے تو ہمارا دل لڑنے کو چاہے غرضکہ اسی بات پر
وہ ایسا بپھرے کہ ڈوپلے بھی ان کا کچھ علاج نہ کر سکا ایک ہنگامہ بغاوت برپا ہوا نہ سپاہی افسر کی
سنتے تھے نہ افسر سپاہی کی یہ لشکر فرانس مین ابتری ہو رہی تھی جسوقت میجر لارنس ناصر جنگ
کے لشکر مین آیا اسوقت ایک لطیفہ یہ ہوا کہ موشیر د توں نے میجر لارنس کو لکھا کہ یورپ مین ہماری
قومون مین اتفاق ہے مگر یہان اتفاق سے تم ہم مخالف جانبون مین ہین آپ اپنے لشکر کا مقام
ٹھیک ٹھیک بتلائیے تاکہ کوئی میرا گولہ آپ کے لشکر مین نہ جائے لارنس نے لکھا کہ میری
توپ کا جھنڈا میرا مقام آپ کو بتلائے گا اگر کوئی گولہ آپ کے لشکر سے میری سپاہ کو نشانہ بنائے گا

تو میری توپون کے منہ بھی اس کا جواب دینگے میری نیت مین بھی یہ بات ہرگز نہین ہے کہ کسی فرنگی کا خون بہاؤن لڑائی کے وقت شور قیامت برپا تھا توپون کے گولے سردارون کے سرون پر جاتے تھے ناصر جنگ نے افسرون کو کہا کہ جلد پیش قدمی کرو تاکہ آج ہی لڑائی کا فیصلہ ہو جائے اور اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا اور مظفر جنگ کی طرف سے پیش لشکر کی فوج جو ایک عمیق نالے کے کنارے پر پہنچ گئی تھی تیر و تفنگ سے لڑنے لگی چار گھڑی دن باقی رہے تک لڑائی جاری رہی دوتول صاحب نے ایک گولے سے انگریزون کا مزاج پوچھا انگریزون کی بھی توپون نے گولون سے جواب دیا کہ ان بہت اچھا ہے میر نجف علی خان پسر میر دولت علی خان ناصر جنگ کے سامنے کھڑا تھا اُسنے اُنسے کہا کہ حکم ہو تو مظفر جنگ تک پہنچکر اس سے لڑائی شروع کر دون ناصر جنگ نے اپنے سر کی قسم دیکر کہا کہ اب آگے نہ جاؤ نالۂ عمیق سامنے ہے اس سے عبور مشکل ہے مصلحت یہ ہے کہ آج کمبر کرین صبح کو لڑائی کر کے ہدایت محی الدین خان کو گرفتار کرون گا مغرب کی نماز پڑھکر ناصر جنگ خود ہاتھی پر سوار ہو کر پھرے اور سب کو شبخون کا اندیشہ دلا کر ہوشیار رہنے کی تاکید کی چونکہ سپاہی اور افسر تھک گئے تھے۔ اس لیے خود ناصر جنگ ہر ایک کو تاکید کرتے پھرتے تھے سری رنگ پٹن کا رہنے والا ایک سردار جس ہاتھی پر سوار تھا مظفر جنگ کی طرف سے توپ کا گولہ ہاتھی کے دانت پر لگ کر اڑ گیا تھا اسکے صدمے سے ہاتھی گر گیا تھا اور اس سردار کے چوٹ لگ گئی تھی مظفر جنگ نے اسکی احوال پرسی کو میر نذر علی خان برادر میر نجف علی خان کو بھیجا اور اسی طرح عمائد کو جا بجا احوال پرسی کے لیے بھیجتے رہے اور حکم دیا کہ تمام آدمی گھوڑون پر سوار کھڑے رہین اگر تھک جائین تو آدھے سوار کھڑے رہین اور آدھے اتر جائین آدھی رات کے بعد ناصر جنگ خیمے مین چلے گئے اور سردارون کو تاکید کی کہ دار وار سے لشکر کی حفاظت کرین۔

مظفر جنگ کے لشکر کا یہ حال یہ ہوا کہ آفتاب نے پردہ شب مین منہ چھپایا اُدھر تیرہ فرانسیسی افسرون نے سرکشی کر کے لشکر سے منہ چھپا کر اپنا راستہ لیا انکے سپاہیون نے بھی افسرون کے قدم پر قدم رکھا موشیر دتول کو ہول اٹھا کہ اب کیا دشمن سے لڑون گا لشکر کو کوچ کا حکم دیدیا چندا صاحب اور مظفر جنگ سمجھاتے رہے مگر انکے پانون نہ ٹکے چندا صاحب نے جب فرانسیسون کی یہ صورت دیکھی اور ناصر جنگ کی ہیبت دل مین بیٹھی تو وہ بھی آدھی رات کو پانڈیچیری کی طرف دال نے عین ہوا ناصر جنگ کے لشکر مین رات مین یہ خبر اڑی کہ مظفر جنگ بھاگ گیا مگر دن کو معلوم ہوا کہ چندا صاحب اور فرانسیسی پانڈیچیری کی طرف اپنا توپخانہ لیکر بھاگ گئے ہین اس سبب سے مظفر جنگ کی فوج بھی بھاگ گئی صرف پانچہزار سوار و پیادے باقی رہگئے ہین اور جزائل انداز بھی انکے پاس حاضر ہین اور مظفر جنگ کھڑے ہین

ناصر جنگ نے فوج کے سرداروں کو حکم دیا کہ تعاقب کر کے چند اصاحب اور فرانسیسون کو گھیر لین چنانچہ تیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادون نے تعاقب کیا۔ اسوقت مین مظفر جنگ کا شتر سوار آیا جسکی زبانی بھانجے نے عاجز ہو کر ماموں سے عرض کرایا کہ آپ بڑے ہین مین چھوٹا ہون مجھ خطاوار کا قصور خدا کے واسطے معاف کیجیے ماموں نے پیار اخلاص کی باتین زبان سے بہت بنائین اور مناسب یہ سمجھا کہ کسی کو پیشوا بھیجکر بلالے۔ سید شریف خان اور امانت خان نے عرض کیا کہ جبکہ ایسی سخت جنگ ہو چکی ہے تو ایسی آسانی کے ساتھ مظفر جنگ کا آنا اچھا نہین تمام مین مشہور ہو جائے گا کہ مخاصمین مین صلح ہو گئی فتح کی شہرت جاتی رہیگی اسوجہ سے ناصر جنگ نے بھانجے کو بلا کر قید کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اُنکے سر سے داعیہ بھی جاتا رہے اس لیے شاہ نواز خان اور سید محمد دائم رسالہ دار نتیج رسالہ کو حکم دیا کہ مظفر جنگ کی فوج کو منتشر کر کے اُنکے ہاتھ کو اپنے رسالہ مین لا کر انکی دلجمعی کر کے ملازمت کا وعدہ کرین دونون رسالہ دار گئے اور تعمیل کی واپس آکر بیان کیا کہ ان کی فوج منتشر ہو گئی اور وہ آ گئے ہین یہ سنتے ہی فتح کے شادیانے بجنے لگے اور مظفر جنگ کو شاہ نواز خان کے خیمے مین لے گئے بعد اسکے ناصر جنگ نے میر نجف علی خان کو حکم دیا کہ تم ان کو اپنے کیمپ مین لیجا کر حفاظت سے رکھو اور چوکی پہرہ خوب مقرر کر کے ان کے خدمتگار اور شاگرد پیشہ علیحدہ کر کے ہمارے معتمد خدمتگار مقرر کر دو اور حراست کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو غرض اس طرح پیار اخلاص سے بھانجے کو بلا کر ماموں نے پھانسا یا۔ خیر خواہون نے ناصر جنگ سے بہت کچھ عرض کیا کہ مظفر جنگ کو زندہ رکھنے کا وقت نہین ہے انھین مار ڈالیے انکو زندہ چھوڑنے کی حالت مین فتنہ و فساد باقی رہے گا مگر ناصر جنگ نے اُن کا خون نہ بٹویا۔

ناصر جنگ کے پیش لشکر کی سپاہ اور انورالدین خان مقتول کا بیٹا اور مراری راؤ اور دوسرے سردار جو چند اصاحب کی سپاہ اور فرانسیسون کے تعاقب مین گئے ہوے تھے اُن سے اور مفرورون سے پانڈیچیری تک راستے بھر لڑائیان ہوتی رہین بہت فرانسیسی اور تلنگے مارے گئے اور بہت سے بچ کر نکل گئے چند اصاحب پانڈیچیری مین جا پہنچا اور وہان قلعہ بند ہو گیا جب اس فتح نے مظفر جنگ اور چند اصاحب کے لشکر کو متفرق اور منتشر کر دیا اور بحر ہ بھی بس مین آگیا تو ناصر جنگ کو اپنے صوبہ دار دکن ہونے مین کوئی دغدغہ باقی نہ رہا۔

ناصر جنگ کی فوج کا پانڈیچیری کی فتح مین ناکامیاب ہونا

مظفر جنگ کے قید ہونے کے بعد ایک روز ناصر جنگ رزمگاہ مین مقیم رہے تاکہ

زخمیون کی مرہم پٹی ہوجاے پانڈیچری مین ڈوپلے سعد اللہ خان مظفر جنگ کی مان اور بیگم کی حفاظت کرنے لگا ناصر جنگ پانڈیچری کا قلعہ فتح کرنے اور عورتون کو چھڑانے کو روانہ ہوے اور وہان سے پانچ کوس پر پہنچکر مورچے جمانے کی فکر کرنے لگے چونکہ قلعہ مضبوط تھا اور ہر طرح کا سامان جنگ اس مین موجود تھا کوئی سردار اسکے لینے کی جرأت نہ کرتا تھا میر نجف علی خان پسر میر دوست علی خان نے کہا کہ مجھے حکم ہو تو مین مورچون اور یورش کے مقام کو جا کر دیکھون اسکو جانے کا حکم ہوا وہان گیا اور مورچے قائم کرنے کا نقشہ تجویز کر کے ناصر جنگ سے آکر بیان کیا انھون نے حکم دیا کہ اس طرح مورچہ بندی کی جاے فرانسیسی توپین بہت تیزی سے فیر کرتی تھین کوئی شخص مورچون مین قیام کرنے کی جرأت نہین کرتا تھا میر نجف علی خان اور اسکے بھائی بند جرأت کر کے بڑھتے اور لوٹ آتے یہ خبرین ہلکارے ناصر جنگ کو پہنچاتے رہتے نواب نے میر نجف علی خان کو بلا کر کہا کہ کتنی فوج اور توپین وغیرہ تمکو چاہیین تاکہ فرانسیسی قلعے سے باہر نہ نکل سکین اسنے کہا کہ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اور دو ہزار جزائل انداز اور بیس توپین مل جائین تو فرانسیسون کا قافیہ تنگ کر سکتا ہون ناصر جنگ نے حکم دیا کہ بخشیون اور رسالہ دارون کے نام لکھکر پیش کرے اسکے معروضے کے مطابق محمد یعقوب خان ڈیڑھ ہزار سوارون کے ساتھ اور نصیب یار خان سات سو سوارون کے ساتھ اور سید نجم الدین خان ہزار سوارون کے ساتھ جملہ چار ہزار اور دو سو سوار مقرر ہوے اور ناصر قلی خان بخشی جزائل اندازان دو ہزار جزائل کے ساتھ اور ناصر علی بیگ رسالہ دار دو ہزار پیادون کے ساتھ اور قاسم علی خان پانچ نیچی بان اور پچاس بان اندازون کے ساتھ اور مراد علی خان داروغہ توپخانہ جلسی بادشاہی بیس توپون کے ساتھ مقرر ہوے اور یہ سب مجتمع ہو کر مورچون مین آے اور دریافت کیا کہ کس طرح جنگ کی جاے نجف علی خان نے کہا کہ اتوار عیسائیون کی عبادت کا روز ہے اور دو کوس پران کا گرجا ہے وہ قلعے سے نکلکر وہان جاوینگے جیسے ہی وہ جمع ہون فوراً گھیر کر قتل کر ڈالین سب سنکر گھبراے اور باہم کہنے لگے کہ میر نجف علی خان نے ہمارے تباہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور سب جمع ہو کر شاہ نواز خان کے پاس گئے انسے کہا کہ میر نجف علی خان تو اپنی جان سے ہاتھ دھوے ہوے ہے اور ہم آقا کے حکم سے اسکے ساتھ ہین مگر سپاہی کہنا نہ مانینگے اور لڑنے کی جرأت نہ کر سکینگے۔ شاہ نواز خان نے نجف علی خان کو بلا کر کہا کہ یہ لوگ ایسا کہتے ہین جب فرانسیسون سے مقابلہ پڑے گا سب بھاگ جائینگے تمکو تنہا چھوڑ دینگے یہی بات نواب ناصر جنگ سے کہی نواب نے اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھکر ہر سردار کو بھیجا کہ میر نجف علی خان کی رفاقت کرنی چاہیے جیسا کہ تم نے اقرار کیا ہے سب نے کہا

کہ ضرور ہم جان و دل سے اسکی بات کو مانین گے حکم ہوا کہ لشکر سے جدا ہو کر توپخانہ جنسی سے آگے بڑھ کر اترین چنانچہ ایسا ہی ہوا سنیچر کا دن اسی طرح بسر ہوا دوسرے دن اتوار کو فرانسیسون کی عبادت کا دن تھا میر نجف علی خان اپنے رفقا اور خاص سپاہیون کے ساتھ سوار ہو کر لشکر سے باہر آیا اور سرداران فوج سے کہلا بھیجا کہ مین وعدے پر سوار ہوا ہون تم بھی اپنی جمعیتون کے ساتھ سوار ہو جاؤ لیکن کوئی سوار نہوا اور کوئی لڑائی کی ہمت نکر سکا میر نجف علی خان گھوڑے سے اترا اور سب سردارون کو جمع کر کے کہا لیکن کوئی لڑائی کی جرأت نکرتا تھا مجبور ہو کر وہ اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کو ہمراہ لیکر لڑنے کو گیا جب فرانسیسون نے دیکھا کہ تھوڑی سی جماعت آرہی ہے تو دلیری کر کے سامنے آئے میر نجف علی خان نے خوب لڑائی کی چند فرانسیسی اور تلنگے مارے گئے شام تک لڑائی جاری رہی ہر چند سرداران فوج کو کھلایا مگر کوئی آگے نہ بڑھا جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو طرفین اپنے اپنے مقامون کو لوٹ گئے فرانسیسیون کے آدمی کمین گاہ مین چھپ گئے۔ میر نجف علی خان سردارون کے پاس آیا اور کہا کہ آپ صاحبون نے جنگ مین شرکت نہ کی یہ مناسب ہے کہ رات کو ہوشیار رہو کہ مبادا فرانسیسی شب خون مارین یہ کہکر نصف شب کے وقت ناصر جنگ کے پاس جا کر سب حال بیان کیا نواب نے بہت مہربانی فرمائی اور کہا کہ اب تم اپنی مرضی کے موافق سپاہ بھرتی کرو۔ پہر رات باقی رہے جب فوج کے آدمی غافل ہو گئے تو فرانسیسون نے شبخون مارا بہت سے آدمیون کو قتل کیا اور سب کو لوٹ لیا اور پھر واپس بھاگ گئے صبح کو یہ خبر ناصر جنگ کو پہنچی تو حکم دیا کہ کوئی مفرور ہمارے لشکر مین نہ آنے پائے دو دن کے بعد چند دوسرے رسالہ دار میر نجف علی خان کے ساتھ کر کے بھیجے میر نجف علی خان نے جا کر چند تلنگون کو گرفتار کر لیا باقی بھاگ گئے۔

ناصر جنگ اور اُن کے مددگارون مین عناد و اختلاف اور ڈوپلے کی فتنہ و فطرت

اب کڑپا اور کرنول اور سیوانور کے پٹھان نواب جو بے عذر حکم کے ساتھ ہی ناصر جنگ کے ہمراہ لڑائی مین شریک ہوئے تھے اپنی خدمات کے صلے مین چڑھے ہوئے خراج کی معافی کے طالب ہوئے اور مظفر جنگ کے ساتھ جو انھون نے سلوک کیا اسکے شاکی ہوئے ناصر جنگ کی بے ایمانی بھانجے کے ساتھ انکو سخت ناگوار تھی جب یہ انکی درخواست خاطر خواہ نہ سُنی گئی تو انکی نیت بگڑ گئی ظاہر مین وہ شیر و شکر بنے رہے مگر باطن مین زہر بن گئے فرانسیسی سپاہ کا

یون سرکشی کرکے لشکرگاہ سے پھرجانا مظفرجنگ کا قید ہوجانا اسکے لشکر کا تتربتر ہوجانا ان
سب باتون نے پانڈیچری مین تہلکہ ڈالدیا گو اس کا صدمہ سب سے زیادہ ڈوپلے کے دل پر ہوا
مگر اسکی عقل اسوقت بھی سلامت رہی اول اُسنے اپنے لشکر کا انتظام تدبیر اور تقریر سے کیا
پھر اسنے سوچا کہ ناصرجنگ کے دربار مین اگر کوئی فساد برپا ہو تو اسے دریافت کیجیے اور اگر نہو تو
اسے پیدا کیجیے اُسنے اسی وقت کہ یہان مظفرجنگ اور چندا صاحب کی حمایت سب طرح کر رہا تھا
ایک خط ناصرجنگ کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ میرے اور آپکے درمیان رنجش کا سبب انورالدین تھا
میری قوم کا جانی دشمن وہ تھا اسکے واسطے ضرورت مجھے چندا صاحب اور مظفرجنگ کو دوست
بنانے کی پڑی اب انورالدین مارا گیا سبب فساد رفع ہوا میرا عناد اتحاد سے بدل گیا مین نے
آپ کی خاطر سے تنجور کو بچوادیا اور ترچنا پلی پر حملہ نہ کرنے دیا اب آپ مظفرجنگ کو اسکی جاگیر
دیدیجیے اور چندا صاحب کے قصور معاف کرکے اسے کرناٹک کا نواب بنا دیجیے اسکا بیٹا تلنگون
کی جمعیت کے ساتھ ہمرکاب رہے گا۔ ارکاٹ بدستور انورالدین مرحوم کے عہد کے مطابق ہمین
اجارے مین دیدیجیے ہم کچھ اضافہ دینگے اور حیدرآباد کے ساہوکارون سے ضمانت دلادینگے
پانڈیچری ارکاٹ کی سرزمین پر آباد ہے اسکی سند عطا کردیجیے آپ کی سرکار کا جھنڈا اونچا ان
اڑاتے رہینگے مین آپ کا فرمان بردار ہون حاضرین دربار جیسے شاہ نواز خان محمد انورخان
واسلم خان وسید شریف خان وامانت خان ورضوی خان وغیرہ نے ان مراتب کو پسند کیا
مگر قانبی دائم جو شریک مشورہ تھا اسنے ناصرجنگ سے کہا کہ فرانسیسی تنگ ہوگئے ہین قریب ہے
کہ پانڈیچری کو چھوڑکر بھاگ جائینگے یہ تقریر کرکے ناصرجنگ کو صلح کی طرف مائل نہونے
دیا اور جو تحائف ڈوپلے نے بھیجے تھے وہ واپس کردیے۔ ڈوپلے کو یقین تھا کہ اگر انگریز ناصرجنگ
کے لشکر مین اسوقت بیچ مین آکر نہ کود پڑتے تو اسکی صلح ہوجاتی۔ ناصرجنگ نے ڈوپلے کو خط
کا جواب نہ دیا۔ پھر اسنے اور ایک طومار ناصرجنگ کو لکھا کہ مین جانتا ہون کہ آپ کا مزاج صلح جو
ہے اس لیے مینے فرانس کے لشکر کو بلا لیا ہے کچھ وہ میدان جنگ سے بھاگا نہین ہے جیسا کہ
آپ کے لشکریون کو یقین ہے مراجعت کے وقت جو اسپر حملہ ہوا اور اسنے جو گشت وخون لشکر
حملہ آور کا کیا وہ اس بات کا ثبوت ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ مظفرجنگ پر رحم فرمائیے اور
مجھے سفیر بھیجنے کی اجازت دیجیے ناصرجنگ نے سفیرون کے آنے کی درخواست منظور کی
پانڈیچری سے دو ممبر کونسل کے آئے وہ فارسی اور دیسی زبان خوب جانتے تھے انھون نے
درخواست کی کہ مظفرجنگ عتاب مین ہے اسکے بیٹے کو آپ باپ کی جاگیر مرحمت فرمائیے اور
چندا صاحب کو کرناٹک کی نوابی عنایت کیجیے۔ کارپردازان ناصرجنگ نے چندا صاحب کے لیے

تو یہ کہدیا کہ محمد علی وہان کا نواب مقرر ہو گیا ہے۔ مظفر جنگ کے لیے گو وہ بھلا چاہتے تھے مگر ناصر جنگ سے کہتے ہوئے جان نکلتی تھی آٹھ روز تک یہ سفیر یہان رہے اور ڈوپلے کا اصلی مطلب جو اس سفارت سے تھا وہ حاصل ہوا کہ اسکی نوابون سے جو ناصر جنگ کی گھات مین بیٹھے تھے خط و کتابت شروع ہوئی اور انکی سازش مین اسکی بھی شرکت ہو گئی۔ میجر لارنس اس تمام معاملے کو تاڑ گیا مگر وہ یہان کی زبان سے ناآشنا تھا جب اُسنے تمام سازش سے ناصر جنگ کو مطلع کرنا چاہا تو کہان سے بولتا ناچار ترجمان بیچ مین کھڑا کرنا پڑا اسنے دغا کی کچھ سے کچھ مطلب بنا کر ناصر جنگ سے کہدیا۔ جب سفیر پھر کر آے تو چندا صاحب نے لشکر جمع کرنا شروع کیا اور ڈوپلے نے بھی یہ ارادہ کیا کہ فرانسیسی سپاہ کی شان دکھلاے اور اپنے دوست نوابون کو اپنی لڑائی کا ارادہ بتلاے اب میجر لارنس نے ناصر جنگ سے درخواست کی کہ محمد علی نے جو مدراس کے پاس زمین دی ہے اس حسن خدمت گذاری مین اسکی سند عطا کی جاے مگر شاہ نواز خان مدار المہام نے اس مین خلل اندازی شروع کی اور کہا کہ یہ درخواست جب منظور ہو گی کہ وہ لشکر کے ساتھ ارکاٹ مین جاے مگر میجر لارنس اس اندیشے سے کہ کہین چندا صاحب اور فرانسیسی انگریزی کمپنی کے ملک پر حملہ کر دین اور نقصان ہم اُٹھائین بے لطف ہو کر قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو چلا گیا۔ دس دن تک اور مورچے قائم رہے کہ اس عرصے مین برسات کا آغاز ہوا پانڈیچری اور اسکے اطراف مین ایسا ریگستان ہے کہ برسات مین چلنا مشکل ہوتا ہے اس لیے برسات کا موسم بسر کرنے کے لیے ارکاٹ مین چلے آے جو وہان سے تیس کوس پر تھا اور برسات کے بعد لڑائی کا ارادہ کیا۔

جب ناصر جنگ کا لشکر چلا گیا تو فرانسیسیون نے اس ملک پر جو مظفر جنگ نے دیا تھا قبضہ کرنا شروع کیا ناصر جنگ خبر نہوے کہ کیا ہو رہا ہے وہ مظفر جنگ کو قید کر کے خواب غفلت مین پڑے عیش و عشرت کے غلام بن گئے کام پر دل نہ لگا یا عیاشی نے دوستون کی نگاہ مین ذلیل کر دیا کاہلی نے دشمنون کو اپنر دلیر بنا دیا نوابون نے اُن کو اِدھر اُدھر کی لذائذ نفسانی مین پھنسایا اُدھر ڈوپلے کو جنگ و پیکار کے لیے اکسایا ڈوپلے نے بھی اُنکے مشورے پر کام کیا۔ ترپی وادی ایک شہر تھا وہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ سے پندرہ میل اور ارکاٹ سے بیس کوس اور پانڈیچری سے آٹھ کوس پر تھا اور قلعہ اور حصار بنا ہوا تھا اس مین بالمسترام کا بت خانہ تھا محمد علی نے وہان سپاہ رکھ چھوڑی تھی ڈوپلے نے پانسو فرانسیسی سپاہ بھیجکر اسکو خالی کرا لیا سپاہی بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے اور بتخانے کو چھوڑ کر چلے گئے محمد علی نے جب یہ سنا تو وہ بیس ہزار سپاہ اور بہت سی توپین لیکر دوڑا مگر فرانسیسون سے اکیلا لڑتا ہوا ڈرا میجر لارنس کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ سپاہ سے مدد کیجیے اور سارا خرچ لیجیے اس شیر مرد نے بھی درخواست منظور کی کپتان کوپ کو چار سو گوردن اور

پندرہ سو کالون کی سپاہ دیکر روانہ کر دیا کچھ دن ان دونون لشکرون کے ملنے مین توقف ہوا جب وہ مل گئے تو محمد علی نے درختون سے بھری ہوئی ایک جگہ اقامت لشکر کے لیے پسند کی اسکے گرد خندق کھودی۔ کپتان کوپ نے سمجھایا کہ حکم دیجیے تو مین بت خانہ ابھی لیتا ہون محمد علی نے لشکر کو حکم دیا مگر لڑائی کے نام سے ہر ایک کا منھ زرد ہوا کسی نے قصد جنگ کا نہ کیا جب کپتان کوپ لشکر فرانس کے قریب پہنچگیا تو افسر فرانسیس نے کہلا بھیجا کہ تم میرے قریب اتنے کیون آتے ہو ابھی مین تم پر بم کے گولے مارتا ہون کپتان نے جواب دیا کہ ہم نواب کے دوست ہین جب تک جان مین جان ہے اسکی جان کے ساتھ ہین جہان اس کا نشان جائے گا وہان ہمارا قدم ساتھ آئے گا اس جواب پر فرانسیسون نے انگریزی لشکر پر گولہ مارا ان دونون مین کشت وخون شروع ہوا اب محمد علی اور کپتان کی رایون مین اختلاف ہوا کہ کپتان کوپ نے سپاہ کی تنخواہ مانگی وہ محمد علی سے ادا نہو سکی اس لیے میجر لارنس نواب سے ایسا خفا ہوا کہ اُسنے کپتان کوپ کو حکم دیا کہ وہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ مین چلا آئے جب انگریز چلے گئے تو ڈوپلے نے اپنا لشکر تری وادی کے قریب جمع کیا جس مین اٹھارہ سو فرانسیسی سپاہ اور ڈھائی ہزار ہندوستانی سپاہ اور ایک ہزار چندا صاحب کے سوار اور بارہ میدانی توپین تھین اور محمد علی کے پاس پانچ ہزار پیادے اور پندرہ ہزار سوار تھے۔ ۲۱۔ اگست ۱۷۴۹ء کو فرانسیسون نے اسپر حملہ کیا اور محمد علی کی دھجیان اڑائین وہ بہت خرابی و پریشانی اٹھا کر دو چار خدمتگارون کے ساتھ ارکاٹ پہنچا۔

پانڈیچری سے ناصر جنگ کی معاودت راستے مین بعض قلعون پر جنگ

جب ناصر جنگ پانڈیچری سے لوٹے اول روز دو کوس چلے تاکہ آدمیون کا جو اسباب خراب ہوگیا ہے اُسے درست کر لیا جائے پھر چار کوس چلے یہان خبر ہوئی کہ راستے مین ایک قلعہ ہے جس کا نام وندواسی ہے اور نہایت مضبوط ہے قلعدار وہان کا چندا صاحب کا رشتہ دار ہے اور چندا صاحب کی بیوی وہان رہتی ہے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے اطاعت کسی کی نہین کرتا۔ ناصر جنگ نے ادھر سے کوچ کا حکم دیا اور کہا کہ اگر قلعدار اطاعت کرلے تو ارکاٹ مین برسات بسر کی جائے ورنہ قلعے کے پاس برسات بسر کی جائے اور قلعہ فتح کیا جائے میر اسد خان قلعدار جمیت بیٹ نے کہ ادھر

قلعون سے واقف تھا بیان کیا کہ وہ قلعہ بڑا مضبوط ہے اور سامان اس مین کافی جمع ہے اگر قسمت نے یاوری کی تو قلعہ فتح ہو جاے ورنہ ایسی برسات مین فتح اسکی مشکل ہے سب کے مشورے کے بعد یہ قرار پایا کہ میر نجف علی خان جاکر اس قلعے کو دیکھ کر اسکی حالت بیان کرے اور قلعدار کی استمالت کرکے اسے اطاعت پر مائل کرے اگر وہ آکر مل لے تو خیر ورنہ محاصرہ کیا جاے میر نجف علی خان سے جب یہ کہا گیا تو اسنے نواب سے کہا کہ قلعدار مطیع نہین ہے اگر فوج لے کر جاؤن گا تو بغیر جنگ کے قلعے مین داخل ہونا مشکل ہے اگر تنہا جاؤن گا تو وہ بیگانے آدمی کو اندر کیسے جانے دے گا اسلیے مناسب یہ ہے کہ عنایت نامہ اپنا مہری نواب ناصر جنگ مرحمت کرین تاکہ قلعدار اندر داخل ہونے دے بعد دیکھنے کے جیسا حال ہوگا عرض کرون گا ناصر جنگ نے کہا کہ میرے اجداد نے وعدہ خلافی نہین کی ہے عنایت نامہ بمنزلے معاہدے کے ہے معاہدہ کرکے پھر محاصرہ کرنا مناسب نہین ہے جس تدبیر سے ہوسکے قلعے کے اندر جاکر اس کا حال دیکھکر بیان کرو میر نجف علی خان خدا پر توکل کرکے چل کھڑا ہوا تین دن کے بعد وہان جا پہنچا اور ہرکارہ قلعدار کے پاس بھیجا کہ مجھے نواب نے بھیجا ہے تاکہ تم سے سوال وجواب کرون کل پہر دن چڑھے قلعے کے پاس پہنچ جاؤن گا اپنی ملاقات سے مسرور کیجیے اور نواب کے کلمات سن لیجیے جب ہرکارہ پہنچا تو قلعدار کو تشویش ہوئی اور قلعے کے استحکام مین کوشش کرنے لگا دوسرے دن میر نجف علی خان قلعے کے پاس پہنچ گیا قلعدار نے اپنے داماد کو پانسو سوارون اور ہزار پیادون کے ساتھ استقبال کو بھیجا غرض اسکی یہ تھی کہ کیفیت وحالت معلوم کرے کہ کس لیے آتے ہین بہت کچھ اسنے ٹٹولا اصل حال نہ کھلا جب قلعے کے دروازے کے پاس پہنچے تو کھل کر اسنے معلوم کیا کہ آپ کس غرض سے آے ہین میر نجف علی خان نے کہا کہ والیان ملک کے احکام ہر ایک سے کہنے کے قابل نہین ہوتے اس قدر سوال وجواب ہوکر قلعے کے دروازے مین داخل ہوے اور کسی کو یہ جرأت نہوئی کہ منع کرتا جب میر نجف علی خان دیوان خانے مین پہنچ گیا تو قلعدار دیکھتے ہی خلوت خانے مین گیا صرف میر نجف علی خان اور اسکے بھائی میر محب علی خان کو بلاکر سوال وجواب کیے آخر کار ناصر جنگ کے دبدبے سے ڈر کر یہ اقرار کیا کہ اپنے بیٹے کو دس لاکھ روپے دیکر نواب کے پاس بھیجے گا چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا دو تین روز کے بعد ناصر جنگ ارکاٹ مین داخل ہوگئے۔

فرانسیسون سے ناصر جنگ کا بگاڑ

ناصر جنگ نے ارکاٹ مین آکر یہ حکم بھیجا کہ مسلی پٹم (مچھلی بندر) کی فرانسیسی کمپنی کی کوٹھی اور سارا سامان واسباب اس کا ضبط ہو نواب کے اہلکارون نے بغیر کسی سختی کے اس اسباب کو

فرق کرکے مہرین اپنی لگادین مگر ڈوپلے یہ بات سنکر سخت ناراض ہوا برق کی طرح تڑپا بادل کیطرح گرجا اور طوفان کی طرح برسنے لگا اور فوراً لشکر بھیجکر راتون رات اسکو لے لیا اور اسیر اپنا قبضہ جمالیا چونکہ فرانسیسون کے قلعے قریب قریب تھے اس خیال سے کہ مبادا وہ لوگ دغا کرین اور فوج چرائی کے لیے منتشر نہو جاے ناصر جنگ نے صف شکن خان وغیرہ چند سردارون کو محمد علی خان کے ساتھ بیس ہزار سوار و پیادے دیکر اور جزائل انداز ساتھ کرکے قلعہ تری وادی کی طرف بھیجا اس قلعے پر فرانسیسون نے قبضہ کر لیا تھا اور چار ہزار تلنگے اور ہزار فرانسیسی اسکی محافظت کرتے تھے اور چارون طرف فصیلون پر توپین چڑھی ہوئی تھین فرانسیسی دن بھر توپین مارتے رات کو شبخون کی فکر مین باہر نکل آتے بیس دن تک یہ حال رہا بعد اسکے ناصر جنگ نے ترک طہماسپ خان کو ایک ہزار سوار دیکر چلی کوٹ کے گڑھی پر جہان فرانسیسون کا تھانہ تھا بھیجا اور میر امیر شاہ کو تھوڑے سے سوار و پیادہ کے ساتھ شیوگنجی بھیجا اسی طرح رسالہ دارون کو ہر ایک مقام پر متعین کیا اور خود تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ ارکاٹ مین عیش و عشرت کرنے لگے۔ ادھر ڈوپلے نے ڈھائی سو فرانسیسی اور بارہ سو ہندوستانی سپاہ اور چار توپین موشیر بوسی کے اہتمام مین دیکر قلعہ نصرت گڑھ عرف جنجی کی طرف روانہ کیا یہ قلعہ کرناٹک کے قلعون کی ناک تھا اور بہت استوار تھا اس کا فتح کرنا دشوار تھا موشیر دتول کا بھی لشکر موشیر بوسی سے مل گیا اُسکو معلوم ہوا کہ حصار کے اندر تری وادی کی بھاگی ہوئی پانچ ہزار سپاہ موجود ہے اور ایک توپخانہ ہے جسکے فرنگی مہتمم ہین ان دلاور جوانمردون نے اس قلعے پر اس تیز دستی اور سلیقے سے حملہ کیا کہ ہتیلی پر سرسون جمائی اور چوبیس گھنٹون مین فتح پائی فتح کرنیوالون کو خود حیرت تھی کہ اتنا بڑا کام اتنی تھوڑی دیر مین کیونکر ہوا اس فتح مین فرانسیسون کی توپین کیا چھوٹین کہ انکی ہمت و شجاعت و جرأت کی آواز سارے ہندوستان مین گونج گئی۔

برہان پور کا حال

سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین سید لشکر خان اور ابو الخیر خان برہانپور مین آے یہان کا صوبہ دار خواجم قلی خان تھا جو بڑے استقلال سے کام کر رہا تھا یہان ابتری اسلیے پیدا ہو گئی کہ ماناجی نکم پسر سنکراجی نکم نے جو چند پرگنون کا سردیس مکھ کا نائب تھا چھ ہزار سوار جمع کرکے برہانپور کے علاقے مین لوٹ مار شروع کردی خواجم قلی خان نے اسکی تنبیہ کا انتظام کیا اور عبد النظر خان بخشی منصبداران اور محمد ناصر خان بخشی سائر کو فوج دیکر اسکی سزا کے لیے بھیجا لڑائی ہوئی پانی کی کمی سامان کی قلت گرمی اور لو کی کثرت کی وجہ سے آدمی پریشان ہوگئے عبد النظر خان نے خوب کوشش کی لڑائی ہوئی بہت سے مخالف مارے گئے

اور بقیہ بھاگ گئے ادھر سے نامی آدمیون مین سے کفایت خان کے بیٹے مرزا کے سر مین گولی لگی اور مارا گیا اور سید معز الدین خان جماعہ دار کا بیٹا مارا گیا اسکے بعد خواجم قلی خان اور احمد میر خان دیوان کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا جسکی وجہ ناصر جنگ کی فرانسیسون کے مقابلے مین زبونی کی شہرت تھی پس جو لوگ ناصر جنگ کی مخالفت کی گھات مین بیٹھے ہوے تھے وہ شورہ پشتی کی تیاری کرنے لگے چنانچہ احمد میر خان نے سپاہ کی بھرتی شروع کردی اور خزانہ دروازہ قلعہ پر جہان جہان خزانہ اور توپخانہ جنسی رکھا ہوا تھا قبضہ جمالیا ہر طرف منضبوط آدمی مقرر کردیے یہان کا دستور تھا کہ عید کی نماز کو صوبہ دار سنواڑہ دروازے سے باہر جاتا اور راج پورہ دروازے سے واپس داخل ہوتا احمد میر خان کا مکان سنواڑہ دروازے کے قریب واقع تھا احمد میر خان نے عید اضحے کے موقع پر اپنے دروازے کے چارون طرف سے توپین۔جزائل۔رام جنگی اور شیر بچے لگادیے اور آدمی بٹھا کر انتظام کرلیا تھا۔تاہم ناظم صوبہ سنواڑہ دروازے ہی سے عید قربان کی نماز کو گیا۔جب نواب ناصر جنگ کو دونون کے اختلاف کا حال معلوم ہوا تو دونون کو تہدیدی احکام لکھے۔

ناصر جنگ کے قتل کی سازش اور اس مین اعدا کی ناکامیابی

قوم نوائت اور ناصر جنگ کے بعض رشتہ دارون نے صلاح کی کہ سعد اللہ خان مظفر جنگ کو چھڑالین خصوصًا رام داس پنڈت کہ دیوان ریاست کی پیش دستی مین کام کرتا تھا اس کام کے واسطے زیادہ کوشش کر رہا تھا اور سعد اللہ خان مظفر جنگ کو ارکاٹ کے قلعے مین سے نکالنے کی فکر کی چنانچہ یہ بندوبست کیا کہ ایک کدالے انکے پاس بھیجین جس سے وہ آہستہ آہستہ قلعے کی دیوار چھیلتے رہین جب تھوڑا سا عرض باقی رہے تو ایک اونٹ اور سامان دیوار کے پاس پہنچا دیا جاے گا کہ تمام دیوار کھود کر اور اونٹ پر بیٹھکر وہ پانڈیچیری کو بھاگ جائین محافظون کو اس کا پتا لگ گیا انھون نے یہ واقعہ میر نجف علی خان تک پہنچایا جسکے سپرد سعد اللہ خان کی حراست تھی اور اس کا بھائی میر محب علی خان اس حراست کے کام پر متعین تھا اسنے نواب کے پاس جاکر انسے سارا ماجرا کہدیا اسکے بعد محافظت مین اتنی کوشش شروع ہوئی کہ جب مظفر جنگ قضاے حاجت کو جاتے اسوقت بھی آدمی ساتھ رہتا جب یہ تدبیر کارگر نہوئی تو مفسدون نے ناصر جنگ کے قتل کی صلاح کی چنانچہ مرزا محمد خان بخشی و شاہ بیگ خان خانساماں و شیخ محمد سعید رسالہ دار وغیرہ افسرون نے اسپر اتفاق کرلیا اور ہمت خان افغان نواب کرنول و عبد النبی خان حاکم کڑپا و عبد الحکیم خان زمیندار سانورا

سب اس مشورہ مین شریک ہوگئے اور ڈوپلے اور چنداصاحب کو لکھا اور باہم اتفاق کرلیا اور یہ مقرر ہوا کہ جو کچھ ناصر جنگ کے خزانے اور جواہر خانے مین ہے اسکو باہم بانٹ لین گے اور دریاے کشنا کے پار سارا ملک پٹھانون کو دیا جاے گا اور تمام بندرگاہین فرانسیسون کو ملین گی اور دریاے کشنا کے اس پار مظفر جنگ کی حکومت رہیگی جب یہ راز کسیقدر برملا ہوا اور میر نجف علی خان کو اسکی اطلاع ہوئی جسکے سپرد ناصر جنگ کی ساری سپاہ تھی تو اُسنے ناصر جنگ سے سارا حال کہدیا مگر ناصر جنگ نے اپنی صفائی طینت سے جواب دیا کہ ہم نے انکے ساتھ کونسی بدسلوکی کی ہے جو ایسی غداری کرینگے چند روز کے بعد حیلہ بازون نے میر نجف علی خان کو جو ناصر جنگ تک تمام حال پہنچا دیا کرتا تھا دربار سے علیحدہ کرنے کی تدبیر کی۔ موقع پاکر ایک روز ناصر جنگ سے عرض کیا کہ میر نجف علی خان کے پاس عمدہ سپاہ جمع ہے اور خود بھی دلاور آدمی ہے مدت سے سردار جابجا فتوحات کے لیے گئے ہوے ہین ان سے کوئی کام نہ نکلا اور عرصے سے محمد علی خان مورچہ بندی کیے ہوے ترواَدی مین پڑا ہے اور اسکے ہاتھ سے بھی کچھ ظہور مین نہ آیا اگر وہان میر نجف علی خان بھیجدیا جاے تو فرانسیسون کو جلد مغلوب کرے ناصر جنگ نے کہا کہ یہ مشورہ بہت مناسب ہے چنانچہ میر نجف علی خان کو بلاکر حکم دیا اسنے عرض کیا کہ اس شرط سے مین اس مہم پر جاتا ہون کہ تمام امرا کو واپس بلا لیا جاے اور مجھے بھیجدین تاکہ جو کوئی کام ظہور مین آے میرا نام ہو اس جواب سے ناصر جنگ ناخوش ہوے یہ سوال وجواب ۲۰ ماہ رمضان سنہ ۱۱۶۳ ہجری کو ہوے تھے غدارون نے یہ قرار دیا کہ ناصر جنگ جب عیدگاہ کو نماز کے لیے جائین تو وہان قتل کردیے جائین۔

اہل غرض نے نواب سے پھر عرض کیا کہ میر نجف علی خان نے آپکے فرمانے کی تعمیل نہ کی ناصر جنگ انکے مکروفریب سے غافل تھے دوسرے دن میر نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ ہماری خاطر سے تم وہان چلے جاو چونکہ خان مذکور کو واقعہ عید کی اطلاع مل چکی تھی یہ بات تو اسنے بیان نہ کی اس غرض سے کہ دل اُن کا کبیدہ ہوجاتا دوسری تکالیف شاقہ بیان کرنے لگا چنانچہ عرض کیا کہ اول تین لاکھ روپے خزانے سے خرچ فوج کے لیے مرحمت ہوجائین دوسرے دو بڑی بڑی نامی توپین ہمراہ کی جائین اور جسقدر فوج محمد علی خان کی ماتحتی مین ہے میرے تابع رہے چونکہ ناصر جنگ کی موت قریب پہنچی تھی سب باتین قبول کین تب بھی خان مذکور نے اتنا ٹالا کہ کہا کہ عید کی نماز کے بعد روانہ ہونگا۔ غرض یہ تھی کہ عیدالفطر کی نماز سے فارغ ہوکر نواب صاحب کو دولت خانے مین پہنچاکر جاوے۔ چار گھڑی شب باقی رہے کوچ کا نقارہ بجوایا اور بہیر وبنگاہ کو روانہ کردیا صبح کے قریب نواب کو خبر ملی کہ محمد علی خان کو فرانسیسون نے تباہ کردیا یہ سنتے ہی نواب نے شاہ نواز خان وموسوی خان ومستعد خان وسید دائم ومحمد انور خان ومرزا محمد خان وغیرہ

بلایا اور میر نجف علی خان کو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا کہ روانگی ملتوی کرکے جلد ہمارے پاس آجاے جب تمام آدمی دربار مین جمع ہو گئے تو ناصر جنگ نے آنکھون سے آنسو جاری کرکے اور حیرت مند ہو کر کہا کہ یہ کیا آفت ہے کہ بیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے چار ہزار تلنگون اور فرانسیسون سے بھاگ نکلے اور تمام لشکر پست ہو گیا اب مین عید کی نماز کو نہ جاؤنگا بلکہ فرانسیسون کی جانب کوچ کرونگا سردارون نے کہا کہ عید کی نماز پڑھکر اُدھر روانہ ہو جیے نواب نے قبول کر لیا ملالت دلی کے ساتھ نماز کو گئے میر نجف علی خان نے ایسا انتظام کیا تھا کہ کوئی ناصر جنگ تک نہ پہنچ سکا اور بخیریت واپس ہو گئے اس عرصے مین خبر آئی کہ فرانسیسون نے قلعہ چنجی بھی لے لیا اور چیت پیٹ کے پاس پہنچ گئے ہین اور ان کا ارادہ ہے کہ شہر ارکاٹ پر شبخون مارین اس کام مین ان لوگون کا اشارہ شامل تھا جو نواب سے نفاق رکھتے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی چوتھی شوال ۱۱۶۳ھ ہجری کو چاشت کے وقت عین شدت بارش مین ناصر جنگ نے ارکاٹ سے کوچ کیا وہ یہ سمجھے کہ میری چڑھائی کی دھمکی کچھ ڈوپلے کی سختی کو ڈھیلا کر دیگی کچھ مین اسکے ساتھ نرمی کرونگا تو صلح کا معاملہ ہو جاے گا اس لیے دو اپنے سفیر بنا کر ڈوپلے کے پاس صلح کا پیام لیکر بھیجے ڈوپلے نے یہ دیکھ کر کہ شکار دام کے قریب آیا اور منھ پھیلایا اور پہلی درخواستون پر یہ اور درخواست بڑھائی کہ شہر مچھلی پٹن اسکو دیدیا جاے اور قلعہ چنجی فرانس والون کے قبضے مین اسوقت تک رہے جب تک ناصر جنگ اورنگ آباد جائین ناصر جنگ نے یہ درخواستین قبول نہین کین اور انھون نے سید شریف کو برار کا صوبہ دار بنا کر ادھر بھیجدیا اور ابو الخیر خان کو معزول کرکے سید لشکر خان کو اورنگ آباد کا ناظم بنا کر روانہ کیا ابو الخیر خان اپنے قبائل کے پاس کہ برہانپور مین تھے آکر رہنے لگے۔

فرانسیسون سے جنگ کے لیے ناصر جنگ کی ارکاٹ سے روانگی اور راستے مین کئی قلعون پر اُن کی طرف سے فوج کشی

جب نواب ناصر جنگ نے فرانسیسون کی مہم کے لیے روانگی کا ارادہ کیا تو اسوقت انکے پاس سپاہ کم تھی تمام فوج و سپاہ چراگاہون کو گئی ہوئی تھی تھوڑے سے آدمی ساتھ تھے مگر نجف علی خان کی تمام و کمال سپاہ موجود تھی محمد علی خان بھی بھاگی ہوئی فوج لیکر آگیا تین چار دن مین چارون طرف سے سپاہ جمع ہو گئی کثرت بارش کی وجہ سے نواب کا لشکر پندرہ دن مین تیس میل چلا فرانسیسون نے

۱۱۵ یہ بیان راحت افزا مین ہے جو محمد علی ابن محمد صادق حسینی نے نواب میر نجف علی خان بہادر شمشیر جنگ کے حکم سے لکھی ہے ۱۲

یہ خبر سنی تو قلعہ جیت بیٹ سے اُٹھکر قلعہ چنجی مین متحصن ہوگئے یہ قلعہ بہت مستحکم تھا ایک طرف اسکے پہاڑ تھا بالا حصار اس کا جس کا نام راج گیدہ تھا کمال مضبوط تھا ایک تختے پر راستہ مقرر تھا اگر تختہ کھینچ لیا جاتا تو پھر کوئی اوپر نہین چڑھ سکتا تھا جب وہ قلعہ فرانسیسون نے لے لیا تو ناصر جنگ کی تمام ہمت اُسکی تسخیر پر مصروف ہو گئی چنانچہ اس قلعے کی فتح تدبیر نقل مجلس تھی اسی عرصے مین یہ خبر آئی کہ فرانسیسون کے دو گروہ ہوگئے ہین ایک گروہ قلعہ چنجی مین مقیم ہے اور دوسرا گروہ قلعہ سلٹ کھیڑہ مین چلا گیا ہے ان کا یہ ارادہ ہے کہ اگر نواب ناصر جنگ قلعے کی فتح کا ارادہ کرین اور چنجی کا محاصرہ کرین تو سلٹ کھیڑہ انکے لشکر کے عقب مین واقع ہوگا اور اس طرح دونون طرف سے انکو گھیر لیا جاے گا رسد اور غلہ اور دانہ وچارہ بند کرکے لشکر کو عاجز کردیا جاے گا اور دونون طرف سے شبخون مارینگے۔

جب ناصر جنگ کو یہ حال معلوم ہوا کہ فرانسیسی میرے لشکر کو دو طرف سے ستانے کی فکر مین ہین تو میر نجف علی خان کو قلعہ شکنی کا بہت سامان دیکر سلٹ کھیڑہ پر دھاوے کا حکم دیا اور خود قلعہ چنجی کے محاصرے کو بڑھے میر نجف علی خان خدا پر توکل کرکے قلعہ سلٹ کھیڑہ کی طرف روانہ ہوا تمام لشکر تعجب کرتا تھا کہ ایسا مستحکم قلعہ اور اسکی حراست فرانسیسون کے ہاتھ مین ہے نجف علی خان اسکو کیسے فتح کرسکے گا راستے مین قلعہ ارنی تھا میر نجف علی خان نے سے فتح کیا یہان بہت سا مال واسباب حاصل ہوا۔ اور وہان نائب رکھکر چودھوین شوال کو قصبۂ کلپاک مین جہان فرانسیسون کا تھانہ قائم ہوگیا تھا جا پہنچا ایک پہر مین اسے فتح کرکے پچاس فرانسیسی اور سو تلنگے گرفتار کیے یہان بھی تھانہ قائم کرکے ۱۶ شوال کو قصبہ ترنامل پر آیا کہ جو نہایت معمور تھا اس مین ایک گڑھی زمین دوز درمیان مین واقع تھی یہان کے فوجدار بہادر خان نے دو کوس سے استقبال کیا اور کہا کہ مین نے اپنی آبرو بچانے کو فرانسیسون کا تھانہ اس آبادی مین قائم کرلیا ہے میرے قصور کو معاف کیا جاے میر نجف علی خان نے یہان بھی کلپاک کی طرح تھانہ قائم کیا۔ خان مذکور نے یہان کے ایک شخص بہادر خان نام سے سلٹ کھیڑے کا حال دریافت کیا کہ اسکی مضبوطی کیسی ہے اسنے کہا کہ نہایت مضبوط قلعہ ہے اور اس مین توپین اور رہکلے اور بان اور آزوقہ کثرت سے جمع ہے اور فرانسیسون کی طرف سے تلنگے رہتے ہین اور وہ نواب ناصر جنگ سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہین تمھارے ساتھ تو بہت کم سپاہ ہے جسکے اعتماد پر تمنے اس قلعے کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے بہتر یہ ہے کہ اُدھر سپاہ نہ لیجائیے مگر اس بات سے میر نجف علی خان ذرا ہراسان نہوا فوج کو مرتب کرکے آگے کو بڑھا۔ چونکہ قلعہ سلٹ کھیڑہ ترنامل سے چھ کوس کے فاصلے پر تھا آج کی منزل تین کوس کی تھی

صبح کو سوار ہوا اسکے ساتھ قواعددان سپاہی اور گولہ انداز کل ایک ہزار کے قریب تھے ایسے پہاڑون سے جدھر سے پیادہ بھی بمشکل گذر سکتا تھا راستہ طے کیا آپ تو قلعے کے مقابل کھڑا رہا پیادون کو کہا کہ جب ہمارے مقابلے کو فرانسیسی نکلین تو تم دوسرے رستے سے قلعے کی تلمیٹی مین پہنچکے جسے پاؤ لوٹ لو اور مار ڈالو تدبیر تقدیر کے موافق تھی جونہی کہ نجف علی خان قلعے کے مقابل فوج جما کر کھڑا ہوا فرانسیسی جوق جوق قلعے سے نکلکر تلمیٹی سے ایک کوس بڑھکر مقابل ہوے پیادے میدان خالی پاکر تلمیٹی مین پہنچ گئے اور لوٹ مار کرنے لگے جب فرانسیسیون نے یہ حال سنا گھبراکر اپنے بال بچون کی فکر مین واپس ہونے لگے اور تلمیٹی کی طرف چلے باقی لڑتے رہے اس میر نجف علی خان نے جلادت کرکے دھاوا کر دیا سات سو آدمی مارے گئے باقی بھاگ نکلے اور میر نجف علی خان مارتا ہوا قلعے کی تلمیٹی مین داخل ہوگیا چار سو فرانسیسی اور تلنگے قلعے مین باقی تھے انھون نے قلعے کے دروازے کو پتھرون اور مٹی سے بند کرکے لڑائی شروع کردی میر نجف علی خان نے ہمت کرکے لڑ کر دوپہر کے عرصے مین قلعے کی نسبت بلندی پر قبضہ کرکے مورچے جمادیے اس عرصے مین کثرت سے مینھ پڑا ہوا تیز چلنے لگی آدمی ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو یہ مشورہ قرار پایا کہ مورچے بدستور قائم چھوڑکر خود تلے اتر آئین اور زخمیون کی مرہم پٹی اور کشتون کی تجہیز و تکفین کرین جب رات ہوگئی تو تمام رات مورچون کا سامان مہیا کرنے لگے صبح کے وقت صفین جماکر قلعے کے آس پاس پھرے لیکن مورچے قائم کرنیکی جگہ نہ پائی ناچار اسی راہ سے کہ جہان رات کو مورچے قائم کیے تھے یورش کی اور اتنی کوشش کی کہ دن بھر لڑتے رہے یہان تک کہ سہ پہر کے وقت سپاہ قلعے کے قریب پہنچ گئی قلعے سے برابر آگ برس رہی تھی مگر محاصرین شجاعت شعاری کرکے برابر مورچے بڑھاے جاتے تھے چار گھڑی دن باقی تھا کہ میر نجف علی خان اور دوسرے جماعہ دارون کے نشان قلعے کی دیوارون کے تلے پہنچ گئے سید محمد ٹنڈ نامی تلنگون کا افسر تھا اُسنے اس معرکے مین خوب داد شجاعت دی کہ اول دیوار کے تلے اپنی جمعیت کے ساتھ پہنچ گیا بعد اسکے دوسرے بہادر بھی اس سے آکر مل گئے اس عرصے مین ہرکارون نے خبر پہنچائی کہ قلعے والون کے لیے کمکی فوج فرانسیسون کی طرف سے آرہی ہے اور لشکرگاہ جو قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اسکو لوٹ لینے کا ارادہ ہے اس خبر سے دل پر بڑا صدمہ گذرا قریب تھا کہ قضیہ برعکس ہوجاے میر نجف علی خان نے اپنے چھوٹے بھائی میر حسن علی خان کو سو آدمی دیکر مقابلے کو بھیجا اسنے جلد پہنچکر انکو تباہ کردیا اس تردد مین رات ہوگئی اور بہت تاریکی چھاگئی علاوہ اسکے ہوا اور بادل اور بجلی کی کڑک شدت سے تھی میر نجف علی خان نے دو سیڑھیان پہلے بنوا رکھی تھین انکو قلعے کے تلے لگاکر اول پانون اپنا رکھا اور قلعے پر چڑھ گیا پھر اسکے تمام آدمی چڑھ گئے اور قلعے مین کود کر ایسی شمشیر زنی کی کہ

سب کا صفایا ہو گیا یہ فتح ۴ ذیحجہ ۱۱۶۳ ہجری کو یکشنبہ کے دن دو پہر کے وقت حاصل ہوئی اور اسی وقت سونے چاندی کی کنجیاں بنوا کر نواب ناصر جنگ کے پاس مع فتح کی عرضی کے شتر سوار کے ہاتھ بھیجی شتر سوار پہر رات گئے وہان پہونچا نواب نے اسی وقت جشن ترتیب دیا اور نوبت وشادیانے بجوائے اور سب خاص خاص آدمیون کو بلا کر میر نجف علی خان کی بہادری وتدبیر و تہور کے قصے بیان کرتے رہے خواص وعوام نے نذرین دکھائین۔ صبح کو ناصر جنگ نے شمشیر اور گھوڑا اور خلعت خاصہ اور خطاب خانی میر نجف علی خان کے لیے بھیجا اور اس قلعہ مفتوحہ کا نام **نجف گڑھ** رکھا اور قلعے مع اسکے علاقے کے میر نجف علی خان کی جاگیر مین دیدیا۔

اس اثنا مین میر مظفر نامی تورانی جماعہ دار باشندہ سیکاکول کہ متمول آدمی تھا اور اسکے ساتھ رفقا زیادہ تھے نواب ناصر جنگ کے پاس آیا اور کہا کہ جسقدر مغل آپ کی سرکار مین ملازم ہین میرے ہمراہ کر دیجیے مین فرانسیسون کو تباہ کر دونگا نواب نے یہ بات پسند کی اور بخشیون کو حکم دیا کہ جسقدر مغل یہان نوکر ہین سوائے مغل خاص برادری کے انکے نام لادین چنانچہ وہ لوگ فرد لکھ کر لائے تو ۲۲ سو آدمی ایسے نکلے تمام مغلون کی سرداری میر مظفر کے نام مقرر ہو گئی اور حکم ہوا کہ یہ سب فرانسیسون پر یورش کرین میر مظفر ناصر جنگ کے لشکر سے رخصت ہو کر ان فرانسیسون پر حملہ آور ہوا جو ترہی وادی مین پڑے ہوے تھے اور یہ مقام ناصر جنگ کے لشکر سے آٹھ کوس کے فاصلے پر واقع تھا بہت سے دشمن مارے گئے اور اکثر نے تالاب مین کود کر جان دی میر مظفر نے انکے سر ناصر جنگ کے پاس بھیجے جنہون نے اسکو پانصدی منصب اور ہمراہیون کو اضافے دیے اسکے بعد میر مظفر ایک گرجے مین فرانسیسون پر حملہ آور ہوا فرانسیسون کی طرف سے گولی اسکی پیشانی مین لگی ملک عدم کو راہی ہوا پھر سید امیر شاہ نامی رسالہ دار **شیو گنجی** اور **بشن کنجی** کی تسخیر کے لیے مامور ہوا کچھ کوشش نہ کی ناکام واپس آیا۔

ناصر جنگ کا قلعہ چنجی پر حملہ

اس عرصے مین ناصر جنگ ارکاٹ سے چل کر قلعۂ چنجی کے پاس پہنچ گئے اور قلعے کے فتح کرنے کا سامان کیا **مقدمۃ الجیش** مین راجہ رام چندر پسر چندر سین کو پانچہزار سوار اور پانچہزار پیادون کے ساتھ مقرر کیا اور سیدھے **ہاتھ** کی طرف جانوجی کو چار ہزار سوار اور چار ہزار پیادون کے ساتھ متعین کیا اور انکے سامنے بیرنایک وبادہ نایک اور دوسرے زمیندار پانچہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادون کے ساتھ مقرر ہوے اور الٹے **ہاتھ** کی جانب ہمت خان

وعبدالنبی خان وعبدالحکیم خان حاکمان کرنول وکڑپا وسانور مقرر ہوے اور انکے سامنے چھپن باؤ کھنڈا کلنہ اور بلجے راو کاسلرو اربھرجی ودمراری راو وغیرہ پانچہزار سوار اور دس ہزار پیادون کے ساتھ متعین ہوے اور **عقب لشکر** مین غلام مرتضے وغیرہ مقرر ہوے **قلب لشکر** کے سامنے شاہ نواز خان اور بخشی بیگ پانچہزار سپاہ کے ساتھ مقرر ہوے۔ جزائل اور توپین وغیرہ آلات جنگ سیدھے ہاتھ کی طرف رحیم اللہ خان وخواجہ امام اللہ خان پسر قسورہ جنگ اور سری رنگ پٹن کے دیوان بھریا وغیرہ کی نگرانی مین مقرر ہوے اور انکے ساتھ دس ہزار سوار و پیادے متعین ہوے۔ ناصر جنگ نے اپنے اور مقدمۃ الجیش کے درمیان توپ اور رہکلہ وجزائل وغیرہ کی افسری خان عالم وقاضی دائم کے سپرد کی اور انکے ساتھ دو ہزار پیادہ و سوار تھے۔ اور سف شکن خان ویعقوب خان وغیرہ پانچہزار سوارون کے ساتھ **ہر طرف کی فوج** کو مدد دینے کے لیے مامور ہوے ناصر جنگ نے اپنے ہاتھی کے پیچھے میرزا محمد خان بخشی وشاہ بیگ خان خانسامان اور شیخ محمد سعید رسالہ دار اور دوسرے امرا کو دس ہزار سوارون کے ساتھ رکھا اور قلعہ جنجی پر گولہ باری شروع ہوئی جو کہ قلعے سے گولے متواتر پڑ رہے تھے کوئی یورش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

قلعہ جنجی سے نو کوس پر **بیل پور** تھا اور یہان سے قلعہ پانڈیچری بارہ کوس پر تھا پانڈیچری سے ڈوپلے پے در پے کمک بھیج رہا تھا اور مظفر خان گاردی کے ہمراہ گولہ بارود اور فرانسیسی سپاہی پہنچتے تھے مظفر خان پانڈیچری سے چلکر بیل پور مین پہنچ جاتا اور وہان سے راتون رات چل کر صبح کو جنجی مین آجاتا اور ایک روز جنجی مین ٹھہر کر لوٹ جاتا اس طرح دس دن تک لڑائی رہی اور کوئی صورت فتح کی میسر نہوئی۔

برسات وغیرہ کی وجہ سے ناصر جنگ کے لشکر پر مصائب

آسمان سے مینہ خوب برس رہا تھا۔ دریاؤن کے بیچ مین لشکر گھر گیا آمد و رفت اطراف سے مسدود ہوئی کھانے پینے کی چیزون کی نایابی وباء بیماری نے زور کیا فرانسیسون نے ناکون اور راستون پر حفاظت کرلی تھی برسات اور قحط اور وبا سے بڑھکر ناصر جنگ کے جانی دشمن پٹھان نواب تھے وہی انکی آدھی فوج پر حکمرانی کر رہے تھے جو ڈوپلے کے ساتھ سات مہینے سے سازش رکھتے تھے غلہ ایسا گران ہوگیا تھا کہ ایک روپے مین ایک آدمی کا پیٹ نہ بھرتا تھا قلعہ جنجی کے بازو پر لشکر نواب کے سامنے دریاے چکرہادی طغیانی پر تھا اس کا عبور مشکل تھا اور دریاے مذکور کے اس طرف قلعہ بیلپور سے مظفر خان گاردی کے ساتھ پانڈیچری

سے کمک آنے کے لیے میدان خالی تھا اور چنچی کے پیچھے سے **پالہ اٹو الم** ایک زمیندارہ واقع تھا اور زمیندار یہان کا پچاس ہزار پیادے اور دو ہزار سوارون کے ساتھ ناصر جنگ کی تقویت مین کوشش کر رہا تھا اسکے عین زمیندارے مین قلعہ **کلول کھیڑہ** واقع تھا اور یہ نہایت مستحکم قلعہ تھا اور نہایت دشوار گذار تھا یہ قلعہ زمیندار مذکور کے قبضے مین تھا اور میدان مین اسکے متصل پانچ کوس پر قلعہ **دردا** اور نہایت مضبوط واقع تھا قلعہ ترچناپلی کا راستہ ادھر ہو کر تھا فرانسیسون نے اپنا تھانہ وہان بٹھا دیا تھا بنجارے اور رسد لانے والے جو ادھر سے رسد وغیرہ ناصر جنگ کے لشکر مین لاتے فرانسیسی انھین مار ڈالتے یہان سے لٹے ہاتھ کی طرف پانچ کوس پر قلعہ **راوت بلور** تھا جو نہایت اونچا تھا یہ بھی فرانسیسون کے قبضے مین تھا غرضکہ دشمن نے ناصر جنگ کے لشکر کو مرکز کی طرح گھیر لیا تھا جب یہ خبر ناصر جنگ تک پہنچی تو سرداران لشکر کو کہا کہ ان قلعون کے لینے کی فکر کرین اور لشکر سے روانہ ہو جائین لیکن بارش کی کثرت سے کوئی باہر نہین نکل سکتا تھا اس وجہ سے ناصر جنگ نے میر نجف علی خان کو جو قلعہ سلٹ کھیڑہ عرف نجف گڑھ مین مقیم تھا لکھا کہ لشکر پر حالت تنگ ہے کوئی سردار لشکر سے چلنے کی ہمت نہین کرتا تم جرات کرکے اور اللہ پر بھروسا کرکے اول قلعہ **نروانگم** کو فتح کرکے وہان تھانہ بٹھا دو تاکہ راہ رسد غلہ کھل جائے پھر یہان سے پورے بندوبست اور ہوشیاری سے چلکر پالہ اٹوالم کو جہان کا زمیندار فرانسیسون سے ملا ہوا ہے مسخر کر لو تاکہ فرانسیسون کا راستہ کہ پانڈیچیری سے آتے ہین بند ہو جائے میر نجف علی خان یہ حکم دیکھکر روانہ ہوا اور قلعہ نروانگم کے پاس پہنچا جو مضبوط تھا اور اُسکے پاس دریا جاری تھا طغیانی کی وجہ سے اس سے عبور مشکل تھا خود گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پانی مین ڈالدیا اور میر محمد رضا خان اور میر نذر علی اپنے بھائی کو لشکر گاہ مین دریا کے کنارے عبور کے لیے چھوڑا اور آپ تھوڑے سے پیادون اور جزائل اندازون وغیرہ کو ساتھ لے کر قلعہ کے پاس پہنچا محاصرہ کر لیا قلعے سے ایک توپ چلی آخر کار اہل قلعہ تاب نہ لائے اور قلعے کو خالی کر دیا اور مخفی راستے سے نکل گئے چار گھڑی کے عرصے مین قلعہ مفتوح ہو گیا یہان تک کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہین خبر بھی نہ پہنچی میر نجف علی خان درخت کے تلے بیٹھ کر خبر فتح قلعہ کی اور نذر مبارکباد نواب کے لیے تیار کرنے لگا کہ اس عرصے مین میر نذر علی خان برادر میر نجف علی خان بھیر و بنگاہ کو لیکر آگیا لوگون کو تعجب ہوا کہ ایسا قلعہ کیونکر اتنی جلدی فتح کر لیا اور کہنے لگے کہ یہ وقت بے غمی سے لکھنے کا ہے اسنے جواب دیا کہ نواب کو فتح کی مبارکباد کی عرضی لکھ رہا ہون جب قلعے مین داخل ہوئے تو اسے غلے اور مویشی اور چارے دانے سے معمور پایا اس سامان کی وجہ سے لشکری مستغنی ہو گئے اور غلہ دوکاندارون نے اپنے تمام خالی جانورون پر لادلیا میر نجف علی خان کے لشکر کو کمال

رفاہ حاصل ہوگیا اور رسد غلہ ناصر جنگ کے لشکر مین بھی جاری ہوگئی۔ اس قلعے مین دوسو سوارون
چارسو پیادون اور پچاس تلنگون کا تھانہ قائم کیا اور ایک دن جشن کرکے فوج کو چند سردارون
کے ساتھ قلعہ راوت بلور کی طرف جو دریاسے پانچ کوس تھا بڑھایا وہان سے قلعے کے تمام مویشی
مع رعایاے پائین قلعہ کے پکڑ لاے لشکر مین گاے اور بکری چار چار آنے کو بکنے لگی یہان تک
کہ ایک روپے کو چار پانچ جانور کوئی نہین لیتا تھا جب ان فتوحات کی وجہ سے ناصر جنگ کے
لشکر مین بے فکری ہوگئی تو اب میر نجف علی خان نے فتح پالہ اٹوالم و قلعہ کلول کھیڑہ و تلکنور کا
عزم کیا۔ جب میر نجف علی خان کوچ کرکے پالہ اٹوالم پر پہنچا وہان کا زمیندار جن نا ئر تھا باوجودیکہ
بہت سے آدمی اسکے پاس جمع تھے اور بہت کثرت سے جنگل اور درخت وہان موجود تھے
لیکن ڈرکر اسنے اپنا وکیل خان مذکور کے پاس بھیجا اور اس مضمون کی عرضی لکھی کہ میرے سرپر
کوئی مالک نہ تھا کہ اسکے سامنے جان نثاری کا حق ادا کرتا مین نے آپ کا نام خوب سنا ہے آپ میرے
سرپر ہاتھ رکھین کہ آپ کے ساتھ کارنمایان کرون اور ضیافت کا سامان شاندار طور پر بھیجون اسکے
وکیل کے آنے اور اطاعت گذاری کا پیام بھیجنے سے لوگون نے تعجب کیا میر نجف علی خان نے
جواب لکھا کہ اگر تم صدق دلی سے آؤگے تو تمام تقصیرات کی معافی دیکر رعایتین کی جاوینگی یہی
بہتر ہے کہ خود آجاؤ خط کا جواب لکھکر اسکے وکیل کے ہاتھ مین دیا اور اسکو خلعت دیکر رخصت کیا
وکیل کی واپسی کے بعد وہ خود آیا اسکے آنے سے لشکر مین مسرت کی لہر دوڑگئی۔ قلعہ تلکنور یہان سے
تین کوس پر تھا اور اس مین فرانسیسون اور تلنگون کی چوکی تھی جب وہان پالہ اٹوالم کی خبر
پہنچی تو وہان کے سپاہی قلعہ خالی کرکے بھاگ گئے یہ حال میر نجف علی خان کو معلوم ہوا تو وہ خوش
ہوا اور دوسو سوار و پیادہ کا تھانہ بٹھا دیا اور وہان کا ذخیرہ لشکریون نے پہنچکر لوٹ لیا
اب میر نجف علی خان نے پالہ اٹوالم کے زمیندار کو لکھا کہ اگر تم وفاداری مین راسخ ہو تو ہمارا
تھانہ قلعہ کلول کھیڑہ مین جو تمھارے قبضے مین ہے بیٹھ جانے دو اور قلعہ جنجی کی تسخیر کی تدبیر
بتاؤ اسنے جواب دیا کہ جنجی کا قلعہ پالہ اٹوالم کی طرف سے بہت چھوٹا ہے اسکی بلندی تک
سیڑھی پہنچ سکتی ہے مین کئی سو سیڑھیان تیار کرادونگا اور فرانسیسی اس بات سے غافل
ہین سیڑھیان لگاکر قلعے والون کو مغلوب کرلینا چاہیے اس عرصے مین نواب نے میر نجف علی خان
کو حکم لکھا کہ جہان تم مقیم ہو وہان سے بیلپور کا قلعہ نو کوس ہے اور ہمارے لشکر سے بھی نو کوس ہے
لیکن ہمارے لشکر اور قلعہ مذکور کے درمیان دریاے چکراوتی حائل ہے اور اس مین طغیانی ہے
مظفر خان گاردی روزانہ پانڈیچری سے چلی کو جنجی مین رسد پہنچاتا ہے ایسی تدبیر کرو کہ قلعہ بیلپور
ہاتھ آکر اس مین تھانہ بیٹھ جاے اس خدمت کے صلے مین پانچ محال تری وادی وغیرہ کے جسکی

سالانہ آمدنی تین لاکھ روپیہ ہے جو تمھاری تنخواہ سے زیادہ ہے مہینے تم کو دیے جاہیے کہ اپنی حکومت
وہان جادو میرنجف علی خان نے اس حکم کے موافق بیلپور کی طرف کوچ کیا اس عرصے مین
مظفر خان گاردی پانڈیچری سے رسد لیکر بیلپور کے متصل پہنچ گیا تھا وہ میرنجف علی خان کے
مقابل ہوا دو پہر تک جنگ کر کے مغلوب ہو کر بھاگا اور چکرادتی مین عبور کرنے کے لیے
گودپڑا دوسرے کنارے ناصر جنگ کی فوج مقیم تھی اتفاقاً جا نوجی بنال کر اور امان اللہ خان
سپاہ کو لیے ہوے طلاسے کے طور پر دریا کے کنارے موجود تھے انھون نے مظفر خان کو تنہا
پاکر پکڑ لیا اور ناصر جنگ کے پاس پہنچا دیا اور تمام حال اُنسے بیان کیا انھون نے میرنجف علی خان
کی اسکی بہت تعریف و توصیف لکھی اسکے گرفتار ہونے کے بعد بیلپور مین تھانہ بٹھا دیا گیا
بعد اسکے میرنجف علی خان پھر پالہ اٹوالم کو چلا گیا مینہ کثرت سے برس رہا تھا یہ واقعہ ۲۲ ماہ ذیحجہ
سنہ ۱۱۶۳ ہجری کا ہے جب پالہ اٹوالم مین پہنچا تو دوسو سیڑھیان تیار ملین۔
سنہ ۱۱۶۴ ہجری مین جب عشرہ محرم پہنچا تو میرنجف علی خان مراسم تعزیہ ادا کرنے لگا عین عشرے مین
فرانسیسون نے چارون طرف سے چڑھائی شروع کر دی مگر میر مذکور نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی
جب تعزیہ عاشورہ سے فرصت ملی اور ساڑھے تین سو سیڑھیان بن چکی تھین تو اب خان مذکور نے
نواب ناصر جنگ کو لکھا کہ یہان ایسا انتظام ہوا ہے حضور فوج تیار کر کے قلعہ جنجی کے مقابل
کھڑے ہو جائین تاکہ فرانسیسی اُدھر متوجہ اور ادھر سے غافل رہین ایسی حالت مین قلعہ جنجی پر
حملہ کر کے اور اسکی فصیل پر چڑھ کر انکو قتل و اسیر کرونگا دو دن تک جواب کا انتظار کیا بعد اسکے
چار گھڑی رات رہے توپون کی آواز آئی یہ سمجھا گیا کہ نواب نے اُدھر سے حملہ کر دیا ہے تو ادھر سے
میرنجف علی خان نے بھی اپنی سپاہ کی تیاری کی صبح صادق کے وقت شتر سوارون اور ڈاک سوارون
کو چارون طرف خبر لینے کے لیے بھیجا پہر دن چڑھے خبر آئی کہ ناصر جنگ کے لشکر کو فرانسیسون
نے تباہ کر دیا میرنجف علی خان کو بہت رنج ہوا اسکو بھی چارون طرف سے فرانسیسون نے گھیر لیا
تھا اور نو لاکھ روپیہ سہ بندی کی تنخواہ کا چڑھ گیا تھا۔

ناصر جنگ کا فرانسیسون سے مقابلے کے وقت اپنے جاگیردار پٹھان کے ہاتھ سے مارا جانا

جب مظفر خان گاردی قید ہو کر مرزا محمد خان بخشی کے حوالے کیا گیا تو اس بخشی خان نے مظفر خان
سے سازش کر کے فرانسیسی گورنر ڈوپلے کو لکھا کہ ہمت خان حاکم کرنول اور عبد النبی خان

حاکم کرپا آپ سے مل جائین تو ہم ناصر جنگ کو مار ڈالین۔ مرزا محمد خان بخشی اس راز سے واقف نہ تھا کہ یہ پٹھان نواب پہلے ہی ناصر جنگ کی مخالفت مین ڈوپلے کے ساتھ ہم نوا ہین اور انکی نسبت ایسا گمان بھی نہین ہو سکتا تھا کیونکہ یہ لوگ باپ دادا کے وقت سے ریاست آصفیہ کے مرہون منت تھے اور ہمت خان کو ناصر جنگ سے بہت ربط وضبط تھا۔ مگر کہنے والے نے سچ کہا ہے ؎ کینہ و بغض وحسد جملہ بافغان دادند + سرکار نواب ناصر جنگ کا عہدہ اہلکار رام داس پنڈت بھی جو ہدایت محی الدین خان کا طرفدار تھا مرزا محمد خان وغیرہ مخالفان ناصر جنگ کا شریک مشورہ ہو گیا لیکن ڈوپلے اس وجہ سے بہت ڈر رہا تھا کہین یہ راز فاش نہو جاے اور نواب ناصر جنگ زندہ رہے تو ایک عالم تباہ ہو جاے اسنے پٹھان نوابون کو خط لکھا کہ سب ایک دل ہو کر ناصر جنگ کا کام تمام کر دوگے اور سعد اللہ خان مظفر جنگ کو انکی جگہ مسند نشین کر دوگے تو جو خزانہ ناصر جنگ کا ہاتھ آے گا باہم بانٹ لین گے اور جسقدر ملک تم چاہوگے تم کو دلا دیا جاے گا جب پٹھان نوابون کے پاس یہ خبر پہنچی تو وہ اس کام کے لیے تدبیر کرنے لگے اور لوگون کو مخفی ملانے لگے۔ ناصر جنگ کے خلاف معززین کی ایک پارٹی قائم ہو گئی جسکے ممبر پٹھان جاگیر دار اور مرزا محمد خان بخشی سائر اور جانوجی نبالکر اور شیخ محمد سعید رسالہ دار نارنولی اور شاہ بیگ خان اور رام داس پنڈت اور شجاعت خان خویشگی جماعہ دار قدیمی نواب اور راے بشنداس تھے سب یک دل ہو کر نواب کے قتل کے درپے ہوے بعض کہتے تھے کہ اس مصلحت مین محمد انور خان بھی شریک تھا ڈوپلے اپنے داؤن گھات لگا رہا تھا اور ٹٹی کی اوجھل شکار کھیل رہا تھا ادھر وہ نوابون کے ساتھ سات مہینے سے سازشون مین شریک تھا ادھر ناصر جنگ کے ساتھ عہد و پیمان ہو رہا تھا وہ سوچتا تھا کہ دونون پالون مین ایک نہ ایک ہو گی میرا تو کہین گیا نہین ناصر جنگ کا حال تنگ تھا سیکڑون آفتون اور دشواریون مین برس روز سے پھنس رہے تھے مزاج مین استقلال اور ہمت ایسی نہ تھی کہ وہ ایسے وقت کے خم و پیچ سے نکلتے ناچار فرانسیسون کی ساری درخواستین منظور کر کے اپنے سفیر ڈوپلے کے پاس پانڈیچری بھیجے ادھر یہ سفیر آے ادھر نوابون اور دوسرے برگشتہ لوگون کے پیغام آے کہ سارا کام لیس ہے ڈوپلے نے کہا کہ مین بھی حاضر ہون۔ موسیٹری لا ٹچ کو جنجی مین کہلا بھیجا کہ آٹھ سو فرانسیسی سپاہ اور تین ہزار ہندوستانی سپاہ لیکر ناصر جنگ کے لشکر کی طرف جاے اور موشیر دتول کے شریک ہو جاے ناصر جنگ ابھی اسی بھلاوے مین بیٹھے تھے کہ فرانسیسی ایسی دغا بازی نہ کرینگے کہ مجھ سے عہد و پیمان کا وعدہ کر کے میرے لشکر پر حملہ کرینگے۔ حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ ناصر جنگ کے سردار بوجہ انکی رعونت کے اُنسے ناخوش تھے کیونکہ وہ ہر ایک سے اسکے رتبے کے موافق

سلوک نہین کرتے تھے ایسے لوگون نے انھین صحیح حالات سے آگاہ نہین کیا چنانچہ ۱۴ محرم ۱۱۶۸ھ کو فرانسیسون کی آمد آمد کا غلغلہ مچا اور انھین غدارون نے نواب سے عرض کیا کہ آج فرانسیسی شبخون مارنے والے ہین رات بھر تمام لشکر تیار رہا لیکن حملہ نہوا دوسرے دن پھر شبخون کی خبرین آئین لوگون نے اڑائین اس اثنا مین مفتریون مین سے بعض نمک حرامون نے نواب سے عرض کیا کہ شاہ نواز خان بخشی لشکر مین ہین اور وہ فرانسیسون سے مل گئے ہین ناصر جنگ کو باوجودیکہ شاہ نواز خان کا بڑا اعتماد تھا لیکن رات کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آج تم یہین رہو انھون نے اپنی جگہ پر میر جلال الدین خان بخشی اور منصور خان کے دونون داماد مصطفے خان اور جان باز خان کو مقرر کر کے ناصر جنگ کی لشکر گاہ مین چلے آئے آدھی رات کو پھر فرانسیسون کی آمد آمد کی خبر ہوئی چونکہ دو تین رات سے ایسی ہی بے اصل خبرین اڑ رہی تھین تو لشکر کے آدمی استہزا کرنے لگے تھے ناصر جنگ بھی ضروری انتظام کی طرف آج متوجہ نہوے۔ راجہ رام چندر جو مقدمۃ الجیش سے آگے موجود تھا اسنے فرانسیسون کی حرکت اور افاغنہ اور جانوجی کے آدمیون کے فرانسیسون کے لشکر مین آنے جانے کا حال اپنی آنکھون سے دیکھکر نواب کے پاس آکر اُن سے کہدیا ناصر جنگ نے جانوجی کے پاس چوبدار اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا اُسنے جواب کہلایا کہ حضور کی رکاب مین دو تین لاکھ آدمی ہین اور ہم سے ہزارون جان نثار موجود ہین اول جو کچھ گذرے گا وہ ہم جان نثارون پر گذرے گا اسکے بعد حضور کے لشکر تک نوبت پہنچے گی رام چندر بچا ہے اسنے کیا دیکھا ہے لشکری ایسی خبرون پر ہنستے ہین حضرت آرام سے بے فکر رہین اس بات سے نواب کی کچھ خاطر جمع ہوئی پھر رات رہے کھانا مانگا اور تہجد کی نماز کی تیاری کی جو اُن سے کبھی ناغہ نہوئی تھی اور قضاے حاجت سے فرصت پاکر چوکی پر وضو کو بیٹھے تھے کہ پانچ گھڑی رات باقی رہے ایک مرتبہ جانوجی اور افاغنہ کی طرف سے توپ کی آواز آئی لشکریون پر ہنگامہ عظیم برپا ہوگیا۔ کہنے والون نے اسوقت ناصر جنگ سے کہا کہ ہاتھی مست ہوگیا ہے اسپر آدمی ہنگامہ کر رہے ہین انھون نے یہ بات قبول نہ کی اور سواری مانگی جب تک سواری آئے موشیر و تول کی سپاہ نواب کے ہراول کے لشکر کو شکست دیکر نصف لشکر مین گھس آئی اور توپین مارنے لگی اور جو توپین ناصر جنگ کی بھری کھڑی تھین ان کا منھ ناصر جنگ کے خیمے کی طرف کر کے فیر کرنے لگی اور ایک میل تک مفرورون پر آگ برسائی اور پٹھانون کے دولت خانے تک فرانسیسی پہنچ گئے اگر پٹھان فرانسیسون کی ہمت نہ بندھاتے تو وہ ایسا نہ کر سکتے یہان قاعدہ تھا کہ رات کو خوب پیٹ بھر کر کھاتے اور پھر اسپر افیم چڑھاتے اور صبح کے وقت ایسی خواب گران مین ہوتے کہ توپ کے گولے اور بندوق کی گولیان بھی جب تک ہزارون کو خوابگاہ عدم مین نہ سلادین وہ بستر سے نہین اٹھتے۔

قلب لشکر پر فتح کے بعد فرانسیسون نے آنکھ اٹھا کر سامنے دیکھا تو پاس ہی ایک شکر جہانتک نظر جاے کھڑا ہے یہ دیکھکر خوف پیدا ہوا مگر بیچ مین ایک ہاتھی تھا اسپر سفید جھنڈا اڑا تھا یہی نشان اٰپس مین دغا بازی اور نوابون کے ملنے کا ٹھہرا تھا اسکو دیکھکر فرانسیسون کو اطمینان ہوا جون ہی نواب کا فیل سواری پہنچا تو وہ بے تیاری کے سوار ہوگئے تین ہزار کے قریب سوار گرتے پڑتے انکے ساتھ ہوے چونکہ زیادہ عرصے سے وہان لشکر مقیم تھا اکثر آدمیون نے خیمون کے سامنے کنوین اور چشمے کھدوا لیئے تھے اسوجہ سے ہزارون سوار اُن مین گر پڑے نواب کی خواصی مین اسوقت فتح الدین خان عرض بیگی بیٹھا ہوا تھا ناصر جنگ نے ہاتھی فرانسیسون کے بیچ مین پہنچا دیا اکثر فرانسیسی مارے گئے اور اکثر بھاگ کر ناصر جنگ کے خیمون پر جا پڑے اور شکر کے پیچھے سے بھی چار ہزار تلنگے اور ہزار فرانسیسی آگئے اور منافقون کے اشارے سے ہر جگہ گھس گھس کر لوٹنے لگے جب ناصر جنگ نے دیکھا کہ اسوقت کوئی شریک نہین ہوتا اور تمام سردار منحرف ہین تو انھون نے یہ خیال کیا کہ ہمت خان افغان کے ساتھ بہت سی رعایتین کی ہین اور اسکو قید سے رہا کر کے اسکے ساتھ احسان کیے ہین شاید وہ جرات کر کے فرانسیسون کا مقابلہ کرے لڑتے ہوے ہمت خان تک پہنچے اس عرصے مین ناصر جنگ کے اکثر رفیق گولے اور گولون سے مارے جا چکے تھے نو ہاتھی بھی گولون سے گر گئے بڑی کوشش سے دو ہزار سوارون کے ساتھ ہمت خان تک پہنچے وہان جا کر دیکھا کہ تمام پٹھان نواب ہاتھیون پر سوار اپنا سارا لشکر تیار رکھے کھڑے ہین مگر ایک گولی نہین چھوڑتے۔ سرو آزاد مین لکھا ہے کہ جون ہی ناصر جنگ کا ہاتھی ہمت خان کے ہاتھی کے قریب پہنچا تو نواب نے بطور تواضع کے پہلے سلام کو ہاتھ اُٹھایا لیکن ہمت خان کی طرف سے آداب سلام عمل مین نہ آیا جو کہ ابھی پورا دن نہ نکلا تھا ناصر جنگ نے سمجھا کہ مجکو پہچانا نہین ہوگا اس لیے اپنے آپ کو نمایان کرنے کے لیے عماری سے قدرے بلند ہو کر اونچی آواز سے کہا کہ بھائی یہ وقت کوشش و مردانگی کا ہے دشمن کو دفع کرنے کے لیے آمادہ ہونا چاہیے اسوقت ہمت خان و عبدالنبی خان اور عبدالمجید خان کا بیٹا بہلول خان تینون مل کر ناصر جنگ کے ہاتھی کے پاس آے دیکھا کہ اسوقت انکی رفاقت مین کوئی نہین ہے ہمت خان نے شیر بچہ جو ہاتھی پر پاس رکھا ہوا تھا چھاتی مین مارا جیسا کہ راحت افزا مین ہے اور مولوی غلام علی آزاد کہتے ہین کہ اسوقت ہمت خان اور اسکی خواصی کے آدمی نے بندوقین مارین دونون گولیان ناصر جنگ کے سینے کے پار ہوگئین اور جان نکل گئی۔ فتح الدین خان ناصر جنگ کے سینے پر پانون رکھکر کوشش کر کے تلے کود گیا اسوقت پٹھانون نے اسکے بھی تلوار ماری جو زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا لیکن زندہ رہا اس جگہ حاجی سبحانی قوال جو تانسین کی اولاد سے تھا اور ناصر جنگ کے نقار خانے کا

داروغہ تھا مارا گیا اور مرزا محمد خان بخشی سائر با وصف پٹھانون اور فرانسیسون سے موافقت کے
ہاتھی سے کود کر بھاگا اسوقت نواب کے ساتھ ایک سپاہی نے جو پاس کھڑا تھا یہ کہکر کہ مالک
کی یہ نوبت پہنچی اور تو سائر کا بخشی ہے اور بھاگتا ہے اسکے تلوار ماری جسنے صرف کان کی لو کو
کاٹا اور وہ صحیح سالم نکل گیا محمد انور خان ناصر جنگ و صلابت جنگ و اسد جنگ و بسالت جنگ
کی بیگمات کو لے کر راجہ رام چندر کے لشکر مین جو سات ہزار سوارون کے ساتھ مقدمہ لشکر
مین کھڑا تھا پہنچ گیا اسنے ان سب کو اپنے لشکر کے بیچ مین حفاظت سے رکھا دوسرے رسالدارون
اور بخشیون مین سے بعض بھاگ گئے اور بعض زخمی ہوکر گر گئے محمد ماہ کہ اول اُسکا خطاب
نصیب یار خان اور پھر ظفر یار خان ہوا تھا بندوق کی گولی سے گر گیا اور چند روز کے بعد مر گیا
سید ہاشم کے ایک گولی کی جھپٹ دور سے لگی تھی چندان زخم کاری نہ تھا بھاگ گیا۔

ہمت خان وغیرہ پٹھان یہ کام کرکے دل مین بہت خوف زدہ تھے کہ دیکھیے نواب کا لشکر
ہم سے کس طرح پیش آتا ہے اور مبادا تمام سپاہ ہم سے مخالفت کرکے امراے صاحب ہمت کے
شریک ہوکر ہم سے مقابلہ شروع کردے اس لیے ان لوگون نے جلد سعد اللہ خان مظفر جنگ کے
ہاتھی کو سامنے لاکر انکو انکے ہاتھی سے اتار کر ناصر جنگ کے ہاتھی پر بٹھا دیا مظفر جنگ اس وقت
پردہ پوش عماری مین بیٹھے ہوے کیونکہ وہ قید کی حالت مین تھے اور ناصر جنگ کا سر کاٹ لیا اسوقت
ناصر جنگ کے فیلبان چاند خان نے ہمت کرکے ایک پٹھان کا جو سر کاٹنے آیا تھا کام تمام کر دیا اور
دوسرے پٹھان نے اسے مار ڈالا اور ناصر جنگ کا سر ایک اونچے علم کی نوک پر نصب ہوکر سارے
لشکر مین پھرایا گیا۔ اُنکے مرتے ہی سارا لشکر پریشان ہوا کیونکہ مشرق مین قاعدہ ہے کہ افسر کا مارا جانا
ساری سپاہ کی شکست کے لیے کافی ہوتا ہے لشکر مین عجیب تلاطم پیدا ہوگیا بیس بیس کوس تک
پریشانی پھیل گئی تھی خان عالم و شیخ علی جنیدی کہ ناصر جنگ کی تلاش مین آے تھے ان کا سر نوک
نیزہ پر دیکھکر بھاگ گئے اور اب دن نکل آیا تھا اور یہ صبح چہارشنبے کی اور محرم کی سولھوین تاریخ
سنہ ۱۱۶۴ ہجری تھی پچھلے دن مین سر کو لاش سے سی کر اورنگ آباد کو بھیجدی۔ محمد انور قوال ناصر جنگ
کی سرکار مین معزز نوکر تھا اور اس کا بیٹا اور باپ بھی سرفراز تھے یہان تک کہ اسکو تین سو سوار دیکر
ایک گڑھی پر بھیجا تھا وہان لڑ رہا تھا جب اسکو ناصر جنگ کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تو وہان سے
آکر نواب کی لاش کے ساتھ اورنگ آباد کو چلا گیا جس منزل مین ان کا تابوت ٹھہرتا وہان کے
لوگ ٹیکتا وہان نقارہ اور جھنڈی نصب کر دیتے تھے اور فاتحہ دیتے تھے۔ یہ رسم اس ضلع کے
ہندو مسلمانون مین جاری ہوگئی تھی۔ خلد آباد مین مرقد شاہ برہان الدین غریب مین آصف جاہ
کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ آصف جاہ کی قبر سے بائین طرف چند قدم

فاصلے پر ناصرجنگ کی قبر ہے ولی بیگ بیاول جو ساتھ تھا وہ ناصرجنگ کی قبر پر مجاور بن گیا لفظ حُسنِ خاتمہ (۱۱۶۴) مادۂ تاریخ مقتولی ہے اور لقب بعد الوفات نواب شہید ہے انکے صرف ایک بیٹی تھی نواب بیگم دختر روشن الدولہ طرہ بازخان کے بطن سے اس لڑکی کا عقد نکاح قمرالدولہ سے ہوا تھا۔ قلعہ جنجی کے پاس پانڈیچری سے بیس کوس پر مارے گئے جیسا کہ خزانۂ عامرہ مین ہے اور سروآزاد مین بیان کیا ہے کہ ناصرجنگ سرزمین لکریٹ پلی مین جو رائے چوٹی سے پانچ فرسخ پرہے اور دورہ کمارکا لوہ سے ایک فرسخ کا فاصلہ رکھتی ہے مارے گئے تھے۔ فرانسیسون نے اپنی عظمت وشوکت دون پر جھلانے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ناصرجنگ کی قتلگاہ پر ایک شہر بسایا اور اس کا نام فتح آباد ڈوپلے رکھا اور اس مین ایک منارہ بنایا جسکے چارون طرف چار زبانون فارسی۔ ملایا۔ ہندوستانی اور فرانسیسی مین اپنا نام اور اس معرکے کا حال کندہ کرایا اور اس طرح اپنی یادگار کا مجبر بنایا۔

قمرنگر عرف کرنول اور کڑپا وغیرہ کے پٹھان جاگیردارون کے دلون مین عداوت کی بنیاد

نواب ناصرجنگ کے ساتھ دغابازی کا بیج دراصل پٹھان جاگیردارون کے دل مین عبدالمجید خان نے بویا تھا اس کا دادا عبدالکریم خان میانہ سلاطین بیجاپور کے امرائے اعظم سے تھا اور اس وقت اسکی اولاد کرناٹک مین بنکاپور وغیرہ کی حاکم تھی عبدالمجید خان نے اپنے بیٹے بہلول خان کو نعیب یا ورخان کی اتالیقی مین ناصرجنگ کے پاس بھیجا تھا اور در پردہ اپنے بیٹے اور افغانون کو مخالفت پر آمادہ کرتا رہتا تھا ہمت خان جس نے ناصرجنگ کو مارا الف خان بن ابراہیم خان بن خضرخان کا بیٹا ہے خضرخان عبدالکریم خان میانہ کے کامون کا مدارعلیہ تھا اور داؤدخان پنی جسنے امیرالامرا حسین علی خان کے ساتھ بے وفائی کی اور لڑکر مارا گیا خضرخان کا بیٹا ہے جب دکن کی صوبہ داری شاہ عالم بہادرشاہ کے عہد مین اسدخان وزیر کے بیٹے ذوالفقارخان کے سپرد ہوئی اور نیابت داؤدخان پنی کو ملی تو داؤدخان نے اپنے بھائی ابراہیم خان کو حیدرآباد کا نائب کیا جب محمد فرخ سیر کے اوائل عہد مین حیدرقلی خان دکن کا دیوان ہوا تو ابراہیم خان کو کرنول کی فوجداری پر مقرر کیا اس وقت سے کرنول ابراہیم خان کی اولاد کے ہاتھ مین تھا۔

شاہ نواز خان

تمام منافق و مفسد شاہ نواز خان سے دلی عداوت رکھتے تھے جب ناصر جنگ مارے گئے تو وہ ہاتھی سے اُتر کر کہین چھپنا چاہتے تھے کہ انکے پاس چند جماعۃ دار آئے اور کہا کہ تم مدار المہام تھے آقا کا یہ حال ہوا اور تم بھاگ کر جلتے ہو مناسب یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ رہ کر دشمنون سے لڑو شاہ نواز خان نے سمجھ لیا کہ انسے ایسی معرکہ آرائی ممکن نہین ہے جواب دیا کہ تم سب مل کر جمع ہو جاؤ اور مین یہان بیٹھا ہون میرے پاس پانچ چھ سوار رکھ جاؤ ایک پہر تک مین یہان منتظر رہونگا چنانچہ وہ آدمیون کو جمع کرنے چلے گئے اور پانچ چھ سوار چھوڑ گئے میر نجف علی خان کا حقیقی بھائی میر محب علی خان خاصہ بردارون کا بخشی ادھر سے نکلا اسنے شاہ نواز خان کو اس حالت مین دیکھکر انکو سوارون کے ہاتھ سے چھڑا کر ساتھ لے چلا پانچ چار خدمتگار ہمراہ تھے اور داؤد بخش داروغہ خوشبو دار خانہ بھی ساتھ ہوا ایک سوار کا گھوڑا چھین کر اسپر شاہ نواز خان کو بٹھایا یہ سب قلعہ چیت پیٹ کی طرف چلے چونکہ شاہ نواز خان گھوڑے کی سواری کے عادی نہ تھے اتنا تھک گئے کہ ایک قدم آگے رکھنا دشوار تھا قلعے کے متصل تالاب تھا اسکے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے میر اسد علی کہ چار گھڑی پیشتر ناصر جنگ کے لشکر سے جدا ہو کر یہان آیا تھا اسنے محب علی خان اور شاہ نواز خان کو قلعے مین لیجا کر خاطر سے رکھا۔

(حاشیہ: عشـ مین چیت بیٹ لکھا ہے — اسد خان)

جنگ کے دن نواب ناصر جنگ کی حالت

سرو آزاد مین لکھا ہے کہ ناصر جنگ نے لڑائی کو روانگی کے وقت آئینہ طلب کیا اس مین دیکھکر پگڑی باندھی اور اپنے عکس پر نظر کر کے کہنے لگے کہ اے میر احمد خدا تیرا حافظ ہے سوار ہونے کے وقت باوصف اسکے کہ وضو سے تھے دوبارہ تازہ وضو کیا اور نماز کا دوگانہ ادا کیا انکی عادت تھی کہ لڑائی کے وقت سر سے پانون تک لوہا پہنتے تھے مگر آج کے دن سوا جامہ یکتہی کے کچھ نہ پہنا وہ جب ۱۱ شوال ۱۱۶۳ ہجری کو ارکاٹ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تھے تو اسی ماہ مین انھون نے ایک درویش کے اشارے سے تمام منہیات سے توبہ کر کے روز شہادت تک قائم رہے۔

رحم دلی

ایک دن سفر ارکاٹ مین اُنکے شکار کھلانے والے آدمیون نے ایک ہرن کو موافق ضابطے کے

رام کرلیا جب آہو کو قراولون نے خیمے مین قریب مسند کے لاکر بٹھایا تو ناصر جنگ نے حاضرین سے پوچھا کہ اسکو شکار کرین یا چھوڑ دین سب نے کہا کہ شکار کیجیے۔ مولوی غلام علی آزاد سے دریافت کیا کہ کیا کرنا چاہیے انھون نے اول ایک حکایت بیان کی کہ ایک واجب القتل آدمی کو بادشاہ کے پاس لاے بادشاہ نے اس سے کہا کہ کچھ عرض کرنا ہے جواب دیا کہ ہان جبوقت بادشاہ مجلس سے اٹھا تو اسنے عرض کیا کہ گو یہ گنہگار واجب القتل ہے مگر حق صحبت بادشاہ سلامت پر ثابت کرلیا ہے بادشاہ کو یہ حسن ادا اس کا اچھا معلوم ہوا اور معافی دیدی اس ہرن نے بھی حق صحبت آپ پر ثابت کردیا ہے آگے جو مرضی ہو ناصر جنگ نے مسکرا کر چھڑوا دیا۔

ناصر جنگ کی نظم آفرینی

ناصر جنگ زبان فارسی مین شعر کہتے تھے صاحب دیوان ہین آفتاب اور ناصر تخلص ہے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی سے مشورۂ سخن تھا۔ علامۂ آزاد کا بیان ہے کہ مین ان کا جس قدر کلام دیکھا وہ دیوان مین داخل ہوا اور جو میری نظر سے نہین گذرا وہ اصلاح طلب رہا۔ ذکاوت طبع کی وجہ سے بہت جلد طولانی غزل بنا لیتے تھے انکے پاس اچھے اچھے شعرا اور سخن فہم آدمی جمع تھے جیسے شاہ نواز خان۔ و موسوی خان جرأت۔ و مرزا خان رسا۔ و نقد علی خان ایجاد اور مولانا غلام علی آزاد علم موسیقی و تصویر کشی خوب جانتے تھے۔

یہ اُن کا کلام ہے

دور از محفل مروت نیست سوزاندن مرا　　شمع من ظلم ست گرد سر نہ گرداندن مرا
اے یوسف عزیز در آغوش من درآ　　بوے خوشست رسید تو ہم در وطن درآ
گر خضر کرد صرفہ ز اسکندر آب خویش　　خضر خط تو آب بقا مے دہد مرا
سیم شگوفہ شاخ چو افشاند میوہ یافت　　دست کرم نوید ثمر مے دہد مرا
نگاہ انتخابی مے کنی بر من سرت گردم　　تو اے جان از کجا آموختی این قدردانی را
تامرو زست ما را زین قفس آہنگ آزادی　　درون بیضہ مے کردیم مشق پرفشانی را
دریک نفس چو صبح بتاراج رفتہ ایم　　دریافتیم چاشنی نوشخند را
چہ ستدر پا نمود دل سوزی　　داغ عشق تو قدردان من ست
از گریبان تا کشیدم دست روشن شد جہان　　داغ سودا بر کف من شمع اعجاز من ست
بسکہ داغ سینہ ام بر روے کار افتادہ است　　آتشے در خان ومان لالہ زار افتادہ است
بہ سیل ہیچ میسر نشد بجز خجلت　　ہزار بار ازین خانۂ خراب گذشت

ضعفا را بحقارت نتوان کرد نظر
دفتر حسن بہ شیرازہ زموے کمرست

نتوان شکوہ ز بیداد نگاہش کردن
چشم بادامی او مہر دہن ساختہ اند

آہے نگشت از دل مجروح ما بلند
از چینی شکستہ نگردد صدا بلند

بے قدر تر زکا غذ باد ست در نظر
مدرک سبک سرے کہ شود از ہوا بلند

کی بدختر زمیل موسم پیری
کہ وقت کار ہمان موسم جوانی بود

این ہمہ تعجیلہا در کشتن عاشق چرا
عاقبت پیش تو روزے جان فشانی میکند

ناصر کسے کہ معترف سہو خود نہ شد
فرزند خاص حضرت آدم نمے شود

ہر کجا شمشیر آن مغرورے گردد بلند
گردن نخچیر را از دور مے گردد بلند

از نہیب اجل نہ ہراسیم ہیچ گہ
ما ناف خود بہ تیغ شہادت بریدہ ایم

مرنجان خاطرم جانان مزاجے نازکے دارم
تو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم

ز گل گوشہ دستار بخود مے لرزد
قد او تازہ نہالے ست کہ من میدانم

اے شوخ ہوائی مفگن تیر نگہ را
این ناوک بیداد بکارے جگرے کن

اگر ترا خواہش قتل ست بیا بسم اللہ
دم شمشیر تو و گردن ما بسم اللہ

مسند نشینی مظفر جنگ

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ کا خطاب سابق مین ہدایت محی الدین خان تھا اور بعض کہتے ہین کہ انکے نانا (نظام الملک آصف جاہ اول) نے نواب سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ انکو خطاب دیا تھا اور اصل نام ہدایت محی الدین خان ہے۔ نسب ان کا دو واسطے سے سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہ جہان تک پہنچتا ہے باپ کا نام متوسل خان ہے مگر خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ شجرۂ آصفیہ مین ایسا نظر سے گذرا ہے کہ یہ فرزند حرز اللہ خان کے ہین اور متوسل خان کے نبیرہ تھے۔ شاید چچا نے متبنے کر لیا ہو جو اس کا بیٹا مشہور ہوے ان کا نام خیر النسا بیگم بنت نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے نواسے ہوے کیونکہ خیر النسا انکی دختر تھی مآثر الامرا مین ہے کہ متوسل خان بہادر رستم جنگ کے بیٹے تھے اور متوسل خان حفظ اللہ خان پسر سعد اللہ خان شاہ جہانی کے بیٹے تھے حفظ اللہ خان نظام الملک آصف جاہ کے مامون تھے اور ان کے

تین بیٹے تھے (۱) متوسل خان جن کی پرورش فیروز جنگ نے کی تھی نظام الملک دکن کو گئے تو یہ
اُنکے ساتھ تھے دلاور علی خان اور عالم علی خان کی لڑائیون مین عمدہ کام کیے تھے (۲) حرز اللہ خان
ببر جنگ یہ مبارز خان کی لڑائی مین شریک تھے اور ببر جنگ خطاب پایا تھا (۳) طالب محی الدین خان
جب مبارز خان مارا گیا تو نظام الملک نے صوبہ بیجاپور کی سرکار مدگل و رائے چور کا فوجدار کر دیا تھا
مظفر جنگ کا اصلی نام ہدایت محی الدین خان ہے بچپن مین آداب و تحصیل علوم مین مشغول رہ کر
خوب نام نیک حاصل کیا۔ اور چند روز کے بعد خطاب **خانی** پایا تاریخ فتحیہ آصفیہ مین لکھا ہے
کہ ہدایت محی الدین خان ۱۷ برس کی عمر مین باپ کے ساتھ آصف جاہ اول کے ہراول مین تھے
جبکہ وہ ناصر جنگ سے لڑے تھے اور خوب جانفشانی کی تھی آصف جاہ نے انکو منصب سہ ہزاری
ذات اور دو ہزار سوار کا دیا اور علم و نقارہ اور بہادر کا خطاب بھی عطا کیا اپنے باپ کے ساتھ
صوبہ دار الظفر بیجاپور مین رہتے تھے باپ کے مرنے کے بعد آصف جاہ نے ان کو باپ کی جگہ
بیجاپور کا صوبہ دار کر دیا اور منصب مین ایک ہزاری کا اضافہ کرکے **مظفر جنگ** خطاب
دیا انھون نے صوبے کے سرکش اور صاحب فوج زمینداروں پر فوج کشیان کرکے اُن سے
خراج لیا مغلوب کیا اس جلدو مین سعد اللہ خان بہادر **مظفر جنگ** خطاب پایا جوان
خوش خلق صلح صاحب ہمت اور حافظ کلام اللہ تھے خود سپاہی اور سپاہی دوست تھے۔
مظفر جنگ اپنے نانا کے عہد سے رائے چور وادھونی و بیجاپور کے حاکم تھے جب ناصر جنگ
پٹھان جاگیرداروں کے ہاتھ سے مارے گئے تو قاتلان ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو گھٹا ٹوپ
(پردہ دار) عماری فیل سے نکال کر مبارکباد دی۔

مظفر جنگ کی بے اختیاری فرانسیسی گورنر کا عروج

مظفر جنگ اگرچہ مسند حکومت پر بیٹھ گئے تھے مگر پٹھان جاگیرداروں اور فرانسیسیون نے پورا
غلبہ حاصل کر لیا تھا اور تمام کامون کے وہی مختار بن گئے تھے مظفر جنگ کے ہاتھ مین کچھ اختیار نہ تھا
فرانسیسی اپنا نفع چاہتے تھے اور پٹھان اپنا ایک ماہ تک یہی حال رہا آخرکار ڈوپلے نے ان کو
اپنے پاس پانڈیچری مین بلایا پٹھانون نے وہان ڈوپلے سے یہ درخواست کی کہ تین برس کا چڑھا ہوا
خراج معاف ہو کچھ ملک جاگیرون مین اضافہ ہو اور ساری اُنکی جاگیرات خراجون سے معاف کی جائین
جو وہ بادشاہ دہلی کو دیتے ہین اور ناصر جنگ کا جو خزانہ ہاتھ آیا ہے وہ آدھا ان کو عنایت ہو یہ
آخری درخواست فرانسیسون کو ناگوار تھی ڈوپلے نے اپنی حکمتون سے اُن جاگیرداروں کو
شیشے مین اُتارا اور یہ فیصلہ کیا کہ پٹھانون کو ملک ادھونی و رائے چور و بیجاپور وغیرہ دلایا اور

بنادر چنیاپٹن و دیوناپٹن و پانڈیچری و راجبندری و محمود بندر و گوا بندر وغیرہ اپنے لیے حاصل کیے
اور سند پر مظفر جنگ کے دستخط کرائے غرضکہ ڈوپلے نے اپنے تئین کل اس ملک کا جو دریائے
کشنا کے جنوب مین واقع ہوا تھا اور جس کا رقبہ فرانس کے رقبے کی برابر اور محاصل نوے لاکھ سے
زیادہ تھا نواب بنوالیا اور اسکی قوت اور اس کا نفوذ بلا سکے کہ فرانس کا ایک حبہ بھی خرچ
ہوے بے انتہا بڑھ گیا۔ اور چندا صاحب کو ارکاٹ اور ترچناپلی و مدھرا و ترناولی و جنجی و تنجاور وغیرہ
باغ ارم تک ملک دلایا اور ۲۲ لاکھ روپے خراج کے مقرر ہوے اور پٹھان جاگیرداروں کو منا کر
انسے قرآن اٹھوایا کہ وہ مظفر جنگ کے دل سے خیرخواہ رہین گے ناصر جنگ کے خزانے مین
دو کروڑ روپے نقد اور پچاس لاکھ روپے کے جواہر تھے اس دولت مین سے اپنا حصہ ڈوپلے
نے لیکر اپنا گھر بھی خوب بھرا اگرچہ اپنے رفیق پٹھان جاگیرداروں سے اُسنے پہلے کہدیا تھا کہ اس
انقلاب مین مین ایسی منفعتون سے ہاتھ اٹھاؤن گا مگر لالچ بُری بلا ہے اغراض نفسانی انسان کو
اندھا کر دیا کرتی ہین اسنے اپنی ذات کے لیے بیس تیس لاکھ روپے نقد اور بہت سے جواہر خود لیے
اور پچاس لاکھ روپے ان افسرون اور سپاہیون کے انعام دینے کے لیے جو جنجی مین لڑے اور پچاس
لاکھ روپے خرچ جنگ کے نام سے لیکر خزانہ فرانسیسی مین داخل کیے غرض اس عاقبت اندیش
نے اپنے لیے اور اپنے حاکمون اور محکومون کے لیے خوب سلیقہ اور عقل سے دولت کمائی اور
رام داس پنڈت کو راجہ رام داس خطاب دیکر تمام مالی و ملکی کامون کا مدار المہام بنایا
یہ ایک سیاہ فام برہمن سیکاکول کا رہنے والا تھا قبل اسکے متصدیون مین نوکر تھا پھر دیوان کا
پیشکار ہو گیا تھا اُسنے چونکہ ناصر جنگ کی مقتولی مین بہت کچھ کوشش کی تھی اور مظفر جنگ سے
مل گیا تھا اس لیے مظفر جنگ نے اسکو یہ رتبہ دیا۔ اور جسقدر امرا جابجا چلے گئے انسے وعدے
کرکے واپس بلایا اور تعلقات حضور کی تقسیم شروع ہوئی فرانسیسون نے پانڈیچری مین مظفر جنگ کو
بڑی دھوم دھام سے مسند پر بٹھایا پانڈیچری مین وہ توپین چھوٹین کہ سارا شہر گونج اٹھا تمام بازارون کی
آئین بندی ہوئی ہر جگہ محفل عیش و نشاط گرم ہوئی اور ناصر جنگ کی آمد کے موقع پر جو آتشبازی
نہایت کاریگری سے بنوا کر چھوڑنے کو رکھی تھی اور تین ماہ مین تیاری ہوئی تھی وہ چھڑوائی اس مین
معرکۂ لنکا کی پوری نقل اتاری تھی اس مین ہر قسم کی چیز توپ اور بان اور چرخی اور گلریزا اور بنگلے
اور مکان بنائے تھے وہ چھوڑی گئی چنانچہ اس آتشبازی مین ایک جانور مثل بندر کے بنا ہوا تھا
اس جانور کو مظفر جنگ کے سامنے ایک فرانسیسی نے آگ دی وہ حرکت کرنے لگے اور اپنی جگہ
سے کود کر لنکا مین یک ایک مکان اور بنگلے اور آتشبازی کو روشن کرنے لگا نہایت عجیب و غریب
تماشا تھا مظفر جنگ نہایت خوش ہوے ڈوپلے کو ایک خلعت مرحمت ہوا وہ پہن کر اُسنے بھی

اپنی صورت مسلمان امراے سلاطین کی سی بنائی اور مجرا سر جھکا کر بجالایا دریاے کشنا سے اس کماری تک وہ جنوبی علاقے کا گورنر ہوا ہفت ہزاری منصب ملا ماہی مراتب اور اسپر اضافہ ہوا سارے کرناٹک مین اس روپے کا رواج ہوا جو پانڈیچری کی ٹکسال مین گھڑا گیا تمام ملک جو ڈوپلے کے ماتحت تھا اُس کا خراج اسکی معرفت نظام کو دیا جاتا قرار پایا جاہ و منصب و انعام وخطاب ان آدمیون کو عطا کرنا جو مظفر جنگ کے ساتھ تھے ڈوپلے کے ہاتھ مین تھا گو بعض احکام ایسے تھے کہ وہ بغیر حکم شاہی کے نفاذ نہین پا سکتے تھے مگر ڈوپلے نے وہ خود جاری کرنے شروع کر دیے بادشاہ کا خیال بھی نہین کیا کہ کون تھا غرضکہ وہ سب مظفر جنگ پر ایسا حاوی تھا کہ جو وہ کہتا مظفر جنگ وہی کرتے ڈوپلے صاحب تو نواب بن گئے اور اُنکی میم صاحبہ کو بھی جہان آرا بیگم خطاب ملا سارے طریقے سلاطین شرقیہ کے اختیار کیے جو کوئی ہندوستانی یا فرنگی اسکے حضور مین جاتا پہلے نذر دکھاتا مظفر جنگ تماشاے پانڈیچری سے فارغ ہوے تو ڈوپلے سے عہد و پیمان کرکے رخصت ہوے انکے ساتھ دس ہزار ہندوستانی قواعددان سپاہی تھے اور ہزار فرانسیسی اور ڈیڑھ سو توپین ہندوستانی سپاہیون کی تنخواہ اور عہدون کا یہ حال تھا کہ سو سپاہیون کا ایک افسر تھا جسے صوبہ دار کہتے تھے اسکے ماتحت چار سردار دوسرے تھے جو نصیر یا نصر کہلاتے تھے انکے ساتھ چھ افسر اور تھے جو سرجی و سرجن کہلاتے تھے اور اُنکے ساتھ آٹھ دوسرے افسر تھے جنھین کوربرار کہتے تھے[1] جو کچھ باقی رہے وہ سپاہی تھے ان مین شریف آدمی بہت کم ملے اسلیے سائیس بھرتی کر لیے سپاہی کی تنخواہ پندرہ روپیہ فی کس تھی اور کوربرار کی فی آدمی تیس روپیہ اور سرجن کی فی شخص ساٹھ روپے اور نصیر کی فی کس سو روپے اور صوبہ دار کی پانسو روپے اور چار سے پانچ صوبہ دارون پر ایک دوسرا سردار مقرر ہوا اس کا نام کمیدان تھا کمیدان کی تنخواہ ہزار سے پندرہ سو روپے ماہوار تک مقرر ہوئی اس تنخواہ مین سے ایک پیسے کی فروگذاشت نہین ہو سکتی تھی خزانے سے ماہ بماہ نقد لیتے تھے فرانسیسون کی تنخواہ انسے دوچند تھی فوج کے تین سردار ڈوپلے کی طرف سے مقرر ہوے جن کا سب سے بڑا افسر موسیو بوسی تھا تلنگون کا بڑا افسر مظفر خان گاردی تھا جو پہلے سات روپے کا پیادہ تھا اس کا منصب ہفت ہزاری ہوا اور ماہی مراتب ملا اور اکثر فرانسیسی افسر بھی صاحب ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب ہوے اور ان افسرون کو پچاس ہاتھی دیے گئے اور اکثر بیش قیمت جواہر فرانسیسون کو بخشے گئے اور مظفر جنگ کے خیمے کے آس پاس فرانسیسون کے پہرے تھے اور اُنکی سواری فرانسیسون کے حلقے مین چلتی تھی دیوان خانے اور جلوخانے مین جانے کے لیے چار ہزاری و پنجہزاری اجازت کے محتاج ہوتے تھے اور آصف جاہی سند کا

---

[1] یہ نام راحت افزا بن ہین ۱۲

ہر ایک کو آداب ملحوظ رہتا تھا اب فرانسیسی وہان بیٹھے ہوے شرابین اُڑاتے تھے اور جلسے کرتے تھے تمام لشکر خرابات خانہ بن گیا تھا کسبیان بنا و سنگار کرکے بازار مین بیٹھتی تھین ڈوپلے نے مظفر جنگ کا مصاحب و مشورہ کار بوسی کو بنایا جسے مظفر جنگ نے خطاب **عمدۃ الملک سیف الدولہ غضنفر جنگ** اور ہفت ہزاری منصب مع علم و نقارہ اور ماہی مراتب دیا تھا اور بادشاہ دہلی کی جانب سے خلعت و سرپیچ مع فیل خاصہ مرحمت کیا۔

مظفر جنگ کے لشکر کا انبوہ پانڈیچری سے پانچ کوس پر خیمہ زن ہوا اب ایسے کثیر لشکر کے خرچ کے لیے روپیہ کہان سے آتا ڈوپلے نے ایک کروڑ روپیہ قرض دیکر اسکے عوض مین اکثر بیش بہا جواہر سستی قیمت پر لے لیے باقی کے لیے تمسک لکھا کر اسکے عوض مین چندا صاحب کو جوار کاٹ کا علاقہ ۲۲ لاکھ روپے سال کے خراج پر دیا تھا مین سال کے لیے اسکی آمدنی اپنی طرف لے لی۔

مظفر جنگ کی خصوصیات

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی جو مظفر جنگ کی صحبتون مین بھی شریک رہتے تھے خزانۂ عامرہ مین کہتے ہین کہ مظفر جنگ بے حد خوشامد پسند اور خود پسند تھے کتنی ہی انکی تعریف و توصیف کی جاتی سنتے سنتے انکی طبیعت سیر نہوتی بلکہ خواہش بڑھتی جاتی لیکن مآثر الامرا کا مصنف کہتا ہے کہ مظفر جنگ صفات پسندیدہ رکھتے تھے خود سپاہی اور سپاہی دوست تھے ہمت عالی تھی رفقا کو ترقی پر پہنچاتے رہتے تھے حافظ قرآن تھے علما سے بہت محبت رکھتے تھے انکی صحبت مین ہمیشہ کتب کا ذکر رہتا تھا مظفر جنگ وہ پہلے شخص ہین جو نصارے کو نوکر رکھکے بلاد اسلام مین لاے ورنہ انسے پہلے وہ اپنی بندرگاہون مین پڑے ہوے تھے اور اپنی حدود سے قدم باہر نہین رکھتے تھے۔

پٹھان جاگیردارون کی دلجوئی اور دوسرے وقعات

فرانسیسون کو جو بے حد نفع حاصل ہوا تو اس سے پٹھان نواب بہت رنجیدہ ہوے کہ کام تو ہمنے کیا ہم تو محروم رہے اور غیرون نے نفع اٹھایا۔ مظفر جنگ نے انکو استمالت کے لیے پانڈیچری کو بھیجدیا ڈوپلے نے انکو اس طرح راضی کیا کہ ملک ادھونی ورائے چور و بیجا پور سری رنگ پٹن تک اُنکے حوالے کیا افاغنہ بظاہر راضی ہو گئے مگر دل مین مکدر رہے میر نجف علی خان ان دنون قلعہ نجف گڑھ اور ترنامل کی طرف سپاہ کی بھرتی مین مصروف تھا اور شاہ نواز خان ابن نجف علی خان انکا بھائی میر محب علی خان قلعہ چیت پیٹ مین مقیم تھے میر نجف علی خان فوج لیکر قلعہ چیت پیٹ کی طرف آیا اس خیال سے کہ شاہ نواز خان کو جو قلعدار نے قید کر رکھا ہے تو انکو چھڑا لیا جاے

جب قریب قلعہ آگیا تو اسد خان قلعدار نے ڈر کر میر محب علی خان کو چھوڑ دیا اور نجف علی خان کو لکھا کہ آپ کوئی دوسرا خیال نہ کریں میں مدت سے آپ سے اخلاص رکھتا ہوں اور شاہ نواز خان کے ہاتھ سے ایک خط اس مضمون کا لکھوا کر بھیجا کہ میں اپنی خوشی سے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں قلعدار نے مجھے زبردستی نہیں روکا ہے۔ اب یہ صلاح ہے کہ تم نواب مظفر جنگ کے پاس چلے جاؤ۔ میر نجف علی خان کے تین مقام قلعہ جیت پیٹ کے پاس ہوے تھے کہ اس عرصے میں مظفر جنگ نے کمال مہربانی سے عنایت نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حکم حق کے سامنے کسی کا چارہ نہیں ہے نواب ناصر جنگ کی قسمت میں شہادت لکھی تھی وہ مارے گئے اب بجز صبر کے کیا ہو سکتا ہے تم مع سپاہ کے یہاں چلے آؤ نواب شہید کے وقت سے زیادہ تم پر مہربانی کی جائے گی اُسنے جواب میں لکھا کہ فدوی چار شرطوں سے حاضر ہو سکتا ہے (۱) نواب شہید کے حکم سے جو سپاہ نوکر رکھی ہے اسکی تمام و کمال تنخواہ سرکار سے مرحمت ہو جاے (۲) افاغنہ جنھوں نے نواب کو شہید کیا ہے وہ ہرگز دربار میں اور سواری میں میرے سامنے نہ آئیں ورنہ تلوار چلے گی (۳) لشکر میں ایک کوس کے فاصلے سے اُترا کروں (۴) جب دربار میں حاضر ہوا کروں تو میرے ساتھ میرے پچاس رفیق موجود رہا کریں۔ نواب مظفر جنگ نے سب شرطیں منظور کیں اور رام داس پنڈت نے بھی نہایت تملق کے ساتھ خط لکھا چنانچہ میر نجف علی خان پانڈیچری کی طرف روانہ ہوا اور نواب مظفر جنگ کے لشکر میں جو پانڈیچری سے روانہ ہو چکا تھا شریک ہو گیا جب میر نجف علی خان مظفر جنگ کے پاس پہنچا تو نواب نے اسپر بہت مہربانی کی میر نجف علی خان نے **شاہ نواز خان** کا ذکر کیا تو مظفر جنگ نے مشتاق ہو کر ایک عنایت نامہ انکی طلب میں قلعہ جیت پیٹ کو لکھا وہ وہان سے چلے اور جب لشکر کے متصل پہنچنے کی خبر ملی تو فوج لیکر متہور خان کے بیٹے اور میر نجف علی خان اور رام داس پنڈت نے استقبال کیا اور مظفر جنگ سے ملاقات کرائی اول ہی ملاقات میں نواب نے ان کو پنجہزاری منصب اور **روح اللہ خان** خطاب دیا اور بہت احترام کیا اثناے راہ میں بعضے اوباشوں نے شاہ نواز خان کو مواجہ میں بُرا کہنا شروع کیا میر نجف علی خان جو فوج لیے ہوے ساتھ تھا اسنے سب کو قرار واقعی سزا دی اور شاہ نواز خان کو خیمے میں داخل کیا۔ بعد اسکے ڈوپلے نے شاہ نواز خان کو اپنی ملاقات کے لیے پانڈیچری میں بلایا چونکہ پٹھان جاگیردار بھی پانڈیچری میں موجود تھے اور وہان ڈوپلے سے سوال و جواب کر رہے تھے شاہ نواز خان نے میر نجف علی خان سے مشورہ کیا اسنے کہا ملنا چاہیے اور خود ساتھ جانا قبول کیا اور دونوں ڈوپلے سے ملے اس وقت چندا صاحب اور ہمت خان بھی بیٹھا ہوا تھا شاہ نواز خان نے ڈوپلے سے معانقہ کیا اور

بیٹھ گئے میر نجف علی خان نے بھی ڈوپلے سے معانقہ کیا اور ہمت خان کی طرف متوجہ نہ ہوا دیر کے بعد چندا صاحب نے معانقے کی تحریک کی تو ہمت خان سے معانقہ کیا اسوقت ہمت خان نے میر نجف علی خان سے دریافت کیا کہ آپکے ساتھ کتنی قواعد دان سپاہ ہے اسنے کہا کہ جسقدر کی ضرورت ہے موجود ہے اس سوال وجواب سے شاہ نواز خان نے سمجھ لیا کہ دونون مین نزاع برپا ہوجائے گا اس لیے میر نجف علی خان کو دوسری باتون مین مشغول کر دیا بعد اس کے ڈوپلے سے عہد وپیمان ہوئے دو گھڑی تک ملاقات رہی پھر رخصت ہوئے ڈوپلے نے شاہ نواز خان کے ٹھہرنے کو ایک حویلی مقرر کر دی اور ضیافت امیرانہ بھیجی رات کو جلسہ بال مین بلایا اول فرانسیسی جو حاضر تھے شراب مین پی کر بدمست ہو کر ناچے سب سے بعد کو ڈوپلے اور اسکی بیوی اور بیٹی جو نہایت حسین تھی یہ تینون ناچنے کو اُٹھے آدھی رات تک یہ جلسہ رہا صبح کو شاہ نواز خان اور میر نجف علی کو ڈوپلے نے رخصت کیا اور قول وقسم سے عہد وپیمان مقرر کر لیا مگر پٹھان جاگیر دار بدستور پانڈیچری مین اپنے معاملات کی درستی کے لیے مقیم رہے شاہ نواز خان جب مظفر جنگ کے لشکر مین آئے تو وہان سے لشکر کا کوچ ہو چکا تھا تین چار روز کے بعد پٹھان نواب بھی پانڈیچری سے چل کر ارکاٹ مین آکر نواب مظفر جنگ کے لشکر مین شامل ہوگئے۔

ترچناپلی پر چندا صاحب کا مارا جانا

ناصر جنگ کی وفات کے بعد انور الدین خان کا چھوٹا بیٹا محمد علی خان ترچناپلی مین پناہ گزین ہوا اس وقت ارکاٹ کی حکومت حسین دوست خان عرف چندا صاحب کہ جو پانڈیچری مین تھا ملی وہ فرانسیسون کا لشکر لیکر ترچناپلی کو گیا محمد علی خان انگریزی فوج کو کمک مین لیکر لڑائی کو مقابل ہوا اور وہ غالب آیا چندا صاحب زندہ گرفتار ہوا اور غرۂ شعبان ۱۱۶۵ھ کو قتل کرا دیا گیا اور اسکا سر نوک نیزہ پر لٹکا کر تشہیر کیا گیا۔ ۱۱سو فرانسیسی بھی سولے ہندستانی پلٹنون کے پکڑے اور مارے گئے۔

بالاجی کی فوج کشی اور ماناجی نکم وغیرہ مرہٹون کی شورش

جب بالاجی راؤ نے ناصر جنگ کے مارے جانے کی خبر سُنی تو پونا سے فوج لیکر اورنگ آباد کو آیا امرا ومنصبداران ملک کی جاگیرین ضبط کرنے لگا سید لشکر خان نصیر جنگ ناظم اورنگ آباد نے ۱۵۔ لاکھ روپے دیکر پیچھا چھڑایا وہ اورنگ آباد سے ہٹ کر برہانپور پہونچ گیا

خواجم قلی خان نے جو یہان کا بالاستقلال حاکم تھا تاب مقابلہ نہ لاکر سترہ لاکھ روپے دینے کے وعدے سے خاموش کیا وہ اورنگ آباد سے ہٹ کر سر راہ لشکر کے ٹھہر گیا خواجم قلی خان نے احمد میر خان دیوان کو کہلا یا کہ اسوقت مرہٹون کو روپیہ دینا ہے اسقدر روپیہ دیدو تاکہ اس مصیبت کو ٹالا جاے احمد میر خان نے جواب دیا کہ بدون حکم کے ایک پیسہ نہ دون گا اسوجہ سے اپنی اور روپے کی محافظت مین جو قلعے مین تھا کوشش بلیغ کی اور سپاہ بھرتی کرنے لگا خواجم قلی خان بھی فوج بھرتی کرنے لگا اور ابو الخیر خان شمشیر بہادر کو بھی جو برہانپور مین تھے بھرتی کے لیے حکم دیا یہان تک بھرتی کا زور ہوا کہ جولاہے وغیرہ اجلاف لوگ سپاہ مین بھرتی ہونے لگے خواجم قلی خان اور احمد میر خان مین سوال وجواب جاری تھے احمد میر خان کے مکان اور قلعے کے آس پاس مورچے قائم تھے ان دو تین ماہ مین بڑی احتیاط سے گذر کرتے رہے اس عرصے مین مظفر جنگ نے اپنا مہری فرمان ہر ایک کو بھیجکر ہدایت کی کہ اپنے اپنے کام مین مصروف رہو باوجود اسکے یہ دونون سردار ایک دوسرے سے ڈر کر احتیاط کر رہے تھے چند روز کے بعد مظفر جنگ نے صوبہ داری برہانپور کی سند اپنی مہر سے مکمل کر کے محمد ابو الخیر خان کے واسطے بھیجی اسکی نقل برہانپور کے قاضی محمد حیات کی مہر سے مرتب کراکے خواجم قلی خان کے پاس بھیجدی گئی احمد میر خان اور دوسرے اہلکارون نے شمشیر بہادر کی طرف رجوع کی اور وہ حکومت کرنے لگے۔

(۲) اوائل ماہ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ ہجری مین ماناجی نکم لپر سنکراجی دہری پنڈت اور دوسرے مرہٹہ سرداروں نے راویر علاقہ برہانپور کی طرف حملہ کیا اور تمام جاگیرین ضبط کرنے لگے راویر کے عامل و فوجدار نے مقابلہ کیا جب یہ خبر احمد میر خان دیوان صوبہ برہانپور کے سپہ سالار میر حیدر علی کو پہنچی تو پانسو سوار اور ایک ہزار کے قریب پیادے اور توپین اور شیر بچے اور جزائل اور بندوقین لیکر مقابلے کو روانہ ہوا اور شیخ محمد خرم کو جو فن سپہ گری مین کامل تھا ساتھ لیا اور ۱۲ ربیع الاول کو شہر سے نکلا اور جن آدمیون کے پاس گھوڑے نہ تھے انکو بیگار کی گاڑیون مین بٹھایا جو باقی رہ گئے تھے دوسرے دن گاڑیون مین سوار ہو کر چلے ۲۰ ربیع الاول کو مقابلہ ہوا عین لڑائی مین محمد خرم مارا گیا۔ سپاہ مین تزلزل پیدا ہو گیا۔ نرسنگھ سرکارہ اور میر شہاب الدین خان جماعہ دار اور میر حیدر علی مرہٹون کے لشکر مین صلح کی تحریک کو گئے مگر صلح کا معاملہ یکسو نہ ہوا اور یہ لوگ لشکر مین لوٹ آئے اور پھر لڑائی ہونے لگی گوبندرام پیشکار کے زخم کاری لگا وہ شہر کو لوٹ آیا اور چند روز کے بعد مر گیا اس وقت فوج بھاگنے لگی اور پہاڑی کی طرف سے شہر مین داخل ہونے لگی جن کے پاس گھوڑے تھے

وہ جلد شہر میں پہنچ گئے جو بھاگے ہوے آدمی مرہٹون سے دوچار ہوے وہ کپڑے اور ہتیار مرہٹون کو دیکر برہنہ بھاگے اور جو لوگ کمک کے لیے جارہے تھے انھین راستے سے واپس لے گئے میر حیدر علی شہر مین آیا۔ دوسرے روز مرہٹون نے ریاست حیدرآباد کے کارکنون کو رعایا سے محصول لینے کی ممانعت کردی اور خود محالات شاہ گنج وجہان آباد وبہادر پور وغیرہ پر اپنی طرف سے اہلکار مقرر کردیے اور تمام علاقے ضبط کرلیے اور عجب خلل پڑگیا چند روز اسی طرح بسر ہوے۔

پٹھان جاگیردارون اور مظفر جنگ مین عناد و اختلاف ہوکر لڑائی پر نوبت پہنچکر مظفر جنگ کا مارا جانا۔ جاگیردارون کا بھی جان بر نہونا

نواب مظفر جنگ سے اُنکے مقربون نے کہا کہ خدا جانے یہ پٹھان جاگیردار پانڈیچری سے کیا مشورہ کرکے آے ہین اکثر آدمی کہتے تھے کہ ان پٹھانون کا ارادہ ہے کہ کوہ کمار لکے دورے مین جو تین چار کوس لمبا اور پچاس گز عریض ہے جب لشکر پہونچے تو اسے برباد کردین اور جابجا راستے مین آدمی بٹھا دیے ہین مظفر جنگ کو بہت فکر پیدا ہوئی اس عرصے مین ارکاٹ سے بھی کوچ ہوگیا پٹھانون نے نہایت غرور کے ساتھ لشکر کی ہمراہی نہ کی دو روز تک وہان ٹھہر کر پھر چلے اور راستے مین جو کوئی لشکری یا اسباب پیچھے رہجاتا لے لوٹ لیتے اور اس کام مین ذرا نہ ڈرتے۔ لشکر راے چوٹی مین پہنچا اور نواب کڑپا کے علاقے مین آیا۔ بہادر خان بنی کے ایک گانون کے آدمیون نے فرانسیسون کا دو تین چھکڑے اسباب ڈھویا تھا اسپر سوارون اور اُن آدمیون مین جھگڑا ہوگیا سوارون کی وہ آتش غضب مشتعل ہوئی کہ انھون نے یہ سارا گانون اور دو چار آس پاس کے گانون لوٹ کر جلادیے راے چوٹی بھی پٹھانون کی جاگیر مین تھا جب پٹھانون نے یہ حال دیکھا کہ ہمارے گانون اہل لشکر نے برباد کردیے تو انھون نے اس عداوت سے یہ کیا کہ فرانسیسون اور مظفر خان گاردی کی جو چند گاڑیان اسباب سے لدی ہوئی اور فرانسیسون کے چند اونٹ اسباب سے لدے ہوے اور ایک گاڑی میر نجف علی خان کی لشکر کے پیچھے آرہی تھی ان سب چیزون کو لوٹ لیا اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنا لشکر نواب مظفر جنگ کے لشکر کے پیچھے ٹھہرایا اور آپ ضیافت کھانے کے لیے قصبہ راے چوٹی مین چلے گئے جو لشکر سے دو کوس پیچھے تھا اور تمام رات عیش و عشرت مین مشغول رہے جب گاڑیون

اور اونٹون کے لٹنے کی خبر مظفر جنگ کے لشکر مین آئی تو فرانسیسون اور مظفر خان گاردی اور میر نجف علی خان نے جمع ہوکر کہا کہ پٹھان شرارت پر آمادہ ہین انکو سرکشی اور عداوت کی پوری سزا دی جاے یہ ہمارے لشکر کو دغا و فریب سے برباد کرکے قتل کر ڈالین گے بہتر یہ ہے کہ انکو انکی کردار کا معاوضہ دیا جاے فرانسیسون نے نواب مظفر جنگ کو پیام دیا کہ صبح کو ہم یہان پر پٹھانون سے لڑینگے اگر حضرت ہمارے ساتھ سوار ہون تو بہتر ہے ورنہ ہم خود ہی انکو برباد کر دینگے مظفر جنگ نے دیکھا کہ سب پٹھانون سے مخالف ہین اور خدا کی طرف سے اس خار کے دور ہونے کا سامان ہوگیا ہے راضی ہوکر حکم دیا کہ صبح کو میری سواری بھی تیار رہے یہ خبر پٹھانون کو بھی پہنچ گئی تو وہ بھی رائے چوٹی سے سوار ہوکر روانہ ہوے اس عرصے مین مظفر جنگ تمام سپاہ کے ساتھ میدان مین آگئے۔

درمیان لشکر مین مظفر جنگ خود تھے اور **سب لشکر سے آگے** فرانسیسون کا توپخانہ جمایا جو موشیر بوسی اور موشیر لاس وغیرہ کی نگرانی مین تھا اور سرکاری توپین خود مظفر جنگ اور مظفر خان گاردی کے ساتھ مقرر ہوئین۔ مظفر خان گاردی کے ساتھ پانچہزار تلنگے تین ہزار سوار اور پانسو فرانسیسی بھی تھے اور انکے پیچھے مظفر جنگ کے لشکر کا نشان بردار ہاتھی پانچہزار پیادون اور دو ہزار جزائل اندازون اور ہزار سوارون کے ساتھ تھا اور رسالہ دار بھی موجود تھے اور نشان کے پیچھے مظفر جنگ نے اپنے چھوٹے بھائی فضل محی الدین خان کو پانچہزار سوارون اور پانچہزار پیادون اور جزائل اندازون کے ساتھ مقرر کیا اسکے پیچھے خان عالم دکنی اور مقرب خان دکنی کا بیٹا اور شیخ علی جنیدی اور مرتضے خان رسالہ دار اور شیخ محمد رسالہ دار اور محمد اکبر خان رسالہ دار پانچہزار سپاہ کے ساتھ کھڑے ہوے اور انکے ساتھ سامان جنگ تھا اور انکے پیچھے اور مظفر جنگ کے سامنے محمد انور خان جسکو مظفر جنگ نے اسی زمانے مین **قطب الدولہ** خطاب دیا تھا۔ پانسو سوارون اور پانسو منصبدارون کے ساتھ اور صف شکن خان افسر توپخانہ ہزار سوارون کے ساتھ اور دوسرے چند رسالہ دار و بخشی فوجین لیکر کھڑے ہوے اور انکے پیچھے دو ہزار تلنگے و فرانسیسی اور تین ہاتھیون پر نواب صلابت جنگ و نواب اسد جنگ اور نواب بسالت جنگ بہت سے حشم کے ساتھ کھڑے ہوے انکے پیچھے نواب مظفر جنگ کی سواری کا ہاتھی تھا مظفر جنگ کی سواری کے پیچھے مرزا محمد خان بخشی سات ہزار سوارون کے ساتھ اور میر محمد حسن و امانت خان و فتح خان و درگاہ قلی خان و حیدر یار خان و مصطفے خان و متہور خان و جان باز خان و محمد امان خان وغیرہ ۳۹ فیل سوار بہت سی سپاہ کے ساتھ کھڑے ہوے **سب لشکر**

سے آخر مین موسے خان بخشی وغیرہ چند سردار چار ہزار سوارون کے ساتھ مقرر ہوے
سیدھے ہاتھ کی طرف پیریا نایک اور سوریا نایک اور سلطان جی بانالکر اور رانوجی بنالکر
اور بدمانجی اور راجہ رام چند ردس ہزار سوارون اور بیس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے
اور اس طرف کی سپاہ کے آگے میر مقتدا خان و پسران عبداللہ خان اور مظفر خان گاردی کے بھائی
حسن الدین خان و حسین الدین خان وغیرہ توپخانے کے ساتھ قائم ہوے اور سیدھے ہاتھ کے
پیچھے زمینداران نواح بیجاپور قایم ہوے۔ اور الٹے ہاتھ کی طرف راجہ لچھمن راؤ کھنداکلہ
دبھیک راو و ہرجی سرکت و گوپال راو وغیرہ سات ہزار سوار اور دس ہزار پیادون کے ساتھ
کھڑے ہوے اور ادھر سامنے میر امان اللہ خان کھو کرو اور رام پا تلنک و باجے راو و بھیم وغیرہ
چار ہزار سوار ون اور دس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے اور ادھر کے عقب مین بہادر خان
و شجاعت خان وغیرہ ایک ہزار سوارون اور دو ہزار پیادون کے ساتھ مقرر ہوے اس طرح
فوج تیار ہو کر پٹھانون کی طرف چلی فرانسیسون کے آگے مظفر خان گاردی تھا جب یہ تمام سپاہ
پٹھانون کے لشکر کے سامنے پہنچی تو پٹھان جو ایک ساعت قبل راے چوٹی سے آئے تھے
تیاری کر کے لڑنے کو آمادہ ہوے۔ میر سیف اللہ خان کو جو ان کا مدار کار تھا صلح کے لیے بھیجا
فرانسیسون نے سمجھ لیا کہ صلح کو آتا ہے لیکن گولی مار دی جب پٹھان صلح سے ناامید ہوے تو
لڑنے کو تیار ہوے فرانسیسون نے اتنے گولے مارے کہ انکو دم لینے کی فرصت نہ دی۔ آخرکار
بطور فریب کے پٹھانون نے اپنی لشکرگاہ کو چھوڑ کر پسپائی اختیار کی تمام لشکر نے سمجھا کہ یہ لوگ
بھاگ رہے ہین تمام سپاہی بے سوچے اور سمجھے انکی لشکرگاہ پر ٹوٹ پڑے اس طرح ترتیب لشکر
کی بگڑ گئی مظفر جنگ نے تمام سردارون کو ہر طرف مقرر کیا تھا مگر شاہ نواز خان اور میر نجف علی خان
کو کسی سمت مین مقرر نہین کیا تھا یہ دونون سردار بطور خود اپنی اپنی جمعیتون کے ساتھ نواب کے
ساتھ ہو گئے تھے میر نجف علی خان نے جب دیکھا کہ فوج لوٹ مین مصروف ہے اور صفون کی
ترتیب لوٹ گئی ہے اور پٹھان دغا کی فکر مین ہین تو شاہ نواز خان سے کہا کہ مین تم سے رخصت
ہوتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون اور مین آگے سے چل کر نواب شہید کا انتقام لیتا ہون
ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا شاہ نواز خان نے کہا کہ مجھے اور تمھین کوئی حکم نہین ملا ہے
اُسنے جواب دیا کہ آخر ہین تو ہم نواب مظفر جنگ کے ساتھ جب شکست ہوئی تو ہمارا کیا حال ہوگا
اور نواب شہید کا خون جوش مار رہا ہے اگر اسوقت انتقام نہ لیا تو کونسا وقت ہاتھ آئے گا بہر صورت
میر نجف علی خان اپنی فوج کے ایک ہزار سوارون اور ایک ہزار پیادون کے ساتھ سب
لشکر سے آگے بڑھا جب پٹھانون نے میر نجف علی خان کو دیکھا تو اس سے لڑنے لگے اور کسی نے

میر نجف علی خان کو مدد نہ دی۔ اس وقت مظفر جنگ کھڑے تھے اور دوسرے سردار پسپا ہوگئے تھے یہان تک کہ مظفر جنگ کے سامنے کوئی باقی نہین تھا۔ ہمت خان پٹھان نے دیکھا کہ مظفر جنگ کے سامنے کھڑے ہین تو تھوڑی سی سپاہ میر نجف علی خان کے مقابل چھوڑ کر بجلی کی طرح ہاتھی بڑھا کر مظفر جنگ کے سامنے آیا اس سے کوئی سردار مقابلے کو نہ بڑھا مظفر جنگ نے خود ہاتھی اسکی طرف بڑھایا چند تلنگے اور چند خاص بردار جو مظفر جنگ کے سامنے کھڑے تھے انھون نے سپے درسپے ہمت خان کی طرف گولیان مارین دو گولیان اسکے پیٹ مین لگین اس سبب سے نہایت مضطرب ہوکر ڈھال ہاتھ سے ڈالدی پھر ہوش وحواس درست کرکے ڈھال کی جگہ تکیہ ہاتھ مین لے لیا ایک گولی اسکے سینے مین لگی اور مرگیا ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

مظفر جنگ عماری مین سے سر نکال کر تلوار لیکر کھڑے ہوگئے تھے اور فیلبان کو تاکید کرتے تھے کہ ہمت خان کے ہاتھی کے برابر لے چلے فیلبان نے اسکے ہاتھی کی طرف ہاتھی بڑھایا اُسوقت ایک تیر آکر مظفر جنگ کی اُلٹی آنکھ مین لگا اور سر کے پیچھے نکل گیا جب دونون سرداران فوج مارے گئے تو لڑائی باقی نہ رہی عبدالنبی خان وغیرہ کہ پٹھان سردار باقی تھے ہمت خان کے مرتے ہی بھاگ نکلے۔ ہزار کے قریب پٹھان برہنہ تلوارین ہاتھون مین لیے کھڑے تھے ان مین سے اکثر مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے پٹھانون کے اکثر سردار پکڑے آئے جن کے سر کٹوا کر نیزون پر علم کرائے گئے لڑائی کے بعد معلوم ہوا کہ تین ہزار آدمی کام آئے ہین لیکن فتح کی نوبت نہ بجائی گئی۔ نواب آصف جاہ اول کے تینون بیٹے صلابت جنگ و نظام علی خان اسد جنگ اور نواب بسالت جنگ ہاتھیون پر سوار تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے تھے ان مین نظام علی خان کا چہرہ تیر سے زخمی ہوگیا تھا باقی صحیح وسالم رہے تھے تمام امرا نے میدان معرکے مین جمع ہوکر تینون کو نواب بناکر نوبت بجوائی اور پٹھان جاگیردارون کے سر اور مظفر جنگ کی لاش لیکر لشکر گاہ مین آئے جب مظفر جنگ کی لاش خیمے مین پہنچی تو اُن کی مان اور بی بی نے اس طرح بین شروع کیا کہ سننے والون کا کلیجہ شق ہوتا تھا اور دوسری طرف تینون بھائی ایک مسند پر بیٹھ کر امرا کی نذرین لے رہے تھے۔ زمانے کا عجیب حال ہے کہ بہت دنون تک مظفر جنگ نے ریاست کے مزے نہ اُڑائے دو ماہ سے زیادہ حکومت نہ کی کہ ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ہجری کو آنکھ مین تیر لگنے سے اور بعض کے قول کے مطابق برچھے کے زخم سے مارے گئے اس طرح کہ جب ایک جاگیردار یعنے عبدالنبی خان حاکم کڑپا مارا گیا اور دوسرا جاگیردار یعنے ہمت خان حاکم کرنول زخمی ہوکر بھاگا جاتا تھا تو مظفر جنگ اسکے

پیچھے دوڑے گئے اور ہمت خان سے جا بھڑے اسنے سمجھا کہ میرا مقام زندگی تو دم شمشیر کے نیچے آہی چکا ہے مین مظفر جنگ کو کیون باقی رکھون ایک نیزہ تاک کر انکے دماغ پر ایسا مارا کہ ایک دم مین اُن کا کام تمام ہوا ہمت خان کا جسم بھی دشمنون کے ہاتھ سے ٹکڑے ہوا ہمت خان کا دیوان امانت اللہ خان و بہلول خان و نصیب یاور خان اس طرح برباد ہوے کہ جب لشکر کرنول مین آیا تو شہر کو غارت کر کے ہمت خان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔

مظفر جنگ کی بیگم

سید شاہ بیگم ہمشیرہ قسورہ جنگ عبد الباری خان۔

بیٹے

(۱) ناصر محی الدین خان۔
(۲) صدر الدین محی الدین خان۔

یہ دونون سید شاہ بیگم کے بطن سے تھے جیسا کہ خورشید جاہی مین ہے۔
مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا بیٹا سعد الدین خان نامی مظفر جنگ کے خطاب سے مخاطب ہوا تھا اور بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا تھا گر مرض چیچک سے مرگیا اور راحت افزا مین یون لکھا ہے کہ مظفر جنگ کے خرد سال بچے کا خطاب سعد اللہ خان بہادر مقرر ہوا تھا اور منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا اسکو ملا تھا اور بیجاپور اسکی جاگیر مین مقرر ہوا تھا اور فتحیہ آصفیہ مین مرقوم ہے کہ مظفر جنگ کی وفات کے بعد ایک بیٹا رہا تھا اسکو ظفر جنگ بہادر سپہ سردار خطاب ملکر بیجاپور کی صوبہ داری ملی تھی لیکن دو سال کے بعد مرگیا۔ اس کا ایک بیٹا پنج سالہ باقی رہا۔

سید محمد خان پسر سوم آصف جاہ اوّل کی مسند نشینی

انکے خطاب مین اتنے الفاظ ہین امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ نظام الدولہ مدار الملک ظفر جنگ سپہ سالار اشہر خطاب صلابت جنگ ہے چونکہ تینون بھائی مسند حکومت پر بیٹھ گئے تھے کسی کو مجال نہ تھی کہ صرف ایک کو منتخب کر لے اور دونون کو اس کا مطیع بنا دے اسوقت فرانسیسون اور تلنگون نے کہا کہ ہم مظفر جنگ کے ساتھ متعین تھے وہ مارے گئے ہم واپس پانڈیچری کو جاتے ہین لشکر نے ایک دھم مچا دی

بقایا تنخواہ کے لیے دھنا دیا امرا پریشان خاطر تھے کہ کیا کیجیے کس کو نظام بنا کر انتظام کیجیے مظفر جنگ کی مان اور بیوی نے مظفر جنگ کے بیٹے کو فرانسیسون کے سپرد کر دیا کہ اس بچے کا حق دلادو اور در پردہ فرانسیسون کا یہ داعیہ تھا کہ مظفر جنگ کا بیٹا مسند نشین ہو اس سبب سے بھی وہ نازک مزاجی کر رہے تھے پٹھان تو بھاگ گئے تھے مگر پانچ ہزار جمع ہو کر لشکر کے لوٹنے کی فکر کرنے لگے تھے۔ غرض اس دن عجیب تلاطم برپا تھا گویا قیامت آگئی ہے رام داس پنڈت بھی خانہ نشین ہو گیا آخر کار شاہ نواز خان و امانت خان و میر نجف علی خان وغیرہ سرداروں نے قرار دیا کہ صلابت جنگ سب سے بڑے ہین اور دونون بھائی چھوٹے ہین انھین کو مسند حکومت پر بٹھایا جائے بوسی کی سمجھ بھی کام کر گئی وہ یہ دور کی سوچا کہ مظفر جنگ کا بیٹا بچہ ہے اسکے باپ نے کوئی ایسا سلوک امرا کے ساتھ نہین کیا کہ کوئی اسکی سرپرستی کرتا اور اسکی حمایت سے فرانسیسون کا پلہ بھاری ہوتا صلابت جنگ کے واسطے اسنے بھی ریاست تجویز کی اسکو اور افسرون نے بھی مان لیا ڈوپلے نے بھی اسپر صاد کیا غرضکہ لشکر نے یہ تجویز سنکر شور و غل کم کیا۔ جب یہ تجویز مکمل ہوگئی تو امرا نے چھوٹے بھائیون سے آکر عرض کیا کہ صلابت جنگ کو مسند نشین کیا جائے گا تو دونون نے طوعًا و کرہًا مان لیا اور صلابت جنگ کی مسند نشینی کی مبارکباد ہونے لگی۔

نام اصلی ان کا سید محمد ہے باپ کے عہد مین خطاب خانی اور سید محمد خان بہادر صلابت جنگ سے مخاطب تھے۔

صلابت جنگ نے دونون بھائیون کا ایک ایک ہزار روپیہ اضافہ کر کے حکم بھیجدیا اور دونون کو ہفت ہزاری بنا دیا اور راجہ رام داس کو بلا کر **راجہ رگھناتھ داس** خطاب عطا کر کے **وکیل مطلق** بنا دیا راجہ نے تمام فرانسیسون کو کہ مظفر جنگ پانڈیچری سے نوکر رکھکر ساتھ لائے تھے دلجوئی کر کے صلابت جنگ کا رفیق بنا یا انکی مسند نشینی کی رسم مقام سکرنڈی مین واقع ہوئی تھی اور نواب نے رگناتھ داس کی معرفت والدہ مظفر جنگ کی استمالت کی اور انکے خرد سال بچے کو **سعد اللہ خان بہادر** خطاب بخشا اور ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب دیکر ملک بیجاپور بدستور اسکے باپ کے عہد کی طرح اسکی جاگیر مین مقرر کر دیا قتل مظفر جنگ کے دن اور دوسرے روز بھی یہی مشہور رہا کہ نظام علی خان اسد جنگ مسند نشین ہوے ہین جب صلابت جنگ کی مسند نشینی کی منادی ہو گئی تو اہالی و موالی و سرداران لشکر نے حاضر ہو کر مبارکباد دی لیکن ابھی اہل لشکر کو اطمینان نہ تھا سب اپنی فکرون مین مستغرق تھے اور یہ خوف اور بھی غالب تھا کہ لشکر مین کچھ انتظام نہین اور پٹھان

گھاٹ مین ہین اور یہ علاقہ بھی ان کا تھا اس لیے اکثر آدمی بھاگ گئے بعض رخصت لیکر چلے گئے اور قصبون مین رہنے لگے نواب صلابت جنگ سے میر نجف علی خان نے عرض کیا کہ مین خود اور اپنے بھائیون کو جمع کر کے عقب لشکر مین اپنی فرودگاہ مقرر کرتا ہون اور پٹھانون کے مقابل تمام شب قائم رہون گا تاکہ اس قوم کے ملک سے بسلامت باہر نکل جائین نواب نے یہ بات منظور کرلی اور یہ لوگ عقب لشکر مین چلے گئے۔ اور اس سے اہل لشکر کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہو گیا جب دو تین منزل اس ملک مین سے کوچ ہو گیا اور میدان مین نکل آئے۔ اکثر بھاری اسباب اور دس دہ بڑی بڑی توپین کہ نواب آصف جاہ اول انکی بیحد قدر کرتے تھے کمار کالوہ مین کہ ریت کا ورہ دو پہاڑون مین تین چار کوس تک ہے بسبب پریشانی کے چھوڑ آئے تھے تو تمام اسنے ملکر افسوس کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے عجب خطا واقع ہوئی کہ ایسی عمدہ توپین چھوڑ آئے ہین تمام عالم ہمکو کیا کہے گا ایسا کون ہے کہ جا کر وہ توپین اور تمام سامان لے آئے میر نجف علی خان کا بھائی میر حسن علی خان بول اٹھا کہ مین جا کر لے آتا ہون اگرچہ میر نجف علی خان کی مرضی نہ تھی کہ بھائی ادھر جلے چونکہ سب کے سامنے اسکی زبان سے یہ بات نکل چکی تھی لاچار ہو کر اسکے ساتھ اپنی فوج کر کے روانہ کیا میر حسن علی خان لشکر سے جدا ہو کر پانچ کوس پیچھے کو گیا تھا کہ ادھر کے پٹھان اور زمیندار جمع ہو کر مقابل ہوے جبکہ اسنے دیکھا کہ یہ لوگ بہت ہین اور میرے ساتھ تھوڑے آدمی ہین تو اپنے بھائی کو مدد بھیجنے کے لیے لکھا چنانچہ میر نجف علی خان فوراً روانہ ہو کر جلد وہان پہنچ گیا اسنے جا کر دیکھا کہ میرے بھائی پر دشمنون کا بڑا نرغہ ہے اسکے پہنچتے ہی وہ لوگ بھاگ گئے۔ یہ کمار کالوہ پہنچکر تمام توپین اور اسباب لیکر واپس آگیا۔

کرنول کی فتح

راجہ رگھناتھ داس کو میر نجف علی خان کے پوزیشن پر حسد پیدا ہوا اُسنے اسکو دفع کرنے کی غرض سے شاہ نواز خان کی معرفت یہ کہلایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو اچھے اچھے تعلقات کو چلے جاؤ میر نجف علی خان نے قبول کر لیا اسنے کڑپا اور کرنول وغیرہ محالات افاغنہ میر نجف علی خان اور اسکے بھائی کے لیے تجویز کیے چنانچہ خان مذکور نے آدمی بھرتی کر کے کڑپا کو تھانہ بھیجا ابھی وہان تھانہ قائم نہوا تھا کہ نواب صلابت جنگ کا لشکر کرنول مین جا پہنچا پٹھانون نے لشکر کے پہنچتے ہی لڑائی کی تیاری کی راجہ رگھناتھ داس نے قابو پاکر میر نجف علی خان کو کہلایا کہ کرنول تمھارا تعلقہ ہے اور پٹھان وہان جمع ہین ایسا وقت پھر کب ہاتھ آئے گا نواب کا

لشکر موجود ہے اگر کوشش کروگے تو اس وقت کرنول پر قبضہ ہو جائے گا میر نجف علی خان نے دیکھا کہ راجہ فوج لیکر تیار ہو گیا تو خود بھی فوج لیکر کرنول کے پاس جا پہنچا اور راجہ کو کہا کہ جرات بے جا اچھی نہین ہے تدبیر سے کام کیا جائے گا راجہ نے کہا کہ تم اپنے کام مین مشغول رہو ہم کھڑے رہتے ہین میر نجف علی خان نے کوشش کر کے اول شہر پر حملہ کیا وہان کے آدمیون نے توپون اور جزائل سے آگ برسانی شروع کر دی لیکن خان مذکور چیرہ دستی کر کے دیوار تک پہنچ گیا جو آدمی فصیل سے بلند ہو کر جرات کر رہے تھے انکو جزائل اور بان وبندوق سے گرا دیا اور اپنے ہاتھی کو شہر پناہ کے دروازے کے پاس پہنچا کر بہت کوشش کی مگر کواڑ نہ ٹوٹے۔ ایک طرف سے شہر پناہ کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی میر نجف علی خان کا چھوٹا بھائی میر حسن علی خان اس طرف سے اوپر چڑھ گیا اور میرزا عبداللہ بیگ اور تفضل علی بیگ وسید علی بیگ اور میر علی اکبر وغیرہ بھی اسکے پاس پہنچ گئے اور نشان فصیل پر قائم کر دیا میر نجف علی خان یہ دیکھ کر خود بھی فوج لیکر اُدھر سے گھس گیا پٹھان یہان سے بھاگ کر قلعے مین داخل ہو گئے اور شہر انکے قبضے مین آگیا اور اسکو خوب لوٹا جب راجہ کو یہ خبر بھیجی تو وہ فوج اور سرداران لشکر جیسے نظر علی بیگ خان بخشی سائر و محمد اکبر خان رسالہ داران اور محمد سعید رسالہ دار وغیرہ کے شہر مین داخل ہو گیا میر نجف علی خان نے راجہ کو ایک حویلی مین بٹھا کر قلعہ کرنول کی فتح کی تیاری کی دوسرے سرداروں کو بھی ساتھ لیا قلعے کے متصل ایک گڑھی تھی اور پٹھانون کا یہان تھانہ تھا محمد اکبر خان وغیرہ نے اسے فتح کر لیا۔ قلعہ کرنول بڑا مضبوط تھا اور لڑائی کا پورا سامان اس مین جمع تھا قلعہ نشین مقابلے کو آمادہ ہوئے قلعے کی دیوار کے پاس ایک ٹوٹا ہوا دروازہ تھا میر نجف علی خان وغیرہ اس مین کھڑے ہو کر اندر داخل ہونیکی فکر کرنے لگے میر نجف علی خان کے دو بھائی میر محب خان و میر نذر علی خان بھی نواب سے اجازت لیکر آگئے چارون بھائی جمع ہو گئے میر نجف علی خان نے نذر بیگ خان بخشی کو کہلایا کہ تم میری جگہ کھڑے ہو جاؤ مین آگے جانے کا انتظام کرتا ہون چار سو آدمی گھوڑون سے اُترے اور تیز دستی کر کے قلعے کی خندق لے لی قلعے پر سے توپون بندوقون اور بانون اور جزائل کی مار جاری تھی چند آدمی مارے گئے آخر سیڑھیان دیوار سے لگا کر اوپر چڑھ گئے پٹھان گھبرا کر بھاگنے لگے آخر کار میر نجف علی خان وغیرہ قلعے پر چڑھ گئے میر نجف علی خان نے پٹھانون کو کہلایا کہ یا تو مقابلہ کرو ورنہ ہم دروازہ کھولے دیتے ہین تم اُدھر سے نکل جاو قلعہ نشینون کے ۲۶ سردار آئے ان مین سے فقیر محمد خان اور گلاب خان نے دور سے کھڑے ہو کر کہا کہ ہمکو ہمارے قبائل لیکر قلعے سے نکل جانے کی اجازت دیجیے میر نجف علی خان نے انسے وعدہ کیا اس عرصے مین راجہ بھی فوج لیکر ادھر آنے لگا اور پٹھانون نے دیکھا کہ راجہ مع فوج کے آرہا ہے تو اب پٹھان یہ بولے کہ آپنے

اگرچہ امن دیدی ہے مگر راجہ آرہا ہے اس سے بھی کہلا بھیجے کہ ہمنے ان کو امن دی ہے میرنجف علیخان نے اپنے تینون بھائیون کو پٹھانون کے ساتھ بھیجا کہ تم جاکر راجہ سے کہدو کہ ہم نے ان کو امن دی ہے جب ان کی واپسی مین دیر ہوئی تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پٹھانون نے راستے مین تینون کو مارڈالا لوگون نے کہا کہ انکی لاشین قلعے کے تلے پڑی ہین میرنجف علی خان نے جھانک کر دیکھا تو تینون کی لاشین پڑی پائین اسکو اتنا رنج ہوا کہ قلعے کے تلے کودگیا لیکن زندگی باقی تھی بچ گیا وہان دس پٹھان شمشیر برہنہ کھڑے تھے میرنجف علی خان اور اسکے رفقانے سب کو قتل کرڈالا پٹھانون نے جسوقت تینون بھائیون کو قتل کیا تھا تو سامنے سے راجہ اور اسکی سپاہ دیکھ رہی تھی کسی نے حمایت نہ کی میرنجف علی خان بھائیون کے ماتم مین بیٹھ گیا راجہ نے میدان خالی پاکر قلعہ مظفرخان گاردی کے حوالے کردیا یہ بات میرنجف علی خان کو نہایت ناگوار ہوئی اُسنے راجہ کے قتل کی فکر کی اور راجہ پر بلوا کھڑا کیا اور یہ بہانہ کیا کہ جن افغانون کو مین نے بھائیون کے قصاص مین مارڈالا ہے اُنکے سوا جو باقی رہے ہین اُن کو راجہ میرے حوالے کردے شاہ نواز خان نے درمیان مین پڑکر سمجھایا اس جھمیلے مین نواب صلابت جنگ کا کوچ تین دن تک موقوف رہا استمالت کے بعد کوچ ہوا۔

مظفرجنگ کی مان۔بیوی اور بیٹے کی بیجاپور کو روانگی

مظفرجنگ کی مان خیرالنسا بیگم اور انکی بیوی سید شاہ بیگم اور ان کا بیٹا اس منزل سے جدا ہوے اور مظفرجنگ کی لاش لیکر بیجاپور کو روانہ ہوے بہت سا انبوہ اُنکے ساتھ ہوا ساٹھ ہاتھی اور عمدہ جواہر مظفرجنگ اور ناصرجنگ کے مال مین سے لیکر اور جو کچھ دوسرا سامان ہاتھ آیا وہ بھی سمیٹ کر فرانسیسون کی حمایت سے روانہ ہوگئے اور دوسرے بڑے بڑے آدمی بھی رخصت ہوے اسکو سب نے غنیمت جانا کوئی متعرض نہوا۔

مرہٹون سے معاملہ

مظفرجنگ کی عیال کی روانگی کے بعد نواب صلابت جنگ حیدرآباد کی طرف روانہ ہوے کہ اس وقت بالاجی راو پسر باجی راو اور راجہ ساہو کا لیپالک فتح سنگھ اور رگھوجی بھوسلہ تینون اسی ہزار سوار لیکر نواب کے لشکر سے دس کوس پر آکر اُترے اور پیام دیا کہ تین سال سے ہمنے دکن کی حفاظت کی ہے اس مین ہمارا ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے تین دن تک بحث رہی امرا اور فرانسیسون کی راے ہوئی کہ روپیہ دیدیا جاے اور صلح کرلی جاے

راجہ رگناتھ داس نے بالاجی کو سمجھا کر نو لاکھ روپے اسکو دیکر صلح کر لی بالاجی پونا کو چلا گیا اور صلابت جنگ حیدر آباد کو روانہ ہوے۔

سپاہ کی تنخواہ ہنگامہ آرائی کے بعد چکانا رگناتھ داس کے ہاتھ سے نواب کا نہایت مجبور ہو جانا

سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی ہر روز ہنگامہ ہوتا تھا راجہ رگناتھ داس حیدر آباد کا وعدہ کرتا تھا جب حیدر آباد کے نواح مین پہنچے تو خدا بندہ خان دیوان اور صلابت جنگ کے بھائی مرزا مغل نے کہ حیدر آباد کا ناظم تھا پانچ کوس کے فاصلے سے استقبال کیا سب آدمی شہر مین داخل ہوے قلعہ گولکنڈہ مین دو کروڑ روپے کے قریب نقد جمع تھے اور اسی قدر قیمت کا جواہرات موجود تھا نواب کے حکم سے راجہ رگناتھ داس نے خزانہ کھولکر سپاہ کی تنخواہ بے باق کر دی اور سب کو راضی کر لیا اور فرانسیسون کو انعام واضافہ اور باقی دیگر موافق کر لیا اور خاص اپنی ذات سے تین ہزار سوار نوکر رکھے اکثر اچھے اچھے جماعہ دارون کو سرکاری نوکری سے جدا کر کے اضافہ دیکر اپنے رسالے مین رکھ لیا اور انکی تنخواہ کا روپیہ سرکاری خزانے سے دیتا تھا اور اکثر سردارون جیسے میر مقتدا خان وحسین منور خان دکنی و واصل خان یک چشمی وغیرہ کو اپنا رفیق بنا کر دوسرون کی بربادی کی فکر کرتا تھا ایک کو بڑھا کر دوسرے کو بگاڑتا تھا۔ نواب صلابت جنگ کی یہ حالت کر دی تھی کہ ایک ایک روپے کے لیے اسکے دست نگر ہو گئے تھے چنانچہ ایک دن نواب نے چاہا کہ اپنے ساتھ بھائیون کو کھانا کھلائین داروغہ باورچی خانہ کو حکم بھیجا کہ اس قدر کھانا زیادہ پکائے اسنے راجہ سے اجازت چاہی راجہ نے کہا کہ جیسے سابق سے پکتا ہے اسی قدر پکایا جائے نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو راجہ کو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا راجہ رقعہ پڑھ کر بولا معلوم ہوا کہ چھوچھوندی کے پر نکل آئے ہین غلطی کی ہے جو رقعہ لکھا ہے جس قدر مقرر ہے اس سے زیادہ نہ پکے گا۔ نواب صاحب اس قدر سختی برداشت کرتے اور کوئی راجہ سے مقابلہ نہ کرتا کیونکہ فرانسیسی اور تلنگے اسکی مدد پر تھے دو سال تک یہی حال رہا نواب یہان سے کوچ کر کے اورنگ آباد کو چلے گئے۔

سنہ ۱۱۶۴ ہجری مین بعض ممتاز لوگون کی وفات

اس سال ماہ صفر مین حیدر آباد کا دیوان نقد علی خان جسکی عمر سو سال سے متجاوز ہو گئی تھی مر گیا اس کا بیٹا مرزا علی نقی جس کو مظفر جنگ نے فیل خانے کا داروغہ کر دیا تھا۔ باپ کے بعد

نقد علی خان خطاب سے سرفراز ہوا نواب صلابت جنگ نے اسکو حیدرآباد کا دیوان کر دیا سید شریف خان شجاعت جنگ بھی اسی سال ماہ شعبان مین فوت ہوگیا جو سید محمد قنوجی کی اولاد سے تھا اور نہایت بہادر آدمی تھا اسکے بیٹے صدر الدین خان کو باپ کا خطاب ملا مگر برار کی صوبہ داری شجاعت جنگ کی جگہ سید لشکر خان نصیر جنگ کے حوالے ہوئی۔ اسی سال ماہ ذیحجہ مین میر دوست علی خان کہ نواب صلابت جنگ کی مدد کے لیے ابو الخیر خان کے ہمراہ پانسو سوار و پیادہ کے ساتھ برہانپور سے اورنگ آباد کو گیا تھا جبکہ انکو بالاجی سے جنگ درپیش تھی مرگیا اسکے بیٹے میر نجف علی خان نے باپ کی لاش برہانپور بھیجدی وہان نار مسجد مین کہ اسکی بنائی ہوئی تھی دفن ہوا۔

برہان پور کی صوبہ داری کا واقعہ

صلابت جنگ کے بڑے بھائی فیروز جنگ کی نیابت برہانپور کی سند بادشاہ کی طرف سے خواجم قلی خان کے نام آئی اُسنے فرمان کی پیشوائی کی اور صوبہ داری پر حکومت جمائی یہان پہلے سے مظفر جنگ کی طرف سے ابو الخیر خان شمشیر بہادر اس کام پر مقرر تھے انھون نے تمام حال نواب صلابت جنگ کو لکھا جو اس عرصے مین مظفر جنگ کے بعد مسند امارت پر بیٹھ گئے تھے اور راجہ بہادر کو بھی تحریر کیا شہر مین عمل و دخل خواجم قلی خان کا تھا اور شہر کے باہر بالاجی کے کارندے مالک تھے جب اس مضمون کے مراسلے ابو الخیر خان کے صلابت جنگ اور راجہ بہادر کو پہنچے تو انھون نے اُن کو جھالردار پالکی اور امام جنگ خطاب دیکر سند صوبہ داری برہان پور کی ارسال کی اور لکھا کہ تم حکومت وہان جماؤ اور خواجم قلی خان سے حکومت نکال لو جب ابو الخیر خان نے خواجم قلی خان کو لکھا تو اُسنے جواب دیا کہ مین بادشاہ کی طرف سے ناظم مقرر ہوا ہون جب انھون نے شہر برہان پور کے نامی آدمیون اور اہلکارون سے مشورہ کیا تو سب نے بالاتفاق کہا کہ نواب صلابت جنگ کا حکم جاری کرنا چاہیے خواجم قلی خان نے چاہا کہ دخل نہ دے اور ممانعت کی تیاری کی چند روز اسی طرح گذرے اور اصلاح کرنے والون نے سمجھایا لیکن کوئی فائدہ مترتب نہوا اور شہر برہانپور کے میدان چوک مین خواجم قلی خان کا جھنڈا بلند تھا میر محمد غیاث خان اس کا جھنڈا گرانے کے لیے اس سے چار چند فوج کے ساتھ ۱۹ جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۵ ہجری کو تیاری کر کے چوک کی طرف روانہ ہوا یہ خبر سنکر خواجم قلی خان نے اپنے بیٹے نذر محمد خان اور داماد کو جس کا خطاب البرز خان تھا محمد ناصر بخشی کے ساتھ فوج دیکر مقابلے کو بھیجا لیکن میر محمد غیاث خان نے پیش دستی کر کے خواجم قلی خان کا جھنڈا گرا کر ابو الخیر خان کا جھنڈا

گھرا کر دیا جب یہ خبر خواجم قلی خان کو پہنچی تو اسنے اپنے سرداروں کو لڑائی کرنے کا حکم دیا اور سعبا جند اور دلپت راے کی حویلیوں کو اپنا مورچہ بنایا اور بان و بندوقیں مارنی شروع کرائیں چنانچہ اس ہنگامے میں چوک کے چند تماشائی آدمی زخمی ہوے اور مارے گئے اور میر غیاث نے کمان بازار میں بیٹھ کر مورچہ قائم کیا اور چار گھڑی دن باقی رہے لڑائی شروع ہوئی اور میر کمال کی حویلی پر جو پل کے قریب واقع ہے میر حیدر علی کے مورچے تھے گولیاں اور بان چلنے لگے ابوالخیر خان کے دو بھانجے میر امجد و میر عزیز اور انکے دوسرے رشتہ دار اور عبدالنظر بیگ خان[1] بخشی اور سید نورالدین خان کوتوال اور رسالہ دار لوگ تمام رات میدان چوک میں جامع مسجد کے سامنے مورچے جماتے رہے۔ خواجم قلی خان کے آدمیوں کے دلوں میں بڑی تشویش پیدا ہو گئی لیکن خود خواجم قلی خان کی بدستور ہمت قائم تھی۔ میر نعمان صاحب پسر شاہ عبدالمنان و میر حیدر علی عرف میان بدن و نرسنگھ راؤ و شیخ عبدالرحمن صلح کے لیے آمد و رفت کرتے تھے اور بڑی کوشش میں تھے آخر کار طرفین صلح کی طرف مائل ہوے اور صلح اسپر قرار پائی کہ بارہ ہزار روپیہ بابت تنخواہ سپاہ کے ابوالخیر خان دیدیں تو صوبہ داری اُنکے حوالے کر دی جاے گی پہر دن چڑھے فتنہ خاموش ہوا اور لڑائی بند ہو گئی اور خود بخود وہان کے افسرون نے امام جنگ شمشیر بہادر سے رجوع کی پھر دوبارہ نواب صلابت جنگ کی طرف سے حکم ابوالخیر خان کے پاس آیا کہ پانچ چھ ہزار سوار نوکر رکھ لیں اور تمام تنخواہ برہانپور کے خزانے سے دلوادیں انھوں نے سپاہ کی بھرتی شروع کی اور بہت سے لوگ معاش کو پہنچ گئے اور جن منصبدارون کی جائدادیں مرہٹوں نے ضبط کر لی تھیں اُنکے لیے خوب مدد خرچ جاری ہو گیا اور ہر روز خود ابوالخیر خان سوارون کا ملاحظہ کرتے تھے پچاس روپے کا مال اکیس بیس بلکہ ایک سو بیس روپے کو بکنے لگا اور مالوے کے گھوڑے سوداگر برہانپور کو لاتے اور نخاسے کا بازار جو کچھ عرصے سے کاسد ہو رہا تھا پھر گرم ہو گیا اور چوک گھوڑون سے بھرا رہتا تھا۔ نواب نے خواجم قلی خان کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور راجہ رگھناتھ داس نے نظر بیگ خان کو خط لکھکر اپنے پاس اورنگ آباد میں بلایا وہ ۱۴ رمضان ۱۱۶۴ ہجری کو روانہ ہوا اور ۱۵ رمضان کو خواجم قلی خان اورنگ آباد کی طرف گیا نظر بیگ خان کو پھر سائر کا بخشی بنا دیا گیا اور جسقدر اسکے رشتہ دار ساتھ گئے تھے ہر ایک کو منصب اور خطاب ملا میر مہدی خان اور دوسرے بھائی قاضی دائم کے جو مغضوب تھے انکو قید کر کے راجہ رگناتھ داس کے پاس لے گئے یہ لوگ یہان سے بھاگ کر جابجا چھپ گئے اسوقت ماناجی نمک عادل آباد کی طرف حملہ آور ہوا

[1] راحت افزا میں عبدالنظر بیگ خان کی جگہ نظر بیگ خان بھی لکھا ہے ۱۲

جب میر غیاث اور دوسرے رسالہ دار اسکے مقابلے کو گئے تو بھاگ گیا۔
ماہ شوال ۱۱۶۶ھ ہجری مین پانچ لاکھ روپے کے قریب خزانہ مقام جھانسی مقبوضہ رانوجی سیندھیا سے اُسکے پاس جا رہا تھا شہر برہانپور کے قریب پہنچا تو ابوالخیر خان نے اسے لٹوا لیا لیکن بعد اسکے کارپردازان لشکر نواب سنے واپس کرا دیا۔

بالاجی سے جنگ

راجہ رگناتھ داس بالاجی سے عداوت رکھتا تھا اور ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ نو لاکھ روپے جو بالاجی نے نواب صلابت جنگ کی سرکار سے لیے ہین ہر لاکھ کی جگہ دس دس لاکھ لون گا یہ خبر بالاجی کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور رگناتھ داس کو کہلا بھیجا کہ اکثر تم ایسا کہتے رہتے ہو تم ایسا کیون مدہوش ہوگئے ہو راجہ نے یہ بات سنی تو آشفتہ ہوا اور سپاہ جمع کرنے لگا اور ابوالخیر خان امام جنگ کو بلایا انھون نے اپنی روانگی سے پہلے میر غیاث اور سید معزالدین پسر سید نورالدین کو خزانے کے لانے اور استمزاج مطلب کے لیے بھیجا اور خود سلخ شوال کو دریاے تپتی سے عبور کر کے شدت بارش مین اورنگ آباد کو روانہ ہوے راستے مین فالج کا عارضہ ہوگیا ۲۲ ذیقعدہ ۱۱۶۶ھ ہجری کو باوجود مرض کے نواب صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور یہان یہ مشورہ قرار پایا کہ بالاجی سے لڑنا چاہیے چنانچہ عید قربان کے بعد ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ ہجری کو نواب شہر سے باہر خیمے مین داخل ہوے اور ابوالخیر خان امام جنگ کو سب لشکر سے آگے اور رکن الدولہ سید لشکر خان نصیر جنگ کو عقب لشکر مین مقرر کیا اور یہان فوج اور توپخانے کے اجتماع کے لیے چند مقام ہوے اور احمد نگر کی راہ سے محی آباد پونا کا قصد کیا اور یہان بھیر و بنگاہ کو چھوڑ کر ضروری اسباب اور آدمیون کے ساتھ آگے بڑھے بالاجی پچاس ہزار سوار لیکر مقابل ہوا ۱۱ محرم ۱۱۶۶ھ ہجری کو بالاجی اور نواب صلابت جنگ مین لڑائی شروع ہوئی بالاجی کے ہراول مین اُس کا چچا زاد بھائی سدھوجی تھا۔ اور نواب صلابت جنگ کے ہراول مین ابوالخیر خان تھے جن کی مدد کو فرانسیسی اور تلنگے مقرر ہوے ابوالخیر خان باوجودیکہ مفلوج تھے لیکن انھون نے فن سپہ گری خوب دکھایا آخر کار مرہٹے پسپا ہوے دوسرے روز کسی کی فتح کے لیے ابوالخیر خان مامور ہوے انھون نے اپنے بھانجے امجد خان و عزیز اللہ خان کو مع رفقاے جان نثار کے رخصت کیا بالاجی نے بھی اُنکے مقابلے کو آدمی بھیجے بہت سے مرہٹے مارے گئے اور انکو شکست ہوئی محمد امجد خان کے بھی بہت سے ساتھی کام آئے۔ نواب کے لشکر نے لڑتے بھڑتے مرہٹون کو پونا کے قریب پہنچا دیا اور جو آبادی دشمنون کی راستے مین ملتی

اسے جلا دیتے۔ فرانسیسون نے ان لڑائیون مین مرہٹون کو بہت زبون کیا۔ ۱۴ محرم سنہ ۱۱۶۵ ہجری کی شب کو پورا چاند گرہن ہوا تھا فرانسیسون نے مرہٹون پر شب خون مارکر ان کا قلع وقمع کر دیا بالاجی جو گنگا کے کنارے پوجا مین بیٹھا ہوا تھا سر وپا برہنہ گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ نکلا جس قدر سونے کے برتن پوجا کے مقام پر جمع تھے سب مسلمانون نے لوٹ لیے نواب صلابت جنگ کی سپاہ اسی طرح لڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور مرہٹون کے علاقے کو برباد کرتی دو تین کوس آگے بڑھ جاتی تھی۔ روز چہارشنبہ ۱۹ محرم کو بالاجی نے اپنی افواج متفرق کو جمع کر کے ہیئت مجموعی کے ساتھ لشکر اسلام پر کوچ کے وقت حملہ کیا راجہ رگناتھ داس نے نظر بیگ خان بخشی سائر کو فوج سائر کے ساتھ و میر نعمان خان و میر مقتدا خان و فتح خان و واسع خان رسالہ دارون کو اُن کے رسالون کے ساتھ مقابلے کو بھیجا نظر بیگ خان نے ایسی لڑائی کی کہ مرہٹے بھاگ نکلے ان لوگون نے تعاقب کیا اور بڑے لشکر سے دور ہو گئے مرہٹون نے لوٹ کر خوب جنگ کی نواب صلابت جنگ اور راجہ کی طرف سے مدد پہنچی نہین نظر بیگ خان نے دو گولیون کا زخم اور ایک تلوار کا زخم کھایا ہاتھ پر جو گولی لگی اُسکے صدمے سے ساعد کے قریب کی ہڈی ریزہ ریزہ ہو گئی تھی اور عجیب حالت پیدا ہو گئی تھی اور میر نعمان خان زخمی ہو کر خیمے مین پہنچکر مر گیا اور مقتدا خان زخمی ہو کر لشکر مین واپس آیا اور فتح خان اور واسع خان رسالہ دار مارے گئے اور نظر بیگ خان کا ماموں مغل بیگ خان زخمی ہو کر چند روز کے بعد مر گیا اور نصیر الدین خان و خیر الدین خان اور مغل بیگ خان کا بیٹا اور دوسرے سردار مارے گئے اور بالاجی کی طرف دس اور بقولے بیس عمدہ جماعہ دار اور بہت سے سوار کام آے اس دن عجیب تہلکہ واقع ہوا۔ بعضے منافق مسلمان جو بالاجی سے ملے ہوے تھے صلح کی شہرت دیکر تھوڑے دنون دفع الوقتی کرتے رہے بعد اسکے نواب کی فوج پونا سے چھ کوس پر جا پہنچی اور چاہا کہ پونا مین گھس جاے مرہٹون نے یہ قرار دیا کہ بالاجی خود جاکر نواب سے ملے اور صلح کرلے اس طرح سید لشکر خان نصیر جنگ روز مرہٹون کے پاس آتے جاتے تھے اس اثنا مین غلے اور چارے دانے کی نواب کے لشکر مین بہت کمی ہو گئی آدمی اور گھوڑے فاقے مرنے لگے اس حد تک بھوک اور تکلیف نواب کے لشکر مین پیدا ہو گئی کہ بیان کرنا مشکل ہے جب یہ حال مرہٹون کو معلوم ہوا تو زیادہ ستانے لگے اگرچہ فرانسیسی اور تلنگے آتش باری کرتے تھے مگر مرہٹے بھی بلا کے لوگ تھے آخر یہ قرار پایا کہ پونا سے احمد نگر کو لوٹ چلین اور وہان سے رسد حاصل کر کے پھر لوٹین باوجود ان مخصوصون کے مسلمان خوب لڑتے رہے اور پونا سے دس کوس پر قصبۂ تلی گانون تک پہنچکر اسے لوٹ لیا یہ مرہٹون کی عمدہ بستی تھی یہان سے تھوڑی سی رسد اور غلہ ملا پھر

احمد نگر کو واپس ہوے ایسی حالت مین مرہٹون نے چارون طرف سے حملے شروع کر دیے
آخرکار لڑتے بھڑتے احمد نگر مین داخل ہوے اور یہان فالتو سامان اور بہیر کو چھوڑا اور یہان
کی جو سپاہ مرہٹون کے خوف سے لشکر مین نہ پہنچ سکی تھی اسے ساتھ لیکر اور بنجارون کو ہمراہ لیکر
سنگمیز کی طرف چلے راستے مین بلند پہاڑ اور دشوار گذار ٹیلے کہ ان مین تھے بہت سختی سے طے
کیے پھر صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور قرار ومدار مقرر ہو کر کارروائی بند ہو گئی بعد اسکے
پھر صلح کی کارروائی شروع ہوئی راجہ رگناتھ داس اور سدھوجی لشکر کے باہر باہم ملے اور
قول وقرار ہوا لیکن پھر صلح برہم ہو گئی یہان تک کہ سنگمنیر پر بڑی بھاری لڑائی ہوئی ابو الخیر خان
نے خوب کام کیا اُن کا بھائی میر احمد گولی سے زخمی ہوا اور دوسرے بہت سے آدمی زخمی ہوے
حالانکہ اسوقت سید لشکر خان بالاجی کے کیمپ مین صلح کی بات چیت کے لیے موجود تھے جب
ابو الخیر خان اور میر غیاث نے مرہٹون کو پوری شکست دیدی تو دوسرے روز مساویانہ صلح
ہو گئی نواب کی سپاہ احمد نگر مین لوٹ آئی اور بالاجی اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

ابو الخیر خان کی سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی اور تنخواہ کے لیے سپاہی شورش کرتے تھے
اسکی اصلاح ہو گئی۔ نواب صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس نے مونگی پٹن سے
سید لشکر خان کو اورنگ آباد کو بھیجدیا۔ ۳ ربیع الاول ۱۱۶۵ ہجری کو ابو الخیر خان کو برہانپور
کو چلے جانے کی اجازت ہوئی ان مین اور راجہ رگناتھ داس مین کچھ بدمزگی پیدا ہو گئی
مورو پنڈت جو ناصر جنگ کے عہد مین بشنداس کے خطاب سے مخاطب ہوا تھا اور
صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس کے حکم سے ماہ محرم ۱۱۶۵ ہجری سے بہادر دل داماد
عبد المظفر بیگ خان مخاطب بہ دلاور دل خان کے مکان مین قید تھا دوشنبہ ۱۳ ربیع الاول
سنہ مذکور کو نواب صاحب نے راجہ رگناتھ داس کی کوشش سے گلا گھٹوا کر مروا دیا۔

نواب نے شب جمعہ ۲۳ ربیع الثانی کو خواجم قلی خان کو **ذوالفقار الدولہ قائم جنگ**
خطاب دیا اور برہانپور سے ابو الخیر خان کو معزول کرکے وہان کا ناظم اسے کر دیا اور خلعت وغیرہ
دیکر رخصت کیا وہ روز جمعرات ۶ جمادی الاولی کو برہان پور مین پہنچا اور تمام اہلکارون نے
دریاے تپتی تک استقبال کیا اور بگلانہ کی صوبہ داری ابو الخیر خان پر بحال رکھی اور
قطب الدولہ محمد انور خان ۲ جمادی الاولی کو برہانپور کی طرف رخصت کیا گیا اور وہ ۱۹ ماہ
مذکور کو برہانپور مین داخل ہو گیا۔

اس عرصے مین ابو الخیر خان پر سپاہ کی تنخواہ کا شدید تقاضا ہوا اور سپاہ نے سخت شورش
کی جسکی کوئی انتہا باقی نہ رہی آخرکار تھوڑا سا اسباب سپاہ کی تنخواہ مین دیکر اس سے نجات ملی

احمد میر خان کو صلابت جنگ نے میر علی اکبر خان خطاب دیا۔

راجہ رگناتھ داس کا مارا جانا

نواب صلابت جنگ نے مقام پٹن سے رگھو بھوسلہ مرہٹے کو جسے ساتھ لائے تھے برار کو رخصت کر دیا اور خود ملک گیری کے لیے بھالکی اور چٹ کوبہ وغیرہ کی طرف گئے بھالکی کے پاس مقام ہوا راجہ رگناتھ داس نے یہ چاہا کہ قصبہ بھالکی وغیرہ محالات راجہ رام چندر کو سرکار مین داخل کرلے اس کام کی تکمیل کے لیے واصل خان بک بخشی کو دوسرے سرداروں کے ساتھ بھالکی وبھاتنکرہ وغیرہ محالات راجہ رام چندر کی طرف بھیجا خان مذکور حکم کے مطابق بھالکی کے پاس اترا رام چندر کی مان تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ بھالکی مین موجود تھی اور رامچندر سات ہزار سواروں کے ساتھ یہان سے دس کوس پر مقیم تھا اسنے کہلایا کہ مین باپ دادا کے عہد سے خاندان آصفیہ کا مطیع ومنقاد ہون مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ ملک موروثی میرا ضبط کیا جاتا ہے رگناتھ داس نے نواب صلابت جنگ کی طرف سے جواب لکھا کہ تمھارے باپ نے کبھی سرکاری نوکری وجانفشانی مین قصور نہین کیا تھا اور اسکے برعکس تم قصور کرتے چنانچہ بالاجی کی لڑائی مین حاضر نہوے اسنے معذرت کی اور جواب مین لکھا کہ کرناٹک کی مہم کے موقع پر جو مین ہمرکاب تھا اس موقع پر میرا بہت نقصان ہوا تین لاکھ روپے کا خسارہ اٹھایا ہے گھوڑے اور اسباب بے کار ہوگیا سامان کی تیاری مین مشغول ہون اس لیے نہ پہنچ سکا مدارالمہام نے جواب دیا کہ تمھارا قدیمی علاقہ تم پر بحال ہے اور جو پرگنے نواب ناصر جنگ کے بعد تمھین ملے ہین وہ چھوڑ کر سرکاری عاملون کے سپرد کر دو اسنے جواب بھیجا کہ اگر قصور معاف کیا گیا ہے تو تمام علاقہ بحال رہے غلام ہون ورنہ سب کو ضبط کر لیجیے دوسری جگہ جاکر نوکری کرلون گا اس ردوبدل اور سوال وجواب مین ۱۵ دن گذر گئے۔ رامچندر نواب کے لشکر سے چھ کوس کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ حسام الدین خان قلعدار اودگیر نے عرض کیا کہ پرگنہ مرغ وغیرہ مضبوط مقام رام چندر کے اودگیر کے پاس واقع ہین اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کردی جاے تو جلد ضبط کرلون گا راجہ رگناتھ داس نے ہزار سوار حسام الدین خان کے ہمراہ کیے ابھی رام چندر نہ پہنچا تھا کہ قلعہ مرغ فتح ہوگیا۔

اس عرصے مین راجہ رگھناتھ داس کی سپاہ نے اسسے پیام دیا کہ پانچ لاکھ روپیہ ہماری تنخواہ کا چڑھ گیا ہے ہم پر فاقے گذرتے ہین ہماری تنخواہ دیدی جاے راجہ نے انکو جواب دیا کہ حساب دیکھا گیا تو تمھارے صرف دو لاکھ روپے نکلتے ہین پانچ لاکھ روپیہ غلط ہے

اس سوال وجواب مین بہت طول کلامی پر نوبت پہنچی فوج کا ارادہ مصمم ہوگیا کہ راجہ کو قتل کردے۔ راجہ رام چندر نے جب یہ خبر سنی تو اہل فوج اور جامہ دارون کو لکھا کہ تم ضرور راجہ کو قتل کرڈالو مین لشکر کے پاس آتا ہون تم پر کوئی ہاتھ نہ ڈالے گا مین تمہارا معاون ہون راجہ کی فوج جو دو ہزار سوارون پر مشتمل تھی اور اُن سب کا بڑا افسر عبدالغفور خان رسالہ دار تھا اسنے جرات کرکے راجہ کے خیمے پر حملہ کیا راجہ مع اسکے بھانجے سیتا رام ملقب بہ رائے رایان کے مارڈالا گیا پانچ فرانسیسی اور کچھ تلنگے بھی مارے گئے اورجون نے اس کا تمام سامان لوٹ لیا رام چندر قریب فوج لیے کھڑا تھا یہ دو ہزار سوار اسکے پاس چلے گئے رگناتھ داس کے مارے جانے سے عجیب ہنگامہ پیدا ہوگیا ہر ایک اپنی اپنی فکر مین پڑ گیا کسی کو نواب صلابت جنگ کی فکر نہ رہی میر نجف علی خان اسی وقت تھوڑے سے سوار و پیادے اور خاصہ بردار لیکر نواب صاحب کے خیمے مین آگیا دیکھا تو دیوان خانے مین اور نواب کے گرد وپیش کوئی آدمی نہ تھا نواب کو دیکھا تو حواس باختہ پایا اُسنے نواب کی دلجمعی کی اور اُنکے خیمے کے آس پاس انتظام کرکے سب سرداروں کو بلایا اور سب لشکر کا انتظام کیا اور رامچندر جو فوج لیے قریب کھڑا تھا اسکو کہلا یا کہ کس ارادے سے کھڑے ہو نواب صاحب کے پاس اطمینان سے چلے آؤ اور خیمے اپنے لشکر مین کھڑے کراکے دلجمعی سے ٹھہر جاؤ تمہارا معاملہ اچھی طرح فیصل ہوجائے گا اس پیغام سے وہ چلا آیا اور فساد کا شعلہ بجھ گیا بعد اسکے راجہ کو جلا دیا اور اسکی عورت اسکے ساتھ ستی ہوگئی۔

اس وقت مدار المہامی کی فکر درپیش ہوئی اس کام کے قابل شاہ نوازخان و سید لشکرخان یہ دو شخص تھے اور یہ دونون رگناتھ داس کی بدباطنی کی وجہ سے لشکر مین نہ تھے مستعد خان و ابوالفخر خان و فتح اللہ خان و میر نجف علی خان نواب صلابت جنگ کے خیمہ خلوت مین بیٹھکر مشورہ کرنے لگے اور اس عہدہ جلیلہ کے پُر کرنے کے لیے شاہ نوازخان و سید لشکرخان کے آنے تک اجرائے کار کے لیے **ابوالفخر خان مدار المہامی** کے کام پر مقرر ہوے اور نواب کے احکام شاہ نوازخان اور سید لشکرخان کی طلب مین اورنگ آباد کو بھیجے گئے بیس روز اس طرح گذرے ابوالفخر خان نے ایسی سختی سے کام کیا کہ جسکا بیان کرنا مشکل ہے۔

تسخیر کرنول کا بقیہ حال

جب مظفر خان گاردی قلعہ کرنول مین پہنچا تو اپنی طرف سے مرزا محمد خان سابق بخشی سائر نواب ناصر جنگ کو وہان کا نائب بنا دیا اس شخص نے نواب مذکور کو مروا دیا تھا یہ اب

مظفرخان سے موافق ہوگیا تھا اس لیے اسنے اسکو اپنا نائب بنایا اور محمد عالم نقیب کو اسکی فوج کا بخشی بنایا لیکن اس بخشی کو اتنا اختیار دیا کہ مرزا محمد خان اس کا دست نگر ہوگیا۔ مظفرخان گاردہی یہ انتظام کرکے نواب کے پاس آگیا دو ماہ کے بعد پھر پٹھانون نے سرکشی کی اور ہمت خان کے چھوٹے بھائی منور خان کو اپنا سردار بنایا اور تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے جمع کر لیے اور کرنول مین مورچے بنا کر مستعد مقابلہ ہوے مرزا محمد خان نے قلعے سے نکل کر مقابلہ کیا آخر کار تاب جنگ نہ لا کر بھاگ گیا اور زمیندار کدوال کی پناہ مین پہنچ گیا اور عالم نقیب قلعے مین جما رہا۔ مظفرخان نے یہ خبر سنکر بہت سی کمک بھیجی مگر کوئی شخص قلعے تک نہ پہنچ سکا اس لیے وہ خود نواب صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس سے اجازت لیکر بہت سی سپاہ کے ساتھ چڑھا اور قلعے مین گھس کر عمدہ بندوبست سے باہر نکلکر پٹھانون سے لڑائی کی چھ ماہ تک ان مین لڑائی جاری رہی آخر الامر لاچار ہو کر راجہ رگناتھ داس سے کمک طلب کی راجہ نے خواجہ نعمت اللہ وغیرہ کو سات ہزار سوارون کے ساتھ بھیجا یہ لوگ چل کر دریاے کشنا کے اس پار ٹھہرے اور مظفرخان قلعے مین پناہ گیر ہوا نعمت اللہ خان بھی پٹھانون سے لڑنے کی تاب نہ لا کر وہین پڑا رہا اور پٹھانون کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی رہی نعمت اللہ خان نے کمک کے لیے اب راجہ رگناتھ داس کو لکھا وہ متفکر ہوا نعمت اللہ خان نے پٹھانون سے صلح کی تحریک کی وہ صلح پر راضی نہوے اس عرصے مین راجہ مارا گیا نعمت اللہ خان نے یہ خبر سنکر واپس آنا چاہا جب یہ حال نواب صلابت جنگ کو معلوم ہوا تو اُنھون نے ابوالفخر خان قائم مقام دیوان ریاست کو حکم دیا کہ مدد روانہ کرے اسنے میر نجف علی خان سے کہا کہ مدد کے لیے وہان جاؤ اور اپنے ساتھ سپاہ لے جاؤ خان مذکور نے کہا کہ مین اس شرط سے جاتا ہون کہ تمام فوج پر میرا اختیار ہو اور نعمت اللہ خان واپس بلا لیا جاے مین پٹھانون کو جلدی درست کردون گا اُسنے یہ بات منظور نہ کی اور کہا کہ نعمت اللہ خان نے بخوبی محنت کی ہے اگر اسے واپس بلا لون گا تو بیدل ہو جاے گا تم اسکی کمک کے لیے جاؤ میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ اگر وہ سردار رہا اور مین نے فتح پائی تو اس کا نام ہوگا اور اگر مین مارا جاؤن اور محنت کرون تو یہ مجھ سے ہو نہین سکتا ابوالفخر خان بولا کہ نعمت اللہ خان کی کمک ایک جزوی کام ہے ایسا کام مین اپنے بھائی کو بھیجکر کراؤن گا غرضکہ میر نجف علی خان اور ابوالفخر خان مین بدمزگی پیدا ہوگئی اُسنے منور حسین خان دکنی کو سامان اور دو ہزار سوار دیکر نعمت اللہ خان کی مدد کو بھیجدیا۔

جب غازی الدین خان فیروز جنگ دربار دہلی سے سند صوبہ داری حیدرآباد کی لیکر

چلے تو ان سے جنگ کرنے کو نواب صلابت جنگ نے سپاہ کی فراہمی کی تو کرنول کے پٹھانون کو بھی لشکر مین شامل کرنے کے لیے اُن سے صلح کر لینے کی امرا نے نواب کو راے دی اور یہ مشورہ دیا کہ کرنول اُن کو دیکر بلا لیا جاے اور لشکر کے ہراول مین مقرر کیا جاے چنانچہ نواب نے نعمت اللہ خان وغیرہ کو اس مضمون کا حکم لکھا کہ پٹھانون کو ہماری عنایات کا امیدوار کرکے اپنے ہمراہ لے آؤ اور قلعہ کرنول ان کو دیدو۔ نعمت اللہ خان انکو ساتھ لیکر نواب صلابت جنگ کے پاس آیا اور مظفر خان کا رہی کی جگہ قلعہ کرنول کی سند منور خان پٹھان کو دیدی گئی۔

مدار المہامی کا عہدہ

شاہ نواز خان اور سید لشکر خان نصیر جنگ نواب کے بلانے پر اورنگ آباد سے روانہ ہوے اور نواب صلابت جنگ حیدرآباد مین داخل ہو گئے شہر کے آدمیون اور اہل لشکر نے نذر و نیاز ادا کی اور صلابت جنگ باپ کی حویلی مین اترے جب شاہ نواز خان اور سید لشکر خان شہر حیدرآباد کے قریب جنواڑہ مین پہنچے تو صلابت جنگ نے امرا کو استقبال کے لیے بھیجا وہ دو ہزار سوار اور دوسرے خدم وحشم کے ساتھ شہر مین آکر نواب سے ملے نواب نے دونون کو خلعت دیے دو روز کے بعد **وکالت مطلق** کا خلعت **سید لشکر خان** کو مرحمت ہوا لیکن چونکہ رکنا تھ داس کی طرح ان سے انتظام کما حقہ نہو سکتا تھا جہان تک ممکن تھا کام چلانے لگے اپنی طرف سے الہ یار بیگ قلماق کو بہادر دل خان خطاب دلوا کر اپنا نائب بنا کر حکم دیا کہ ہمیشہ نواب کے دربار مین رہے تاکہ کوئی انکے خلاف نواب سے کچھ کہہ نہ سکے تمام امرا بلاسرد ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا نام **میر اسماعیل** ہے۔ سنہ ۱۱۳۲ھ ہجری مین میر عالم علی خان کے ساتھ نظام الملک آصف جاہ اول کی جنگ ہوئی تو یہ اُس لڑائی مین شریک تھے اور بڑی دلاوری سے لڑے اس موقع پر نظام الملک نے **سید لشکر خان** خطاب دیا اور چند روز تک راجبندری کا انتظام انکے سپرد رہا ... دہلی اور دکن مین آتے گئے آخر کار نظام الملک کے ساتھ سنہ ۱۱۵۵ھ ہجری مین دکن مین چلے آ... اور اورنگ آباد کے ناظم نصیر الدولہ کی وفات کے بعد اسکی جگہ مقرر ہوے اور ... ذات دو ہزار سوار کا منصب اور **بہادر** کا خطاب اور علم و نقارہ پایا۔ ناصر جنگ ... مین **نصیر جنگ** خطاب ملا اور پانڈیچری کی لڑائی مین شریک تھے پھر اورنگ آباد ... گئے وہان سے صلابت جنگ کے پاس آئے جنھون نے چھ ہزاری ذات ... کا منصب اور **رکن الدولہ** خطاب اور وکالت مطلقہ کا عہدہ عطا کیا۔

سید لشکر خان کا فرانسیسون کے ہاتھ سے خفت اُٹھانا

سید لشکر خان نے فرانسیسون سے مخالفت شروع کردی۔ بوسی بیمار ہوکر تبدیل آب وہوا کے لیے مسلی پٹم چلاگیا لشکر خان نے اسکی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھاکر فرانسیسون کے نکالنے کی کوششین شروع کردین پہلے یہ تجویز پیش کی کہ فرانسیسون کی تنخواہ بقایا مین پڑی ہوئی ہے مالیہ بھی واجب الوصول ہے بہتر ہے کہ فرانسیسی مالیہ وصول کرین اور اس مین سے اپنا حق رکھکر باقی خزانہ سرکاری مین داخل کرین فرانسیسون نے تحصیل کا کام اپنے ذمے لے لیا اسکے بعد لشکر خان نے نواب صلابت جنگ کو اورنگ آباد چلنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ بہت تھوڑی فرانسیسی سپاہ ساتھ لین بقیہ سپاہ کی تنخواہین نہ دینے کے متعلق ہدایات دی گئین بوسی کو یہ اطلاعات پہنچین تو وہ علالت کے باوجود تیزی کی رفتار سے حیدرآباد آیا اور سپاہ لیکر اورنگ آباد پہنچا جب فرانسیسی سپاہ اورنگ آباد کے قریب پہنچی تو سید لشکر خان کو اپنی کارروائیون کا انجام نظر آیا۔ آخر کار گفت وشنید صلح شروع ہوئی اور صلح کردی گئی۔ لشکر خان نے دوسرے روز بلکہ خود صلابت جنگ نے اپنی پوزیشن سے نیچے اترکر بوسی کا استقبال کیا بوسی نے محکم وعدہ کیا کہ مین ہمیشہ لشکر خان کا معاون ومددگار رہونگا۔ بوسی کو روپیہ دیاگیا۔

امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ پسر کلان آصف جاہ اول کا بادشاہ سے دکن کی صوبہ داری کی سند لیکر مرہٹون کے سہارے پر آنا

یکایک خبر پہنچی کہ امیر الامرا فیروز جنگ میر پناہ بن نظام الملک آصف جاہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور سے خلعت صوبہ داری دکن کا پہن کر دکن کو عازم ہین۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صفدر جنگ وزیر احمد شاہ فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے پٹھانون کو مغلوب کرنے کے لیے ملہار راو ہلکر اور جے آپا سیندھیا کو اپنی مدد کے لیے بلاکر اُن سے لڑے تھے اور مرہٹون کو بہت سا روپیہ اس مدد کے جلدوین دینے کا وعدہ کیا تھا جب پٹھانون اور صفدر جنگ مین صلح ہوگئی تو اس عرصے مین احمد شاہ ابدالی کے حملہ ہندوستان کی خبر مشہور ہوئی امرائے حضور نے صفدر جنگ کو جو اپنے صوبۂ اودھ مین تھے لکھا کہ وہ مرہٹون کی فوج کو ساتھ لیکر براہ اٹاوہ دلی کی طرف روانہ ہوے مگر ابھی دلی نہ پہنچے تھے کہ احمد شاہ ابدالی پنجاب پر پورا قابض ہوگیا اور اسنے ایک ایلچی اس غرض سے روانہ کیا کہ اس

صوبے کو بادشاہ ہندوستان سے باضابطہ حاصل کرے احمد شاہ ابدالی کی درخواست اس نقصان کے خوف سے فی الفور منظور ہو گئی جسکو نادرشاہ کے ہاتھون سے اُٹھایا اور جس کی یاد ابتک باقی تھی اور جب کہ صفدر جنگ مرہٹون کو لیکر ماہ رجب ۱۱۶۵ہجری مین دلی پہنچے تو انھون نے پنجاب کی تفویض کے انتظام کو کامل پایا اور اسکو بادشاہ کی بے عزتی کا باعث بتایا کثرت بے دماغی سے شہر مین نہ گھسے اور دربار مین کہلابھیجا کہ ہم ہلکر کو بموجب حکم کے بہت سے روپے کے وعدے پر ہمراہ لائے ہین اب اس کا تقاضا ہے۔

امیر الامرا نواب غازی الدین خان اپنے بھائی ناصر جنگ کے ۱۷ محرم ۱۱۶۴ہجری کو مارے جانے کی وجہ سے صوبۂ دکن کی خدمت و سند کے مستدعی تھے اور امرائے دربار بدون پیش کش کے منظور نہ کرتے تھے اب اس وقت مین انھون نے موقع پاکر بادشاہ و امراسے عرض کیا کہ اگر بلا پیش کش دکن کی صوبہ داری بندے کو عنایت ہو تو جس طرح ہو سکے گا ہلکر کو راضی کر لونگا بادشاہ و امرانے بڑی خوشی سے قبول کیا اور صوبہ داری دکن کی سند الکدہی اور **نظام الملک** خطاب دیا غازی الدین خان فیروز جنگ اپنے بیٹے شہاب الدین خان کو (جو عماد الملک کے خطاب سے مشہور ہوا اور جس نے انجام کار احمد شاہ بن محمد شاہ کو نابینا کیا اور عالمگیر ثانی کو قتل کرایا اور اس وقت عمر اسکی سولہ برس کی تھی) لیکر صفدر جنگ کے پاس آئے اور اسکو انکے سپرد کرکے ۱۱۶۵ہجری مین دکن کو چلے گئے اور ہلکر کو ساتھ لے گئے اور تینون بھائیون (یعنے میر نظام علی خان و میر محمد شریف خان و میر مغل علی خان) کے نام خطوط ارسال کیے اور ہر ایک کے لیے ایک خدمت و حکومت کی سند بھیجی اور سند فوجداری برہان پور کی مع فرمان بادشاہی کے خواجم قلی خان کے نام روانہ کی محمد ابو الخیر خان شمشیر بہادر نے نواب صلابت جنگ کو اس امر کی اطلاع دی جلسیا کہ اوپر مذکور ہوا امیر الامرا فیروز جنگ عین شدت بارش مین دہلی سے چلے راستے مین کیچڑ اور پانی کو عبور کرتے ہوے برہانپور کے نواح مین آئے تمام توپخانہ رستے مین خراب ہو گیا گاڑیان ٹوٹ پھوٹ گئین۔ جب فیروز جنگ کی آمد آمد کی خبر صلابت جنگ کو پہنچی تمام امرا متفکر ہو گئے اور لڑائی کی صلاح دینے لگے۔ سب نے یہ چاہا کہ حیدرآباد کی نظامت شاہ نواز خان کو دیجاے اور دوسرے تمام سردار ساتھ رہین موشیر بوسی نے بھی جسکے ساتھ دو ہزار فرانسیسی اور بارہ ہزار تلنگے اور دو ہزار سوار جرار تھے یہی رائے دی

۱۱۶۵ راحت افزا مین لکھا ہے کہ جسوقت احمد شاہ کو پکڑ کر اندھا کیا ہے تو مرہٹون نے بادشاہی محلات مین دست درازی کی کہ بیان کرنے سے ملال خاطر پیدا ہوتا ہے اگر شہر کے سوز و گداز کا حال لکھا جاے تو کاغذ مین آگ پیدا ہو جائے ॥

کہ لڑنا چاہیے اور دریاے نربدا پر پہنچکر جنگ کی جاے نواب نے وکیل مطلق سے پوچھا تو انھون نے کہا کہ اپنا رفیق بالاجی راو کو بنانا چاہیے اور حیدرآباد مین شاہ نوازخان کو چھوڑ دینا چاہیے جب شاہ نوازخان کو یہ پیام دیا تو انھون نے انکار کیا یہان تک کہ نواب صلابت جنگ خود انکے مکان پر سمجھانے کو گئے مگر وہ حیدرآباد کی نظامت قبول کرنے پر آمادہ نہوے تو سید لشکرخان نے میر نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ تم اُنکے دوست ہو اُنکو جاکر سمجھاؤ خان مذکور نے کہا کہ اس شرط سے یہ کام کرنے کو تیار ہون کہ قلعہ آسیر کی قلعداری نواب صلابت جنگ سے مجھے دلادیجیے اُنھون نے قبول کیا۔ میر نجف علی خان نے شاہ نوازخان کے پاس جاکر انکو اس امر پر آمادہ کیا یہان تک کہ اُنھون نے حیدرآباد کی صوبہ داری و نظامت منظور کرلی جب میر نجف علی خان نے آکر سید لشکرخان سے کہا تو وہ خوش ہوگئے اور خود جاکر انکو اپنے ساتھ لیجاکر خلعت دلوایا انھون نے پانچہزار سوار اور پانچہزار پیادے نوکر رکھ کر استقلال کے ساتھ کام کرنا شروع کیا سید لشکرخان نے اقرار کے بموجب قلعہ آسیر کی حکومت میر نجف علی خان کو دلادی۔ نواب صلابت جنگ نے میر نجف علی خان کو خلوت مین بلاکر تنہائی مین قلعے کی سند عطا کرکے فرمایا کہ غازی الدین خان اگرچہ ہمارے بڑے بھائی ہین لیکن ملک لینے کو آتے ہین ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ جب وہ برہان پور مین پہنچین تو قلعہ آسیر انکے ہاتھ نہ آے اور قلعے کو مستحکم کرلیجو اور جسقدر سپاہ کی تمھین ضرورت ہوگی بھیجی جاے گی اور اعزاز کے ساتھ رخصت کردیا۔ میر نجف علی خان آسیر کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اس عرصے مین فیروزجنگ کے نزدیک پہنچنے کی خبر آئی تو صلابت جنگ کے تمام لشکر مین تزلزل پیدا ہوگیا اکثر امرا مخفی طور پر اُن کو عرضیان بھیجنے لگے۔ سید لشکرخان بہت متفکر ہوے اور نواب صلابت جنگ سے عرض کیا کہ بالاجی راؤ کی استمالت بجز میرے جائے نہوگی مین جاکر اسے سمجھا کر حضرت کی رفاقت پر آمادہ کرتا ہون ہلکر اس کا نوکر ہے اور فیروزجنگ کے پاس فوج زیادہ نہین ہے انھون نے ہلکر پر اعتماد کرکے اودھر آنے کی جراءت کی ہے ترکیب سے ہلکر کو ان سے جدا کرونگا ظاہر مین ایسا کہا اور باطن مین ایسا خیال تھا کہ اگر کام چل گیا تو فہوالمقصود ورنہ چند روز جدا رہکر بالاجی اور جانوجی کی حمایت سے کوئی عمدہ صورت نکل آے گی قوی جنگ پسر ترکتازخان کو اپنا نائب بناکر نواب سے رخصت ہوے قوی جنگ نے تمام سردارون کو بلاکر باہم قسم کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور اسنے شاہ نوازخان سے کہا کہ ہم سب چھوٹے ہین اور آپ بزرگ ہین جب تک آپ دلدہی نہ کرینگے یہ مہم انجام کو نہ پہنچے گی شاہ نوازخان نے کہا کہ کون ایسا شخص ہے جو آقا کی بہتری نہ چاہتا ہو جو جمعیت میرے ساتھ ہے وہ حاضر ہے۔ نواب صلابت جنگ مکرر انکے مکان پر

گئے اور ان سے کہا کہ آپ میرے چچا کی طرح ہین سید لشکر خان نصیر جنگ اس وقت کنارہ کش ہو گئے ہین اور یہان کوئی ایسا آدمی نہین ہے جو جہان دیدہ اور تجربہ کار ہو اور اس مہم کو اپنے ہاتھ مین لے یہ سنکر شاہ نواز خان نے بہت دلدہی و دلداری نواب کی کی اور کہا کہ انشاءاللہ یہ مہم حسب دلخواہ انجام کو پہنچے گی بعد اسکے شاہ نواز خان مشیر بوسی کے مکان پر گئے اور اس کی خاطرداری کر کے اپنا رفیق بنایا اور اسکو اپنا بیٹا کہا اور اسنے ان کو اپنا باپ قرار دیا اور بوسی نے قسم کھائی کہ کوشش کر کے اس مہم کو سرانجام کراؤنگا دونون نواب کے دربار مین آئے اور انکی دلجمعی کر کے کوچ کی تاریخ مقرر کی اور توپخانہ اور دوسرے سامان جنگ کی تیاری مین بیحد کوشش کی اور پیش خانہ شہر سے روانہ ہوا امرا نے بھی اپنے خیمے باہر بھیجے لشکر بخوبی آراستہ ہوا جب نواب صلابت جنگ داخل خیمہ ہوے تو شاہ نواز خان اور موشیر بوسی بھی خیمون مین آ گئے اور فوج کو ترتیب دینے لگے جب سید لشکر خان نصیر جنگ وہان سے کوچ کر کے قلعہ پرینڈہ کی طرف جو جانوجی بنالکر کے ملک سے نزدیک تھا پہنچے تو یہان سے بالاجی راؤ کو خطوط لکھے اور اعانت کی استدعا کی اسنے اپنی عادت کے موافق مکر و حیلہ سے کام لیا اور جواب بھیجا کہ مین تمھارا رفیق ہون اور ادھر بالاجی راؤ نے غازی الدین خان کو لکھا کہ تم خاطرجمعی سے ادھر چلے آؤ ہلکر معہ جےآپا سیندھیا کے غازی الدین خان کے ساتھ تھا اسکو بالاجی نے تاکید سے لکھا کہ غازی الدین خان کی دلجمعی کر کے جلد لے آوے وہ کوچ بکوچ چل کر دریاے نربدا کے پاس پہنچے اور سید لشکر خان نے قلعہ پرینڈہ پر قبضہ کر لیا اور خود قلعہ کرملہ مین جانوجی بنالکر کی حمایت مین جو بالاجی راؤ سے موافقت رکھتا تھا پناہ گزین ہوے اور مقام کو مضبوط کر کے عمدہ فوج ساتھ رکھ لی اور نواب کے لشکر اور دوسری باتون سے بے فکر ہو گئے اور ظاہر داری کے لیے نواب کو لکھا کہ مین حضور کی فکر و تدبیر مین ہون انشاءاللہ آج کل مین بالاجی کو لاتا ہون اور اسکو حضور کا رفیق بناتا ہون اور وہ دل سے ساعی ہے میرے آنے سے کام عمدہ طور پر صورت پذیر ہو گیا۔ میر شمس الدین خان بخشی سوار و پیادہ کی جمعیت اور ایک ہاتھی لیکر سید لشکر خان کی فوج سے جدا ہو کر اپنی جاگیر کے بہانے سے روانہ ہو کر نواب غازی الدین خان کی طرف چلا گیا بعض کا گمان یہ ہے کہ وہ سید لشکر خان کے کہنے سے اُدھر روانہ ہوا۔

نواب صلابت جنگ کے آدمیون کی سازش سے آسیر اور برہانپور اور اورنگ آباد پر غازی الدین خان کا بغیر کشت و خون کے قبضہ ہو جانا

میر نجف علی خان نواب صلابت جنگ کے لشکر سے کوچ کر کے قلعۂ آسیر کی طرف

جب وہ برہان پور کے پاس پہنچا تو غازی الدین خان کی آمد آمد کی گرما گرمی سے ملک مین عجیب
تہلکہ پایا کسی کو کسی سے موافق نہ پایا خواجم قلی خان بہادر قائم جنگ جو برہان پور کا صوبہ دار تھا
کبھی فیروز جنگ کی موافقت کی بات چیت کرتا تھا اور کبھی حق نمک نواب صلابت جنگ
کا زبان سے ادا کرتا تھا اور قطب الدولہ محمد انور خان نے مخفی عرضیان غازی الدین خان کے
پاس بھیجین اور بظاہر صلابت جنگ کو لکھتا رہتا تھا اور مکاری سے غازی الدین خان کو تدابیر
بتاتا تھا اور اس فکر مین تھا کہ غازی الدین خان قریب آجائین تو اُن سے جا کر ملے اور میر علی اکبر خان
دیوان بھی دونون طرف راہ رکھتا تھا اور میر منعور جس کا خطاب میر حسن خان تھا عرضیان نواب
غازی الدین خان کو لکھتا تھا وہ قلعے کو نذر کرنے کا وعدہ کیا تھا اور لکھا کہ جب حضور تشریف
لائین گے تو قلعہ حاضر ہے۔ میر نجف علی خان نے برہان پور مین پہنچکر یہ صحبت دیکھی تو متحیر ہو گیا
اور خواجم قلی خان سے ملکر سب کو حق نمک صلابت جنگ پر قائم رہنے کا مشورہ دیا جب
خواجم قلی خان نے دیکھا کہ میر نجف علی خان تہ دل سے صلابت جنگ کا ہوا خواہ ہے تو کہا
کہ مین بھی ان کا مخلص خاص ہون شہر کو ہرگز غازی الدین خان کو نہ دونگا اگر وہ شہر کے پاس
آوینگے تو مردانہ جنگ کرونگا لیکن اس کام مین تم میری رفاقت کیجیو اگر تم لڑائی پر مستعد ہوگے
تو مین بھی تمہاری شرکت کرون گا قائم جنگ نے مشورے کے لیے قطب الدولہ والہ یار خان
و میر علی اکبر خان و سید علی اصغر خان برہانپوری و سید مدن و عبد النظر بیگ خان بخشی بادشاہی
وغیرہ امرا کو طلب کر کے مشورہ کیا سب نے بظاہر مصلحتاً یہ مشورہ دیا کہ لڑنا چاہیے اور خواجم قلیخان
قائم جنگ اور میر نجف علی خان کے ساتھ اس امر پر عہد و پیمان بقسم کیا رات کو تو یہ مشورہ ہوا
دوسرے دن صبح کو خبر پہنچی کہ نواب غازی الدین خان ہاتھی پر سوار ہو کر جریدہ قلعہ آسیر
مین داخل ہو گئے اور قلعدار نے سلام کر کے قلعہ حوالے کیا اس خبر سے سب نے رات کے
وعدے و قسم کو بالاے طاق رکھا اور اپنے خیمے شہر کے باہر بھجوا کر غازی الدین خان کے ملنے کا
ارادہ کیا میر نجف علی خان نے بہت کچھ رات کے عہد و پیمان کو یاد دلایا کسی نے نہ سنا مجبور ہو کر
میر نجف علی خان اپنی جمعیت کے ساتھ اپنی حویلی مین مستعد مقابلہ ہوا۔ رات کو غازی الدین خان
قلعہ آسیر سے اُترے ہلکر نے پیغام بھیجا کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ جس روز برہان پور مین داخل
ہون گا پچاس لاکھ روپے دونگا۔ برہانپور کے آدمیون نے خیمے باہر کھڑے کیے ہین اور وہ
ملنے والے ہین عرضیان انکی آگئی ہین اب میرا موعودہ روپیہ دیجیے۔ غازی الدین خان نے
جواب دیا کہ شہر مین داخل ہو کر وہان کے آدمیون سے وصول کر کے دیا جائیگا خواجم قلی خان
قائم جنگ کا بیٹا جس کا نام محی الدین قلی خان تھا اور دہلی سے غازی الدین خان کے ساتھ

آیا تھا اسنے باپ کو خفیہ یہ لکھا کہ یہان یہ مشورہ قرار پایا ہے روپیہ تیار رکھین قائم جنگ اور محمد انور خان اس خبر سے بہت پریشان ہوے اور پھر لڑائی کا ارادہ ہوگیا اور خیمے شہر کے باہر سے اندر لے گیے اور میر نجف علی خان کو بھی بلایا اور تمام حال اس سے کہا میر نجف علی خان نے کہا کہ ہر حال مین لڑائی کرنی بہتر ہے اگر آپ بھی آپ لوگ لڑائی کو مستعد ہون تو مین شریک ہوجاؤنگا سب نے قسم کے ساتھ وعدہ کیا اور شہر کے دروازون اور برجون کو باہم تقسیم کرلیا اور دروازون کو بند کرلیا اور دہلی دروازہ جدھر سے نواب غازی الدین خان شہر مین داخل ہوتے میر نجف علی خان کے حوالے کردیا اور سب نے دروازون پر مورچے بنانے شروع کیے میر نجف علی خان شب و روز دہلی دروازے پر اپنی سپاہ کے ساتھ مستعد مقابلہ رہتا نواب غازی الدین خان نے آسیر سے کوچ کرکے بنولہ کے پاس مقام کیا اور سید حشمت اللہ خان بہادر کو شہر مین سوال و جواب کے لیے بھیجا اسنے پانسو سوارون کے ساتھ دہلی دروازے سے شہر مین داخل ہونا چاہا تاکہ سوال و جواب کرے میر نجف علی خان نے ممانعت کی اور کہا کہ مین جنگ کے لیے مستعد ہون تم کس طور سے آرہے ہو ہوشیار ہوجاؤ اس پیغام سے سید حشمت اللہ خان محترز ہوکر تکیہ شاہ نیم کی طرف جاکر ٹھہر گیا اور وہان سے خواجم قلی خان کو خط لکھا اسنے اور محمد انور خان نے ضیافتین بھیجین اور رات کو شہر مین بلایا حشمت اللہ خان نے نواب غازی الدین خان کی طرف سے خواجم قلی خان کی خاطر جمع کی اور وعدہ کیا کہ شہر کی صوبہ داری تمپر بحال رہیگی اور جو کچھ خرچ سہ بندی کا ہوا ہے خزانے سے دیا جائے گا اس قدر الفاظ طمع سنتے ہی قسمون کو بھول گئے اور عرضی لکھی کہ کل سلام کے لیے حاضر ہونگے جب صبح ہوئی تو قائم جنگ و محمد انور خان و میر علی اکبر خان و سید نور الدین خان و عبد النظر بیگ خان و میر حسن خان برادر ابو الخیر خان وغیرہ اعیان و ارکان شہر کے آدمیوں کے بہت سے گروہ کے ساتھ ملازمت کو گئے نواب فیروز جنگ کے جلو خانے پر اہلکارون کے اشارے سے سخت اہتمام ہوا یہان تک کہ خواجم قلی خان کی پالکی ٹوٹ گئی نواب فیروز جنگ نے پوچھا کہ میر نجف علی خان کیون نہین آیا اور شہر مین رہا لوگون نے کہا کہ اسکی طبیعت تھوڑی سی سخت ہے نواب صلابت جنگ کے لشکر سے تازہ آیا ہے بے طلب کے نہ آئے گا نواب فیروز جنگ کو یہ حرکت اسکی اچھی معلوم ہوئی شقہ لکھکر چوبدار کے ہاتھ بھیجا میر نجف علی خان سوار ہوکر جریدہ ملازمت کے لیے شہر سے باہر گیا نواب اس سے خلوت مین ملے اور کمال عزت سے پیش آئے اور بہت کچھ مہربانی کے لفظ کہے مگر اسکی طبیعت انکی رفاقت پر مائل نہوئی انھون نے پوچھا کہ بھائیون کا کیا حال ہے اور کیا عزم ہے اور کس قدر فوج ہے

میر نجف علی خان نے کہا کہ سب خوش و خرم ہین اور انکی وہ تمام فوج موجود ہے جسنے دکن پر تسلط کرایا ہے اور اب فرانسیسی بھی انکی رفاقت مین ہین حضرت اس قلیل فوج کے ساتھ اُنکے مقابلے کو جاتے ہین بہتر نہین ہے نواب فیروز جنگ نے جواب دیا کہ ہماری سرکاری فوج علیحدہ ہے اور فوج ہلکر اور جے آپا کی تیس ہزار سوارون کے قریب رکاب مین ہے اُسنے کہا کہ مرہٹون کا بھروسا ہرگز نہ کرنا چاہیے یہ لوگ سختی کے وقت رفاقت نہین کرتے اور ہمیشہ دکن کے حاکم کی فوج سے شکست پائی ہے ہرگز مقابلہ نہ کرینگے اور بالاجی کہ ہلکر کا حاکم ہے وہ نواب صلابت جنگ سے موافقت رکھتا ہے جب کہ مالک ادھر ہوگا تو نوکر کی کیا جرأت ہوسکتی ہے کہ مالک کے دوست سے لڑے یہ بات سنکر نواب فیروز جنگ متامل ہوے اور وہ اہل شہر سے مل کے سلخ شوال ۱۱۶۵ ہجری کو شہر مین داخل ہوے دوسرے دن بو الخیر خان باوجود بیماری کے ملنے۔ غازی الدین خان نے سردارون کو کہا کہ تم ہمارے ہمراہ رہو اور سفر کا سامان کرلو چنانچہ سردارون نے خیمے شہر سے باہر نکلے اور غازی الدین خان نے اپنے کوچ سے ایک روز پہلے میر علی اکبر خان کو سہ ہزاری ذات کے منصب پر پہنچا کر علم و نقارہ بخشا اور برہانپور کا صوبہ دار بنایا اسکے بعد غازی الدین خان نے خواجم قلی خان اور محمد انور خان کو ساتھ لیکر کوچ کیا اور میر علی اکبر خان کو ایک منزل سے اہلکارون اور منصبدارون کے ساتھ رخصت کیا اور کوچ بکوچ اورنگ آباد کو گئے جب اسکے قریب پہنچے تو وہان کے تمام اہل خدمات جیسے درگاہ قلی خان و کمال الدین خان و حیدر یار خان و میر نور الدین حسین خان و میر غیاث خان وغیرہ نے ایک منزل سے استقبال کیا اور غازی الدین خان اطمینان کے ساتھ اورنگ آباد مین داخل ہوے۔ بادشاہ بیگم ہمشیرۂ کلان ناصر جنگ اور نواب بیگم زوجۂ ناصر جنگ اور دوسری بیگیات ان سے ملکر خوش ہوگئین لیکن محل کی بعض خادمہ عورتین جو نواب صلابت جنگ کی طرفدار تھین اسکے مار ڈالنے کی گھات مین لگین۔

دونون بھائیون مین لڑائی کی تیاری اور قبل جنگ کے غازی الدین خان کا فوت ہوجانا

غازی الدین خان اورنگ آباد مین داخل ہوکر فوج بھرتی کرنے لگے سپاہی اور سردار کثرت سے جمع ہوگئے اُدھر نواب صلابت جنگ حیدرآباد سے کوچ کرکے بھالکی کے پاس پہنچے اور لڑنے کا ارادہ کیا اسکے لشکر کے اکثر امرا نے مخفی عرضیان غازی الدین خان کو لکھین اور انکی خاطر جمعی

اگی کہ ہم وقت پر رفاقت کرینگے اس سبب سے غازی الدین خان کا دل مطمئن تھا اور سید لشکر خان کو عنایت نامہ لکھا کہ ہم سے آکر ملو تمھارے حال پر مہربانی کی جاے گی اور محمد انور خان کو انکی تسلی کے لیے بھیجا سید لشکر خان نے بھی کمال نیازمندی کے ساتھ عرضیاں لکھین اور چاہا کہ برلہ سے چلکر مع جانوجی بنالکر کے غازی الدین خان سے ملین بالاجی نے بھی غازی الدین خان کی رفاقت قبول کی۔ باوصف اسکے نواب صلابت جنگ نے شاہ نواز خان کے مشورے اور موشیر بوسی کی اعانت سے لڑنے کا ارادہ کیا اور آگے کو چلے غازی الدین خان نے انھین لکھا کہ ہم دونون بھائی ہین ہمکو کسی طرح لڑنا مناسب نہین ہے مین ملک کے بندوبست کو آیا ہون اگر تم چاہتے ہو تو دکن مین رہ کر حکومت کرو مین بندوبست کر کے ہندوستان کو لوٹ جاؤن گا یہ بات نواب صلابت جنگ کے خیرخواہ سردارون نے پسند نہ کی اور جواب لکھا کہ جناب مرہٹون کی رفاقت سے آئے ہین اور کفار کو مسلمانون پر مسلط کرینگے بغیر لڑے اب کوئی صورت نہ نکلے گی دونون طرف سے لڑائی کو آمادہ ہوے۔ غازی الدین خان نے ارادہ کیا کہ سید لشکر خان کے ملنے اور بالاجی راؤ کے شامل ہوجانے کے بعد اورنگ آباد سے آگے بڑھین کہ اس عرصے مین رگھو بھوسلہ برار سے تیس ہزار سوار لیکر اورنگ آباد کی طرف آیا میر نجف علی خان جو برہانپور سے چل کر صلابت جنگ کے پاس جاتا تھا اثناے راہ مین قصبۂ جعفرآباد تک پہنچا تھا کہ رگھو بھوسلہ کے چند سوار اسکو روکنے کو آمادہ ہوے اس لیے وہ برار کا راستہ چھوڑ کر اورنگ آباد کی طرف چلا اور چاہا کہ رات مین راستہ غلط کر کے صلابت جنگ کے لشکر کی طرف چلا جائے کہ اس عرصے مین غازی الدین خان کے مرنے کی خبر پہنچی۔ بالاجی اپنی تمام فوج لیکر اورنگ آباد مین آگیا تھا اور غازی الدین خان کا شریک ہوگیا تھا اور دونون فوجون کے ملنے سے یہ کثرت ہوئی کہ بوسی فرانسیسی کی امداد بھی صلابت جنگ کی حفظ وحراست کے لیے کافی ووافی نہوتی اگر غازی الدین خان کے یکایک مرجانے سے وہ خطرہ رفع دفع نہوتا بعد اسکے بالاجی واپس چلاگیا غازی الدین خان اورنگ آباد مین پہنچنے سے سترہ روز کے بعد ۷ ذیحجہ ۱۱۶۵ ہجری کو پچھلے دن مین غلیظ غذا اور دہی کے کھانے سے ہیضہ ہوکر مرگئے بعض کہتے ہین کہ محل کی کسی خادمہ نے زہر دیدیا انکی سرکار کے کارگذار حشمت اللہ خان و تیرانداز خان و محمد حسن خان وغیرہ لاش کو غسل وکفن دیگر تمام سامان کے ساتھ دست بدست دہلی کو لے گئے اور وہان اجمیری دروازے کے متصل دفن ہوے ؎

صبح کی خوشیون سے پہلے آگئی شام الم
یاالٰہی کس لیے یہ قہر نازل ہوگیا

بالاجی کا اُس ملک کی سند صلابت جنگ سے حاصل کر لینا جو اُنکے بھائی دے مرے تھے

امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ کے سترہ دن تک زندہ رہنے سے ریاست حیدرآباد کے ممالک کو عجیب نقصانات پہنچے گو اُنکے مرنے سے صلابت جنگ اپنی ریاست داری مین مستقل ہو گئے لیکن بالاجی تمام فوج جمع کر کے مع ہلکر کے نواب صلابت جنگ کے مقابلے کو بڑھا اور پیغام دیا کہ غازی الدین خان نے خاندیس کا ملک ہم کو دیدیا ہے اور تم اُنکے بھائی ہو تم بھی دیدو ورنہ لڑائی کی جائے گی نواب صلابت جنگ نے لڑائی کی تیاری کی اور فرانسیسون کے توپخانے کو تمام اپنی فوج مین تقسیم کر دیا اور اپنے توپخانہ جنسی کو بھی لشکر مین چارون طرف بانٹ دیا بالاجی راؤ کو اس لشکر سے لڑائی کی جرائت نہوتی لیکن مظفر خان گاردی چند روز سے آزردہ ہو کر بالاجی سے مل گیا تھا اسکے ساتھ چار ہزار قواعددان سپاہی اور پچاس توپین تھین یہ شخص فن حرب سے خوب واقف تھا یہ اور اسکی سپاہ قواعددان تھی اس لئیے بالاجی لڑنے کو آمادہ ہوا اسنے ہراول مین مظفر خان کو رکھا اسنے ایسی کوشش اور پیش دستی کی کہ صلابت جنگ کا لشکر گھبرا گیا اگرچہ فرانسیسون نے بھی خوب توپخانے سے کام لیا پہلے دن سخت لڑائی ہوئی اور طرفین کے دو ہزار آدمی کام آئے دوسرے دن قوی جنگ نے کہ سید لشکر خان کا نائب تھا نواب سے کہا کہ ملک خاندیس کچھ ایسا زیادہ زرخیز نہین ہے اور اس سے سرکار مین نفع بھی نہین ہے اس لیے یہ مرہٹون کو دیکر لڑائی بند کر دینی چاہیے لیکن شاہ نواز خان اور موشیر بوسی نے یہ رائے نہ مانی بعد اسکے پھر دو دن خوب جنگ ہوئی۔ قوی جنگ نے اکثر جماعہ داران لشکر سے کہا کہ مین صلح کراتا ہون شاہ نواز خان اور موشیر بوسی مانتے نہین اور لڑائی پانچ دن سے جاری ہے اور ایک عالم دونون طرف سے مارا جا چکا ہے آخر کار خاندیس وبگلانہ اور کئی مضبوط قلعے کہ عالمگیر وغیرہ نے بڑی کوشش سے فتح کیے تھے ریاست حیدرآباد کے ہاتھ سے نکل گئے جب معاہدے کے کاغذ پر نواب صاحب دستخط کرنے لگے تو اس وقت اسنے شاہ نواز خان نے کہا کہ یہ ملک عرصۂ دراز مین فتح ہوا تھا اور کروڑون روپیہ اسپر صرف ہو گیا ہے ایسی آسانی سے دینا نامناسب ہے نواب نے جلدی سے دستخط کر دیے اور اس طرح فیصلہ ہوا کہ تمام صوبہ خاندیس وبگلانہ اور کئی عمدہ قلعے سوائے شہر برہان پور اور بادشاہی قلعون اور اس جاگیر کے جو سرکار کی طرف سے مشروط تھی مرہٹون کو مل گئے اس ملک کے

تمام گاؤن اور قصبے اور حاکمون کے قلعے بالاجی کے قبض و تصرف مین آگئے جب اس طرح یہ ملک نکل گیا تو چار سو کے قریب منصبدار اور امرا جو ملک خاندیس مین جاگیرین رکھتے تھے روٹیون کو محتاج ہوگئے اکثر نے نوکریان چھوڑ دین بعضے مرہٹون کے پاس چلے گئے بعض نواب صلابت جنگ کے پاس آگئے جب مرہٹون نے اپنی طاقت کو حیدرآباد کی طاقت پر برتر پایا تو اورنگ آباد کے چند سیرحاصل پرگنون جیسے جالنا پور وغیرہ کی درخواست کی اور نواب صلابت جنگ نے یہ بھی ان کو دیدیے۔

برہان پور کی حکومت

برہانپور ۱۱۶۵ھ

جب غازی الدین خان کے مرنے کی خبر مشتہر ہوئی تو ذوالفقار الدولہ خواجم قلی خان نے یہ خبر سنتے ہی برہانپور کو قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا خط اپنے بیٹے نذر محمد خان کے پاس بھیجا کہ ایسا واقعہ گذرا ہے اور مین نواب صلابت جنگ کی طرف سے برہان پور کا صوبہ دار ہون میر علی اکبر خان کو معطل کرکے صوبہ داری پر عمل و دخل کرلو یہ خط ۱۱ ذیحجہ ۱۱۶۵ہجری کو اسکے پاس پہنچا نذر محمد خان نے اپنے کارگذار مرزا علی نقی کو آدھی رات کے وقت میر علی اکبر خان کے پاس بھیجا اور اس بات کی اطلاع کی صبح کو نذر محمد خان نظامت پر دخیل ہوگیا تین روز کے بعد خواجم قلی خان خود بھی جا پہنچا میر علی اکبر خان نے فوج جمع کرکے خواجم قلی خان کو پیغام بھیجا کہ بین حکم کے آنے تک دخل نہ دونگا اور مخالفت پیدا ہوگئی شیخ محمد سعید نے درمیان مین پڑکر فیصلہ کرانا چاہا مگر خواجم قلی خان صوبہ داری سے ہاتھ نہ اٹھاتا تھا میر علی اکبر خان نے عمل حاصل کرنے اور خواجم قلی خان کا جھنڈا اٹھادینے کے لیے آمادگی کی اور مورچے چارون طرف سے خواجم قلی خان کی حویلی تک پہنچادیے ایک ماہ تک مورچے قائم رہے آخر الامر جب صوبہ داری کی سند نواب صلابت جنگ کی مہری میر علی اکبر خان کے لیے پہنچ گئی تو اسوقت خواجم قلی خان نے دعوے حکومت سے ہاتھ اٹھایا اور مناقشہ رفع ہوا اور تمام رسالہ دار علی اکبر خان سے رجوع ہوے سہ بندی کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی میر علی اکبر خان نے دو ماہ کی تنخواہ تقسیم کی۔

سید لشکر خان رکن الدولہ کی واپسی

غازی الدین فیروز جنگ کی وفات کے بعد نواب صلابت جنگ نے سید لشکر خان رکن الدولہ کو عنایت نامہ لکھکر کرلہ سے بلایا جب وہ روانہ ہوے تو بالاجی نے انکو لکھا

کہ جب تک اس ملک کی سند جو مجکو فیروز جنگ نے دیا ہے صلابت جنگ کی طرف سے نہ مل جاے گی مین تمکو صلابت جنگ سے نہ ملنے دونگا انکو مرہٹون کے روک لینے کی وجہ سے مجال نہ تھی کہ کرملہ سے نکل سکتے اسی مین متحصن رہے اور وہ صلابت جنگ کے بھائی میر نظام علی خان کے لشکر سے جو مرہٹون کے مقابلے کے لیے حیدرآباد سے باہر نکلا تھا نہین مل سکے جب تمام صوبۂ خاندیس اور اورنگ آباد کے چند سیر حاصل پرگنون کی سند مرہٹون کو مل گئی تب سید لشکر خان صلابت جنگ کے پاس پہنچ سکے اور بالاجی کی سفارش سے پھر **وکالت مطلقہ** کے عہدے پر سرفراز ہوے اور نواب صاحب نے اپنی سرکار کی دیوانی عصمت شکن خان بہادر کو دی جن کا سابق مین خطاب عبدالحسن خان تھا اور انکے بڑے بیٹے کا خطاب کہ سابق مین غلام محمد خان تھا اب محمد تقی خان ہوا اور انکے چھوٹے بیٹے کا خطاب عبدالحسین خان مقرر ہوا یہ نہایت عمدہ آدمی تھا۔

نواب صلابت جنگ بالاجی سے تصفیہ ہو جانے کے بعد سید لشکر خان کو ہمراہ لیکر اورنگ آباد مین آگئے اور بالاجی پونا کو چلا گیا اور ملک خاندیس مین جابجا حاکم مقرر کیے۔

نواب صلابت جنگ کو بادشاہ دہلی کے یہان سے خطاب اور سند کا ملنا۔ اور سید لشکر خان کے انتظام کی کیفیت

فیروز جنگ کے مرنے کے بعد ۱۱۶۶ھ ہجری مین بادشاہ نے نواب صلابت جنگ کو خطاب **مدار الملک امیر الممالک آصف الدولہ سید محمد خان بہادر ظفر جنگ سپہ سالار** دیا اور سند صوبہ داری دکن کی بھیجی۔ سید لشکر خان مدار المہام نے شاہ نواز خان سے بہت اصرار کیا کہ حیدرآباد مین رہین مگر انھون نے قبول نہ کیا اورنگ آباد آکر خانہ نشین ہوگئے اور آدمیون سے اختلاط کم کردیا سید لشکر خان نے انکی جاگیر ضبط کر لی۔ حیدرآباد کا علاقہ خالی تھا میر محمد حسین خان دیوان بادشاہی کو چند سوارون کے ساتھ وہان بھیجا تاکہ بندوبست کرے میر محمد حسین خان نے اپنے بھانجے کو اپنا نائب بنایا اور دونون حیدرآباد مین پہنچکر کام کرنے لگے موشیر بوسی بھی اپنی سپاہ اور توپخانے کے ساتھ حیدرآباد مین تھا فرانسیسون کی تنخواہ تین لاکھ روپے نقد خزانے سے مقرر تھی جب روپے کی خزانے مین کمی ہوئی تو سرکار سیکاکول و راجبندری تنخواہ مین بطور جاگیر دی گئی موشیو بوسی نے اپنی طرف سے ابراہیم خان گاردی کو دو ہزار سوارون اور چار ہزار تلنگون اور پانسو فرانسیسون

کے ساتھ اس جاگیر کے انتظام کے لیے بھیجا اور خود مع تمام فوج کے حیدر آباد مین بوجہ قرب
محالات جاگیر کے رہا سید لشکر خان نے اورنگ آباد مین پہنچکر بہت تغیر و تبدل پیدا کیا لیکن
اُنکے قول و فعل مین اعتماد نہ تھا جس سے وعدہ کرتے پورا نہ کرتے اور اپنے تمام کاروبار
بہادر دل خان کے ہاتھ مین دیدیے تھے خود موافق ضابطے کے دربار مین آمد و شد رکھتے تھے
اور تمام روز و شب بہادر دل خان نواب کی خدمت مین حاضر رہتا تھا جو کچھ چاہتا تھا
کرتا تھا اس کا رعب و داب اہل دربار پر بہت تھا یہان تک کہ امراے پنجہزاری و شش ہزاری
اسکی خوشامد کرتے رہتے تھے اور اسکی بدمزاجی کو سب برداشت کرتے تھے یہ بدمزاج تھا
اور سید لشکر خان متلون مزاج تھے اُنکے تلون کا ادنے نمونہ یہ ہے کہ میر نجف علی خان لشکر
مین بیکار تھا اسنے سید لشکر خان کو کہلا یا کہ برار کا اجارہ بدستور سابق مجھے دیجیے مین
رگھو کو دم لینے کی فرصت نہ دون گا اور سرکاری تمام روپیہ ادا کر دون گا سید لشکر خان
نے کہا کہ آٹھ لاکھ روپیہ اجارے کا مقرر ہے اس مین سے نصف نقد دیجیے اور ایک لاکھ
روپیہ خرچ دربار کا ادا کیجیے میر نجف علی خان نے تعمیل کی اور اسکو سند اور خلعت برار کا مل گیا
میر نجف علی خان سپاہ بھرتی کرنے لگا اور بہت سا روپیہ اس کا اس مین صرف ہو گیا اس عرصے
مین رحیم اللہ خان پسر غیاث خان نے سید لشکر خان سے کہا کہ مجھے برار کی مستاجری دیجیے مین
اس قدر روپیہ ادا کر دون گا جسقدر میر نجف علی خان سے ٹھہرا ہے سید لشکر خان نے بے تامل
قبول کر لیا اور میر نجف علی خان کو جواب صاف دیدیا مگر اس سے روپے کا سرانجام نہو سکا
لاچار ہو کر سید لشکر خان نے پھر میر نجف علی خان کو پیغام دیا وہ آزردہ خاطر ہو گیا اس نے
صاف کہدیا کہ مین ایسی صحبت مین تعلقہ لینا نہین چاہتا بلکہ یہان سے چلا جاؤن گا آخر کار
برار کا انتظام ابتر اور خراب ہو گیا۔ پھر یہ تعلقہ محمد مراد خان سے حوالے ہوا میر نجف علی خان
جاتا تھا۔ اسکو سماجت سے سمجھا کر قلعہ اورنگ گڑھ عرف ملہیر اسکے حوالے کیا اور عبد الہادی خان
قسورہ جنگ کو وہان سے علیحدہ کر دیا جسنے اپنا نائب میر عبد القادر خان کو بنا کر وہان بھیجا اور
خود برہان پور آکر وہان سپاہ کی بھرتی شروع کی تاکہ سپاہ کے ساتھ خود وہان چلا جاے اور
سرکاری دیوانی صف شکن خان کی معزولی کے بعد حیدر خان کے لیے مقرر ہوئی ا
بیجا پور کا ملک قسورہ جنگ کو ملا اور اسنے چار لاکھ روپے سرکار مین داخل کیے اور روانہ
ہو گیا اور صف شکن خان بہادر مجاہد جنگ کو حیدر آباد کی حکومت محمد حسین خان کے
عزل کے بعد ملی اور اُسنے یہ اقرار کر لیا کہ چار لاکھ روپے ماہ بماہ بھیجتا رہے گا۔ بعض کہتے
ہین کہ یہ عہدہ انکوشاہ نواز خان کے عہد مین ملا تھا۔

برہان پور کا حال

میر غیاث الدین کہ ابوالخیر خان امام جنگ کا کار گذار تھا نواب صلابت جنگ کے اورنگ آباد
مین پہنچنے سے پہلے قلعہ و ملک لون کھیڑہ کے انتظام کو جو امام جنگ سے تعلق رکھتا تھا چلا گیا
اسکے ساتھ دو سو سوار اور تین سو پیادے تھے چونکہ سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی اُسنے خیال کیا
کہ خاندیس آج کل اسلامی حکومت سے نکل گیا ہے وہان جا کر روپیہ حاصل کرے اور بعض
جماعہ دار ان خاندیس کو بھی ملا لیا تھا اور جہاد کا ارادہ کیا مرہٹون سے دو چار لڑائیان ہوئین
لیکن آخر کار مرہٹے غالب آئے اور وہ مارا گیا ۶ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۶ ہجری کو ابوالخیر خان
شمشیر بہادر امام جنگ مرض فالج و لقوہ سے برہان پور مین مر گئے۔ اسی سال برہانپور کی نظامت
پر میر علی اکبر خان کی معزولی کے بعد قطب الدولہ محمد انور خان مقرر ہوا اور اسکے متبنے عبدالقادر خان
کو وہان کا نائب مقرر کیا جو ۲۵ جمادی الاولی کو وہان پر دخیل کار ہو گیا جو جماعہ دار کہ نواب
صلابت جنگ کے لشکر مین سے خواجم قلی خان کے ساتھ متعین تھے اور بعد اسکے تنخواہ حاصل
ہونے کی غرض سے طوعاً و کرہاً علی اکبر خان کے ساتھ ہو گئے تھے انھون نے تنخواہ کا تقاضا نائب ناظم
سے کیا عبدالقادر خان نے کہا کہ مجھے حضور سے رسالہ دارون کی ضرورت نہین ہے جس پر
تنخواہ چاہیے اس سے مانگو جب یہ جواب پا لیا تو انھون نے میر علی اکبر خان سے تقاضا کیا
ہرچند میر حیدر علی اس جماعت کو تسلی و دلاسا دیتا مگر کچھ سودمند نہوا آخر کار جماعہ دار لوگ سختی
کرنے لگے اور جھگڑا پیدا ہوا میر حیدر علی سامان خود داری و مورچہ بندی مین مصروف ہوا اور
عبدالقادر خان سے مدد مانگی سپاہ کمکی اور اپنی فوج کو سرائے خان خانان کے برج پر مقرر کیا
رسالہ دار بھی قابو کی فکر مین تھے اور ارادہ ان کا یہ تھا کہ میر علی اکبر خان پر حملہ کرین اس لیے
دفع الوقتی کرکے غافل بنلئے تھے یہان تک کہ ۱۰ جمادی الاخری سنہ ۱۱۶۶ ہجری کو ایرج خان
کی حویلی مین جو استحکام مین قلعے کی طرح تھی ایک ایک دو دو جمع ہونے لگے اور گیارہ تاریخ
کی رات تک اس مقام مین جمع ہو گئے میر حیدر علی کے آدمیون کو اس کا سان و گمان بھی نہ تھا
کہ یکایک تین گھڑی رات باقی رہے مکان مین سے نکلکر اور دار الشفا کے برج سے کہ جہان
عبدالقادر خان کے آدمیون کی چوکی تھی اور وہ غافل تھے یا جان بوجھکر تغافل کیا گذر کر
میر حیدر علی کے طویلے مین جا پہنچے اور اس وقت چند بان میر حیدر علی کی طرف سر کیے لیکن
ان سے کسی کو نقصان نہ پہنچا اور طرفین سے بندوقین چلنے لگین یہان تک کہ یہ لوگ دروازے
کے قریب آگئے اور خوب داد مردانگی دی تھوڑے سے آدمی دونون طرف کے مارے گئے

آخرکار حملہ آور میر حیدر علی کی حویلی کی دیوارون پر چڑھ گئے اور میر علی اکبر خان کے دیوانخانے مین داخل ہوگئے یہان سید ابراہیم مارا گیا اور میر خلیل زخمی ہوا بعد اسکے میر علی اکبر خان نے ہاتھی اور سامان اور نقد روپیہ جو کچھ موجود تھا شیخ محمد سعید کی معرفت اُن کو دیا اور معاملہ فیصل ہوگیا بعد اسکے خواجم قلی خان اور عبدالقادر خان مین نزاع پیدا ہوا۔آخرکار خواجم قلی خان نواب صلابت جنگ کے پاس روانہ ہوگیا۔

موشیر بوسی فرانسیسی کی عداوت کی وجہ سے سید لشکر خان کا معزول ہوکر شاہ نواز خان کا وکالت مطلقہ کا عہدہ پانا

سنہ ۱۱۶۷ ہجری کے اوائل مین برسات کے شروع ہوجانے کی وجہ سے صلابت جنگ اورنگ آباد مین ٹھہر گئے اور موشیر بوسی اور میر محمد حسین خان حیدرآباد سے اورنگ آباد مین آئے موشیر بوسی کا دبدبہ تمام دربار پر غالب تھا اسکے اور سید لشکر خان کے درمیان پلٹنون کی تنخواہ کی بابت کدورت پیدا ہوگئی یہ بوسی راجہ رگناتھ داس کا آوردہ تھا اور خطاب اس کا عمدۃ الملک سیف الدولہ مظفر جنگ تھا خزانے مین روپیہ نہ تھا بوسی متقاضی ہوا اس لیے بوسی کو رکن الدولہ سید لشکر خان سے عداوت پڑگئی اسنے نواب سے عرض کیا کہ یہ وکالت مطلقہ سے معزول کردیے جائین سید لشکر خان اس کے خوف سے خود ہی خانہ نشین ہوگئے اور وکالت مطلقہ سے استعفا داخل کیا اور انکی جگہ موشیر بوسی نے **شاہ نواز خان اورنگ آبادی** کے لیے تجویز کی انکو یہ کام کرنا منظور نہ تھا نواب صاحب نے اُن سے اصرار کیا یہان تک کہ خود انکے مکان پر گئے اور انکو راضی کرلیا اور ۲۴ صفر سنہ ۱۱۶۷ھ کو انکے حوالے **وکالت مطلقہ** کا عہدہ ہوا اور سید لشکر خان برار کی نظامت پر بھیجدیے گئے اور قطب الدولہ محمد انور خان اُنکے ساتھ گئے اور موشیر بوسی کی صلاح سے عبدالہادی خان قسورہ جنگ تعلقہ بیجاپور سے علیحدہ کیا جاکر نعمت اللہ خان اسکی جگہ مقرر ہوا اور سرکار کی دیوانی صف شکن خان کے عزل کے بعد حیدر یار خان شیر جنگ سے متعلق ہوئی۔

شاہ نواز خان نے انتظام کی طرف توجہ کی خزانے مین کچھ نہ تھا نواب کا یہان سے بوجہ بےزری کے کوچ کرنا دشوار تھا اور تمام کام ابتر تھے صف شکن خان بہادر مجاہد جنگ کو حیدرآباد کا صوبہ دار کرکے کچھ روپیہ اس سے پیشگی لیا اور اسے حیدرآباد کو بھیجدیا اور ساہوکارون سے قرض لیا اور عاملون سے بھی پیشگی روپیہ لیا اسکے بعد کوچ ہوا صمصام الدولہ نے ایسا انتظام کیا کہ ریاست کی

حالت درست ہوگئی جب وہ مقرر ہوے تھے تو اس ریاست کی عجیب حالت تھی کہ بے زری سے نوبت اثاث البیت کے بیچنے پر پہنچ گئی تھی صمصام الدولہ نے انتظام درست کیا سرکشوں کو مطیع کیا اور رعایا کو فلاح حاصل ہوئی اپنی وکالت مطلقہ کے چار برس کے عرصے مین ملک کی آمدنی اور خرچ کو برابر کردیا اور کہتے تھے کہ انشاءاللہ اگلے سال آمدنی کو خرچ سے بڑھادون گا۔

بالاجی سے مصالحت و معاملت اور رگھو بھوسلہ کو تنبیہ

بالاجی کی طرف سے نواب کی خاطر جمع نہ تھی اور وہ ریاست حیدرآباد کی کمزوری کو دیکھکر ہمیشہ تکالیف شاقہ کا بوجھ اسپر ڈالتا رہتا تھا اور ریاست کی مرضی کے خلاف اسکے بہت سے پرگنے اور قلعے دبا لیے تھے چنانچہ برہانپور کے محال سائر اور باغات اور کئی نامی قلعے جیسے سالوتیہ وناہیہ داب لیے تھے اور قلعہ چاندور و دھرپ وغیرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس سے بھی زیادہ ارادہ رکھتا تھا شاہ نوازخان نے یہ تجویز کیا کہ اسکے پاس ایک سفیر بھیجکر صفائی کرلین چنانچہ اس کام کے لیے میر نجف علی خان کو نواب صلابت جنگ نے بالاجی کے پاس بھجوایا اور اسکے لیے ایک ہاتھی اور جواہر اور خلعت ارسال کیا اور تمام باتین میر نجف علی خان کو جن کا تصفیہ منظور تھا سمجھادین جب میر نجف علی خان بالاجی راؤ کے لشکر کے پاس پہنچا تو اُسنے پیشوائی کو سردار بھیجے اور باہم ملاقات ہوئی میر نجف علی خان نے اپنی دانائی سے اسے سمجھاکر تمام قلعون اور شروط کے چھوڑ دینے کی سند لکھوالی اور محال سائر برہانپور اور باغات کا بھی تصفیہ کرلیا۔ اور رگھو بھوسلہ نے جو تمام برار پر بالاجی کی اعانت سے قبضہ کرلیا تھا اُسکے متعلق بالاجی نے وعدہ کیا کہ اب اسکی اعانت نکرے گا اسپر چڑھائی کرکے وہ ملک نکال لیا جاے بلکہ وہ نواب کی سپاہ کو مدد دیگا میر نجف علی خان رخصت ہوکر نواب کے پاس آیا اور تمام حالات بیان کیے اور سندین پیش کین نواب صلابت جنگ بہت خوش ہوے نواب کا عزم حیدرآباد کو تھا مگر نجف علی خان کے کہنے سے برار کا عزم کیا چنانچہ مقام بیڑ تعلقہ سلطان جی بنالکر کے پاس سے لشکر برار کی طرف لوٹ گیا رگھو بھی مقابلے کو مستعد ہوا نواب کی فوج ہراول کی افسری میر نجف علی خان کے حوالے ہوئی اور اسکے ہمراہ سلطان جی بنالکر و بھیمن راو گھندا کلہ والے راؤ بھیم و محمد ناصر خان رسالہ دار اور عبداللہ بیگ قراول بیگی اور ایک فرانسیسی سردار کو تلنگوں اور فرانسیسون اور تیز چلنے والی توپون کے ساتھ ہراول مین رکھا اور نواب لشکر کے درمیان میں رہے اور انکے سامنے شاہ نوازخان تھے۔ راجہ رام چندر وغیرہ فوج کے پچھلے حصے مین مقرر ہوئے

سرمست خان وسلطان خان وقوی جنگ وغیرہ سیدھے ہاتھ کی طرف متعین ہوے۔ خان عالم وشیخ علی خان جنیدی ومان سنگہ ہانکیہ وغیرہ سرداراُلٹے ہاتھ کی طرف بھیجے گئے اور فرانسیسی سپاہی اور فرانسیسون کے ہندوستانی قواعددان سپاہی اورانکی توپین ہرطرف تقسیم ہوئین رگھو بھی میدان جنگ مین آیا لڑائی ہوئی ہرروز خونریزی ہوتی رہی۔ رگھو شکست پاکربھاگ جاتا تھا یہان تک کہ نرمل کے پاس پہنچے نرمل کا سردار سوریاراو شایستہ فوج کے ساتھ آیا اور نواب کی ملازمت کی اور اُلٹے ہاتھ کی سپاہ مین متعین ہوا رگھو دبتا اور ہٹتا ہوا دونر تک پہنچ گیا آخر لاچار ہوکر پیغام بھیجا کہ میری تقصیرات کو معاف کردیا جاے سلطان جی وسرمست خان درمیان مین واسطہ تھے اور اُسنے اقرار کیا کہ نقد پانچ لاکھ روپے سالانہ کی آمدنی کا ملک نذر کرونگا شاہ نوازخان نے اسیر صلح کرنا چاہا میر نجف علی خان مخالفت کرنے لگا اس سے شاہ نوازخان نے کہا کہ جنگ جاری رکھنے کو روپیہ کہان سے آئے اور فوج بے خرچ ہے میر نجف علی خان نے مہان بیگم دختر نواب شجاع الدولہ حاکم بنگالہ سے (کہ وہ مدت سے نواب آصف جاہ اول و نواب ناظر جنگ و نواب صلابت جنگ کے ساتھ رہتی تھی اور میر نجف علی خان سے اسکو قرابت قریبہ حاصل تھی) پچاس ہزار روپے قرض لے دیے اور تمسک شاہ نوازخان کی مہر سے مرتب کراکے بیگم کو دیدیا یہ روپیہ فوج مین بطریق مدد خرچ کے تقسیم کرادیا گیا اور پھر لڑائی شروع ہوگئی رگھو نے دیکھا کہ کسی طرح عہدہ برآ نہین ہوسکتا پھر عرض کرایا کہ پانچ لاکھ روپے کا ملک جو اسکے بیٹے کی جاگیر مین عنایت ہوا ہے ضمانت مین دیتا ہون پھر شاہ نوازخان کے مزاج کو متوسط آدمیون نے صلح کی طرف مائل کرلیا میر نجف علی خان نے کہا کہ آپ چلے جائیے اور یہ مہم میرے ہاتھ مین دیے جائیے مین اسکو بخوبی سر کرلونگا بیس لاکھ روپے سپاہ کو دلادونگا اور مہم کا خرچ میرے ذمے ہے شاہ نوازخان نے نہ مانا تامل و لیت ولعل کرنے لگے میر نجف علی خان آزردہ ہوا مگر زبان سے کچھ نہ کہا اور یہ ارادہ کیا کہ صلح کے بعد لشکر سے دوسری جگہ چلا جاے۔ غرضکہ سلطان جی و سرمست خان وسلطان خان کے توسط سے صلح مقرر ہوگئی اور رگھو شاہ نوازخان سے ملنے کو آیا لشکر کے سامنے ایک خیمہ ملاقات کے لیے استادہ ہوا رگھو کو یہان بلایا جب اسکی ملاقات ہوئی تو میر نجف علی خان ہاتھی سے نہ اترا ہرچند سمجھایا نہ مانا صلح کی تکمیل ہونے کے بعد نئے ملک مین حاکم بھیجے گئے اور وہان سے واپسی ہوئی رگھو نے ہزار دقتون کے بعد تین لاکھ روپے دیے اور باقی کے لیے جواب صاف دیدیا اور جو حاکم سپرد کردہ علاقے کے انتظام کے لیے بھیجے گئے تھے اُنکو عمل ودخل نہ دیا میر نجف علی خان نے بے دل ہوکر پیغام دیا کہ مین دوسری طرف چلا جاؤنگا ورنہ قلعہ آسیر میرے حوالے کردین شاہ نوازخان نے کہا کہ تمھارے تعلقے مین قلعہ ملہیر ہے پھر دوسرا قلعہ کیون

چاہتے ہو حالانکہ قلعۂ آسیر پانی ہے اُسپر قبضہ نہو سکے گا میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ عمل و دخل کرنا اور فتح کر لینا میرے ذمے ہے اگر قلعے پر قبضہ نہو تو مین اسکی فریاد نہ لکھون گا اور آپ سے کمک نہ مانگون گا اگر چاہو تو قلعہ ملہیر بھی بحال رکھو ورنہ دوسرے کے حوالے کردو شاہ نواز خان نے بہت منع کیا جب میر نجف علی خان نے نہ مانا تو روانگی کی اجازت دیدی ظاہر مین تو شہر برہان پور کی کروڑ گیری (چنگی) کی سند میر نجف علی خان کے بیٹے میر حسین علی خان کے نام پر مقرر ہوئی اور سند خانسامانی شہر کی اسکے بھائی میر حیدر علی کے لیے تجویز ہوئی لیکن مخفی طور پر قلعداری اسیر کی سند نواب صلابت جنگ کی مہری میر نجف علی خان کو ملی اور پرگنہ ملکاپور و انکوٹ خاص میر نجف علی خان کو جاگیر مین دیا گیا۔ شاہ نواز خان کے دل مین یہ بات جمی ہوئی تھی کہ قلعۂ آسیر بادشاہون کے ہاتھ مین تو مشکل سے آیا میر نجف علی خان کیسے فتح کر سکتا ہے طوعًا وکرہًا رخصت کیا اور کہا کہ دولت جمعیت کو ہاتھ سے دیکر جاتے ہو یہان پنجہزاری وچارہزاری تمھارے محتاج تھے وہان جاکر کیا فائدہ لوگے مگر میر نجف علی خان نے نہ مانا۔

دغابازی کے ساتھ سوریاراؤ کی گرفتاری

جس دن میر نجف علی خان شاہ نواز خان سے رخصت ہوا رات کو اُنھون نے خان مذکور کو بلاکر کہا کہ مجھے ایک سخت کام درپیش ہے مین تم سے بیان کرتا ہون تم اس بھید کو کسی پر ظاہر نہ کیجیے اور نیک مشورہ مجھے دو وہ کام یہ ہے کہ سوریاراؤ ہمیشہ نمک حرامی کرتا رہتا ہے اور اکثر سرداران نامی جیسے شیخ لطف اللہ فتح نصیب خان کو مار ڈالا ہے اور میر فتح اللہ اور عبدالہادی خان قسورہ جنگ کو لوٹ لیا ہے اور اب لشکر مین موجود ہے مین یہ چاہتا ہون کہ اُسے پکڑ کر قید کر لون اور اس کا ملک ضبط کر لون میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ وہ رگھو سے جنگ کے وقت بے طلب آیا ہے اسوقت اسکو پکڑنا اور دغا کرنا نامناسب ہے دوسرے دن کو پھر کیا اعتبار ہوگا ایسے شخص کو دغا سے نہ پکڑنا چاہیے اگر اسکی نیت مین مخالفت ہے تو اسکو کہلا بھیجیے کہ سرکار مین تمھارا ملک ضبط کیا جاتا ہے اگر بخوشی قبول کیا تو بہتر ہے ورنہ لشکر مین سے اُسے رخصت کر دیجیے اور اُسکے ملک مین کسی سردار اور فوج کو بھیجدیجیے مگر میر ابوالفخر خان وفضل بیگ خان نے اس کا قید کرنا ہی مصلحت کے مناسب جانا میر نجف علی خان نے کہا کہ جب میری صلاح کو نہین مانتے تو مجھ سے دریافت کرنا کیا ضرور تھا اور وہ چلا گیا۔ شاہ نواز خان نے چوبدار کی زبانی تمام سرداروں مثل سلطان جی وپسران جانوجی ومرست خان وشیخ علی جنیدی اور سوریاراؤ کو کہلا بھیجا کہ کل مقام ہے دربار مین حاضر ہون بموجب حکم کے صبح کو تمام عائد آئے شاہ نواز خان

نے سب کو نواب صلابت جنگ کی خدمت مین بلاکر رخصت کیا اور سوریا راؤ کو دیوانخانے
مین بٹھا کر کہا کہ تم کو بعد کو طلب کرونگا وہ منتظر رہا جب سب آدمی اور امرا چلے گئے تو حکم دیا کہ
سوریا راو کو پکڑ لین خاص چوکی کے سپاہی اشارے کے بموجب پہنچے اور اسکو گرفتار کرنا چاہا اُسنے
تلوار پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن لوگون نے جلدی کرکے اسکو پکڑ لیا اور تلوار و کٹار چھین لی اور اسکو
قید کر لیا اور فوج کا کوچ اُسکے ملک کی طرف ہوا چنانچہ اکثر پرگنے ضبطی مین آئے اور اس کی
سکونت کا مقام نرمل تھا یہ مضبوط مقام بے لڑے بھڑے ہاتھ آگیا اس مین بہت سامان
موجود تھا اسپر قبضہ ہوا نرمل اور اس کا تمام علاقہ شاہ نواز خان کی جاگیر مین دیدیا گیا
شاہ نواز خان نے یہان کی حکومت نرسنگھ برادر راجہ رگھناتھ داس کے حوالے کردی اور
نواب صلابت جنگ نرمل سے روانہ ہوکر حیدرآباد مین آگئے اسی سال رگھو بھوسلہ مرگیا۔

قلعۂ آسیر کی مفتوحی مین میر نجف علی خان پسر میر دولت علی خان کی رستمانہ شجاعت

میر نجف علی خان نواب کے لشکر سے کوچ کرکے قلعہ آسیر کی طرف چلا راستے مین سپاہ کی
بھرتی شروع کردی اورنگ آباد مین پہنچکر سپاہ موجودہ کا جائزہ لیا تو سو سوار اور دو سو سہ بندی
کے سپاہی اور تین گاردی یعنی قواعد دان پیادے جمع ہوے تھے یہان سے چل کر فرداپور کی
پہاڑی کے پاس آیا چونکہ پرگنہ ملکاپور اسکی جاگیر مین تھا اُدھر آیا وہان کا عامل محمد مراد خان
لڑنے کو آمادہ ہوا چونکہ میر نجف علی خان قلعہ آسیر کی فتح کا عزم رکھتا تھا اسوجہ سے میر سعید الدین خان
رسالہ دار کو جو اس کا رفیق قدیم تھا پیادہ و سوار کی جمعیت کے ساتھ ملکاپور کی طرف متعین کیا اور
آپ ۱۰ شعبان سنہ ۱۱۷۶ ہجری کو برہانپور کے پاس پہنچا اور باغ نظر مین جو حصار شہر کے پاس
تھا مقیم ہوا ابھی تک کسی کو یہ حال معلوم نہوا تھا کہ کس ارادے سے آیا ہے شہر کے عمائد اس سے
ملنے آئے اور اس سے ادھر آنے کا سبب دریافت کیا جواب دیا کہ ایک کام کا ارادہ ہے
اور محالات سائر برہانپور کی حکومت سید نور الدین خان کوتوال کے حوالے کردی کیونکہ یہکام
بھی ریاست نے اسکے حوالے کیا تھا اور آپ اس باغ مین صبح سے آدھی رات تک فوج بھرتی
کرتا رہتا تھا لوگ جوق جوق آتے اور بھرتی ہوتے سات سو پیادے اور چھ سو سوار جمع ہوگئے
رات کو شہر کے عمائد سے کہلا بھیجا کہ آج رات کو شہر مین داخل ہونگا گرد و نواح کے مکانسے اطلاع دیتے
تھے کہ دیکھیے یہ بلا کدھر نازل ہوگی جب ایک پہر رات گذری تو توپچانے والون کو بارود تقسیم کرکے

سوار ہوا اور اب تک کسی کو اصل حال معلوم نہ تھا سوار ہو کر شہر کے باہر سے دہلی دروازے کی طرف آیا اب سپاہ سمجھ گئی کہ قلعہ آسیر کی فتح کا ارادہ ہے یہان سے اکثر آدمی اسلحے وغیرہ کے بہانے سے رہ گئے اس طرح چوتھائی جماعت کم ہو گئی جب آدھی رات گذری تو شاہ گنج کے پاس پہنچتے پہنچتے مینہ برسنے لگا۔ بجلی کی کڑک بادل کی گرج سے بہت اندھیرا پیدا ہو گیا اس اندھیرے مین آدمی تھوڑے تھوڑے سواری سے الگ ہو جاتے تھے پہر رات گئے موضع بنولہ مین پہنچے وہان آسیر کے قلعدار کی طرف سے تھانہ مقرر تھا سپاہیون نے چاہا کہ قلعے پر خبر پہنچا دین کہ میر نجف علی خان نے سب کو باندھ لیا یہان سے موضع جھری آدھ کوس کے فاصلے سے تھا چار گھڑی رات باقی رہے وہان پہنچے یہان میر نجف علی خان کے ساتھ کے اکثر پیادے رہ گئے میر نجف علی خان نے سمجھا کہ کام ہاتھ سے رہا جاتا ہے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی میر حیدر علی کو کہا کہ راستے مین جو کوئی سوار و پیادہ رہے اسے قتل کر ڈالیو اور آپ بھی چھڑی ہاتھ مین لیکر بے اختیار مارتا تھا مگر لوگ اسپر بھی رہے جاتے تھے اور جب موقع پاتے تھے سیدھے الٹے بازو سے نکل جاتے تھے انکے جمع ہونے مین دیر لگتی تھی جب درگاہ پیر بہلول کے پاس پہنچے تو لوگون نے علانیہ قلعہ آسیر کو دیکھ لیا۔ کچھ آدمی بھاگ گئے اور کچھ سست ہو گئے اس طرح قریب سو آدمیون کے رہ گئے میر نجف علی خان کا بھائی میر حیدر علی اور اس کا بھانجا میر دائم اور اس کا خالو میر بلاقی و محمد عرب وغیرہ پسران میرزا بلاقی اور سوارون مین سے بھوانی شنکر اور موتی رام اور دوسرے چند سوار اور بہادر خدمتگار جنکے پاس بھی گھوڑا تھا جملہ تیس سوار اور پچاس پیادے اور ۲۵ قواعددان سپاہی کل اتنی سی جمعیت کے ساتھ بولتی پہاڑی کے پاس جا پہنچے جو قلعۂ آسیر کے پاس تھی جب دن نکل آیا تو چوکی کے سپاہیون نے شور و غل مچایا انکے شور سے قلعے کے آدمی ہوشیار ہو گئے اور قلعے کی تلیٹی کے آدمیون کو خبر ہو گئی۔ میر نجف علی خان قلعے کی تلیٹی کے دروازے کے پاس جا پہنچا یہان ہر چند جزائل انداز ون اور تیر اندازون نے جو قلعدار کی طرف سے متعین تھے مقابلہ کیا میر نجف علی خان نے انکو مار کر بھگا دیا اور انکے پیچھے وہ مع آدمیون کے تلیٹی مین جا پہنچا اب قلعے کے اوپر سے توپون کے فیر شروع ہوے اس کثرت سے گولے گرنے لگے کہ تلیٹی کی تمام آبادی لرز رہی تھی اور برہانپور تک کہ یہان سے سات کوس تھا توپون کی آواز جانے لگی۔ جو پیادے کہ میر نجف علی خان کے سامنے سے بھاگ نکلے تھے وہ بھی ان توپون کے فیرون کی وجہ سے قوی دل ہو کر لڑائی کو مستعد ہو گئے میر نجف علی خان و میر حیدر علی خان و بہادر خدمتگار اور موتی رام جملہ چار سوار انکے پیچھے دوڑے ان مین سے بعضے بندوقین مارنے لگے اور بعضے تلوارین سونت کر مقابلے کو کھڑے ہو گئے اور بعضے پہاڑی کے ٹیلے کی طرف بھاگ گئے میر نجف علی خان نے

بھوانی شنکر جمعدار کو اپنے ہاتھ سے تلوار سے زخمی کیا اور میر حیدر علی نے دوسرے کو مارا اسکے بعد کسی نے لڑائی کی جرات نہ کی اس طرف بہادر خدمت گار کے ہاتھ مین تلوار کا زخم آیا اور میر حیدر علی کے منھ پر تلوار لگی اور قلعے والون کی طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے جب تلوار سے قلعے والے نہ لڑسکے تو توپون سے گولے مارنے لگے میر نجف علی خان مورچہ بندی کرکے کوتوالی کے چبوترے پر جا پہنچا اور قلعدار کا جھنڈا گرا کر اپنا کھڑا کر دیا اور منادی کرائی کہ جو کوئی چاہے میرے پاس آکر نوکری کرلے جو آجائے گا اسکی جان ومال کو امان ہے اکثر تلیٹی کے باشندے نوکری کو حاضر ہوے جنکو نوکر رکھ لیا گیا۔ میر احسن قلعدار نے پرسوتم ہزاری کو ایک معقول جمعیت کے ساتھ مالی گھرہ کی طرف اُتار کر تاکید کی کہ قلعے کے دروازے کھول کر لڑے اور میر نجف علی خان کے ساتھ جو تھوڑے سے آدمی ہین انھین مار کر نکالدے ہزاری مذکور نے مالی گھرہ کا انتظام کرکے باہر نکلنے کی جرات نہ کی حصار پر سے اور کمرگاہ سے اور مالی گھرہ سے توپین مارتے رہے میر نجف علی خان کی طرف سے مورچے دبدم آگے بڑھ رہے تھے اور اطراف سے آدمی جمع ہو کر نوکر ہونے لگے۔ میر نجف علی خان تلیٹی کے آدمیون پر اعتبار نہین کرتا تھا اس لیے اُن کو نوکر رکھکر انھین دوسرے اطراف اور ناکون پر بھیجتا تھا اور معتمد آدمیون کو اپنے پاس رکھا تھا۔ برہانپور مین ہر وقت اس قضیے کی شہرت ہو رہی تھی اور خوش طبعی کے طور پر وہان کے آدمی خبرین منگاتے تھے قلعے کے اندر ہزار کے قریب احشام اور بے اسپ اور دوسرے پیادے تھے اور میر نجف علی خان کے پاس صرف پانسو آدمی تھے اور وہ فتح کی کوشش کر رہا تھا برہانپور کے آدمی قلعدار کو مخفی لکھ رہے تھے کہ یہ قلعہ ایسا نہین ہے کہ کوئی اُسپر غالب آجائے تم دلجمعی کے ساتھ مقابلے پر آمادہ رہو میر احسن قلعے کی مضبوطی اور سامان کی کثرت پر مغرور ہو رہا تھا اسکی توپون کے فیرون سے شور قیامت برپا تھا۔ جب برہانپور کے آدمیون کو یقین ہو گیا کہ یہ قلعہ فتح ہونے والا ہے تو قطب الدولہ نے محمد امین جماعہ دار کو ۲۵ سوارون اور بیس پیادون اور ایک قینچی بان اونٹ کے ساتھ میر نجف علی خان کی مدد کو بھیجا جماعہ دار مذکور قلعے کے پاس آکر اتنی قدرت نہین رکھتا تھا کہ میر نجف علی خان تک پہنچ جائے اُسنے اُنکے پاس آنے کی خبر بھیجی کہ مین برہانپور سے قطب الدولہ محمد انور خان کا بھیجا ہوا یہان تک آیا ہون لیکن توپون کے فیرون سے آگے نہین بڑھ سکتا اُسنے جواب مین کہلا بھیجا کہ دن مین آنا مناسب نہین رات کو آدمی تمھارے پاس بھیجون گا وہ تمھین لے آئین گے چنانچہ رات کو اسے ایسے رستے سے جدھر گولے نہین گرتے تھے لے آئے اُسنے مورچے دیکھے تو گھبرا گیا۔ تلیٹی مین شام بھٹ کی حویلی نہایت مضبوط واقع تھی اُسی مین ٹھہر کر پھر باہر نہ نکلا۔ میر نجف علی خان سیڑھیان مخفی طور پر تیار کراکے تیسری رات اپنے آدمیون

مین سے سو جرار جوان منتخب کیے کہ ۲۵ قواعددان سپاہی اور ۷۵ دوسرے پیادے تھے جن مین اس کا بھانجا محمد دائم اور خالہ کا بیٹا محمد عرب اور شیخ محمد خان ٹپیت و شیخ دھولا و بہادر و بھوانی شنکر و موتی رام و میر ولی اللہ وغیرہ شامل تھے اور وہ سیڑھیان لیکر مالی کھرہ کے عقب سے آسادیوی کی طرف سے کہ قلعے کی شمالی جانب واقع ہے پہنچے گئے اوپر پہنچکر سیڑھیان قلعہ مالی پر رکھوا کر مالی کھرے پر آیا۔ اس مقام پر قلعدار کی طرف سے راجہ رام ہزاری اور پرسوتم ہزاری کے ساتھ سو آدمی متعین تھے اور چالیس پچاس آدمی رام سنگھ اور راو چار سنگھ اور ہیرامن وغیرہ چار ہزاری آدمیون کے ساتھ مقرر تھے رام سنگھ و راو چار سنگھ و ہیرامن باطن مین قلعدار سے برگشتہ تھے اور میر نجف علی خان کے طرفدار تھے جب سیڑھیان آسادیوی کی طرف فصیل مالی قلعہ پر قائم ہوئین تو قلعے کے ہزاریون مین سے نو آدمی دو سو پیادون اور شاگرد پیشہ آدمیون اور گولہ اندازون کے ساتھ مالی کھرے والون کی مدد کو آئے کہ یکایک میر نجف علی خان کی جمعیت نے مالی کھرے مین پہنچکر جو ہزاری سو رہے تھے انکو کاٹ کر پھینکدیا اور جو پیادے ابھی سیدار ہوے تھے ان کو باندھ لیا اور جو بالکل ہوشیار ہو گئے تھے وہ ننگی تلوارین ہاتھون مین لیکر مقابلہ کر کے کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوے مالی کھرہ مین عجیب ہنگامہ پیدا ہو گیا کہ قلعدار کے طرفدارون مین سے کسی کو لڑنے کا یارا نہ تھا سب نے احشام مین پناہ لی رام سنگھ ہزاری اپنی برادری کے ساتھ نجف علی خان کی رفاقت مین آگیا مالی کھرہ فتح ہو گیا مگر دروازہ اس کا مقفل تھا میر نجف علی خان اپنی جمعیت کو کتلیٹی مین بھی اندر لایا اور کمرگاہ مین مورچے بنائے مالی کھرہ کی توپون کے گولے بالاحصار کی کمرگاہ مین پہنچتے تھے تمام دن لڑائی رہی رات کے وقت چند بہادر آدمیون کو قلعے کی شمالی جانب کے پہاڑ پر بھیجا وہان سے بہت سے بان مارے اتفاقاً جو بان چھوٹتا قلعدار کے مکان مین گرتا وہ نہایت مرعوب ہو گیا قلعدار کی عورتین گھبرائین اس عرصے مین میر نجف علی خان نے پیش دستی کر کے مورچے کمرگاہ مین پہنچا دیے قلعدار زیادہ خوف زدہ ہوا اور پیغام بھیجا کہ اگر مجھے امن دو تو قلعہ حوالے کر دون چونکہ اُسکے ساتھ سیادت کا نام لگا ہوا تھا میر نجف علی خان نے جان بخشی کی اور یہ کہلا بھیجا کہ جو کچھ اس کا ذاتی مال اور روپیہ ہے لیکر اطمینان سے باہر آجائے اگر بادشاہی مال لائے گا تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا اسی وقت بھوانی شنکر جماعہ دار اور دوسرے آدمیون کو قلعے پر بھیجکر بندوبست کر لیا جب دن نکلا تو میر نجف علی خان حضرت شاہ گوہر اور حضرت نعمان کے مزارات پر جو قلعے کی تلیٹی مین تھے فاتحہ کو گیا پھر قلعے مین داخل ہوا قلعدار نے لباس فقر پہن کر نذر دکھائی اور عذر تقصیر کیا خان مذکور نے سینے سے لگایا اور اسکی تسلی کر کے قلعے سے تلے بھیجا اور شادیانہ فتح

بجنے لگے۔ غرضکہ ۱ شعبان ۱۱۶۶ہجری کو قلعہ میر نجف علی خان کے قبضے مین آگیا اور اسنے تمام ہزاریون کو خلعت دیے اور اپنی جمعیت کو جابجا مقرر کردیا جو ہزاوی شریر تھے انھین خلعت دیکر قلعے سے نکالدیا بہادر خان نامی کوکہ میر منصور کوکہ شریر و بد وضع تھا قید کردیا۔ اس فتح سے تمام نواح خاندیس مین رعب و داب پیدا ہوگیا تمام مکاسدار اپنی اپنی فکر مین مصروف ہوے اس عرصے مین خبر آئی کہ میر سعد الدین کے ملکاپور پہنچنے پر بھاری جنگ ہوئی ہے اور اسنے وہان مورچے بنالیے ہین میر نجف علی خان نے لپنے یہان سے ادھر مدد بھیجی اس جمعیت نے پہنچکر پانچ دن مین ملکاپور پر قبضہ کرلیا جب اس فتح کی خبر حیدرآباد مین پہنچی تو نواب صلابت جنگ اور شاہ نواز خان بہت خوش ہوے اور عنایت نامے اور تلوار اور گھوڑا اور خلعت اور سرپیچ اسکے لیے بھیجا اور منصب مین اضافہ کیا اور بہادری کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسکے چھوٹے بھائی میر حیدر علی خان اور بیٹے میر حسین علی خان کو خانی کا خطاب دیا بالاجی کے جسقدر گانون قلعے کے آس پاس تھے انپر میر نجف علی خان نے قبضہ کرلیا بالاجی نے خود بھی میر نجف علی خان کو بہت کچھ لکھا اور نواب صلابت جنگ سے بھی لکھایا مگر نجف علی خان نے نہ مانا۔

شاہ نواز خان کے اعزاز مین ترقی۔ سری رنگ پٹن کے راجہ پر بالاجی کی چڑھائی مین صلابت جنگ کا معاون ہونا

۱۱۶۶ہجری مین شاہ نواز خان کو نواب صلابت جنگ نے صمصام الدولہ شاہ نواز خان بہادر صمصام جنگ خطاب دیا اور ماہی مراتب و جھالردار پالکی عطا کی اور انھون نے اورنگ آباد و حیدرآباد کے علاقے مین سے ۳۵ لاکھ روپے کی جاگیر اپنی تنخواہ مین اور پانچ لاکھ روپے کی اپنے بیٹے میر عبد الحی خان کے لیے حاصل کرکے نواب سے مہری سند لکھوالی اور اپنی سپاہ علحدہ نوکر رکھی اور ریاست کی سپاہ مین تخفیف کی چار مہینے برسات کے نواب نے حیدرآباد مین بسر کیے اکثر عائد مثل میر محمد حسین خان و صمصام الدولہ وغیرہ نے حیدرآباد مین اپنے مسکن مقرر کرلیے اور اکثر آدمیون نے اپنے قبائل اورنگ آباد و برہانپور سے بلاکر حیدرآباد مین رکھے بالاجی و صمصام الدولہ مین صلح کے عہد و پیمان ہوکر باہم اطمینان ہوگیا تھا بالاجی نے پیغام بھیجا کہ اس سال سری رنگ پٹن پر چڑھائی کرکے وہان سے پیش کش لینا چاہیے چنانچہ صمصام الدولہ اور نواب صلابت جنگ

ایک لاکھ سوار و پیادے جمع کر کے اور توپخانہ آراستہ کر کے سری رنگ پٹن کے ارادے سے روانہ ہوے بالاجی بھی لاکھ سوار لیکر سری رنگ پٹن کی روانگی کے لیے آمادہ ہوا دونوں لشکرون نے اس ملک مین پہنچکر لوٹ مار شروع کر دی تین مہینے تک جنگ ہو کر وہان کا راجہ مغلوب ہوگیا۔ پچاس یا ساٹھ لاکھ روپیہ اور ہاتھی گھوڑے اور کپڑے بھیجے دونوں لشکرون نے پیشکش لیکر کوچ کیا بالاجی پونا کو چلا گیا اور نواب صلابت جنگ حیدرآباد مین آگئے چار ماہ یہان رہے اور نواب نے اپنے نجی کے کارخانون کے دیوان ابوالفخر خان کو موقوف کر کے اس کام پر محمد معین خان بہادر شوکت جنگ کو مقرر کیا ابوالفخر خان سے پہلے حیدریار خان بہادر شیر جنگ کے یہ کام سپرد تھا۔

بادشاہ دہلی کی طرف سے ماہی مراتب کا آنا

اسی سال عزیز الدین عالمگیر ثانی نے جو احمد شاہ بن محمد شاہ کے بعد روز سہ شنبہ ۱۰ شعبان ۱۱۶۸ھ کو تخت نشین ہوا تھا صلابت جنگ کے لیے ماہی مراتب بھیجا مادۂ تاریخ اس کا یہ ہے ؎
از شاہ ہند آمد ماہی وہم مراتب + اسی سال سائر برہانپور کی داروغگی میر نجف علی خان کے تغیر سے عبدالقادر خان متبنائے قطب الدولہ کو دی گئی جو ۱۷ ذیحجہ ۱۱۶۸ھ ہجری کو اپنے کام پر دخیل ہوگیا۔

۱۱۶۹ھ ہجری مین رگھو بھوسلہ متوفی کے اہلکارون اور رگھو کرانڈیہ نے نواب کے لشکر کی تاراجی کے ارادے سے حملہ کیا نواب صاحب اور صمصام الدولہ نے انکے مقابلے مین آنا کسر شان جانکر ایک فوج محمد معین خان بہادر شوکت جنگ اور مبارز الملک کی سرکردگی مین مقابلے کو بھیجی انھون نے کوشش کر کے ان کو پوری پوری تباہی کے قریب پہنچا کر بھگا دیا اور بھوسلہ کے دیوان کو پکڑ لیا۔

بالاجی راؤ کا بنکاپور اور سانورکے پٹھانون پر حملہ نواب صلابت جنگ کا بالاجی کی مدد کرنا

مظفر خان گاردی عبدالحکیم خان پٹھان پسر دلیر خان بن بہلول خان میانہ زمیندار سانورکے پاس چلا گیا تھا عبدالحکیم خان نے اسکو اپنے پاس عزت سے رکھ لیا تھا۔ یہ علاقہ ابًا عن جدٍ ان پٹھانون کے پاس چلا آتا تھا اُسنے امراجی گھوڑپڑہ پسر سنتاجی سے جسکے پاس جمعیت

شایستہ تھی موافقت کرکے بالاجی کے علاقے کو لوٹنے لگا بالاجی پونا سے سانور اور بنکاپور کی طرف آیا جب بالاجی بنکاپور کے پاس آیا تو اس کا مقابلہ عبدالحکیم خان اور مظفر خان گاردی اور امراجی کرنے کو شہر سے نکلے پٹھانون کے سامنے دو تالاب تھے یہان مورچہ بنا کے بیچ مین پٹھان رہے سیدھے ہاتھ کی طرف مظفر خان گاردی اور الٹے ہاتھ کی طرف امراجی کو متعین کیا بالاجی نے اپنے چچازاد بھائی سدھو کو افغانون کے مقابلے مین کھا اور ملہار راؤ ہلکر کو مظفر خان گاردی کے مقابلے مین مقرر کیا اور جسونت پانٹو سیہ کو اسکے دوسرے بھائیون کے ساتھ امراجی کے مقابل بھیجا خوب لڑائیان ہوئین پٹھان ہر لڑائی مین غالب رہے اور بہت سے مرہٹے مارے گئے اور مرہٹون کی سپاہ پر بہت کچھ مصیبت آگئی غلے کی گرانی دانے کی کمی اور گھانس چارے کی قلت ایسی ہوئین کہ مرہٹے تباہی کے قریب پہنچ گئے اور اُنکے چوپایے ہلاک ہوگئے قریب تھا کہ مرہٹے برباد ہو کر بھاگ جائین۔ بالاجی پٹھانون کی جلادت سے تنگ آکر صمصام الدولہ کے شورے سے نواب صلابت جنگ سے مدد کا مستدعی ہوا اور انکو لکھا کہ اسوقت میری مدد کیجیے اس لیے کہ افغانون کی وہ قوم ہے کہ انکو اپنے خداوند نعمت سے بھی دغا بازی کرنے مین تامل نہین ہوتا اور ہر وقت تکلیف پہنچانے کی فکر مین رہتے ہین چنانچہ نواب ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے ساتھ انھون نے کیا کیا اور ہم لوگون سے باوجود تخالف مذہب اور منازعت دوامی کے کبھی ادب اور پاس ناموس اور خیر خواہی جان کے مخالف کوئی امر واقع نہین ہوا اس لیے براہ کرم میری مدد کیجیے شاہ نواز خان نے بڑی تدبیر سے صلابت جنگ کو اسکی مدد پر آمادہ کیا اور پٹھانون سے انتقام لینا اور بالاجی راؤ پر احسان کرنا ضروری سمجھا و نواب کے لشکر کو براہ سے سانور اور بنکاپور کی طرف حرکت دی جب نواب کا لشکر مرہٹون کے قریب پہنچا تو بالاجی نے چار کوس سے استقبال کیا۔ نواب نے قلعے کے عقب سے فرانسیسون کا توپخانہ لگا کر اتنی گولہ باری کرائی کہ قلعے کے برج برباد ہوگئے اور پٹھان عاجز ہوگئے جب یہ حال میر نجف علی خان نے سُنا تو بہت جلد نواب کو عرضی لکھی کہ مسلمانون کے مقابلے مین کافرون کو کمک پہنچانا آئین دانش و خرد سے دور ہے جو کہ صمصام الدو نے بالاجی سے معاہدہ کر لیا تھا اور کمک کے عوض مین بالاجی نے وعدہ کیا تھا کہ خاندیس واپس کر دے گا اور لاکھ روپے روزانہ فوج خرچ کے پہنچاتا رہے گا اس لیے اسکی عرضی کا کوئی اثر نہوا پٹھان بہت تباہ ہوگئے اور عاجز ہو کر پچاس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا زر نقد اُنکے پاس نہ تھا زیور اور کپڑے روپے کے عوض مین بالاجی کے پاس پہنچائے پھر بھی ۳۵ لاکھ روپے باقی رہ گئے اسکی قسط مقرر کی اور بالاجی کا تھانہ بنکاپور مین بٹھا دیا اس شرط سے کہ

روپیہ پہنچنے تک نیکاپور بالاجی کے قبضے مین رہے اس قلعے سے جتنے پرگنے اور ضلعے متعلق تھے ان سب پر بالاجی کے عامل مقرر ہوگئے اس لڑائی کے انفصال کے بعد بالاجی سے نواب صلابت جنگ نے اس کا قرار پورا کرنے کے لیے کہلایا تو اسنے جواب دیا کہ عالم اخلاص مین ایک سردار دوسرے سردار کی مدد کرتا ہے مین بھی کبھی ضرورت کے وقت آپکی کمک کرون گا نواب خاموش ہوگئے اور اسکے خیمے پر ملنے کو گئے۔

بالاجی کے سوتیلے بھائی شمشیر بہادر کا برہانپور کے ناظم سے روپیہ وصول کرنا

شمشیر بہادر جسے بھن یا بھی کہتے تھے مسلمان طوائف سے بالاجی کا سوتیلا بھائی تھا اسکو بالاجی نے لمہار راؤ ہلکر کی جگہ مقرر کر کے اثناے راہ نیکاپور سے ہندوستان کی طرف روانہ کیا شمشیر بہادر کوچ پے متواتر کرکے ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۹ہجری کو برہان پور کے متصل آگیا اور یہان کے ناظم قطب الدولہ کو کہلا یا کہ مین یہان آیا ہون اور تم میرے دادا بالاجی بشوناتھ کے منہ بولے بھائی ہو میری معقول مہمانی کیجیے قطب الدولہ نے نامردی سے ۱۲ ہزار روپے دینا قبول کیے تاکہ شہر تاخت و تاراج سے محفوظ رہے اور شہر کے ساہوکارون کو بلا کر روپیہ مانگا اور ایک رات اور ایک دن انھین اپنے مکان پر رکھا نارو کشن ساہوکار نے درمیان مین پڑکر بارہ ہزار روپے ساہوکارون کے ذمے مقرر کیے اور پانچہزار روپے وصول کر کے پاس رکھے اور ساہوکار گھرون کو چلے گئے عبدالقادر خان متبنٰی قطب الدولہ نے محصل بھیجکر بجبر ساہوکار پر سختی کرائی اسنے بہت سے ساہوکارون کو جمع کرلیا اور نارو کشن کو پیغام دیا کہ یہ فتنہ و فساد تونے برپا کرایا ہے عنقریب تجھے اس کا نتیجہ معلوم ہوجاے گا اور سب نے اتفاق کر کے دوکانین بند کر کے ہرتال کردی نارو کشن نے یہ حال دیکھا تو ڈر گیا اور پانچون ہزار روپے ساہوکارون کو واپس کردیے۔ اس درمیان مین پیر محمد بوہرے سے کہ مولوی غلام محمد گجراتی کا مرید تھا اور مولوی مذکور برہان پور مین بہت مقتدر مانا جاتا تھا روپیہ مانگا گیا تو اسنے مولوی مذکور کی حمایت سے کچھ نہ دیا مولوی کے شاگرد اسکی حمایت کو آمادہ ہوگئے اسنے جب کچھ ندیا تو ساہوکارون نے بھی اسکی تقلید کی اور کچھ نہ دیا قطب الدولہ اور عبدالقادر خان نے عاجز ہوکر اپنے ہاتھی میر علی اکبر خان دیوان صوبۂ مذکور کے پاس رہن رکھکر دس ہزار روپے لیکر ہرپا کی معرفت شمشیر بہادر کے پاس بھیجے وہ روپے لیکر چلا گیا اور شہر سے تعرض نہ کیا

ساہوکارون نے اس امر کی اطلاع نواب صلابت جنگ کے پاس بھیجی حیدرآباد کے ساہوکار ان سے موافق تھے ان کی کوشش سے نواب کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ قطب الدولہ کے ایما سے شمشیر بہادر نے ضیافت مانگی ہوگی اس لیے اسکو نظامت برہانپور سے معزول کر کے محمد اسلم خان کو حشمت جنگ خطاب دیکر وہان بھیجا اور خلعت نظامت چار دیواری شہر برہانپور ۲۷ جمادی الاخری سنہ ۱۱۶۹ ہجری کو اسے پہنایا اسنے اپنی نیابت کی بند میر علی خان کے لیے ارسال کی اسنے چہارشنبہ ۲۷ رجب کو وہان عمل و دخل کر لیا ان دنون نواب صلابت جنگ بالاجی کی مدد کے لیے بنکاپور دسانور کے قریب مقیم تھے۔

بالاجی کی سفارش سے نواب صلابت جنگ کے بھائیون کو مناصب اور عہدے ملنا

جب صلابت جنگ تسخیر بنکاپور کے بعد بالاجی کے ڈیرے پر گئے اور اس سے ملاقات کی تو اسنے تخلیے مین نواب سے کہا کہ آپ اپنا ملک غیرون کو دیتے ہین اور بھائیون کو قید مین رکھتے ہین جو کچھ یہ جانفشانی کرینگے غیرون سے نہو سکے گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ برار کا ملک نظام علی خان اسد جنگ کو اور بیجاپور کا ملک محمد شریف خان بسالت جنگ کو اور اورنگ آباد کا ملک میر مغل علی خان ناصر الملک کو دیدیجیے اور فرانسیسون نے جو آپ کے باپ کا برسون مین جمع کیا ہوا روپیہ کھا لیا اور کام کچھ نہین کیا ہے انھین اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیجیے اگر برطرفی کے وقت وہ کچھ شرارت کرینگے تو مین اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہو کر انکی گوشمالی کر دونگا یہ صلاح نواب کو پسند آئی اسی دن نظام علی خان کو برار کا خلعت دیا اور بسالت جنگ کو بیجاپور اور ادھونی ورائے چور کا اور میر مغل علی خان کو اورنگ آباد کا خلعت دیا اور سید لشکر خان نصیر جنگ کو جو اورنگ آباد کے ناظم تھے میر مغل علی خان کا نائب بنایا۔ نظام علی خان اور بسالت جنگ کو اپنے اپنے تعلقون کو بھیجدیا۔ میر نظام علی خان افواج تعیناتی اور اکثر امراے نامی جیسے شیخ علی جنیدی دسرست خان افغان و لچھمن راو کھنڈاکلہ کو ساتھ لیکر برار کو چلے گئے اور نواب صاحب نے انکی اتالیقی کے لیے سید واجد علی خان کو مقرر کیا۔

نظام علی خان کی رگھو کرانڈیا سے لڑائی

میر نظام علی خان اسد جنگ کہ ملک برار کو گئے تھے وہان فوج نوکر رکھنے لگے اور سامان

جنگ کی تیاری مین مصروف ہوے۔ پسران رگھو بھوسلہ لمہار راو ہلکر کی وجہ سے بالاجی کے ساتھ گئے ہوے تھے۔ رگھو کرانڈیا وکشنا گوبند وکشنا مورلی سروکھنڈوجی رگھو کے بیٹون کی طرف سے ملک برار مین تھے ان لوگون کو خیال ہوا کہ نظام علی خان کی قوت دن بدن ترقی پہ ہے مبادا ہمین برار سے نکالدین اس لیے یہ بھی فوج جمع کرنے لگے نظام علی خان نے اورنگ آباد و برہان پور کو لکھکر دونون شہرون سے آدمی بلاے چنانچہ ان ملکون سے آدمی نوکر ہونے لگے اس عرصے مین نظام علی خان نے مزاج نام کایستھ کو پرگنہ ارکابون وانکوٹ کی امینی دیکر تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ ان مقامون کو بھیجا رگھو کرانڈیلنے یہ خبر سنکر راہ مین اُسکو تباہ کردیا مزاج مارا گیا نظام علی خان فوج جمع کرکے رگھو سے لڑنے کو روانہ ہوے دونون مخالفون کی فوجین نواح پرگنہ کھولا پور مین مقابل ہوئین بہت سخت لڑائی کے بعد رگھو نے مغلوب ہوکر صلح کا پیغام بھیجا نظام علی خان قبول نہ کرتے تھے اورنگ آباد اور برہانپور کی سپاہ کی آمد کے منتظر تھے اور میر قمرالدین علی خان برادر قابل خان کو قصبہ بالاپور مین چھوڑ آے تھے اسکے ساتھ سپاہ بھی تھی۔ غرض یہ تھی کہ جب اورنگ آباد اور برہان پور کی فوج یہان پہنچے تو یہ ان کو جمع کرلے اور سب مل کر لشکر مین پہنچین اورنگ آباد اور سندکھیڑ اور برہان پور سے چار ہزار سوار اور اسی قدر پیادے بالاپور مین پہنچے میر قمرالدین علی خان انکو لیکر لشکر نواب مین شامل ہونے کو چلا جب یہ خبر نظام علی خان نے سنی تو ہرکارے کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ تم وہین رہو ہم خود آکر اپنے لشکر مین سپاہ کو ملالین گے ہرکارہ راستہ بھول گیا میر قمرالدین علی خان چل نکلا جب کرانڈیا کو یہ حال معلوم ہوا تو راتون رات دھاوا کرکے بے خبری کی حالت مین انپر حملہ آور ہوا اور تمام سپاہ کو لوٹ لیا میر قمرالدین علی خان مارا گیا نظام علی خان یہ خبر سنکر مقتل سپاہ مین پہنچے اور زخمیون کی مرہم پٹی کرائی اور مردون کو دفن کرایا اور رگھو سے صلح کرلی وہ اپنے مقام کو چلا گیا نظام علی خان ایلچ پور مین آگئے۔

فرانسیسون کی برطرفی اور ان کا فساد پیدا کرنا آخر کار صلح ہوجانا

جو فرانسیسی موشیر بوسی سے تعلق رکھتے تھے انھون نے چار بڑے بڑے اضلاع بطور جاگیر کے فوجی مصارف کے لیے ریاست سے لیے ان اضلاع کی سالانہ آمدنی کا اندازہ چالیس لاکھ روپیہ کیا جاتا ہے ان چار ضلعون کے نام یہ ہین (۱) مصطفی نگر (۲) ایلور (۳) راج بندری (۴) سیکاکول۔ یہ علاقے اب شمالی سرکارون کے نام سے احاطۂ مدراس مین شامل ہین۔

فرانسیسون نے بڑا رسوخ حاصل کرلیا اور اپنی حد سے پانون بڑھاکر قلعہ گولکنڈہ اور بیدر کی درخواست نواب صلابت جنگ سے کی صمصام الدولہ نے بہت سمجھایا نہ مانا۔ نواب صاحب

نے صمصام الدولہ کے مشورہ دینے سے ان کو موقوف کرنے کی تدبیر کی چنانچہ انکو برطرف
کرکے چڑھی ہوئی تنخواہ چکادی۔ فرانسیسون کو جو برطرف کیا تو انھون نے خیال کیا کہ
اسوقت مقابلہ کرکے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے خاموش ہورہے بیس ہاتھی اور چند توپین اور چند
اونٹ انکے ساتھ متعین تھے بوسی نے کہلایا کہ یہ باربرداری حیدرآباد پہنچنے تک میرے ساتھ
رہین وہان اسباب کو رکھکر انکو خالی کرکے اہلکارون کے حوالے کردونگا نواب نے کہا کہ
کیا مضائقہ ہے اور سلطان جی اور لچھمن راو کھنداکلہ اور دوسرے دس ہزار کے قریب سوار
اس کام پر متعین ہوے کہ حیدرآباد پہنچکر اُن سے باربرداری کے سرکاری جانور لے لیے جائین
اور ان کو ریاست کے حدود سے باہر کردیا جاے حکم کے بموجب فوج فرانسیسون کے ہمراہ
گئی بوسی آٹھ سو فرنگیون اور پانچہزار ہندوستانی قواعددان سپاہیون کے ساتھ روانہ ہوا جب
سب آدمی دریاے کشنا کے کنارے پہنچے تو فرانسیسون نے سرداران فوج سے کہا کہ
دریا طغیانی پر ہے اور کشتیان کم ہین ہم پہلے اتر جائین کل آپ اُترین انھون نے قبول کرلیا
چنانچہ فرانسیسون نے اپنا اسباب دریا سے اُتار لیا اور خود بھی اُتر گئے رات کو کشتیان
جلادین اور رات ہی مین حیدرآباد کی طرف روانہ ہوگئے صلابت جنگ کے سردار دوسرے
کنارے پر پڑے رہے۔ فرانسیسی لمبی لمبی منزلین کرتے ہوے پانچ دن مین حیدرآباد پہنچگئے
اور چاہا کہ قلعۂ گولکنڈہ پر قبضہ کرلین قلعدار نے ہوشیاری کی کسی فرانسیسی کو قلعے کے قریب
نہ آنے دیا اور اس کا ایسا انتظام کیا کہ وہ اُسپر قابو نہ پاسکے ابراہیم علی خان برادرزادہ و داماد
شوکت جنگ کہ حیدرآباد کا نائب صوبہ تھا اسنے شہر کی بھی خوب حفاظت کی حیدر جنگ پسر
خواجہ قلندر خان کہ بوسی کا کارکن و دیوان تھا اسنے رومی خان کو جو بوسی کا ترجمان تھا اور اسکا
بھی حیدر جنگ کو استیصال مدنظر تھا روز جمعہ ٢٦ رمضان ١١٦٩ہجری کو چار آدمیون کے
ساتھ ابراہیم علی خان کے پاس بھیجکر کہلایا کہ ہم اپنے تعلقے کو جارہے ہین تم ہمارے سفر کے لیے
غلے وغیرہ کا انتظام کردو اور تمھارے شہر کا توپخانہ ہمارے حوالے کردو جسوقت ابراہیم علی خان
رومی خان سے سوال وجواب مین مصروف تھا رومی خان نے چھرا اسکے پیٹ مین مارا اور
اسکے ساتھیون نے تلوار اور کٹار سے کام تمام کردیا ابراہیم علی خان کے آدمیون نے رومی خان
کے ٹکڑے کردیے اسکے بعد فرانسیسون نے شہر پر بغیر کشت وخون کے قبضہ کرلیا اور رواسطے
رعب وداب کے چارمنار پر توپین نصب کردین اور چارمحل مین کہ قطب شاہی تھا رہنے لگے
شہر کے رہنے والون مین تزلزل عظیم پیدا ہوگیا شرفا اپنے قبائل کو بڑی صعوبت کے ساتھ باہر
نکالکر گولکنڈے اور دوسری بستیون مین چلے گئے نواب صلابت جنگ اور شاہ نواز خان

یہ خبر سنکر اورنگ آباد سے حیدرآباد کی طرف آئے فرانسیسون نے شہر کو مضبوط کر لیا نواب کا لشکر شہر سے پانچ کوس پر پہنچا فرانسیسون نے یکبارگی مقابلہ کیا دونون طرف سے لڑائی جاری ہوئی صبح سے شام تک لڑائی رہتی ان حالات کی اطلاع پانڈیچری مین پہنچ گئی تھی وہان سے اوائل ماہ ذیحجہ مین بوسی کی امداد کے لیے موشیر لیس کے ماتحتی مین پلٹنون کے دو ہزار سپاہی روانہ کر دیے گئے نواب صلابت جنگ نے یہ خبر سنکر خواجم قلی خان اور مظفر خان گاردی کو (جو اس زمانے مین پٹھانون سے منحرف ہو کر نواب کے پاس آگیا تھا) اور دوسرے رسالہ دارون کو بھی بھیجا کہ اس کمکی فوج کو حیدرآباد مین داخل ہونے دین موشیر لیس نے اس سپاہ کو چیر کر اپنا راستہ نکال لیا اور شہر مین داخل ہو گیا اور باہم خوب لڑائیان ہوئین آخر کار بعض اعیان ریاست کے نفاق کی وجہ سے صمصام الدولہ کی معرفت صلح ہو گئی فرانسیسون کی اگلی جاگیر اور تنخواہ بدستور بحال رہی۔ موشیر بوسی اور موشیر لیس اور موشیر سرجان وحیدر جنگ نواب کی ملاقات کے لیے آئے صمصام الدولہ نے استقبال کر کے نواب سے ملایا اور پانچ لاکھ کی جاگیر کا اضافہ ہوا۔ جب فرانسیسون کا فساد رفع ہو گیا تو نواب صاحب شہر حیدرآباد مین داخل ہوے اور برسات یہان بسر کی۔

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ نواب نے بوسی کو **سیف الدولہ عمدۃ الملک** خطاب دیا لیکن مولوی ذکاء اللہ نے کہا ہے کہ مظفر جنگ نے اسکو عمدۃ الملک سیف الدولہ غضنفر جنگ خطاب دیا تھا۔ حیدر جنگ کا اصلی نام عبد الرحمن ہے باپ کا نام خواجہ قلندر دہلی ہے وہ نواب آصف جاہ نظام الملک اول کے عہد مین بلخ سے آکر صاحب اعتبار ہو گیا تھا اور مچھلی بندر کا فوجدار بنا دیا گیا تھا وہان کی فوجداری کے زمانے مین بعض فرانسیسون سے ملاقات پیدا کر لی تھی اور جب سرکاری محاسبہ دار ہو گیا تو پانڈیچری کو چلا گیا اور فرانسیسون کی پناہ مین بیٹھ گیا عبد الرحمن اسوقت خردسال تھا وہان کا فرانسیسی گورنر اس سے بہت محبت کرتا تھا جب مظفر جنگ رئیس ہوے تو گورنر نے ایک فوج بوسی کی ماتحتی مین مقرر کر کے مظفر جنگ کے ساتھ کر دی اور عبد الرحمن کو جو بقول حدیقۃ العالم مسلمانون اور نصاریٰ مین برزخ تھا بوسی کے ہمراہ کر دیا اس نے اپنی قابلیت سے ترقی کر کے فرانسیسون کی سرکار کا صاحب حل وعقد ہو گیا۔ اور اسد الدولہ حیدر جنگ کے ساتھ مخاطب ہوا فرانسیسی یہان تک دلیر ہو گئے تھے کہ ہر طرح کی تکالیف شاقہ دینے لگے۔ انکی درخواستون کی تفصیل سنیے (۱) مظفر خان گاردی ہمارا چور ہے اسے حوالے کر دو لاچار ہو کر حوالے کیا وہ لڑائی کو مستعد ہوا اور موقع پاکر لشکر سے بھاگ گیا (۲) محمد معین خان شوکت جنگ کو جو دیوان بنا لیا ہے وہ ہم سے عداوت رکھتا ہے اُسکے

دیوانی سے موقوف کرکے کسی دوسرے شخص کو دیوان بنایا جائے (۲) قلعہ بھونگیرہم کو دیدو یہ دونوں سوال بھی منظور کیے گئے۔

محاصرے کے زمانے مین فرانسیسون کی جاگیر کا انتظام بگڑ گیا تھا بوسی اور حیدرجنگ تمام کام درست کرکے نواب سے رخصت لیکر راجبندری اور سیکاکول کی طرف گئے اور خواجہ رحمت اللہ خان کو تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ چھوڑ گئے کہ نواب کے پاس رہے۔

دو زمینداروں کے باہمی فساد مین فرانسیسون کی مداخلت

اجے رام راج کہ ہمیشہ ایک لاکھ[1] پیادے اور دو ہزار سوار اور توپخانہ اور سو ہاتھی رکھتا تھا اسکے اور رنکا راو زمیندار قوم بلمہ کے درمیان جسکے ساتھ سات سو پیادے اور ہم قوم آدمی تھے لڑائیاں ہونے لگین اور ہر لڑائی مین بلمہ غالب آیا اس سبب سے اجے رام راج نے بوسی کی آمد کو غنیمت جانا اور حیدرجنگ کے توسط سے بوسی سے ملکر اس کو اپنے ہمراہ رنکا راو پر چڑھا لیگیا رنکا راو نے جب دیکھا کہ اس معرکے مین جان سلامت لیجانا مشکل ہے تو اسنے اپنے قبائل کی تو سو عورتون کا جوہر کیا یعنی جلوا دیا اور رفقا کے ساتھ میدان جنگ مین آیا اُسکے ساتھ سات سو آدمی تھے فرانسیسون کی اور اجے رام راج کی سپاہ کو زیر و زبر کردیا اور گروہ کثیر کو قتل کرکے مارا گیا اس معرکے مین رنکا راو کا صرف ایک لڑکا سلامت بچا جسکو وہان چھپا کر کمین نے گئی تھی اس کا عوض بلمہ کی قوم نے یون لیا کہ فتح سے تیسرے دن رات کے وقت بلمہ قوم کے تین آدمی اجے رام راج کے خیمے مین گھس گئے اور اسے کٹار سے مار ڈالا۔

راجہ رام چندر مرہٹہ کی جاگیر کی ضبطی

جب برسات ختم ہوگئی تو صمصام الدولہ نے نواب صلابت جنگ سے اورنگ آباد جانے کی رخصت مانگی انھون نے اجازت نہ دی آخرکار بہت گفتگو کے بعد انکو روانگی کا حکم دیا۔

سنہ ۱۱۷۰ ہجری مین صمصام الدولہ حیدرآباد سے چلے اور راد عونی و رائے چور مین پہنچکر نظام الملک بسالت جنگ کو ساتھ لے کر اورنگ آباد کی طرف آئے راستے مین رام چندر مرہٹہ کی جاگیر کو ضبط کرنا چاہا یہ شخص نظام الملک آصف جاہ اول کے عہد سے بھالکی وغیرہ صوبۂ بیدر کے لاکھون روپے کے محال اپنے قبضے مین رکھتا تھا اور اپنی بے سلیقگی و عیاشی کی وجہ سے نوکری کے لوازم ادا نہ کرتا تھا رام چندر نے تھوڑا سا مقابلہ کرکے اطاعت کرلی اسکی تمام جاگیرین

[1] حدیقۃ العالم مین ایسا ہی لکھا ہے اور یہ تعداد بالکل خلاف قیاس ہے ایک معمولی زمیندار اس قدر ہاتھی اور سپاہ نہیں رکھ سکتا ۱۲

سوا بھالکی کے سرکار مین ضبط ہو گئین۔

قلعۂ دولت آباد پر شاہ نواز خان صمصام الدولہ کا قبضہ

شاہ نوازخان چاہتے تھے کہ دولت آباد کا قلعہ بغیر عنایت نواب صلابت جنگ کے ہاتھ آجاے اسکی حالت یہ ہے کہ قلعے کے بالا حصار سے لیکر کمر گاہ تک سید مبارک خان بخاری کے قبضے مین تھا اور قلعے کا تلے کا حصہ جو مستحکم مقام تھا اور اُس مین برجین اور دیوار اور خندق تھی مبارک خان کے چھوٹے بھائی مجتبے خان کے قبضے مین تھا اور دونون بادشاہ دہلی کی طرف سے قلعداری کی سند رکھتے تھے چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے آزردہ خاطر تھا اسنے مخفی شاہ نوازخان کو لکھا کہ اگر آپ چاہین تو مین یہ قلعہ آپ کے حوالے کر دون شاہ نوازخان کو پہلے سے اسکو لینے کا خیال تھا وہ سمجھتے تھے کہ ملک مین ابتری ہے ایسا ہو کہ قبائل کے رکھنے کے لیے کوئی مضبوط مقام مل جاے جو اورنگ آباد سے نزدیک ہو اگرچہ قلعہ انتور سابق سے انکے پاس تھا جو اورنگ آباد سے بیس کوس پر تھا لیکن وہ زیادہ مضبوط نہ تھا دولت آباد کا قلعہ اس کام کے لیے انھون نے پسند کیا لیکن یہ قلعہ صلابت جنگ کے اختیار مین تھا اور یہان دوسو سال سے اباعن جد اکبر اعظم کے وقت سے سادات بخاری قلعے کے متوارث چلے آتے تھے جب مجتبے خان نے وعدہ کیا تو انھون نے دہلی کو اپنا وکیل بادشاہ کے پاس بھیجا اور قلعے کی سند مخفی طور پر اپنے نام کی بادشاہ سے منگالی۔ جب یہ سند مل گئی تو صمصام الدولہ صلابت جنگ سے اورنگ آباد کی طرف رخصت مانگنے لگے صلابت جنگ رخصت دینے نہ تھے اور وہ اس سند کے بھید سے واقف نہ تھے انھون نے بڑے اصرار کے بعد رخصت دی صمصام الدولہ نے مجتبے خان کو سلوک کا امیدوار کیا اور اورنگ آباد پہنچکر قلعے کی تسخیر کے لیے سپاہ مقرر کی اس کا محاصرہ ہو کر ۱۵ دن تک لڑائی جاری رہی اور خوب جدال و قتال ہوا آخر کار مجتبے خان نے مخفی طور پر شاہ نوازخان کی سپاہ قلعے کے پائین حصار مین بلالی۔ سید مبارک خان قلعے کے بالا حصار و کمرگاہ پر جو مہاکوٹ اور کالا کوٹ کہلاتا ہے قابض رہا جب اسنے خیال کیا کہ حقیقی بھائی منحرف ہو گیا ہے اور قلعے کے تلے کا حصہ صمصام الدولہ کی سپاہ کے ہاتھ مین آگیا ہے اور بادشاہی سند کو دیکھا تو باہم عہد و پیمان کر کے بالا حصار بھی حوالے کر دیا۔ شاہ نوازخان نے سادات بخاری کو دلخواہ منصب اور خاطر خواہ جاگیر اور تنخواہ لین دیکر قلعہ انکے ہاتھ سے لے لیا اور خود بھی قلعے مین داخل ہوے اور اپنے بڑے بیٹے عبدالحی خان دلاور جنگ کو اپنی طرف سے وہان کا نائب بنا کر اسکی شکست و ریخت کی تعمیر شروع کر دی اور توپین اور دوسرا سامان جنگ جمع کیا اسکے بعد صلابت جنگ بھی فوج کے ساتھ اورنگ آباد مین پہنچ گئے۔

فائدہ جام جہان نما میں مولوی قدرت اللہ شوق نے اور مساکن فلسفی میں رلسے منولال فلسفی نے نے بیان کیا ہے کہ سابق میں دولت آباد کو دھارانگری کہتے تھے پھر دیوگڑھ کہلایا پھر فخرالدین جونا نے دولت آباد نام رکھ کر اپنا دارالسلطنت بنایا اور تذکرہ ہفت اقلیم میں تحریر کیا ہے کہ دولت آباد کا نام ابتدا میں دیوگیر تھا۔ حدیقۃ العالم سے مستفاد ہوتا ہے کہ عہد عالمگیر سے دیوگڑھ کا نام اسلام آباد مقرر ہوا۔ رشید الدین خانی میں لکھا ہے کہ قلعہ دولت آباد راجہ ایل نے بنایا تھا۔ عرصۂ دراز کے بعد رام دیو کے تصرف میں آیا سنہ۶۹۴ ہجری میں سلطان جلال الدین خلجی کے بھتیجے و داماد سلطان علاءالدین نے رام دیو کے ہاتھ سے فتح کر لیا اصل نام اس کا دھارانگر و دیوگڑھ ہے سلطان محمد تغلق شاہ نے شہر پناہ بنوا کر دولت آباد نام رکھا۔

صمصام الدولہ شاہ نواز خان کے انتہائے عروج و ادبار کا قصہ

صمصام الدولہ کو بڑا عروج حاصل ہو گیا یہان تک کہ نواب انکے مکان پر ملنے کو جاتے اور کبھی کبھی بے ملاقات کے لوٹ آتے اور یہ بات انکے دل مین خار کی طرح کھٹکتی تھی موقع کے منتظر تھے راحت افزا مین لکھا ہے کہ نظام علی خان اور بسالت جنگ بے مرضی شاہ نواز خان کے برار و بیجاپور کے تعلقون سے سرفراز ہوے تھے تو وہ یہ چاہنے لگے کہ دونون کو بلا کر حکمت عملی سے قید کر لین اول بسالت جنگ کو نواب کا حکم بھجوا کر بلایا جب وہ آگئے تو اس واسطے انپر ہاتھ نہ ڈالا کہ یہ خبر سنکر نظام علی خان جو برار مین ہین متوحش ہو جاوینگے ظاہر مین اُن سے خوب موافقت پیدا کی اور مخفی طور پر اُن کو نظر بند کر لیا تھا پس میر عالم نے جو حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ شاہ نواز خان کے استصواب سے بالاجی نے صلابت جنگ سے انکے بھائیون کو سفارش کی تھی صحیح نہین معلوم ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو شاہ نواز خان کو ان کا جاگیرون پر بھیجا جانا ناگوار کیون ہوتا۔

اس وقت ایک عجیب قضیہ پیش آگیا وہ یہ کہ نواب کی سپاہ کی تنخواہ دو سال سے چڑھ گئی تھی سپاہ پریشان حال تھی اور شاہ نواز خان کے نوکر ماہ بماہ تنخواہ پاتے تھے اسوجہ سے سرکاری سپاہ کو شاہ نواز خان سے عداوت پیدا ہو گئی تھی مغویون نے سپاہ کو ورغلایا بہادر خان جماعہ دار کو تمام سپاہ نے سرگروہ مقرر کر کے اسکی معرفت بسالت جنگ سے مخفی معاہدہ کر لیا اور شاہ نواز خان کے قتل کی فکر مین ہوئی بسالت جنگ بھی شاہ نواز خان کی طرف سے مکدر تھے بہادر خان سے انھون نے وعدے کیے اور ترغیب دیکر آمادہ کیا بہادر خان نے سپاہ کو بلوے پر آمادہ کیا سپاہ نے شاہ نواز خان سے تقاضا شروع کیا چنانچہ سنہ۱۱۷۰ ہجری مین عید الفطر کے دن عیدگاہ مین اتنی ہنگامہ آرائی کی کہ صمصام الدولہ ہاتھی سے اتر کر نماز نہ پڑھ سکے ہزار حیلے کے ساتھ

انکے ہاتھ سے رہائی پائی اوباش چاہتے تھے کہ صمصام الدولہ کی حویلی کو لوٹ لین مگر شاہ تک ایسا نہوا رات کو بلوائی متفرق ہوگئے صمصام الدولہ نے دروازۂ کوٹلہ کو کہ وہان ان کا مسکن تھا بند کرکے مضبوط کر لیا صمصام الدولہ کے ہواخواہون جیسے شاہ محمود اور مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے بہت کوشش کی مگر تصفیہ نہوسکا دس بارہ لاکھ روپے پر معاملہ درست ہوسکتا تھا اور صمصام الدولہ کی اتنی مقدرت بھی تھی مگر انھون نے نہ مانا اور روپیہ دیکر فساد نہ مٹایا جب سپاہ نے شاہ نوازخان کو پیغام بھیجا کہ ہماری تنخواہ کی سبیل کرو تو چونکہ وہ اپنی سپاہ پر مغرور تھے جواب دیا کہ تمھارے مالک نواب صاحب ہین اور انکے دیوان حفاظت خان ہین مین کون ہون کہ مجھسے تنخواہ کا سوال کرتے ہو یہ جواب سنکر تمام سپاہ نے صلابت جنگ پر ہجوم کیا اور مصلحت کار سے دربار کو بند کر دیا اور کسی کو دربار سے باہر نہ نکلنے دیا شاہ نوازخان نے یہ خبر سنکر تمام اپنی سپاہ کو مستعد مقابلہ کر لیا۔

۶ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری کو تمام فوج **بسالت جنگ** کے مکان پر پہنچی اور انکو پالکی مین بٹھا کر نواب صاحب کے پاس لے گئی اور عرض کیا کہ ان کو **وکالت مطلقہ** کا خلعت دیا جائے ورنہ ہم سب کو قتل کر ڈالین گے۔ نواب صاحب نے ڈر کر وکالت مطلقہ کا خلعت بھائی کو دیدیا اور شاہ نوازخان نے شورش کے رفع کرنے کے لیے وکالت مطلقہ سے استعفا بھیجدیا جب بسالت جنگ وکیل مطلق ہوگئے تو شاہ نوازخان کو حکم بھیجا کہ حساب صاف کرین انھون نے جواب دیا کہ دفترون کے متصدی موجود ہین ان سے حساب لین ہمنے معاملات مالی مین دخل کبھی نہین دیا ہے دیوانی کے متصدیون سے محاسبہ لیجیے اور مہر خاص درگاہ قلی خان کے ہاتھ بھیجدی اور خود مقابلے کے لیے آمادہ ہوگئے۔ بسالت جنگ اور سپاہ نے یہ ارادہ کیا کہ جیسے ممکن ہو شاہ نوازخان کو گرفتار کیجیے لیکن اکثر امرا جیسے شیخ علی جنیدی اور عبدالہادی خان قسورہ جنگ اور قوی جنگ و سرمست خان وغیرہ نے یہ صلاح کی کہ جیسے ہوسکے شاہ نوازخان کو دربار مین لادین انھون نے یہ بات منظور نہ کی تو نواب صلابت جنگ و بسالت جنگ نے فوج تیار کرکے لڑائی شروع کر دی اور تیر و توپ و تفنگ کی لڑائی شروع ہوگئی سوار و پیادے و گاردی و حبشی وغیرہ کثرت سے آگئے تھے تین روز تک لڑائی رہی لیکن سرکاری سپاہ کو شاہ نوازخان پر قدرت حاصل نہوئی تاہم انکی طرف سے سرزوری جاری تھی مورچے دونون طرف سے تیار ہوے راحت افزا مین اسی طرح لکھا ہے۔ میر عالم کہتے ہین کہ شاہ نوازخان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر سپاہی نواب کو ساتھ لاکر چڑھ آئے تو آقا سے مقابلہ نہوسکے گا بہتر یہ ہے کہ یہان سے چلے جائیے اس لیے دوشنبہ ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری کی آدھی رات کے بعد

تمام سامان اور خزانہ اور عمدہ مال و اسباب گاڑیون - ہاتھیون - بیلون اور اونٹون پہ بار کرا کے اور مکان کو لاکھون روپے کے اقسام نفائس سے بھرا چھوڑ کر تمام عورتون اور مردون کو ساتھ لیکر گھوڑے پر سوار ہوکر نوبت بجواتے ہوے دولت آباد کے قلعے کو روانہ ہوے پانسو آدمیون نے انکی رفاقت کا حق ادا کیا صمصام الدولہ مشعلین جلوا کے اور رفقاے سلح کو ساتھ لے کے شہرپناہ سے ظفر آباد دروازے کی طرف آے اور دروازے کے چند محافظون کو قتل کرا کے اور باقی کو بھگا کے دروازے کا قفل تڑوا کے شہر پناہ سے نکلے صبح کے قریب ۸ ذیقعدہ کو دولت آباد مین پہنچ گئے مکان کا اکثر اسباب اوباشون نے لوٹ لیا اور باقی سرکار مین ضبط ہوگیا اُسی شب برہان الملک بسالت جنگ نے خبر پاکر فوج لیکر تعاقب کیا اور یہ قلعہ دولت آباد سے ایک کوس کے فاصلے پر پہنچے تھے کہ شاہ نواز خان اندر داخل ہوکر توپین قلعے سے مارنے لگے نواب بسالت جنگ قلعے کی توپون کی آواز سنکر لوٹ گئے اور قلعے کے محاصرے کے لیے فوج چھوڑ دی قلعہ اس قابل نہ تھا کہ ریاست کی فوج سر کر سکتی شاہ نواز خان کے ساتھ عمدہ سپاہ تھی پندرہ ہاتھی اشرفیون سے بھرے ہوے ہمراہ لاے تھے - نواب صلابت جنگ نے حیدر یار خان بہادر کو شیر افگن خان خطاب دیکر اپنے خانگی کامون کا دیوان بنایا اور درگاہ قلی خان کو سالار جنگ خطاب دیکر اورنگ آباد کا ناظم کردیا اور بسالت جنگ کو برہان الملک خطاب دیا -

سنہ ۱۱۷۰ ہجری مین قائم خان بہادر مظفر جنگ پسر روشن الدولہ خضر خان بہادر جس کا عرف طرہ باز خان ہے کہ پچھلے سال برہان پور مین آیا تھا اورنگ آباد سے اس دولت کے ساتھ جو اُس کی ہمشیرہ زوجۂ ناصر جنگ شہید نے دی تھی دہلی کو لوٹ گیا -

صمصام الدولہ کی تحریک سے مرہٹون کا ملک حیدرآباد پر حملہ نظام علی خان کا ریاست کی مدد کرنا

سرکاری فوج سے جو دولت آباد کے قلعے کا محاصرہ کررہی تھی شاہ نواز خان کی لڑائیا ہوئین جب شاہ نواز خان نے دیکھا کہ تمام آدمی اُنسے برگشتہ ہین اور قلعے کا محاصرہ کرلیا تو بالاجی کو کہلایا کہ تیس لاکھ روپے دونگا آپ میری مدد کرین اور نواب کی فوج کو بھگادین اور انکے ملک پر حملہ کرین چنانچہ فوج مرہٹہ پہنچکر اورنگ آباد کے ضلعے کو لوٹنے لگی بسالت جنگ اور نواب صلابت جنگ سے کچھ نہ ہوسکا انھون نے نظام علی خان سے مدد مانگی وہ بھی

شاہ نواز خان سے کمک دیتے تھے چھ ہزار سوار اور چھ ہزار بے قاعدہ پیادے اور تین ہزار قواعددان پیادے اور توپخانہ حبشی اور وہ فوج مرہٹہ جو ان سے موافق تھی ہمراہ لیکر اورنگ آباد کی طرف چلے بالاجی راؤ نے یہ معلوم کر کے نظام علی خان کو ممانعت کی اور لکھا کہ صلابت جنگ کی مدد نہ کیجیے مگر وہ بھائیوں کی خاطر سے اور اس اندیشے سے کہ مبادا بزرگون کی ریاست برباد ہوجائے نواب صلابت جنگ کی مدد کو فوج لیکر روانہ ہوے بالاجی نے اپنے بیٹے بسواس راؤ کے ساتھ ۲۵ ہزار سوار اور ۲۵ ہزار پیادے قلعۂ دولت آباد کی طرف بھیجے اور ہر قسم کا ذخیرۂ رسد قلعے مین بھیجکر اسے مضبوط کرا دیا اعیان و ارکان ریاست نے نظام علی خان کے آجانے کو اپنے کامون کے مخل پاکر ایک خط صلابت جنگ کا ہے ہی ادھر آنے کے ارادے کو فسخ کر دینے کے لیے لکھوا کر بھیجا انھون نے سمجھ لیا کہ مغویون نے یہ خط لکھوایا ہوگا مراجعت کو خلاف مصلحت جان کر اورنگ آباد کی طرف آئے نواب صلابت جنگ و بسالت جنگ بھی نظام علی خان کے اس قدر فوج ہمت آمد کی خبر سے خوف زدہ ہورہے تھے کہ مبادا دغا کرین اسلیے پیغام بھیجا کہ شہر سے بیس کوس کے فاصلے پر فوج کو چھوڑ کر تنہا آکر ملین انھون نے تنہا آنا منظور نہ کیا اسواسطے دلون مین زیادہ وسواس پیدا ہوا قریب تھا کہ لڑائی پہ نوبت پہنچے کہ امرانے درمیان مین پڑکر باہم عہد و پیمان کرا دیے اور وہ تمام فوج کے ساتھ شہر کے قریب آپہونچے اور فتح میدان مین اترے بسالت جنگ اور دوسرے امرانے استقبال کیا اور نظام علی خان کو لاکر نواب صلابت جنگ سے ملایا نواب نے ان کو سرپیچ مرصع اور جیغہ اور خلعت دیا نظام علی خان کے ورود سے قبل بسالت جنگ نے صمصام الدولہ کے ساتھ مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی تھی اور محاصرہ دولت آباد کے قلعے سے ہاتھ اٹھا لیا تھا ابھی شرائط مصالحت تمام ہونے نہ پائی تھین کہ نظام علی خان اورنگ آباد مین آپہنچے مرہٹون نے جو ملک مین شورش برپا کر رکھی تھی یہ صلاح قرار پائی کہ انکو تنبیہ کی جائے۔

ادھر بالاراؤ نے شاہ نواز خان کو کہلایا کہ آپ نے جو روپے حق امداد مین دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بھیجیے۔ انھون نے تمام روپے بھجوا دیے بالاجی نے زیادہ پاؤن پھیلائے اور کہلایا کہ دولت آباد کا قلعہ میرے حوالے کیجیے تمھارے پاس یہ قلعہ نہ رہ سکے گا اس وجہ سے صمصام الدولہ کا اعتماد بالاجی کی طرف سے جاتا رہا اور نواب صلابت جنگ سے صفائی کا سلسلہ شروع کیا نظام علی خان اس خبر سے خوش ہوگئے کیونکہ انکے نزدیک صمصام الدولہ کو دولت آباد سے بلانا مناسب تھا اس لیے مولوی غلام علی آزاد کو جو انکے دوست تھے انکے پاس استمالت کے لیے بھیجا اور انکے مدعا کے طومار کو منظور کر کے یہ کاغذ بھی انکے ہاتھ اُن کو بھجوا دیا اور نظام علی خان نے

قرآن کی قسم کھائی اور راوجانوجی بنالکر اور ابراہیم خان گاردی کو جس کا خطاب ببر جنگ تھا انکے پاس بھیجا ان وعدون کی وجہ سے صمصام الدولہ نے قلعہ اپنے بیٹے دلاور جنگ کے حوالے کر کے اپنی فوج کو وہان چھوڑا اور نواب صلابت جنگ کے پاس چلے جب قریب پہنچے نظام علی خان نے سرداران عمدہ کو استقبال کے لیے بھیجا اور غرہ ربیع الاول ۱۱۷۱ھ ہجری کو وہ اورنگ آباد پہنچکر نواب صلابت جنگ اور میر نظام علی خان سے ملے دونون نے انکی بہت خاطر کی اور مرہٹون سے جنگ کی تیاری ہونے لگی چنانچہ شجاع الملک بسالت جنگ اور ابراہیم خان ببر جنگ پیش لشکر مین مقرر ہوے اور دوسرے سردار سیدھی اور الٹی جانب اور ہر طرف کی کمک کے لیے متعین ہوے اور صمصام الدولہ کے سپرد عقب لشکر اور بہیر و بنگاہ کی حفاظت ہوئی ہو وقت پھر فتنہ پردازون نے نواب صلابت جنگ کو سمجھایا کہ اگر یہ مہم آپ کے بھائی کے ہاتھ سے ظہور مین آے گی تو نتیجہ خراب نکلے گا فتح ہو یا شکست اسکے بعد حکومت آپکے ہاتھ سے نکل جاے گی یہ خبر نظام علی خان کو بھی پہنچ گئی انھون نے اول واجد علی خان کو اور دوبارہ اور آدمیونکو نواب کے پاس بھیجا اور ایک عریضہ لکھکر انکے دل کو وسوسون سے صاف کیا جب نواب کا دل مطمئن ہو گیا تو انھون نے خوش ہو کر میر نظام علی خان کو ولی عہدی کا منصب اور **نظام الملک آصف جاہ ثانی** خطاب مرحمت کیا کیونکہ صلابت جنگ لاولد تھے اور تمام ریاست کا کام نظام علی خان کے ہاتھ مین دیدیا نظام علی خان نے برہان الملک کو معطل بٹھا کر تمام کاروبار کی زمام حکومت کو اپنے دست تصرف مین لے لیا اور سب امرا کو بتالیف قلوب سے اسیر دام تسخیر کیا تغیر و تبدل کرنا اور منصب و خطاب دینا جاگیر بخشنا انھین کے قبض و تصرف مین آگیا **وکیل مطلق** کا اطلاق برہان الملک بسالت جنگ پر ہوتا تھا اس لیے نظام علی خان کا لقب **ولی عہد** مقرر ہوا ان ایام مین بالاجی راو لڑائی کے لیے اورنگ آباد کے قریب پہنچ گیا اور اپنے بیٹے بسواس راو کو پیش لشکر مین رکھا۔

صلابت جنگ نے بالاجی کو کہلا بھیجا کہ ہمارے او تمھارے درمیان صلح ہے پھر تمنے کیون ہمارے نوکر کی جسکو ہم قید کرنا چاہتے تھے حمایت کی بالاجی نے جواب دیا کہ شاہ نواز خان بے تقصیر ہین انھون نے آپ کے ملک کا انتظام کیا ایسے شخص کو قید کرنا مناسب نہ تھا اسلیے ہم پر انکی کمک واجب تھی ہم سے شاہ نواز خان نے وعدہ کیا تھا کہ تیس لاکھ روپیہ نقد دونگا اور تیس لاکھ کی جاگیر بسواس راو کو دلاؤنگا تیس لاکھ روپے تو پہنچ چکے تیس لاکھ کی جاگیر باقی ہے جبکہ وہ آپ سے جاکر مل گئے تو اب تیس لاکھ کی جاگیر دلائیے نظام علی خان نے لکھا کہ جو روپیہ انھون نے دیا ہے وہ سرکاری ہے اسے واپس کیجیے ورنہ جنگ کو آمادہ ہو جیے اسی قسم کے سوال و جواب ہو کر لڑائی

شروع ہوگئی۔ نظام علی خان کے لشکر مین رسد کی کمی واقع ہوئی اور جانورون کو دانہ چارہ اور آدمیون کو غلہ ملنا مشکل ہوگیا نظام علی خان لڑتے ہوے بیس کوس تک چلے گئے جو گانون یا قصبہ راہ مین آتا وہان سے رسد لیتے یہان تک کہ جالنا پور مین کہ بالاجی کے ماتحت عمدہ جگہ تھی پہنچے۔ وہان سے خوب سا غلہ اور تین لاکھ روپیہ حاصل کیا اس قصبے کے پاس بڑی لڑائی ہوئی اسی عرصے مین خبر آئی کہ راجہ رام چندر اپنے وطن بھالکی سے نظام علی خان کے پاس آرہا تھا اور اورنگ آباد سے تیس کوس پر سند کھیڑ مین پہنچا تھا کہ مرہٹون نے اسکو گھیر لیا ہے اور راجہ وہان متحصن ہوگیا ہے نظام علی خان نے اُسکو لکھا کہ ادھر آنے مین جلدی نہ کرے ہم خود اُدھر آتے ہین ریاست کی سپاہ مرہٹون سے لڑتی ہوئی سند کھیڑ کے قریب جا پہنچی اور راجہ کو محاصرے مین سے نکال لیا نظام علی خان نے اسکو اپنی طرف سے بہادری کا خطاب دیا اور اپنے ہاتھی کے پاس اُسے جگہ دی مرہٹون نے یہ حال دیکھکر نہایت ہمت سے ریاست کے لشکر پر حملہ کیا نظام علی خان نے بسالت جنگ کو اپنے ہراول مین رکھ کر اور اکثر امرا کو انکے ساتھ مقرر کرکے اور درمیان لشکر مین کھڑے ہوکر ایسی رستمانہ جنگ کی کہ مرہٹون کے دل پر ہیبت بیٹھ گئی اور صلح کا پیغام دینے کو تھے کہ اس عرصے مین خبر ملی کہ موشیر بوسی سپاہ کثیر کے ساتھ نظام علی خان کی طرف آرہا ہے انھون نے فرانسیسون سے خاطر جمعی کرنے کے لیے مرہٹون سے صلح کی تحریک کی مرہٹون نے جواب دیا کہ کچھ ہمکو دیجیے نواب اس طرح صلح پر راضی نہ تھے سوال و جواب مین دو روز گذرے تھے کہ فرانسیسون کی آمد آمد کی خبر بالاجی کو پہنچی قابو ے وقت پاکر پیغام بھیجا کہ آپ بزرگ ہین یہ لڑکا بسواے راؤ آپ کا خورد ہے ارادۂ بندگی رکھتا ہے جب کام پڑے گا خدمت شائستہ بجا لاے گا فوج کے ساتھ حاضر ہوجاے گا تیس لاکھ روپے کی جاگیر اُسے دیدی جاے چنانچہ کوئل کنڈہ وغیرہ ۲۲ لاکھ روپے کے ملک کی اور دوسری روایت کے مطابق ۲۷ لاکھ روپے کے ملک کی اور تیسری روایت کے موافق تیس لاکھ روپے کے ملک کی سند بالاجی کے پاس بھیجدی صلح ہوگئی بالاجی نے لشکر سے چار کوس پر آکر ملاقات کا پیغام بھیجا نظام علی خان بھی اپنے لشکر کے باہر گئے ملاقات ہوئی اسکے بعد بالاجی پونا کو چلا گیا اور نظام علی خان بوسی کی آمد سے تردد مین پڑ گئے۔

فرانسیسون سے معاملات نظام علی خان بہادر آصف جاہ ثانی کا ادبار

ابراہیم خان گاردی سابق مین فرانسیسون کا نوکر تھا موشیر[1] بوسی نے اسکو فوج دیکر سیکاکول وغیرہ کی طرف بھیجا تھا وہ وہان سے روپیہ وصول کرکے بنگالے کو چلا گیا تھا وہان سے لوٹ کر نظام علی خان

[1] یہ لفظ کہین موسی بوسی نظر سے گذرا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیو کی خرابی ہے جو معزز فرانسیسونکے نامونکے ساتھ مسٹر کی جگہ مستعمل ہے ۱۲

کے پاس آکر اُن کا نوکر ہو گیا تھا موشیو بوسی نے نظام علی خان کو بہت کچھ لکھا کہ یہ ہمارا چور ہے اسے قید کر کے حوالے کیجیے لیکن کچھ مفید نہوا اس لیے بوسی نظام علی خان سے ناراض تھا لیسکن شاہ نواز خان کے ساتھ کمال اخلاص رکھتا تھا جب نظام علی خان کے واقعات کی خبر موشیر بوسی اور اس کے دیوان حیدر جنگ کو ہوئی تو وہ یہ سمجھ کر کہ اب ترقی کے لیے جولانی کا وقت باقی نہین رہیگا جاگیرات کا انتظام کر کے صلابت جنگ کے پاس آنے کو ہوے۔ حیدر جنگ نے چند خط صمصام الدولہ کو اشتیاقیہ اور اظہار دوستی کے لکھے صمصام الدولہ نے اعتبار کر لیا اگرچہ دوستون نے سمجھایا مگر انھون نے حیدر جنگ کی باتون کو منافقانہ نہ مانا الحاصل نظام علی خان کا لشکر سند کھیڑ سے معاودت کر کے حوالی شاہ گڑھ مین پہنچا جب موشیر بوسی کے قریب پہنچنے کی خبر آئی تو نظام علی خان نے صمصام الدولہ کو پیشوائی اور استمالت کے لیے بھیجا جب شاہ نواز خان اس سے ملے تو اسنے کہا کہ ہمارا چور ہمارے حوالے کیجیے مین اسکی جگہ نوکری کو حاضر ہون شاہ نواز خان نے ابراہیم خان کو نوکری سے موقوف کر کے تنخواہ خزانے سے دلا کر موشیر بوسی کے پاس بھیجدیا موشیر مذکور نے اسکی خاطر کر کے پاس رکھ لیا اور محاسبہ معاف کیا اور شاہ نواز خان کے ساتھ لشکر مین آکر اُنکے توسط سے نظام علی خان سے ملاقات کی انھون نے موشیر بوسی کی بہت خاطر کی اور اس کا اطمینان کیا نظام علی خان نے موشیر بوسی اور شاہ نواز خان اور مرہٹون کی طرف سے خاطر جمعی کر کے تمام عہدے دارون کے اضافے کیے سردارون کے منصب بڑھاے اور خطاب دیے اور سب کو اپنا رفیق بنا لیا اور اورنگ آباد کی طرف کوچ کیا انکے پہنچنے سے قبل حیدر جنگ نواب صلابت جنگ کے پاس آگیا تھا اور حصول ملازمت کے بعد محمدی باغ اور حصار شہر مین ٹھہرا تھا اسکے پیچھے میر نظام علی خان اورنگ آباد مین پہنچکر صلابت جنگ سے ملے صلابت جنگ نے اُنکو شہر کے قریب ٹھہرایا۔ شاہ نواز خان اور موشیر بوسی باہم دوست ہوگئے تھے حیدر جنگ نے طرح طرح کی چاپلوسی کی باتون سے نواب صلابت جنگ کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ ان تینون مین باہم یہ مشورہ قرار پایا کہ نظام علی خان کو وکالت مطلقہ کے عہدے سے ہٹا دین اور بسالت جنگ کو موافق کر لیا اور صلابت جنگ کو خوب سمجھا کر ان کو بھی نظام علی خان کی معزولی پر آمادہ کر لیا چنانچہ انھون نے نظام علی خان کو کہلایا کہ وکالت مطلقہ کی مہر واپس کر دو اور سرکاری کامون سے دست بردار ہو جاؤ۔ تم کو مین نے کامون سے موقوف کر دیا نظام علیخان نے جواب بھیجا کہ مجھ سے کون سا قصور واقع ہوا ہے۔ مرہٹون سے سخت جنگ کی شاہ نواز خان کو قلعے سے باہر نکالا سرکاری بندوبست وہان قائم کیا ان خدمات کے عوض مین مہربانی کا امیدوار تھا پھر یہ عتاب کیون کیا جاتا ہے نواب نے جواب بھیجا کہ تم کو وکالت مطلقہ اسلیے

دی تھی کہ سپاہ کی تنخواہ چکا دو تم اپنے ساتھ کی سپاہ کو تو تنخواہ دیتے ہو اور ریاست کی سپاہ تنخواہ کے لیے پریشان ہے اس لیے فوج بھی تم سے خلاف ہے نظام علی خان نے وکالت مطلقہ کی مہر بھیجدی جو بسالت جنگ کے حوالے کر دی گئی پھر صلابت جنگ نے یہ حکم بھیجا کہ تم اپنے ساتھ کی سپاہ کو برطرف کر دو تم کو مین نے تعلقے سے بھی معزول کیا وہ یہ سنکر بجائے خود مستعد ہو گئے صلابت جنگ اور بسالت جنگ اور موشیر بوسی لڑنے کو آمادہ ہوے اور فوج تیار کر کے لڑائی کا مشورہ کیا دونون لشکر متحرک ہوے دن بھر یون ہی فوجین تیار کھڑی رہین۔ رات کو شیرانی خان جماعہ دار کہ دوسو سوارون کا افسر تھا نظام علی خان کے پاس سے نمک حرامی کر کے صلابت جنگ کے پاس چلا آیا اور شاہ نواز خان سے ملا اس لیے نظام علی خان متردد ہوے واجد علی خان قائم جنگ کو کہ سادات پنکور سے تھا اور نظام علی خان کا مدار کار تھا انھون نے صلابت جنگ کے پاس سوال وجواب کے لیے بھیجا نواب نے معاملہ شاہ نواز خان اور موشیر بوسی کے حوالے کیا قائم جنگ نے اُن سے آکر سوال وجواب کیے اور شاہ نواز خان سے جواب باصواب لے گیا پھر شاہ نواز خان اور موشیر بوسی نے صلاح کر کے قائم جنگ کو خط لکھا کہ تمنے قرار و مدار کیا تھا کہ تدبیر کر کے نظام علی خان کی سپاہ کو برطرف کرا دون گا اب تک کچھ عمل مین نہ آیا اور اس رقعے کو علانیہ بھیجا یہ رقعہ نظام علی خان کے ہاتھ آگیا وہ اسے پڑھکر قائم جنگ سے بدظن ہو گئے اسی عرصے مین نظام علی خان کے چند جماعہ دارون نے انسے کہا کہ ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ دیدیجیے ہم نوکری نہین کرتے اس بات سے بھی نظام علی خان کو تحقیق ہو گیا کہ وہ رقعہ صحیح ہے چنانچہ ان جماعہ دارون کو قتل کرا دیا ۴ رجب ۱۱۷۱ ہجری کو واجد علی خان نظام علی خان کے اشارے سے سرکاری چیلے کے یا ایک حبشی کے ہاتھ سے مارا گیا اس ہنگامے مین نظام علی خان کی اکثر سپاہ منحرف ہو کر نواب صلابت جنگ کی سرکار مین چلی گئی اور بعضے برطرفی کا سوال وجواب کرنے لگے اور نوکری چھوڑ دی۔

ایک روایت یہ ہے کہ حیدر جنگ نے دیکھا کہ ایک معقول جماعت نظام علی خان کے ساتھ ہے جب تک یہ لوگ اُن سے جدا نہون گے اپنا سکہ نہ جمے گا آٹھ لاکھ روپے اور بقولے بیس لاکھ روپے اپنے پاس سے دیکر ابراہیم خان گاردی اور تمام دوسری فوج کو نظام علی خان سے جدا کر کے موشیر بوسی کے نوکرون مین داخل کر لیا نظام علی خان کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت رہگئی سارا زور ٹوٹ گیا ریاست کے کل کاروبار حیدر جنگ کے ہاتھ مین آگئے صمصام الدولہ کو غفلت مین ڈالنے کے لیے کامون مین مداخلت دی صمصام الدولہ نے حیدر جنگ کی باتون مین آکر کسی خیرخواہ کی بات کو نہ مانا۔ نظام علی خان نے اپنی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بھی مضبوطی

کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور اپنے ساتھ کے آدمیون سے کہا کہ تم کیون میرے ساتھ خراب ہوتے ہو مگر جو وفادار صادق تھے وہ ساتھ رہے۔ جب نواب صلابت جنگ نے نظام علی خان کو متغیر دیکھا تو ان کو کہلا یا کہ اس جہالت سے درگذر و ۲۰ ہزار روپیہ ماہوار تمھارے مصارف کو ملا جائے گا ہمارے پاس رہا کرو نظام علی خان نے قبول نہ کیا۔

بوسی کے دیوان حیدر جنگ اور صمصام الدولہ کا مارا جانا
نظام علی خان کا صحیح سلامت نکل جانا

راحت افزا مین لکھا ہے کہ صلابت جنگ اپنے خیمے سے سوار ہو کر نظام علی خان کی فرودگاہ پر گئے اور اپنے ساتھ سوار کرا کے ۱۴ رجب ۱۱۷۱ہجری کو لے آئے اور اپنے لشکر مین محمدی باغ کے پاس اپنے دولت خانے کے قریب ٹھہرایا اور اس طرح لڑائی صلح سے مبدل ہو گئی جب صلابت جنگ اور نظام علی خان اور بسالت جنگ تینون متفق ہو گئے تو خلوت کی بسالت جنگ نے کہا کہ جس طرح ہو سکے شاہ نواز خان کو قتل کرا دیا جائے صلابت جنگ نے کہا کہ ان کا مرنا نامناسب ہے ملک مین ہنگامہ پیدا ہو جائے گا نظام علی خان نے بھی کہا کہ بالفعل یہ کام مناسب نہین ہے بسالت جنگ نے یہ راز نہان موشیر بوسی اور حیدر جنگ سے ذکر کر دیا دونون نے کہا کہ اس مین ہمارا کیا نفع ہے بسالت جنگ نے کہا کہ اس خدمت کے عوض مین تمکو قلعہ دولت آباد دیدون گا بوسی اس قلعے کا عاشق تھا شاہ نواز خان کا مار ڈالنا اسنے منظور کر لیا لیکن کسی کو یہ جرات نہ تھی کہ انپر ہاتھ ڈال سکتا اس لیے یہ رائے قرار دی کہ شاہ نواز خان کے پوتے کی ولادت کی خوشی کی ضیافت مین بوسی انکے یہان مہمان جائے تو ان سے قلعہ دولت آباد کی سیر کی اجازت حاصل کرے چنانچہ اس موقع پر بوسی نے انسے اجازت چاہی انکو اس کا اعتماد تھا پروانگی دیدی بوسی نے بسالت جنگ سے کہا کہ مین جا کر قلعے کا انتظام کرتا ہون یہان شاہ نواز خان کو قید کر لیجو بسالت جنگ نے صلابت جنگ سے کہا کہ ایسا مشورہ قرار پایا ہے وہ بھی راضی ہو گئے بوسی قلعے کی طرف گیا اور بسالت جنگ صلابت جنگ کو سیر باغ بیگم کی طرف لے گئے۔

لیکن حدیقۃ العالم وغیرہ کی روایت یون ہے کہ حیدر جنگ نظام علی خان کو تنہا کر کے صمصام الدولہ کے قید کرنے کی فکر مین ہوا اور ہر روز ایک تازہ عیاری سے پیش آتا تھا صمصام الدولہ نے صفائی قلبی کی وجہ سے اسکی چاپلوسی کو صدق دلی پر حمل کیا اور بوسی و حیدر جنگ سے دوستی پیدا کر لی اور جب اپنے پوتے کی پیدائش کا جشن ترتیب دیا اور امیرانہ کھانے پکوائے تو ضیافت مین بوسی

اور حیدر جنگ کو بھی بلایا اور خلعت و جواہر گران بہا دیے اور انکے ظاہری برتاؤ کو اخلاص قلبی سمجھا اور خیال کیا کہ یہ لوگ حسن سلوکی سے مطیع و منقاد رہین گے بلکہ بوسی نے مزید اطمینان دلانے کو حیدر جنگ کے ایما سے دولت آباد کے قلعے کی سیر کی بھی استدعا کی اور محفل خوشی کے برخاست ہونے کے بعد شجاع الملک بسالت جنگ کو کہلا یا کہ تم شاہ نواز خان صمصام الدولہ و میر محمد حسین خان دیوان دکن کو سیر کی تقریب سے باغ بیگم مین کہ شہر کے باہر تھا بلائیو اور جب قلعے کی توپ کی آواز سنو تو فوراً دونون کو قید کر لیجیو۔ ۲۶ رجب کو بسالت جنگ بوسی کے ایما کے موافق نواب صلابت جنگ کو سیر مقبرہ بیگم کے لیے لے گئے اور اکثر بڑے بڑے امرا جیسے صمصام الدولہ اور میر محمد حسین المخاطب بہ یمین الدولہ منصور جنگ کو طلب کیا اور خود چھت پر چڑھکر توپ کی آواز کے منتظر رہے جون ہی موشیو بوسی نے قلعہ دولت آباد سے توپ سر کرائی تو چند فرانسیسون اور تلنگون اور دوسرے آدمیون نے آکر شاہ نواز خان و محمد حسین خان کو کہا کہ حکم یہ ہے کہ تم یہان سے اٹھکر دوسرے دالان مین بیٹھ جاؤ وہ اٹھکر چلے گئے اور وہان دونون سے ہتیار چھین لیے اور جمعرات کے دن ۲۶ رجب سنہ ۱۱۷۱ھ ہجری کو ایک کوٹھری مین قید کر دیا اور فرانسیسون کا پہرہ مقرر ہوگیا دونون نواب اوپر سے اترکر احتیاط کے ساتھ سوار ہوکر دولت خانے کو گئے پھر حکم پہنچا کہ دونون کو پالکی مین بٹھا کر لشکر مین لے آوین اور اگر کوئی انکی حمایت مین بولے تو اسے قتل کر دین چنانچہ دونون کو لشکر مین لاکر علیحدہ علیحدہ خیمون مین رکھا اور میر عبد الحی خان و میر عبد السلام خان و میر عبد النبی خان پسران صمصام الدولہ کو بھی بلا قید کرکے باپ کے خیمے مین رکھا اور فرانسیسی سپاہیون کا پہرہ کھڑا ہوگیا اور صمصام الدولہ کے مکان کو دوبارہ لوٹ لیا اور تمام عورتون کو بے حرمتی کے ساتھ نکال دیا اور جسقدر صمصام الدولہ کے اقربا تھے سب کو پکڑ کر روپیہ وصول کیا۔

اب میر نظام علی خان کو خیال ہوا کہ جبکہ حیدر جنگ نے صمصام الدولہ کو قید کر لیا اور ہمکو بھی بے پر و بال کر دیا تو ہم کو بھی تباہ کر دیگا حیدر جنگ نے صمصام الدولہ کی طرف سے دلجمعی کرکے یہ چاہا کہ نظام علی خان کو بھی حیدرآباد کی نظامت کے بہانے سے بھیجکر گولکنڈے کے قلعے مین محبوس کرے اور اپنی جولانی کے لیے میدان خالی کرے چنانچہ اسکے اشارے سے نواب صلابت جنگ میر نظام علی خان کے خیمے پر گئے اور انکو ہاتھی پر اپنی خواصی مین بٹھا کر دولتخانے مین لاے اور ایلچپور کی نظامت کی جگہ حیدرآباد کی حکومت انکے لیے مقرر کی اور بیس ہزار روپیہ ماہوار ان کا درماہہ مقرر کیا اور یہ شرط ٹھہری کہ سپاہ سرکاری انکے ساتھ رہے گی انھون نے مجبور ہوکر قبول کر لیا مخالفون نے یہ قرار دیا کہ فرانسیسون کی طرف سے افسر اور پلٹنون کے ہندوستانی سپاہی انکے ساتھ جاوین تاکہ انکی شوکت مین خلل انداز ہین اور صوبہ داری مین بے اختیاری رہے

نظام علی خان صلاح وقت اسی مین سمجھے کہ نواب صلابت جنگ جو کچھ کہین اسے منظور کرین اور مخلع و مرخص ہوکر اپنے خیمے کو واپس آے اور رفقا کو سمجھا دیا کہ جب حیدر جنگ آوے تو اسے قتل کر ڈالین بعد اسکے حیدر جنگ کو کہلا بھیجا کہ تم سے کچھ بالمشافہ کہنا ہے اور تاکید کی کہ جلد آجاؤ وہ اجل گرفتہ چند خدمت گارون اور اردلی کے جوانون کے ساتھ ۳ رمضان سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو دوپہر کے وقت بے محابا میر نظام علی خان کے پاس چلا آیا میر نظام علی خان نے اپنے ایک ایک رفیق کا ہاتھ اسکے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ مین نے انکو تمھارے سپرد کیا انکی پرداخت ملحوظ رہے اور وضو کرنے کے بہانے سے اٹھے انھین رفیقون نے جنھین اول سمجھا رکھا تھا جیسے میر موسی خان اور غلام سید خان اور راجہ بھیل داس و تہور جنگ و میر اصغر علی خان نے حیدر جنگ کا کام تمام کردیا نظام جنگ نے اسکے دونون ہاتھ پشت کی طرف پکڑ لیے زبردست خان و تہور جنگ نے دو جمدھر اسکی بہتی گاہ مین ایک دوسرے کے متعاقب مارے اور غلام غوث خان اور بھیل داس نے سر پر تلوار ماری جب وہ بیہوش ہوکر گرا تو ایک آدمی نے ذبح کر ڈالا اور اس کا جسم چاندنی مین لپیٹ کر ایک کونے مین ڈالدیا اور غلام غوث خان کے کہنے سے نظام علی خان سراچہ پھاڑ کر ایک گھوڑے پر سوار ہوکر نکلے جب سپاہیان پلٹن نے جو حیدر جنگ کی اردلی مین آئے تھے یہ ماجرا سنا تو طیش مین آکر نظام علی خان کا تعاقب کیا گلزار آصفیہ کا مولف کہتا ہے کہ اس وقت میرے باپ بازار مین کھڑے تھے انھون نے دیکھا کہ پلٹن والون نے بازار مین پہنچکر نظام علی خان کے بازو کی طرف بندوقون کی باڑھ ماری لیکن انکے کوئی گولی نہ لگی تمام گولیان باد ہوائی گئین تھوڑی سی مسافت طے کرکے نظام علی خان ایک پشتے پر کھڑے ہوگئے رفیق آکر شریک حال ہوے اور وہان موشیر بوسی کی پلٹن کی طرف پھینکے ایک بان بارود کی گاڑی مین لگا جس سے ایک زلزلہ پیدا ہوگیا توپخانے والے حیرت مین تھے اور ہذیان کے کلمات زبان پر لاتے تھے جب موشیر بوسی نے یہ ماجرا سنا تو اسکے حواس جاتے رہے جب اس واقعے کی خبر نواب صلابت جنگ کو پہنچی تو وہ موشیر بوسی کے پاس گئے جس سے فی الجملہ اسکو اطمینان حاصل ہوا۔ ادھر نظام علی خان رامچندر زمیندار کے لشکر مین پہنچے اور اسکو تمام حال سے آگاہ کیا اسنے ۳۸ سو سوار انکے ساتھ مقرر کردیے اور وہ وہان سے آگے کو روانہ ہوے راستے مین ابراہیم خان گاردی اپنی پلٹنون اور توپخانے کے ساتھ پڑا ہوا تھا اور اسکو موشیر بوسی نے لکھا تھا کہ نظام علی خان کو روکے اور آگے کو نہ جانے دے تباہ کردے چونکہ وہ آصف جاہ ثانی کے ساتھ رہ چکا تھا اسنے انکی اطاعت کی اور انکی رفاقت اختیار کرلی اور فرانسیسون کے توپخانے کے بیل جو چراگاہ مین چر رہے تھے انھین گھیر لایا جب یہ خبر بوسی کے لشکر مین پہونچی تو بہت پریشان ہوا۔ فرانسیسون کی لڑائی کا

دار تو پون پر تھا جب تک دوسرے بیل بہم پہنچا کر تعاقب کیا نظام علی خان دور نکل گئے۔
فتحیہ آصفیہ مین ہے کہ جب صمصام الدولہ نے حیدر جنگ کے مارے جانے کا حال سنا تو بولے
کہ ہماری بھی خیر نہین ہے چنانچہ اسی دن چار گھڑی کے بعد بوسی نے بعض ناخدا ترسون کے اغوا
سے پھمنا نام ایک شخص کو بھیجکر صمصام الدولہ و یمین الدولہ و صمصام الدولہ کے چھوٹے بیٹے عبدالنبی خان
کو جو محبوس اور اسکے اختیار مین تھے گولیون کا نشانہ بنوا دیا صمصام الدولہ اور ان کا بیٹا اپنے آبائی
مقبرے مین جو شہر کے جنوبی جانب درگاہ شاہ نواز مین تھا مدفون ہوے اور یمین الدولہ اپنے آبائی
مقبرے مین مدفون ہوے میر عبدالحی خان و میر عبدالسلام خان جو بیماری کی وجہ سے باپ سے
علیحدہ رکھدیے گئے تھے بچ گئے۔

نظام علی خان کا برہان پور پر قبضہ کرلینا اور جانوجی بھوسلہ و رگھوناتھ راؤ سے مخالفت ہوکر صلح ہو جانا

الغرض نظام علی خان اس روز موضع چکل ٹھانہ مین گئے اور شب وہان بسر کرکے برہان پور کو روانہ ہوے
جہان یوم یکشنبہ ۱۲ رمضان ۱۱۷۱ ہجری کو داخل ہوکر عالم آرا باغ مین ٹھہرے محمد اسلم خان بہادر
شوکت جنگ ناظم صوبہ کے پاس سپاہ کم تھی ڈر کر شہر کا دروازہ کھولدیا اور تمام اہلکارون کے ساتھ
۱۴ رمضان کو سلام کو حاضر ہوا محمد ابو الشجاع خان تیغ جنگ پسر امام جنگ محمد ابو الخیر خان شمشیر بہادر
نے بھی حاضر ہوکر شرف ملازمت حاصل کیا اور نظام علی خان شہر کے انتظام مین مصروف ہوے
سید نور الدین خان کو تواک کہ ۴۴ سال کی اسکی عمر تھی فالج و لقوہ سے دوشنبہ ۱۴ رمضان کو مرگیا
نظام علی خان نے تیسرے دن متوفی کے بیٹے سید معز الدین خان کو جو اورنگ آباد سے آگیا تھا
خدمت مذکور حوالے کی۔ قلت خزانہ کی وجہ سے نظام علی خان نے ایک روز کے بعد شہر کے تمام
ساہوکارون کو طلب کرکے کہا کہ دو لاکھ روپے جمع کرین انھون نے عرض کیا کہ ہمارا نام بدنام ہے
ہم سوداگری کرکے پیٹ پالتے ہین اور شہر کے دوسرے مالدارون جیسے شیخ شمس الدین و شیخ عبداللہ
و حافظ محمد حفیظ اللہ وغیرہ سے بھی جو متمول تھے کافی مقدار مین روپے طلب کیے نواب نے ہر ایک کا
نام لکھکر شہر کے مالدارون پر پہرے بٹھادیے اور قید کرکے ایک لاکھ روپے سے زیادہ اُن سے
وصول کیے اور قطب الدولہ محمد انور خان سے ایک لاکھ روپیہ مانگا اسنے اپنی محتاجی ظاہر کی نواب
نظام علی خان نے قوام الدین خان و عبدالقادر خان کو کہ دونون اسکے متبنے تھے بلا کر قید کردیا اور اسکی
کنیزون پر بڑی سختی اور عذاب ہوا تب ساٹھ ہزار روپے وصول ہوے نظام علی خان عید الفطر کا

دوگانہ پڑھ کر عیدگاہ سے مراجعت کر کے میر علی اکبر خان کو چار ہزاری ذات کا منصب اور بہادری کا خطاب اور طبل و علم دیا اور اسکے بیٹے صدرالدین خان و حشمت جنگ و محمد بہادر خان وغیرہ وہان کے اعیان کو مناصب دیکر خدمات عطا کین محمد انور خان اپنی حیثیت سے زیادہ مانگ اور محصلون کی سختی کے صدمے سے کہ روز بروز زیادہ ہوتی تھی ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری روز یکشنبہ کو مرگیا اسکے قبائل کو حویلی سے نکال کر مع قوام الدین خان و عبدالقادر خان کے قادری باغ مین قید کردیا قوام الدین خان تو قابو پاکر بھاگ گیا اور عبدالقادر خان کہ بھاگا تھا پکڑا آیا اور راتم راؤ کے مکان مین قید رکھا گیا۔ یہ وہ انور خان ہے کہ شنکراجی ملہار کے ذریعے سے امیرالامرا حسین علی خان فرخ سیری اور مرہٹون مین صلح کا واسطہ ہوا تھا اور مرہٹون کے واسطے چوتھ کی سند اسنے امیرالامرا سے لکھائی تھی نظام علی خان نے میر نجف علی خان قلعدار آسیر کو لکھا کہ آکر ملے اُسنے جواب دیا کہ مین نواب صلابت جنگ کی طرف سے یہان مقرر ہون بغیر اُنکے حکم کے قلعہ حوالے نہین کرسکتا نظام علی خان نے بہت کچھ اسکی دلجوئی کی اور لکھا کہ مین تمپر اعتماد رکھ کر ادھر آیا ہون میری سرکار مین تمھاری طرح کوئی جوانمرد نہین ہے اگر آکر ملوگے تو کل کامون کا مدار تمپر مقرر ہوجاے گا مجھے قلعے سے کام نہین ہے ان سوال و جواب پر قرآن مجید کا واسطہ درمیان مین کیا اس عرصے مین نواب صلابت جنگ اور بسالت جنگ نے میر نجف علی خان کو کئی بار لکھا کہ تم ہرگز قلعہ نظام علی خان کے حوالے نہ کیجیو میر نجف علی خان نے بہت مضبوطی سے قلعے کا انتظام کرلیا جب نظام علی خان نے سمجھ لیا کہ قلعہ مضبوط ہے ہاتھ نہ آئیگا تو چشم پوشی کر کے اور صلح کا نام کر کے منگل کے دن ۶ شوال سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو باغ عالم آرا سے کوچ کیا دوسرے دن پانچ مقام کر کے اور میر علی اکبر خان کو بہادری کا خطاب دیکر اسکو اور مرست خان قلعدار دولت آباد کو ساتھ لیا اور ۱۱ شوال کو برار کی طرف روانہ ہوے اور ملکاپور اور انکوٹ کے پرگنون سے جو میر نجف علی خان کی جاگیر مین تھے جمعبندی سے زیادہ روپیہ لیکر انکو خراب کردیا نواب صلابت جنگ نے میر نجف علی خان کی بہت تعریف لکھی اور اسکے منصب پر دو ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا اضافہ کیا اور شمشیر جنگ خطاب دیا۔ اور صلابت جنگ فرداپور کی پہاڑی سے کوچ کر کے برار کی طرف چلے۔ اُدھر نظام علی خان کو خبر پہنچی کہ صلابت جنگ نے بعض مفسدون کے اغوا سے بالاجی راو اور رجانوجی بھوسلہ کو لکھا ہے کہ جہان تک ہوسکے نظام علی خان کا دخل برار پر نہونے دین اس لیے نظام علی خان نے صفائی کے لیے غلام سید خان کو پونا کو بالاجی راؤ کے پاس بھیجا اور سپاہ جمع کر کے نواب صلابت جنگ سے لڑنے کا ارادہ کیا بوسی فرانسیسی اور بالاجی نے نواب صلابت جنگ کو صلاح دی کہ نظام علی خان سے نہ لڑین اس لیے وہ حیدرآباد کو چلے گئے اور اُنھون نے عین راہ مین حیدرآباد کے قریب

اپنے ذاتی کامون کی دیوانی شوکت جنگ کے سپرد کی اور تمام ملک دکن کی دیوانی شیر جنگ کے حوالے کی اور شجاع الملک بسالت جنگ کو مدار المہام بنایا۔
نظام علی خان قصبۂ باسم مین کہ برار کے متعلقات سے ہے بارش کی شدت کی وجہ سے ٹھہر گئے انھون نے فرانسیسون کی جاگیرات سیکاکول وغیرہ کے زمیندارون کو لکھا کہ ملک کا مالک مین ہون فرانسیسون کو محاصل نہ دین مین نے فرانسیسون سے جاگیرین نکال لی ہین انکے عاملون کو دخل نہ دین اس حیلے سے زمیندارون نے بوسی کے عامل انور علی خان کو قتل کر ڈالا اس خبر سے بوسی گھبرا کر نواب صلابت جنگ سے رخصت لیکر اپنی جاگیرات کو چلا گیا۔ نظام علی خان ۱۱۷۲ہجری مین باسم مین برسات کی وجہ سے اور لشکر کشی کے انتظام کی غرض سے ٹھہرے رہے ان کا ارادہ تھا کہ بعد برسات کے کرانڈیہ کو تنبیہ کرین رگھو کرانڈیہ جانوجی پسر رگھو بھوسلہ سے موافقت کر کے بہت سی سپاہ کے ساتھ نظام علی خان سے لڑنے کو مقابل ہوا۔ نظام علی خان نے اسکو تنبیہ کرتے ہوے انکوٹ وغیرہ کی طرف کوچ کیا راستے مین قصبۂ انکولہ مین کہ مضبوط جگہ تھی اپنے محل کی مستورات کو ٹھہرایا اور وہان سے چل کر اس نواح کے قصبون اور گانوون کو برباد کرتے ہوے اور انکوٹ محال جاگیر میر نجف علی خان کو تباہ کرتے ہوے بڑھے اس اثنا مین مرہٹون سے خوب خوب لڑائیان ہوئین قبل اس سے نظام علی خان نے شیخ معین الدین احمد کو حکم دیا تھا کہ شہر برہانپور کی توپین جو برجون اور شہر پناہ کی دیوارون پر کھڑی ہوئی ہین درست کر کے ہمارے پاس لے آئے اسنے دو تین ماہ مین ۱۸ توپین درست کین اور شہر کے باہر نکال لایا رگھو کرانڈیہ نے دو ہزار سوارون کو حکم دیا کہ جب توپین روانہ ہون توان کو لوٹ لین۔ نظام علی خان کو خبر ملی کہ جسقدر توپخانہ برہانپور مین تیار ہوا ہے کرانڈیہ تاک مین ہے کہ جب توپین برہانپور سے چلین اُن پر قبضہ کرلے انھون نے معین الدین احمد خان کو کہلا بھیجا کہ ہم خود آکر اپنے ساتھ توپین لائین گے توپخانہ ہمارے آنے تک وہین رکھو آٹھ نو دن تک توپین شہر کے باہر کھڑی رہین پھر وہ انھین واپس شہر مین لے گیا نظام علی خان مرہٹون سے لڑتے اور ان کو منہزم کرتے ہوے دو ماہ مین غرۂ ربیع الثانی ۱۱۷۲ہجری کو برہانپور کے پاس پہنچے اور دریاے تپتی کے کنارے مقام کیا یہ خبر سنکر شہر کے ساہوکارون مین تزلزل پیدا ہوگیا۔ وہ لوگ اور دوسرے مالدار شہر مین سے نکلکر علاقے مین بھاگ گئے اور بعضے آسیر کے قلعے مین پناہ گزین ہوے۔ نظام علی خان نے انکی بہت کچھ استمالت کی مفید نہوا۔ نظام علی خان نے شہر کے باہر توپین منگائین انکو دیکھکر خوش ہوے۔ اس ایک ہفتے مین ساہوکارون کو پکڑ کر انسے روپیہ وصول کیا محمد انور خان کی حویلی کہ ضبط تھی لوگون نے نواب سے کہا کہ اس مین روپے اور اشرفیان مدفون ہین اس سبب سے حکم دیا کہ حویلی کو کھودین

کچھ نہ نکلا۔ رگھو کرانڈیہ شہر اور گرد و نواح مین لوٹ مار کر رہا تھا نظام علی خان نے اس سے لڑائی شروع کی دو تین دن خوب جنگ رہی خاصکر چہارشنبہ چوتھی جمادی الاخری سنہ ۱۱۷۶ ہجری کو شدید جنگ ہوئی نظام علی خان نے ناگپور کی طرف کوچ کیا جانوجی بھوسلہ نے جب دیکھا کہ اب کرانڈیہ بالکل ہارنے لگا اور مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو خود بھاری جمعیت کے ساتھ مقابلے کو نکلا اور لڑائی شروع کردی نظام علی خان کے لشکر کے چارون طرف اسکے آدمی لوٹ مار کرتے تھے اور توپون اور بانون سے منتشر ہوجاتے تھے یہان تک کہ دریاے پورنا کے کنارے مقام ہوا رات کو سیدی عنبر خان و قادر خان نے نظام علی خان کے حکم سے دشمن کے لشکر پر کہ غافل تھا شبخون مارا بھوسلہ اور کرانڈیہ گھبرا کر گھوڑون کی ننگی پشت پر سوار ہوکر بھاگ گئے بعد اسکے پھر جانوجی نے منتشر فوج جمع کرکے مقابلہ کیا مگر اب پھر ہزیمت پاکر بھاگ نکلا اور صلح کی تحریک ٹُھبل داس وغیرہ سردارون کے ذریعے سے کی اس شرط پر صلح قرار پائی کہ جانوجی کی مدد اور دیوگڑھ چاندا کا محاصرہ نظام علی خان کرین اس قرارداد کے مطابق نظام علی خان دیوگڑھ چاندا کی طرف گئے جیسا کہ حدیقۃ العالم مین ہے اور راحت افزا مین لکھا ہے کہ جانوجی نے بطور پیشکش تین لاکھ روپے نظام علی خان کو دیے اور خود بھی آکر ان سے ملا یہ جانوجی رگھو بھوسلہ کا بیٹا تھا اور مرہٹون کی طرف سے چوتھ لینے کے لیے صوبہ برار مین متعین تھا۔

نظام علی خان نے شیخ عبداللہ شیرازی کو جان نثار خطاب دیکر سیکاکول و راج بندری کی طرف بھیجا اس عرصے مین غلام سید خان بھی پونا سے لوٹ آیا اور تمام حال بیان کیا اور کہا کہ بالاجی کی راے یہ ہے کہ آپ اس عزیمت کو فسخ کرکے حیدرآباد کو نواب صلابت جنگ کے پاس چلے جائین اور انکے پاس رہین ٹھبل داس اگرچہ دل مین اس سے خوش نہ تھا لیکن نظام علی خان کی مرضی پاکر خاموش رہا۔ پس نظام علی خان حیدرآباد کو روانہ ہوے اور تلنگانون کے رستے سے ماہور اور نرمل کو عازم ہوے۔ نرمل کا قلعدار مجاہد جنگ تھا جو صلابت جنگ کی طرف سے متعین تھا لڑنے مین کامیابی نہ دیکھکر اطاعت پر آمادہ ہوا اور سلام کو آیا نظام علی خان نے یہان کا قلعدار خواجہ امید خان کو بنایا پھر آٹھ دن کے بعد اسکی جگہ خواجہ شہید خان پسر عضدالدولہ کو مقرر کیا امید خان سپاہ کی تنخواہ کے تقاضے سے پریشان تھا نظام علی خان نے سپاہ کو بجاے سو کے دس پر راضی کرکے اپنے پاس سے دس ہزار روپے دیکر اس کا پیچھا چھڑایا اور مجاہد جنگ کو محاسبے مین پھانس کر قید کردیا آخرکار وہ ۲۳ رمضان سنہ ۱۱۷۷ ہجری کو حیدرآباد کے قریب رستے مین مرگیا اسکے دوست اسکی لاش کو حیدرآباد کو لے گئے اس کا بیٹا محمد تقی خان محاسبے مین مقید ہوا نرمل کے معاملے کے بعد نظام علی خان حیدرآباد کی طرف عازم ہوے اور صلابت جنگ

وبسالت جنگ ارکاٹ کی طرف روانہ ہوے اسکی توضیح آگے معلوم ہوگی۔

بوسی کی کوشش سے ارکاٹ پر ریاست حیدرآباد کا جھنڈا لہرانا اور بوسی کا انگریزون سے لڑنا

موشیر بوسی نے حیدر جنگ کی جگہ اسکے بھائی ذوالفقار جنگ کو مقرر کیا تھا اس عرصے مین خبر آئی کہ زمینداران نواح سیکاکول وراج بندری مفسدہ پردازی کرتے ہین بوسی اپنی فوج کے ساتھ ادھر کو گیا اور زمیندارون پر حکومت جماکر دوسرا عامل مقرر کردیا بوسی وہان سے پانڈیچری آیا اور یہان برسات گذار کر ارکاٹ مین پہنچا اور محمد علی سے لڑا اور اسے بھگا کر ملک پر قبضہ کرکے نواب صلابت جنگ کا جھنڈا کھڑا کردیا اور صلابت جنگ کو عرضی لکھی کہ ارکاٹ آپ کی حکومت مین شامل ہوگیا محمد علی خان انگریزون کے پاس چینا پٹن مین چلا گیا ناگواری کہ بوسی کا دیوان ہوا تھا اسنے ارکاٹ پر قبضہ کرلیا اور صلابت جنگ سے مدد مانگی نواب نے اُسے پنجہزاری منصب دیا اور اپنے چھوٹے بھائی میر مغل علی خان ناصر الملک کو ارکاٹ اور راجبندری اور سیکاکول کا تعلقہ مرحمت کیا۔ بوسی یہان سے پانڈیچری کو انگریزون سے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور ذوالفقار جنگ کو انت[1] راج کے مقابلے کے لیے جس نے لاکھ پیادے اور ہزار سوار کی جمعیت فراہم کرلی تھی اور انگریزون کی مدد سے خودسری کا دعوے کرنے لگا تھا بھیجا جیسا کہ حدیقۃ العالم مین ہے مگر ایک چھوٹے سے زمیندار کے پاس اس قدر سپاہ کا نوکر ہونا خلاف قیاس ہے سرکش رعایا اور لٹیرے جمع ہوگئے ہون گے راجبندری سے بیس کوس کے فاصلے پر قلعہ بھٹ پور کے میدان مین دونون کا مقابلہ ہوا خوب لڑائی ہوئی آخرکار ذوالفقار جنگ توپخانہ اور نقد وجنس اور ہاتھی اور توشہ خانہ اور جواہر خانہ چھوڑ کر بارہ سوارون کے ساتھ بھاگ گیا اور راجبندری کو چلا گیا اس مین بھمنا جسنے صمصام الدولہ کو قتل کیا تھا اور پلٹن کے سپاہیون کا جمعدار محمد حسن کہ اسنے بھی انکے ساتھ بدسلوکی کی تھی مارے گئے بوسی پانڈیچری مین پہنچکر اور سپاہ فراہم کرکے انگریزون کی بندرگاہ چینا پٹن پر حملہ آور ہوا اور جاکر اس کو گھیر لیا مگر لڑائی مین مغلوب ہوکر فرانسیسی سپاہ لیکر پانڈیچری کی طرف بھاگ آیا اسوقت سے فرانسیسون کا زوال اور انگریزون کا اقبال شروع ہوا برسات کے بعد بسالت جنگ کے مشورہ سے صلابت جنگ محمد آباد بیدر کو جس کا قلعدار میر مقتدا خان باغی ہوگیا تھا آکے ایک ماہ مین فتح کرلیا

---

[1] مولوی ذکاء اللہ نے آنند راج لکھا ہے اور حدیقۃ العالم مین انت راج ہے اور راحت افزا مین بکراج ہے ۱۲

پھر اسی کو وہان کا قلعدار بنا دیا اور صلابت جنگ خواجہ رحمت اللہ خان کی استدعا کے بموجب بیندار سیکاکول کی سزا کے لیے جسنے ذوالفقار جنگ کو شکست دی تھی آے جب قلعہ بھونگیر کے پاس پہنچے تو سید نقشبند خان نے جو یوسی اور حیدر جنگ کی طرف سے یہان کا قلعدار تھا نواب کے لشکر پر توپین مارنی شروع کین ایک ماہ کے بعد قلعہ صلح سے قبضے مین آگیا یہان کی قلعداری صولت جنگ پسر سید محمد خان کو دے کر مچھلی بندر کے حوالی مین پہنچے یہان ذوالفقار جنگ تباہ حال آیا اور آخر کار زہر کھا کر مرگیا۔

اس عرصے مین خواجہ رحمت اللہ خان پر ناراضی ہوئی چنانچہ صلابت جنگ حیدرآباد کو گئے اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا۔

فرانسیسون کے مقبوضہ مقام مچھلی بندر پر انگریزون کا حملہ صلابت جنگ کا فرانسیسون کی مدد کے لیے جانا لیکن مصلحت وقت سے مجبور ہو کر انگریزون سے صلح کر لینا

ایک چھوٹا سا راجہ انند راج (یا انت راج یا جراج) تھا وہ موشیر بوسی سے کسی بات پر ناراض تھا وزاگاپٹن پر اُسنے حملہ کیا اور وہان سے فرانسیسون کو نکالدیا پھر اسکے بعد اسنے انگریزی کمپنی کے گورنر سے اعانت کی التجا کی اور کہا کہ وزاگاپٹن سرکار کمپنی کے حوالے ہے کچھ سپاہ دیجیے کہ نظام دکن نے جو شمالی سرکارین فرانسیسون کو دی ہین ان مین شورش برپا کی جاے کلایو نے کرنیل فورڈ کو پانچسو گورے اور دو ہزار ایک سو تلنگے اور چھ میدانی توپین اور چھ دوسری قسم کی توپین دیکر سمندر کی راہ سے روانہ کیا یہ لشکر ۲۰ ستمبر ۱۷۵۸ء کو وزاگاپٹن پر اترا اور انند راج کی سپاہ سے جا ملا یہ دونون فوجین فرانسیسون سے لڑنے کو چلین ان کو شکست فاش ہوئی اور انھون نے بھاگ کر راجبندری مین جا کر دم لیا جبکہ راجہ نے انگریزی لشکر کو خرچ نہ دیا تو روپے کے نہونے سے لشکر کو آگے نہ بڑھنے دیا اور وہ الٹا گوداوری کے اس پار آگیا لیکن جب راجہ نے کچھ روپیہ دیا تو انگریزی لشکر آگے کو مچھلی پٹن کی طرف بڑھا یہان فرانسیسی سپاہ کا افسر موشیر فلیس تھا اس افسر نے مچھلی پٹن مین اپنی سپاہ کو جمع کر لیا تھا اور اس اثنا مین صلابت جنگ سے اعانت چاہی نواب حیدرآباد سے سپاہ لیکر چلے اور بھاری لشکر سمیت دریاے کشنا کے پاس آگئے مگر کرنیل فورڈ کو اس سے کچھ خوف پیدا نہوا وہ اپنے قدم آگے بڑھاے گیا لیکن اس کا رفیق راجہ لوٹ مار ہی مین مصروف رہا ۶ مارچ ۱۷۵۹ء کو کرنیل فورڈ مچھلی پٹن کے پاس آگیا مگر روپیہ نہونے سے لڑائی جاری نہ کرسکا یہان تک کہ اسکے ولایتی سپاہی (گورے) مسلح ہو کر خیمون سے باہر نکل آے اور کہنے لگے کہ ہم الٹے جاتے ہین انکو مشکل سے

منا کر خیمون مین بھیجا اُدھر صلابت جنگ مچھلی پٹن سے چالیس میل پر آپہنچے انھون نے انندراج سے
کہلا بھیجا کہ تم انگریزون کا ساتھ چھوڑ دو اور میرے پاس چلے آؤ اسی اثنا مین خبر آئی کہ فرانسیسون نے
پھر راجمندری کو لے لیا ہے ان دونون باتون سے راجہ ایسا خائف ہوا کہ اسنے ۲۷ مارچ ۱۷۵۹ء
کو دفعتہً اپنے خیمے اکھیڑے اور راتون رات سولہ میل چلا گیا جسوقت کرنیل فورڈ کو یہ حال معلوم ہوا تو پھر اسنے
راجہ کو اپنی طرف بلانے مین کوشش کی اور اسکو خوف دلایا کہ کہان جاتے ہو ایک طرف کھائی ہے دوسری
طرف کنوان غرض راجہ پھر انگریزون کا رفیق بنا انگریزون نے صلابت جنگ سے یہ کہلا بھیجا کہ ہمارا
مطلب کچھ ملک گیری سے نہین ہے فقط فرانسیسون کی بندرگاہون اور تجارت گاہون پر قبضہ کرنا منظور ہے
نواب کے تمام مصاحب اور صلاح کار کہ موشیر بوسی کے اختیار و اقتدار کے بڑھنے سے ڈرے ہوے بیٹھے
تھے وہ انگریزون کے اس پیغام کو غنیمت سمجھے اس عرصے مین انگریزون نے ۸۔ اپریل ۱۷۵۹ء کو مچھلی پٹن
کو فتح کر لیا قیدیون کی تعداد انگریزون کی سپاہ سے زیادہ تھی قلعے مین ذخیرہ کھانے پینے کا بہت کچھ تھا
ایک سوبیس توپین تھین بہت کچھ اس قلعے مین فتح کرنے والون کے ہاتھ آیا جب یہ فتح نمایان ہوئی تو
صلابت جنگ کے دلپر اس کا بڑا اثر ہوا وہ مچھلی پٹن سے ۱۵ میل پر تھے۔ کرنیل فورڈ انکے لشکر مین گیا وہان
اسکی نہایت تعظیم و تکریم ہوئی اور آپس مین ۱۶ رمضان ۱۱۷۲ہجری مطابق ۱۴ مئی ۱۷۵۹ء کو پہلا عہدنامہ
عمل مین آیا جس مین یہ چار شرطین درج ہوئین (۱) مچھلی پٹن اور نظام پٹن اور کونڈاویر اور واکلمیر کی
سرکارین انگریزون کو دی جائین اور انکے عوض کوئی تاوان نہ لیا جاے نہ کوئی خدمت ٹھہرائی جاے
(۲) فرانسیسی فوج جو صلابت جنگ کے علاقے مین ہے اس سب کو حکم ہو کہ وہ پندرہ روز کے عرصے مین
دریاے کشنا کے پار چلی جاے اور آیندہ کوئی فرانسیسی نواب کی سپاہ مین نوکر نہ رکھا جاے اور نہ آیندہ اس
قوم سے مدد لی جاے اور نہ دی جاے (۳) انندراج کا یہ قصور کہ اسنے فرانسیسون کے ملک سے خراج
وصول کیا ہے اور اپنا خراج ایک سال سے ادا نہین کیا ہے معاف کیا جاے (۴) صلابت جنگ
کے دشمنون کی انگریز کبھی مدد نہ کرینگے۔

اس عہدنامے کے سبب سے اتنا ملک حاصل ہو گیا کہ اس کا طول ساحل بحر سے اسی میل اور عرض
خشکی کی طرف بیس میل تھا اور جس کا رقبہ سات سو میل مربع تھا مگر گورنمنٹ مدراس نے اس سبب سے
کہ وہ ہندوستان کے معاملات مین زیادہ دخل دینا نہین چاہتی تھی اس پیشکش کو منظور نہین کیا۔

تاریخ ہندوستان مین مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ صلابت جنگ انگریزون کی یہ شرطین منظور
نہ کرتے اگر وہ مچھلی پٹن کی فتح نہ دیکھتے اور انکو اپنے بھائی نظام علی خان آصف جاہ ثانی کی مخالفت کا
خوف نہوتا جسکی تفصیل یہ ہے کہ نظام علی خان کو موشیر بوسی نے برار کی حکومت سے محروم کرا دیا تھا
اور اسکے دیوان کو قتل کرا دیا تھا اس لیے وہ فرانسیسون کے جانی دشمن تھے اس لیے دوراندیش

کلایو نے سمجھکر انکو خط لکھا تھا کہ وہ کرنیل فورڈ کی حمایت و مدد کرین اس خط کے پہنچتے ہی وہ انگریزون کی اعانت پر تیار ہوگئے اور جسوقت انھون نے سنا کہ صلابت جنگ انگریزون پر فوجکشی کے لیے روانہ ہوے ہین تو وہ لڑائی کے ارادے سے حیدرآباد چلے گئے اور یہ ارادہ کیا کہ بھائی کی جگہ پر مین خود مسند ریاست پر جلوہ افزا ہوجاؤن صلابت جنگ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے کرنیل فورڈ سے اعانت کرنے کے لیے کہا اور بہت کچھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا مگر اس جوان مرد نے انکار کردیا تو وہ فرانسیسی سپاہ کو جس کا لیجانا عہدنامے کی شرط کے خلاف تھا اپنی دارالریاست کو لے گئے۔

جارج نامے کا ناظم تیسری جلد مین اس مضمون کو یون نظم کرتا ہے۔

برادر یکے داشت کہتر بسال — برائے دمردی بنودش ہمال
نختین نظام آنکہ گو علی — سپش خان کہ نامش بود منجلی
زجاہ برادر بنود ست شاد — دلش پر زکین و سرش پر زباد
چو بشنید کو شد مچھلی پٹن — تہی ماند زد تختگاہ دکن
بیاراستہ لشکر جنگجو — سوے حیدرآباد بنہاد رو
کہ جاے مہی آورید بدست — بجاے برادر گزیند نشست

نظام علی خان اور صلابت جنگ کی ملاقات و صفائی اور دوسرے واقعات

راحت افزا مین ہے کہ بسالت جنگ اور صلابت جنگ کے درمیان نظام علی خان سے لڑائی کا مشورہ ہوتا تھا آخرالامر صلابت جنگ اس کام مین ریاست کی بہتری سمجھے کہ نظام علی خان سے اتفاق ہوجاے بسالت جنگ نے یہ معاملہ دیکھا تو صلابت جنگ کے لشکر سے نکلکر ادھونی ورائے چور کو روانہ ہوگئے۔

اس عرصے مین صلابت جنگ کو نظام علی خان کے حیدرآباد کے قریب پہنچ جانے کی خبر ملی اور ابھی صلابت جنگ حیدرآباد مین وارد نہین ہوے تھے کہ نظام علی خان حیدرآباد مین داخل ہوگئے ۲۳ شوال ۱۱۷۲؁ھ ہجری کو صلابت جنگ کے قریب حیدرآباد وارد ہونے کی خبر سنکر نظام علی خان استقبال کے لیے نکلے ملاقات کے بعد تینون بھائیون مین کئی طرح کے تنازع برپا ہوے۔ مولوی غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین کہتے ہین کہ صلابت جنگ اور نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور بسالت جنگ دکن کی سلطنت کے لیے باہم لڑنے جھگڑنے لگے اور کئی قسم کے نزاع برپا ہوے آخرکار یہ طے پایا کہ شجاع الملک بسالت جنگ تو اپنی جمعیت اور رحمت اللہ خان اور کریم خان گاردی اور اپنے خانساماں محترم خان کے ساتھ بیجاپور کو چلے گئے صلابت جنگ اور نظام علی خان

نظم و نسق ملک مین مشغول ہوے۔ صلابت جنگ نے نظام علی خان کو اپنا مدار المہام اور وکیل مطلق بنایا تمام ریاست کی حکومت نظام علی خان کے ہاتھ مین آگئی وہ مالی و ملکی انتظام مین مصروف ہوے اور صمصام الدولہ کے بیٹے میر عبد الحی خان شمس الدولہ کو جو گولکنڈے مین مقید تھا رہا کرکے صمصام الدولہ صمصام جنگ خطاب دیا اور شش ہزاری ذات و پنجہزار سوار کا منصب بخشا اور میر نظام علی خان کے حکم سے میر عبد السلام خان بھی دولت آباد سے آکر اپنے اہل و عیال سے ملا چند روز کے بعد ابراہیم خان گاردی راجہ پھل داس سے ناراض ہو کر بالاجی راو کے پاس چلا گیا۔

نواب بسالت جنگ دھونی وراے چور سے تجاوز کرکے ارکاٹ کو گئے اور وہان کے اکثر محالات پر قبضہ کر لیا ۱۱۷۳ ہجری کے آغاز مین صلابت جنگ اور انکے بھائی نظام علی خان حیدرآباد مین تھے اور بسالت جنگ ارکاٹ کے پاس مقیم تھے برہانپور مین بعض امور کی وجہ سے ۵ محرم ۱۱۷۳ ہجری سے محمد غفور خان بہادر بہرام جنگ پسر محمد اسلم خان دیوان صوبہ او ناظم برہانپور کے درمیان ردو بدل ہوکر خوب جنگ ہوئی ۱۹ محرم کو صلح ہوگئی۔ ۲۶ محرم کو اعلی مرزا پسر مرزا بیگ خان متوفی نے اپنے تعلقے سے آکر اپنی مان کو لوٹ لیا اور جو کچھ اسکے باپ نے اسکی مان کو دیا تھا سب لیکر مفلس کردیا باوجودیکہ حقیقی مان تھی۔

آسیر کے قلعے کی تلیٹی مین ایک قوم رہتی تھی جسے پوربیہ کہتے تھے اس قوم کے ایک آدمی سبل سنگھ کے بیٹے نے رام سنگھ کے مکان پر پہنچکر اسکی بیوی سے زنا کیا یہ خبر شائع ہوئی تو سبل سنگھ کا بیٹا بھاگ گیا عورت کے شوہر نے اسکو سبل سنگھ کے دروازے پر لاکر قتل کر ڈالا اور بھاگ گیا اور رات کو چند آدمیون کے ساتھ تلیٹی مین آیا اور وہان کے رہنے والون کے مکان جلا کر چلا جاتا نجف علی خان شیر جنگ نے سبل سنگھ کو بلا کر قید کردیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کو پیدا کرے اور رام سنگھ کو جسنے اپنی بیوی کو اس کے دروازے پر مار ڈالا ہے راضی کرے اس معاملے کو چند دن گذرے سبل سنگھ نے کچھ نہین دیا دو ہفتے کا وعدہ کیا اور ضامن کی تلاش مین اپنے گھر آیا سرکاری سپاہی جو اسکے ساتھ گئے تھے وہ دروازے کے باہر بیٹھے رہے اسنے گھر مین جاکر اپنی حاملہ جورو اور دو چھوٹی بیٹیون اور دو چھوٹے بیٹون کو قتل کرکے اپنا گلا کاٹ لیا سپاہی جب اندر گئے تو سب کو مرا ہوا پایا قوم پوربیہ یہ سنکر جمع ہوئی ان مردون کو نہ اٹھاتے تھے نہ جلاتے تھے آخر کار چند شرطون کے ساتھ بڑی تدبیر سے ان کو راضی کیا۔

بالاجی پیشوا کی فوجون کا نواب صلابت جنگ سے جنگ و پرخاش کرکے تباہی کے قریب پہنچا دینا اور بہت سا ملک لے لینا

(۱) نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے رشک و حسد سے مرہٹون نے بعض مفسدون کے اغوا سے

سنہ۱۱۷۰ھ ہجری مین بہادر گڑھ وغیرہ محالات پر قبضہ کرلیا اور حیدرآباد کے کارندون کو نکالدیا۔
اور ۱۷ ربیع الاول سنہ۱۱۷۳ھ ہجری کو عجیب فتنہ پیدا ہوا کہ قلعۂ احمد نگر جو سلاطین نظام شاہیہ کا دارالحکومت تھا اور عالمگیر نے بوجہ پیرانہ سالی و کمزوری کے یہان سے سفر موقوف کرکے اس کا نام ختم السفر رکھا تھا۔ بالاجی پیشوا کے چچیرے بھائی سداشیو راو نے جو بھاو کے لقب سے چار دانگ ہندوستان مین مشہور ہے وہان کے قلعدار قوی جنگ بن ترکتاز خان کو ڈیڑھ یا دو لاکھ روپے دیکر اسکے ہاتھ سے لے لیا مرہٹون کے آدمی قلعے مین داخل ہوگئے۔
احمد نگر کو احمد نظام شاہ نے سنہ۹۰۰ھ ہجری مین آباد کرکے اپنے نام کے ساتھ منسوب کیا تھا اور دو تین برس مین بہت خوبصورت شہر بنگیا تھا پتھر کی شہرپناہ بنوا کر اسکے اندر عمدہ عمدہ عمارتین اپنے رہنے کے لیے تیار کرائی تھین اسی مین اسکے جانشین رہا کرتے تھے اور سلطان نظام بحری نے ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھنے کے لیے یہان کالا چبوترہ بنوایا تھا۔ جلال الدین اکبر کے بیٹے شاہزادے دانیال نے خان خانان کی معیت سے سنہ۱۰۰۸ھ ہجری مین نظام شاہیون سے اس قلعے کو فتح کیا تھا اسوقت سے مسلمانون کے قبضے مین تھا۔ ۱۷۰ سال کے بعد مرہٹون کا اسپر قبضہ ہوا۔
(۲) سوریا راو زمیندار نرمل نے جسکو صمصام الدولہ نے حسن تدبیر سے قید کردیا تھا قید خانے سے بھاگ کر بغاوت کی اور سوار و پیادے جمع کرکے قلعہ نرمل اور اس طرف کے تمام قصبون پر قبضہ کرلیا قلعدار نرمل کو قید کرلیا۔ غلام سید خان اسکی سزادہی کو مقرر ہوا جسنے اسکو حسن تالیف سے رام کرلیا۔
(۳) ربیع الثانی سنہ۱۱۷۳ھ ہجری مین صلابت جنگ و نظام علی خان حیدرآباد سے چلے اور قلعہ اوسا پر پہنچے ارادہ کیا کہ محالات تلکوکن صوبۂ دارالظفر بیجاپور سے پیشکش وصول کرین جسقدر سوار و سپاہی چھاونیون کو رخصت ہوے تھے سب کو بلایا بالاجی نے جب یہ سنا تو اپنے تینون بھائی سداشیو عرف بھاو اور رگناتھ راو اور شمشیر بہادر کو بہت سے سوارون کے ساتھ ان سے جنگ کے لیے بھیجا نظام علی خان اور صلابت جنگ بھی ان سے مقابلے کے لیے متوجہ ہوے اور قلعہ بالکنڈہ کے پاس کہ نرمل سے دس کوس ہے پہنچے تھے کہ غلام سید خان سریا راو کو لیکر آیا اور مشرف ملازمت ہوا یہان سے نواب صلابت جنگ اور نظام علی خان قلعہ اودگیر کی طرف جہان پانی اور چارہ دانہ کثرت سے تھا گئے قلعے کے پاس ۲۲ جمادی الاولی سنہ۱۱۷۳ھ ہجری کو مرہٹون کی فوج نے چارون طرف سے گھیر لیا۔ مرہٹون کے تمام کامون کا کارپرداز بھاو تھا جسنے ارادہ کیا تھا کہ حکومت اسلام کو دکن سے اکھیڑ کر پھینکدے۔ ابراہیم خان گاردی اسکے پاس آگیا تھا جسکے زیر حکم نو ہزار اور بقولے بارہ ہزار باقاعدہ فوج تھی جسکے پاس چقماق دار بندوقین تھین اسکی فوج قواعددان ہونے کی وجہسے اس کا لقب گاردی تھا یہ انگریزی لفظ ہے توپخانہ بھی اسکے پاس اعلے درجے کا تھا

یہ شخص ایک ارذل[۵۱] قوم سے تھا اور فرانسیسون کی ملازمت چھوڑ کر نظام علی خان کے پاس چلا آیا تھا اور انکی رفاقت ترک کرکے مرہٹون کے پاس چلا گیا تھا اسکے پاس جنگ کا سامان عمدہ تھا بھاؤ اسکو ساتھ لیکر پونا سے نکلا ۲۶ جمادی الاولی ۱۱۷۴ھ ہجری کو میدان اودگیر مین عساکر ریاست حیدرآباد کے مقابل آیا اسوقت اسکے ساتھ ساٹھ[۵۲] ہزار اور بقولے ایک[۵۳] لاکھ سوار تھے اور مسلمانون کے پاس سات ہزار آدمیون سے زیادہ نہ تھے راو سلطان جی بنالکر و عضد الدولہ مومن خان بہادر و چھمن راو کھنداکلہ وغیرہ اورنگ آباد کے گرد و نواح سے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ نواب صلابت جنگ سے ملنے کو دھارور کے گھاٹ پر پہنچے سداشیو راو نے راماجی گائکواڑ کو ۵۰ ہزار سوار دیکر انپر حملے کے لیے بھیجا چھمن راو نے انپر شبخون مارا تمام سردار قلعۂ دھارور کو پشت پناہ بنا کر قابو کے منتظر تھے کہ موقع ملے تو نواب صاحب کے لشکر مین پہنچ جائین لیکن مرہٹے اتنی کثرت سے جمع تھے کہ حرکت کی جرات نہ کر سکتے تھے۔ برہان الملک بسالت جنگ ارکاٹ سے ادھونی وراے چور محالات صوبۂ بیجاپور مین آے صلابت جنگ نے کئی بار تاکید سے شرکت کو لکھا مگر تماشائیون کی طرح تساہل کرتے رہے دیر کے بعد چلے جب گلبرگہ پہنچے تو شمشیر بہادر کے سردار نے جاکر ان کا راستہ روک لیا۔

مرہٹون کے ساتھ کے سوارون کی تعداد راحت افزا مین ایک لاکھ لکھی ہے اور صلابت جنگ کی سپاہ مین بیس ہزار سوار اور ستر ہزار پیادے بتلاے ہین لیکن حدیقۃ العالم اور خزانہ عامرہ مین ہے کہ نواب کے ساتھ سات ہزار آدمیون سے زیادہ نہ تھے۔

۲۰ جمادی الاخری کو سدھو رگنا تھ و بسواس راو وغیرہ نے ہیئت مجموعی کے ساتھ نواب کی سپاہ پر حملہ کیا ادھر سے بھی توپخانہ جنسی سے خوب گولہ باری ہوئی چنانچہ بہت سے مرہٹے مارے گئے بالاجی نے لکھا کہ پچاس لاکھ روپے نقد اور قلعہ دولت آباد و قلعہ انتور و قلعہ ملہیر اور اورنگ آباد کے تمام پرگنے اور حیدرآباد کے عمدہ محالات اور قلعہ آسیر و بیجاپور اور برہانپور دو تو صلح کرتا ہون نظام علی خان نے قبول نہ کیا۔ نواب صلابت جنگ اور نظام علی خان نے چاہا کہ اودگیر سے دھارور کو چلے جائین تاکہ وہان کی سپاہ بھی شامل ہو جاے۔

مرہٹے صرف لوٹ مار کی لڑائی کے عادی تھے ان کا یہی ہنر تھا کہ کہین مسلمانون کی رسد روک دی کہین کسی مقام کو تباہ کرکے بھاگ گئے اور مسلمانون کی جنگ کا مدار توپون پر تھا کہ اپنے لشکر کے سامنے توپین جماکر دشمنون کی مدافعت کرتے اس مرتبہ ابراہیم خان کی رفاقت سے مرہٹون مین دونون قسم کی لڑائی کے ہنر جمع ہو گئے کہ قزاقی کے طور پر بھی لڑتے اور جم کر توپخانہ سے بھی گولہ باری کرتے

۵۱ دیکھو حدیقۃ العالم ۱۲ ۵۲ دیکھو حدیقۃ العالم و خزانہ عامرہ ۱۲ ۵۳ دیکھو راحت افزا ۱۲

مرہٹون کی قوت کی ترقی پر انکی حکومت کے کارخانے ترقی کو پہنچگئے تھے یہان تک کہ انکی فوج نری لٹیرون کی جماعت نرہی تھی بلکہ اس مین عمدہ عمدہ تنخواہ دار اور چنے چنے سوار انکی حکومت کے ملازم تھے اور دس بارہ ہزار عمدہ قواعد دان پیادے تھے اگرچہ پیادون کی فوج اس فوج کی پوری پوری نقل نہ تھی جو اور ریاستون مین یورپ والون کے تحت حکومت ہوتی تھی مگر باوصف اسکے ایسے پیادون کی فوج سے نہایت عمدہ تھی جو پہلے وقت مین ہندوستان مین پائی جاتی تھی علاوہ اسکے انکے توپخانے کا سلسلہ اس بادشاہی توپخانے سے بہت شایستہ تھا جس سے مرہٹے ایک عرصے تک ترساں و لرزاں رہتے تھے نواب صلابت جنگ اور نظام علی خان توپون کی زنجیرہ بندی مین ہیئت اجتماعی کے ساتھ راستے چلتے تھے اور مرہٹے ٹولیان بناکر بطور لٹیرون کے راستہ طے کرتے تھے اس لیے توپ کے گولون کا ان پر بہت کم اثر ہوتا تھا حدیقۃ العالم مین ہے کہ ابراہیم خان باوجودیکہ اپنے آپ کو مسلمان جانتا تھا لیکن توپون کی آتشباری سے مسلمانون کا ناطقہ بند کردیا تھا اور اسلام کی شکست پر طرفہ کمر باندھی تھی کوچ و مقام کی حالت مین شب و روز توپخانہ سامنے لاکر آگ برساتا تھا ذرا بھی دم لینے کی فرصت نہین دیتا تھا اسلیے مسلمانون کے لشکر مین کمال خستگی پیدا ہوگئی اور بہت سا حصہ مارا گیا۔ ایک دن مسلمانون نے توپون کی آڑ مین سے نکلکر سخت حملہ کیا اا نشان ابراہیم خان کے آدمیون سے چھین لیے اس لڑائی مین ابراہیم خان کا بھتیجا مارا گیا اور نواب کے لشکر مین سے سید اوغلان اور نیکو پنڈت اور سرپاراو کا بھانجا مارے گئے مگر اتنی کامیابی سے جنگ کی عام حالت مین کوئی فرق نہ پڑا اور اسیطرح لڑتے لڑتے قلعہ اوسانک جو دھارور کے علاقے مین اس سے دس کوس پر تھا پہنچے نواب کا ارادہ یہ تھا کہ دھارور پہنچ جائین اور وہان جو سرکاری منصبدار افواج کے ساتھ جمع ہین اور وہ مرہٹون کے سد راہ ہونیکی وجہ سے نواب تک پہنچ نہین سکتے تھے انسے ملکر مرہٹون پر حملہ کرین مرہٹون نے دیکھا کہ اب یہ دھارور پہنچکر وہان کے لشکر سے مل جاوینگے اور پھر عہدہ برآئی مشکل ہوگی تو انکے چالیس ہزار سوارون نے مجتمع ہوکر ۲۳ جمادی الاخری کو نواب کی سپاہ کے پچھلے حصے پر حملہ کردیا مسلمانون کے یہان صرف دو تین ہزار آدمی باقی رہ گئے تھے اس لیے قریب تباہی کے پہنچ گئے شوکت جنگ اور قادر صاحب جلال الدولہ و حسین منور خان و غلام نقشبند خان و محمد عظیم میر منزل اور بسنت راؤ اور بالکشن پنڈت پیشکاران دیوانی حضور و حیدرآباد اور بلونت وغیرہ ۱۳ سردار اور ایک ہزار سوار مارے گئے اور راجہ سوریا وغیرہ سخت زخمی ہوئے اور مرہٹون کے ۱۴ سردار اور دو ہزار سوار و پیادے کام آئے دو گولیان شوکت جنگ کے لگین پچھلے حصے کی سپاہ کو تباہ کرنیکے بعد مرہٹے قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے نظام علی خان نے اتنی تیراندازی کی کہ چند ترکش خالی ہوگئے

سلہ دیکھو خزانۂ عامرہ ۱۲

راجہ پرتاب ونت جو خواصی مین تھا اسنے اور فیلبان نے بھی ترکش خالی کردیے میر عبدالحی خان پسر شاہ نواز خان صمصام الدولہ اور راجہ رام چندر اور صلابت جنگ اور نواب کے بھائی جو ہرالملک باوجودیکہ کم عمر تھے یہ سب ہاتھی بڑھا کر لے گئے اور تیر مارنے لگے تھوڑا سا فاصلہ مرہٹون اور نواب صلابت جنگ کے ہاتھی مین رہگیا تھا کہ اسوقت بنجارون کے بیل جن پر غلہ لدا ہوا تھا اور مسلمانون کے ساتھ تھے درمیان مین حائل ہوگئے شام تک جنگ رہی بعد غروب آفتاب کے لڑائی بندہوئی مرہٹے شوکت جنگ کے ہاتھی کو پکڑ کر لیے جا رہے تھے اسنے عین حالت غشی مین آنکھ کھولکر کہا کہ میرا ہاتھی کدھر لیے جاتے ہین فیلبان نے کہا کہ مرہٹے گھیر کر لیے جا رہے ہین یہ سنتے ہی وہ تلوار سونت کر ہودے سے تلے کود ا اور لڑکر جان دیدی ۲۹ جمادی الاخری تک خوب لڑائی ہوئی نواب کا لشکر اب لڑنے کے قابل نہین رہا تھا دوسرے دن نواب صلابت جنگ اور نظام علی خان نے صلح کی تحریک کی اور محمد اکبر خان میر بخشی دکن اور رائے رایان راجہ سنبھولال کو بالاجی کے پاس بھیجکر کہا کہ مین بادشاہی ملک بے حکم کے کیسے دیسکتا ہون تمکو اختیار ہے جو چاہو سو لکھکر لے لو بالاجی نے نقدی کا دعوی چھوڑا اور اضلاع حیدر آباد و بیجاپور واورنگ آباد سے دست برداری کی غلام سید خان کی کوشش سے صلح ہوگئی جسمین ساٹھ لاکھ روپے کا ملک مرہٹون کو لکھدیا اورنگ آباد کا تمام علاقہ سوائے شہر کے دھرسول وستارہ اور آدھا صوبہ بیدر وصوبہ بیجاپور وقلعہ دولت آباد و قلعہ آسیر وقلعہ بیجاپور وقلعہ لھیر وقلعہ انتور اور برہانپور و پرگنات بیوساوجنیا پور وکانداو ٹپن وراکس بھون وانبروجالنہ وغیرہ نامی سرکارات و پائین گھاٹ و بالا گھاٹ صوبہ اورنگ آباد یہ سب علاقے نکل گئے احمد نگر پہلے ہی سے انکے قبضے مین تھا غرضکہ بہت سا ملک جاتا رہا صوبہ حیدر آباد اور تھوڑا تھوڑا سا حصہ صوبہ برار و بیجاپور و بیدر کا اولاد نظام الملک آصف جاہ اول کے ہاتھ مین رہا لیکن یہ جو کچھ رہا اس مین بھی چوتھ کا خون فاسد ملک کی رگون مین جاری رہا ۱۵ رجب کو مومن خان وسلطان جی وکھچن راو صلابت جنگ کے لشکر مین آے اور بسالت جنگ بھی آکر بھائیون سے ملے سب کوچ کر کے حیدر آباد مین آے رستے مین بسالت جنگ نے رخصت حاصل کی اور اپنے تعلقے کو چلے گئے اور وہان سے ارکاٹ کی طرف فوج کشی کی۔

اگر مہینے دو مہینے نظام کی فوجین مرہٹون کے مقابلے مین پائداری کی قابلیت رکھتین تو وہ خود بخود اپنی فتح سے فائدہ اٹھاے بغیر جلد لوٹ جاتے کیونکہ احمد شاہ درانی بادشاہ افغانستان سے مقابلہ شروع ہونے والا تھا تاہم بھاؤ کا جو ارادہ تھا کہ حکومت اسلامی کو دکن سے مٹادے وہ پورا نہوا صلح کے بعد مرہٹون کے آدمی دولت آباد کے قلعے پر قبضہ کرنے کو گئے وہان کے قلعدار شجاعت جنگ نے مقابلہ کیا مرہٹون نے پے درپے احکام نواب صلابت جنگ سے لکھوا کر خالی کرنے کے لیے اسکے پاس بھجوائے ناچار اسنے خالی کر دیا۔ ریاست آصفیہ کے لیے یہ بڑی مصیبتون کا زمانہ تھا۔

مرہٹون سے صلح کے بعد کے حالات

صلابت جنگ اور آصف جاہ ثانی حیدرآباد آے راستے مین مفسدون کے بہکانے سے صلابت جنگ نے آصف جاہ ثانی کو ایلور اور راجبندری کی طرف بہیجدیا اور آپ حیدرآباد پہنچے مومن خان کو اورنگ آباد کی حکومت دی اور ضیاء الملک کو حیدرآباد کا ناظم بنایا نظام علی خان سے راجبندری کا زمیندار بحراج جسکو اندراج بھی لکھاہے آکر ملا لاکھ ہون نذر کیے اسی طرح سیکاکول اور بجواڑہ وغیرہ کے زمیندارون سے بھی پیشکش لیے راحت افزا مین لکھاہے کہ بالاجی نے صلابت جنگ کو لکھا کہ نظام علی خان کو وکالت مطلقہ سے علیحدہ کرکے خواجہ حامد اللہ خان بہادر مبارز جنگ پسر مبارز خان کو مامور کیجیے ورنہ صلح ٹوٹ جائے گی چنانچہ نواب صاحب نے اُن کو وکیل مطلق بنایا اور جو کہ مہر وکالت مطلقہ کی آصف جاہ ثانی کے پاس رہ گئی یہان دوسری تیار کرالی گئی اور حامد اللہ خان کام کرنے لگے آصف جاہ ثانی یہ خبر سنکر جلد حیدرآباد مین آے اور بھائی سے ملے مراتب اخلاص وعقیدت ظاہر کرکے اُن کا دل صاف کیا اور مزاج کی اصلاح کردی اگرچہ صلابت جنگ نے بظاہر خاطرداری کی لیکن مغوبون نے جو بہکادیا تھا دل سے کدورت نہ گئی۔ بہت سی ردوبدل کے بعد نظام علی خان کو ملکندل کی طرف رخصت کیا تاکہ وہان برسات بسر کرین برسات کے بعد نظام علی خان نے رگناتھ راو برادر بالاجی راو کی تنبیہ کے لیے جسنے شورش برپا کر رکھی تھی اور سرکاری علاقے مین دست اندازی کرتا تھا عزیمت کی جب بیدر کے قلعے کے پاس پہنچے تو ناصر الملک میر مغل علی خان کہ صلابت جنگ کی طرف سے ناندیر کے حاکم تھے اسماعیل خان بنی کے ساتھ حیدرآباد سے چلکر اپنے بھائی نظام علی خان سے آملے بعد اسکے بہیر وبنگاہ کو بیدر مین رکھکر رگھناتھ راو سے لڑائی کے لیے آمادہ ہوے کہ اس اثنا مین خبر آئی کہ بھاو اور بسواس راو وغیرہ تمام مرہٹے احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ سے برباد ہو گئے۔ رگھناتھ راو گھبرا گیا اور صلح کی سلسلہ جنبانی کی چنانچہ صلح ہو گئی مرہٹون کی احمد شاہ درانی کے ہاتھ سے تباہی کی تفصیل ذیل مین دیکھو۔

پانی پت کے میدان مین احمد شاہ درانی کے ہاتھ سے مرہٹون کا استیصال

عالمگیر ثانی جب پانچ سال ۷ ماہ برائے نام سلطنت دہلی کا فرمان روا رہ کر امیر الممالک صلابت جنگ کے بھتیجے کے ہاتھ سے ناحق مارا گیا اور اس کا بیٹا ابو المظفر سلطان عالی گہر شاہ عالم ثانی ۴ جمادی الاولی ۱۱۷۳ ہجری (مطابق ۱۷۵۹ء) کو جانشین ہوا اور ۴۵ سال تک بادشاہ دہلی کے نام سے پکارا جاتا تھا اسکے وقت مین مرہٹون نے دکن سے خروج کرکے تمام ملک ہند کو بے چین کر دیا تھا اور یہانتک جسارت کی تھی کہ رگناتھ راو اور شمشیر بہادر بالاجی راو کے بھائیون نے جہان خان اور تیمور شاہ

پسر احمد شاہ درانی کو پنجاب کی حکومت سے خارج کر دیا تو احمد شاہ نے اپنی قلمرو سے چڑھائی کی اور ماہ محرم سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین اٹک پار اتر کر پنجاب مین داخل ہوا اور یہ سنکر کہ مرہٹے روہیلون وغیرہ مسلمانون کو تکلیف دے رہے ہین ممالک مغربی و شمالی (حال ممالک متحدہ) کی طرف انکی مدد کے لیے روانہ ہوا اور شمالی پہاڑون کے قریب قریب منزلین کرتا ہوا سہارنپور کے برابر جمنا پار اتر گیا۔ مرہٹون کے اسی ہزار سوار روہیلون کا پیچھا چھوڑ کر احمد شاہ کو دق کرنے کے لیے پنجاب کی طرف چلے گئے اور یہ سوار دو گروہون مین منقسم تھے کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے کسیقدر فاصلہ تھا ان مین سے ایک گروہ دتا سیندھیا کی ماتحتی مین تھا اور اس فوج کا دوسرا ٹکڑا ملہار راؤ ہلکر کے تحت مین تھا۔ دتا فساد کا فتیلہ لیے احمد شاہ کی فوج کے اردگرد جنگ کرتا دلی کے پاس آیا اسنے اپنے بازوؤن مین یہ طاقت نہ دیکھی کہ احمد شاہ کی فوج کے ساتھ سینہ سپر ہو کر لڑے۔ دتا جو میدان بادلی مین کہ دہلی کے قریب ہے موجود تھا اسکو درانیون نے گھیر لیا اسنے مجبور ہو کر اپنے بھتیجے جنکو کو تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ بھگا دیا تاکہ دکن پہنچکر سارا حال بیان کرے اور خود جمادی الاولی سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین مع اپنی فوج کے دو تہائی حصون کے عین میدان جنگ مین مارا گیا۔ ملہار راؤ ہلکر جو مسلمانون کی رسدون کو لوٹنے کھسوٹنے کے لیے پھر رہا تھا اسکو پندرہ ہزار درانیون نے جا دبایا اور تباہی کے قریب پہنچا دیا جب دتا سیندھیا اور ہلکر کی درانیون کے ہاتھ سے کامل شکستون کی بالاجی پیشوا کو خبر پہنچی جسکی فوجین اسوقت نظام کے ملک کو تباہ کر کے اسپر قبضہ کر رہی تھین تو درانیون کی لڑائی کے لیے بھاؤ مرہٹون کے دربار سے مامور ہوا بالاجی کا جوان بیٹا اور علانیہ وارث اس کا بسواس راؤ اور بڑے بڑے برہمن اور چنے چنے مرہٹے سردار اسکے ہمراہ ہوے ان کا پورا ارادہ یہ تھا کہ بڑی جدوجہد اور سعی و ہمت سے ہندوستان خاص کی فتح و کشائش مین پچھلی چوٹ ایسی لگاؤ کہ قصہ ہی پاک ہو جاے۔ بھاؤ کی فوج مین تنخواہ دار سوار و پیادہ کی فوج کی تعداد ستر ہزار تھی اور لٹیرے سوار و پیادہ کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی مگر کاشی راؤ شجاع الدولہ کا ملازم جو کئی بار مرہٹون کے لشکر مین خطوط لیکر گیا تھا ساری جمعیت کو پانچ لاکھ بتاتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ بھاؤ کی فوج بہت سے ہمراہیون سمیت تین لاکھ کے قریب تھی دو سو توپین اور شتر نال بیشمار تھے بہت سی توپین ایسی تھین جنکے ذریعے سے شہر اور قلعون کی فصیلین توڑی جاتی تھین ان مین سے چالیس ابراہیم خان گاردی کی ماتحتی مین تھین اور بہت سے بانون کے ذخیرے تھے جو مرہٹون کا بڑا پیارا ہتیار تھا کریم نامہ مؤلفہٗ مرزا ابوالحسن خان کرمانشاہی مین جو لکھا ہے کہ بھاؤ کے ساتھ ۱۲ سو توپین تھین یہ بات صحیح نہین معلوم ہوتی درانیون کے بیان سے احمد شاہ کی اس فوج کی تعداد جو اٹک سے پار اُتر آئی تھی ترسٹھ ہزار قائم ہوتی ہے مگر نادر شاہ

اور پچھلے وقتون مین زمان شاہ کی فوج سے مقابلہ کرنے اور ایشیا والون کی تقسیمات افواج کی غلطی تعداد سے یہ قیاس مین آتا ہے کہ وہ تعداد مبالغے سے بیان کی گئی ہے علاوہ اسکے بہت کچھ تخفیف ان قلعہ بندگروہون کے نہونے سے اصل افغانی فوج مین واقع ہوئی ہوگی جو پنجاب وغیرہ پر احمد شاہ چھوڑ کر آیا تھا اور کسی قدر لڑائیون مین مارے جانے اور گرمی و برسات مین مرنے سے بھی فوج مین کمی بڑی ہوگی واقعات جنگ پانی پت مین کاشی راؤ نے لکھا ہے کہ درانی فوج کے ۲۴ دستے یا رجمنٹ تھے اور ہر ایک دستے مین بارہ سو سوار تھے۔ وہان دو ہزار شتر سوار بھی تھے اور ہر ایک شتر پر دو بندوقچی سوار ہوتے تھے جنکے پاس بڑی مہری کی بندوقین ہوتی تھین جنکو زنبورک کہتے تھے چالیس توپین تھین اور بہت سے شتر نال تھے یہ قوت خاص درانی فوج کی تھی اور ہمراہیان شاہ مین سے شجاع الدولہ والی اودھ کے ساتھ دو ہزار سوار دو ہزار پیدل فوج اور بیس توپین مختلف قامت کی تھین۔ نجیب الدولہ والی نجیب آباد و سہارنپور کے ساتھ چھ ہزار سوار بیس ہزار روہیلہ پیادے اور بہت سے بان چلانے والے تھے اور روہیلکھنڈ کے سردارون جیسے دوندے خان۔ حافظ رحمت خان اور نواب فیض اللہ خان وغیرہ کے ساتھ پندرہ ہزار پیادے اور چار ہزار سوار اور کچھ توپین تھین نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کے ساتھ ایک ہزار سوار ایک ہزار پیادے اور کچھ توپین تھین حیدرآباد کی آصف جاہی حکومت نے اس جنگ عظیم مین مسلمانون کا ساتھ نہ دیا کیونکہ وہ بہت کمزور ہو رہی تھین۔

پانی پت کے میدان مین ایک طرف شاہ درانی اور سرداران افاغنہ ٹھہرے اور دوسری طرف بھاؤ اور بسواس راؤ فوج مرہٹہ کے ساتھ ٹھہرے۔ یہ مقام ہندوستان کی اول درجے کی لڑائیون کا میدان کارزار شمار ہونے کے قابل ہے اس جنگی میدان کے قرب وجوار مین تین بڑی لڑائیان اور ہو چکی ہین۔

(۱) مہابھارت[۱] جسکو قریب پانچ ہزار برس کے ہوے۔
(۲) جنگ مابین بابر و ابراہیم لودھی ۹۳۲ھ ہجری مین ہوئی۔
(۳) جنگ اکبر و ہیمون بقال مین ۹۶۳ھ ہجری مین ہوئی۔

---

[۱] مہابھارت سے مراد وہ جنگ عظیم ہے جو چندربنسی راجپوتون کے دو خاندانون مین جو راجہ بھرت کی اولاد سے تھے اور کورو۔ اور پانڈو کہلاتے تھے ہوئی تھی یہ لڑائی کورو چھیتر کے میدان مین تھانیسر کے قریب جو پنجاب مین واقع ہے ظہور مین آئی تھی۔ تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار مین سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے لکھا ہے کہ اس مقام کو آج کل کرنال بولتے ہین ماخوذ از تاریخ راجپوتانہ مولفہ مولف این کتاب یہ تاریخ وقائع راجپوتانہ وکارنامہ راجپوتان سے جدا ہے۔ ۱۲

بھاؤ نے اپنے کمپو مین قصبۂ پانی پت کو بھی لے لیا تھا اور ایک گہری اور چوڑی خندق سے گھیر لیا تھا۔ بادشاہ نے مرہٹون کی لین سے قریب چار کوس کے خیمے جا سے تھے۔ گمان غالب ہی کہ بھاؤ نے اپنی فوج کے بہت سے گروہ احمد شاہ کی فوج کے پیچھے بھیجکر مسلمانون کی رسد پہنچنے سے روکنے کا انتظام کیا ہوگا اسلیے کہ بہت عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ مسلمانون کا لشکر رسد ون کی کمی کوتاہی سے نہایت تکلیفین اٹھانے لگا اگرچہ درانی ایسی لوٹ مار کی لڑائی کے عادی نہ تھے جیسی مرہٹون کی دوڑ دھوپ سے پیش آتی تھی اور مرہٹون کی فوجین گو ہندوستانی فوجون سے زیادہ سبک وچست وچالاک تھین لیکن درانی انسے بھی زیادہ پھرتیلے تھے اسلیے انھون نے رسدون کے نقصان کو اپنی فوج کے ٹکڑون کے عوض ومقام سے پورا کیا اور احمد شاہ نے جہان خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹون کی رسدون کو گرفتار کرے اور شاہ پسند خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹون کے گرد وپیش کے دیہات کو پندرہ پندرہ کوس تک برباد کردے تاکہ مرہٹون کے لشکر مین وہان سے نہ پہنچ سکے اور بہادر خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹون کی نگرانی کرے کہ خندق سے باہر نہ نکل سکین ان سواروں اور ان مرہٹون سے جو رسد لانے کے لیے نکلتے تھے کئی بار مقابلہ ہوا اور مرہٹے زخمی وخستہ ہوکر خندق کے اندر گھس گئے اور آخرکار ان کا خندق سے نکلنا بند ہوگیا جبکہ درانیون کو کھلے میدان پر قبضہ حاصل ہوا تو بھاؤ اپنی دشواری وپریشانی کو بہت جلد معلوم کرنے لگا۔ مرہٹون کے لشکر مین رسد پہنچنے کے سارے ذریعے مسدود ہوگئے اور جبکہ انھون نے پانی پت کو کھا پی کر صاف کردیا جو انکے لشکر مین واقع ہوا تھا تو غلے کے نہونے سے بڑے بڑے صدمے اٹھاے۔ ایک رات کو جبکہ مرہٹون کے تقریباً بیس ہزار لشکری آدمی جنگل مین کچھ فاصلے پر لکڑی لینے کو گئے تھے تو اتفاقاً وہ شاہ پسند خان کے سوارون کے سامنے پڑ گئے جنھون نے انکو چارون طرف سے گھیر لیا اور سب کو تہ تیغ کیا اور مرہٹون کے کیمپ سے کوئی آدمی انکی مدد کو نہین آیا صبح کو جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی گئی تو وہ موقع قتل پر مع اپنے بہت سے سردارون کے گیا جہان پر کہ لاشین کہ ایک پہاڑ کے مانند جمع تھین غم اور خوف جو اس واقعہ سے مرہٹون کو ہوا وہ ناقابل بیان ہے اور خود بھاؤ کو ڈر اور مایوسی ہونے لگی۔ اسنے اپنے ہاتھ سے خط لکھکر شجاع الدولہ کو بھیجا کہ وہ درمیان مین پڑکر بشمول وزیر اعظم بادشاہ سے صلح کرادین اور یہ کہ وہ ہر طرح کی شرائط کے لیے تیار ہے اگر خود وہ اور اسکی فوج برقرار رکھی جاے لیکن نجیب الدولہ کی کوشش سے معاملہ صلح مکمل نہوا آخرکار سرداران اور سپاہیون نے بھاؤ کے خیمے کو گھیرا اور اس سے کہا کہ دو دن سے ہمارے پاس کوئی چیز کھانے کے واسطے نہین ہے بھوکون مرنے سے لڑائی کی جوکھون اٹھانی آسان ہے بالآخر یہ طے ہوا کہ آفتاب نکلنے سے ایک گھنٹہ پیشتر لین سے باہر

نکلنا چاہیے اور توپخانے کو آگے بڑھا کر دشمن پر حملہ آور ہونا چاہیے چنانچہ ۷ جنوری ۱۷۶۱ء مطابق ۶ جمادی الاخری ۱۱۷۴ھ ہجری کو بدھ کے دن سورج کے نکلنے کے وقت سے تھوڑی دیر بعد لڑائی شروع ہوئی اور تیسرے پہر کے وقت تمام فوج مرہٹہ نے پشت پھیر دی اور نہایت تیزی سے مفرور ہوئی اور میدان جنگ کو مردون کے تودون سے چھپا ہوا چھوڑ دیا۔

جسوقت کہ مرہٹے بھاگے اس وقت فتحمندون نے نہایت جوش وخروش سے انکا تعاقب کیا اور چونکہ انکو ذرا بھی نہ قیام کرنے دیا اسواسطے خونریزی کا مشکل سے اندازہ ہو سکتا ہے ہر ایک طرف کو جدھر مرہٹے بھاگے دس بارہ کوس تک ان کا تعاقب کیا گیا۔ مرہٹون کے کیمپ مین پانچ لاکھ آدمی سے کم نہ تھے جن مین سے ان کا بڑا جزو قتل ہوا یا قیدی بنا اور بھاگے ہوے میدان جنگ والون مین سے زمینداران ملک کے ہاتھون سے تباہ و برباد ہوے اسباب غارتگری جو مرہٹون کے کیمپ مین پایا گیا وہ غیر معمولی طور سے بہت زیادہ تھا۔ بسواس راؤ۔ اور بھاؤ۔ اوجھنکوجی سندھیا اور ابراہیم خان گاردی اور بیلاجی اور سنباجی۔ اور انتاجی۔ اور شمشیر بہادر وغیرہ بڑے بڑے سردار قریب قریب تمام فنا ہوگئے۔ مرہٹون کو ایسی بھاری شکست کبھی واقع نہین ہوئی تھی جس سے بڑی افسردگی و پژمردگی ان مین پھیلی اور سارے مرہٹون پر مایوسی و غمگینی چھا گئی اور پیشوا کے خاندان کی ترقی بالکل ٹوٹ گئی ۱۹ ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۱۷۴ھ ہجری کو اس شکست کے صدمے سے بالاجی راؤ بھی اپنے بھائی اور بیٹے سے جا ملا اور اسکی ریاست اسکے صغیر سن بیٹے مادھوراؤ کو پہنچی اور بالاجی کا بھائی رگناتھ راؤ کام کرنے لگا۔

آصف جاہ ثانی کا مقتدا خان کی بغاوت دفع کرنا۔ شاہ عالم ثانی کی طرف سے صلابت جنگ کے لیے خطاب آنا

میر مقتدا خان نے قلعہ بیدر مین متحصن ہو کر فساد پیدا کیا آصف جاہ ثانی اسکی سزا دہی کے لیے اسکے سر پر پہنچے اور قلعے کا محاصرہ کر کے فتح کر لیا اور سیادت خان کو یہان کا قلعدار بنا دیا بعد اسکے حیدرآباد مین آگئے اسوقت صلابت جنگ نے شجاع الدولہ بہادر دل خان اورنگ آبادی کو حیدرآباد کا ناظم مقرر کر دیا تھا اور خود اناگونڈی وغیرہ محالات کی طرف دریاے کشنا کے کنارے گئے ہوے تھے بہادر دل خان نے آصف جاہ ثانی کا استقبال کیا آصف جاہ ثانی یہان رمضان کا مہینہ بسر کر کے عید الفطر کے بعد گلبرگہ مین آئے جہان صلابت جنگ مقیم تھے اور ملاقات کے بعد تازہ طور پر

سلہ دیکھو ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۲۲۷۔

آپس مین عہد و پیمان ہوے اور محمد آباد بیدر مین برسات بسر کی اور افواج کو معمولی طور پر چراگاہون اور اُن کے مکانون کو بھیجدیا۔

شاہ عالم ثانی نے صلابت جنگ کے پاس ایک فرمان بھیجا جس مین اُنکو **امیر الممالک** کا خطاب دیا تھا۔

رگناتھ راؤ اور مادھوراؤ سے جنگ اور اُن کا مغلوب ہوجانا

۱۱۷۵ھ ہجری مین آصف جاہ ثانی فوج جمع کرکے اور امیر الممالک کو ساتھ لیکر قلعہ بیدر سے روانہ ہوکر اورنگ آباد کی طرف آئے اور رگھناتھ راؤ اور مادھوراؤ بھی فوج اور توپخانہ لیکر چلے شاہ گڑھ مین مسلمانون اور مرہٹون مین جنگ ہوئی اورنگ آباد تک لڑتے بھڑتے آے آصف جاہ ثانی نے یہان بھاری بھاری سامانون کو چھوڑدیا اور ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۷۵ھ ہجری کو پونا کی طرف روانہ ہوے اور مرہٹون کو مارتے دباتے پونا سے سات کوس پر پہنچادیا۔ رستے مین شہر ٹونکہ کو جو دکن مین دریاے گنگ کے کنارے آباد تھا اور وہان ایک عالیشان تبخانہ تھا اور دولت بھی بیشمار جمع تھی برباد کرکے زمین دوز کردیا قریب تھا کہ پونا کا بھی یہی حشر ہوتا۔ خدا کی شان تو دیکھیے کہ ناصر الملک میر مغل علی خان چھوٹا بیٹا نظام الملک آصف جاہ اول کا اس عداوت کی وجہ سے جو بھائی سے رکھتا تھا اور راجہ رام چندر جو اس ریاست مین اعلے درجے کا ایک سردار تھا یہ دونون ۲۷ جمادی الاولی سنہ مذکور کی رات مین مرہٹون سے جاملے اور اس طرح ان کا پلہ بھاری کردیا۔ اب مرہٹون نے چارون طرف سے مسلمانون کو گھیر لیا انھون نے بھی توپخانے کے حصار سے نکلکر ہاتھون مین شمشیر برہنہ لیکر مرہٹون پر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ انکی بہت سی جماعت مقتول و مجروح ہوگئی مرہٹے تاب مقابلہ نہ لاکر میدان سے بھاگ نکلے جب مرہٹون نے دیکھا کہ مسلمان دور و دراز فاصلے کو طے کرکے پونا سے سات کوس پر آپہنچے اور انکی کوئی روک تھام نہوسکی اور سمجھ لیا کہ کل پونا تباہ ہوجاے گا تو پونا کے رہنے والون نے رگناتھ راؤ اور مادھوراؤ سے فریاد کی کہ اب کیا تم ہمارے خان ومان کو برباد کرانا چاہتے ہو ناچار دونون نے مسلمانون سے دب کر صلح کرلی اور ۲۷ لاکھ روپے کا ملک صوبہ اورنگ آباد و بیدر کا خرچہ جنگ مین دیکر پیچھا چھڑالیا۔ یہ صلح ۲ جمادی الاخری ۱۱۷۵ھ کو ہوئی طرفہ یہ ہے کہ سال گذشتہ مین اسی تاریخ کو شاہ درانی نے بھاؤ کو مغلوب کیا تھا اگر مرہٹون کی تباہی کے بعد ہی ریاست حیدرآباد کی طرف سے پونا پر حملہ ہوجاتا تو قریب تھا کہ اپنا کھویا ہوا سارا ملک بلکہ کچھ زیادہ مرہٹون سے بزور نکال لیتے آصف جاہ ثانی نے پونا سے لوٹتے ہوے پیچ محلہ علاقہ راجہ رام چندر کو اس غداری کی پاداش مین برباد کردیا۔

آصف جاہ ثانی کا نواب صلابت جنگ کو قید کردینا

بعد اس کے شروع بارش مین ۱۴ ذیحجہ ۱۱۷۵ ہجری کو مقام کرنے کے لیے امیر الممالک اور آصف جاہ ثانی قلعہ بیدر مین داخل ہوے اور یہان ٹھہر کر افواج کو موافق معمول کے چراگاہون کو رخصت کیا یہان صلابت جنگ نے محمد صفدر خان پسر شیر جنگ کو چار ہزاری منصب اور غیور جنگ اشجع الدولہ خطاب دیا۔ رشید الدین خانی مین واقعات مین یہان سنون کو غلط کردیا ہے صلابت جنگ کے ذاتی کامون اور حکومت کے کامون کا مدار اہلکارون پر تھا۔ انکے بھائی آصف جاہ ثانی نے ان کو اسی دن ارکین ریاست کے اتفاق سے قلعہ مذکور مین قید کردیا ایک سال اور ۳ ماہ اور ۶ روز قید رہ کر ۲۰ ربیع الاول روز جمعرات ۱۱۷۷ ہجری کو زندان ہستی کی قید سے رہائی پائی اور شیخ محمد ملتانی کے مقبرے مین مدفون ہوے حملات حیدری مین جو ۱۱۷۶ ہجری لکھے ہین یہ غلطی ہے اس زمانے مین یہ مشہور ہوا تھا کہ محافظون نے قتل کردیا ہے اور وجہ قتل حدیقۃ العالم سے یہ مستفاد ہوتی ہے کہ میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مبادا رگنا تھ راو صلابت جنگ کو چھڑا کر ملک مین فساد پیدا کرے تاریخ وفات یہ ہے ھ امیر الممالک بجنت شدہ + ۱۳ سال حکومت کی۔ جب نواب نظام علی خان کو اسکی خبر پہنچی کہ امیر الممالک صلابت جنگ مرگئے تو انکے سوگ مین تین دن تک نوبت بجنی موقوف رہی

یہان تک
تاریخ حیدرآباد کا
پہلا حصہ ختم ہوا

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۵۹ حصہ اوّل سطر ۲۷

قوم نوائت کا نام اس کتاب مین متعدد مقامون مین آیا ہے اس لیے مین اس قوم کے نام اور نسب پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہون نواب عزیز یار جنگ نے اس قوم کی ایک تاریخ مکمل لکھی ہے

واضح رہے کہ نائِط بکسر ہمزہ و سکون طائے حطی زبان عربی مین رگ پشت کے معنے مین ہے قوم کی وجہ تسمیہ اگر کچھ ہوسکتی ہے تو یہ ہوسکتی ہے کہ اس قوم کا اتفاق زمانہ سلف مین حد سے زیادہ تھا اور ایک جز و ضعیف کی پشتی پر ساری قوم ٹوٹ پڑتی تھی اور اسی اتفاق کی وجہ سے یہ قوم کامیاب رہی غالبًا اسی لیے عربون نے قوم نائط کو اس نام سے موسوم کیا۔ مولوی محمد عظیم خان نے گلستان نسب مین وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہ لوگ وائط نبیرہ جعفر طیار کی اولاد سے ہین اور وائط کہلاتے تھے کثرت استعمال سے واو نون سے بدل کر نوائت ہوگیا محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے قوم نائت کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی کشف الانساب مین اس قوم کو بنوالوائط لکھا ہے اور عبداللہ الوائط کی اولاد قرار دیا ہے صاحب کشف الانساب ایک مقام مین یون کہتے ہین کہ اس قوم کا قیام مدینے سے ہجرت واقع ہونے کے بعد موضع وائط مین رہا ہے جو بغداد سے تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ برہان خان ہانڈی نے تزک والاجاہی مین بیان کیا ہے کہ نوائط جمع کا صیغہ ہے مفرد اس کا نائط ہے اور یہ عربوان مین سے ایک قوم ہے اور مولانا محمد باقر آگاہ نے اپنی تصنیف نفحۃ العنبریہ مین جد قبیلہ کا نام نائط بتایا ہے اور وہ فرزند تھے نضر بن کنانہ جد رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اہل لغت نے اس لفظ کو نوتی بمعنی ملاح سے ماخوذ مانا ہے جسکی جمع نوّاتی آتی ہے مجدالدین فیروزآبادی قاموس مین کہتا ہے النوتی الملاحون فی البحر لیکن اسپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نوتی کی جمع نواتی ہے تو نوائت کیسے صحیح ہوسکتا ہے چنانچہ صاحب مآثرالامرا نے ملا احمد نوایتہ کے حالات مین کہا ہے کہ جو لوگ نوائت کو ملاحین کہتے ہین اور قاموس سے سند لیتے ہین انکی غلطی ہے اور غلطی کی وجہ یہی ہے کہ نوتی کی جمع نواتی ہے نہ نوائت مگر یہ کہہ سکتے ہین کہ نواتی غلط العام طور پر نوائت ہوگیا ہے اور اب اس مین شبہ نہ رہا کہ یہ قوم بوجہ ملاح ہونے کے نوائت کہلاتی ہے چنانچہ مولوی عظیم الدین مدراسی نے اپنی تصنیف صحیح النسب مین انکی ملاحی کے ثبوت مین ایک واقعہ بیان کیا ہے اس طرح پر کہ ۵۲ھ ہجری کے بعد جب اس قوم نے حاکم الوقت کے مظالم کی وجہ سے بصرہ سے ہند کا ارادہ کیا تو بصرے کا حاکم جسکے مظالم طشت از بام تھے انکی ہلاکت کے درپے ہوا جن کشتیون پر یہ لوگ سوار ہوچکے تھے انکے ملاح بحکم امیر بصرہ کشتیون سے اتار لیے گئے سمجھا گیا کہ اب اس قوم کی ہلاکت یقینی ہے لیکن اس قوم کے بعض آدمی کشتی رانی سے کماحقہ واقف تھے جنکی سعی نے جہازون کو منزل مقصود پر بسلامت پہنچایا اس واقعے کے بعد اہل بصرہ نے انکو نواتی کا خطاب دیا

لیکن اس میں یہ کلام ہے کہ نوائت اور نوّاتی میں بہت تفاوت ہے۔ نورالدین مدرسی نے کشف النسب میں جامع العلوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ لفظ دراصل نوآمدہ تھا پھر مستعلیوں کے تصرف سے نوائت ہوگیا اور حدیقۃ العالم سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ نوداند کی تصحیف ہے لیکن نوائت کو عربی لغت کے سلنچے میں ڈھالنا تکلف سے خالی نہیں بلکہ تحقیقی امر یہ ہے کہ یہ خالص ہندوستان کے ایک ملک کا محاورہ ہے اور نوائت تاے فوقانی کے ساتھ صحیح ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ ملاباری زبان میں نوایت کے معنے حاکم اور خداوند کے ہیں ملا قاسم ہندوشاہ نے تاریخ فرشتہ کی دوسری جلد میں بضمن تذکرہ وقائع ملابار لکھا ہے کہ جو مسلمان لوگ عرب سے آکر ملابار کے سواحل میں مسکن گزین ہوے انھیں وہاں کے رہنے والے نوائت یعنی خداوند کے ساتھ مخاطب کرنے لگے۔ علامہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف لب اللباب فی تحریر الانساب میں بیان کیا ہے کہ نائت ایک ناحیہ کا نام ہے جو بصرہ میں واقع ہے مصنف تاج العروس فی شرح القاموس نے بھی اسی کو کسی قدر صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جن اہل تصانیف نے اس قوم کے نام کو تاے قرشت سے خیال کیا ہے من وجہ اُن کا خیال بھی درست ہے اس لیے کہ ہجرت ثانی میں اس قوم کا مقام حدود بصرہ میں واقع تھا پس موضع سکونت کی طرف منسوب کر کے نائتی کہنا بالکل صحیح ہے۔

تمام تحقیقات کا نچوڑ یہ ہے کہ اس قوم کا املا طاے حطی کے ساتھ موضع نائطا اور دوسرے معنوں سے متعلق ہونے کے سوا نسب سے بھی تعلق رکھتا ہے اسلیے کہ مولانا محمد باقر آگاہ نے جد قبیلہ کا نام نائط بن نضر بتایا ہے لیکن تاے قرشت کا املا متعلق بہ نسب نہیں ہوسکتا موضع نائت کی سکونت کی بنا پر ہے جیسا کہ لب اللباب اور تاج العروس سے موضع کا پتہ چلتا ہے پس ان اعتبارات مختلف کے لحاظ سے طاے حطی کے ساتھ نائطی کہنا بھی صحیح ہے اور تاے فوقانی کے ساتھ نائتی بھی۔

حق تحقیق یہ ہے کہ نوائت کا اطلاق اس قوم عرب پر بقول مصنف تاریخ فرشتہ ملاباری زبان کے مطابق ہے ۱۲

ضمیمۂ تاریخ حیدرآباد

کتب خانہ ریاست رامپور مین بادشاہی فرامین کا ایک قلمی مجموعہ ۲۹۱ نمبر پر فن انشا پردازی مین رکھا ہے اس مین محمد شاہ کے متعدد فرمان نظام الملک آصف جاہ اول کے نام موجود ہین مین ان کا یہان لفظی ترجمہ لکھتا ہون۔ اس کتاب کی اردو مین بادشاہ کے فرمانون کے اصلی الفاظ بھی موقع موقع سے درج کرونگا جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ بادشاہ کی قوت کتنی کمزور ہوگئی تھی کہ وہ اس قدر تالیف قلب سے پیش آتے تھے اور آصف جاہ کی اعانت کے محتاج تھے ان فرمانون کا اگر خلاصہ محاورے کی زبان مین کیا جاے تو انکی حقیقت کا اندازہ نہو سکے۔

پہلا فرمان جو امیر الامرا اور قطب الملک کی بربادی سے پہلے لکھا گیا تھا

اس زمانے مین شوربختان شقاوت گیر (قطب الملک و امیر الامرا) نے سیدستی کے اقتضا سے جس کو ساقی روزگار دور نشۂ سرشار نے ان تنگ ظرفان خودکام کے جام مین ڈالا تھا اور اسوجہ سے اس گروہ بے شکوہ کے ہاتھ سے سررشتۂ ہوشمندی چھوٹ گیا تھا فطرت قلیل اور فکرت علیل کی راہ سے اپنی خاطر فتنہ ماثر مین یہ ارادہ کیا کہ اُس فدوی با اعتقاد (نظام الملک) کو حضور مین طلب کرکے اُس مورد الطاف بادشاہی کی تمام سپاہ کو متفرق و منتشر کردین اور حسین افغان ساکن قصور کے پاس حکم بھجوایا کہ عبد الصمد خان سے جنگ کرکے اسکو برباد کردے۔ اسی طرح اعتماد الدولہ اور دوسرے امراے قدیم کی فکر مین ہین تاکہ سرزمین ہندوستان کو مغلون کے وجود سے جن سے اطاعت وانقیاد متصور نہ تھا صاف کردین بعد اسکے اپنے جوہر ذاتی کو ظاہر کرکے استقلال کے ساتھ تنہا سلطنت کے کامون پر حاوی ہوجائین معاذ اللہ اگر اس گروہ کے منصوبے درست ہوجاوین تو ایک بڑی جماعت کی زندگی ان کے ہاتھ سے تلخ ہوجاے اگرچہ مشیت مالک الملک مین کو ترتیب خلافت اور تربیت بنیاد سلطنت اُسکے اختیار مین ہے کسی کو مداخلت نہین لیکن جو کچھ ہمارے دل دور بین اور خاطر حقیقت گزین مین ظہور پذیر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مقاصد عالی کا حصول ہمت بلند اور اندیشہ صادق پر منحصر ہے۔ بادشاہ مرحوم فرخ سیر انار اللہ برہانہ نے اپنے حسن نیت اور صفاے طینت سے جو اس خاندان قدسی نشان کا خاصہ ہے اس جماعت اشرار کے ہاتھ مین اختیارات کی باگ

دیدی تھی اور ان کی خود سری و گردن کشی کا حال معلوم ہونے کے باوجود تدارک کی طرف متوجہ نہوے اور نہایت حسرت وغم کے ساتھ اس عالم فانی سے جہان جاودانی کو رحلت کی یہ حادثہ اورز یادہ ان سرکشوں اور مفسدون کے غرور کا باعث ہوگیا یہان تک کہ ہمارے ضمیر خلافت تخمیر پر ان کے ارادہاے فاسد کا حال کھل گیا۔ جوکہ میدان روزگار کی صفائی بغیر شمشیر آبدار کی جوہر نمائی کے ناممکن ہے بادشاہان عالی مقدار اور خسروان نامدار نے سوائے امداد صمصام خون آشام کے ممالک کی تسخیر اور اعداے بدسرانجام کی مدافعت نہین کی ہے خصوصاً صاحب قران ثانی (شاہ جہان) اور حضرت عرش آشیانی (اکبر) کا حال صفحات تاریخ پر پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انھون نے مفسدون سے ملک ہندوستان کو پاک کرنے مین کتنی کوشش کی ہے۔ صلاح وقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ تحمل و تغافل کو بہتر نہ جانکر جس قدر سپاہ اس مقدور کی ہوا خواہ کے ساتھ ہے بلکہ انتظام حدود متعلقہ دکن کے واسطے اور سپاہ بھرتی کرکے دکن کو جاکر اس ملک کو ان ناکسون کے آدمیون سے صاف کرکے (یہ ایما ہے سید دلاور خان اور سید عالم علی خان کے استیصال کی طرف) تمام سپاہ ہمراہی اور توفیر خزانہ اور توپخانہ مرتب کرکے ہمارے پاس آجاؤ۔ غالب یہ ہے کہ جب وہ تمھارے ان عزائم کا حال سنین گے تو غایت غرور سے تمام سپاہ ہمراہ لے کر دکن کی طرف روانہ ہوجائین گے خدا کی مدد سے ان کی سپاہ کے ٹوٹ جانے سے اس زمرۂ ابتر کا سر ٹوٹ جاے گا جو کہ خلائق کے دل ان لوگون سے پھر گئے ہین اور خدا کے فضل سے تمام ملازمین شاہی ان کے استیصال مین اپنی بہتری جانتے ہین اس لیے انکی بربادی مین سب متفق ہوکر کام کرین گے۔ تھوڑی سی کوشش سے ان کا استیصال ہوجاے گا اور اگر کوئی دوسری صلاح تمھارے دل مین پیدا ہوئی ہو تو اسے ہم سے عرض کرو تاکہ اسکے موافق عمل درآمد کیا جاے۔ غرضکہ اس مہم کا سرانجام اہم جانکر ذرا بھی توقف و تخلف روا نہ رکھو۔

دوسرا فرمان جو دلاور خان و عالم علی خان پر نظام الملک کی فتحیابی کے بعد لکھا تھا

اس آب گوہر نجابت جوہر شمشیر شجاعت کی دلاوری و دلیری اور تیغ زنی کا آوازہ اور رستمانہ معرکہ آرائی کا غلغلہ ہمارے کانون تک پہنچا۔ اس جرات وجسارت نے افراسیاب اور رستم کا نام صفحۂ روزگار سے مٹادیا اور بہادران عرب وعجم کی شجاعت کو اس معرکہ آبادرانے دلون سے بھلادیا۔ اس حال کے سننے سے دلون نے اللہ کا شکرادا کیا اور زبانون پر تعریف کے الفاظ آئے۔

این کارنامہ ایست کہ آمد بروے کار | این کارازتو آید و مردان چنین کنند
بردست و بازوے توہزار آفرین کنند | یابند دست اگر بہ سخن خنجر و کمان

منشیان درگاہ آسمان جاہ کو حکم ہوا کہ ہر ملک مین اس جنگ کا فتحنامہ اس عمدہ خانہ زادان عقیدت شعار کے نام سے لکھکر بھیجین اور ہمارے حالات مین جہان فتوحات کے واقعات اور سوانح جہان آرا مرقوم ہوتے ہین اس مقدمۃ الجیش کے ترددات کو عنوان مقدمات بناوین خدائے علیم گواہ ہے کہ ہمارا دل کسقدر اس فدوی ارادت کیش سے متعلق ہولہے اور اس ہواخواہ نیک رنگ کی فدویت ہزار رنگ کے ساتھ ہمارے نگارستان باطن مقدس مین نقش پذیر ہوئی ہے حق تعالی ہر حالت مین صحت وسلامتی کے ساتھ رکھے اور دوسرے نوکرون کو حسن کارگزاری کی توفیق بخشے اس رکن سلطنت کی عرضداشت ابتک کس لیے نہین پہنچی چاہیے کہ ہماری روزافزون عنایت و مرحمت کو اپنے شامل حال ہمیشہ جانتے رہین اور نظم ونسق حدود متعلقہ سے خبردار رہین۔

نظام الملک کی جوابی عرضداشت

حضور کا منشور کرامت ظہور جس مین دلاور خان اور عالم علی خان کی لڑائی کا حال معلوم ہونے کا ذکر اور فدوی کی عرضداشت نہ پہنچنے کا بیان تھا وحی آسمانی کی طرح نزول فرمایا جس نے اس ذرہ بے مقدار کے سر کو مہر انور کی بلندی تک پہنچایا اس شکرگزاری کے لیے اگر ہر موے تن زبان ہوجاے تب بھی ایک شمہ عہدۂ شکرگذاری سے سبکدوش نہ ہوسکون اللہ تعالی ذات مقدس مبارک کو صفحہ آرائے دین ودولت و شیرازۂ ملک وملت ہے مدت دراز تک اور رنگ خلافت و اقبال پر

سایہ گستر رکھے تنبیہ و تادیب مخالفان بدنہاد مین ایسی کون سی عجیب و غریب کارگذاری خانہ زاد سے ظہور مین آئی تھی کہ عرضداشت بھیجتا۔ خانہ زادون کا منتہاے مرام اور عقیدت مندون کا معراج کمال اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ کار خداوندی مین جان نثاری کرین۔ فدوی کی طرف اعیان و انصار کی کمی اور دشمنون کی طرف راجپوتون اور مرہٹون کی کثرت غایت ظہور کی وجہ سے محتاج اظہار نہین ہے خدا گواہ ہے کہ عرصۂ جنگ اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ قلم کو اسکے بیان کا یارا نہین ہے پیر و مرشد کے کام مین کہ سعادت جاودانی ہے سواے جانفشانی کے کوئی دوسری آرزو نہ تھی ایسے سخت معرکے مین تائید ایزدی کی روشنی نے فتح و نصرت کو چمکایا اور اعداے باغی و نافرمان کفران نعمت کی پاداش مین منزل عدم مین شعلہ افروز جہنم ہوے۔ چونکہ فتح و نصرت رب العزت کے ہاتھ مین ہے مخالفان تیرہ راے کو دین و دنیا مین نقصان و وبال حاصل ہوا۔

تیسرا فرمان

خانہ زاد با فرہنگ نظام الملک فتح جنگ بعنایت خاص بادشاہی مستظہر و مباہی بودہ بداند امیر الامراے نمک حرام کے مارے جانے کے بعد ہم دار الخلافت کی طرف جانے کو متوجہ ہوے تھے کہ ہم سے عرض کیا گیا کہ عبد اللہ خان کوتہ اندیش نمک حرامی کی راہ سے محمد ابراہیم کو دست آویز (بادشاہ) بنا کر پریشان اور بھاگی ہوئی جماعت کو جمع کر کے جنگ کا ارادہ رکھتا ہے ہمارا یہ ارادہ نہ تھا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے تباہ ہو گو مستوجب سیاست و مستحق عقوبت تھا اس لیے اسکو بہت سی باتین نصائح کی کہلائین لیکن چونکہ اس کا اقبال جاتا رہا تھا قضا اسکے کھیل رہی تھی راہ راست پر نہ آیا ہماری باتون کو نہ سنا اور لڑائی پر آمادہ ہوا اس لیے ہم نے بھی لڑائی کا اہتمام کرایا۔ ۱۲ محرم کو دار الخلافہ سے بیس کوس پر ہمارا لشکر پہنچا تھا کہ وہ سپاہ اور توپخانہ کثیر لیکر مقابل ہوا اور صبح کے وقت اسکے بہت سے ساتھی مارے گئے دوسرے دن ہمارے سپاہ نے دشمن کی جمعیت پر حملہ کر کے اکثر لوگون کو قتل و اسیر کیا اور محمد ابراہیم جو میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا وہ بھی گرفتار ہو کر آیا اس فتح کا مژدہ کہ جس کا ظہور تمھاری پیش قدمی کے نتائج سے ہم جانتے ہین تمکو بطور مبارکباد کے پہنچاتے ہین چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرکے اس طرف کے ملک کے انتظام مین سرگرم رہو۔

چوتھا فرمان

عمدۂ امراے عظیم الشان قدوۂ خواتین بلند مکان مہبط عنایات سلطانی مورد الطاف خلیفۃ الرحمانی

گنجور اسرار بادشاہی مخزن رموز دولت خواہی رکن رکین سلطنت عمدہ عمید خلافت ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال صاحب السیف والقلم رافع اللوائے طبل وعلم وزیر صائب تدبیر سپہ سالار بافرہنگ یار وفادار بے ریو ورنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص مستظہر ومباہی بودہ بدانند۔

کہ اس زمانۂ سعادت پیرا اور آوان دولت افزا مین فضل وکرم بادشاہانہ نے اس رکن السلطنت کو والا رتبۂ وزارت جو حضور کی بڑی خدمت اور تمام کامون کا مرجع ہے تفویض کرکے ہم سرون مین سربلندی بخش کر تمام کارہاے متعلقہ کے حل وعقد کو تمہارے ہاتھ مین دیدیا اور تمہارے یہان پہنچنے تک نیابت وزارت کا کام عنایت اللہ خان کے تفویض کردیا گیا اور دکن کی صوبہ داری بھی اس خدمت کے ضمیمے کے طور پر بحال رکھی جاہیے کہ شکر الٰہی ادا کرکے اپنا کوئی مستقل نائب دکن مین رکھکر جلد ہمارے پاس چلے آؤ۔

پانچوان فرمان

مدار دولت بادشاہی باعث امن وامان ملک شاہنشاہی شیر صفدر معرکہ آراے روز جنگ قاتل کفار کشور فرنگ تاج شاہان روم وزنگ یار وفادار بے ریو ورنگ اعتضاد خلافت نامدار آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص جہان پرور معزز ومفتخر بودہ بدانند۔

تمہاری عرضداشت جس مین طے مسافت کرکے فرصت قلیل مین باجے راؤ کو سزا دینے کا اور مرہٹون کی آوارگی وسراسیمگی کا مفصل حال مندرج تھا پہنچی ایسی جرأت وجسارت اس سیف مسلول شجاعت ورمح مصقول شہامت سے معلوم ہوئی ع این کار از تو آید ومردان چنین کنند + تمہارے عریضے کے موصول ہونے سے پہلے نہایت وحشتناک مختلف خبرین مشہور ہوتی تھین جوکہ دروغ کو فروغ نہین ہوتا تو اب انکی حقیقت کھل گئی ملک گجرات وسورت ومالوہ کا باوصف اس قدر خرابی وویرانی کے سلامت رہنا فی الواقع تمہاری کوشش کا نتیجہ ہے ہمیشہ توجہ خاطر ملکوت ناظر تمہارے حال پر مبذول ہے اور عنان عزیمت باطن اہل بغی وعصیان کے شجر بے ثمر کے استیصال کی طرف مصروف ہے۔ انشاء اللہ جماعت مستحق عذاب ونکال جلد مکافات اعمال مین گرفتار ہونے والی ہے۔

چھٹا فرمان۔ یہ اس وقت لکھا گیا تھا کہ نظام الملک انحراف کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے تھے

عمدۂ امرائے با فرہنگ یار وفادار بے ریو و رنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص عز اختصاص یافتہ بدانند۔
تم بوجہ مخالفت آب و ہوائے دہلی کے دو ماہ کے واسطے شکار کھیلنے کے لیے رخصت لیکر مراد آباد کی طرف گئے تھے وہان سے مالوے کو اور مالوے سے اورنگ آباد کو چلے گئے اور دکن کی حکومت اس رکن السلطنت کے استعفا دینے کی وجہ سے مبارز خان کے حوالے ہوئی تھی۔ تم ہمیشہ اس صوبے کی ویرانی و کم حاصلی ظاہر کرتے رہتے تھے۔ اگر یہ تمام خواہش اس یار وفادار کی معلوم نہوتی تو کس لیے وہ صوبہ مبارز خان کو دیا جاتا اور چونکہ اورنگ آباد کی طرف تمھاری روانگی کا حال مسموع ہوا اور معلوم ہوا کہ تم اس خدمت سے کنارہ کش ہوئے تو تمھاری نیابت میں بخشی الملک اعتماد الدولہ کو غازی الدین خان کی شاملات سے امور ریاست تمھاری نیابت مین تمھارے واپس آنے تک سپرد ہوئے ہین وہ تمھاری نیابت مین کام کرتے ہین کچھ تمھارا عزل عہدۂ جلیلہ وزارت سے منظور خاطر نہین ہے۔ ایسی بات کبھی ہمارے خیال مین بھی نہین گذری ہے اس قابل العنایت کی خدمات کے حقوق اسطرح ہمارے صفحۂ خاطر پر منقوش ہین کہ ارباب خلاف کی ریشہ دوانی سے وہ محو نہین ہو سکتے جو کہ ایسی مہمات کے جوہر استعداد و استحقاق مالک الملک تعالیٰ شانہ کی پیشگاہ سے ہر ایک کو نصیب نہین ہوتے بس تمھارے سوا کہ ہر وقت شاہراہ خدمت پر مستعد رہتے ہو کون ایسا شخص ہے کہ ایسے اہم کامون کی بجا آوری کا خلعت اسکے قامت لیاقت پر زیبا معلوم ہو وزارت اور صوبہ داری دونون اس سپہ سالار ارادت شعار کے لیے مسلم ہین اطمینان خاطر کے ساتھ مشغول کار رہو اور جب تک دل چاہے اس صوبے مین مقیم رہو اور جب مرضی ہو دارالسلطنت مین چلے آؤ۔ ہماری خاطر ملکوت ناظر کو ظاہر و باطن مین اپنے حال پر متوجہ جانتے رہو اور صوبہ دکن مبارز خان کے حوالے ہو گیا ہے اس سے متعرض نہو۔

ساتوان فرمان

زبدۂ امرائے عظیم الشان قدوۂ وزرائے بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت

واقبال وزیر صائب تدبیر یار وفادار بے ریو ورنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت بادشاہی مستظہر و مباہی بودہ بداند۔
اس زمانے مین اجیت سنگھ (والی جودھپور) نے صوبۂ اجمیر مین ایسا شر و فساد برپا کر رکھا تھا کہ مخلوق اسکے ہاتھ سے پریشان ہوگئی تھی اس لیے ہمارے حکم سے شرف الدولہ سید امادت مند خان بہادر صادق فوج مغلیہ کے ساتھ اسکی سزا کے لیے مامور ہوا تھا خان مذکور کے نارنول پہنچنے کے بعد اور سپاہ قاہرہ اسکی مدد کو بھیجی گئی لیکن اسپر بھی خان مذکور اجیت سنگھ کی تنبیہ کے لیے پیش قدمی نہ کرتا تھا یہ حال دیکھکر اجیت سنگھ نے زیادہ سرکشی اختیار کی اور اپنے مقام سے چند کوس چل کر سپاہ بادشاہی کے قریب آگیا اس یار وفادار کا انتظار حد سے گذر گیا اور اجیت سنگھ کی بغاوت بڑھتی رہی اس لیے سپاہ کی حکومت معزالدولہ حیدر قلی خان کے ہاتھ مین دیدی۔ خان مذکور کوٹ پتلی تک پہنچا اور لڑائی کی تیاری شروع کی اور دشمن کی کثرت کو خیال مین نہ لاکر جنگ کو آمادہ ہوا غرہ شعبان کو اجیت سنگھ سے مقابلہ کیا سخت جنگ کے بعد اجیت سنگھ کا بیٹا جو سرداران راجپوت کے ساتھ اسکے پیش لشکر مین تھا مارا گیا اور بہت سے سردار بھی کام آے محکم سنگھ جاٹ جو تمام فتنہ و فساد کی جڑ تھا گرفتار ہوا اور دشمن تباہ ہوے اس کامیابی کے صلے مین معزالدولہ کو صوبۂ اجمیر کی حکومت حوالے ہوئی اور ایک زبردست لشکر راجپوتون کا استیصال ہونے تک اُسکے ساتھ مقرر کردیا جو کہ رب الارباب کی شکر گذاری تمام بندہاے خلافت پر واجب ہے تم بھی خدا کا شکر بجا لاؤ اور اسلام نگر کے کام سے فرصت پاکر ہمارے پاس آجاؤ۔ ۵ ماہ مبارک رمضان کو لکھا گیا۔

فرمان محمد شاہ۔ بنام مبارزخان نظام الملک کے استیصال کے کام مین بزدلی دکھانے کی ملامت مین

شجاعت و شہامت دستگاہ مبارزخان بہادر بداند۔ دکن کی صوبہ داری اس شجاعت شعار کے لیے اس وقت مقرر ہوئی کہ اس عقیدت شعار نے اس عہدے کی استدعا کے واسطے ہمارے پاس مکرر عرضیان بھیجین جن مین اپنی جرات کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ افاغنہ وغیرہ میرے ساتھ متفق ہین اس بات کے معلوم ہونے سے نظام الملک اور اسکے مددگارون کی طرف بے توجہی ہوئی۔ پہلا فرمان جو تمھارے نام صادر ہوا تھا تو اسوقت نظام الملک مرادآباد کی جانب اور عضدالدولہ دیوگڑھ کی طرف تھا اورنگ آباد خالی تھا ایک چھوٹے سے قلعہ نوجبر

کے محاصرے مین تم نے کوشش بے حاصل کر کے اتنا توقف کیا کہ وہ نون اورنگ آباد مین جمع ہو گئے اور جبکہ مقابلے کا وقت آیا تو تم نے بارش کا بہانہ کیا حالانکہ بارش جوانمردون اور بہادرون کے عزائم کے لیے مانع نہین ہوسکتی اور تم شہر سے چھ کوس پر ٹھہر گئے اور رشتہ کار کی گرہ نکھل سکے باوجودیکہ تمھاری استدعا کے بموجب بہادر خان وغیرہ کے نام اس مضمون کے فرمان یہان سے جاری ہوے کہ وہ وقت پر تمھاری مدد کرین پس ایسی حالت مین بھی مقابلے سے گریز کرنے کا سبب عدم جرأت وجسارت کے سوا کیا ہوگا کہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام ملک مین خرابی پیدا ہو گئی اور خودسر خیرہ سر ہو گئے تمھارے اصرار پر فوج کا اجتماع کرایا۔ معتمدان خلافت نظام الملک کی بحالی کے لیے اصرار کرتے تھے لیکن انکے معروضے سے چشم پوشی کی جو کچھ تم نے سپاہ جمع کی وہ دیکھنے ہی کی تھی اب متحقق ویقین ہوا کہ تم سے کچھ نہو سکے گا اور تمھارے ہمراہیون کا عزم طائر بے بال و پر کی طرح ہے اب اس سے زیادہ اغماض مصلحت کے خلاف جان کر اس ملک کی صوبہ داری نظام الملک پر بحال کی جاتی ہے اور عظیم آباد پٹنہ اس شجاعت دستگاہ کے لیے مقرر ہوتا ہے براہ پنور یا سیکاکل کی راہ سے جدھر سے مناسب سمجھو تعلقہ ماموره کو چلے جاؤ فرمان خدمت کا بھی مرسل ہوا ہے اور نظام الملک کو لکھدیا گیا ہے کہ تم سے متعرض نہو۔

نوٹ معلوم ہوا کہ محمد شاہ کا دل جس طرح سادات بارہہ کی طرف سے مکدر تھا اسی طرح نظام الملک کی جانب سے بھی دل مین غبار تھا مگر انکی تباہی کے لیے کوئی جوانمرد انکو میسر نہوا اور یہ ارمان آخر دم تک بادشاہ کے دل مین رہا اپنی کمزوری اور عدم دوراندیشی سے نظام الملک کو بڑھا کر اور سادات بارہہ کو مٹا کر محمد شاہ کو بہت پشیمانی حاصل ہوئی اور نظام الملک کی خودسری کا تدارک نہو سکا۔

محمد نجم الغنی

بیٹھ کر گھر مین سیر دنیا کی
یہ تماشا کتاب مین دیکھا

شایقین علم تاریخ کو مژدہ ہو کہ کتاب انتخاب اپنے مبحث مین لاجواب جامع حالات جدید و کہن

موسوم بہ

تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

حصۂ دوم

جس مین فرمان فرمایان ریاست مذکو یعنی میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور میر اکبر علی خان سکندر جاہ آصف جاہ ثالث اور فرخندہ علیخان آصف جاہ رابع اور تہنیت علیخان آصف جاہ خامس اور میر محبوب علیخان آصف جاہ سادس اور اعلےٰ حضرت سکندر صولت میر عثمان علیخان بہادر آصف جاہ سابع کے یوم مسند نشینی سے آخر تک کے حالات و ضمنی واقعات تا زمانۂ حال مفصلاً مذکور ہین ۔

مصنفہ

خیر اللاحقین بالماہرین سابقین علامہ حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری مصنف کتب متعددۂ متداول

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہو کر شائع ہوئی

سنہ ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسد جنگ نظام الدولہ نظام المُلک آصف جاہ ثانی میر نظام علی خان بہادر کی مسند نشینی

یہ نظام الملک آصف جاہ اوّل کے چوتھے بیٹے تھے غرۂ شوال سنہ ۱۱۴۷ ہجری کو پیدا ہوے تھے ماں کا نام عُمدہ بیگم تھا مادّۂ تاریخ ولادت لفظ **سعید بخت** ہے اور تاریخ ولادت اس مصرع سے بھی ظاہر ہے ؎

طلوع آفتاب از صبح دولت

اِن کا اصلی نام میر نظام علی خان ہے۔ امیر الممالک صلابت جنگ نے آصف جاہ ثانی خطاب اور منصب ولی عہدی دیا تھا۔ یہ قلعۂ بیدر مین ابھی مقیم تھے کہ عالی گہر شاہ عالم ثانی نے باوجودیکہ اُس کا کوئی اقتدار نہ تھا ایک فرمان اپنی طرف سے صلابت جنگ کے صوبۂ دکن سے عزل اور آصف جاہ ثانی کے تقرر کی بابت بھیجا جس کا استقبال آصف جاہ ثانی نے کرکے اِس فرمان کے مطابق مسند ریاست کو بالاستقلال آرائش دی جیسا کہ غلام امام خان ترین نے میر عالم کی اتباع سے لکھا ہے مگر ایسے احسان فراموشی کے کام مین جس سے آصف جاہ ثانی کے اخلاق پر حرف

آتا تھا ایک غیر مختار بادشاہ کی فرمان پذیری نہ کرتے تو اُسکو دکن مین کیا قدرت حاصل تھی۔ اسکے بعد نواب نے رکن الدولہ لشکر خان کو جو اُس وقت مدار المہامی کا کام کر رہے تھے معزول کرکے وٹھل داس برہمن چھچھ ساکن سنگم گڑھ کو راجہ پرتاب ونت خطاب دیکر اپنی ریاست کا مختار کل مقرر کرکے تمام مہمات ملکی و مالی اُسکے ہاتھ مین دیدیے حدیقۃ العالم مین جہان اس کا ذکر آیا ہے وہان راجہ بہادر کے نام سے یاد کیا ہے۔

مادھو راؤ اور رگناتھ راؤ مین مخالفت۔ آصف جاہ ثانی اور رگناتھ راؤ مین موافقت کے بعد بگاڑ ہوجانا رگناتھ راؤ کا نواب کے علاقے مین دھوم مچانا

۶ جمادی الاخری سال گذشتہ کو جو رگناتھ راؤ اور مادھو راؤ اور آصف جاہ ثانی مین صلح ہوکر وہ دونون سردار پونا کو چلے گئے تھے وہان دونون مین اَن بَن ہوگئی مادھو راؤ کے اہلکارون نے چاہا کہ موقع پاکر رگناتھ راؤ کو قید کرلین لیکن رگناتھ راؤ کو اس بات کا پرچہ لگ گیا وہ ۳ صفر ۱۱۷۶ھ ہجری کو جریدہ کچھ سوارونکے ساتھ پونا سے نکلا اور ناسک کی طرف روانہ ہوا۔ محمد مراد خان اورنگ آبادی کہ آصف جاہ ثانی کا ایک سردار تھا اور مرہٹون کی استمالت کے لیے نواب کی طرف سے مامور تھا اورنگ آباد مین مقیم تھا اُسنے جب رگناتھ راؤ کے پونا سے نکلنے کی خبر سُنی تو ۱۴ صفر سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے چلکر تیزی کے ساتھ کوچ و مقام کرکے ناسک کے نواح مین رگناتھ راؤ سے جا ملا رگناتھ راؤ اس وقت نہایت بے سامانی کی حالت مین تھا مراد خان کے آنے کو اپنے حق مین مغتنم سمجھا اور نہایت اعزاز سے پیش آیا جب رگناتھ راؤ کے ساتھ مراد خان کے شامل ہونے کا حال مادھو راؤ کے اہلکارون نے سنا تو اُنکو یقین ہوگیا کہ آصف جاہ ثانی رگناتھ راؤ کی حمایت پر آمادہ ہین تو مادھو راؤ کے اکثر سردار رگناتھ راؤ سے آملے اس وجہ سے رگناتھ راؤ کے ساتھ ایک عمدہ جماعت ہوگئی اور وہ اورنگ آباد سے احمد نگر کی جانب چلا گیا مادھو راؤ بھی پونا سے فوج لیکر نکلا اور احمد نگر سے ۱۴ کوس پر ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ ہجری کو دونون مین جنگ ہوئی مادھو راؤ نے شکست پائی اور میدان جنگ سے الگ ہوگیا اور امان چاہی دوسرے روز اپنے چچا رگناتھ راؤ کے پاس خود چلا گیا۔ نواب آصف جاہ ثانی رگناتھ راؤ کی مدد کے لیے بیدر سے روانہ ہوکر کھنگاہ کے قریب تک پہونچ چکے تھے کہ دونون مین صلح ہوجانیکی خبر سنی۔ جبکہ آصف جاہ ثانی کا لشکر نندگانون مین پہونچا تو رگناتھ راؤ وہان نواب کے پاس آیا اور جمادی الاولی کے پہلے عشرے مین دونون کی ملاقات ہوئی نواب نے اُس کی ضیافت کی رگناتھ راؤ نے پچاس لاکھ روپے کا ملک اور دولت آباد کا قلعہ اس عنایت کے شکریے مین نواب کے حوالے کردیا اور سندین مرتب کرکے نواب کے سفیرون کے حوالے کردین جوکہ یہ کار عظیم

محمد مراد خان کی کوشش سے ہوا تھا راجہ پرتاپ ونت جل بھنا اور قبل اس سے کہ نواب کا قبضہ اس قلعے اور ملک مفوضہ پر ہو تا صلح کو درہم برہم کرا دیا اور آصف جاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ رگناتھ راؤ کو معطل کر کے جانوجی پر رگھوجی بھوسلہ کا سدا ر برار کو رگھناتھ راؤ کا قائم مقام کرا دیا جائے چنانچہ یہ لالچ اُسکو دیکر آصف جاہ کے پاس بلا لیا ناصر الملک جو آصف جاہ اول کے چھوٹے بیٹے تھے وہ اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر مرہٹون کے پاس چلے گئے تھے اُنکی وہان کچھ آؤبھگت نہ ہوئی اس لیے کبیدہ ہو کر ۱۴ شعبان سنہ مذکور کو اپنے بھائی آصف جاہ ثانی کے پاس چلے آئے۔ اس کے بعد نواب اپنی سپاہ کو مرتب کر کے رگناتھ راؤ کے سر پر جا پہونچے اُسنے اُنکا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر پا کر تیس ہزار سوارون کے ساتھ نواب کا ملک تاخت و تاراج کرنے کے لیے کوچ کیا اور اورنگ آباد کے پاس آکر شہر کی غربی جانب مقام کیا اور اہل شہر سے بہت سا روپیہ بطور تاوان کے مانگا وہان کا ناظم موتمن الملک تھا گو اُسکے پاس مقابلے کے قابل نہ سامان جنگ تھا اور نہ کافی سپاہ تھی تاہم اسنے قلعے کا پورا استحکام کر کے مورچے تیار کرا کے بہادر مردون کے سپرد کر دیے اور سکنائے شہر نے بھی مدد کی اور آصف جاہ ثانی کی طرف سے مدد پہونچنے تک دشمن کے ساتھ لطائف الحیل مین وقت گذارنے لگا۔ رگناتھ راؤ اس گڑ کو تاڑ گیا اور قلعہ گیری کی سیڑھیان تیار کرا کے ۲۰ شعبان سنہ مذکور کو سورج کے نکاس پر حملہ آور ہوا فوج کو چارون طرف سے چڑھنے کا حکم دیا اور خود شہر کی شمالی جانب کھڑا رہا اس کے سپاہی سیڑھیان دیوار کے تلے کھڑی کر کے ہاتھیونکو دیوار کے متصل لائے اور چند آدمی چڑھنے لگے قلعہ اور باغ کی دیوار کے تختون کو توڑ کر اندر داخل ہونا چاہا کہ ہمت خان برادر محمد مراد خان اور شہر کے تماشائیون نے گولیون اور تیرون اور جوتون کی اُنکے سرون پر اس قدر بارش کی کہ دشمن کے بہت سے آدمی دیوار کے تلے مر گئے یہ حال تو اُس طرف کے حصے کا ہوا جدھر رگناتھ راؤ کھڑا ہوا تھا شہر کے دوسری طرف کے حصے مین بھی شہریون نے حملہ آورونکی خوب مرمت کی کہ مرہٹے کثرت سے مقتول و مجروح ہوئے عین شدت جنگ مین ایک گولی رگناتھ راؤ کے فیلبان کے لگی رگناتھ راؤ حسرت واندوہ مین مبتلا ہوا اور یورش بند کر دی کہ اسی عرصے مین نواب آصف جاہ ثانی کے قریب پہونچ جانے کی خبر آئی رگناتھ راؤ یہان سے بگلانہ کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۶ شعبان سنہ مذکور کو نواب کی سپاہ اورنگ آباد مین داخل ہو گئی۔ دشمن کا ارادہ تھا کہ ملک برار مین پہونچکر بربادی پھیلائے نواب کڑے کڑے کوچ کر کے بالا پور کی طرف پہونچکر سد راہ ہوئے۔ مرہٹے ادھر سے توجہ کاٹ کر اورنگ آباد کے قریب سے گذرتے ہوئے حیدر آباد کی طرف چل گئے۔ نواب نے بھی ادھر عطف عنان کر کے دریائے گنگا تک تعاقب کیا۔ اب یہ مصلحت قرار پائی کہ مرہٹون کا تعاقب کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اُنکے ملک کو برباد کرنا چاہیئے چنانچہ نواب آصف جاہ ثانی اپنی فوج لے کر پونا کی طرف بڑھے اور احمد نگر کی پہاڑی سے گذر کر سپاہیونکے گروہون کو ہر طرف لوٹ مار کے لیے

مقرر کیا اور خود پونا کیطرف آئے شہر والے ریاست حیدرآباد کی فوج کی آمد کا حال سنکر اپنے اپنے گھرون کو چھوڑکر بھاگ نکلے نواب کی سپاہ پونا سے دو کوس کے فاصلے پر جاکر ٹھہری پھر پونا کو اتنا برباد کیا اور آتش فنی سے عمارات کو یہان تک جلایا کہ شہر ویران ہوگیا اور فوج نے اطراف پونا مین پھیلکر اُنکی تباہی مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔

سبحان اللہ بالاجی راؤ اور بھاؤ کے عہد مین کسی کی یہ قدرت نہ تھی کہ اُن کے کسی علاقے مین مخالفانہ طور پر قدم رکھ سکتا۔ مرہٹون کی قوت غایت عروج پر تھی اور انکی قلمرو کی وسعت یہان تک پہونچی تھی کہ شمال مین سرحد اُسکی کوہ ہمالیہ اور دریائے اٹک اور جنوب مین جزیرہ نمائے دکن کے عین سرے تک یعنی سمندر تک پھیلی ہوئی تھی اور حدود مذکورہ مین جو ملک اُنکی حکومت سے خارج تھے وہ اکثر اُنکے باجگذار تھے یا انکی دستبرد سے پامال تھے۔

ادھر رگناتھ راؤ حیدرآباد مین پہونچا اور غرۂ ذیقعدہ ۱۱۷۶ھ ہجری کو شہر پر یورش کی لیکن بہادر دل خان اورنگ آبادی ناظم حیدرآباد نے اپنی جمعیت اور گولے گولیون اور تیرون کی مار امار سے ہزارون مرہٹون کو خاک و خون مین لٹادیا رگناتھ راؤ بے نیل مرام لوٹ گیا نواب آصف جاہ نے پونا سے پورندھر ہوتے ہوے دریائے بھیما تک سارا علاقہ پامال کرڈالا۔

راجہ پرتاپ ونت کا مارا جانا رگناتھ راؤ کے ہاتھ سے نواب کی سپاہ کا نقصان عظیم اُٹھانا۔ میر موسیٰ خان کی مدارالمہامی

رگناتھ راؤ نے نظام علی خان کے ملازم جانوجی بھونسلہ کو تیس لاکھ روپے کی آمدنی کے علاقے کا لالچ دیکر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی بھونسلا بوجہ جنسیت اور لالچ کے اس سازش مین شریک ہوگیا۔ اسی عرصے مین برسات کا موسم آگیا آصف جاہ ثانی قیام کے ارادے سے محمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوے اثنائے راہ مین جب قلعہ دھارور پر آئے تو جانوجی بھونسلے نے جو ہمرکاب تھا راجہ پرتاپ ونت سے کہا کہ اس سال اگر نواب اورنگ آباد مین ٹھہرین تو بہتر ہوکہ وہان سے پونا بھی قریب ہے اور ناگپور بھی نزدیک ہے راجہ پرتاپ ونت اس فساد پیشہ کی ترغیب مین آگیا اور نواب اُس کے عرض کرنے سے لوٹ گئے جبکہ یہ تمام لشکر گنگا کے کنارے پہونچا تو اُس کو نہایت طغیانی پر پایا چندروز تک اس انتظار مین قیام کیا کہ ندی اُتر جاے اس فوج کے آدمیون کے دو حصے ہوگئے ایک حصہ تو نواب کے ہمراہ گنگا کو اتر گیا اور دوسرا حصہ دوسرے کنارے پر بدستور راجہ پرتاپ ونت کے ساتھ پڑا رہا اسوقت جانوجی کہ رگناتھ راؤ سے خفیہ سازش رکھتا تھا ہنگامۂ سپاہ کے بہانے سے تنخواہ کے واسطے راجہ سے جدا ہوکر تیس کوس کے فاصلے پر جا اُترا رگناتھ راؤ جو تاک مین بیٹھا ہوا تھا وہ راجہ پرتاپ ونت کے سر پر جا پہونچا اور قتل و غارت کا

ہاتھ دراز کیا راجہ بہادر نے اُس تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا مسلمانون نے یہان تک جلاوت کی کہ مرہٹوں کی فوج کو زیر و زبر کر کے رگناتھ راؤ کے آہنی ہودج تک پہونچ گئے اور ہاتھی کے رسے کاٹ کر اُس کا سر قلم کرنا چاہا جو لوگ ملے ہوے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ رگناتھ راؤ نہین ہے کوئی دوسرا برہمن ہے اور رگناتھ راؤ اُس دوسرے ہودج مین ہے سب مسلمان دوسرے ہودج کی طرف چلے رگناتھ راؤ موقع اور فرصت پاکر وہان سے نکل گیا اس حالت مین ایک گولی راجہ بہادر پرتاب ونت کے لگی اور وہ وہین ٹھنڈا ہوگیا کہتے ہین کہ مراد خان جو راجہ بہادر سے عناد دلی رکھتا تھا اُس نے عین ہنگامہ کارزار مین اپنے ایک قراول کو اشارہ کیا اُسکے اشارے سے قراول نے گولی ماردی راجہ بہادر کے مرتے ہی لشکر اسلام مین پریشانی پڑگئی اور فتح مبدل بہ شکست ہوگئی مرہٹے جو بھاگ نکلے تھے یہ واقعہ سُنکر لوٹ پڑے کر لشکر اسلام کو لوٹ لیا کچھ مسلمان مارے گئے اور کچھ مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے اور اکثر دریا مین کود کر جان بحق ہوے اور بہت سے قید بھی ہوگئے نواب نظام علی خان جو راجہ بہادر کے قتل سے پہلے گنگا کو عبور کر گئے تھے اورنگ آباد تک کہین نہ رکے میر موسی خان جو رزمگاہ سے صرف بدن کے کپڑے پہنے ہوے پیادہ پا بھاگے تھے نواب شیر جنگ حیدر یار خان بہادر کے پاس چلے گئے اُسنے اُنکے آنے کو غنیمت جانا کیونکہ خلیق آدمی اور نواب آصف جاہ ثانی کے مقرب تھے اور باہم مشورہ کر کے صلح کی تجویز کی اور صلح نامہ یہ قرار دیا کہ میر موسی خان خلعت مدار المہامی پائے اور شیر جنگ کا میر موسی خان کے ساتھ پختہ وعدہ ہوگیا کہ جب میر موسی خان یہان سے مخلصی پاکر نواب کے پاس جائین اور تمام کامون کا مرجع کل ہوجائین تو نواب سے کہکر شیر جنگ کو پونا سے بلاکر اُسکے مشورے کے موافق ریاست کا کام کرین پس شیر جنگ کے اشارے سے مراد خان آصف جاہ ثانی کے پاس آیا اور جو کچھ طے پایا تھا اسی کے مطابق صلح مقرر ہوگئی نواب نے اسی مین مصلحت سمجھی کہ صلح ہوجائے کیونکہ اُنکی سپاہ بہت تباہ حال ہوگئی تھی اور محمد مراد خان رگناتھ راؤ سے ملگیا تھا چنانچہ راجہ بہادر کے قتل سے بیس دن کے بعد میر موسی خان نواب کے پاس پہونچے اور خطاب رکن الدولہ بہادر احتشام جنگ پایا نواب نے مدار المہامی کا خلعت چارپارچے کا جس مین سرپیچ مرصع اور مالائے مروارید بھی تھے دیا۔ اس کے بعد شیر جنگ بوساطت رکن الدولہ کے مشورے کے مطابق نواب کے پاس آیا جو کہ یہ شخص امیر الممالک صلابت جنگ کے عہد مین صوبجاب دکن کی دیوانی کا کام کرتا تھا اس لیے ریاست کے تمام معاملات سے واقف تھا اور اکثر سرداران لشکر اور سپاہ سے اتفاق رکھتا تھا۔ دخیل کار ہوا بظاہر رکن الدولہ مدار المہام تھے لیکن درحقیقت ریاست شیر جنگ سے متعلق ہوگئی تھی شیر جنگ کا اصلی نام شمس الدین محمد حسین ابن محمد تقی ابن محمد باقر ابن شیخ محمد علی ابن شیخ اویس ہے جس کا سلسلۂ نسب اویس قرنی تک منتہی ہوتا ہے صلابت جنگ کے عہد سے شیر جنگ منصب ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا اور رجھالردار

پالکی اور خطاب منیر الدولہ منیر الملک پاچکا تھا۔ غلام سید خان کہ نہایت بد باطن تھا اور نواب سے سب کی در پردہ چغلیاں کھاتا رہتا تھا اُسے عوب روغن قاز ملکر معین الدولہ سہراب جنگ خطاب دلاکر صوبۂ برار کو بھیجدیا اور نواب کے پاس سے ہٹا دیا اور راجہ جگدیو جو پیش کار تھا اُسکی جگہ ڈھونڈو پنڈت المخاطب بہ راجۂ ریان کو رکن الدولہ کی پیش کاری ملی

نواب صاحب کا حیدر آباد کو دار الحکومتہ بنانا

راجہ پرتاب ونت کے دشمن کو سزا دینا

اسکے بعد نواب نظام علی شولا پور کی طرف گئے اور وہان کے زمینداروں سے پیش کشی لیکر غرہ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ ہجری کو حیدر آباد آئے جب نواب نے اُس شہر کو اپنا دار الحکومتہ قرار دیا تو ممالک ماتحت مین ارکان ریاست۔ حکام شرع۔ قاضی۔ مفتی۔ صدر الصدور۔ ناظم۔ خطیب منصف۔ کوتوال۔ مشرف۔ امین۔ اہل دفتر۔ منشی اور عرض بیگی مقرر کیے اور شاہ عالم کا خطبہ و سکہ اپنی قلمرو مین جاری کیا اور بادشاہ کی اطاعت و انقیاد کرتے رہے اور اپنا لقب بندگان عالی مقرر کیا۔

۲۷ محرم ۱۱۷۸ھ ہجری کو نواب نے مراد خان اور اُسکے خالہ زاد بھائی ہمت خان کو راجہ پرتاب ونت کے قصاص مین جسکے مارے جانے سے لشکر اسلام کو بہت بڑی ہزیمت پہونچی تھی قلعہ گولکنڈہ مین قید کردیا جہان دونون بھائی مرگئے۔ مراد خان پہلے بارگیرون مین نوکر تھا پھر چند سوارون کا جمعدار رہا پھر راجہ بہادر کی مدار المہامی کے عہد مین امارت کے مرتبے کو پہونچ گیا۔

نواب کا اپنے بھائی بسالت جنگ کی مخالفت کی تلافی کرنا

جب سے نواب نے اپنے بڑے بھائی صلابت جنگ کو قید کر دیا تھا اُن کے چھوٹے بھائی بسالت جنگ اُن سے خائف رہتے تھے اور اُنکے پاس نہین آتے تھے کیونکہ افاغنہ کرنول اور دوسرے مفسدون نے اُن کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ صلابت جنگ کے محافظون نے نواب نظام علی خان کے اشارے سے اُنھین مار ڈالا ہے کیونکہ نواب موصوف کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ مبادا رگنا تھ راؤ صلابت جنگ کو چھڑا کر ملک مین فساد پیدا کر دے بسالت جنگ نے ان وجوہات سے نواب کی اطاعت سے انحراف کیا نواب اُن کی تنبیہ مناسب کے لیے سپاہ فراہم کر کے روانہ ہوئے

جب تنگبھدرا کے پاس پہونچے تو شجاع الملک بسالت جنگ نے اپنے مین مقابلے کی طاقت نہ پاکر کرنول مین پٹھانون کے پاس جاکر پناہ لی۔ نواب نے محاصرہ کرکے مربیانہ نصائح کین اور امن دہی بیان تک کہ وہ راہ راست پر آ گئے اور عہد وپیمان درمیان مین لاکر مع منور خان پنی حاکم قلعہ کے نواب کے پاس آ گئے نواب نے اپنے اقرار کے بموجب تعلقہ امتیاز گڑھ کی صوبہ داری بدستور اُنپر بحال رکھکر ارکاٹ کی طرف بھیجدیا جب نواب لشکر لیے ہوے نواح ترپتی مین پہونچے تو اُد مغرکے زمیندار سلام کو حاضر ہوے اور زرپیشکش نذر کیا۔

نواب کرناٹک سے خراج کا معاملہ اور جاگیردارون سے یکسالہ رقم زائد وصول ہونا

جب نواب نظام علی خان نے زمینداران ترپتی سے زرپیشکش لے کر ۱۱۸۰ ہجری مین محمد علی خان والاجاہ ناظم ارکاٹ سے خراج وصول کرنے کے لیے چڑھائی کی تو وہ اُنکی سپاہ کی آمد کے خوف سے چینا پٹن کو انگریزون کے پاس چلا گیا نواب نے منیر الملک حیدر یار خان بہادر شیر جنگ کو اُس کی استمالت کے لیے چینا پٹن کو بھیجا جس نے اُسے سمجھا کر نواب کی موافقت پر آمادہ کیا اُسنے بہت سے تحفے اور ہدیے اور پیشکش آصف جاہ ثانی کے پاس بھیجکر گذشتہ کوتاہیون کا عذر چاہا نواب اُس کے پیشکش مرسلہ کو قبول کرکے لوٹ آئے کیونکہ اُنکو اس وقت یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ انگریز اُنسے لڑنے کو آتے ہین نواب نے اس وقت انگریزون کو ایک خط شفقت [illegible] اور ایک ہاتھی تحفۃً بھیجا ان دونون باتون نے انگریزون کا دل لبھالیا اور اُنھون نے [illegible] خان کی امداد کا زیادہ ارادہ کیا۔ نواب نظام علی خان نے اس شخص کو شمالی سرکارین [illegible] مگر وہان بدنظمی اور ابتری ایسی تھی کہ حسین علی خان کی کچھ نہ چلتی تھی اُس سے انگریزون نے فرانسیسون کا حملہ روکنے کے لیے اقرار کیا تھا کچھ سپاہی بھیجے تھے اور کچھ بھیجنے کو تھے جب نواب نظام علی خان نے والاجاہ سے پیشکش وصول کرنے کے لیے چڑھائی کی تھی تو انگریز ناراض ہوکر حسین علی خان کی امداد سے رُک گئے تھے اب پھر اُنھون نے اُس کی امداد کا ارادہ کیا نواب نظام علی خان والاجاہ سے معاملہ ہوجانے کے بعد ایک غیر متعارف راستے سے واپس ہوے جو قریب تھا بعض منزلون پر پانی کی اس قدر قلت تھی کہ بہت سے آدمی العطش العطش کہتے راہی عدم ہوے۔ راج بندری کی حد مین پہونچے تو یہان مقام کیا کیونکہ قطب الدولہ [illegible]

لہ مساکن فلسفی مین کرناٹک کا دوسرا نام کھڑک لکھا ہے اور احکام عالمگیری مین کرناٹک دار الظفر کہا ہے

حاکم سیکاکول درراج بندری کے اُنکے پاس آنے کی خبر تھی چنانچہ وہ میر موسے خان رکن الدولہ کے ذریعے سے سلام کو حاضر ہوا بجواڑے کے علاقے مین پہونچکر خلعت بحالی تعلقہ کا اُس کو مرحمت کرکے رخصت کردیا بعد اس کے نواب نظام علی خان متواتر کوچ کرکے حیدرآباد مین آئے ان روزون مین رکن الدولہ نے محکم سنگھ برہمن کے کہنے سے جو پیش کار تھا اور نہایت سنگ دل اور صاحب اختیار تھا جاگیرداروں اور انعامداروں پر یکسالہ رقم بطور ... ڈال کر اور سزا ... شدید مقرر کرکے وصول کی۔ اسی سال برار کے صوبہ دار غلام رسول خان کو معزول کرکے اُس کی جگہ اسماعیل خان پنی کو مقرر کیا۔ اور اورنگ آباد کی صوبہ داری سے درگاہ قلی خان بہادر سالارجنگ کو معزول کرکے سلام ... خان کو منسوب کیا۔

بھوسلہ کے مقابلے مین پیشوا کو مدد دینا پیشکار کے قاتل کا حضرت گیسو دراز کی زیارت مین پناہ لیکر قصاص سے بچ جانا

برسات کے بعد سونڈ ونپڈت مادھوراو کا مرسل نواب کے پاس آیا اور بھوسلہ پر چڑھائی مین اُنسے استعانت چاہی چنانچہ رکن الدولہ کے ذریعے سے نواب کے سامنے یہ خواہش پیش کی نواب اُسکی درخواست کے موافق برار کی طرف روانہ ہوئے بھوسلہ نے تاب مقاومت اپنے مین نہ پاکر صلح کی درخواست کی انعقاد مصالحت کے بعد رگنا تھ راؤ ہندوستان کو چلا گیا جب نواب کاٹی پورنا کے کنارے آئے تو مادھوراو نے رکن الدولہ کے استصواب سے نواب سے ملاقات کی اور باہم رشتۂ اتحاد و اخلاص قائم کرکے خلعت وجواہر لے کر اپنے لشکر مین چلا گیا نواب نے چند روز یہان مقام کرکے مادھوراؤ کی ضیافتین تکلف سے کین اور اُس سے د... تی بنا کر رخصت کردیا وہان سے شولاپور کو گئے اور زمینداران سرکش سے زر خراج لے کر گل برگہ کو آئے وہان حضرت گیسو دراز کے مزار کی زیارت اور صاحب سجادہ نشین سے ملاقات کرکے خیمۂ خاص مین آگئے اس زمانے مین مدار المہام کا پیش کار محکم سنگھ کہ نہایت ظالم تھا اور صاحب سجادہ کے ایک مرید کا ہاتھ بے تقصیر کٹوالیا تھا عزیز خان افغان کے ہاتھ سے مارا گیا اور قاتل حضرت گیسو دراز کی زیارت مین پناہ لے کر بچ گیا کہتے ہین کہ یہ کام رکن الدولہ کے اشارے سے ہوا اُس کی جگہ اُس کا بھائی مرار داس مقرر ہوا اس کو خطاب راجہ جگدیو ملا وہان سے نواب برسات بسر کرنے کے واسطے حیدرآباد مین چلے آئے۔

حیدر علی خان کی ریاست کی ابتدا اور اسکی حقیقت۔

حیدر علی خان جس کا عرف حیدر نایک ہے اُسکی نسبت حدیقۃ الاقالیم مین ہے کہ مردے بست اُمی بظاہر مسلمان و بباطن شیطان۔ خدا جانے ایسا کن واقعات کی بنیاد پر لکھا ہے حکمرانی مین بہت سے فند و فریب کرنے پڑتے ہین جب حکومت جمتی ہے۔

اس کا مختصر حال یہ ہے کہ یہ فتح خان کا بیٹا تھا۔ دائرۃ المعارف کی ساتوین جلد کے صفحہ ۷۷۲ مین ہے کہ وہ عربی الاصل تھا۔ ۱۷۴۹ء مین جب میسور کے راجہ کا دیوان نندی راج ایک مہم کے فتح کرنے کو گیا تو حیدر علی بھی راجہ کی سپاہ مین اپنی خوشی سے والنٹیر یعنی بغیر تنخواہ کا سپاہی بنا ہیاں اُس نے وہ فرزانگی اور شکوہ مردانگی دکھائی کہ نندی راج تعجب مین رہ گیا اور فوراً اُس کو پچاس سوارون اور دو سو پیادون کا افسر بنا دیا اور ایک دروازے کی حفاظت بھی اُسکے حوالے کی اس وقت سے اس عالی ہمت کا فروغ ہوا اور دکن کے ہزارون چور اور رہزن حیدر علی کے وفادار بنے اس چیز سے اُس نے ان اپنے یارون کے لیے اور اپنے لیے لوٹ کے مال کے وہ قانون اور ضابطے مقرر کیے کہ غارتگری کے لیے بھی ایک اچھا خاصہ ضابطہ دیوانی بن گیا کسی کی مجال اور قدرت اور طاقت نہ تھی کہ لوٹ کے مال مین سے ایک تنکا اڑا لے جائے جو کچھ آتا خواہ اونٹ بھیڑ بکری ہون یا عورتوں اور بچون کے پہرے کے تھے اور زیور ہون اُن مین سے آدھا ان سپاہیون کو علاوہ تنخواہ کے دیا جاتا اور آدھا خود بدولت کی دولت بڑھاتا۔

جس وقت ناصر جنگ کے قتل ہونے سے اُس کا لشکر درہم برہم ہوا تو حضرت کی قرارگاہ تک لوٹ کی رسد بندھ گئی تھی اور سپاہیون کا ہجوم ہوگیا۔ ترچناپلی کے جنوب مین ڈنڈاگل نام ایک قلعہ تھا اُس کی حفاظت کرنی بھی ایک مشکل کام تھا وہان نندی راج نے اُس کو حاکم مقرر کیا۔ گو پڑھنا لکھنا اُس کو نہ آتا تھا مگر حافظہ وہ بلا کا تھا کہ قلم و دوات سے کاغذ کالا کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی اُسنے اپنی ریاست کی ساری منزلین شیواجی کی چالون سے طے کین اور اپنی سپاہ بڑھاتا گیا اور خزانہ لوٹ مار کی دولت سے بھرتا گیا اور ہمسایون کو محکوم بناتا گیا جب وہ نندی راج کی ہمراہی سے ترچناپلی آیا تو اُس کے ساتھ ڈھائی ہزار سوار اور سات ہزار پیادے تھے ان مین سے پانچہزار کو قواعد بھی آتی تھی اور اُس نے فرانسیسی کاریگر ملا کر اپنا اسلحہ خانہ بھی خوب تیار کرا لیا تھا تو نتیجہ اُس کا مرتب اور آراستہ تھا ۱۷۵۵ء مین بالاجی راؤ سری رنگ پٹن کی طرف جھکا اُس کے ساتھ فرنگستانی انجنیر تھے اُنکی مدد سے دارالریاست کا محاصرہ کرلیا چک کرشنا راجہ اور نندی راج ایسے مجبور ہوئے کہ انھون نے ۳۲ لاکھ روپیہ دے کر صلح کرنی چاہی جب یہ روپیہ خزانہ اور جواہرات سے نہ ادا ہوسکا تو اُسکے عوض

ملک دیا زمین نکل جانے سے خزانے مین چوہے دوڑنے لگے ادھر سپاہ نے راجہ کے گھر پر دھرنا دیا حیدر علی اُس نازک وقت مین سری رنگ پٹن مین آیا اور اُسنے سپاہ کی تنخواہ چکا دی اور اپنے واسطے نئی جاگیرین مقرر کرائین پھر اُس نے نندی راج کو یہ صلاح دی کہ جتنے مرہٹے امیر اس ریاست مین ہین اور پیشواسے تعلق رکھتے ہین اُن سب کو نکالدینا چاہیے یہ سُنکر پھر پیشوا سر پر چڑھ آیا حیدر علی اسکے مقابلے کے لیے تجویز ہوا اُس نے پیشوا کی ناک مین ایسے تیر لیے کہ اُس نے مجبور ہوکر یہ کہا کہ ہمارا روپیہ دیدیا جاے ملک نے لیا جاے ہم اُس سے درگذرے حیدر علی نے اپنی ضمانت سے روپیہ مہاجنون سے قرض لے کر بالاجی کو دے کر ٹالا اور ملک خود لے لیا پھر سپاہ نے تنخواہ کے لیے بغاوت کی راجہ اور منتری دونون کو محل مین گھیر لیا۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ طرح طرح کے داؤن فریبون سے سنہ ۱۷۶۱ع (مطابق سنہ ۱۱۰۳ ہجری) مین راجہ کی تین لاکھ روپے سالانہ کی پنشن کرکے گوشے مین بٹھایا اور نندی راج کا بھی ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کردیا اور خود والی ملک میسور ہوگیا مساکن فلسفی مین لکھا ہے کہ حیدر علی نے سرنگ پٹن کو جو میسور سے پانچ کوس شمال مین ہے دارالحکومت بنایا۔

مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ حیدر علی خان نے میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے بھائی میر محمد شریف خان بسالت جنگ کی کچھ خدمت کرکے لقب **حیدر علی خان بہادر نواب سری رنگ پٹن** حاصل کرلیا۔ اور حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ حیدر علی نے نظام الدولہ آصف جاہ دوم کے پاس روپیہ بطور پیش کش کے بھیجکر سند زمینداری سری رنگ پٹن کی اور منصب ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا اور خطاب **حیدر علی خان بہادر** حاصل کیا۔

لیکن حملات حیدری مین بیان کیا ہے کہ بسالت جنگ حاکم گتی افغانان کڑپا کو ہمراہ لے کر بھاری لشکر سے پونا کے ماتحت ہسکوٹہ کی تسخیر کو روانہ ہوا وہان کے قلعدار مکند سرہٹہ نے اُس کا ایسا مقابلہ کیا کہ بسالت جنگ بھاگنے کے قریب ہوگیا تھا کہ اُس نے بعض مشیرونکی صلاح سے حیدر علی خان سے مدد مانگی آخر کو حیدر علی خان کی کوشش سے وہ قلعہ فتح ہوگیا۔ فتح کے بعد حیدر علی خان بسالت جنگ کو تاجر کے لقب سے یاد کرتا تھا کیونکہ اُس نے اسباب اور آلات جنگ کو حیدر علی خانکے ہاتھ زر نقد کو فروخت کرڈالا تھا۔ بسالت جنگ نے اس فتح سے قبل حیدر علی خان کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ تمام عمر اُس کی دوستی سے سرمو تجاوز نہ کرے گا اور وہ اپنی عرضی کے ذریعے سے بادشاہ دہلی اور حیدر علی خان سے بناے دوستی قائم کردے گا چنانچہ چند روز کے بعد محمد شاہ بادشاہ دہلی کا سفیر مع اتحادنامہ آیا اور سپر اور شمشیر مرصع کار اور پالکی جھالردار اور چتر جواہر نگار اور ماہی مراتب اور نقارہ و نشان اور انواع و اقسام کے ہدیے اور نادر چیزین لایا اس حکایت کو محمد شاہ کے نام نے بالکل بے اصل کردیا ہے کیونکہ وہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق سنہ ۱۷۴۸ع مین مرچکے تھے۔

نواب کرناٹک کی حکومت

شاہ عالم بادشاہ ہند نے ۲۶ - اگست ۱۷۶۵ء (۱۱۷۹ھ ہجری) کو حکومت ملک کرناٹک کے پائن گھاٹ کی جو سرحد ملک ملتا دسے سرحد خیر ملک ملدور اٹک ملتا ہے نسلاً بعد نسلٍ کے لیے نواب سراج الدولہ انورالدین خان بہادر ظفر جنگ پسر انورالدین خان بہادر شہامت جنگ کو دیدی تھی اس لیے نواب نظام علی خان نے بھی ان اضلاع کی حکومت ہمیشہ کے لیے سراج الدولہ اور اُسکے ورثا کو دیدی اور اپنی ماتحتی اُن سے دوام کے واسطے اُٹھا کر کل مطالبہ گذشتہ وحال بذریعہ سند مہری و دستخطی اپنے مرقومہ ۱۲ نومبر ۱۷۶۶ء (۱۱۸۰ھ ہجری) کے بری کیا اور سراج الدولہ نے اُس کے عوض پانچ لاکھ روپے نظام علی خان کو انگریزی کمپنی کے افسراعلےٰ کی معرفت پیش کیے اور نظام نے اسکو منظور کرکے اقرار کیا کہ ہمیشہ کے واسطے سراج الدولہ اور اُس کے وارث لوگ کرناٹک پائن گھاٹ کی حکومت بطور آل تمغا اپنے قبض و تصرف مین رکھین اور تاریخ ۱۱ جمادی الاخرے ۱۱۸۰ھ ہجری مطابق ۱۷۶۶ء کو ایک عہدنامہ درمیان سرکار انگریزی اور نواب کرناٹک ایک فریق اور نواب نظام علی خان فریق ثانی کے منعقد ہوا جسکی روسے نواب نظام علی نے تمام سندین جو صوبہ داران دکن نے حیدرعلی کو دی تھین مسترد اور منسوخ کین۔

نواب نظام کا شمالی سرکارین انگریزون کو دیدینا اور انگریزی دستے کا نواب کی مدد کے لیے مقرر ہونا جسکی تنخواہ ان سرکارونکے خراج مین سے مجرا ہونا

نواب صلابت جنگ نے سیکاکول وغیرہ کی سرکارین فرانس کی کمپنی کو دیدی تھین لیکن اسکی منظوری شاہ عالم بادشاہ ہند سے نہین لی تھی۔ انگریزی کمپنی کے گورنر کلایو نے ۱۲ - اگست ۱۷۶۵ء (۱۱۷۹ھ ہجری) کو شاہ عالم سے جہان اور معاملات طے کیے تھے اُن مین مدراس گورنمنٹ کی درخواست کے موافق یہ فرمان بھی بادشاہ سے لکھا لیا تھا کہ شمالی سرکارین نواب دکن کی حکومت سے علیحدہ ہوکر انگریزون کو عطا ہوجائین حالانکہ دو سال پہلے معاہدۂ پیرس مین انگریز خود تسلیم کرچکے تھے کہ یہ علاقہ نظام کی ملک ہے۔ جب گورنمنٹ مدراس نے جرنیل کلائیڈ کو سرکارون پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا تو نواب نظام کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا اور اُنکو افسوس ہوا کہ میرے ملک کا نہایت عمدہ حصہ جدا ہوتا ہے اس لیے اُنھون نے کرناٹک پر جو انگریزونکی سرپرستی مین تھا حملہ کرنے کی تیاریان کین جہان انگریزون کے اشارے اور مدد سے نواب محمد علی خان

ابن انور الدین خان خود مختار ہو گیا تھا۔ انگریزون نے پہلے تو کرنیل کیمبل کی زیر قیادت مزاحمت کی مگر بعد مین یہ سوچ کر پریسیڈنٹ مدراس ڈرا کہ نظام سے مبادا لڑائی نہ ٹھن جائے یہان پہلے ہی سے بُزدلی نے پریسیڈنٹ کو کمزور اور بزدل بنا رکھا تھا اس لیے جرنیل کلائیڈ کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً حیدرآباد جائے اور نظام سے صلح کے عہد و پیمان کرے اس صلح کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عہدنامہ سرکار کمپنی اور نواب نظام علی خان مین ۹ جمادی الاخری ۱۱۸۰ھ ہجری مطابق ۱۲ ماہ نومبر ۱۷۶۶ء کو اس مضمون کا لکھا گیا کہ نواب نے جو پانچ سرکار۔ ایلور۔ سیکاکول۔ راج بندری مرتضےٰ نگر۔ اور مصطفےٰ نگر باستثناے جاگیر ملحقہ مصطفےٰ نگر معروف بہ کنداپلی اور معمولی دہات کان الماس کی سند کمپنی کو عطا کی اُس کے عوض انگریز نظام کو پانچ لاکھ روپیہ تین سرکارون راج بندری۔ ایلور اور مصطفےٰ نگر کا تین قسطون مین ادا کرین اور باقی دو سرکارین سیکاکول اور مرتضےٰ نگر جب انگریزونکے قبضے مین دی جائین تو ان مین سے ہر ایک کے لیے دو لاکھ روپیہ ادا کرین مرتضےٰ نگر جسکو گنٹور بھی کہتے ہین نظام نے اپنے بھائی بسالت جنگ کی جاگیر مین دیدی تھی اس سرکار کی نسبت یہ بات ٹھہری کہ جب تک بسالت جنگ زندہ رہین یا وہ نظام کے ساتھ وفادار رہین اور کوئی فساد کرناٹک مین برپا نہ کرین اور حیدر علی خان نایک سے خط وکتابت چھوڑ دین تو وہ قابض رہین اور اُن کی وفات کے بعد انگریزون کو دی جائے۔ اگر خود بسالت جنگ یا اُن کے کسی ملازم سے فتور واقع ہو گا جس سے سرکاران مقبوضہ کمپنی مین تخلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو گا تو وہ فوراً بسالت جنگ کی سرکار پر قبضہ کر لے۔ اور انگریزی دستے کے رہنے کے واسطے جو نظام کی مدد کے لیے مقرر کیا جانا تجویز ہوا تھا قلعہ کنداپلی مین نظام نے اجازت دیدی اور یہ اقرار ہوا کہ جب نظام موسم سرما مین اپنے سردارون اور سپاہ کو اپنے اپنے وطنون کو جانے کی اجازت دین گے تو کمپنی کی سپاہ کو بھی اپنے وطن جانیکی اجازت دی جائے گی اس دستہ فوج کی تنخواہ کی یہ صورت قرار پائی کہ سرکارون کا جو خراج کمپنی کے ذمے قرار پایا تھا اُس مین سے اُس کی تنخواہ مجرا ہو کر بقایا رقم کمپنی نظام کے خزانے مین جمع کرائے یہ فوجی خدمات کا پہلا واقعہ تھا بعد مین اُس نے جو جو شکلین نظام کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے اختیار کی ہین اُنکا ذکر آگے آتا ہے انگریزون نے نظام کو پانچ لاکھ روپیہ نذرانے مین دیا اور یہ اقرار کیا کہ وہ اپنی سپاہ سے مہمات مناسب مین نظام کی مدد کرین گے۔ اور تخلل نظام کے ملک مین واقع ہو گا تو انگریز اپنی فوج کے دستے سے مدد دینگے اور نظام نے وعدہ کیا کہ وہ بھی مدد انگریزون کی اپنی فوج سے کرین گے مگر اس پیش کش کے روپے کا نواب کرناٹک نے انتظام کیا تھا۔

اس عہدنامے کی وجہ سے دانشمند مورخ بہت نفرین پریسیڈنٹ پر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اگرچہ

اُس وقت گورنمنٹ مدراس کا زور زر کے نہ ہونے نے گھٹا رکھا تھا مگر نظام کی قوت و قدرت کا تخمینہ پریسیڈنٹ نے غلط کیا اُن کی ساری سپاہ کو پوری تنخواہ نہیں ملتی تھی اور وہ بگڑنے کو بیٹھی تھی اس بد ... کے ملنے سے نظام نے انکو کچھ دنون کے لیے خاموش کر دیا مگر سب سے زیادہ شرط حماقت آمیز یہ تھی کہ نظام کے ساتھ وعدہ خدمت کا کیا گیا اس کے سبب سے دکن کے فساد میں سرکار کمپنی پھنس گئی اور اُس کو سر دست لڑائی میں نظام کے ساتھ شریک ہونا پڑا۔

حیدر علی خان پر نظام اور مرہٹون اور انگریزون کا حملہ مرہٹون کا حیدر علی خان سے موافقت کر لینا۔ نظام کا بھی اس سے مل جانا

انگریزی مورخ تو یہ کہتے ہین کہ اس جنگ مین نظام نے انگریزون کو ابھایا تھا اور نظام کی ریاست کے مورخون کا بیان ہے کہ انگریزون نے اپنی مدد کے لیے نظام کو بلا کر حیدر علی خان پر حملہ کیا تھا چنانچہ **پہلے گروہ کا قول** ہے کہ جب حیدر علی خان نے ملک ملیبار کو فتح کیا اور ساحل پر قدم بڑھا کر کالی کٹ مین جا پہونچا تو نظام اور مرہٹون نے آپس مین سازش کر کے مخالفت کی اس وجہ سے اُسکو سری رنگ پٹن مین آنا پڑا انگریزون کو موافق عہدنامے کے نظام کا ساتھ دینا پڑا اور ایک دستہ دو پلٹنون کا اور کچھ ترک سوار جن کا افسر کرنیل اسمتھ تھا نظام کے لشکر سے جا ملا نظام کے ساتھ اُن کا بھائی بسالت جنگ بھی تھا۔ یہ لشکر میسور کی شمال کی جانب مین چلے مرہٹون کے ساتھ بقول مؤلف حملات حیدری ڈیڑھ لاکھ سوار تھے حیدر علی خان کا بھتیجا مرزا علی خان سرا کی حکومت پر حیدر علی خان کی طرف سے مامور تھا وہ مرہٹون سے ملگیا اور یہ اقرار اُس نے حاصل کیا کہ جب مرہٹے حیدر علی خان پر فتح پالین تو وہ اُسکی حکومت اُسپر بحال رکھین گے اور ایک طرف سے مرہٹون کی جماعت حیدر علی خان کے ملک پر تاخت کرے اور دوسری طرف سے نواب نظام علی خان اور انگریز چڑھائی کرین۔ جب یہ خبر حیدر علی خان کو پہونچی کہ اُس کے بھتیجے کی نمک حرامی و نافہمی سے تمام ملک دشمنون کے ہاتھ سے برباد ہوا چاہتا ہے تو اُس نے خود سری رنگ پٹن مین متحصن ہو کر اپنی سب فوج کو چھوٹے چھوٹے حصون مین منقسم کر کے دار الملک کے چارون طرف متعین کیا افسرون کو حکم دیا کہ شہر و قصبات و دہات و قلعجات کے رہنے والون کو بزور اس امر پر لا دین کہ وہ اپنے مکان اور مسکنون کو چھوڑ کر سب اشیاے منقولہ لے کر سری رنگ پٹن مین آ رہین اور سواے بڑے درختون کے سب کھیتون اور جنگلون کی گھانس کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دین چنانچہ تھوڑے ہی دنون مین سری رنگ پٹن کے گرد ملک تیس تیس میل تک تباہ

و ویران ہوگیا۔ کارنامۂ حیدری مین جس کا تاریخی لقب تواریخ گزیدہ ہے ملا عبدالرحیم نے لکھا ہے کہ کرنیل اسمتھ اور رکن الدولہ نے جب سنا کہ مرزا علی خان مرہٹون سے مل گیا ہے فوراً نظام علی خانکو اس امر سے اطلاع دی چونکہ نظام علی بسبب اپنے اسراف کے ہمیشہ زر کے محتاج رہتے تھے کرنیل مذکور نے اُن کو یون سمجھایا کہ جلد سری رنگ پٹن پر حملہ کرین ایسا نہ ہو کہ مرہٹے اس امر مین پیشدستی کر کے وہان کے سب خزانون پر متصرف و قابض ہو جائین چنانچہ ادھر سے نظام علی خان اور ادھر سے مرہٹے جو قلعہ مارٹ سرا و گھیری کے محاصرے مین مصروف تھے بڑھے اور دونون لشکر ایک ہی وقت مین بینا پٹن کی حدود مین جو سری رنگ پٹن سے سات کوس کے فاصلے پر ہے باہم پہونچے اور ویرانی و خرابی دیار و جوار سری رنگ پٹن سے اُنکے حوصلے پست ہوگئے اور جو لوگ اُنکے لشکر سے رسد لانے کے لیے نکلتے وہ حیدر علی خان کے سوارون کے ہاتھ سے مارے جانے اور گرفتار ہونے لگے حاصل ہین نہایت مایوس ہوگئے۔ دو دن تک مرہٹون اور نظام علی خان کے لشکری جوق جوق سری رنگ پٹن کے آس پاس پھرے اور حیدر علی خان کی طرف سے ایک گولی نہ چلی تیسرے روز پہر دن چڑھے یکبارگی میدان قلعہ مین نواب نظام علی خان اور مرہٹون کے سوار اور امیر و سردار جو ہاتھیون پر چڑھے ہوے تھے جا پہونچے اور سوارون کے پیچھے نوے ہزار پیادے مع پچاس توپون کے آئے اُس وقت ایک عظیم شکوہ اور طرفہ انبوہ نمایان ہوا سوار و پیادے دو لاکھ سے زیادہ اور عماری دار ہاتھی دو سو سے متجاوز تھے اس وقت کرنیل اسمتھ اپنے رسالۂ ترک سواران کے ساتھ حیدر علی خان کی سپاہ کا حال دریافت کرنے کو آگے بڑھا جب یہ رسالہ چلتے چلتے اُس مقام پر پہونچا جہان سے آگے جانا ممکن نہ تھا ایک اشارہ اُس قلعے سے جس مین حیدر علی خان بیٹھا ہوا تھا کیا گیا اور یکبارگی تمام قلعون سے اس طرح آتش باری شروع ہوئی کہ آناً فاناً مین ہزارون آدمی مارے گئے اور کشتون کے پشتے لگ گئے تب نظام علی خان اور اُنکی فوج کے آدمیون پر ہیبت و دہشت مستولی ہوئی اور کرنیل پر ثابت ہوگیا کہ حملہ کرنا امکان سے باہر ہے۔ اس درمیان مین مرہٹے اور نظام علی خان کے سوار جو اُس نواح مین آذوقے کی تلاش کو جاتے اکثر حیدر علی خان کے سوارون سے خاصکر اُن سوارون سے جو مخدوم علی خان کے تابع تھے دوچار ہو جاتے اور ناکام منہزم پھر آتے۔ چنانچہ نواب کے اور مرہٹون کے لشکر مین آذوقہ اور علوفہ نایاب ہوگیا اور رسد لانے والے جانور ہاتھی۔ گھوڑے اور بیل اور وہ آدمی جو اُنکے ساتھ ہوتے ہر روز گرفتار ہوتے آخرکار یہ نوبت پہونچی کہ کسی جگہ غلہ ہاتھ نہ آیا۔

مرہٹون اور حیدر علی خان مین مخفی پیام و سلام بھی ہونے لگے مرہٹون نے حیدر علی خان سے ۳۲ لاکھ روپیہ اس شرط پر لے لیا کہ ہم ابھی تمہارے ملک سے چلے جاوین گے اور انگریز دن

اور نظام سے جو عہد کیا ہے اُسے توڑ ڈالین گے چنانچہ مرہٹے آذوقے اور علوفے کی تحصیل کے بہانے سے سیناپٹن سے خیمے اکھیڑ کر دریاے کاویری کے کنارے سری رنگ پٹن سے پانچ میل کے فاصلے پر چلے گئے اور بعد تبدیل مقام کے دوسرے ہی روز حیدر علی خان سے صلح مکمل ہوگئی اور تیسرے روز وہ صوبہ سرا کو کارپردازان حیدر علی خان کے حوالے کرکے پونا کو روانہ ہوگئے۔ مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ نظام سے جب پیشوا کو لارین ملا اور اُنھون نے لوٹ کا اپنا حصہ مانگا تو وہ انکار کرتا ہوا اپنی دارالریاست کو چلا گیا اور نظام اور انگریزون کو تنہا چھوڑ گیا کہ وہ حیدر علی خان سے جس طرح چاہین نبٹ لین پیشوا کی روانگی سے نظام علی خان کی سپاہ گرداب اضطراب مین پڑی اور خود نواب نظام علی خان سب سے زیادہ مشوش و پریشان خاطر ہوے حیدر علی خان نظام علی خان کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا اُنکی وحشت زیادہ کرنے کے لیے اپنی فوجون کو حصار سے باہر نکال کر میدان مین سیناپٹن کی راہ پر صف آراستادہ کراے نظام علی خان نے اس حرکت سے جیسا کہ حیدر علی خان کا خیال تھا نہایت خائف و ہراسان ہوکر صلاح و مشورے بسالت جنگ و محفوظ خان وغیرہ سے کیے یہ لوگ حیدر علی خان سے درپردہ ملے ہوے تھے اُنکے مشورون کو سمع قبول سے سنا جب میرستے خان رکن الدولہ مدارالمہام نواب نظام علی خان نے معاملہ دگرگون دیکھا اور راہ شجاعت کی نواب کے دل پر مسدود پائی تو بموجب اقتضاے حال اس بات مین پیشدستی کرکے صلح کی مصلحتین بیان کرکے اُن سے عرض کیا کہ حیدر علی خان سے صلح کرلینی چاہیے اور وہ خود اس صلح کی تکمیل کے انجام دینے کے درپے ہوے اور اس عذر لنگ سے انگریزی فوج کو مدراس کی طرف روانہ کیا کہ وہ حیدر علی خان کے قلعے جو اُس طرف ہین فتح کرنے کی کوشش کرے۔ کرنیل اسمتھ قرائن حال و مقال سے اس بات کو سمجھ گیا اور اُس نے انگریزی ملک کی طرف روانہ ہونے کو غنیمت سمجھا تاکہ نظام علی خان کے منافقانہ سلوک سے محفوظ رہے اس واسطے کہ اگر وہ وہان رہتا تو احتمال تھا کہ نظام علی خان اُس کو حیدر علی خان کے حوالے کردیتے اور کرنیل سے سواے تسلیم و انقیاد کے کچھ چارہ نہ ہوتا اب کرنیل صاحب نے یہ سب حال من و عن مدراس کی گورنمنٹ کو لکھ بھیجا اور اپنی بدگمانی کا حال بھی جو نظام علی خان اور اُنکے دیوان رکن الدولہ سے رکھتا تھا ظاہر کیا اور اُن مصلحتون کو جو حیدر علی خان کے ساتھ صلح کرنے مین تھین بیان کیا اور آخر مین لکھا کہ اس امر مین سستی و توقف ہرگز نکرنا چاہیے نہین تو انگریزون کو تنہا بار اخراجات سنگین جنگ کا جو اُنکے ملک مین واقع ہوگی متحمل ہونا پڑے گا اُدھر گورنر مدراس نے کرنیل سے یہ خبر معلوم کی ادھر رکن الدولہ نے اپنے سالے نواب محمد علی خان والاجاہ کو یہ لکھا کہ یہ جنگ جو نواب

۱؂ و ۲؂ یہ تمام الفاظ حملات حیدری کے ہین ۱۲

اور حیدر علی خان کے درمیان بالفعل واقع ہوئی ہے طول کھینچ گئی اور جب تک حیدر علی خان مجبور ہو کر نواح بنگلورہ ماحیم نواب نظام علی خان کو ندے صلح ہونا معلوم مدراس کے گورنر نے رکن الدولہ کی اس خبر پر جو اس نے محمد علی خان کو لکھی تھی اعتماد کیا۔ رسمتھ صاحب کی خبر کو غلط سمجھا بلکہ اُس کو لکھا کہ وہ نواب نظام علی خان کے ساتھ ہر حال مین موافق رہے حملات حیدری مین اسی طرح ہے اور حدیقۃ العالم مین یون لکھا ہے کہ خود حیدر علی خان نے ڈاکٹر محی الدین صاحب و سید کریم صاحب وغیرہ کو جو ادھونی کے مشائخ سے تھے نواب نظام علی خان کے پاس بھیجکر موافقت کی درخواست کی اور مادھوراؤ نے بھی نواب صاحب کو لکھا کہ حیدر علی خان کی اعانت کرین اور رکن الدولہ نے محی الدین صاحب کی خاطر سے جن کی رکن الدولہ کے ساتھ بڑی دوستی تھی نواب صاحب سے عرض کیا کہ حیدر علی خان حضور کا تہ دل سے ہواخواہ ہے اور انگریزونکی دوستی سے نواب کے مزاج کو منحرف کر دیا۔

حملات حیدری کا مؤلف بیان کرتا ہے کہ رکن الدولہ نے محفوظ خان کو حیدر علی خان کے پاس بھیجکر بذریعہ تحریر ظاہر کیا کہ مین سری رنگ پٹن مین آپ سے ملنے کے لیے آتا ہون اور یہ چاہتا ہون کہ تمام امور جو محفوظ خان گوش گذار کرے گا وہ آپ کی مرضی کے موافق انجام کو پہونچاؤن حیدر علی خان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو واسطے دلجوئی اور اعتماد نواب نظام علی خان کے حکم دیا کہ ہمارا لشکر معسکر جدید سے معسکر قدیم کو لوٹ جائے اور رکن الدولہ کو لکھ بھیجا کہ آجائین اور سوداگرون اور بنجارون کو حکم دیا کہ غلہ و دانہ وغیرہ ضروری چیزین نواب صاحب کے لشکر مین پہونچائین جب نواب نظام علی خان نے حیدر علی خان کا یہ برتاؤ دیکھا تو اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ لڑائی کے ساز و سلاح کھول ڈالین اور حیدر علی خان نے بھی اپنی سپاہ سے ہتیار کھلوا دیئے۔

نواب نظام اور حیدر علی خان مین اتحاد ہو کر انگریزون سے خلاف قول و قرار ہونا

رکن الدولہ سری رنگ پٹن مین آئے اور حیدر علی خان سے ملکر صلح کے امور طے کیے اور یہ بھی قرار پایا کہ حیدر علی خان کے بیٹے کے نکاح مین محفوظ خان پسر کلان انور الدین خان کی بیٹی آوے اور محفوظ خان جو بوجہ بڑا بیٹا انورالدین خان کا ہونے کے شرعًا ارکاٹ کا مالک و فرمان فرما ہے وہ اپنے سب حقوق نوابی کے اپنے داماد کے پدر حیدر علی خان کو تفویض و تسلیم کر دے گا اور حیدر علی خان و نواب نظام علی خان اپنی افواج متفقہ سے نواب محمد علی خان مسند نشین ارکاٹ اور اُسکے

دوستون (انگریزون) کو مغلوب کرین گے اور جب تک نواب نظام علی خان کی فوج اس مہم مین مصروف رہے گی حیدر خان چھ لاکھ روپے ماہوار نظام علی خان کو دیتا رہے گا اور قلعجات مفتوحہ مین حاکم مقرر کرنے کا تمام و کمال اختیار حیدر علی خان کو ہوگا اور ملک ارکاٹ وغیرہ کے قلعونکی حکومت حیدر علی خان کے سالے مخدوم علی خان کے سپرد ہوگی جو اپنے بھانجے ٹیپو کی نیابت مین وہان کام کرے گا اور ٹیپو تمام خزانون کا مالک ہوگا اور مخدوم علی خان بعد وضع کرنے اخراجات ضروری حکمرانی صوبۂ مذکور کے جس قدر روپیہ بچے گا ٹیپو کے خزانے مین بھیجے گا اور رضا علی خان پسر چندا صاحب مرحوم نے بھی تمام اپنے حقوق نوابی ارکاٹ و ترچناپلی و مدورا کے بحق ٹیپو چھوڑ دئے لیکن حیدر علی اور ٹیپو نے یہ التزام کیا کہ تمام مملکت تنجاور بعد معزول کرنے وہان کے راجہ کے رضا علی کو اُس کے باپ چندا صاحب کی مقتولی کے فدیے مین دیوین جب یہ عہدنامہ تیار ہو گیا اور محفوظ خان نے اس کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تو اب یہ قرار پایا کہ ٹیپو نواب نظام علی خان سے ملاقات کرے چنانچہ اُس کے ساتھ بہت زبردست سپاہ مقرر کر کے محفوظ علی خان کے ساتھ بھیج گیا حملات حیدری کا مؤلف کہتا ہے کہ ٹیپو کے روانہ ہونے کے وقت حیدر علی بہت متفکر ہوا اور اپنے سرداروں سے کہا کہ مین نظام علی خان کی غداری و ستمگاری سے بہت اندیشہ ناک ہون کیونکہ جس شخص نے ریاست کی طمع سے اپنے بھائی کو مار ڈالا دیکھا چاہیئے کہ وہ میرے نور چشم کے ساتھ کس طرح پیش آئے اور کچھ نہ کرے فقط قید ہی رکھے تو اس صورت مین مجھے مجبور ہو کر بہت سا روپیہ یا بڑا حصہ ملک کا بطور فدیے کے دیکر اُس سے چھڑانا پڑے۔ غرض کہ مین ایسے شخص کو اپنا بیٹا سونپتا ہون جس کے قول کا تو کیا ذکر ہے قسم بھی اعتبار کے قابل نہین ہے مگر رضا علی خان اور فیض اللہ خان کے اطمینان دلانے سے جو ٹیپو کے ساتھ جانے کو مقرر ہوے تھے اپنے بیٹے کو نظام علی خان کے لشکر مین بھیجا غرض کہ ٹیپو سینا پٹن مین پہونچا دوسرے روز بسالت جنگ اور نظام علی خان اُس سے ملنے آئے بعد ایک ساعت کے رخصت ہوے۔ تیسرے دن ٹیپو نظام علی خان کی ملاقات کو گیا نواب بہت خاطر و تلطف سے پیش آئے اور اُسکے بعد باقی انگریزی سپاہ کو یہ کہکر رخصت کیا کہ اب ہمارے اور حیدر علی خان کے درمیان سلسلۂ اتحاد و مودت قائم ہو گیا ہے اور کسی قسم کی نزاع و خصومت باقی نہین رہی ہے اب تم لوگون کو نوکر رکھنے کی کچھ ضرورت نہین رہی۔ بعد منعقد ہونے عہد و میثاق کے حیدر علی خان نے اپنے وکیل میناجی پنڈت کو جو مدراس مین تھا ایک اطلاع نامہ بھیجا اور لکھا کہ اس اطلاع نامے کو گورنر مدراس کے ملاحظے مین گذرانے مضمون اُس کا یہ تھا کہ نواب نظام علی خان اور نواب حیدر علی خان خوب آگاہ ہین کہ نواب محمد علی خان فند و فریب کی راہ سے مصدر اس تمام زحمت و وحشت کا

ہوا ہے جس سے تمام ملک دکن پریشان حال و مضطرب ہو رہا ہے اُس نے چاہا کہ نواب حیدر علی خان کے ساتھ صف جنگ آراستہ کرے اس لیے اب نواب نظام علی خان اور نواب حیدر علی خان نے اُس کو تمام اُس ملک سے جو اس نے شرعی وارثون سے غصبًا چھین لیا تھا محروم و بے بہرہ کیا اور دونون سرکارون نے اب ایسا مناسب جانا کہ انگریزون کو منع کرین کہ آئندہ سے کبھی کمک اُس کی نہ کرین اور اُن فوجون کو جو حراست و حمایت تعلقات متعلقہ ارکاٹ یا دوسرے نواح مقبوضہ نواب محمد علی خان کے انگریزون کی طرف سے متعین ہین بلا لین اور جو تعلقے و ملک نواب محمد علی خان نے انگریزون سے روپے لے کر اُنکے ہاتھ مین بطور رہن دے رکھے ہین نواب حیدر علی خان نے وعدہ کیا ہے کہ یہ روپے مین ادا کرونگا۔

انگریزی مؤرخ کہتے ہین کہ جب نواب نظام اور حیدر علی مین یہ قول و قرار ہو گیا کہ آؤ ہم تم دونون ملک کرناٹک اور ساحل کارومنڈل کو انگریزون سے پاک صاف کرین اور کرنیل اسمتھ نے جب نظام کی دورنگی کا یہ رنگ دیکھا تو اُس نے اپنے لشکر کو علیحدہ کرنا چاہا اور قلعہ بنگلور کے پاس سے بے رخصت چلا گیا نظام کا حال نواب محمد علی خان کو بھی معلوم ہو گیا اُس نے پریسیڈنٹ کو صلاح دی کہ نظام کے لشکر پر پہلے اس سے کہ میسور کا لشکر اس سے ملے حملہ کرنا چاہیے مگر پریسیڈنٹ نے اس صلاح کو نہ مانا۔ کرنیل اسمتھ لکھتا ہے کہ اگرچہ یہ بات کہ حیدر علی اور نواب نظام دونون ملک کرناٹک پر حملہ کرنا چاہتے ہین ہر شخص پر اظہر من الشمس تھی مگر پریسیڈنٹ کی آنکھون پر پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے اُسے نظر نہ آتی تھی۔

نواب نظام علی خان کا حیدر علی خان کے شریک ہو کر انگریزون سے لڑنا

انگریزی فوج کے چلے جانے کے بعد رکن الدولہ اور راجہ رام چندر و محی الدین صاحب اور دوسرے کئی سردار حیدر علی خان کے پاس گئے اور ایک ماہ تک وہان مشورے کرتے رہے اور سپاہ لے کر انگریزون کے ملک کی طرف روانہ ہوئے اور نواب نظام علی خان سے حیدر علی خان کے حسن عقیدت و انقیاد کی بہت سی باتین کہین اور نواب کو بھی حیدر علی خان کی امداد کے لیے آمادہ کیا رکن الدولہ اور حیدر علی خان نواب کے لشکر سے بارہ کوس آگے آگے رہے جب انگریزون کو ان متفقہ فوجون کے چڑھنے کا حال معلوم ہوا تو بمدراس گورنمنٹ نے ان سے مقابلے کے لیے کرنیل اسمتھ کو مامور کیا جسکے ساتھ چار ہزار ہندوستانی پیادے اور آٹھ سو گورے اور تین ہزار سوار ان صوبہ ارکاٹ اور چار ہزار کرناٹکی تھے جیسا کہ نشان حیدری مین ہے بعض کہتے ہین کہ انگریزی فوج مین چودہ سو گورے پیدل اور بیس گورے سوار اور نو ہزار تلنگے اور پندرہ سو ہندوستانی سوار تھے نواب محمد علی خان بھی برائے نام ساتھ تھا

نظام علی خان اور حیدر علی خان کی سپاہ کی تعداد تخمینی ستر ہزار کے قریب تھی جن میں آدھے سوار تھے کرنیل مذکور یلغار کر کے چلا اور چنگام گڑھ کے راستے سے ترنامل میں پہونچا۔ رکن الدولہ کے ساتھ مخدوم علی خان اور دوسرے اکثر منصب داروں نے جلد بڑھ کر لڑائی چھیڑ کر کرنیل اسمتھ کی راہ میں حائل ہوئے اور کاویری پٹنا کی گڑھی پر طرفین کا مقابلہ ہوا سرداران انگریزی باوجود مسٹر لونچی کے مارے جانے کے نہایت جوانمردی کر کے منزل سنگم تک پہونچ گئے اور میش لشکر کی تقویت کے لیے راجہ رام چندر وغیرہ سرداران مرہٹہ نواب کی طرف سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ راستے میں ایک پہاڑی درمیان میں آگئی حیدر علی خان نے رکن الدولہ کی فوج کے آگے آگیا تھا آگے سے چلکر سد راہ ہوا اور رکن الدولہ کو اطلاع کی رکن الدولہ یلغار کر کے شروع جنگ میں حیدر علی خان سے جا ملا اس جنگ میں کپتان کوک نے پہاڑی کے لیے نہایت بہادری دکھائی اور پہاڑی پر قبضہ کر کے بہت گولے مارے حشمت جنگ بہادر نے اپنی جمعیت کے ساتھ ایک طرف سے گھوڑے دوڑائے اور رکن الدولہ اور نصیب یار خان کہ ہاتھیوں پر سوار تھے یورش کے لیے بڑھے اور پہاڑی کے تلے آکر گھوڑے پر سوار ہوکر اُس کے لینے کا قصد کیا انگریزوں نے توپوں کے گولوں سے ایک جماعت کو مجروح و مقتول کر دیا اور فضل علی خان مارا گیا جب رات ہوگئی تو انگریز پہاڑی سے اتر کر آگے کو روانہ ہوگئے اور راتوں رات چودہ کوس نکل گئے اور ترنامل کے مندر میں متحصن ہوگئے حیدر علی خان نے پہاڑی کی شرقی جانب رکن الدولہ سے مشورہ کر کے علی الصباح مندر پر پہونچکر اُس کا محاصرہ کر لیا انگریز رات کو مندر میں سے اس طرح چپکے سے نکل گئے کہ کسی کو معلوم نہ ہوا اور چینا پٹن کی طرف چلے گئے اور ایک محفوظ جگہ میں فروکش ہوئے وہاں چینا پٹن سے اور فوج امداد کو آگئی حیدر علی خان اُس مندر کے پاس نہایت کوشش سے محاصرہ کر رہا تھا مگر اُس کو دو رات اور دو دن کے بعد یہ حال معلوم ہوا تو انگریزوں کا تعاقب کیا جب اُنکے قریب جا پہونچا تو انگریزوں کا چھوٹا سا لشکر ایسے میدان میں نمودار ہوا کہ ایک طرف اُس کے چانولوں کے کھیت تھے اور دوسری طرف تالاب کا پانی تھا اور ایک طرف اونچا پہاڑ تھا حیدر علی خان اور نظام علی خان کی سپاہ جو اُس کو ستانے [illegible]

دامن میں مقیم تھی رات کو وہیں رہی دوسرے دن صبح کو کہ جمادی الاولے کی دوسری تاریخ ۱۱۸۱ سنہ ہجری تھی انگریز لڑائی پر آمادہ ہوئے نظام کے ساتھ توپخانہ کافی نہ تھا البتہ حیدر علی خان کے ساتھ اچھا توپخانہ تھا بہرصورت جس قدر توپیں رکن الدولہ اور حیدر علی خان کے ساتھ تھیں انگریزی فوجوں کے سامنے کھڑا کر کے گولے مارنے لگے نشان حیدری میں لکھا ہے کہ اس لڑائی میں نظام کی سپاہ انگریزی لشکر کے سیدھے ہاتھ پر کھڑی تھی اور بے کار اور بے شست کے توپیں [illegible] تھی اور اُنکے سوار مور و ملخ کی طرح انگریزی لشکر کے گرد جمع تھے انگریزوں نے جب دیکھا کہ حیدر

توپ خانہ خوب کام دے رہا ہے اور نظام کی سپاہ سے کچھ نہین ہوسکتا تو توپون کا رخ اُدھر کردیا اور نواب نظام علی خان کے آدمیون کی طرف گولہ باری شروع کی اور پھٹنے والے گولے اتنے برسائے کہ نظام کی فوج مین تزلزل عظیم پیدا ہوگیا انگریزی توپونکی مار مارنے عاجز کردیا راجہ رام چندر و رن مست خان وغیرہ سرداران نے اطراف و جوانب سے حرکت مذبوحی کی کہ انگریزونکی توپون سے منہ پھیر دیا منشی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ نظام کی مستورات پیچھے ہاتھیون پر سوار تھین اور لڑائی کا تماشا دیکھتی تھین جب اُن سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھیونکو لے جاؤ تو ایک عورت نے پردے مین سے بڑی آواز سے کہا کہ ان ہاتھیون نے منہ پھیرنا سیکھا ہی نہین وہ سلطنت کے علم کے ساتھ سائے کی طرح چلتے ہین گولے اور گولیون کی بوچھار اُن کی طرف پڑا کی اور وہ اُن کا تماشا دیکھا کین اور اپنی جگہ سے نہ ہلین جب نواب نظام علی خان لوٹے اور جھنڈا آیا تو اُس کے پیچھے وہ اپنے ہاتھی اُلٹائے چلین انگریزون نے نظام کی لشکرگاہ کو لوٹ لیا انگریزون کے ہاتھ ۶۴ توپین آئین لیکن ڈیڑھ سو آدمی اُنکے مارے گئے اور مسلمانون کے کئی ہزار قتل ہوے نواب نظام شرمندہ ہوکر لڑائی سے کنارہ کش ہوے رکن الدولہ کی بے تدبیری پر نفرین کی حیدر علی خان نے یہ حال دیکھکر اپنی تمام توپین سنگار سیٹھ کی طرف بھیجدین دس توپین میدان جنگ مین رکھین انگریز نظام کا لشکر لوٹ کر حیدر علی خان کی طرف متوجہ ہوے وہ آہستہ آہستہ لڑتا ہوا لوٹا۔ نظام سنگار سیٹھ کو چلے گئے تھے حیدر علی خان بھی ادھر ہی آیا اور نظام سے ایک فرسنگ پر مقیم ہوا اور اپنے بیٹے کو جو مدراس کی طرف شورش کر رہا تھا شتر سوار کے ہاتھ خط بھیجکر بلایا اور نواب نظام علی خان کو کہلا بھیجا کہ آپ کے ایسے لشکر کے ساتھ ہم انگریزون پر غالب نہین ہوسکتے اس لیے آپ کاویری پٹن مین ٹھہر جائین اور مجھ سے جس قدر ہوسکے گا انگریزون سے لڑتا رہونگا آپ کی سپاہ اس لڑائی کے قابل نہین ہے چنانچہ نواب کاویری پٹن کو چلے گئے جب حیدر علی خان کا بیٹا ساز و سامان کے ساتھ آگیا تو اُس کو اطمینان ہوگیا نواب نظام علی خان نے بڑی کوشش کے ساتھ حیدر علی خان کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا جیسا کہ نشان حیدری مین ہے اور نظام کی ریاست کی تاریخین کہتی ہین کہ رکن الدولہ نے ۷ جمادی الاولی ۱۱۸۱ھ ہجری کو اپنی قیام گاہ سے نواب کے پاس پہونچکر عرض کیا کہ حیدر علی خان کو حضور سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے انھون نے رکن الدولہ کے پاس خاطر سے قبول کرلیا اور کہا بلالو جب اُس کو جواب پہونچا تو اپنے مقام سے نواب کے ملنے کو چلا نواب نے ۶ جمادی الآخرے کو رکن الدولہ کو استقبال کے لیے بھیجا اور ملاقات کے بعد نظام علی خان نے اُس کو جیغۂ الماس اور پر سیاہ کی کلغی اور سرپیچ مرصع اور مالائے مروارید اور دھکدھکی مرصع اور تلوار جس کا قبضہ یشب کا مرصع تھا اور خنجر یشب کے دستے کا اور دست بند مرصع اور ایک مرصع انگوٹھی اور پاندان عنایت کرکے رخصت کیا اور نواب بھی دو روز کے بعد حیدر علی خان کے خیمے مین تشریف لے گئے اسنے جلوخانے تک مع اپنے فرزندون اور اقربا کے استقبال کیا اور چبوترہ زریں پر بٹھایا

اور ۵ ہزار روپیہ اور ایک ہزار مشخص یعنی سونے کی تپلیان اور جواہر اور پارچہ پوشاک اور دو ہاتھی پیش کیے اور دو توپین جو انگریزون سے چھینی تھین دین۔

بہرصورت نواب نظام علی خان اور حیدر علی خان کی اس ملاقات مین نشان حیدری کے بیان کے مطابق یہ صلاح قرار پائی کہ نظام مع اپنے لاؤ لشکر کے ہسکوٹہ کی طرف چلے جائین اور حیدر علی انگریزون سے نبٹتا رہے چنانچہ نظام ادھر کو چلے گئے اور اپنے مدارالمہام رکن الدولہ و منور خان کرنولی و اسماعیل خان الیچپوری اور راے رتبا مہتہ کو بیس ہزار سوارونکے ساتھ حیدر علی خان کے ساتھ مقرر کر دیا اور ان کی انگریزون سے اوتچیری اور باین پلی کے درمیان لڑائی ہوئی رکن الدولہ کے سامنے انگریزون نے دو پلٹنین اور ایک رسالہ گورون کا اور چار توپین مقرر کی تھین اور حیدر علی کی سپاہ کی طرف سامنے جو تھا رکن الدولہ چند گولے کھاتے ہی بھاگ نکلے اور وانم باڑی سے ادھر نہ رکے حیدر علی خان نے خوب مقابلہ کیا اور خیمہ گاہ سے ہٹتے وقت اُس باٹن کو برباد کر کے لوٹ لیا جو انگریزون نے رکن الدولہ کے تعاقب مین بھیجی تھی اور یہ بھی وانم باڑی مین پہونچا۔ چار روز انگریز میدان جنگ مین ٹھہر کر وانم باڑی کی طرف بڑھے حیدر علی خان اپنی فرودگاہ چھوڑ کر اول روز میدان ترپاتور مین پہونچا دوسرے دن کوچ کر کے کاویری پٹن کے میدان مین ایسی جگہ اترا جو دلدل اور دھانون کے کھیت سے گھری ہوئی تھی اور چارون طرف توپین لگا دین انگریز بھی مقابلے مین آئے اور ایک کوس کے فاصلے سے دامن کوہ مین ٹھہرے اور حیدر علی خان پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا چونکہ رکن الدولہ پر انگریزون کی چابکدستی اور لڑائی سے خوف و ہراس غالب ہو گیا تھا حیدر علی خان سے مخفی طور پر نواب محمد علی خان کی وساطت سے مصالحت اور اتفاق کی بات چیت شروع کر دی تھی رکن الدولہ کے مخبرون کو انگریزون کے شبخون کا حال معلوم ہو گیا مگر رکن الدولہ نے حیدر علی خان پر ظاہر نہ کیا جب انگریزون نے شب مین حملے کا ارادہ کیا تو انکے رہنما کی غفلت سے انکی سپاہ دلدل اور کیچڑ مین پھنس گئی حیدر علی خان کو بھی اسوقت انکے حملے کا حال معلوم ہو گیا آتش باری سے انگریزی سپاہ کو بھون دیا اور رکن الدولہ جو بظاہر حیدر علی خان کے ساتھ تھے اور اسکی سپاہ کی بربادی کے لیے انگریزون سے سازش کر لی تھی وہ انگریزون کے حملۂ شبخون کی ناکامیابی کا حال سنکر رات کو نواب کے پاس چلے گئے اور انکو سمجھایا کہ انگریزون سے صلح کر لین اور حیدر علی خان کو جنگ و جدل مین مبتلا چھوڑا اور نظام ہسکوٹہ سے کرنیات کی طرف چلے گئے اور وہان سے بغیر اطلاع حیدر علی کے کڑپا اور کرنول کے راستے سے حیدرآباد کو لوٹ آئے نظام علی نے حیدر علی کو چھوڑ کر انگریزون سے اتحاد پیدا کرنے کے قصے کو جارج نامے کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۳۸ مین یون نظم کیا ہے۔

نظام آنکہ بُد شہریارِ دکن — بدو منتظم بُد دیارِ دکن
بہ پشتی حیدر گرگیر دار — پیادہ بیاوردہ بود و سوار
چو ز انگریز دید نیروے دست — سر کاخ یاری بیفگندہ پست

ز امبور چون حیدر رزمجوی
بسوی دنی امبری کرد روی
بسر بر زده زو برلب رود آب
بیامد بسمت در پی او شتاب
بر آنجا ز حیدر رہ یاوری
گذشته ز مردی وکندآوری
گرفته ز خود آنچه بودش سپاه
سوی شہر کرپیت پیموده راه
وزانجا بدستور با جاه و آب
بدستور رکن دولة درکہ خطاب
بعد از اس سوی محمد علی
یکی نامه کرد او بخط جلی
ز رسم و ره مهر و آئین داد
بدین گونه گفتار بنمود یاد
باندر زمین مهتر نامجوی
ز حیدر بپیچید گر اندروی
بنیک سو کشید از خویشتن
بیامد بکرپیٹ با انجمن
زهر گونه شایسته گفتار و پند
بهر تو کردم درستش پاس بند
تو وانگریز را زین نیک خواه
شنیده و پذیرید آئین راه
روان گشته آییم بچنیاپٹن
نشستیم و رانیم با هم سخن
همه راه و رسم نکو آوریم
سوی مهر از کینه رو آوریم
زدوده ز هم سینها از غبار
بیاشیم با هم دگر دوستدار

نواب نظام علی خان کا نہایت مجبور ہو کر انگریزون سے مصالحت کرنا

یہ ایسا موقع تھا کہ اگر ریاست حیدرآباد و ریاست میسور کا دائمی اتحاد ہو جاتا تو کم از کم جنوبی ہند پر اسلامی سلطنت از سر نو مستحکم ہو جاتی مگر مشیت الٰہی کو کچھ اور منظور تھا منشی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ انگریزون کی طرف سے کرنیل پیچ لشکر لیکر شمالی سرکار تلنگانہ کی دارالحکومت ورنگول مین داخل ہو گیا تھا وہ حیدرآباد سے ۸۰ میل پر تھا اب نواب نظام علی خان کا یہ حال تھا کہ نہ تو اُنکے پاس سامان تھا کہ وہ لڑائی کو زیادہ دیر تک جاری رکھتے دو شکستین حیدر علی خان کے ساتھ انگریزون سے پا چکے تھے اُن سے خود ملک مین بدنظمی پھیل رہی تھی حیدر علی خانکی رفاقت مین نہ لوٹ ہاتھ آئی نہ ملک ملا مصیبتون کا بوجھ سر پر آیا کرنیل پیچ کے لشکر نے حیدرآباد کی طرف رخ کیا ان سب باتون نے ایسا زور کیا کہ نواب نظام علی کا دل حیدر علی کی طرف سے پھر گیا اور وہ اپنی یہی مصلحت سمجھے کہ انگریزونسے صلح اور آشتی کی ٹھہرائین سراج الدولہ نے بھی ان دونون کی موافقت مناسب جانی اور نصیب یار خان کے مشورے سے مصالحت آصف جاہ ثانی اور انگریزون مین کرانی چاہی نواب نے کرنیل اسمتھ کے پاس اپنا آدمی پیغام صلح لیکر بھیجا اُس نے کہا کہ وہ مدراس گورنمنٹ کے پاس اپنا

سفیر بھیجین اور پہلے اپنے لشکر کو حیدر علی کے لشکر سے جدا کرین نواب نظام علی نے یہی کیا چنانچہ اپنی جانب سے رکن الدولہ کو چیناپٹن کو گورنر کے پاس بھیجا اُنھون نے وہان گفتگو کی اور مسٹر اولی وغیرہ انگریزون کے وکلا کو لے کر نواب کے پاس لوٹ آئے ان وکیلون کے ہاتھ انگریزون اور سراج الدولہ نے تحائف بھی نواب کے لیے روانہ کیے یہ سب آدمی ۲ شوال ۱۱۸۱ ہجری مطابق ۶ فروری ۱۷۶۸ء کو پہونچ گئے نواب انتظار مین تھے۔ ۲۲ شوال مطابق ۲۲ فروری کو ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کے بموجب ان شرائط پر انگریزون اور نواب محمد علی اور نواب نظام علی مین صلح ہو گئی کہ نواب نظام علی خان جو منصب اور ملک حاصل ہے وہ قائم رہے اور ملک کرناٹک اور بالاگھاٹ کی دیوانی ان شرائط پر انگریزون کو ملی کہ سات لاکھ روپیہ نظام کو اور چوتھ مرہٹون کو دیا کرین اور نواب نظام علی کے لیے جو مجملاً دستہ فوج کا تقرر تھا اب اس دوسرے عہدنامے سے اُس کی یون تفصیل ہو گئی کہ دو پلٹنین مع اتواپ کے نظام کو کمپنی اس شرط پر دے گی کہ نظام اُس کا خرچا دا کرین جو ستاون ہزار سات سو تیرہ روپیہ ماہوار تھا اور یہ بھی مقرر ہوا کہ فوج مذکور انگریزون کے کسی رفیق اور دوست کے مقابلے پر نہ بھیجی جائے گی اور حیدر علی نایک کی سزادہی مین نواب نظام علی خان کمپنی کی مدد کرینگے اور قلعہ کنداپلی بھی مع جاگیرات کے انگریزون کے قبضے مین رہنا قرار پایا اور نواب نے تمام سرکار ان کے علاقے کے زمیندارون کو لکھ بھیجا کہ آئندہ سرکار کمپنی کو اپنا مالک تصور کرکے مالگذاری اُسے دیا کرین اور شمالی سرکارون کا خراج نو لاکھ روپے سے گھٹ کر سات لاکھ روپیہ سالانہ چھ برس تک ٹھہرا کیونکہ ابھی تک ایک سرکار انگریزون کے قبضے مین نہ آئی تھی افسوس اس وقت کوئی ایسا صاحب نظر سیاست دان موجود نہ تھا جو اس حقیقت کو سمجھتا کہ سلطنت کا استحکام اُس کی اپنی طاقت پر منحصر ہوتا ہے نہ کسی حلیف کی مدد و اعانت پر۔

جب صلح مکمل ہو گئی تو نواب نے انگریزون اور سراج الدولہ محمد علی خان کے لیے جواہر اور ہاتھی دے کر سفیرون کو رخصت کیا اور ابراہیم بیگ دھونسہ پسر فاضل بیگ خان کو کہ نہایت بہادر آدمی تھا اور سراج الدولہ نے اُس کی سفارش لکھی تھی ہمراہ لے کر حیدرآباد کی طرف آئے راہ مین امیرالامرا شجاع الملک و عبدالکریم خان و عبدالحلیم خان وکیل حیدر علی خان ورن مست خان و محی الدین صاحب اور دوسرے سردارون کو کہ ساتھ تھے خلعت و جواہر ہر ایک کے رتبے کے موافق دیکر رخصت کیا۔

۶ ماہ ذیحجہ روز یکشنبہ ۱۱۸۱ ہجری کو دروازہ تالاب میر جملہ سے حیدرآباد مین داخل ہوئے جب شمالی سرکارین سرکار کمپنی کے قبض و تصرف مین آئین تو اُس وقت یہی مناسب معلوم ہوا کہ ان کا انتظام جس طرح بالفعل ہے وہی بدستور قائم رہے۔ سرکار راجبندری۔ سرکار ایلور سرکار مصطفیٰ نگر عرف کونڈپلی کا ٹھیکہ تین برس کے لیے حسین علی خان کو دیدیا جائے اور چوتھی سرکار چیکاکول کا ایک اور شخص کو ٹھیکہ دیدیا مگر بعد کو اُس کا بندوبست یون تبدیل ہوا کہ ہر سرکار مین ایک چیف اور کونسل

مقرر ہوئی۔ ایک سرکار مرتضے نگر عرف گنٹور نظام کے بھائی بسالت جنگ کے قبضے مین تھی اور نظام نے وعدہ کیا تھا کہ تا مین حیات وہ اُسی کے پاس رہے گی اور بعد اُس کے سرکار کمپنی کے حوالے کی جائیگی

مادھوراؤ والی پونا کے پاس رکن الدولہ کا جانا۔ اور ظفر الدولہ ضابطہ جنگ مبارز الملک ابراہیم بیگ دھونسہ کی کارگذاری

کچھ دنون کے بعد نواب کو یہ حال معلوم ہوا کہ مادھوراؤ نے رگناتھ راؤ کو قید کردیا ہے اور تمام ریاست کے اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیے ہین۔ اب مادھوراؤ نے یہ خیال کیا کہ نظام علی خانکی سپاہ انگریزون کے محاربے مین بہت خستہ ہوگئی ہے اس لیے اُس نے نظام کے ملک کی تسخیر کا تہیہ کیا اور اول نظام سے قلعہ بیدر اور حیدرآباد کی چوتھ کی درخواست کی اس لیے نواب نے رکن الدولہ کو مادھوراؤ کے پاس صلح اور موافقت کے لیے بھیجا اور غرض اس سفارت سے اس ملک پر اُس کی دست درازی کو روکنے کی تھی۔ ۹ ربیع الثانی ۱۱۸۲ھ ہجری کو رکن الدولہ پونا کی طرف راہی ہوے اور راجہ رتن چند کالداس کو اپنی نیابت مین نواب کے پاس چھوڑ گئے اور اپنے دیوان خانے کا داروغہ واجد علی خان متوطن بنگالہ کو بنایا جب رکن الدولہ پونا پہونچے تو مادھوراؤ نے بہت خاطر اور تعظیم و تکریم کی اور اپنا مہمان بنایا رکن الدولہ نے بھی وہان کے سردارون کو داد و دہش و خوش کلامی سے دوست بنالیا۔ اس زمانے مین جانوجی بھوسلہ نے بوجہ قید ہوجانے رگناتھ راؤ کے خودسری اختیار کرلی تھی تو مادھوراؤ نے رکن الدولہ کے اتفاق کے ساتھ اُس پر حملہ کیا اُس نے ہاتھ پانون بہت مارے آخرکار دبکر مادھوراؤ کی مرضی کے موافق صلح کرلی۔ مادھوراؤ پونا کی طرف لوٹ گیا اور چونکہ رکن الدولہ کی موافقت سے یہ فتح اُس کو حاصل ہوئی تھی رکن الدولہ کے مقاصد دلی کے اُن سے وعدے کرکے حیدرآباد کی طرف اجازت دی یہان آکر راجہ رتن چند کالداس کو قلعہ گولکنڈہ مین قید کرنا پڑا اور اعظم خان جمعدار کو جو اُس کا شریک حال تھا نکلوا دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رکن الدولہ نے کالداس کو دفتر سرشتہ پیش کاری جو بمنزلے دیوانی کے تھا سونپ دیا تھا اور اپنا نائب مستقل بناکر تمام مالی و ملکی کامونکی حکومت اور عزل و نصب خدمات کا اُس کے سپرد کردیا تھا اور خود پونا کو چلا گیا تھا ایک دن تمام سرکاری نوکرون نے اپنی یکسالہ تنخواہ کے لیے جلوخانۂ خاص مین ہنگامہ آرائی کی اور کالداس کو بے حرمت کیا اسکے بعد اُس نے اکثر جمعدارون کو ملاکر نواب کے حضور مین درخواست کی کہ اگر رکن الدولہ کو معزول کرکے مجھے سرکاری دیوانی مل جائے تو سپاہ کی تنخواہ ادا کردون گا اور دس لاکھ روپے بطور نذر حضور کے خزانۂ عامرہ

ن گا۔ نواب نے جواب دیا کہ اس بات کا اُس وقت باور ہوگا کہ اپنا اور جو سردار تم سے محبت رکھتے ہین اُن کا وثیقہ مہرون سے مکمل کرکے پیش کرو اُس ناعاقبت اندیش نے نواب کے حکم کے موافق تعمیل کی۔ اسی زمانے مین رکن الدولہ پونا سے آئے نواب کی مرضی کے موافق اُنکے ہاتھ سے کام درست ہوگیا تھا نواب جو حوالی شہر مین مقیم تھے نوازش کے طور سے ۱۷ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ ہجری کو سردارون کو ساتھ لے کر شکار کی تقریب سے رکن الدولہ کے استقبال کو گئے اور بہت سی مہربانی فرماکر خواصی مین بٹھاکر دولت خانے مین آئے۔ اور خلوت مین رتن چند کے مطالب کی فہرست رکن الدولہ کو دیدی اور کہا کہ یہ وثیقہ تمہارے اعتمادی آدمیون کا ہے رکن الدولہ اُسے دیکھکر خواب غفلت سے بیدار ہوے اور نواب کے پاس سے اُٹھکر رتن چند اور اُس کے بیٹے کان چند کو گولکنڈے مین قید کر دیا اور اعظم خان کو بڑے ہنگامے کے بعد قید تو نکر سکے شہر سے نکلوا دیا۔ رتن چند کے اکثر دوستون کو نظرون سے گرا دیا اور جگدیو راؤ کو بڑا رتبہ دیا اور اکثر اہل خدمات کا عزل و نصب کیا اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۱۸۳ھ ہجری کو ابراہیم بیگ خان دھونسہ ابن فاضل بیگ خان کو **ضابط جنگ** خطاب اور سرکار ورنگل۔ دکھم۔ وایلکنڈل وغیرہ تنخواہ جمعیت کے لیے اجارے مین دے کر رخصت کیا۔ اسکو سراج الدولہ نے جس وقت اُس کی معرفت انگریزون سے صلح ہوئی تھی سفارش کرکے ساتھ کر دیا تھا ضابط جنگ نے تمام علاقے پر قبضہ جماکر سپاہ کی درستی کرلی اور باغیون کا استیصال کر دیا اور زمیندار بھدراچلم سرکار کھم کو جو عالمگیر کے وقت سے یہان کا زمیندار تھا تباہ کرکے تمام خزانہ اور اسباب اُس کا چھین لیا۔ اور قلعہ ویلپ کنڈہ کو جو سرکار ورنگل کے حوالی مین ہے از سر نو تعمیر کرکے ظفرگڑھ نام رکھا اور اپنے تمام خزانے اور اسباب جو ہاتھ آئے تھے اُس مین جمع کر لیے اور جب نواب کا لشکر بعض زمیندارونکی تنبیہ کے لیے کرکٹہ کی طرف گیا تو وہان نواب کے پاس حاضر ہوگیا اور خوب جان فشانی کی اور اُسکی کوشش سے وہان کے معاملات بہت جلد درست ہوگئے۔

نواب کا تمام زمانہ سفر کرکٹہ کا تین ماہ وچند روز رہا۔ ۶ شعبان ۱۱۸۳ھ ہجری کو حیدرآباد سے کوچ ہوا تھا اور دسوین ذیقعدہ سنہ مذکور کو معاودت عمل مین آئی اس سال راجہ جگدیو کا اضافہ منصب مین ہوکر چار ہزاری منصب ہوگیا اور اُس کے بھائی مناسب منصب پر فائز ہوے۔

قلعۂ کلیان[1] و نرمل کی تسخیر کے بعد حیدرآباد کو واپسی اور دوسرے واقعات

سفر مذکور مین کہ ۶ شعبان ۱۱۸۳ھ ہجری کو شروع ہوکر دسوین ذیقعدہ کو ختم ہوا تھا وقت معاودت

[1] احکام عالمگیری مین جس کا جامع عنایت اللہ ہے اور دوسری تاریخون مین کلیان ہے مگر حدیقۃ العالم مین کلیانی لکھا ہے ۱۲

اثنائے راہ مین نواب جب قلعۂ اودگیر پر کہ بیدر کے شمال و مغرب مین ایک قلعہ اور متحصن شہر اُس سے ۳۲ میل پر ہے پہونچے تو رکن الدولہ نے راجہ رام چندر ولد راجہ چندر سین کو کہ ہمیشہ شورہ پشتی کرتا رہتا تھا حکمت عملی سے پکڑ لیا اور قلعۂ گولکنڈہ مین قید کر دیا اُس کی مان قلعہ کلیان پر قابض تھی قلعے کا استحکام کر کے جنگ پر آمادہ ہوئی نواب کے لشکر نے وہان پہونچکر محاصرہ کیا اور اڑھائی ماہ مین اس قلعے کو ۵ ذیحجہ ۱۱۸۰ھ ہجری کو فتح کر لیا۔ رام چندر کی مان اور اُس کے دونون بیٹے نواب کے پاس حاضر ہو گئے۔ نواب نے اُس کی جاگیر مین بحالی مقرر کر دی اور بعد اُس کے ضابط جنگ کی استدعا کے موافق جسکے نام نرمل کی سند ہو گئی تھی جو ایک مضبوط شہر گرداوری کے شمال مین بال کنڈے سے ۱۸ میل پر ہے اور وہان کے زمیندار سوریا راؤ کی جرأت کی بہت شہرت تھی نواب قلعہ نرمل کی طرف گئے اور غرۂ محرم ۱۱۸۱ھ ہجری کو قلعۂ مذکور کے پاس پہونچکر محاصرہ اُس کا کر لیا اول وہان کے زمیندار نے کچھ مقابلہ کیا پھر عاجز آکر اطاعت کر لی اور قلعے سے نکل گیا اس مقام پر ضابط جنگ دھونسہ سے بڑی شجاعت ظہور مین آئی تھی اس لیے اُسکو **ظفر الدولہ** کا خطاب ملا اور نواب کے حکم سے اُس پر قابض ہو گیا بعد اس کے ظفر الدولہ نے اُس ضلعے کے تمام قصبات اور دیہات پر سرحد صوبۂ برار تک قبضہ کر لیا اور نرمل کے قلعے کے از سر نو دیوار اور برج تیار کر لیے اور لڑائی کا سامان اہل یورپ کی طرز پر تیار کیا اور رفتہ رفتہ باغ اور عمدہ محلات بنوا لیے اور ایک قلعہ بنوا کر اپنے نام اُس کا نام ظفر گڑھ رکھا ظفر الدولہ نے نرمل کی فتح کے بعد نواب نظام علی خان کی ضیافت کی گھوڑے۔ ہاتھی۔ جواہر اور اعلےٰ درجے کے کپڑے نذر کیے نواب نے اسکو دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب عطا کیا ۱۲ ماہ صفر سال مذکور کو نواب صاحب لوٹ آئے ۱۷ صفر کو حیدرآباد مین پہونچ گئے۔ اس زمانے مین دولہ سنگھ کو دیوان خانے کی داروغگی ملی اور ۲۷ جمادی الاولے ۱۱۸۳ھ ہجری کو اسمٰعیل خان پنی ایلچپور و برار کی حکومت پر بھیجا گیا۔ اور نقشبندی خان راجہ جگدیو کی استدعا کے بموجب سرکار کوملکنڈہ وغیرہ کی حکومت پر روانہ کیا گیا اور غرہ ذیقعدہ سال مذکور کو رکن الدولہ پونا کی طرف بعض امور کی درستی کے لیے بھیجے گئے اور دو ماہ ۱۹ یوم کے بعد تمام مطالب حسب دلخواہ طے کر کے لوٹ آئے۔ نواب خود شہر سے باہر اُن کے استقبال کے لیے گئے اور اُن کو خواصی مین بٹھا کر دولت خانے مین آئے اُنھین ایام مین یمین الدولہ شہسوار جنگ کو نواب نے شہر سے نکلوا دیا کیونکہ وہ رکن الدولہ سے نفاق رکھتا تھا اور وقار الدولہ نصیب یار خان کو حیدرآباد کی نظامت ملی۔

موسے ندی مین طوفان سے شہر کی بربادی۔ بارود خانے مین آگ لگ جانے سے چار محل کا اُڑ جانا وغیرہ

۱۱۸۵ھ ہجری مین بارش کی ایسی کوتاہی ہوئی کہ قحط سالی کا خوف ہوا نواب نے ۲۱ ربیع الاول کو

عیدگاہ جاکر نماز استسقا ادا کی اور عجز و نیاز کے ساتھ نزول باران رحمت کی دعا جناب باری مین کی اسی روز آثار قبولیت کے ظہور مین آگئے اور ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۸۵ ہجری روز جمعہ کو پھر دن رہے سے تقاطر ہوکر آناً فاناً مینھ شدت سے برسنے لگا یہان تک پانی پڑا کہ طوفان نوح کے آثار پیدا ہوگئے موسے ندی مین ایسی طغیانی آئی کہ فصیل غرب رویہ اور سمت جنوبی شہر کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر پھینکدیا اور ندی شہر کے اندر بہنے لگی ہزارون مکان گرادیے اور ایک عالم سیل فنا کی نذر ہوگیا۔

۲۷ ماہ مذکور کو محافظون کی بے خبری سے چارمحل کے بارودخانے مین ایسی آگ لگی کہ وہ نہایت مستحکم محل نیست و نابود ہوگیا اور بہت سے آدمی جل بھنے۔ اسی سال ارسلان جنگ برادر رکن الدولہ گلبرگہ کا حاکم ہوگیا۔ ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۵ ہجری کو جگدیو اور اُس کا دوست نقشبندی خان قلعہ گولکنڈہ مین قید کردیے گئے۔ وجہ گرفتاری کی یہ ہے کہ ظابط جنگ نے نرمل کی فتح کے بعد سرحد برار تک ملک اپنے قبض و تصرف کرلیا تو باجگو پنڈت نامی برہمن ایل گنڈل کے رہنے والے کو رعایاے ورنگل کی تقویت کے لیے اپنا کار پرداز بنایا کیونکہ وہ لوگ اس نواح کے زمیندارون سے جان و مال کا خوف رکھتے تھے جب انتظام ہوچکا تو یہ مقرر کرلیا کہ اُس کے پاس سپاہ کی تنخواہ بھیجدیتا تھا اتفاقاً تنخواہ دارون مین سے ایک شخص باجگو پنڈت سے اُلجھ گیا اور نوبت خشت و مشت تک پہونچی پنڈت مذکور اپنی بے عزتی سے برافروختہ ہوکر نمک حرامی پر کمربستہ ہوا اور اُدھر کے زمیندارون سے موافقت کرکے قلعہ ظفرگڑھ اور تمام توپون اور سامان جنگ اور خزانے پر قبضہ کرلیا اور جگدیو کے بھائی سے جو پہلے ضابط جنگ سے عناد رکھتا تھا موافقت کرلی اور علانیہ باغی ہوگیا اور جگدیو کہ ضابط جنگ کے روزافزون اقتدار سے نہایت حسد رکھتا تھا اس بات سے خوش ہوا اُس نے پنڈت کو بغاوت کی اور ترغیب دی پنڈت مذکور نے سرکاری خزانون کے قفل توڑ کر بے باکانہ زر سرکار خرچ کرکے اُس علاقے کے زمیندارونکی معرفت فوج بھرتی کرلی اور لڑائی کو آمادہ ہوا۔ ظفرالدولہ اس وقت زمیندار چنور کی مہم مین مصروف تھا فوراً ادھر حملہ آور ہوا اور قلعے کا محاصرہ کرلیا پنڈت کے ہمراہی زمیندار بھاگ نکلے قلعہ فتح ہوکر وہ گرفتار ہوا اور اُس ملک کے دیس مکھی اور دیس پانڈی بہت سے پکڑے گئے اُن مین سے اکثر کو مرواڈالا اور بعض کے ناک کان کٹواکر چھوڑدیا اور پنڈت مذکور کو ایک سال تک نہایت عذاب کے ساتھ مقید رکھکر ملک عدم کو پہونچا دیا اور اپنے تعلقے کے تمام زمیندارون اور مقدمون اور سربرآوردہ لوگون سے متوہم ہوکر سب کو بے دخل کردیا اور ہر جگہ نائب مستقل مقرر کردیا اور تمام حال رکن الدولہ کو لکھ بھیجا رکن الدولہ چونکہ جگدیو سے مطمئن نہ تھے ایسی تحریک کا حال

معلوم کرکے اُسے قلعہ گول گنڈہ مین قید کردیا اور کچھ دنون کے بعد قلعہ ایل کنڈل مین بھیجکر ایک دیوار کی بنیاد مین چنوادیا۔ نوین صفر ۱۱۸۶ہجری کو جانوجی بھونسلہ جبس بول کے عارضے سے مرگیا۔

اسی سال نواب نظام علی خان نے اپنے بڑے صاحب زادے عالی جاہ کا بیاہ شجاع الملک بسالت جنگ کی دختر کے ساتھ کیا دوسری جمادی الاولے سے آخر جمادی الاخرے تک یہ جشن قائم رہا رسم ساچق اور حنابندی اور شب گشت وغیرہ کی اس طمطراق سے ادا ہوئی کہ اُس وقت تک دکن مین کوئی ایسی دھوم نہوئی تھی ۲۶ ذیحجہ ۱۱۸۶ہجری کو دھونڈو پنڈت رائے رایان خطاب پاکر راجہ جگدیو کی جگہ رکن الدولہ کا پیشکار مقرر ہوا۔

رگناتھ راؤ کی فوج کشی نواب کا اس کو بارہ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا علاقہ دیکر صلح کر لینا

۱۱۸۶ہجری مین مادھوراؤ والی پونا نواسیر یعنی بھگندر کے عارضے سے عین جوانی مین مرگیا اُس کی جگہ اُس کا چھوٹا بھائی نارائن راو سترہ برس کی عمر مین مسند نشین ہوا۔ اُس نے رگناتھ راؤ کو مادھوراؤ کی وصیت کے مطابق قید مین بدستور رکھا۔ رگناتھ راو کی سازش سے نارائن راؤ مارا گیا تو قاتلون نے رگناتھ راؤ کو قید سے رہا کرکے راجہ بنادیا۔ رگناتھ راؤ باجے راؤ کا بیٹا تھا۔

رگناتھ راؤ نے نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور حیدر علی خان اور محمد علی خان والاجاہ کو چوتھ کا پیام دیا اور جلدی کرکے پونا سے ملک گیری کے لیے نکلا چونکہ وہ کج خلق تھا اس لیے سرداران مرہٹہ اُس سے آزردہ تھے ہر ایک ایک بہانے سے رخصت لے کر پونا مین رہ گیا نواب آصف جاہ ثانی اُس کی چڑھائی کی خبر سنکر ۲۲ ماہ شعبان ۱۱۸۶ہجری کو مقام موکلہ مین جو حیدرآباد سے ۱۴ کوس پر ہے پہونچے نواب نے فوج کی یہ ترتیب رکھی تھی ہراول مین ثابت جنگ برادر ظفر الدولہ اور دوسرے امراکو رکھا تھا اور عقب لشکر مین حشمت جنگ کو مقرر کیا تھا جس کے ساتھ تمام خدم وحشم تھا اور الٹی طرف شرف الدولہ کو بہت سے دلاورون کے ساتھ متعین کیا تھا اور سیدھی طرف رکن الدولہ اور دوسرے ارکان دولت تھے۔ اسی طرح دوسرے سردار جیسے راو رنبھا نبالکر و گوپال سنگھ و راجہ قندھار و راؤ نرپت سنگھ و بالاجی کیسو حسب الحکم جابجا جنگ کے سامان کے ساتھ مقرر ہوے اور نواب صاحب قلب لشکر مین تھے۔ ۲۶ شعبان کو سعید اللہ خان قلعدار گول کنڈہ و خواجہ عبدالواحد دیوان عالی جاہ کو واپسی کی اجازت ملی قلعدار مذکور اضافہ منصب وجاگیر سے سرفراز ہوا اور اُس دن بعض بیگمات حیدرآباد سے آکر نواب کے پاس پہونچگئین یہان سے چلکر ۳ رمضان کو قلعہ بیدر کے

پاس جا پہونچے رگناتھ راؤ کے سپاہی بھی نظر آنے لگے جو شخص نواب کے ساتھ تھا وہ تو محفوظ رہا اور جو لوگ ایک دو منزل پیچھے رہ گئے تھے اُن کو مرہٹون نے لوٹ لیا آخر کار قلعہ بیدر کے سامنے پہونچکر تمام بھاری سامانون اور بھیر و بنگاہ اور بیگمات کو تو اُس مین رکھدیا اور آج ہی یا دوسرے دن کچھ مرہٹون سے لڑائی ہوئی جانبین کے تھوڑے سے آدمی مارے گئے اور اُسی دن راجہ بیر بہادر راکاجی نسرکردہ عین لڑائی مین نواب کے پاس اپنی جاگیر سے آگیا اُس کو نواب نے سرپیچ مرصع دیا رگناتھ راؤ کی سپاہ نے نواب کی سپاہ کو چارون طرف سے لوٹنا شروع کیا اور ۱۹ رمضان کو مرہٹون کے متفرق گروہ ہراول مین ثابت جنگ پر حملہ آور ہوے اور قلعے کی ایک طرف حملہ کر دیا ثابت جنگ یمین الدولہ نے بڑی دلیری سے مدافعت کی اب تو رگناتھ راؤ نواب کے مقابلے سے گھبرانے لگا اس وجہ سے کہ سباجی بھوسلہ نے پونا کے کارپردازان قدیم کے اشارے سے جو رگناتھ راؤ سے رخصت لے کر پونا کو چلے گئے تھے پونا کے علاقے کو لوٹنا شروع کر دیا اس لیے رگناتھ راؤ نے صلح کا پیام دیا اور رکن الدولہ سے ملاقات کی درخواست کی تاکہ اُس کے ذریعے سے عہد و پیمان مستحکم کیا جائے نواب نے بارہ لاکھ روپے کی آمدنی کا علاقہ اپنے ملک مین سے کاٹ کر اُس کی سند رگناتھ راؤ کے لیے لکھ کر رگناتھ راؤ کے پاس بھیجی حالانکہ اُس کی خواہش زیادہ کی تھی رکن الدولہ نے رگناتھ راؤ سے ملکر اور اُس سے عہد و میثاق کرنے کا غذ اُس کے حوالے کیا رگناتھ راؤ نے رکن الدولہ کو پانچ پارچے کا خلعت اور گھوڑا ہاتھی دیکر رخصت کیا نواب سے بھی رگناتھ راؤ کی ملاقات ٹھہری چنانچہ دونون لشکرون کے درمیان مین ایک خیمہ استادہ ہوا اور دوسرے دن دونون رئیس اُس مین ملے بعد اس کے رگناتھ راؤ نے نواب سے اپنی فرودگاہ پر چلنے کی استدعا کی جو خانا پور کے پاس تھی چنانچہ وہ وہان گئے ایک پہر تک باہم بات چیت ہو کر کھانا آیا اُسے نواب نے کھایا اس بعد رگناتھ راؤ نے خلعت اور جواہر اور دو گھوڑے اور دو ہاتھی پیش کیے اور وہ بارہ لاکھ روپے کے علاقے کی سند جو رکن الدولہ نے جا کر دی تھی واپس کر دی بعد اس کے نواب اپنی لشکرگاہ مین آ گئے اور وہان سے کوچ ہو گیا ۲۵ رمضان کو قلعہ بیدر کے پاس پہونچ گئے وہان تمام عورات محل اور بھیر و بنگاہ قلعے سے نکل کر ساتھ ہوے اور رکن الدولہ کو سرپیچ مرصع جس مین الماس اور آویزہ اور کلس اور بڑے بڑے مروارید دولڑے تھے نواب نے دیے صلح کے بعد رگناتھ راؤ نے کوچ کر کے ترمک ماما کو سباجی پر بھیجا اور خود دراے چور کی طرف آیا اور وہان نواب کے بھائی امیر الامرا شجاع الملک سے جھگڑا کیا بعدہ صلح ہو گئی اور یہان سے حیدر علی خان پر چڑھائی کی جس نے اپنا پیچھا چھڑانے کو خرچ راہ کے نام سے چند لاکھ روپے بھیجے۔

نواب کی میدان جنگ سے واپسی اور دوسرے وقعات

جب خاناپور سے رگناتھ راؤ کوچ کر گیا تو اُس کے کوچ سے دوسرے دن نواب صاحب قلعہ بیدر سے جلکر گہ کی طرف روانہ ہوے اور زبردست خان داروغۂ فراش خانہ اور داور جنگ بیگیات محل کو لانے کے لیے حیدر آباد کو راہی ہوے۔ ۵ اشوال ۱۱۸۵ ہجری کو تمام محل کی بیگیات وخادمات ھمنا باد کے مقام پر نواب کے لشکر مین شامل ہوگئین ۸ اشوال کو شاہ عالم بادشاہ کے خلعت اور فرمان کی پیشوائی کے لیے سوار ہوے۔ اس زمانے مین الگنل کے محال رستم راو پانڈر کو جاگیر مین عطا کیے اُس کے بھائی بسونت راؤ نے اُس کو دخل ندیا اُسکی گوشمالی کے لیے اول سیدی عنبر اور بعدہ ثابت جنگ بھیجے گئے آخر کار اُس نے عاجز آکر بھائی کو دخل دیدیا یہان سے نواب روانہ ہوکر کلبرگہ مین آئے اور مزار گیسو دراز علیہ الرحمۃ کی زیارت اور سیر گلبرگہ کرکے ۷ ذی قعدہ کو کالے چبوترے کی طرف چلے گئے۔ نوین ماہ مذکور کو مودھاجی بھونسلہ کے کاربردازنے جو علاقے کو روپیہ وصول کرنے جارہا تھا نواب کے لشکر کے پچھلے حصے کے آدمیون پر حملہ کردیا جو لشکر سے دو تین کوس پر مقیم تھے دلاوران اسلام نے ایک حملے مین اُس کے لشکر کو تہ دبالا کردیا جو کچھ اس کے لشکر سے لوٹ ہاتھ آئی نواب نے لوٹنے والون کو معاف کردی اسی زمانے مین حشمت جنگ کی معزولی کے بعد مچھلی کی فوجداری اور کلبرگہ کی قلعداری داور جنگ کو ملی حشمت جنگ آزردہ دل ہوکر رخصت لے کر حیدر آباد کو چلا گیا اور عقب لشکر کی حکومت داور جنگ کے سپرد ہوئی نواب کا لشکر قلعہ اتگیر کے پاس دریائے بھیم رتھی کے اس جانب پہونچا تو تعلقہ شولا پور و کرکٹہ وغیرہ کے جو دریائے کشنا کے اُس پار واقع ہے زمیندارون کے وکیل پیشکش لے کر حاضر ہوے اور اس پار کے زمیندارون نے خود حاضر ہوکر زر خراج دیا اور جس نے ذرا بھی سرکشی کی سزا پائی۔ امیر الامرا شجاع الملک بسالت جنگ بہادر قلعہ رائے چور سے نواب کے پاس سلام کو آرہے تھے جب لشکر سے چھ کوس پر پہونچے تو نواب نے دوسرے دن بھائی کی دلجوئی کے لیے رکن الدولہ کو بھیجا اور ۲۲ کو خود نواب بسالت جنگ کے استقبال کے لیے دریا کے اُس پار گئے اور شجاع الملک کو اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھاکر اپنے خیمۂ خاص مین لوٹ آئے۔ چند ساعت کے بعد امیر الامرا اپنے لشکر مین جو دریا کے دوسرے کنارے پر تھا چلے گئے۔ ۲۵ تاریخ کی رات کو امیر الامرا کو مع اُن کے سردارون کے نواب نے ضیافت مین بلایا خلعت اور جواہر گران بہا عطا کرکے آدھی رات کے وقت رخصت کردیا دوسرے روز نواب خود اُن کی فرودگاہ پر ضیافت کھانے گئے اُن کے ساتھ تمام اعیان ریاست اور منصب دار تھے آدھی رات تک وہان رہ کر خلعت اور جواہر اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی لے کر اپنے لشکر کو معاودت کی۔ ۶ ذی الحجہ ۱۱۸۶ ہجری کو امیر الامرا

نواب کے پاس رخصت ہونے کو آئے نواب نے اُن کو خلعت جواہر اور ایک گھوڑا ایک ہاتھی دیا اور اُنکے ہمراہیون کو بھی بقدر حیثیت خلعت عنایت کیے نواب نے ابتدا خان مستعد جنگ کو چہارہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر پہونچا کر علم و نقارہ و پالکی جھالر دار اور مکرم الدولہ خطاب دیا۔ ۷ ذی الحجہ کو نواب نے وہان سے کوچ کیا اور جو جو قلعدار و زمیندار شریک لشکر تھے اُن کو واپسی کی اجازت دی۔

مسلمانون کا ہندوون کی مورتون پر حملہ

۷ ماہ صفر ۱۱۸۰ ہجری کو ہندوؤن نے جو دھونڈو رام سفیر ریاست پونا کی پشت گرمی سے بتون کو رات کے وقت روشنی اور دھوم کے ساتھ ایک بت خانے سے شب گشت کے لیے لے کر نکلے تھے مسلمانون نے قاضی بلدہ اور چوبدارون کے جمعدار محمد ہاشم کے اتفاق سے حملہ کر کے بتون کو توڑ ڈالا سفیر مذکور رنجیدہ ہو کر یہان سے پونا کو چلا جانا چاہتا تھا رکن الدولہ نے اُس کو خوش رکھنے کے لیے قاضی بلدہ کو بدل دیا اور محمد ہاشم کو نکلوا دیا۔

۲۸ ماہ مذکور کو رکن الدولہ کے بھائی ارسلان جنگ کی وفات کی خبر پہونچی تو نواب بذات خاص تعزیت کے لیے رکن الدولہ کے مکان پر گئے۔

پونا کے برہمنون کا نواب نظام علی خان سے رگناتھ راؤ کی تنبیہ کے لیے اتفاق کرنا

رگناتھ راؤ نواب نظام علی خان سے مصالحت ہو جانے کی وجہ سے مطمئن ہو گیا اس وجہ سے پونا کے کارپردازون کو بہت فکر پیدا ہوئی اُنھون نے ساباجی بھوسلہ کو ترمک ماما کی معرفت ملا کر بھیکن خان و راجہ رام پنڈت کو نواب کے پاس مراسلات دیکر بھیجا اور رکن الدولہ کے استصواب سے رگناتھ راؤ کی تنبیہ کے باب مین مدد چاہی چنانچہ ۷ ماہ ذیقعدہ ۱۱۸۰ ہجری کو نواب نے اُن کی مدد کے لیے کوچ کیا یہان تک کہ کوچ و مقام کرتے ہوے موضع ہپرگہ مین ۱۷ ماہ مذکور کو مقام ہوا۔ ترمک ماما وغیرہ ارکان دولت پونا ساباجی بھوسلہ کے ساتھ نواح ناندیر مین پہونچکر پانچ کوس کے فاصلے پر نواب کے لشکر سے اُترے شام کو رکن الدولہ نواب کے حکم سے حقیقت حال معلوم کرنے اور دوستی کو مضبوط کرنے کے لیے اُن کے پاس گئے مرہٹہ سردارون نے آدھے راستے سے استقبال کیا اور وہین خیمے برپا کر کے اُس مین بیٹھ کر مشورہ کیا بعد اس کے

اپنے اپنے لشکر کو لوٹ گئے بعد اس کے نواب نے حکم دیا کہ ہمارے لشکریون مین سے جسکو سفر کی تاب و توانائی نہ ہو وہ اور بہیر و بنگاہ حیدرآباد کو لوٹ جائے بعض محلات کی عورتین بھی توشے خانے کے ساتھ حیدرآباد چلی گئین۔ ۲۱ کو ترمک راؤ وغیرہ نواب سے ملنے کو آئے رکن الدولہ اور صمصام الدولہ نے استقبال کر کے نواب سے ملایا یہان پھر رگناتھ راؤ کی تنبیہ کے لیے مشورے ہوے بعد اسکے سرداران مرہٹہ رخصت ہوے۔ ۲۳ ماہ مذکور کو پھر سرداران مرہٹہ نواب کے پاس آئے اور رگناتھ راؤ کی طرف یلغار کے ساتھ روانگی مقرر ہوئی سب کو نواب نے خلعت و جواہر اور گھوڑے ہاتھی بخشے اور انکو رخصت کر دیا۔ ۲۴ تاریخ کو ظفر الدولہ اپنے تعلقے سے نواب کے پاس آ گئے۔ ۲۷ کو ہنور مال کی منزل مین جو دریاے بھیما کے کنارے مرہٹون کی حکومت کے متعلقات سے تھا ہری رام عرف ہری پنڈت پھڑکیہ بہت سا خزانہ جو بکا بائی نے سکھا رام پنڈت کار پرداز کے لیے بھیجا تھا کر پہونچا اور ترمک ماما کے پاس پہونچا دیا اس زمانے مین ثابت جنگ اپنے بھائی کے محالات تعلقہ کو چلا گیا۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ ہجری کو گرہن تھا۔ ہندو لوگ اُس وقت پرستش کرتے ہین اس لیے مقام ہوا دوسرے دن نسبتاً لمبے کوچ کیے رگناتھ راؤ جو دریاے کشنا کے کنارے مقیم تھا وہ سنکر گھبرایا اور بھاگ گیا اُس کے بھاگنے کا حال معلوم ہونے سے زیادہ کوشش کے ساتھ تعاقب کیا گیا اس وجہ سے رگناتھ راؤ کی جمعیت منتشر ہو گئی اور اُس کے سردار اُس کی رفاقت ترک کر کے ترمک ماما سے آملے۔

۱۲ محرم ۱۱۸۸ھ ہجری کو خبر پہونچانے والون نے ترمک ماما کو خبر دی کہ رگناتھ راؤ پوجا کے لیے تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ فلان مقام مین ٹھہرا ہوا ہے ترمک ماما نے بغیر اس کے کہ نواب کی سپاہ سے مدد لیتا دھاوا کر دیا اُس کو امید تھی کہ رگناتھ راؤ کے بعض سردار جو اُس سے خفیہ معاہدہ کر چکے ہین وہ مدد کرین گے تھوڑی سی لڑائی کے بعد کہ دس پندرہ آدمی زخمی و مقتول ہوے تھے ترمک ماما زخم کاری اُٹھا کر گرفتار ہو گیا دو تین دن کے بعد رگناتھ راؤ کی قید مین مر گیا جب وہ گرفتار ہوا تھا تو اُس کے ساتھی بھاگ کر لشکر مین آ گئے تھے۔ چودھوین تاریخ کی رات کو جب یہ خبر نواب نظام علیخانکو پہونچی، تو دوسرے دن صبح کو اُنھون نے بارہ کوس کا سفر کیا تاکہ ترمک ماما کی سپاہ کو تقویت حاصل ہو جائے اور ہری رام پنڈت پھڑکیا رکن الدولہ کے مشورے سے ترمک ماما کی جگہ اُس کی فوج کا سردار قرار پایا اسی عرصے مین ایک تردد پیدا کرنے والا سانحہ پیش آ گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ نواب ذوالفقار الدولہ صابت جنگ بہادر خلف الصدق نواب امیر الامرا بہادر قلعہ ادھونی سے کوچ کر کے نواب کے پاس آ رہا تھا رگناتھ راؤ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس کے پکڑنے کو روانہ ہوا جب یہ خبر ذوالفقار الدولہ کو پہونچی تو اُس نے ایک گڑھی مین پناہ لی رگناتھ راؤ نے اُس گڑھی کو گھیر لیا

مہابت جنگ کے پاس سامان جنگ اور کافی سپاہ نہ تھی بڑا پریشان ہوا آخر کار مجبور ہو کر گڑھی سے نکل آیا رگناتھ راو نے اسکی بہت تعظیم و تکریم کی اور ہاتھی پر بٹھا کر اپنی لشکر گاہ مین لے گیا نظام علی خان کو جب یہ خبر پہونچی تو انھون نے سرداران مرہٹہ کو طلب کر کے مشورہ کیا آخر کار یہ قرار پایا کہ رگناتھ راو پر حملہ کرنا چاہیے اس لیے نواب نے زائد سامان اور بھیر و بنگاہ کو قلعہ پرینڈہ مین رکھدیا اور لمبے لمبے کوچ کر کے رگناتھ راو کا تعاقب کیا، ۲ محرم ۱۱۸۸ھ ہجری کو یہ تمام آدمی احمد نگر کے حوالی مین پہونچے اور شہر مذکور کے محمدی باغ مین اُترے اس عرصے مین بھوانی راو پرتھی ندی اور جوق جوق رگناتھ راو کی فوج کے آدمی اُس سے جدا ہو کر ہری رام پنڈت کے لشکر مین مل گئے اور رگناتھ راو اورنگ آباد کیطرف گیا اور دان لوچ مین مقام کر کے ناظم اورنگ آباد سے روپیہ مانگا میر المالک خان کا ناظم تھا وہ سامان درست کر کے لڑائی کو آمادہ ہوا جب نواب نے یہ حال سُنا تو شتابی سے احمد نگر سے روانہ ہو کر دریائے گیلنا کے کنارے آئے اور نظام آباد کے گھاٹ سے ظفر الدولہ اور ساباجی کو پیشتر سے بھیجدیا بعد اس کے آپ دریائے پتی کے اس طرف برہان پور کے آہو باغ مین مقیم ہوے اور جب نواب نے گنگا کو عبور کیا تو رگناتھ راو اس خبر سے گھبرا کر اورنگ آباد کے پاس سے چلا گیا اور چکل ٹھانہ مین مقام کیا اور وہان سے کوچ کر کے غیر متعارف راہ سے منزل والوچ سے برہانپور کو چلا گیا رگناتھ راو کی روانگی سے تین دن کے بعد نواب ۳ صفر ۱۱۸۸ھ ہجری کو اورنگ آباد پہنچکر اُس کے باہر کالے چبوترے کے میدان مین مقیم ہوے اس زمانے مین لشکر کے بہت سے آدمی سفر کی وجہ سے تھک گئے تھے شہر مین جاکر اُترے اور محلات کی بعض بیگمات نے بھی وہین مقام کیا یہان پونا سے خبر آئی کہ نراین راو کی زوجہ کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام **سوائی مادھو راو** رکھا گیا مرہٹون نے اس خبر کو سنکر بڑی خوشی کی اور پونا سے سردار شیرینی ہاتھیون پر بار کر کے نوبت و نقارہ کے ساتھ نواب نظام علی خان کے لشکر مین آئے اور تمام لشکر مین تقسیم کی نواب کی صلاح سے پونا کی مسند اس لڑکے کے نام مرہٹون نے مقرر کی اب مرہٹون کا اور نواب کا لشکر کوچ کر کے ۵ ماہ صفر کو فردا پور کی پہاڑی سے اُتر کر اُس کے دامن مین مقیم ہوا اور بیس ہزار سوار رگناتھ راو کے ہری رام پنڈت پھڑکیہ کے قول و قرار کے مطابق اُس سے جدا ہو کر برہانپور سے چودہ کوس پر چلے آئے اور ہری رام پنڈت سے آملے اور مودھاجی بھوسلہ کہ اپنے بھائی ساباجی کی مخالفت کے خوف سے رگناتھ راو کی رفاقت مین داخل ہو گیا تھا اُس سے علیحدہ ہو کر اپنے ملک چاندا کو چلا گیا اور رگناتھ راو تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ جس مین محمد یوسف گاردی اور شمشیر سنگھ وغیرہ ہزار کے قریب آدمی تھے برہانپور کی راہ سے ہندوستان کی طرف بھاگ گیا، ۲۳ ماہ صفر کو دریائے پتی کے اس طرف نواب کی فوج کا مقام ہوا مشورے کے بعد ہری رام پنڈت کی فوج بلونت راو کی سرکردگی اور ظفر الدولہ کی ہمراہی مین رگناتھ راو کے پیچھے روانہ ہوئی اور ساباجی کی فوج اس کے دیوان بھوانی کالو کی ماتحتی مین

مودھاجی کے تعاقب پر مقرر ہوئی کئی دن تک نواب صاحب برہان پور کے پاس ٹھہرے رہے رگناتھ راؤ نربدا کا عبور کرکے ہلکر اور سیندھیا کے پاس مدد کی استدعا کے لیے چلا گیا نواب کے پاس خبر آئی کہ بلونت راؤ جو تعاقب مین گیا ہوا تھا دریاے نربدا کے اس پار ٹھہرا اور ظفر الدولہ دریا کو اُتر گئے دسوین ربیع الاول کو نواب کو خبر ملی کہ بھوانی کالو مودھاجی کے پاس پہونچ گیا ہے اور تھوڑا سا فاصلہ رہا ہے اسی سفر مین دریا بائی کا لشکر ساباجی کے اشارے سے لٹ گیا اور مسماۃ مذکور بھاگ کر ہری رام پنڈت کی پناہ مین آگئی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب جانوجی بھوسلہ مرگیا تو مودھاجی اور ساباجی مین مخالفت پیدا ہوگئی اور جانوجی بھوسلہ کی بیوی دریا بائی مودھاجی سے متفق ہوکر رگناتھ راؤ کی پناہ مین جو نارائن راؤ کے مارے جانے کے بعد خود پونا کا مسند نشین ہوگیا تھا چلی گئی اور ساباجی نے سفر بیدر کے وقت رکن الدولہ سے اتحاد کرلیا تھا جبکہ رگناتھ راؤ کی صلح نواب سے ہوگئی تھی اور وہ قلعہ بیدر کے پاس سے چلا گیا تھا اور اُس نے ترمک راؤ وغیرہ سرداروں کو ساباجی کی سرکوبی کے لیے جس نے پونا کے پنڈتوں کے بہکانے سے رگناتھ راؤ کے ملک مین فساد پھیلایا تھا بھیجا تھا ساباجی نے ترمک راؤ کو رگناتھ راؤ سے توڑ لیا تھا اور نواب سے مدد لے کر رگناتھ راؤ سے لڑائی کا ارادہ کیا تھا اور دریا بائی کہ رگناتھ راؤ کی اجازت لے کر اپنے تعلقے کو روانہ ہوگئی تھی۔ ترمک راؤ نے اُس کی صفائی ساباجی سے کرادی اور ساباجی دریا بائی کو اپنے ساتھ لے کر اس مہم کو روانہ ہوا جس وقت کہ مودھاجی اپنے ملک کو چلا دریا بائی نے یہ بہانا کیا کہ میری سپاہ تنخواہ کے لیے ہنگامہ کرتی ہے اس لیے مین اپنے علاقے کو جاتی ہون ساباجی کو یہ فکر ہوئی کہ ساداوہ دوبارہ مودھاجی سے اتفاق کرکے ہنگامہ آرائی کرے دریا بائی کو جانے سے روکا جب اُس نے نہ مانا اور ۲۱ ربیع الاول کو مستعد روانگی ہوئی تو اُس کے لشکر کو اپنی فوج اور نواب کی سپاہ سے لٹوا دیا فوج اُس کی بھاگ گئی بہت سے آدمی زخمی بھی ہوے اور مارے بھی گئے اور دریا بائی تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ ہری رام پنڈت کی پناہ مین آگئی اُس نے تسلی دی اور اُس کے زخمیون کا علاج کرایا اور سامان کی واپسی کے لیے نواب سے عرض کیا نواب نے لشکر کے کوتوال کو حکم دیا کہ اسباب تلاش کرے چنانچہ بہت سی جستجو کے بعد باربرداری کے کچھ اونٹ اور بیل ملے۔

چونکہ برسات کا موسم قریب آگیا تھا نواب نے چھاؤنی کے لیے اورنگ آباد کا ارادہ کیا (چھاونی سے مراد برسات مین کسی جگہ مقام کرنا ہے) اور ہری رام پنڈت بھٹر کیا گو سرپیچ مرصع اور ساباجی کو سرپیچ و جیغۂ مرصع مرحمت کیا اور پاندان رخصت کا دیا اور رگناتھ راؤ کے تعاقب پر مامور کیا دوسرے روز نواب دونون سردارون کے ڈیرون پر گئے اُنھون نے جواہر کی دو کشتیان اور چند خوان پوشاک کے اور ہاتھی گھوڑے پیش کیے۔ اب نواب روانہ ہوگئے راہ مین کشن لال بلال کو سرپیچ اور جیغۂ مرصع

اور موتیون کی مالابخشی اور پونا کی طرف کو یابائی اور سکھارام پنڈت کے پاس معاملات کی درستی کے لیے بھیجا جعفرآباد کی منزل مین شرف الدولہ اور داور جنگ کو اُن کے علاقون کو جانے کی اجازت ملی اور جعفرآباد سے جب کوچ ہوا تو اتنا پانی پڑا کہ قصبۂ مذکور کا نالہ چڑھ گیا بہیر و بنگاہ اور اکثر آدمی کہ نواب کے ساتھ تھے وہ تو نالے کو طغیانی سے پہلے عبور کر گئے اور جو پیچھے رہ گئے تھے وہ نالے کے چڑھ جانے کی وجہ سے عبور نہ کر سکے اُنھون نے بڑی خرابی سے رات بسر کی صبح کو نالے کا پانی کم ہوا تو دوسرے کنارے پہونچے غرض کہ کوچ ومقام کرکے ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۸۸ھ ہجری کو اورنگ آباد مین پہونچے رگناتھ راؤ کے مقربون نے کہ کارپردازان پونا سے موافقت کرلی تھی رگناتھ راؤ کو اس پر آمادہ کیا کہ ہمایت جنگ کو رخصت کردے اُس نے اُن کو چھوڑ دیا اور وہ رہا ہو کر ۲۶ ربیع الثانی کو نواب کے پاس آگئے اعیان دولت نے تہنیت کی نذرین پیش کین اور تین روز تک تہنیت کی نوبت بجی بعد چند روز کے نواب کے پاس خبر آئی کہ محمد یوسف کمیدان جو پونا کے لشکریون کے ہاتھ مین قید ہوگیا تھا مارا گیا اور ساباجی جو مودھاجی سے لڑنے گیا تھا وہ بھی کام آگیا اس لیے نواب کے حکم سے حشمت جنگ رکن الدولہ کا بھائی اُس کے ملک ومال کی ضبطی کے لیے بھیجا گیا بعد اس کے نواب کے پاس خبر آئی کہ رگناتھ راؤ ہلکر اور سیندھیا کی کمک سے لڑنے کو آمادہ ہوا ہے پس نواب نے منیر الدولہ ناظم اورنگ آباد کو خلعت اور جواہر دے کر شہر کی حفاظت کے لیے مامور کیا اور خود رگناتھ راؤ کے مقابلے کو اورنگ آباد سے کوچ کیا اور نواب نے نانا پھڑنویس وغیرہ کارپردازان پونا کو خلعت وجواہر بھیجکر کہلایا کہ رگناتھ راؤ سے لڑائی کے لیے تیار ہو جاوین۔ برسات کے بعد آخر شوال ۱۱۸۸ھ ہجری مین نواب نے کوچ کیا رگناتھ راؤ نے نواح خاندیس مین پہونچکر شورش برپا کر رکھی تھی نواب نے ضابط جنگ کو اُس کے تعاقب مین بھیجا۔ نانا پھڑنویس نے ایسی چال چلی کہ رگناتھ راؤ و ہلکر و سیندھیا مین اختلاف پیدا ہوگیا اور وہ انسے متوہم ہو کر انگریزون کے پاس سورت کو چلا گیا جب وہ سورت کی طرف بھاگ گیا تو رکن الدولہ نے نواب کو مودھاجی کی گوشمالی کے لیے جس نے برار مین شورش پیدا کر رکھی تھی آمادہ کیا نواب کے لشکر کا گذر سلطانپور نندرآباد اور تھالنیر سے برہانپور کی طرف ہوا یہان ضابط جنگ نواب کے لشکر سے مل گیا اس عرصے مین نواب کی مان عمدہ بیگم کے انتقال کی خبر آئی کہ وہ ۲۰ ذیحجہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو مر گئی تھین۔ پھر نواب سرحد ایلچ پور مین قلعہ انہیر کے پاس پہونچے نواب نے ظفر الدولہ کو حکم دیا کہ قلعے کا محاصرہ کرے اہل قلعہ نے تین دن تک لڑائی کے بعد وہ قلعہ نواب کے نوکرون کے حوالے کر دیا قلعۂ مذکور کی مفتوحی کے بعد ظفر الدولہ کو مودھاجی سے مصالحت کے سوال وجواب کے لیے رخصت کرکے آپ بھی نواب نے چھٹی تاریخ صفر ۱۱۸۹ھ ہجری کو کوچ کیا اثنائے راہ مین عجیب اتفاق ہوا کہ رکن الدولہ فیتو نام ایک گاردی (قواعد دان سپاہی) کے ہاتھ سے مارے گئے جسکی تفصیل

آگے آتی ہے مآثر الامرا مین اُنکے قاتل کا نام اسماعیل خان لکھا ہے جو سپاہی تھا۔

رکن الدولہ میر موسے خان احتشام جنگ کے اخلاق

میر موسے خان ہمیشہ عیش و عشرت مین مشغول رہنے لگے اُن کا اقبال جو انتہاے اوج کو پہونچ گیا تھا تو وہ کسی کی بات بھی توجہ سے نہین سنتے تھے چنانچہ بطور نمونے کے اُن کے تکبر کا حال قلمبند ہوتا ہے کہ وہ ایک دن وقار الدولہ کے ساتھ بیٹھے ہوے تھے کہ سید نجابت خان نبیرہ بہادر دل خان شجاع الدولہ صوبہ دار حیدرآباد اُن کے خیمے کے دروازے پر پہونچا چوبدار عاضر نہ تھے پہرے والے نے اندر قدم رکھنے سے منع کیا اُس نے چاہا کہ معمول کے موافق اندر چلا جائے یہان تک نوبت پہونچی اور کش مکش ہوئی کہ تلنگون کے ہاتھ سے خان مذکور کا گریبان پھٹ گیا اور خود رکن الدولہ اور وقار الدولہ دیکھتے اور ہنستے رہے سپاہیون کو منع نہ کیا اس عرصے مین چوبدار آپہونچے اور تلنگون کو منع کیا اور کہا کہ یہ صاحب منصب ہین اُن سے ایسی بے ادبی سے پیش آئے اور خان مذکور سے عذر کیے سپاہیون کے ہاتھ سے رہائی پاکر وہ رکن الدولہ کے روبرو گیا جنھون نے استہزا کی راہ سے کہا خان صاحب آئیے آئیے سید نجابت خان بولا کہ مین اس لیے نہین آیا ہون کہ آپ کی خدمت مین حاضر رہون بلکہ اس لیے آیا ہون کہ اللہ تعالیٰ اس عاصی کو پھر کبھی آپ کے پاس نہ لائے اور لوٹ گیا تاریخ گلزار آصفیہ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ عباس علی خان اعتصام الملک خلف میر حیدر خان بہادر اعتصام جنگ میر منشی آصف جاہ اول بقسمیہ کہتا تھا کہ مین اُس وقت رکن الدولہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس اہانت کا بدلا یہ ہوا کہ اُسی ہفتے مین رکن الدولہ مارے گئے مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ کثیر الخلق تھے۔

رکن الدولہ کی مقتولی کا حال

اُنکی مقتولی کی بابت تاریخ گلزار آصفیہ مین دو وجہین لکھی ہین **ایک وجہ** یہ ہے کہ ایک دن نواب کی بہن کالی بیگم نے اپنی ڈیوڑھی کے پوربیے کی زبانی رکن الدولہ کو کہلایا کہ ان دنون سفر طولانی درپیش ہے ہر روز بندگان عالی کوچ در کوچ چلتے ہین میرے رتھ کی سواری کے بیل بسبب بڑھاپے کے بہت کمزور ہوگئے ہین اس لیے تم ایک جوڑی گجراتی بیلون کی مجھے بھجوا دو رکن الدولہ نے قبول کرلیا وہ پوربیہ روز تقاضے کو جانے لگا ایک دن پوربیہ نے بہت تنگ آکر زیادہ تقاضا کیا اُس وقت رکن الدو نے سخت جواب دے کر جھڑک دیا پوربیہ بہت آزردہ ہوکر اپنی ڈیوڑھی پر آکر بیٹھ گیا اور کچھ بیان نہ کیا تین دن کے بعد بیگم صاحبہ نے اُس سے ناراض ہوکر کہلایا کہ بیلون کے واسطے کیون نہین جاتا عرض کرایا کہ یہ کام کسی دوسرے نوکر سے لیا جائے مین رکن الدولہ کے پاس ہرگز

نجاؤنگا آخر الامر جو کچھ رکن الدولہ نے کہا تھا اُس نے بیان کر دیا جب نواب کھانا کھانے کے لیے محل کے اندر آئے تو کالی بیگم نے نواب کے روبرو بیٹھ کر کہا کہ اے بھائی اگر والد مرحوم کی اولا دین آپ بھی بیٹی پیدا ہو جاتے تو بہتر ہوتا کہ تمہاری ریاست و استقلال دولت مین نوبت اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ ایک پوربیے کی غیرت نے بھی اُس کی برداشت نہ کی تو دوسرے غیرت وارون کی کیا حالت ہو گی اُس وقت نواب نے بہن کو جواب دیا کہ آپ مجھے بھائی نہ کہین کیونکہ مین آصفیہ خاندان کا مرد نہین ہون بلکہ مرہٹون وغیرہ کی جنگ وجدل اور دوسرے اختلال سے سخت مجبور ہو رہا ہون بیگم صاحب نے فرمایا کہ جبکہ تمہاری یہ حالت ہے اور ایسے مجبور و ناچار بن گئے ہو تو مجھے اجازت دیجیے کہ جو کچھ میرے ہاتھ سے ہو سکے عمل مین لاؤن نواب صاحب نے جواب دیا کہ کون تمکو روکتا ہے جو کچھ تم سے بن سکے عمل مین لاؤ پس بیگم صاحبہ نے فیضو تلنگے کو جو زنانی ڈیوڑھی کے پہرہ پر قائم رہتا تھا طلب فرما کر کہا کہ فیضو مین تجھ سے ایک کام کو کہتی ہون کہ اُس مین تیری جان کا اندیشہ ہے تجھ سے ہو سکے گا یا نہین ہو سکے گا عرض کیا کہ اگر غلام کی جان جانے پر حضور کا کام درست ہوتا ہے تو ایسی ہزار جانین قربان ہین بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو تجھ سے زیادہ کوئی شخص عزیز نہوگا اور اگر مارا گیا تو تیری اولاد سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہوگا فیضو نے قبول کیا جب اُس کو رکن الدولہ کے قتل کرنے کا حال سنایا تو عرض کیا کہ اس شرط سے قتل کرنے کو تیار ہون کہ نواب صاحب بھی اپنی زبان سے اس کام کے واسطے کہدین بیگم صاحبہ نے کہا کہ نواب اپنی زبان سے ایسا کبھی نہین کہین گے البتہ میرے حکم دینے کے وقت وہ سُنکر خاموش رہین گے پس تو اُن کی خاموشی کو اُنکی رضامندی کی دلیل سمجھیو۔ فیضو نے اس بات کو قبول کر لیا دوسرے دن نواب اور بیگم صاحبہ ایک باریک پردے کے اندر بیٹھے اور فیضو کو ایک محرم راز اصیل کی معرفت بلایا۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ اے فیضو تو نے میری اور حضرت کی شبیہ کو باہر سے دیکھ لیا فیضو نے عرض کیا کہ ہان اُس وقت بیگم صاحبہ نے کہا کہ حضرت کا حکم یہ ہے کہ رکن الدولہ کو قتل کر ڈال فیضو نے تسلیم کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اُن ایام مین نواب کے محلات کا یہ دستور تھا کہ تمام بیگمات اور خانمات وغیرہ سنجاف کا کام مچھلی بندر کی چھینٹون سے لیتی تھین کیونکہ یہان کی قلم کار چھینٹین عجیب و غریب ہوتی تھین ملکو مین جاتی تھین چنانچہ ایک مغل بندر مذکور سے عمدہ عمدہ چھینٹین لایا تھا اس مین سے سات سو روپے کا مال سرکاری محلات کی خریداری مین آیا تھا اُس کی قیمت کا کاغذ نواب کا دستخطی رکن الدولہ کے پاس پہونچایا گیا مدار المہام نے چھ ماہ تک ٹالا کیونکہ جابجا فوج کشی کرنے کے مصارف ہونے اور ملک کی آمدنی مین فتور پڑنے سے خزانہ ایسے مصارف کا روپیہ نہ دے سکتا تھا جو کچھ روپیہ حاصل ہوتا تھا وہ فوج کشی کی درستی مین رکن الدولہ لگاتے تھے چنانچہ اونکے

انتظام سے فوج اچھی حالت مین تھی رکن الدولہ مغل مذکور سے آج کل کا وعدہ کرتے رہتے تھے مغل نے مجبور ہوکر ایک دن نواب صاحب کی سواری کے راستے مین کھڑے ہوکر فریاد کی اور خدا و رسول کے نام کی دہائی دی کہ یا تو حضور میرے دام دلوا دین یا مال واپس کرا دین رکن الدولہ خواصی مین بیٹھے ہوے تھے اُن سے نواب نے کچھ نہ کہا اور عماری سے اُتر کر محل مین چلے گئے اور چھینٹون کے کئی سالم تھان اور باقی سنجافین اور تین سو روپے کشتیون مین رکھوا کر مغل کو بھجوا کر کہلا دیا کہ یہ تمہارا مال ہے اور تین سو روپے تقصیر اسنے کے ہین جہان چاہو اُس کو بیچ لو اور پھر سوار ہوکر روانہ مقصد ہوے رفتہ رفتہ بیگم صاحبہ کی عداوت اور حضور کی بے التفاتی رکن الدولہ کے ساتھ تمام مین مشہور ہوگئی۔ ایک رات رکن الدولہ سو رہے تھے کہ صمصام الدولہ کا رقعہ خیمے مین آیا رکن الدولہ نے اُسے پڑھ کر شمع پر رکھکر جلا دیا اور جواب دیا کہ حال معلوم ہوگیا اُسی وقت رکن الدولہ کا چھوٹا بھائی شرف الدولہ خیمے مین آیا اور بھائی کے پانو و نپر ہاتھ رکھکر جگا دیا رکن الدولہ نے پوچھا کہ ایسے بے وقت آنے کا کیا سبب ہے شرف الدولہ نے کہا کہ آدمی آپ کے متعلق ایسا ایسا کہہ رہے ہین بہتر یہ ہے کہ چند روز تک دربار کی آمد و رفت موقوف رکھو یہ کہکر رونے لگا رکن الدولہ نے جواب دیا کہ اے بھائی کیون روتا ہے اپنے خیمے مین چلا جا مین بکری کا بچہ نہین ہون کہ کوئی مجھے حلال کر ڈالے گا خاطر جمع رکھو جب نواب کا لشکر منیر کی منزل مین پہونچا تو عماری سے اُترنا چاہا اول موافق رسم کے رکن الدولہ کہ خواصی مین تھے اُتر کر کھڑے ہوگئے۔ نواب نے اپنے سر پر ہاتھ رکھکر سب کو رخصت کر دیا اور رکن الدولہ سے بھی کہا کہ اپنے خیمے مین چلے جاؤ کیونکہ اُنکی مرضی یہ نہ تھی کہ اُن کا خون نواب کے سامنے بہے رکن الدولہ نے عرض کیا کہ غلام کو بعض باتین عرض کرنی ہین امیدوار تنہا باریابی کا ہے نواب نے فرمایا کہ اس وقت منزل سے چلکر آنا ہوا ہے ستنہ ضروریہ کی احتیاج کا رفع کرنا ضروری ہے وہ باتین کس لیے خواصی مین نہ کہدین دوسرے وقت پر حاضر ہوکر بیان کیجو جب خلوت کے قریب پہونچے تو پھر رکن الدولہ نے وہی بات عرض کی اور وہی جواب پایا جب خیمۂ خلوت مین داخل ہونے لگے تو پھر رکن الدولہ نے باصرار عرض کیا نواب نے برہم ہوکر فرمایا کہ مین کتنا ہی چاہتا ہون کہ دفع الوقتی ہو اور تم نہین مانتے تم کو کچھ خیال نہین ہے آؤ اور بیٹھ جاؤ کہ کونسی ضروری بات عرض کرنی ہے بعد اس کے نواب خیمۂ محل کے اندر چلے گئے اور رکن الدولہ خیمۂ خاص محل کے باہر بیٹھے رہے۔

اس وقت فیضو کہ پہرے پر کھڑا تھا اُس نے بندوق تو اپنی خیمے کے کونے مین رکھدی اور رکن الدولہ کے پیچھے سے آکر اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا کہ نواب صاحب ملتے ہے اور اپنا جمدھر دکھا کر اس زور سے مارا کہ اُن کے گردے کاٹتا ہوا دوسرے پہلو مین نکل گیا اور یہ کام کرکے بھاگنے لگا

کہ برہان الدولہ نے جو رکن الدولہ کی طرف سے نواب کے حضور مین وکالت کے طور پر حاضر رہتا تھا اُس کا تعاقب کر کے تلوار کا ایک ہاتھ ایسا بھرپور مارا کہ کام تمام ہو گیا اس خیال سے کہ شاید نواب کے کہنے سے اُس نے ایسا کیا ہو اور اُس کے مُنھ سے یہ راز کھل جائے۔ اُسی وقت نواب نکل آئے اور کہا کہ مینے بار بار تمکو نہ کہا تھا کہ اپنے خیمے مین چلے جاؤ آخر تمہارا یہ حال ہوا۔ رکن الدولہ نے کہا کہ جان نثاری نوکری کی معراج ہے لیکن اگر دوسرے مقام پر ایسا ہوتا تو بہتر تھا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن مبارز الملک و اسمٰعیل خان اس سانحہ ناگزیر سے پریشان ہون گے اس لیے غلام اُن کی تسلی کرتا ہے پس اپنے منشی کو بلا کر خط لکھوائے اور اپنے ہاتھ سے دستخط کیے جن کا مضمون یہ تھا کہ یہ کام حضور کی اطلاع کے بغیر ہوا ہے خود بدولت کو اس مین مداخلت نہین ہے تم کوئی دوسرا خیال نہ کیجیو اور جان نثاری و فرمان برداری اپنا شیوہ رکھیو بعد اس کے نواب نے رکن الدولہ کو پالکی مین ڈلوا کر اُن کے خیمے مین پہونچوا دیا جراحون نے زخم کو ٹانکے لگائے قریب صبح صادق کے دم نکل گیا اُنکے قتل کا واقعہ ۲۶ صفر سنہ ۱۱۸۹ ہجری کو ہوا تھا دوسرے دن نواب خود رکن الدولہ کے بھائی شرف الدولہ کے خیمے مین گئے اور کلمات تشفی کہے اور تمام رفقا و وابستگان رکن الدولہ مثل داور جنگ اور اشرف جنگ اور تہور جنگ اور بحکم جنگ اور ارسلان جنگ اور حشمت جنگ کو نواب نے اعزاز و اکرام سے شادکام کیا اور رکن الدولہ کی جاگیر اُنپر بحال رکھی لیکن حدیقۃ العالم مین اور اُس کی تقلید سے رشید الدین خانی وغیرہ مین لکھا ہے کہ حاضرین دربار نے فیضو کو پکڑ لیا تھا اور اُس سے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ تمنے یہ فعل کیون کیا اور کس کے کہنے سے کیا اور نواب صاحب نے بھی اُس کو طمع دلائی اُس نے کسی کا نام نہ لیا اور عقدہ اس کا حل نہ ہوا وہ اُسی وقت مروا دیا گیا نواب صاحب کو اس سانحے کا بہت رنج ہوا ان صاحبون نے اُن وجوہات کو جو گلزار آصفیہ مین مذکور ہین ذکر نہین کیا۔

بلدۂ حیدرآباد کی شرقی طرف ایک تالاب رکن الدولہ کی یادگار سے ہے موسے خان کا دادا بخارا سے تلاش معاش کے لیے ہند مین آیا تھا اور آصف جاہ اول کی سرکار مین نوکر ہو کر ترکی خان خطاب پایا اُس کے چار بیٹے تھے اُن مین سے فرزند اوسط موسے خان تھا اس نے بھی آصف جاہ موصوف کی رفاقت مین بسر کی اس کا بڑا بیٹا محمد یار خان باپ کے مرنے کے بعد اول خطاب پدری میر موسے خان بہادر سے سرفراز ہوا اور صلابت جنگ کے عہد مین جزائر اندازون کے رسالے کا افسر ہوا بعد اس کے صمصام الدولہ شاہنواز خان کے توسط سے میر نظام علی خان کی دولت ملازمت سے باریاب ہوا اور سپاہ کی بخشی گری پائی اور منصب چار ہزاری اور علم و نقارہ و نشان و خطاب احتشام جنگ سے بہرہ یاب ہوا اور جھالر دار پالکی پائی سنہ ۱۱۷۰ ہجری

مین شامل دا اس کے مقتول ہونے کے بعد منصب ہفت ہزاری ذات و شش ہزار سوار پر پہونچا اور ماہی مراتب اور خطاب رکن الدولہ ملا و رعہدہ دیوانی پر سرفراز ہوا۔

عہدۂ مدارالمہامی اور ظفرالدولہ کی ترقی

رکن الدولہ کے اختیارات ریاست مین بڑھے ہوے تھے اور تمام لوگ ان سے محبت رکھتے تھے اُنکے قتل کے بعد تین سال تک نواب کے حکم سے وقارالدولہ اور صمصام الملک اس عہدے کو چلاتے رہے اور رکن الدولہ کے ذی اقتدار و مختار کل ہوجانے کی وجہ سے نواب نظام علی خان کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ کسی ایک شخص کو مدارالمہام مقرر کرکے اختیارات اُس کے سپرد کرین لیکن بعد مین اُن کی یہ راے بدل گئی اور **وقارالدولہ** کو مدارالمہام بنا دیا بعض کہتے ہین کہ رکن الدولہ کے بعد **ظفرالدولہ** اُن کی قائم مقامی مین کام کرنے لگے۔ بہرصورت رکن الدولہ کی مقتولی کے بعد ظفرالدولہ کی ترقی شروع ہوئی تھی یہ امامیہ مذہب رکھتے تھے ان کا خاندانی لقب **دھونسہ** ہے اور قوم مغل چغتائی ہے ابتدا مین خاص بیگ دھونسہ ہندوستان مین آکر سیکاکول کے علاقہ بیجانگر متعلقہ راج راج مین سکونت پذیر ہوا ظفرالدولہ یہین پیدا ہوے تھے جب سن تمیز کو پہونچے تو فرانسیسون کی رفاقت اختیار کی قواعد فوجی اور نقشہ صفوف جنگ کی تیاری کا ہنر سیکھ کر حیدرآباد مین آئے اور رکن الدولہ کے ساتھ رہنے لگے اور اُن کی سفارش سے تعلقہ نرمل اور کئی دوسرے محال جاگیر مین پائے اور بعد اس کے بہت سی سپاہ فراہم کرکے رگھوجی بھوسلہ کے بعض محالات داب لیے۔

نواب صاحب کا ناگپور جانا۔ اسماعیل خان ناظم ایلچپور کا مارا جانا

[margin:] ۱۱۸۹ھ نواب صاحب کا ناگپور جانا

نواب صاحب ناگپور مین جو بھوسلہ کی حکومت گاہ تھی جا پہونچے۔ ۲۴ جنوری ۱۱۸۹ہجری کو مودھاجی بھوسلہ نواب کے پاس آیا ظفرالدولہ اور وقارالدولہ کی معرفت نواب کا سلام ہوا نواب نے خلعت اور جواہر اور ایک ہاتھی اُس کو دیا اور سرپیچ مرصع اپنے ہاتھ سے اُس کے سر پر باندھا اور اُسکے ساتھ والون کو بھی سرپیچ مرصع عنایت کیے۔ اور ۷ ربیع الاول کو نواب صاحب اس کی ملاقات بازدید کے لیے اس کے خیمے مین گئے اس نے چار خوان کپڑون کے اور دو کشتیان جواہر کی اور گھوڑے ہاتھی پیش کیے دوسرے دن نواب نے اپنے بڑے بیٹے عالی جاہ کے نام ایلچپور کی صوبہ داری مقرر کی اور اُن کی نیابت مین بہرام جنگ کو مقرر کرکے ایلچپور کی حراست اور برار کے محالات کے انتظام کے لیے بھیجا اور پاندان رخصت اور سرپیچ مرصع اور جیغہ مرحمت کیا اور

صلابت خان اور بہلول خان کو بھی ایک ایک سرپیچ مرصع اور پاندان رخصت عنایت کیا اور خود نواب اورنگ آباد کو لوٹے اور سید مکرم خان کو صاحبزادۂ عالی جاہ کا دیوان اور اتالیق مقرر کیا۔ اسمٰعیل خان پنی ناظم ایلچپور اور ظفر الدولہ مین سابق سے عداوت چلی جاتی تھی ظفر الدولہ کو تو یہ منظور تھا کہ خان مذکور اطاعت و انقیاد کی طرف مائل ہو اور وہ بوجہ اپنی خلقی بہادری اور خودی کے اُس کو موت سے بدتر جانتا تھا اور ظفر الدولہ کے اقتدار کو خیال مین نہ لاتا تھا اور اپنی خودداری کی وجہ سے ایلچپور کے حصار کو پتھرون اور چونے سے تیار کرایا تھا۔ اس امر کو فساد پر محمل کرکے ظفر الدولہ ہمیشہ رنگ رنگ کی تمہیدین خان مذکور کی طرف سے نواب کے ذہن نشین کرتا رہتا تھا۔ غرض کہ ظفر الدولہ کو یہ منظور تھا کہ خان مذکور پر کوئی تہمت لگا کر جنگ مین مبادرت کرے مگر رکن الدولہ اُس کی بربادی نچاہتے تھے جب وہ مارے گئے تو ظفر الدولہ نے بہت سے قصے خان مذکور کے تمرد کے گھڑ کر نواب سے کہے اور چاہا کہ خان مذکور کا غرور توڑے نواب نظام علی خان نے ظفر الدولہ کی خاطر سے اسماعیل خان پنی کو جو نواب کے حکم سے نواب کے خیمہ گاہ سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر اترا ہوا تھا کہلا بھیجا کہ ایلچپور کی صوبہ داری ہم نے عالی جاہ کے حوالے کی اور تمہارے واسطے فقط بالاپور جاگیر مین مقرر رہا ہے بہتر ہے کہ تم ایلچپور کو خالی کرکے اہلکاران ریاست کے حوالے کردو اور آپ اکرم ضابطہ جنگ کے ذریعے سے سلام کرو پٹھانون نے نواب کے حکم سے سرتابی کی ظفر الدولہ چونکہ اُنکے خون کا تشنہ تھا اُنکی سرکوبی کی اجازت لے کر ۱۰ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ ہجری کو ساز و سامان تیار کرکے بہت سی فوج اور بڑا توپخانہ ہمراہ لیکر اُنپر حملہ آور ہوا نواب بھی ظفر الدولہ کی اعانت کے لیے مستعد روانگی ہوے۔ اُدھر خان مذکور نواب کے سلام کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ اپنی قیام گاہ سے نکلا تھا۔ جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ ظفر الدولہ جنگ کے ارادے سے آرہا ہے تو اُس سے منہ پھیرنا ننگ و عار سمجھکر اپنی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ظفر الدولہ کے ٹڈی دل لشکر پر آگرا توپون کی زد سے گذر کر ظفر الدولہ کے ہاتھی تک پہونچ گیا ظفر الدولہ کے لشکر پر بے حد سراسیمگی چھاگئی مگر اسماعیل خان تیر و تفنگ اور سنان کے زخمون سے چور ہوکر گرپڑا جس کا سر کاٹ لیا گیا۔ بعد اس کے نواب نظام علی خان نے ایلچپور جاکر شاہ عبدالرحمٰن کی قبر پر فاتحہ خوانی کی اور ظفر الدولہ کو ایک تلوار مع علی بند اور منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار اور خطاب **مبارز الملک** دیا اور سید عاقل خان بہرام جنگ کو جو ہرکارون کا داروغہ تھا منصب پنجہزاری ذات و سہ ہزار سوار پر پہنچا کر جھالردار پالکی عطا کی اور **برہان الدولہ** خطاب اور برار کی نظامت دی جب اسماعیل خان مارا جاچکا تو ظفر الدولہ نے اُس کے دو بیٹون صلابت خان اور بہلول خانکی تالیف قلوب

کے لیے سفارش کی نواب نے انکو بلوا کر سرپیچ مرصع دیگر جاگیر اور منصب سے سرفراز کیا۔ اسی عرصے مین خبر منیر الملک شیر جنگ حیدر یار خان کے فوت ہو جانے کی آئی۔ ۲۱ جمادی الاولے ۱۱۸۹ھ ہجری کو نواب صاحب اورنگ آباد مین داخل ہوے اور عوض خان مرحوم کی بارہ دری مین ٹھہرے ظفرالدولہ ایک منزل پیچھے تھے وہ بھی آکر کوٹلے مین شاہ نواز خان مرحوم کی حویلی مین اُترے نواب صاحب نے روضے مین جاکر اپنے والد آصف جاہ اول اور بھائی ناصر جنگ کی قبرون پر فاتحہ پڑھی۔

متفرق باتین۔ سوائی مادھوراو کا نواب کو بعض علاقے اور قلعہ دولت آباد واپس دیدینا

نواب نے خود کاغذ واڑے مین جاکر کاغذ سازون سے فرمایا کہ ایسے سائز کا کاغذ کہ طول اُس کا ایک گز دو گرہ کا اور عرض پندرہ گرہ کا ہو اور نہایت خوش قلم اور چہرہ دار ہو زرباد کے کاغذ کی طرح تیار کرین اور نام اسکا نظام علی خانی رکھین اور اپنی جیب خاص سے بیس اشرفیان اُنکو دین بعد اُس کے دولت آباد کی سیر کو گئے قلعے پر جو سانگڑ ہی سلطان کی قبر ہے اُس کی زیارت کی۔ ۱۶ جمادی الاخرے ۱۱۸۹ھ کو محمد امجد خان کو جو تیغ جنگ کا رشتہ دار تھا رسالہ داری عطا کی اور غرہ رمضان ۱۱۸۹ھ ہجری کو یورپ کا بہت سا سامان جیسے گھنٹے اور صندوق وغیرہ دو لاکھ روپے کا خریدا اور اُنکو رکھوا کر سب کو اجازت دی کہ آکر دیکھین اسی زمانے مین خبر آئی کہ راجہ دیوچند ملہاری کے پاس حیدر علی خان نایک کے مقابلے مین زخمی ہو کر مر گیا اور اُس کی تمام سپاہ کٹ گئی۔

سوائی مادھوراو کی طرف سے کاندا پور۔ وبھینا پور۔ وجالنہ۔ ومونگی پٹن اور قلعہ دولت آباد کی واگذاشت کا کاغذ جن کی آمدنی ۲۵ لاکھ روپے سال کی تھی اور جو رگناتھ راو کے مقابلے مین کومکشی کی امداد مین نواب کو دینا قرار پائے تھے سکھارام وغیرہ کارپردازان پونا نے نواب کے پاس لاکر حوالے کیے۔

اورنگ آباد مین نواب کا برسات بھر قیام اور دوسرے انتظام

جب نواب صاحب اورنگ آباد مین مقیم رہے تو میر جملہ بہادر نصیر جنگ کو مبارز الملک ظفرالدولہ کے مشورے سے حیدرآباد کی صوبہ داری اور عظیم الدولہ خطاب دیا اور محمد عارف خان برادر وفادار خان کو دولت آباد کا قلعدار بنایا اور بہادر بیگ خان کو خدم وحشم کا داروغہ کیا۔ ۶ شوال ۱۱۸۹ھ ہجری کو نواب صاحب اورنگ آباد سے واپس ہوے اور چند روز قلعہ دولت آباد در

زیارت مزارات روضہ اور سیر باغات اطراف بلا دمین بسر کیے اور ۸ ذیقعدہ کو مبارز الملک نے دولت آباد کے قلعے مین نواب کی ضیافت بڑے تکلف سے کی اور جواہر گران بہا اور پوشاک فاخرہ نذر کی۔ نواب نے مبارز الملک کو فوج مرہٹہ کے ساتھ رگناتھ راؤ کے استیصال کے لیے جو مالوے مین لوٹ مار کر رہا تھا بھیجا اور نواب خود ۱۲ ماہ مذکور کو وہان سے کوچ کر کے ۲۰ ماہ مذکور کو دھارور کی پہاڑی سے اُتر کر دوسرے دن قلعہ فتح آباد دھارور کی سیر کے لیے متوجہ ہوے یہ قلعہ شرف الدولہ کے تعلقے مین تھا اور عظیم الدولہ نصیر جنگ ناظم اورنگ آباد کو سرپیچ اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید دیگر پاندان رخصت مرحمت کیا اور رجب وہان سے روانہ ہو کر قلعہ اوسہ کے حوالی مین آئے تو یہان کا قلعہ دار غلام سید خان اپنے بیٹے اور بعض خاص آدمیون کے ساتھ نواب کے پاس حاضر ہوا اور نواب نے قلعے کی سیر کی۔ قلعدار نے جواہرات اور پوشاک اور گھوڑا اور ہاتھی نذر کیا۔ یہان عشرہ محرم ۱۱۹۰ھ ہجری مین توقف ہوا پھر وہان سے کوچ کر کے ۱۰ ربیع الاول ۱۱۹۰ھ ہجری کو قلعہ کلیان کے پاس مقام ہوا اور اس ماہ کی ۲۰ تاریخ کو مبارز الملک اُن منصبدارون کے ساتھ جو اُس کے ہمراہ متعین تھے جیسے سیدی عبداللہ خان وسنبھاجی راؤ پانڈروا اور صاحب خان متی کے سلام کو حاضر ہوا اور دو لاکھ روپے جو نواب کے ادھر سفر خرچ کے نام سے قصبجات اور منصب دارون کی جاگیرون سے وصول کیے تھے پیش کیے۔ کلیان کے علاقے مین ہیضہ شدت سے پھیلا ہوا تھا سیکڑون آدمی قے اور دست سے تھوڑے سے عرصے مین مر گئے تھے بعد اس کے نواب نے مبارز الملک کو زمینداران شولاپور وکدوال سے زرپیشکش وصول کرنے کو روانہ کیا اور خود حیدرآباد کی طرف چلے اور ۲۴ جمادی الآخرے ۱۱۹۰ھ ہجری کو یہان داخل ہو گئے۔ بعض نے ۲۷ جمادی الاولے تاریخ واپسی لکھی ہے۔ مگر تاریخ گلزار آصفیہ مین ۷۔ رجب ۱۱۸۹ھ ہجری تاریخ آمد حیدرآباد غلط بتائی ہے۔

یہان آکر تیغ جنگ ابوالفتح بہادر کو جو خاندان شمس الامرا کے بانی ہین حکم دیا کہ فوج بھرتی کرین چنانچہ اُنھون نے سواران سلحدار اور پائے گاہ کے بیش قرار تنخواہ پر نوکر رکھے۔ ظفر الدولہ مبارز الملک زرپیشکش زمینداردن سے تحصیل کر کے مقام سنگاریڈی کے پاس آئے وقار الدولہ نے نواب کے حکم سے اُن کا استقبال کیا۔ چونکہ معین الدولہ غلام سید خان تعلقہ اوسہ سے حاضر ہو کر امورات ریاست مین دخیل ہوے تھے اور ظفر الدولہ مبارز الملک اُن کو ناپسند کرتے تھے اس لیے ظفر الدولہ نے یہان سے چلا جانا مناسب جانا اور تعلقہ نرمل کے انتظام کے لیے نواب سے اجازت لی اور عرض کیا کہ برسات بعد آؤنگا اور نرمل کو چلے گئے

ان ایام مین نواب نے اپنی بیٹی بدری بیگم کی شادی ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ سے کی۔ ۷ اشوال

سنہ ۱۱۹۰ ہجری کو سالگرہ کے جشن کی تقریب مین مقربون کو خلعت اور مناصب اور خطابات دیے چونکہ غلام سید خان ریاست کے کامون مین دخیل تھے مبارز الملک نے اُن کی مداخلت کو ناپسند کیا اور وقار الدولہ کے توسط سے نواب سے عرض کرایا کہ فدوی کا حاضر ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ غلام سید خان کو حضور مین سے علیحدہ کر کے قلعہ اوسہ کو بھجوا دیا جائے چنانچہ نواب نے اُنکے پاس خاطر سے ایسا ہی کیا اور عنایت نامہ مبارز الملک کی طلب مین لکھا چنانچہ وہ حیدرآباد مین آگئے۔

نواب صاحب ماہ محرم سنہ ۱۱۹۱ ہجری مین نواحی گولکنڈہ کے موضع لگن بھاڑ کی طرف گئے وہان سے کوچ و مقام کرتے ہوئے سیر کر کے واپس بلدہ مین آئے اور محرم کا مہینہ گوردھن داس سیٹھ کے باغ مین بسر کیا۔

نواب نظام علی خان کی حیدر علی خان والی میسور سے لڑائی

حیدر علی نایک نے پٹھانون کے اکثر مقامات دبا لیے تھے نواب نے اُس سے لڑنے کی تیاری کی سیف الدولہ کو قلعۂ بیدر کی طرف بھیجدیا اور اپنے بیٹے عالی جاہ کو سرداران فوج کے ساتھ اور صمصام الملک دیوان کی اتالیقی مین گلبرگہ کی طرف بھیجکر وہان مقام کرنے کا حکم دیا۔ ۸ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۹۱ ہجری کو نواب نے خود بھی کوچ کیا اور دریائے کشنا کی طرف چلے راستے مین ظفر الدولہ مبارز الملک بھی اپنے تعلقے سے چلکر حاضر ہو گئے اُنکو نواب نے حکم دیا کہ دس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے نئے بھرتی کرین اور منصبدارونکی سپاہ زبردست توپخانے کے ساتھ اُسکے ہمراہ کر دی اور حیدر علی خان کے ملک کی طرف آگے سے بھیجدیا اور خود نواب اُنکے پیچھے پیچھے چلے۔ مبارز الملک متواتر کوچ و مقام کرتے ہوئے کرنول کی طرف گئے وہان کے حاکم سے پیشکش لے کر قصبۂ دون کی طرف گئے جو کرنول سے گیارہ کوس کے فاصلے پر ہے اور پھر یہان سے حیدر علی خان کے علاقہ مغیرک پر جو بارہ کوس تھا حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا اور وہان کی رعایا اور ساہوکارون کو قید کر لیا اور نرل مین آبادی کے لیے بھیجدیا وہان سے کنجی کوٹہ اور پرگنۂ ورک کو کہ حیدر علی خان کے ملک سے متعلق تھے عازم ہوئے راستے مین چونکہ پہاڑی اور جنگل جھاڑی کثرت سے تھی دو تین روز تک کسی اچھے صاف راستے کی تلاش مین مقیم رہے جب حیدر علی خان کو یہ حال معلوم ہوا تو مقابلے کے عزم سے اپنی دار الحکومت سے روانہ ہوا جب اُس کی روانگی کی خبر نواب کے بھائی شجاع الملک بسالت جنگ کو پہونچی تو اُنھون نے مبارز الملک ظفر الدولہ کو لکھا کہ اب اُن پہاڑون مین ٹھہرا رہنا مناسب نہین ہے حیدر علی خان تیزی سے اُدھر آرہا ہے ظفر الدولہ یہان سے فوراً قلعہ گتی کی طرف آگئے اور وہان سے مدکیرا مین کہ ادھونی سے آٹھ کوس پر ہے پہونچے اور یہان سے شجاع الملک کی تحریر کے موافق چلکر ادھونی آئے اور ایک

دلیر حیدر علی خان مدگیرا مین پہونچ گیا مبارز الملک ایک دن ادھونی مین ٹھہرے اور فوج کو درست کرکے حیدر علی خان کی طرف رات کے وقت روانہ ہوے۔ حیدر علی خان جس کی ہوشیاری کا لوہا اُسکے دشمن بھی مانتے تھے پہلے ہی سے اُنکے ارادے سے ہوشیار ہو گیا تھا ظفر الدولہ کے کتی پہونچنے سے قبل کتی چھوڑ کر چلا گیا اور وہان سے چلکر ملگنڈہ قلعہ سنگین مین جاکر ٹھہر گیا اور یہان لڑنے کا تہیہ کیا۔ اور ظفر الدولہ کی فوج کتی تک حیدر علی خان کے تعاقب مین گئی تھی کہ نواب کے حکم سے یہان سے لوٹ گئی اسی عرصے مین خبر آئی کہ مرہٹون کی قوت ہری پنڈت پھڑکیہ کی ماتحتی مین ظفر الدولہ کی مدد کے لیے روانہ ہوئی ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ تعلقہ لچھندر گڑھ متعلقہ حیدر علی خان کو لوٹ لے ظفر الدولہ یہ بات سُنکر جریدہ جلدی سے جلد اُدھر کو روانہ ہوے اور پنڈت کے پہنچنے سے پیشتر وہان جا پہنچے اور مقام مذکور کو لوٹ کر بہت ساسامان و اسباب حاصل کیا اور بعد پہونچنے پنڈت کے اُس سے ملے اور چند روز یہان مقام ہوے اُس عرصے مین اُس طرف کے زمینداروں نے ظفر الدولہ کو ترغیب دی کہ وہ حیدر علی خان کے ملک مین داخل ہو جاوین اور لڑائی چھیڑ دین اور اُس کا استیصال کر دین حیدر علی خان کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے پنڈت کی فوج کو بہت سا روپیہ خفیہ طور پر دے کر اپنے ساتھ متفق کر لیا یہان تک کہ انھون نے طلب تنخواہ کے لیے ہنگامہ کیا اور کہا کہ ہم یہان نہین ٹھہرتے پنڈت نے جب دیکھا کہ سپاہ تعمیل حکم نہین کرتی اور برسات کا موسم قریب آگیا ہے تو کوچ کر کے پونا کو چلا گیا ظفر الدولہ بھی پاک ٹور کی پہاڑی سے اُتر کر اور کدوال کے زمینداروں سے تین لاکھ روپے لے کر کویل کنڈہ مین نواب کے حکم سے ٹھہر گئے تاکہ برسات یہان بسر کرین نواب بھوت پور مین پہنچکر یہان ٹھہر گئے۔ ۱۱ جمادی الاولے ۱۱۹۱ھ ہجری کو عالی جاہ کو گلبرگہ کی چھاؤنی کو رخصت کیا اور اکثر سرداران فوج کو اپنی اپنی فوجون کے ساتھ اُنکے ہمراہ کیا اور شرف الدولہ نواب بسنت چٹی لے کر حیدر آباد کو چلے گئے اور اپنے کارپرداز محمد علی خان کو فوج کا افسر کر کے عالی جاہ کے ساتھ کیا نواب بھوت پور سے کوچ کر کے فرخ نگر کے پاس پہنچے۔ ۱۷ ماہ مذکور کو وہان سے کوچ کر کے بلدہ حیدر آباد کی عیدگاہ کے متصل مقام کیا کوچ کے دن ذوالفقار الدولہ بہادر مہابت جنگ و منصور جنگ نواب سے آکر ملے اور عیدگاہ کے متصل منزل مین سید دلاور علی خان ناظم بلدہ حیدر آباد وغیرہ بڑے بڑے آدمی سلام کو حاضر ہوے نواب یہان دو گھڑی تک خیمے مین بیٹھکر سوار ہوے اور اسی دن تیغ جنگ بہادر اور امیر الدولہ کو بٹھایا اور ساعت نیک پر دولت خانے مین پہنچکر نذرین اعیان ریاست کی لے کر محل کے اندر تشریف لے گئے۔ ۲۳ جمادی الاولے ۱۱۹۱ھ ہجری کو شاہ فضل اللہ درویش سے ملنے گئے اور ۲۵ جمادی الاولے کو توپخانہ دیکھنے کو گئے۔ ۲۹ ماہ مذکور کو راے بھوانی کر اپنے بیٹے کیول کشن کا بیاہ کرنے کو ہندوستان مین جاکر واپس آیا تھا نواب کے پاس حاضر ہوا اور نذر و پیشکش گذرانا اسی زمانے مین صلابت خان و بہلول خان حیدر آباد کے قریب آئے اور

دلاور خان کے ساتھ جو استقبال کے لیے مامور ہوا تھا نواب کی ملازمت مین پہنچے۔ ان دنون سید دلاور خان کو انتظام جنگ بہادر خطاب اور تیغ جنگ کو شمس الدولہ بہادر خطاب ملا اور دونون منصب پنجہزاری ذات و سہ ہزار سوار کو پہنچکر علم و نقارہ اور پالکی جھالردار سے مفتخر ہوے۔ اور آغاز موسم بہار مین نوروز کا جشن منایا۔

۱۷ ذی الحجہ ۱۱۹۱ھ ہجری کو نواب نظام علی خان دوبارہ نواب حیدر علی خان سے جنگ کرنے کے لیے تیاری کرکے حیدرآباد سے روانہ ہوے اس سال بھی اُس سے لڑائی کا اتفاق نہو کیونکہ حیدر علی خان نواب نظام علی خان سے لڑائی ملتوی رکھکر انگریزون سے لڑنے کو چلا گیا۔ مبارز الملک ظفر الدولہ کے ہاتھ سے کوئی کام نہ نکلا اور وہ لوٹ آئے چونکہ انکو شمس الدولہ سے اندیشہ تھا اور انکی جمعیت اور اقتدار روز افزون تھا۔ ظفر الدولہ نے عرضی نواب کے پاس بھیجکر رخصت حاصل کرکے بالا بالا اپنے تعلقے کو چلے گئے اور جب تک زندہ رہے پھر نواب سے نہ ملے۔

نواب کا بعض امرا کو منصب و خطاب وغیرہ دینا۔ سکے کی اصلاح کرنا

۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۲ھ ہجری کو مبارز الملک کے بیٹے فرخ مرزا و یعقوب مرزا اور اُن کا بھانجا حاجی مرزا نواب کے پاس آئے ہر ایک کو سرپیچ مرصع ملا۔ اور راے رایان کا منصب اصل و اضافہ ملاکر دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا ہوگیا اور راجہ خطاب ملا اور راے نانا پنڈت کا منصب ڈیڑھ ہزاری ذات اور دو سو سوار کا ہوگیا ۲۶ ربیع الثانی کو نواب نے بادشاہ کے فرمان کا استقبال کیا اس سال بہت سے امرا کو مناصب و خطاب عطا کیے۔

اس زمانے مین نواب کو معلوم ہوا کہ روپے مین کھوٹ ہے اور صراف روپے مین ٹکے کے چار پانچ آنے کم کرکے لیتے ہین۔ نواب نے حکم دیا کہ جس قدر روپیہ اورنگ آباد وغیرہ سے آمدنی ملک کا نیا آکر جمع ہے وہ بلدے کے ساہوکارون کو دے کر کہدین کہ اُنمین سے کھوٹ صاف کرکے اور حیدرآباد کا سکہ اُنپر لگاکے ایک ماہ مین خزانے مین داخل کرین اور جو کچھ کھوٹ کا نقصان ہوگا وہ سرکار سے ملے گا اور یہی روپے کو رائج کرین۔

۱۱۹۳ھ ہجری مین پوشاک فاخرہ اور جواہر گران بہا جو تکوجی ہلکر نے نواب صاحب کو بھیجا تھا پہنچا۔ نواب نے منصور جنگ کو اصل و اضافہ ملاکر منصب پنجہزاری پر پہنچا دیا اور قمر الدولہ خطاب بخشا اور وقار الدولہ اصل و اضافہ ملاکر شش ہزاری منصب ذات اور چار ہزار سوار پر پہنچ گیا اور اُس کو خاندوران خطاب ملا اسی طرح بہت سے ملازمان معزز کو خطاب اور منصب بخشے۔

نواب نے اپنے بیٹے عالی جاہ کو صمصام الملک کے ساتھ کرکے دریاے کشنا تک بھیجا

اور وہ اس ضلع کی مالگذاری کا انصرام کرکے ۷ رجب ۱۱۹۳ھ ہجری کو باپ کے پاس واپس آگئے۔
اسی سال مسٹر ہولینڈ انگریزون کے گورنر کی طرف سے نواب کے پاس سفارت کو آیا۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

انگریزون کے ساتھ معاملات

۱۷۷۸ء (۱۱۹۲ھ ہجری) کے آخر مین گورنر مدراس اور کونسل کو یہ خبر ملی کہ نواب نظام علی خان کے چھوٹے بھائی بسالت جنگ نے فرانسیسی گورنر پانڈیچری کے کہنے سے جو ڈوپلے کی جگہ آیا تھا فرانسیسی آدمی سپاہ مین بھرتی کیے ہین اور موٹاپلی سے ان کے پاس کمک اور ذخیرہ غلہ وغیرہ کا آتا ہے فرانسیسی سپاہ کے بھرتی ہونے سے انگریزون کو ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا اُس کی اطلاع انھون نے سپریم کونسل بنگالہ کو کی وہان سے حکم آیا کہ بسالت جنگ سے کہا جائے کہ وہ فرانسیسی سپاہ کو اپنے یہان سے نکال دے اور سپاہ اُس کی حد پر بھیجکر اُس کو دھمکائے کہ وہ فرانسیسیون کو نہین نکالتا تو ہم اُس کا ملک ابھی لیے لیتے ہین اور نظام کے ساتھ عہد و پیمان کرنا چاہیے کہ وہ سرکار مرتضےٰ نگر عرف گنٹور جس کی خراج لینے سے کو ہمنے کمپنی کو دیدین نواب سے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کو سمجھائین کہ فرانسیسیون کو نکالدے اور انگریزون پر بھروسا کرے وہ گنٹور کو مامون و محفوظ سمجھے یا اس سرکار کو دوستانہ قیمت پر کمپنی کو دیدے۔ نظام نے اس کا جواب دوستانہ یہ دیا کہ مین نے ایک معزز اہلکار اپنے بھائی کے پاس بھیجا ہے کہ وہ وہان جاکر فرانسیسیون کو بسالت جنگ کی خدمت سے دور کردے اور انگریز اس کو سپاہ اُس کے ملک کی حفاظت کے لیے دیدین گے اور لکھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو شرائط صلح ٹھہر گئی ہین اُنمین کبھی سرمو تفاوت نہ ہوگا۔ نظام کے حکم کا تو کچھ نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ مگر ۱۷۷۹ء مین بسالت جنگ کو حیدر علی نے دھمکایا تو اُس نے انگریزون سے درخواست حمایت کی اور ۱۲ محرم ۱۱۹۳ھ ہجری مطابق ۲۷ اپریل ۱۷۷۹ء کو گورنمنٹ مدراس سے کہا کہ ضلع گنٹور مجھ سے مستاجری مین لیلے اور مین فرانسیسیون کو اپنے یہان سے علحدہ کرتا ہون جب تکمیل اس معاہدے کی ہوگئی تو پریسیڈنٹ مدراس نے گنٹور بسالت جنگ سے ٹھیکے پر لے کر نواب ارکاٹ کو دس برس کے لیے ٹھیکے پر دیدیا اور بسالت جنگ سے وعدہ ہوا کہ اگر وہ سپاہ فرانسیسی کو اپنے پاس سے جدا کردے گا تو وہ جس قدر فوج طلب کرے گا انگریز اُسے دین گے یہ فوج اُسکے اضلاع مین کام کرے گی اُس کے ملک کی حفاظت بمقابلے بیرونی دشمن کے کرے گی مگر یہ فوج کسی صورت مین اُس کے علاقے سے باہر نہ جائیگی فوج کا خرچہ آمدنی سرکار گنٹور سے مجرا ہونا قرار پایا اور جو کچھ خرچ فوج سے بچے گا وہ بسالت جنگ کو دیا جائے گا اور یہ بھی اقرار ہوا کہ قلعہ اور دیہات گنٹور دیر بسالت جنگ کے ملازمون کے ہاتھ مین رہینگے

بعد اس کے یہ تجویز ٹھہری کہ انگریزی رزیڈنٹ حیدرآباد مین نواب نظام کے پاس جاکر دریافت کرے کہ اُنکے کیا خیالات ہین اور ہندوستانی ریاستون سے اُنکے کیا تعلقات ہین فرانسیسون سے اُن کے ربط وارتباط ہین یا نہین۔ ہارپر صاحب کے ماتحت لشکر بسالت جنگ کے ملک کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا۔

بمبئی اور بنگال پرسیڈنسیون مین جو لڑائیان انگریزون کی مرہٹون کے ساتھ ہوئی تھین اُن مین نظام کسی کے طرفدار نہ ہوے تھے گو رگنا تھ راؤ سے دلی نفرت رکھتے تھے اور اُس کے گروہ مخالف کے ساتھ آشتی وصلح رکھتے تھے اور اس امر کو علے الاعلان کہتے تھے۔ باوجودیکہ راجہ برار سے سپریم کونسل نے اس امر پر مصالحت کرنی چاہی کہ اُس کو وہ ملک جو نظام دکن نے دبالیا ہے دلادین تھے مگر اسپر بھی نظام کو کچھ خیال بُرا انگریزون کی طرف سے دل مین پیدا نہین ہوا جب ٦- اپریل ۱۷۷۹ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ ہجری کو ہالن صاحب (ہولینڈ صاحب) رزیڈنٹ بن کر مدراس گورنمنٹ سے حیدرآباد مین آیا اور اُس کے ساتھ جو تحائف تھے وہ پیش کیے تو اُس کی بڑی تواضع وتکریم ہوئی جس سے ایک اتحاد نظام اور انگریزون کا معلوم ہوتا تھا مگر جب رزیڈنٹ نے اُن عہدوپیمان کا ذکر کیا جو بسالت جنگ کے ساتھ ہوے تھے تو اُس پر نظام بگڑ بیٹھے اور اُنھون نے کہا کہ انگریز اپنے عہدوپیمان سے پھر گئے اُن کے موافق کوئی حق مداخلت کا میرے بھائی کے کامون مین جو میری رعیت سے ہے نہین پہنچتا ہے اور نہ سپاہ انگریزی میرے ملک مین حفاظت کے واسطے آسکتی ہے۔ اگر انگریز اپنے معاہدے کے پابند رہنا چاہتے ہین تو اُنھین گنتور سے فوجین ہٹالینی چاہئین اگر اس خواہش کی تکمیل نہ کی گئی تو مین جبرًا انھین نکال دینے پر مجبور ہونگا۔

(تاریخ برگس جلد اول صفحہ ۲۰۷) اُسپر ہولینڈ صاحب نے کہا کہ حیدرعلی کے حملے کا خوف ایسا تھا کہ فرصت اور مہلت نہین ملی کہ حضور سے اجازت لی جاتی۔ اُسپر نظام نے کہا کہ حیدرعلی کا ارادہ ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ بسالت جنگ کو حیران وپریشان کرے بلکہ وہ ملک کرناٹک کو تاخت وتاراج کرنے جاتا تھا۔ غرض نظام کو سب سے زیادہ تلخ یہ بات معلوم ہوئی کہ بسالت جنگ کے پاس انگریزون نے سپاہ بھیجدی اُس سے اُن کو اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا بھائی آزاد ہو جائے اور اُن کی اطاعت سے نکل جاے اس لیے وہ فرانسیسی سپاہ کہ بسالت جنگ نے موقوف کی تھی نواب نے نوکر رکھ لی اور یہ عذر کیا کہ مجھے اندیشہ یہ تھا کہ یہ فوج حیدرعلی اور مرہٹے نوکر نہ رکھ لین یہ سپاہ اُس زمانے کی بچی کھچی مری پٹی ہوئی تھی کہ اس سے پرسیڈنٹ کو کچھ خوف نہ تھا اور اُس نے اس سے چشم پوشی کی تھی اُس مین فقط فرانسیسی ہی نہ تھے بلکہ تمام اہل یورپ ڈچ پرتگیز انگریز وغیرہ وہ لوگ بھرتی تھے جو اپنی قوم مین مردود سمجھے جاتے تھے۔ اس کے بعد پرسیڈنسی مدراس کے گورنر کی طرف سے رزیڈنٹ نے نظام سے

یہ درخواست کی کہ وہ پانچ لاکھ روپے جو سرکارون کے عوض مین پیش کش دیے جاتے ہین چھوڑ دیے جائین۔ دو برس سے یہ پیش کش نہین دیا گیا تھا اور اُس کے لیے انگریزون نے یہ عذر بنایا تھا کہ بسالت جنگ نے فرانسیسی سپاہ ابتک موقوف نہین کی ہے اور کمپنی کے خزانے مین روپیہ نہ تھا جب رزیڈنٹ نے یہ بیان کیا تو نظام کو یقین ہوگیا کہ انگریز اپنے عہد و پیمان کو قائم رکھنا نہین چاہتے اور اس سے بالکل منحرف ہوتے ہین ۲۵ رجب ۱۱۹۳ھ ہجری کو مسٹر ہولینڈ انگریزی سفیر کو نواب نے رخصت کردیا۔ ان تمام معاملات کی خط و کتابت کو ہولینڈ صاحب نے سپریم کونسل مین بھیجدیا ۱۰ اکتوبر ۱۷۷۹ء کو وہان یہ مقدمہ پیش ہوا سارے کاغذات کی خوب چھان بین ہوئی سب کی یہ رائے تھی کہ گورنمنٹ مدراس کا عہد و پیمان بسالت جنگ سے کرنا اور اُس مین نظام سے صلاح و مشورہ نہ لینا اور سرکارون کی پیش کش کے ادا کرنے سے انکار کرنا سخت عہد شکنی تھی اُس نے انگریزون کی بے ایمانی اور بے انصافی ہی نہین ظاہر کی بلکہ ایک قوی دشمن اپنے لیے پیدا کیا جس کے ہجون سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہوگا غرض سپریم کونسل نے ادھر نظام کو یہ لکھا کہ ہمارا ارادہ ہرگز یہ نہین ہے کہ ہماری اور آپکی صلاح اور آشتی مین فرق آئے اُدھر گورنمنٹ مدراس کو تحریر کیا کہ وہ اپنے اندھادُھند کام نہ کرے احتیاط اور ہوشیاری سے کام کرنا چاہیے اس پر پریسیڈنٹ آگ بگولا ہوگیا اور اُس نے ایک طومار کا طومار لکھ مارا کہ سپریم کونسل کے اختیارات فقط اپنے احاطے پر اور اپنے عہد و پیمان پر محدود ہین اسکو ہمارے اور اورون کے عہد و پیمان مین ہاتھ ڈالنے کا کیا منصب ہے مگر خود کورٹ ڈائرکٹرز نے اس معاملے کی تحقیقات کی اور آخر نواب کو خوش کرنے کے لیے نہ صرف سرکار گنتور جو نواب کرناٹک کو دس سال کے لیے مستاجری مین دیدی گئی تھی واپس کی گئی بلکہ سر ولیم رمبالڈ گورنر مدراس کو کونسل کے دو ارکان سمیت برطرف کردیا گیا۔

متفرق باتین

ماہ رمضان ۱۱۹۳ھ ہجری مین جواہر اور بیش قیمت کپڑے پونا سے پنڈت پردھان کے مرسلہ نواب کے پاس پہنچے عید الفطر کے دن قمر الدولہ کو صرف جیغہ اور شمس الدولہ کو جیغہ اور کلگی سیاہ پرون کی نواب نے بخشی۔ نوین شوال کو وقار الدولہ نے خبط دماغ کی وجہ سے اپنے چھری ماری کچھ دنون کے بعد اسی مرض سے فوت ہوگئے۔ ۱۴ ذیقعدہ کو بانو بیگم عرف گانی بیگم نواب کی بی بی مرگئی کچھ دنون کے بعد نواب صاحب تفریح کے لیے لالہ گوڑہ کی طرف شکار کے لیے گئے اور نجم الدولہ بہادر سیف جنگ مع ایک شایستہ سپاہ کے تعلقہ مصطفےٰ نگر عرف کوڈور اور مرتضےٰ نگر عرف گنتور کی طرف جہان انگریزی سپاہ کی آمد کی خبر گرم ہوئی تھی بھیجے گئے اور ماہ صفر ۱۱۹۴ھ ہجری مین میر نجم خان کہ موسیٰ لالی فرانسیسی

گورنر کا اسباب لانے کے لیے گیا تھا واپس نواب کے پاس آگیا اور اسباب کو نواب کے حضور مین پیش کیا۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۴ہجری کو نواب کے غسل صحت کا جشن منایا گیا کیونکہ اُن کا مزاج کسی قدر علیل ہو گیا تھا اور اطبا کو خلعت دجواہر ملا۔ ماہ جمادی الاولے ۱۱۹۴ہجری مین شاہ ید اللہ حسینی مع فرزندون کے بلدۂ حیدرآباد مین آئے نواب خود اُن سے جا کر ملے ماہ جمادی الآخرے مین قطب الدولہ پسر حیدر جنگ کے ساتھ اپنی بھانجی کا بیاہ بڑے تکلف سے کیا اس سال بھی اکثر امرا کو مناصب وخطاب ملے۔

مشیر الملک اعظم الامرا غلام سید خان کی مدار المہامی اور اُنکے ہاتھون سے ملازمین و رعایا پر سختی

غلام سید خان نے وقار الدولہ کی حیات مین اپنے وکیل طوطا رام کے ہاتھ ادونی سے ایک عرضی نواب نظام علی خان کے پاس اور ایک خط وقار الدولہ کے پاس بھیجکر لکھا تھا کہ مجھے وہان بلا لیا جائے مگر اپنے مطلب کو نہ پہنچے تھے اب وقار الدولہ کے انتقال کے بعد ظفر الدولہ مبارز الملک ضابط جنگ کو اخلاص آمیز خط نرمل مین بھیجکر موافقت کا ارادہ ظاہر کیا اور نواب کے پاس مکرر عرضیان بھیجین کہ اجازت مبارز الملک سے ملنے کی ہو جائے نواب نے اجازت دے دی اول غلام سید خان ادونی سے نرمل کو گئے چونکہ بہت چلتے ہوے آدمی تھے اور دنیا داری کے داؤن گھات خوب یاد تھے مبارز الملک کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اُنکی سفارش مین نواب کو عرضی لکھین چنانچہ اُنھون نے نواب کو عرضی مین لکھا کہ مجھکو حضور مین بدون ہوئے غلام سید خان کے دل جمعی حاصل نہین ہے اُنکو حضور مین بلا لینے سے اس فدوی کے دل کو اطمینان ہو جائے گا نواب نے شمس الدولہ کے پاس خاطر سے جو حاضر باش اور صداقت کیش تھے تامل فرمایا اور جب معلوم ہو گیا کہ شمس الدولہ کو بجز کار سپاہ گری ریاست کے اور کسی کار اہم کی طرف التفات نہین ہے اور ایسے شخص کا موجود ہونا جو مشورے مین شریک رہے اُس وقت ضرور تھا اس لیے ایک عنایت نامہ اُنکی طلبی مین بھیجا چنانچہ وہ ۷ اشعبان ۱۱۹۴ہجری کو حیدرآباد آگئے اور نواب سے ملے اور دو سال تک شمس الدولہ کے خوف سے اپنے دل کی کسی بات کو ظاہر نہ کیا اور شمس الدولہ کی ہر وقت خوشامد رکھتے اور اُنکے دل کو اپنی طرف سے بالکل مطمئن کر لیا اس کے بعد نواب کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اس طرح کہ کفایت خرچ سرکار اور آمدنی کے اضافے اور سال بسال عاملون پر زر معترد کے بڑھانے اور تاجرون کے مالون پر محصولون کے زیادہ کرتے اور رعایا سے ہر طرح مال وصول کرنے کی

ترکیبین اُنکے سامنے عرض کرتے یہان تک کہ نواب کو اُن کا بڑا اعتماد ہو گیا رفتہ رفتہ **معین الدولہ سہراب جنگ** خطاب دیکر کچھ کام اُنکے سپرد کیے اور پہلے مددگار دیوان بنایا پھر تمام معاملات مالی و ملکی مین دخیل ہوگئے اور مدار المہامی کا کام بغیر اس کے کہ اُس کا خلعت ملے خود بخود کرنے لگے آخر کار شمس الملک محمد ابو الفتح خان کے مشورے سے نواب نے غلام سید خان کو اپنا مدار المہام بنایا اور تمام بحالی و برطرفی کا اُنھین مختار کردیا۔ ان کا اصلی نام **غلام سید خان** ہے اور یہی مادہ تاریخ تولد ہے اور خطاب **معین الدولہ سہراب جنگ مشیر الملک عظیم الامرا ارسطو جاہ بہادر** ہے اور القاب **سرمان وکیل مطلق فرزند جگر پیوند فدوی خان نثار وزیر اعظم دولت آصفیہ** ہے اُنکی مان کا نام نور النساء ہے اُنھون نے **رگھوتم راو کو راجہ اندار** خطاب دلوا کر اپنا پیشکار بنایا جس کے مشورے سے رعایا پر طرح طرح محصول بڑھائے اور بھوترہ کی بدعت ایجاد کی اور تاجرون پر محصول بڑھایا مکانات ضبط کیے خلق اللہ کو بہت تباہ کیا شرفا اور نجبا کی زبانون پر شکایت پیدا ہوگئی ہر طرف سے شور مصیبت برپا ہوگیا منصبداران قدیم کی آمدنی روپے مین سات آنے رکھی اور ان سات آنون مین سے بھی اخراجات وکالت و جوبداری کے اور متصدیون کے اخراجات مقرر ہوئے اور تمام اخراجات وضع کرنے کے بعد پھر بھی ماہ بماہ تنخواہ کا ملنا بند ہوگیا بعض کو سال مین چھ ماہ کی تنخواہ بعض کو اس سے بھی کم ملتی غرض کہ انکے عہد مین کم مایہ لوگ گرانی غلہ کی وجہ سے بسبب احتکار[1] کے اور مصارف کے بڑھ جانے سے فاقہ کشی سے ہلاک ہوگئے اور جو لوگ مالدار تھے جبر و ظلم کے خوف سے ترسان و لرزان رہتے تھے شرفا و نجبا و علما و صلحا و سادات کو بیش از بیش اذیتین پہنچین اکثر جلا وطن ہوگئے بعض نے گوشہ نشینی اختیار کرلی مردم پواج نے اُنکی مدد سے مخلوق کو بہت تباہ کیا پواج کی بن آئی جب اختیار و اقتدار مشیر الملک کا بہت بڑھ گیا تو نواب نے اُنکے مقابلے کے لیے تیغ جنگ کو بڑھایا تیس لاکھ کا ملک اور بہت سی سپاہ اُن کے سپرد کرکے نقطۂ مقابل بنادیا۔

نواب اکثر شکار مین مصروف رہتے تھے اور تالاب سنگراج کے کنارے پر جو شہر سے دو کوس ہے ایک شکارگاہ موضع لنگوجی گوڑہ مین شمس الملک محمد ابو الفتح خان کے اہتمام سے بنی جہان چیندوے اور ہرن رکھے گئے تمام شکارگاہ مین کہ بارہ کوس کے پھیر مین تھی موسم گرما مین جابجا آبدار خانے سرد و شیرین پانی کے تیار رکھے کہ ہر وقت ہر آدمی کو آب سرد ملتا تھا۔

---

[1] احتکار اُسے کہتے ہین کہ کھانے کی چیزون کا اس وجہ سے روک رکھنا کہ قحط سالی پڑنے پر اُن کو بیچین ۱۲ از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب ۱۲۔

امراکو خلعت وخطاب ومناصب ومراتب دینا

نواب نے امراکو خلعت وخطاب ومناصب عطا کیے جن کی تفصیل یہ ہے مرزا خان بہادر انکو پنجہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب اور علم ونقارہ اور مبارز جنگ خطاب دیا یعقوب مرزا انکو پنجہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا جمال الدین حسین خان انکو یکہزاری ذات اور دوسو سوار کا منصب ملا میر حیدر خان منشی نواب انکو یکہزاری ذات ویک ہزار سوار کا منصب اور علم اور بہادری کا خطاب ملا غلام مرتضے خان پسر غلام سید خان انکو یکہزاری ذات ویکہزار سوار کا منصب اور سپہدار جنگ خطاب ملا فرخ مرزا پسر ظفرالدولہ انکو چارہزاری ذات و دوہزار سوار کا منصب اور علم ونقارہ اور احتشام جنگ خطاب ملا۔

عیدالفطر کے موقع پر

صمصام الملک میر عبدالحی خان انکو دست بند مرصع کی جوڑی ملی غلام مرتضے خان پسر غلام سید خان ان کو جیغہ ملا مرزا امجد خان ان کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب ملا راجہ دیانت ونت ان کو چارہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ اور بہادری کا خطاب ملا رلسے رتیکا داس پسر دیانت ونت ان کو ہزاری ذات کا منصب ملا شمس الدولہ بہادر ان کو ہفت ہزاری ذات اور شش ہزار سوار کا منصب اور شمس الملک خطاب ملا اسی سال سربلند خان بہادر زمیندار شولاپور کی تنبیہ کے لیے مامور ہوے در حافظ محمد مدرس مکہ مسجد شہر کے قاضی بنائے گئے اور غلام سید خان و عظیم الدولہ وشمس الدولہ کو خلعت وجواہر ملے۔

احتشام جنگ پسر مبارز الملک ظفرالدولہ کی بغاوت اور اُس پر فوج کشی اور اس ضمن میں دوسرے واقعات

نواب کو خبر پہنچی کہ مبارز الملک مرض سرطان مین مبتلا ہوگئے ہین اور تمام بدن پیپ وریخ لہو سے بھر گیا ہے طبیبون کا علاج فائدہ مند نہین ہوتا نواب نے حکیم باقر خان مسیح الدولہ کو علاج کے لیے بھیجا اور ایک ہندو جراح کو جسکا نام ملپا تھا اور رکوروناکا بیٹا تھا ساتھ کیا یہ شخص بھی اُس وقت کے مشاہیر سے تھا ابھی یہ لوگ وہان پہنچنے نہ پائے تھے کہ مبارز الملک مرگئے استقلال کا خلعت اُن کے بیٹے احتشام جنگ کے نام غلام سید خان کے مشورے سے بھیجا گیا اور وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگیا اُس نے اپنے بخشی ولی محمد

کے اغوا سے بھیکو مرزا اور فرید مرزا کو جو اُس کے باپ سے قرابت قریبہ رکھتے تھے بے تقصیر مار ڈالا اور رعایا پر بے حد ظلم توڑنے لگا نواب نے یہ حال سنکر اُس کی جوانی پر ترحم کرکے سزا دینے میں تامل کیا اور پہلے پند و نصیحت کے مضامین کے عنایت نامے لکھے مگر اُس خود سر نے بالکل نہ مانا تو خود بدولت محرم سنہ ۱۱۹۶ ہجری کو اُس کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے اور شہر سے باہر نکلکر کورنٹی ... کے باغ کے پاس دو ماہ تک سیر و شکار مین مصروف رہے اور بار بار احتشام جنگ کو پند و نصیحت کے عنایت نامے لکھتے رہے جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو ۲ ربیع الاول کو وہان سے چلکر گول کنڈے کے پاس موسیٰ ندی کے کنارے پر ٹھہرے اور چند روز یہان مقام کیا اور ہر شب نواب صاحب کے حکم سے قلعے کے برجون اور دیوارون پر سرفراز جنگ کے اہتمام سے روشنی ہوتی اور آتش بازی چھوڑی جاتی تھی۔ انھین دنون مین موتیون کی ایک کنٹھی عطا یار خان پسر سعید الدولہ کو مع سرپیچ مرصع کے دی اور اعتقاد الدولہ قلعداری بھونگیر اور تحصیلداری تعلقجات راجہ رانیا متوفی پر بھیجا گیا اور صمصام الملک میر عبدالحی خان کے بھانجے دلاور جنگ کو بیدر کی دیوانی کا خلعت دیا بعد اس کے اس مقام سے کوچ کرکے جشن نوروز کمال تکلف سے ترتیب دیا اور منصب دارون کو خطاب و مناصب دیے اور غلام سید خان سہراب جنگ کو خطاب **مشیر الملک** و یک ہزاری ذات و یک ہزار سوار کا منصب اور شمس الملک ابو الفتح خان بہادر کو بھجبند کی جوڑی مع سرپیچ مروارید کے اور محمد عظیم خان کو سرپیچ مرصع و اضافہ منصب دو ہزاری ذات و یک ہزار سوار و علم و خطاب بہادری اور اقتدار الدولہ کو منصب پنجہزاری و علم و نقارہ و خطاب قیام الملک اور حیدر علی خان کو اصل و اضافہ ملاکر منصب دو ہزاری و عطائے علم و خطاب ممتاز جنگ سے سرفراز کیا اسی طرح دوسرے امرا کو مناصب و خطاب دیے اور شکوہ جنگ ناظم حیدرآباد کو جیغہ اور پاندان رخصت دے کر خود نواب صاحب کولاس کی طرف روانہ ہوے اور وہان پہنچکر چند مقام کیے۔ ۵ جمادی الاولے سنہ ۱۱۹۶ ہجری کو صمصام الملک میر عبدالحی خان کہ امیر صاحب علم و فضل تھا عارضہ درد شکم سے مرگیا نواب کو رنج ہوا نواب نے یہان تمام فوج اور توپخانے کا ملاحظہ کیا اور چونکہ برسات قریب تھی ۲۲ ماہ مذکور کو کولاس سے حیدرآباد کو لوٹ آئے ۲۸ ماہ مذکور کو تالاب حسین ساگر پر مقام کیا اور ہر شب روشنی اور آتش بازی کا تماشا دیکھتے اور عیش و عشرت مین بسر کرتے۔

دوسری ماہ جمادی الاخری سنہ ۱۱۹۶ ہجری کو اولے کثرت سے پڑے اور زور و شور کی بارش ہوئی اور لشکر والون کو بہت تکلیف پہنچی ۴ جمادی الاخرے روز جمعہ کو شہر مین داخلے کا مہورت تھا چنانچہ دولت خانے مین داخل ہوے اور اکثر مشائخ شہر جیسے شاہ فضل اللہ اور شاہ امر اللہ کے ملنے کو ان کے گھرون پر جاتے شرف اللہ کو ہفت ہزاری ذات و شش ہزار سوار کا منصب اور شرف الملک کا خطاب دیا اور عظیم الدولہ کو سرپیچ مرصع و جیغہ اور موتیون کی کنٹھی اور خلعت اور پاندان دے کر اورنگ آباد کو رخصت کر دیا

ماہ رمضان ۱۱۹۶ھ ہجری مین حیدر علی خان کا وکیل نبیھارا و نواب کے پاس تحائف اور جواہر مرلیکرآیا نواب کو خبر پہنچی کہ احتشام جنگ نے اپنی فوج سوار و پیادہ کو قصبہ ناندیر مین بھیجا ہے اور فساد کا ارادہ رکھتا ہے تو آپنے اُس کی سرکوبی کی طرف توجہ کی۔ حسام الدین خان بہادر عرف گھانسے میانکو دو ہزار سوار دے کر اُس کے دفع شر کے لیے مقرر کیا خان مشار الیہ لمبے لمبے کوچ و مقام کرتا ہوا قلعہ بودھن مضاف ناندیر کے پاس پہنچ گیا اور ایسی جلادت دکھائی کہ با وجود قلعے سے آتش باری کے ڈھائی گھڑی مین فتح کرلیا احتشام جنگ کی فوج کے کچھ آدمی مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور کچھ نے اطاعت کرلی جب احتشام جنگ کو یہ حال معلوم ہوا تو فوراً دلاور جنگ فرنگی اور ابو میان مھدوی کو تین ہزار سوار اور دو توپون اور قواعددان پلٹن کے پیادون اور روہیلہ پٹھانون کے ساتھ گھانسے میان سے مقابلے کے لیے بھیجا نواب صاحب نے یہ سنکر اپنے بیٹے میر اکبر علی خان کو **اسد الدولہ** خطاب دے کر بعض سرداران فوج کے ساتھ اُدھر بھیجا اور سیدی عبد اللہ و حشمت جنگ کو حکم ہوا کہ لمبے لمبے کوچ و مقام کرتے ہوے گھانسے میان سے جا کر مل جاوین جب یہ خبر احتشام جنگ کو پہنچی تو اُس نے فرنگی مذکور اور ابو میان کو لکھا کہ گھانسے میان سے کمکی فوج ملنے سے پیشتر لڑائی شروع کر دین چنانچہ ۵ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری کو توپین اپنے سامنے کھڑی کرکے گولے مارنے شروع کیے اگرچہ بہت سے آدمی کام آئے مگر جوانمردون نے اپنی جگہ سے قدم پیچھے نہ رکھے ابو میان نے جب دیکھا کہ گولونکی مار سے بھی یہ لوگ بھاگتے نہین تو فوج کے دائرے سے پیش قدمی کرکے حسام الدین کی سپاہ پر حملہ آور ہوا حسام الدین خان نے ایسا جمکر مقابلہ کیا اور ایسی سختی سے مارا کہ ہراول کے آدمی بھاگ کر فرنگی کی سپاہ مین گھس گئے اور گھانسے میان کے آدمیون نے اُس کے نشان بردار دونون ہاتھیون کو اول ہی حملے مین لے لیا حاصل یہ ہے کہ احتشام جنگ کے آدمی ایسے بھاگے کہ قلعۂ نرمل تک راستے مین کہین نہ ٹھہرے دلاور جنگ فرنگی بھی رات مین نرمل کو بھاگ گیا۔ گھانسے میان کے ہاتھ دو ہاتھی مع نشانونکے اور چند گھوڑے اور نقارہ اور باؤن کے چھکڑے اور اونٹ اور بیل گولہ بارود سے لدے ہوے آئے حسام الدین خان گھانسے میان نے نواب کو فتح و فیروزی کی عرضی لکھی اور احتشام جنگ نے اس ہزیمت کے بعد اپنی فوج جمع کرلی مگر نرمل سے قدم آگے نہ بڑھایا اور حسام الدین خان نواب کے حکم سے قلعۂ بال کنڈہ مین جہان دانہ چارہ اور رسد کا سامان کثرت سے تھا چلا آیا اس زمانے مین نواب صاحب نے محمد امجد خان کو **سر بلند خان بہادر** خطاب اور سرپیچ مرصع اور صاحب خان متی کو منصب سہ ہزاری ذات و ہزار سوار کا اور علم و نقارہ اور خطاب نظام نواز خان بہادر اور وزیر خان کو منصب اور خطاب بہادری عطا کیا۔ دوسری ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری کو **امیر الامرا بسالت جنگ کے فوت** ہونے کی خبر نواب کو پہنچی اُن کو رنج و ملال ہوا اور تین روز تک نوبت کا بجنا موقوف رہا

اور میر مبارز خان صفدر جنگ کو ادھونی اور رائے چور کی طرف بھیجا اور ثابت جنگ مبارز الدولہ کو سرپیچ مرصع و جیغہ اور حاجی مرزا خان کو سرپیچ مرصع دیگر اسد الدولہ بہادر اپنے بیٹے کے ساتھ مقرر کیا اور راجہ دیانت بہادر کو جیغۂ مرصع اور شمشیر اور راجہ امانت رام کو جیغہ مرحمت کیا۔ اور ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۶ ہجری کو نواب حیدرآباد سے روانہ ہو کر گوشہ محل کے پاس آکر ٹھہرے اور تین روز توقف کیا اور کئی عنایت نامے استمالت اور اطاعت گزاری کی ہدایت کے احتشام جنگ کو بھیجے اور ہر طرح سے سمجھایا لیکن اُس خود سر کے کوئی بات خیال مین نہ آئی آخر کار نواب نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کو پوری سزا دی جائے اور نجم الدولہ میر بخشی اور سید عمر خان کو مضبوط جماعت کے ساتھ حسام الدین خان کی کمک کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کر دی کہ لڑنے مین اپنی طرف سے سبقت نہ کریں اور جب احتشام جنگ کی طرف سے لڑائی شروع ہو تو اچھی طرح جنگ کرین اس زمانے مین اپنے چھوٹے بھائی امیر الامرا بسالت جنگ محمد شریف خان کے بیٹے **ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ** کو اصل و اضافہ ملا کر نوہزاری ذات و نوہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب پر پہنچا کر خطاب **امیر الملک** اور ماہی مراتب اور سرپیچ مرصع اور کلگی مرصع بخشی ورادھونی اور رائے چور کا تعلقہ اُس کے سپرد کر کے اُدھر کو رخصت کیا اور مکرم الدولہ بہادر اور راجہ تلجا رام امیر الوکلا کو اُن کے ساتھ بھیجا اور نواب نے اپنے سرکار کی میر سامانی سے اعتقاد الدولہ کو علحدہ کر کے اس خدمت کا خلعت سید جمال الدین حسین خان کو دیا اور شیخ عظمت الدین سرفراز جنگ کو تلدرک کا قلعہ دار بنایا اور حکیم غیاث الدین خان کو بلدے کی کوتوالی دی۔ اور ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۶ ہجری کو گوشہ محل کے پاس سے ایلگنڈل کے قلعے کی طرف روانہ ہوے اور موضع علی آباد کے حوالی مین صاحبزادہ سکندر اقبال عین راہ مین ملازمت سے فائز ہوے۔ ۲۰ ماہ مذکور کو قلعہ ایلگنڈل کے پاس جا پہنچے دوسرے دن اُس قلعے کی سیر کی ۲۸ کو وہان سے کوچ ہوا۔ ۲۹ ذیحجہ کو ایلواڑہ مین پہنچے۔ ان دنون عظیم الدولہ کو نظامت اورنگ آباد سے ہٹا کر علاء الدولہ کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ سنہ ۱۱۹۷ ہجری مین عشرۂ محرم کے ایام ایلواڑے مین بسر کیے ۳ محرم کو دولہ رائے نواب کے حکم سے فوج اور توپین اور کرنال لے کر قلعۂ جگتیال کے محاصرے کے لیے روانہ ہوا اور توپخانہ ایک نومسلم انگریز کی ماتحتی مین اُس کے ساتھ تھا۔ نواب خود عشرہ محرم کے بعد ایلواڑہ سے ترل کی طرف روانہ ہوے اور یہان سے کوچ کے بعد راجہ پدم سنگھ اور کنور جودھ سنگھ کو دولہ رائے کی کمک کے لیے روانہ کیا اور ہر روز ہر منزل مین درخت کرکٹ کٹ کر کے مسافت ہوتی تھی اُسی دن حسام الدین خان نواب کے پاس آ گئے جن کو نواب نے خلعت اور سرپیچ اور خطاب بہادر اور علم و نقارہ اور منصب سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا عطا کیا فوج نے قلعۂ جگتیال کے پاس پہنچکر

(جو احتشام جنگ نے کمال استحکام کے ساتھ اہل یورپ کی طرح بنایا تھا) اُس کا محاصرہ کرکے اہل قلعہ کو مجبور کردیا اور اتنے گولے مارے کہ وہان کے قلعہ دار ظفر الماس حبشی نے قلعے کو تمام اسباب اور سامان جنگ کے ساتھ ۲۸ محرم سنہ ۱۱۸۱ ہجری کو محاصرین کے حوالے کردیا اور دولہ راے کے توسط سے نواب کے سلام سے مشرف ہوا نواب نے اُس کو پانصدی کا منصب اور بہادری کا خطاب عطا کیا اور دولہ راے کا منصب دو ہزاری ذات و ہزار سوار کو پہنچگیا ورعلم اور خطاب بہادری و سرپیچ مرصع دگوشوارۂ زمرد مرحمت ہوا اور غرہ صفر کو نواب موضع کورٹلہ کے پاس سے کوچ کرکے جگتیال مین پہنچے اس قلعے کی سیر کرکے یہان کا قلعہ دار دوبارہ ظفر الماس کو مقرر کردیا وہان سے چلکر نرمل کی طرف آئے اس منزل مین محمد عظیم خان بہادر کہ گھوڑون کی خریداری کے لیے مالی گاؤن کو گیا ہوا تھا دو ماہ کے بعد دو ہزار سواران پاے گاہ کے ساتھ جن کے پاس سامان درست تھا نواب کے پاس حاضر ہوا نواب اُس کے کام سے بہت خوش ہوے یہان سے نواب بال کنڈہ کی طرف روانہ ہوے ان دنون بہلول خان نواب کے پاس آیا اور احسان اللہ خان تعلقہ دار و رنگل نے سرکار ظہم کو رخصت کیا گیا اور میر عبد السلام خان مرحوم کے ایک بیٹے میر عبد العزیز خان کو اصل و اضافہ ملاکر منصب چار ہزاری پر پہنچا دیا اور قوام الدولہ خطاب دیا اور اسکے دوسرے بیٹے کا منصب بڑھاکر مجاہد جنگ خطاب وعلم ونقارہ بخشا اور اسکے تیسرے بیٹے کا منصب بڑھاکر تہمتن خطاب اور علم بخشا اور میر مبارز خان کہ ادھونی کو گیا ہوا تھا نواب سے آکر ملا اور ۱۴ ماہ صفر کو سرداران سپاہ جیسے رفعت الدولہ سربلند جنگ اور حسام الدین خان و محمد بہلول خان و سیدی عبد اللہ خان و سید عمر خان وغیرہ رسالہ دار پیادون اور جزائر اندازون کے ساتھ دریاے گنگا کے دوسرے کنارے پہنچکر ٹھہر گئے اور ہوشیاری و احتیاط مین مشغول ہوئے۔ کہتے ہین کہ جب نواب کی فوج دریاے گنگا کے پار اتری تو اُس وقت احتشام جنگ تھوڑے سے سوارون کے ساتھ آہو کے شکار مین مشغول تھا اگر یہ خبر نواب کے آدمیون کو ہو جاتی تو اُسے گرفتار کرلیتے لیکن احتشام جنگ کو فوج کے ورود کی خبر ہوتے ہی چستی کے ساتھ چلا گیا اور پیادہ و سوار اور توپخانہ تیار کرکے لڑنے لگا جب تھوڑے سے سوار اور بہت سے پیادے مارے گئے تو بھاگ کر چیٹال مین جاکر متحصن ہوگیا دوسرے دن نواب نے بھی گنگا کو عبور کرلیا۔ اب بھی نواب نے تحمل کیا اور جنگ مین سبقت نہ کی ۲۲ ماہ صفر سنہ ۱۱۸۲ ہجری کو نواب کے بیٹے اسد الدولہ میر اکبر علی خان جو اس سفر مین ساتھ تھے پنڈت پردھان کے بلانے سے مادھوراؤ کی شادی مین شرکت کے لیے پونا کو بھیجے گئے اکثر بڑے بڑے آدمی جیسے شرف الدولہ و مبارز الدولہ وغیرہ اُن کے ساتھ بھیجے گئے غرہ ربیع الاول سنہ ۱۱۸۲ ہجری کو احتشام جنگ کی عرضی نواب کے پاس بہت سے مطالب کے ساتھ بعض ارکان دولت کے توسط سے آئی ہر روز سوال وجواب جاری تھے۔ ۶ ربیع الاول کو دولہ راے

اور پایگاہ کے سوارون نے اُس پہاڑی پر قبضہ کرلیا جو نواب صاحب اور احتشام جنگ کی فوجون کے درمیان مین حائل تھی تاکہ دشمن اُس پر قبضہ کرکے توپین نہ چڑھا دے احتشام جنگ کے آدمیون نے مقابلہ کرکے ہوئے مارے آخرکار بھاگ نکلے اور حصار پٹیال مین پناہ لی نواب صاحب کی سپاہ پٹیال کے مقابل مورچے قائم کرکے تمام رات ہوشیار رہی نواب نے دوسرے دن دریائے گنگا کے کنارے سے کوچ کرکے پہاڑی مذکور کے پاس ڈیرے خیمے نصب کرائے نواب نے خیال کیا کہ یہ آتش فساد بغیر آب شمشیر کے بجھ نہین سکتی اور سوائے تحریک تیغ درمیان کے اس قضیے کا فیصلہ نہین ہوسکتا تو دوسرے دن آنہی ہودج مین سوار ہوکر تمام فوج کے ساتھ احتشام جنگ کی تنبیہ کے لیے متوجہ ہوئے اور سپاہ کے سردارون کو حکم دیا کہ ہر طرف سے لڑائی شروع کردین آج کے دن نواب کی خواصی مین شمس الدولہ بیٹھے ہوئے تھے انھون نے اپنی پایگاہ اور رسالے کے آدمیون کو حکم دیا کہ ہر طرف سے حملہ کرکے مخالفونکو بھگا دین عین گرمی کارزار مین سید عمر خان دوڑکر نواب کے پاس آیا اور عرض کیا کہ سیدی یاقوت دلاور جنگ فرنگی بہت سی سپاہ کے ساتھ میری جمعیت کے مقابلے مین جو قلیل ہے آکر لڑنے مین مصروف ہین اعانت کا امیدوار ہون نواب نے شمس الدولہ کو کمک کے لیے حکم دیا شمس الدولہ نے محمد مکارم خان کو کمک کے لیے ہمراہ کردیا محمد عظیم خان نے پرورش علی خان کو حکم پہنچایا کہ جلد مدد کرین اس وقت شاہ مرزا پسر ثابت جنگ مبارز الدولہ نے پائیگاہ کے سوارون اور پٹھانون کی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا اکثر سرکاری آدمی مارے گئے اس اثنا مین محمد عظیم خان خاص پایگاہ کے جوانون اور اپنے رسالے اور سوارون کے ساتھ بڑھا اور مخالفون کی کمر پر حملہ کیا سخت لڑائی واقع ہوئی اس درمیان مین نجم الدولہ محمد امجد خان سربلند جنگ و غلام امام خان صولت جنگ نے ایک طرف سے اور دوسری طرف سے حسام الدین خان بہادر نے اپنے آدمیون کے ساتھ اور ایک طرف سے رفعت الدولہ نے فوج مغلیہ کے ساتھ اور ایک طرف سے پرورش علی خان نے اپنی جمعیت کے ساتھ اسی طرح ہر طرف سے دوسرے رسالہ دارون نے مخالفون پر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ سب بھاگ نکلے اور قلعے کی دیوار کے تلے پناہ گزین ہوئے اور لڑائی مین پلٹنون اور پیادون اور روہیلون کے نشان سرکاری فوج کے ہاتھ آئے دلاور جنگ فرنگی زخمی ہوکر بھاگ گیا اور سیدی یاقوت زخمی ہوکر گرفتار ہوا لڑتے لڑتے شام ہوگئی مخالف کے بہت سے آدمی کشتہ و زخمی ہوئے آخرکار سرکاری سپاہ کو فتح عظیم حاصل ہوئی سرکاری آدمی بھی بعضے مارے گئے بعضے زخمی ہوئے اور صولت جنگ شرف الدولہ کے بیٹے کے پانون مین گولہ لگا تھا نواب معاودت کے وقت اُس کے دیکھنے کو خیمے مین گئے دوسرے دن وہ مرگیا لڑائی سے دوسرے

دن احتشام جنگ نے اپنی مان کو نواب کے پاس بھیجکر کمال عاجزی کے ساتھ معافی چاہی نواب نے اُس کی مان کو زنانے مین بلاکر اُس کے معروضات کو قبول کرلیا دوسرے دن مشیرالملک کو احتشام جنگ کے پاس اطمینان دلانے کے لیے بھیجا چنانچہ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۱۸۰ھ ہجری کو احتشام جنگ نواب کے پاس آکر نہایت عجز و نیاز کے ساتھ معافی خواہ ہوا نواب نے اُس کی معذرت قبول کی اور اپنے کیمپ مین اُس کو ٹھہرنے کا حکم دیا صبح کو دربار کے وقت مشیرالملک کو بھیجکر احتشام جنگ کو بلوایا اور اُسکا قصور معاف کیا اور رخصت کے وقت ایک سرپیچ مرحمت کیا اور اُس کی روانگی سے پیشتر اعتقادالدولہ کو قلعے کے انتظام کے لیے بھیجدیا تھا ۱۹ ربیع الاول کو نواب تمام بیگمات کے ساتھ قلعہ نرمل مین گئے اور ابراہیم باغ مین کہ مبارزالملک نے صرف کثیر کے بعد بڑے تکلف کے ساتھ تیار کرایا تھا جاکر ٹھہرے بعد اُس کے احتشام جنگ کے تمام قلعون پر قبضہ کرلیا اور اپنی طرف سے قلعدار اُن مین بھیجے اور معتمدالملک ہمت یار خان بہادر کو ظفرگڑھ کی قلعداری پر پروانہ کردیا نرمل انتظام کے بعد برار کی نظامت بہرام جنگ سے نکال کر احتشام جنگ کو وہان بھیجدیا اور اُس کا خطاب **ظفرالدولہ** مقرر کردیا جو اُس کے باپ کا خطاب تھا اور ماہی مراتب بھی بخشا اور اُسکے بھائی یعقوب مرزا محتشم جنگ کو جو اُس قلعے مین قید تھا رہا کرکے اپنے ساتھ لیا اور اپنے بہت سے خیرخواہون و ملازمون کو منصب اور خطاب اور خلعت و جواہر بقدر مراتب دیے چنانچہ **محمد صلابت خان** کو چھ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ماہی مراتب اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کنٹھی اور مالاے مروارید عطا کی اور مشیرالملک کے بیٹے **غلام مرتضے خان سہدار جنگ** کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر مشیرالدولہ خطاب دیا اور **جمال الدین حسین خان** کو دوہزاری ذات اور دوہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور بہادری کا خطاب بخشا اور **ضرغام جنگ** خلف حسام الدولہ مرحوم کو چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جھالردار پالکی اور خطاب حسام الدولہ دیا اور **محمد سربلند خان** کو سرپیچ مرصع و جیغۂ مرصع اور کنٹھی اور مالائے مروارید دی اور **محبوب خان** کو سرپیچ مرصع اور کنٹھی اور **محمد بہلول خان** کو سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید بخشی اور اکثر منصب دارون کو نرمل کے قلعے سے رخصت کردیا نواب کا بیٹا پونا سے شرکت شادی سے فرصت پاکر مراجعت کرکے یہان نواب کے پاس آگیا اور ایک خوان جواہر کا اور سات خوان کپڑون کے اور چار گھوڑے اور دو ہاتھی عماری سبز اور سامان کے ساتھ جو پونا کی ریاست سے نواب کے لیے بھیجے گئے تھے مقبول عالم کے ذریعے سے نواب کے ملاحظے مین گذرے بعد اس کے نواب صاحب شرف الدولہ بہادر کے خیمے مین اُنکے بیٹے کی تعزیت کی تقریب سے تشریف لے گئے اور اُن کی

بہت تسلی و دلجوئی کی اور اپنی دستار سے سرپیچ کھول کر اُن کی دستار مین باندھ دیا۔ ۱۹ جمادی الاخری ۱۱۹۶ھ ہجری کو برہان الدولہ صوبہ ایلچپور کی صوبہ داری سے معزول ہوکر آئے اور نواب سے ملے ۲۲ ماہ مذکور کو نواب صاحب حیدرآباد کی طرف لوٹے اور امیر الدولہ و نجم خان و محمد شجاعت خان کو حکم دیا کہ ایک دو روز یہان ٹھہرین اور سامان سفر تراب مرزا و متعلقات ظفر الدولہ کے لیے تیار کرکے ہمراہ لے کر آجائین۔ ۴ رجب ۱۱۹۶ھ ہجری روز جمعہ کو نواب صاحب حیدرآباد مین داخل ہوگئے۔

مشیر الملک کی زیادتی تقرب

سفر نرمل سے واپسی کے بعد نواب نے مشیر الملک کا زیادہ تقرب بڑھا دیا اور راجہ دیانت ونت راے رایان اور راجہ امانت ونت نانا پنڈت کو کہ دفتر پیشکاری و دیوانی کا اُن سے متعلق تھا اور مال کا دفتر بھی اُن کے پاس تھا حکم دیا کہ مشیر الملک سے رجوع رکھین۔

۱۱۹۷ھ ہجری مین نجم الدولہ کو زمینداران مرتضٰے نگر و مصطفےٰ نگر کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا گیا اور وہ اُن کو قرار واقعی سزا دے کر بہت سا روپیہ لے کر واپس آیا۔

اسی سال حیدر علی خان والی سری رنگ پٹن کی وفات کی خبر آئی اور اسی سال محمد عمر خان کی پلٹنون کے سپاہیون نے اس وجہ سے کہ مشیر الملک نے اُن کی تنخواہ دلانے مین اہمال کیا تھا اور اس سے قبل اُن کو ماہ بماہ مل جاتی تھی مشیر الملک کے مکان پر حملہ کرکے بہت بے حرمت کیا آخر کار نواب کی تہدید و تاکید سے اُنھین چھوڑا اسی سال داراب بیگ کے انتقال کی وجہ سے میر محمد حسین خان کو موجودات سرکاری کی داروغگی ملی اور غلام نبی خان خلف نجم الدولہ کو نواب کے بیٹے اسد الدولہ کی سرکار کے سائر کی بخشی گری ملی اور بہادر علی خان پسر دلاور علی خان شاگرد پیشہ کا بخشی مقرر ہوا اور اُس کو منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا اور نقارہ و علم و خطاب بہرہ جنگ بہادر ملا اور میر محسن علی خان اصل و اضافہ ملکر منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کو پہنچ گیا اور مو داجی کی جمیعت کے سردار کو سرپیچ مرصع اور رمپنا راجہ بہادر کو کنٹھی و مالائے مروارید ملی اور ایک ایک سرپیچ مرصع راجہ دیانت ونت و امانت ونت و رائے مولہ رام کو ملا اور محمد خیر اللہ خان کو خلعت تحصیلداری نکت نارائن راؤ کا ملا اس سال کے اخیر مین مشیر الملک نے اپنے بیٹے سیف الملک مشیر الدولہ سپہدار جنگ مرتضٰے خان کی شادی شجیع الملک پسر شیر جنگ کی بیٹی کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے کی اس تقریب مین نواب نظام علی کو مدعو کیا ۵۔ ذیحجہ ۱۱۹۷ھ ہجری کو نواب مع محلات خاص کے وہان گئے مشیر الملک نے ایک کشتی جواہر

اور دو خوان کپڑون کے اور پچاس ہزار روپے نذر کیے۔

۱۲۰۱ھ ہجری مین راجہ رائے رایان مرض حبس بول اور عارضہ تپ سے مرگیا اُس کے بھائیون اور بیٹون کو خلعت ماتمی اور خدمات لائقہ اور منصب ملے اور عظیم الدولہ حیدرآباد کی نظامت وکوتوالی وخدمت جنگی اور امینی وغیرہ سے ممتاز ہوا۔ نواب صاحب اس زمانے مین پہلے اُس شکارگاہ کو شکار کے لیے گئے جس کو رائے دولہ رام نے تیار کرایا تھا بعد اس کے اُس شکارگاہ کو گئے جس کو مشیر الملک نے بنوایا تھا۔

نواب نظام اور مرہٹون کا ٹیپو سلطان سے لڑنے کے لیے اتفاق کرنا

ٹیپو سلطان نے اپنے لیے خلعت اور سلطان کا خطاب سلطان روم سے حاصل کرلیا تھا اس بادشاہ نے اپنے لیے تخت شیر بنوایا تھا جس مین تقریبًا تین کروڑ روپے کی لاگت آئی تھی یہ تخت اب لندن مین ہے مین نے جو تصویر دیکھی ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ ایک شیر بنا ہوا ہے جس کی پشت پر ایک مرصع چتر کے نیچے جڑاؤ تخت نصب ہے اور معتبر کتابون مین لکھا ہے کہ تخت پر دو شیر بنے ہوے ہین جن کی پشت پر ایک مرصع چتر کے نیچے جڑاؤ کرسی نصب ہے چتر پر ایک عقاب بیٹھا ہے جس کے پرون اور چونچ مین بہت ہی بیش قیمت جواہرات جڑے ہوے ہین عقاب اس عمدگی سے بنا ہے کہ اصل ونقل مین تمیز کرنا مشکل ہے سلطان عبدالعزیز خان والی قسطنطنیہ لندن گئے تھے تو اُن کی نشست سے اس یادگار زمانہ تخت کو عزت حاصل ہوئی تھی۔ جب سلطان ٹیپو اور انگریزون کے درمیان صلح بنگلور مین ہوگئی تو اُس کے دماغ مین کوئی کبر نہ تھا جو پیدا نہ ہوگیا ہو کیا مغرور دماغ تھا کہ ابھی صلح نامے کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ فرانسیسیون کو پھلچری (پانڈیچری) کو لکھ بھیجا کہ اُس کا ارادہ ہے کہ نظام اور مرہٹون کو پامال کرے اور انگریزون کو ہندوستان سے نکال دے بیس ہزار عیسائیون کو ساحل ملیبار پر پکڑ کر ختنہ کرا دیا اور کشا کے ہندوؤنکے ساتھ بھی یہی سلوک کیا دو ہزار برہمنون نے اس خوف سے اپنے تئین ہلاک کیا ٹیپو چونکہ قابلیت شعار آدمیون مین نہ تھا اس بیچے وہ مذہب پرستی اور مذہب سے گہری عقیدت مندی کو مطلق نہین سمجھا جہان تک ہندوؤن کے مذہب کا تعلق ہے ہزارہا سال تک اُن پر ایسے ایسے ظالمانہ اور بے رحمانہ حملے ہوے اور اپنا آبائی مذہب ترک کرنے اور فاتح قوم کا مذہب اختیار کرنے کی اس حد تک جبر۔ قہر اور لالچ۔ ہر طریقہ سے ترغیب دی گئی کہ اُس کی مثال شاید دنیا کے کسی دوسرے حصے مین نہ ملے گی مگر اُنھون نے مذہب کے سامنے جان ومال کی مطلق پروا نکی اور آگ مین جلنے۔ خودکشی کرنے۔ رن بھوم مین لڑتے لڑتے جان دینے کو ترک مذہب پر عمومًا ترجیح دی اب ٹیپو نے کچھ بہانہ بنا کر نواب نظام سے کہا کہ

بیجاپور عنایت کیجیے اور ترگونڈ مین مرہٹون پر حملہ کیا اور کسی حکمت و دغا سے اُسپر قبضہ کر لیا نظام
نے دیکھا کہ ٹیپو سلطان تو اپنے باپ حیدر علی کا بھی باوا ہے اُس کی ہمسائگی نہایت خوفناک
ہے اس سبب سے اُنھون نے اس پہلو کے ضرر کو دور کرنے کے واسطے مرہٹون سے اتحاد مستحکم کرنا چاہا
اور پنڈت پدھان نے بھی ٹیپو سے لڑائی کے لیے نواب نظام علی سے اتفاق کرنا چاہا
جس وجہ سے عداوت پیدا ہوئی اُس کی تفصیل یہ ہے کہ نور محمد خان حیدر علی خان کے مدت سے پونا
مین سفیر تھا اُس سے بالاجی عرف نانا پھڑنویس پنڈت پدھان (یعنی پیشوا کے مدار المہام) نے
کہا کہ قریب چار سال سے تمہاری ریاست کی طرف سے رقم نہیں ہوا ہے اب مناسب یہ ہے
کہ جس قدر روپیہ حیدر علی خان نے دینا شرط کیا ہے اُس سے فی سیکڑہ پانچ روپے بڑھا کر چار سال
کا روپیہ اُس حساب سے جمع کرو تب ہمارے اور تمہارے درمیان آشتی قائم رہے گی ورنہ لڑائی
شروع کی جائے گی۔ نور محمد خان نے ٹیپو سلطان کو لکھا کہ کارپردازان پونا بوجہ نہ پہنچنے زر تعہد کے
ناخوش ہین اور اُن کا ارادہ آپ کے ملک مین شورش کا ہے اگر اُن کے ساتھ موافقت منظور رہے
تو زر تعہد جو حساب سے نکلے پہنچا دیا جائے اور جو روپیہ بڑھایا ہے وہ محض تہدید و تخویف کے لیے
ہے اگر اُن کا روپیہ پہنچ جائے گا تو آپ سے مخالفت کا خیال اُن کو نہ پیدا ہوگا اور آپ کے خلاف
نواب نظام علی اور بھوسلہ سے موافقت کا ارادہ نہ کرین گے۔ ٹیپو نے نور محمد خان کو جواب دیا کہ مرہٹون
کا قول اور تمہاری بات قابل اعتبار نہین ہے اس لیے کہ انگریزون سے صلح منعقد ہونے سے پہلے
اقرارنامے مین لکھا تھا کہ فرنگیون سے صلح باہمی مشورے اور صوابدید کے ساتھ ہوگی اور جب مرہٹون
نے دیکھا کہ فرنگیون نے ہمارے ملک مین دخل کر لیا ہے تو اپنے اقرار کے خلاف ہماری شرکت کے بغیر
اُن سے صلح کر لی اور فوج کمکی کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور آئندہ مخالفت کی فکر مین ہین اس لیے تمکو
چاہیئے کہ اپنی طرف سے بالاجی پنڈت پدھان سے سوال رخصت کا نہ کیجیو اور جواب و سوال
لیت و لعل کے ساتھ کرتے رہیو اس لیے کہ تمہاری رخصت چاہنے سے مرہٹے ہماری موافقت سے مایوس
ہو کر اس طرف متوجہ ہو جائین گے اور ابھی تک ہمکو بالکل فرصت بندر کوڑیائی کی مہم سے نہین
ہوئی ہے اور وہان کی خبرین ملنا بند ہو جائے گا چنانچہ نور محمد خان بالاجی کے پاس گیا اور کہا کہ انشاءاللہ
کوڑیائی کی مہم سے فرصت پانے کے بعد آپ کے روپے کی سبیل کی جائے گی بالاجی پنڈت اور ہری پنٹت
اس جواب سے مطمئن نہ ہوے اور جنگ کا انتظام کرنے لگے اور کشن راؤ بلال کو نواب نظام علی خان
کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ بعضے کامون کا انتظام نوشت و خواند اور پیغام زبانی سے درست نہین ہوسکتا
آپ سے امید ہے کہ حیدر آباد سے دس پندرہ منزل ادھر تک چلین ہم بھی پونا سے چلکر آپ سے مل لینگے
اور اُس کو نواب کے پاس بھیجکر سفر کا تہیہ شروع کیا اور وکیل کی روانگی کے پیچھے ہی کوچ کیا۔

اول ہری پنڈت اور ہلکر پونا سے روانہ ہوئے تین روز کے بعد بالاجی پنڈت پردھان نے سوائی مادھوراؤ پیشوا مسند نشین پونا کو بابا بلونت اور امرت راؤ پنی کے سپرد کر کے خود پونا سے کوچ کیا اور سپاہ مرہٹہ کو جمع کر کے ایک ماہ کے عرصے میں پنڈھرپور تک پہنچا اور نواب نظام علی کی روانگی کی خبر کا انتظار کرنے لگا چونکہ نظام علی بھی ٹیپو سے دل میں کدورت رکھتے تھے فوراً روانہ ہو گئے اور قلعہ اتگیر (اودگیر) کے متصل ملاقات کی ٹھہرائی چنانچہ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ ہجری کو حیدرآباد سے روانہ ہوئے اور قلعہ مذکور کے پاس پہنچکر بالاجی کے انتظار میں مقام کیا۔

اس سفر میں نواب نے اپنے بیٹے **میر اکبر علی خان اسد الدولہ بہادر** کو ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب اور خطاب آصف الملک دیا اور **صاحبزادہ میر سبحان علی خان بہادر** کو اصل اور اضافہ ملا کر شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ماہی مراتب اور خطاب **انتظام الدولہ** دیا اور **صاحبزادہ میر ذوالفقار علی خان بہادر** کو اصل و اضافہ ملا کر شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب اور **نصیر الدولہ** خطاب دیا اور سرداروں میں سے **محمد مراد خان** کو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور خطاب **لشکر جنگ بہادر** اور **محمد روشن خان** جماعہ دار کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب بہادری کا دیا اور **سبحان خان** کو ڈیڑھ ہزاری منصب اور خطاب بہادری کا دیا اور رائے بھوانی داس کو صوبہ حیدرآباد و بیدر کے صیغۂ مال کی سر دفتری دی۔ اور برہان الدولہ نرمل سے اور علاء الدولہ اورنگ آباد سے نواب کے پاس آئے اور مشیر الملک کے بھائی ممتاز الدولہ کو سرپیچ مرصع عطا کیا بالاجی پنڈت عرف نانا پھڑنویس نواب کے اتگیر کی طرف روانگی کی خبر سنکر پنڈھرپور سے کوچ کر کے نواح اتگیر میں آکر ملا اُس کو نواب نے قبضۂ مرصع کی تلوار مع علی بند اور ایک خنجر مرصع مع علاقۂ مکلل دیا بعد اس کے نواب خود بھی ۲ رجب ۱۱۹۸ھ ہجری کو بالاجی کے خیمے میں گئے اُس نے جواہر گران بہا اور نفیس کپڑے پیش کیے اور سلطان ٹیپو سے جنگ کا مشورہ طے ہوا ایسا قرار پایا کہ سال آئندہ میں دونوں لشکر متفق ہو کر اُس پر حملہ کریں اور جس قدر ملک اُس نے نواب کا دبا لیا ہے وہ نواب صاحب کی سرکار سے ملحق ہو جائے اور جس قدر ملک پیشوا کا اُس نے لیا ہے وہ پیشوا کے ملک میں شامل ہو جائے اور جس قدر ملک خاص ٹیپو کا فتح ہو وہ نصفا نصف دونوں میں بٹ جائے بعد اس کے ہری پنڈت نے تکوجی ہلکر کو بالاجی کے کہنے سے نواب کے سامنے پیش کیا نواب نے اُس کی خیریت دریافت کر کے ایک دوسرے کے گلے ملکر اپنے ہاتھ سے سرپیچ مرصع اُس کے سر پر باندھا اور مالائے مروارید عطا کر کے رخصت کیا بعد اسکے

نواب صاحب خود ملاقات بازدید کے لیے اپنے بھائی صاحبزادہ ناصر الملک کو جو ان دنون قید
ادھونی سے رہائی پاکر آئے تھے ساتھ لے کر نکوجی کے خیمے مین گئے اُس نے جواہر اور کپڑے
پیش کیے اور صاحبزادہ ناصر الملک کو بھی تحفے دیے۔
اس زمانے مین مسٹر جان سن کلکتے سے نواب کے پاس آیا تھا اور حیدر آباد پہنچا تھا سرکار
گنتور کی حوالگی کا مطالبہ کرے اُس کی عرض آئی کہ بلدے مین رہے یا نواب صاحب کے پاس
آئے جواب لکھا گیا کہ وہین ٹھہرے عنقریب ہم وہان پہنچنے والے ہین بعد اس کے نواب نے قلعہ
اتگیر کی سیر کی۔ عسکر جنگ اتگیر کے قلعدار نے جواہر اور کپڑے نذر کیے بعد اس کے نواب نے
حیدر آباد کی روانگی کا تہیہ کیا اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید ہلکر کو دی اور اسکے
سرداروں کو سرپیچ و جیغہ مرصع اور بھو جنبند زمرد و طرہ مرصع و کنٹھی و مالائے مروارید ایسی ہمیت
اور ہری رام پنڈت کو سرپیچ و جیغہ مرصع و کنٹھی و مالائے مروارید اور بلونت راؤ کو جو مودھاجی بھوسلہ
کی طرف سے آیا تھا سرپیچ و جیغہ و کنٹھی و مالائے مروارید دے کر رخصت کیا۔ پانچوین ماہ شعبان کو
نواب وہان سے کوچ کرکے حیدر آباد کی طرف چلے ان دنون مقبول علی خان کو دیوان خانۂ خاص
کی داروغگی کا خلعت دیا اور راجہ پدم سنگھ و محمد حسین خان گھٹالہ کو ایک ایک سرپیچ مرصع
اور ایک ایک پاندان رخصت کا مرحمت کیا۔
اثنائے راہ پال مور کی منزل مین ایک درویش بے باک دیا وہ گو نے مہدویون کی قوم کے
حق مین بیہودہ باتین کہین دو تین مہدوی آدمی اُس کی سزا کو آئے اور اُسے زخمی کیا
سرفراز الدولہ کے آدمیون نے اُس درویش کی طرف سے مقابلہ شروع کیا اکثر مہدوی پٹھان زخمی و قتل
ہوئے اور اکثر تجارت پیشہ پٹھانون کا مال لٹ گیا بعد اس کے نواب کی تاکید سے خونریزی بند ہوئی
دوسرے دن وہان سے کوچ ہوا۔ ۱۲ شعبان ۱۱۹۵ھ کو حیدر آباد مین پہنچ گئے۔

انگریزی سفیر سے ملاقات اور دوسرے واقعات

اس زمانے مین افتخار الدولہ کو بخشی گری دکن کا خلعت ملا اور امیر الامرا کے چارون بیٹے نواب
کی ملاقات سے شرف اندوز ہوے چارون کو خلعت اور سرپیچ مرصع دیے ۱۲ شعبان کو
گورنر جنرل کا سفیر مسٹر جانسن نواب سے ملا جواہر گران بہا اور کپڑے گورنر جنرل کے مرسلہ پیش کیے
اور سلخ شعبان کو نواب خود اُس کی فرودگاہ پر ملنے کو گئے اُس نے ایک کشتی جواہر کی اور ایک
کشتی چھریون کی جن کے دستے مرصع تھے اور چند کشتیان کپڑون کی اور فیل مادہ جن کے ساتھ
بچے بھی تھے اور کلابتونی پالکی اور بارہ گھوڑے پیش کیے نواب نے یہ چیزین قبول کین جانسن کے

ساتھ میر قمرالدین منت شاعر مشہور بھی آیا تھا اُس نے نواب کی مدح مین ایک ترکیب بند پڑھا تین ہزار روپے نواب صاحب نے صلے مین دیے ان دونون عالی جاہ بہادر و آصف الملک بہادر و ناصرالملک بہادر نے تین ہاتھی اور تین گھوڑے اور تین خنجر مرصع نواب کی خدمت مین پیش کیے اور رفعت الدولہ کو نواب نے سرپیچ مرصع و جیغہ مرصع عطا کرکے نادر کی طرف روانہ کردیا اور محمد تقی خان بہادر پسر غیور جنگ مرحوم کو منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا کر علم و نقارہ اور خطاب قوی جنگ بہادر دیا اور سید عبداللہ منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر اصل و اضافے کے بعد پہنچکر خطاب رعد جنگ سے مفتخر ہوا اور سید عمر خان بھی اصل و اضافے کے بعد ایک ہزاری ذات و بہادری کے خطاب سے سرفراز ہوا اُس سال جشن سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوا اور مشیرالملک کے مکان پر نواب گئے اُنھون نے گھوڑا اور جواہر اور ہاتھی نذر کیا جواہر اور گھوڑا قبول کرکے ہاتھی معاف کردیا۔

عشرۂ محرم ۱۱۹۹ھ ہجری مین عاشورخانون کی زیارتون کے لیے معمول کے موافق گئے نذرین وہان دین۔ ۲۹ ماہ محرم سنہ مذکور کو اُس شکارگاہ مین گئے جو دولہ رائے نے تیار کرائی تھی اور شکار کھلانے والون کو ہزار روپے دیے اُس سال بھی سالہائے گذشتہ کے موافق بہت سے آدمیون کو منصب اور خطاب دیے چنانچہ اشجع الملک بہادر کو کلنگی اور مالائے مروارید اور اعتقاد الدولہ کو پنجہزاری منصب و سہ ہزار سوار پر پہنچا کر خطاب اعتصام الملک اور جھالردار پالکی دی۔ اور مسٹر جان سن سفیر انگریزی کو بھی مالائے مروارید آرسی سمیت اور کلنگی اور دستبند مرصع دیا اور مولوی معین الدین خان ساکن بودن مضاف نادیر کو خلعت قضائے بلدہ حیدرآباد کا دیا۔

۲۱ جمادی الاولے سنہ مذکور کو نواب صاحب مسٹر جانسن کی فرودگاہ پر گئے اُس نے چند خوان کپڑون کے اور تحائف اور عطردان اور پاندان اور سات ہاتھی جن پر زرد عماریان مع سائبان اور زربفت کی جھولون کے تھین اور پالکی جھالردار زردوزی کی دی۔ نواب صاحب دو شوال سنہ مذکور کو فرمان بادشاہ کے استقبال کے لیے سوار ہوے سلخ ماہ مذکور کو ظفرالدولہ احتشام جنگ ایلچپور سے آکر سلام سے ممتاز ہوا اُس کو سرپیچ مرصع بخشا۔

اس زمانے مین نواب کو اپنی پہلی غلطی کا احساس ہوچکا تھا اور اُنھون نے ملک دیگر اجنبی طاقتون سے فوج رکھوانے کے انجام کو سمجھ لیا تھا اس لیے انگریزی سفیر کے سامنے اُنھون نے یہ تجویز پیش کی کہ کمپنی شمالی سرکارون کو واپس کردے اور اُس کے عوض مین سرکار نظام نہ صرف پیش کش کا بقایا معاف کردے گی بلکہ ایک کروڑ روپیہ نقد بھی کمپنی کو دے گی اس کے ساتھ

نواب نے کرناٹک کی واپسی کے لیے بھی ایسی ہی تجاویز پیش کی تھین مسٹر جان سن نے ان تجاویز کو پسند کیا اور سپریم گورنمنٹ کو اُن کی منظوری کے لیے لکھا وہان سے سختی کے ساتھ اُنھین رد کر دیا گیا اور اُس کو منصب سفارت سے فوراً برطرف کر دیا گیا چنانچہ دو جمادی الاخرے ۱۱۹۹ھ ہجری کو وہ کلکتے کی طرف واپس ہوا نواب نے رخصت کے وقت اُس کو سرپیچ مرصع وجیغہ و کنٹھی و مالا مروارید جس مین آرسی لگی ہوئی تھی دی اور اُس کے ساتھ کے تین انگریزون کو سرپیچ اور تین جیغہ مرصع اور تین کنٹھے الخ دیے اس سال اپنے بیٹون و امرا کو جواہر دیے اور شمس الدولہ مشیر الملک وغیرہ کو جواہر جڑی ہوئی چیزین اور اعتصام الدولہ کو مروارید کی کنٹھی دی۔

ٹیپو سلطان سے جنگ کے لیے روانگی مرہٹون اور نظام کے درمیان بے اعتباری کے شگوفے

بالاجی پنڈت نے نواب نظام علی خان بہادر سے نواح اتگیر مین ملکر ٹیپو سلطان کی مہم سال آیندہ پر قرار دی تھی اور پونا کو واپس چلا گیا تھا مودھاجی بھوسلہ جو رگناتھ راؤ کا دوست تھا بالاجی اور نواب نظام علی مین اتفاق پا کر ڈرا اور اپنے سفیر بلونت راؤ کو چار سو آدمیون کے ساتھ راؤ صاحب رئیس پونا اور اُن کے نائب بالاجی پنڈت پدھان اور ہری پنڈت کے لیے قدرے جواہر اور چار ہاتھی دیکر دوستی کے استحکام کے لیے پونا کو بھیجا بالاجی نے سفیر مذکور کے ساتھ بڑے جوش کے ساتھ ملاقات کی اور مودھاجی نے جو اُس کے دشمن سے رفاقت کی تھی اُس کا شکوہ کیا بہت سی گفتگو کے بعد صفائی اس بات پر قرار پائی کہ مودھاجی خود پونا آکر راؤ صاحب یعنی سوائی مادھو راؤ والی پونا سے ملے اور بالمشافہ حسب دل خواہ تصفیہ کرے سفیر نے کہا کہ اگر یہی مرضی ہے تو اُنھین لکھین وہ ضرور آوین گے چنانچہ بالاجی کی تحریر کے موافق مودھاجی بھوسلا ۱۲ ہزار سوار اور ۱۲ ہزار پیادے اور پچاس توپین لیکر پونا مین آیا اور بالاجی سے ملا دونون مین یہ قرار پایا کہ اگر مودھاجی بھی ٹیپو کی جنگ مین شرکت کریگا تو ملک مفتوحہ کے چھ حصے ہوکر دو حصے نواب نظام علی خان کو اور دو حصے ریاست پونا کو اور ایک ایک حصہ مودھاجی اور تکوجی ہلکر کو ملے گا۔ مودھاجی اس طرح دل جمعی کرکے پونا سے رخصت ہوا۔ ہلکر نے اس مہم کی شرکت کے لیے بارہ لاکھ روپے مانگے تھے اُس کو ہری پنڈت نے چار لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ کے کپڑون پر راضی کر لیا۔

ماہ ذیقعدہ ۱۱۹۹ھ ہجری کے آخر مین نواب نظام علی خان کی سواری جریدہ قلعہ احمد نگر کو روانہ ہوئی اور شمس الملک محمد ابو الفتح خان بہادر کو دست بند مرصع مع مالائے مروارید اور محمد فخر الدین خان

پسر شمس الملک مذکور کہ جس کی عمر اس وقت چار سال کی تھی خورشید الملک خورشید الدولہ امام جنگ محمد بہاءالدین خان بہادر خطاب اور پچیس ہزار کی آمدنی کے دیہات تعلقہ نرگونڈ مین سے جاگیر مین دیے۔ اس عرصے مین کشن راو بلال بالاجی کا سفیر آیا اور کہا کہ آپ حسب وعدہ کوچ کرین نواب نے جواب دیا کہ اس مہم کے سرانجام کے لیے پچیس لاکھ روپے مطلوب ہین اگر اتنا روپیہ بالاجی دے اور ملک بیجاپور اور قلعہ احمد نگر کو چھوڑ دے اور ساتھ اس کے وعدہ کرے کہ جب ٹیپو پر فتح ہوگی تو یہ حیدرآباد کا علاقہ جو اُس نے دبا لیا تھا مسترد ہو جائے گا تو اس صورت مین مین چلنے کو تیار ہون۔ سفیر نے کہا کہ روپے سے تو بالفعل معاف کیجیے البتہ ملک کی واگذاشت سے بالاجی دریغ نہ کریگا نواب نے یہ بات قبول کرکے ٹیپو پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور آخر عشرۂ محرم ۱۲۰۱ھ ہجری مین مرہٹون کے سفیرون کی تاکید سے حیدرآباد سے نکلکر میدان عیدگاہ مین مقام کیا۔

چونکہ ان روزون مین شمس الملک محمد ابوالفتح خان نے اپنے بیٹے خورشید الملک محمد بہاءالدین خان یعنی شمس الامرائے دوم ابوالفخر محمد فخرالدین خان کی بسم اللہ خوانی کا جشن ترتیب دیا تھا نواب نظام علی خان انکی خاطر سے وہین ٹھہر گئے یہ جشن ڈیڑھ مہینے تک رہا کئی لاکھ روپے صرف مین آئے اور بڑا تکلف کیا۔ دوسری صفر ۱۲۰۱ھ ہجری کو نواب کی ضیافت بڑی دھوم دھام سے کی اور ساتوین صفر کو رسم بسم اللہ خوانی ادا ہو کر آٹھوین صفر کو کوچ ہوا اور نواب کا مقام لنگر حوض پر ہوا۔ نوین صفر کو رفعت الدولہ اور عظیم الدولہ کی نذرین ہوئین کیونکہ اُنھون نے قلعہ پرینڈہ کو فتح کیا تھا دسوین صفر کو کوچ ہوا اور چند منزلین قطع کین اس عرصے مین شہریار الدولہ قلعدار بیت کیسر نے حاضر ہو کر وہان کی سرزمین کی آب و ہوا کی خوبی کا حال عرض کیا نواب صاحب قلعہ مذکور کی سیر کے مشتاق ہوے اور وہان جا کر تالاب کے کنارے کئی مقام ہوے اور ہر روز نوارہ مین بیٹھکر شمس الملک محمد ابوالفتح خان اور مشیر الملک غلام سید خان اور رفعت الدولہ وغیرہ امرا کے خیمون پر جاتے اور روشنی اور آتش بازی اور ناچ وغیرہ کا تماشا دیکھتے اور ہر ایک کی نذر قبول کرتے۔ اس جوش عیش و نشاط مین اپنے بیٹے آصف الملک میر اکبر علی خان کو مع اصل و اضافہ نوہزاری ذات اور نو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور خطاب سکندر جاہ دیا اور ناصر الملک میر مغل علی خان کو بھی مع اصل و اضافہ نو ہزار ذات اور نو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر ہمایون جاہ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اور انتظام الدولہ کو ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جھالردار پالکی اور انتظام الملک خطاب دیا اور نصیر الدولہ کو ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر ذوالفقار الملک خطاب دیا اور بدستور اپنے دوسرے رشتہ دارون اور امرا کو خطاب و مناصب دیے اور جو امرا کہ دولہ کا خطاب رکھتے تھے وہ خطاب ملکی سے

سرفراز ہوے جیسے اشجع الدولہ کو اشجع الملک خطاب دیا اور جو خطاب جنگی رکھتے تھے اُن کو دولہ کا خطاب دیا اور جو خانی خطاب رکھتے تھے وہ بہادری اور جنگی خطابون سے سرفراز ہوے اور جو خطاب نہین رکھتے تھے اُنہین خانی کا خطاب دیا۔

جب نواحی مذکور کے سیر و شکار سے نواب کا دل سیر ہوگیا تو منزل مقصود کی طرف روانہ ہوے پنڈھرپور مین مرہٹون کے پچاس ہزار سوار جمع ہوگئے تھے راستے مین ۵ صفر کو ہری رام پھڑکیہ جو پنڈت پردھان کی طرف سے اس مہم پر مامور ہوا تھا نواب کے لشکر مین آیا۔ نواب کے بیٹے میر اکبر علی خان نے پیشوائی کر کے نواب سے ملایا۔ ۲۳ صفر کو بالاجی اور مودھاجی بھوسلہ بھی مع اپنے بیٹون کے نواب کے لشکر مین پہنچ گئے سب بالاتفاق کوچ و مقام کرتے ہوے سلطان ٹیپو کے قلعہ بادامی سے تیس چالیس کوس پر جاکر اُترے اور اس قلعے کے پاس پہنچکر گھیر لیا۔ کشن راؤ بلال دریائے کشنا کا عبور کرنے کے بعد بوجہ مرض کے بالاجی سے رخصت لے کر پونا کو گیا اور وہان مر گیا۔ بالاجی اور ہری پنڈت نے بارہ جوڑی جاسوس اور نواب نے چھ جوڑی جاسوس ٹیپو کے لشکر مین تیاری کا حال معلوم کرنے کو بھیجے۔ ٹیپو نے ہلکر سے سازش کر لی تھی اور اُس کو پانچ لاکھ روپیے بھیجے تھے اور یہ وعدہ کیا تھا کہ پیشوا سے لڑائی ہوئی اور تم نے میری جانب داری کی تو پانچ لاکھ روپے اور بھیجون گا اور صلح ہوجانے کی صورت مین بھی پانچ لاکھ روپے دون گا اور بعد اسکے سال بسال دو لاکھ روپے بھیجتا رہون گا۔ ہلکر نے اپنا سفیر مخفی طور پر بھیجکر ٹیپو کا اطمینان کرا دیا اور کہلا دیا کہ میری طرف سے دل جمعی رکھکر بے اندیشہ مقابلے کو بڑھو ان دنون ٹیپو سری رنگ پٹن سے آکر بنگلور مین ٹھہر گیا اور دونون لشکرون کے اجتماع کی خبر سنکر فکرمند تھا کہ ہلکر کا پیام پہنچتے ہی مطمئن ہوگیا اور وہان سے کوچ کیا اور دونون سرکارون کے جاسوسون کو پکڑ کر قید کر دیا تاکہ کسی قسم کی خبر نہ پہنچائین اس وجہ سے وہان کی خبر پر پردہ پڑا رہا۔ اس وقت نواب نظام علی خان نے ٹیپو کو کہلا یا کہ اگر تمہین جنگ منظور ہے تو اور آگے کو قدم بڑھاؤ اور جو صلح منظور ہے تو اپنے سفیر بھیجکر معاملہ فیصل کرو ٹیپو نے مقام مذکور سے کوچ کیا۔ اس وقت آب و ہوا کی خرابی سے بالاجی کو دست آنے لگے مگر جلد صحت حاصل ہوگئی اور ہری پنڈت کے مشورے سے معاودت موقوف رکھی۔ اس ضمن مین نواب نظام علی خان نے بیجاپور کا سوال کیا بالاجی راؤ نے اُس کے چھوڑنے سے انکار کیا۔ دلون مین کدورت پیدا ہوگئی جہان نواب مقیم تھے یہ مقام خوفناک اور بے پناہ تھا نواب کے مشیرون کو مرہٹون کی طرف سے شبخون کا اندیشہ ہوا پس نواب کو سب نے سمجھایا تو انھون نے بیجاپور کا سوال چھوڑ کر یہ قرار دیا کہ ابتک جس قدر ملک ٹیپو کا قبضے مین آیا ہے اس مین سے ایک حصہ ریاست حیدرآباد کو ملے اب نواب کا دل مرہٹون کی وعدہ خلافی کی وجہ سے اس

مہم کی شرکت سے برداشتہ ہوگیا اور حیدرآباد کی طرف معاودت کو آمادہ ہوے بہت سی ردوبدل کے بعد شرف الملک برادر رکن الدولہ مقتول کو سات ہزار سوارون کے ساتھ اور حشمت جنگ کو ایک ہزار سوارون کے ساتھ اور زور آور جنگ کو دو ہزار سوارونکے ساتھ بالاجی کے پاس چھوڑا اور یہ قرار پایا کہ اگر بالاجی پونا کو لوٹ جاوے اور ہری پنڈت کو ٹیپو کی مہم کے لیے چھوڑ جلے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہ کر کام کرین اور اگر پنڈت بھی پونا کو بالاجی کے ساتھ چلا جلے تو تمام سوار حیدرآباد کو آجائین اور ملک مفتوحہ کا ایک حصہ ریاست حیدرآباد کے آدمیونکے حوالے کیا جلے اور نواب خود بالاجی کے خیمے مین رخصت ہونے کو گئے اُسنے دو کشتیان کپڑون کی اور عطردان و پاندان پیش کیے پھر مشیر الملک و شمس الملک علیحدہ علیحدہ بالاجی سے رخصت حاصل کرنے کو گئے انکو بھی بالاجی نے عطر و پاندان دیکر رخصت کیا نواب طولانی کوچ کرتے ہوے حیدرآباد کی طرف لوٹے اور بالاجی قلعہ بادامی کی تسخیر پر متوجہ ہوا آٹھوین رجب سنہ ۱۲۰۰ ہجری کو نواب صاحب نے دریاے کشنا کا عبور کالے چبوترے کے پاس کیا اور پے درپے کوچ و مقام کرتے ہوے بلدہ مین پہنچگئے یہان شولاپور کے زمیندار کو پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار کا منصب دیا اور جھالردار پالکی اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور پاندان دیکر رخصت کیا۔ ابھی پورا آرام نہین کرنے پاے تھے کہ یہ خبر آئی کہ نواب کی واپسی کے بعد فوج نے قلعہ بادامی کو ٹیپو کے آدمیون سے خالی کرالیا تھا ٹیپو یہ بات سنکر سخت برافروختہ ہوا اور ایک بھاری سپاہ جس مین ایک لاکھ پیادے اور چونسٹھ ہزار سوار اور تین سو توپین اور دوسرا سامان حرب وضرب تھالیکر ۲۶ رجب کو قلعہ امتیاز گڑھ یعنی ادھونی پر اس ارادے سے آیا ہے کہ مہابت جنگ داراجاہ کو جو مع اہل وعیال وہان مقیم تھا تباہ کرے اور اُسنے اس کا محاصرہ کرلیاہے اور پے درپے توپون کی آتش فشانی اور مار مار سے مہابت جنگ کو نہایت خستہ و مضمحل کردیاہے اب تک محافظین قلعہ شجاع الملک کی ماتحتی مین مقابلے مین ڈٹے ہوے ہین سلطان نے چاہا تھا کہ سرنگ لگاکر قلعے کے برجون اور دیوارون کو اڑادے کہ اندر سے محصورین نے نکلکر نقب زنون کو تباہ کردیا حصار کے باہر جتنے گانون تھے اُن کا سب مال و اسباب غارت ہوگیاہے نواب نے ٹیپو کے مقابلے اور محصورین کو چھڑانے کے لیے خود چڑھائی کرنی چاہی مگر شمس الملک محمد ابوالفتح خان اور مشیر الملک غلام سید خان نے یہ مہم اپنے ہاتھ مین لی اور نواب کو روانگی سے روک دیا اور غرہ شعبان کو ہمایون جاہ میر مغل علی خان ماتحتی مین ادھر کو مرخص ہوے اور لمبی لمبی منزلین کرتے ہوے منزل مقصود پر جا پہنچے یہ سنکر مرہٹون کا افسر ہری رام بھی آگیا ٹیپو ان کا اجتماع سنکر محاصرہ اٹھاکر قلعہ شاہ نگر کو چلا گیا۔ سرداران حیدرآباد بیگمات وغیرہ کو سوار کراکر وہان سے روانہ ہوکر دریا تنبھدرا؎ سے عبور کرکے مع داراجاہ قلعہ رائے چور مین داخل ہوے اور تیسری ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۰ ہجری کو حیدرآباد مین پہنچگئے اور انھون نے راستے مین سے کوپل اور بہادر بنڈہ کے چند افسران نامی کو جس نے ...

؎ تنگ بھدرا بھی کہتے ہین ۱۲

سواروں کے ساتھ پنڈت پردھان کی امداد کے لیے بھیجا تھا نواب نظام علی خان نے ناموں آصفیہ کے صحیح و سالم پہنچ جانے کی بڑی خوشی کی توپیں سلامی کی سر کرائیں اور سرداروں کی نذریں لیں پھر اس جانفشانی کے صلہ میں شمس الملک محمد ابو الفتح خان اور مشیر الملک غلام سید خان کو جشن عید اضحیٰ میں زمرد کے طرے اور مروارید کے آویزے عطا کیے دوسرے امرا اور راجوں کو بھی سرپیچ و خطابات و جواہر عطا کیے۔ غرہ محرم سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو بہو بیگم عالی جاہ کی محل خاص یعنی بیوی کا انتقال ہو گیا اسکی تعزیت میں تین دن تک نوبت بجنی موقوف رہی اور نواب صاحب نے خود وہاں ماتم پرسی کو جا کر بیگم متوفیہ کے بیٹے اور بیٹیوں کو ماتمی خلعت عطا کیے۔ ماہ صفر میں فرمان بادشاہ کا استقبال کیا اور حویلی نو تعمیر شمس الملک بہادر میں ضیافت کی تقریب سے نواب صاحب تشریف لے گئے اور اسی سال شجاع الملک کو ادھونی میں جانفشانی دکھانے کے صلہ میں امیر الامرا خطاب اور سرپیچ مرصع اور کلغی اور ملبوس خاص اور جوشن اور خود رومی اور ایک جوڑی دستانے کی اور ایک تلوار اور کٹار اور ڈھال عطا کی۔

ہری رام پنڈت اور ٹیپو سلطان میں کول اور بہادر بنڈہ میں خوب لڑائیاں ہوئیں کہ ٹیپو نے بوقتہ صلح کی درخواست کی اور اپریل ۱۷۸۷ء میں ان نبرد آزماؤں میں صلح ہو گئی اور شرائط صلح یہ ٹھہریں کہ سلطان ۴۸ لاکھ روپیہ خرچہ جنگ کا دے اور بہت سے مقامات جو اس نے فتح کیے ہیں پھر حوالے کرے اس صلح کا یہ سبب تھا کہ اسکو اندیشہ پیدا ہوا کہ اس لڑائی میں کبھی انگریز دشمن کے ساتھ شریک نہو جائیں وہی مخالفوں سے بری بن رہی تھی تیسرا اور زبردست شریک ہو جاتا تو کیا ٹھکانا باقی رہتا۔

زمینداروں کی سرکشی کی وجہ سے قلعہ ردرور و چنور و مادہ پور کا ضبط کر لیا جانا

غلام سید خان نے جاگیرداروں کے محالات میں بہت جمع سرکاری بڑھا کر ان سے بڑی سختی کے ساتھ روپیہ وصول کرنا شروع کیا تھا چنانچہ موہن راؤ بنکلیہ سے بھی زر یکسالہ بطریق پیشی کے مانگا نامبردہ نے استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا غلام سید خان نے سنہ ۱۲۰۲ ہجری میں اسکی جاگیر کی ضبطی کے لیے سپاہ بھیجی اور سخت و شدید محصل مقرر کیے وہ چھپ کر شب کے وقت قلعہ ردرور میں جو اسکے قبضے میں تھا جا کر پناہ گزین ہوا اور اسکے برجوں اور دیوار کو مضبوط کرایا غلام سید خان نے نواب سے عرض کیا کہ موہن راؤ باغی ہو گیا ہے اور سپاہ سرفراز الدولہ پسر حسام الدولہ قلعہ دار ادوگیر کی ماتحتی میں اسکی سزادہی کے لیے مقرر کی سرفراز الدولہ کے تعاقب بھارا ملی کو بھی بھیجا موہن راؤ نے کچھ مقابلہ کیا اور وہاں سے بھاگ گیا بعد اسکے غلام سید خان نے اسکی تمام موروثی جاگیر ضبط کر لی اسی سال راج ناد دیسکھ کی سخت گیری کی وجہ سے راجہ چنور مخالفت پر آمادہ ہوا جسنے غلام سید خان سے سرکار الگندل اور ورنگل و میدک کو بہت جمع بڑھا کر مستاجری میں لیا تھا دیسکھ نے غلام سید خان سے اسکی شکایت کی اور اسکی تنبیہ کے لیے سپاہ مانگی۔ غلام سید خان نے بھارا مل کو راجہ تیغ ونت بہادر خطاب

اور جیغہ و سرپیچ نواب سے دلاکر بہت سی سپاہ کے ساتھ دیسکھ کی مدد کو بھیجا جسنے چنور کا محاصرہ کرلیا راجہ چنور نے تھوڑا سا مقابلہ کیا پھر عاجز آکر اطاعت کرلی راجہ پنچ ونشے نے فتح کی عرضی غلام سید خان کی معرفت نواب کو بھیجی غلام سید خان نے زمیندار چنور کو بلاکر قلعہ گولکنڈہ مین قید کردیا اور اس کا تمام ملک مادہ پور وغیرہ ضبط کرکے دیسکھ کو دیدیا سلخ جمادی الاولی سنہ ۱۲۰۲ ہجری کو جشن نوروز شروع ہوا۔

جشن نوروز

نواب نظام علی خان بہادر کی عادت تھی کہ جشن نوروز اور عیدین اور سالگرہ اور تقریب صدور فرمان بادشاہ دہلی اور تقریب وزن اور رسم نکاح اور رسم بسم اللہ خوانی اور اولاد کے بیاہ مین اکثر رفقا اور امرا اور مصاحبون کو خطاب اور جاگیر دیا کرتے تھے۔

واضح رہے کہ نوروز اصل مین پارسیون کا تیوہار ہے اور ایران قدیم کے بادشاہ نوشیروان کی تخت نشینی کی یادگار ہے اکبر[لہ] کی مسلم آزار اور قوم کش پالیسی کی بدولت یہ تیوہار ہندوستان مین جاری ہوا اور سلاطین تیموریہ اسے بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے اور عام مسلمان اسکو عیدین کی طرح مذہبی اہمیت دینے لگ گئے تھے اور اسکو نہایت ہی مقدس دن خیال کرنے لگے تھے عالمگیر نے نوروز کی خوشیان موقوف کردین نوروز کی حقیقت یہ ہے کہ جس راستے سے سورج اور چاند گذرتے ہوے

لہ اکبر کی یہ حالت تھی کہ جاہل و امی ہونے کی وجہ سے ہر اجنبی بات کے ماننے کو تیار ہوجاتا تھا ہندو رانیون کے اثر اور انکے عزیزون کی صحبت نے اسے ہندو بنانا چاہا پھر فیضی اور ابوالفضل کے ایسے آزاد خیال شیعون اور انکے باپ شیخ مبارک جیسے دنیا پرست اور زمانہ شناس عالمون نے اسے ہندو دن اور صداقت اسلام دونون کی طرف سے روک کے ایسے بیچ ادھر مین ڈالدیا کہ نہ ہندو تھا نہ مسلمان دونون مذہبون سے بدظن تھا اور نہ جانتا تھا کہ مجھے کیا ہونا چاہیے۔ ہمایون ایران سے اور صفوی خاندان کے اثر سے آدھا شیعہ بن کے اور بہت سے شیعہ اہل دربار کو ساتھ لیکے آیا تھا انھون نے اکبر کو سن طفولیت ہی سے شیعہ سنی کی کش مکش مین ڈالدیا لہذا وہ جس طرح ابتدائے عمر کی کش مکش سے نہ شیعہ رہا نہ سنی اسی طرح بڑھاپے کی کمزوریون نے اسکو نہ ہندو رکھا نہ مسلمان اسی عالم ہیولانیت مین تھا کہ چاہا کہ اپنا ایمان بیچ بیچنے سب سے آخری حماقت مین مبتلا کیا کہ انبیائے سلف کی طرح ایک نئے مذہب کی ایجاد کرنے لگا۔ اس مین بجز اسکے کہ ہندو مسلمانون کی رسمون اور مختلف خیالون کو ناقص العقلانہ انداز سے انتخاب کیا ہو ہمہ دستی کا مسلک تھا نہ روحانیت کا کچھ حصہ تھا نہ کوئی اصول و فروع دین کا شرعی قانون اس لیے بہت کم کامیاب ہوا اسے صرف ایک دو جن متعین نصیب ہوے جو حاشیہ نشین تھے اسلیے اسکا ایجاد کیا ہوا مذہب اسکی آنکھ بند ہوتے ہی ہوا کی طرح اڑ گیا اور اس کش مکش مذہبی سے اسپر یہ مثل صادق آئی کہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے یہانتک کہ اسکے جنازے کی نماز نہین پڑھی گئی جیسا کہ تاریخ چغتائیہ مین اکبر کے حالات مین لکھا ہے بلکہ راجپوت کی پیروی سے اسنے سمت بکرمی کے مقابلے مین سنہ جلوس اکبری ایجاد کیا مگر اسنے اسکی اولاد کی خود سری کی وجہ سے دوامیت حاصل نہ کی کیونکہ ہر ایک جانشین نے اپنے سے اگلے بادشاہ کا سنہ جلوس منسوخ کردیا۔ ہندو اپنے بزرگون کی یادگار کو پائدار رکھنے والے ہین انھون نے ایسا نہ کیا۔ منشی اسد بیگ قزوینی مخاطب بہ خطاب پشیو خان تلمیذ شیخ ابوالفضل نے اپنے وقائع مین لکھا ہے کہ شاہزادہ دانیال کی وفات کی خبر سنکر اکبر نے جامی کی اس غزل پر ؎ امن بدا جانک نی کل بابا + یہ شعر ایجاد کیا ؎ چشمان من چو ساون و بھادون شدہ ز اشک + گہ نام گنگ مے کنم و گاہ نربدا + کلاونتون نے اسکو گانا شروع کیا مریدین شاہی اور حاضرین کو خوب وجد ہوتا تھا ۱۲

معلوم ہوتے ہین اس راستے پر ستارگان ثوابت کی کیفیت وقوع سے بارہ شکلین متصور ہوئین انھین شکلون کا نام **برج** ہے اور ہر شکل مین ۳۰ حصے فرض کیے گئے ہین جسکو **درجہ** کہتے ہین اس **دائرے** مین دو مقام ایسے واقع ہین کہ اُن کے محاذ مین جب آفتاب ہوتا ہے تو گرمی وسردی رات اور دن کا اعتدال ہوجاتا ہے ایک جسکو **اعتدال ربیعی** کہتے ہین وہ اس برج کا پہلا درجہ ہے جسکی شکل مینڈھے کی سی ہے جسکو عربی مین **حمل** اور ہندی مین **میکھ** کہتے ہین دوسرا نقطہ **اعتدال خریفی** ہے جو برج میزان کا پہلا درجہ ہے فصلون کا تغیر آفتاب کی بلندی وپستی کی بنا پر ہوتا ہے اور ستارون سے جو شکلین پیدا ہوتی ہین وہ نہ آفتاب کے ساتھ وابستہ ہین نہ آفتاب ان کا پابند ہے۔

نوروز جس کا وجود صرف پارسی قوم مین تھا وہ آفتاب کے شکل حمل کے محاذ مین پہنچکر نقطہ اعتدال ربیعی مین چمکنے کی تاریخ ہے دیگر اقوام نے جو نقطہ اعتدال کے تعین سے بحث کی ہے وہ کسی مذہبی یا اعتقادی رنگ سے نہین بلکہ سال کے چارون تغیر سے بحث کی اور اسکو سب کا مرکز قرار دیا اس لیے کہ انسان حیوان اور نبات وغیرہ موالید مین نشاط وتازگی روئیدگی وبالیدگی اس زمانے مین آتی ہے۔

مذہبًا نوروز کی فضیلت کے وجوہ امور ذیل ہین (**الف**) اس روز بعثت رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی (**ب**) اس روز خانہ کعبہ کے بتون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ نے توڑکر بیت اللہ کو پاک کیا (**ج**) اس روز غدیر خم کے مقام پر جناب رسالت آب نے حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا (**د**) اسی روز خلیفہ ثالث کی خلافت کا اختتام اور حضرت علیؑ کی خلافت کا آغاز ہوا۔

لیکن حساب کے کانٹے پر تولنے سے ظاہر ہے کہ یہ وجوہ قطعی نہین (۱) آنحضرت کی ولادت دوشنبہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء اور بعض تحقیقات کے مطابق ۴ مئی ۵۷۱ء کو ہوئی تاریخ ولادت مین اختلاف ہے لیکن اسقدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینا اور دوشنبے کا دن تھا اور پہلی تاریخ سے لے کر بارہ تک منحصر ہے اور قواعد ہیئت سے ثابت ہوتا ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی اور ٹھیک چالیس سال کی عمر پوری ہونے پر اکتالیسوین سال کے پہلے روز نبوت کا آغاز ہوا اب چونکہ چالیس سال قمری کے دن ۱۴۱۷۵ ہوتے ہین اسلیے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء سے اتنے دنون کی تعداد ۹ فروری ۶۱۰ء روز یکشنبہ کو اور ۴ مئی ۵۷۱ء سے ۲۳ فروری ۶۱۰ء روز یکشنبہ کو پوری ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ آغاز نبوت ۱۰ فروری خواہ ۲۴ فروری ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوا اور یہ ہرگز نوروز کی تاریخ نہین ہے کیونکہ نوروز ۲۱ مارچ کو مانا گیا ہے (۲) خانہ کعبہ کو بتون سے پاک کرنے کی تاریخ ٹھیک فتح مکہ والا دن ہے اور فتح مکہ رمضان ۸ ہجری کا واقعہ ہے اور رمضان کی تاریخ مین اختلاف ہے صرف ۱۰ سے ۷ تک محدود ہے فتح مکہ کی تاریخ کو حجۃ الوداع کی روشن تاریخ کے مقابل کرکے جانچیے حجۃ الوداع یعنی جمعہ ۹ ذیحجہ ۱۰ ہجری کو محمد بن موسے خوارزمی منجم کے حساب کے مطابق ۶ مارچ ۶۳۲ء تھی

پس ۱۰ یا ۱۷ رمضان ۸ھ ہجری سے ۹ ذیحجہ ۱۰ھ ہجری روز جمعہ کے ۵۰۸ یا ۹۸۷ دن ہوتے ہین اور ۶ مارچ ۶۳۲ء سے گذشتہ زمانے کی طرف اتنے دنون کی تعداد ۲۳ یا ۳۰ دسمبر ۶۲۹ء پر پوری ہوتی ہے اور اس تاریخ سے نوروز تک پوری سہ ماہی کا تفاوت ہے (۳۳) اب غدیر خم کی تاریخ کو جانچیے حج کے بعد آنحضرت ایام تشریق بھر مکے مین رونق افروز تھے اور ۱۴ ذیحجہ کو بقصد مدینہ روانہ ہوے تو جبکہ محمد بن موسے خوارزمی منجم کے حساب کے موافق جمعہ ۹ ذیحجہ کو ۶ مارچ تھی تو ۱۴ ذیحجہ کو ۱۱ مارچ ہوئی پس اس رو سے آپ ۱۸ یا ۱۹ مارچ ۶۳۲ء کو مدینے مین پہنچ چکے (۳۴) خلیفۂ ثالث کی خلافت کا اختتام اور حضرت علی کی خلافت کا آغاز بھی کسی طرح آفتاب کے نقطۂ اعتدال ربیعی پر پہنچے یعنی نوروز کے دن ثابت نہین ہوتا اس لیے کہ تاریخ الخلفا مین سیوطی نے لکھا ہے کہ قتل حضرت عثمان جمعہ ۱۸ ذیحجہ ۳۵ھ ہجری کو واقع ہوا اور شب شنبہ کو مغرب و عشا کے درمیان دفن سے فراغت ہوئی اور صبح کو حضرت علی کی خلافت پر بیعت ہوئی تو جب مارچ ۶۳۲ء یعنی ذیحجہ ۱۰ھ ہجری ماہ حجۃ الوداع سے ذیحجہ ۳۵ھ ہجری تک پچیس سال قمری کے ایام بمطابقت روز محسوب کرتے ہین تو ۸۶۰۰ دن آتے ہین جس کے شمسی سال چوبیس اور چورانوے دن ہوتے ہین اور جمعہ ۱۸ ذیحجہ ۳۵ھ ہجری کو یکم جولائی ۶۹۶ء کے مطابق پاتے ہین پس روشن طور پر ثابت ہوا کہ حضرت علی کی بیعت خلافت کی تاریخ نوروز سے ایک سہ ماہی بعد پڑی تھی۔ علاوہ اسکے اسلام مین قمری حساب معتبر ہے نہ شمسی لیکن یہ اُس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اُن کی چھٹی پشت مین ایک ایسا شخص جانشین ہوگا کہ اُن کے اس فعل کو وہ برا جان کر مسدود کر دے گا اور یکم شعبان ۱۳۴۱ھ ہجری کو یہ حکم لکھے گا کہ نوروز کو اسلام سے کچھ تعلق نہین بلکہ یہ آتش پرست اور مجوسیونکی عید سمجھی جاتی ہے۔

سالگرہ کا جشن وغیرہ

۲۰ محرم ۱۱۸۲ھ ہجری کو شدت بارش کی وجہ سے موسے ندی مین ایسی طغیانی پیدا ہوئی کہ فصیل جنوب رویہ ۵۰ گز گر گئی۔

۲۰ ماہ شوال ۱۲۰۲ھ ہجری کو سال گرہ کا جشن ہوا اس سال بھی بہت سے آدمیون کو منصب اور خطاب اور جواہر اور تعلقے حسب حال ملے چنانچہ مقرب خان کو استقلالی بال کنڈہ کا خلعت اور اعتصام الدولہ کو دست بند مرصع اور امجد خان بہادر سربلند جنگ کو اصل و اضافہ ملا کر چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار کا منصب و پالکی جھالر اور امجد الدولہ خطاب اور کامیاب جنگ بہادر

کو چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جھالر دار پالکی اور خطاب فخر الدولہ اور رائے بھوانی داس سر دفتر دیوانی سرکار و رائے درگا داس و راجہ تیج ونت بہادر کو موتیون کی ایک ایک کنٹھی اور رائے کیول کشن و رائے خوش حال چند کو ایک ایک سرپیچ مرصع اور رائے سنکر کو منصب و خطاب و علم و نقارہ و تعلقجات نرمل و قلعۂ بودن و قوال وغیرہ اور ایک ہاتھی اور جمال اشرف خان کو سرپیچ مرصع و خطاب بہادری اور تعلقۂ کوپل نواب صاحب نے عنایت کیا۔ اور ابھی تک قلعہ کوپل ریاست کے اہلکارون کے ہاتھ مین نہ آیا تھا البتہ علاقے بن تھانے قائم ہوگئے تھے۔ اسی سال نواب نے خواجہ بہاء الدین خان و حافظ فرید الدین خان کو ٹیپو سلطان کے پاس سفارت پر بھیجا۔

ماہ محرم سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین سید محمد نامی حیدرآباد مین آیا اور ظاہر کیا کہ مین شریف مکہ ہون نواب نے دس ہزار روپے عنایت کیے۔ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۲ ہجری کو خواجہ بہاء الدین خان و حافظ فرید الدین خان ٹیپو کے پاس سے لوٹ آئے اور اس کا خط اور جواہرات اور کپڑے اور گھوڑا اور ہاتھی اس کی طرف سے نواب کی خدمت مین پیش کیے۔ اسی سال عبد القادر خان کو محکمہ سائر حیدرآباد کی داروغگی سے علیحدہ کرکے حسام الدولہ کو اس کی جگہ مقرر کیا اور میر ابراہیم برادر صفی الدولہ کو علاقہ گلبرگہ کا تعلقہ دار بنایا اور رائے بسنت رائے کو نواب کی ذات خاص کے علاقے کی افسری ملی اور شوکت اللہ خان کو صوبۂ حیدرآباد کی دیوانی کا خلعت دیا۔

۱۱ جمادی الاولی سنہ ۱۲۰۳ ہجری کو جشن نوروز شروع ہوا اور دس شعبان سنہ مذکور کو بادشاہ کا فرمان اور خطاب رستم دوران آیا اس عرصے مین دو جشن ہوے دونون جشنون مین امرا کو منصب اور جواہرات اور عہدے دیے چنانچہ اکرام اللہ خان خلف اشجع الملک غیور جنگ کو خلعت میر سامانی سرکار کا ملا اور حیدرآباد کی نظامت پر شکوہ الدولہ معتمد جنگ کو مقرر کیا اور نواب نے دولت خانہ نو تعمیر مین تمام مشائخ شہر کو بلا کر ضیافت کی اسی زمانے مین قمر الملک کو سائر کی بخشی گری کا خلعت ملا اور نجم الملک کو تعلقۂ ابورکنڈہ و نلکنڈہ سے معزول کرکے یہ کام بھی قمر الملک کے حوالے کیے۔ ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۳ ہجری کو مشیر الملک کے مکان پر ضیافت مین نواب صاحب گئے اور نقدی و جواہر پیش کش کی جو فرد انھون نے پیش کی تھی اس پر معافی لکھدی اور امتیاز الدولہ کو خطاب ممتاز الامرا کا اور ماہی مراتب اور شمس الملک کو خطاب شمس الامرا کا اور مشیر الملک کو خطاب اعظم الامرا کا اور افتخار الدولہ کو خطاب افتخار الملک کا عطا ہوا۔ نواب نے حافظ فرید الدین خان کو خانی کا خطاب دے کر ٹیپو سلطان کے پاس سفارت پر بھیجا۔

مینا بازار یا زنانہ بازار

۸ جمادی الاولی ۱۲۰۳ہجری کو نواب صاحب قلعہ گولکنڈہ کی سیر کو گئے اور یہان تیار کیے ہوے محل کو آراستہ کیا اور مینا بازار لگایا یہ زنانہ بازار تھا وہان محل کی بیگمات آئین اور شرفا کی بی بیون کو بھی اجازت ہوئی کہ جو چاہے آئے تماشا دیکھے دوکانون پر تمام عورتین بیٹھی تھین سوداگری اور سودا زیادہ تر زنانہ رکھا گیا خواجہ سرا اور دوسری عورتین انتظام مین معروف تھین مالیون کی جگہ مالنین چمن آرائی کرتی تھین نواب آپ بھی آتے مینا بازار مین بیگمین ٹہی بھرتی تھین جیسے باغ مین قمریان ہریاول مین ہرنیان۔

ایک دن نواب مسند پر بیٹھے ہوے تھے ایک بندر کسی بیگم کا پلا وجو آدمیون سے مالوف تھا مسند کے نزدیک آکر بیٹھ گیا نواب نے پیار سے اُس پر ہاتھ پھیرا اُسے ناگوار ہوا نواب کے ہاتھ مین کاٹ لیا ایسا مجروح ہوا کہ ایک ماہ اور چند یوم مین صحت پائی اسد علی خان تمنا نے مادہ تاریخ یون کہا ہے دست ترا مدد ید اللہ نواب نے اس سال جشن غسل صحت وجشن نوروز کمال تکلف سے مرتب کرایا اور تیسرا جشن سالگرہ بھی بڑے پیمانے پر منعقد ہوا۔

ولی عہد سلطنت دہلی کا ورود اور اسکے مناسب حال نواب کی طرف سے برتاؤ نہونے پر ناخوش ہو کر لوٹ جانا

خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ ۱۲۰۳ہجری مین بادشاہ زادۂ ہند یعنی فرزند ارجمند عالی گوہر بن شاہ عالم بہادر بادشاہ وقت اپنے باپ سے آزردہ ہو کر دکن مین آیا اور قلعہ بیدر کی راہ سے کوہیر تک پہنچا تھا نواب نے بیخبر ہو کر استقبال کا ارادہ کیا لیکن ارکان دولت کے معروضے سے اس خیال سے کہ تکلیف آداب بجالانے کی ذات اشرف بندگان حضرت کو ہوگی یہ عزیمت موقوف کرکے شمشیر جنگ کو پیش کش دے کر شاہ زادے کے پاس روانہ کیا یہ بات شاہ زادے کو ناگوار گذری نذر قبول نہ کی اور اپنا بھاری سامان جلوا کر دہلی کو لوٹ گیا انتہی کلامہ اس عبارت مین عالی گوہر اور شاہ عالم کے درمیان بن کا لفظ کاتب کی یا مؤلف کتاب کی غلطی سے لکھا گیا ہے عالم گوہر خود شاہ عالم کا نام ہے جو عزیز الدین عالمگیر ثانی کا بیٹا ہے اور ۱۴ جمادی الاولی ۱۱۷۳ہجری سے ۱۲۲۱ہجری تک برائے نام دہلی کا بادشاہ رہا۔ ۱۲۰۲ہجری مین اسکو غلام قادر خان نبیرہ نجیب الدولہ نے نابینا کرکے بیدار بخت بن احمد شاہ بن محمد شاہ کو تخت نشین کرتا تھا

جس کے اُسی زمانے مارے جانے کے بعد وہ سلسلہ برہم ہوا اور بدستور شاہ عالم کو مہاجی سیندھیا نے تخت نشین کردیا قلعہ دہلی کی تباہی کے موقع پر شاہ عالم کا بیٹا معین الدین اکبر شاہ دکن میں آیا ہوگا۔
جس نے دہلی میں سلطنت تیموریہ کی معراج دیکھی ہو اُس کے ذہن میں یہ خیال بھی کب آسکتا تھا کہ اس خاندان کا ولی عہد مستحق سلطنت اپنے نمک حرام نوکرون کے ہاتھ سے بے چین ہوکر غریب ایسا پریشان ہوگا کہ دکن کا صوبہ دار اُس کی ملاقات سے احتراز کرے گا جو لوگ کل تک اُس کے تخت تک پہنچ جانے اور سامنے دست بستہ کھڑے ہونے کو اپنا فخر سمجھتے تھے اور اُس کی عنایت و کرم کو اپنی عزت و حرمت گنتے تھے آج اُنھین کے جانشین اسپنے ولی نعمت کے قائم مقام کے ساتھ ایسی بے پروائی کا سلوک کرتے ہین اس عزت و ذلت کا دور ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور چلا جائے گا۔

انگریزون کا نظام پر فوج کشی کا دباؤ ڈالکر سرکار گنٹور حاصل کرنا اور نظام کی طرف حساب فہمائی کے لیے سفیر کا کلکتے کو جانا

ماہ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری مین نواب کے بھائی بسالت جنگ مرگئے تھے اور ۱۷۶۸ء کے عہدنامے کے مطابق انگریزون کے نظام سے یہ عہد و پیمان ہوے تھے کہ بسالت جنگ کے بعد سرکار گنٹور سرکار کمپنی کے حوالے کی جائے گی مگر بسالت جنگ کی وفات کے بعد نظام نے یہ سرکار انگریزون کو نہ دی انگریزون نے اس رنج سے نظام کو پیش کش دوسری سرکارون کا نہ دیا۔ ان دو سالون مین کمپنی کے گورنر جنرل کارن والس نے نظام سے گنٹور کا مانگنا مناسب نہ جانا جب انگریزون کو یورپ مین فرانسیسون سے لڑائی کا خوف جاتا رہا اور دکن کی ملکی حالتین ایسی ہوگئین کہ جن کے سبب سے گنٹور کے حوالے کرنے کی درخواست نظام سے کی جاے تو گورنر جنرل نے ۱۷۸۸ء مین کپتان کنوی کو پہلی مرتبہ رزیڈنٹ بناکر اس غرض سے حیدرآباد بھیجا کہ وہ ضلع مذکور کو طلب کرے اور خراج جو نظام کو دیا جائے گا اُس کی تنقیح کرے کیونکہ خراج کا دینا حیز التوا مین پڑگیا تھا کپتان مذکور ۲۹ شعبان ۱۲۰۲ھ ہجری کو حیدرآباد پہنچا اور شمشیر جنگ کے باغ مین ٹھہرایا گیا اس کے ساتھ میر حسین بھی تھا کپتان کنوی کو کینا وُبھی کہتے ہین۔ اُس کو نواب نظام علی خان بہادر نے دلاور جنگ خطاب عطا کیا اُس نے گورنر جنرل کی طرف سے یورپ کے تحفے پیش کیے اس مرتبہ سرکار گنٹور کی تفویض کا مطالبہ صرف زبانی ہی

نہین پیش کیا گیا بلکہ ریاست حیدرآباد کی سرحد پر حزم و احتیاط کی راہ سے فوج کا اجتماع کیا گیا کہ صلح نامۂ ۱۷۶۸ء کی پوری تکمیل نظام سے کرائے اور نظام کو اطلاع دی کہ دو ہفتے کے اندر سپاہ گنٹور مین داخل ہو جائے گی اور اُس کی اطلاع پیشوا کے دربار اور سیندھیا اور راجۂ برار ان سب کو کر دی تھی اور کپتان کو ہدایت تھی کہ جہانتک ہو سکے مصالحت مین سعی کرے اب نواب نظام علی خان کا یہ حال تھا کہ انگریزون کے اتحاد سے اپنی فلاح و بہبود کی امید بہ نسبت کسی خوف کے زیادہ رکھتے تھے مرہٹون اور ٹیپو کے ساتھ اخلاص پیدا کرنے سے انگریزون کے ساتھ مصالحت کو زیادہ اپنے حق مین فائدہ مند سمجھتے تھے اُن کے ملک کے آس پاس جو والیان ملک تھے اُن سے نظام کو خوف تھا کہ مبادا کہین وہ اُن کو نگل نہ جائین سوائے اس کے گنٹور ایک بے حقیقت ملک تھا اس سے کچھ ایسی آمدنی بھی نہ تھی اس لیے انھون نے بے تامل انگریزون کی درخواست کو قبول کر لیا اور سیف جنگ کو ۱۸ ماہ ستمبر ۱۷۸۸ء (۱۲۰۳ ہجری) کو لکھا کہ تم بفور حصول اس حکم کے سرکار گنٹور ملازمان کمپنی کے سپرد کر دو اور اپنی واصل باقی اور اپنا اسباب اور جو کچھ سرکاری تمہارے پاس ہو لے کر حاضر ہو چنانچہ اُس نے تعمیل کی اور گنٹور حوالے کر دیا مگر تکرار جو بابت بقایائے خراج کے تھی اُس کا فیصلہ حیدرآباد مین نہو سکا اور طرفین کی رضامندی سے اُس کا تصفیہ گورنر جنرل کی رائے پر منحصر رکھا گیا۔ میر ابوالقاسم پسر سید رضی شوستری کو جو تاریخ حیدرآباد مین میر عالم کے نام سے مشہور ہین نواب نظام علی خان نے اُن کی تنخواہ پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کر کے اور دو لاکھ روپے مصارف کے لیے دیکے اس کام کے واسطے کلکتے کو بھیجا اُن کے ساتھ یہ پانچ منصبدار گیے (۱) عاقل الدولہ (۲) میر عباس علی خان نظام یار جنگ (۳) میر عبدالعزیز خان (۴) غلام نبی خان (۵) میرزا ابوتراب خان۔ اُن کے ہمراہ سات ہاتھی بھی ۔۔ جن مین سے دو پر عماریان تھین اور دو پر حوضے تھے اور تین پر چار جامے اور سترہ اونٹ باربردار اور ساٹھ سوار اور بہیر وغیرہ بھی سرکار سے ہمراہ کی گئی جگناتھ کے راستے سے کلکتے مین پہنچے میر ابوالقاسم خان چھ بار گورنر جنرل سے ملے اور پانچ بار گورنر جنرل اُن کی فرودگاہ پر آئے ایک دن کی ملاقات مین عجیب لطیفہ ہوا کہ میر ابوالقاسم لارڈ صاحب کے پاس کوچ پر بیٹھے ہوے اُن سے باتین کر رہے تھے اور اُن کا عصا کہ جس مین ہاتھی دانت کی بچے کاری کا کام تھا کھڑا تھا گورنر جنرل نے انگریزی زبان مین اپنے آدمی سے کہا کہ اُس کو اس تدبیر سے اُٹھا لو کہ میر صاحب کو خبر نہو جب میر ابوالقاسم باتون سے فراغت پا کر اُٹھے اور عصا نہ پایا تو ڈھونڈھنے لگے

گورنر جنرل نے کہا کہ کس چیز کی تلاش ہے جواب دیا عصا کی اُس وقت گورنر جنرل نے کہا کہ آپکے ہاتھ مین بہتر عصا ہونا چاہیئے نہ کہ ہاتھی دانت کے کام کا پس ایک عصا شاخ دارچینی کا کہ جس کے سر پر ہیرے جڑے ہوے تھے جن کی قیمت دس ہزار روپے تھی میر ابوالقاسم کے ہاتھ مین دے کر خوش کر دیا میر ابوالقاسم نے پیش کش کے معاملے کے سوا یہ درخواست بھی کی کہ صلح نامے کے موافق اس شرط کا پورا ہونا بھی سہل ہے کہ دو پلٹنین سپاہیونکی اور چھ توپین جس کے افسر فرنگستانی ہون نواب کی مرضی کے موافق جہان وہ طلب کرین بھیجنے چاہئین اور ضلع کرناٹک مین بالاگھاٹ جو حیدر علی نے چھین لیا ہے دلایا جائے اور ریاست حیدرآباد کی طرف سے سرسٹھ لاکھ انچاس ہزار تین سو تینتیس روپیے کی رقم کا کمپنی کے ذمے مطالبہ تھا اور ۱۷۸۲ء سے لے کر ۱۷۸۸ء تک گنٹور کی مالگزاری کی رقم جو نظام نے وہان سے وصول کی تھی اٹھاون لاکھ بتیس ہزار چھ سو سٹھ بنتی تھی بعد مجرا دینے اس قدر رقم کے بقایا نو لاکھ سولہ ہزار چھ سو ۶۵ روپے کی رقم کمپنی کے ذمے باقی رہ گئی اور تنازعہ کا تصفیہ ہو گیا جس نے میر عالم کو انگریزون کی نظرون مین معزز بنا دیا اور انگریز حیدرآباد مین میر عالم اور اُن کے خاندان کے ہمیشہ پاسدار بنے رہے۔ واپسی کے وقت گورنر جنرل نے میر ابوالقاسم خان اور اُن کے ہمراہیون کو جواہرات اور خلعت اور تحفے دیے جب میر ابوالقاسم خان گورنر جنرل کی تحریر لے کر آئے تو نواب نے اُن کو خلعت فاخرہ اور خطاب میر عالم بہادر دیا اُن کے بیٹے کو میر دوران اور اُن کے بھائی کو میر زمان کا خطاب دیا اور ہر ایک منصب دار ہمراہی کو بھی خانی و بہادری کا خطاب عطا کیا اور میر عالم کے خالہ زاد بھائی میر عباس علی خان کو نظام یار جنگ خطاب بخشا۔ آصف الدولہ والی اودھ نے جب یہ خبر سُنی کہ نواب حیدرآباد نے میر عالم کو کلکتے بھیجا ہے تو اُن سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا اُنھون نے عذر کر دیا کہ ہم سرکار آصفیہ کے نمک خوار ہین بغیر اجازت اپنے رئیس کے کیسے مل سکتے ہین۔

لارڈ کارن والس نے نواب نظام علی خان کو لکھا کہ ہمنے کپتان کنوی کو آپ کے پاس بھیجا تھا کہ وہ آپ کا اطمینان کرے کہ ہمارا ارادہ ادائے بقایائے واجبی کا ہے جو آپ کو بابت پیشکش ملتا ہے اور آئندہ اس کے وقت معمولی پر ادا کرتے رہنے کا ارادہ ہے اور ہم اس سے خوش ہوے کہ آپ نے حکم دیا کہ گنٹور کو سرکار کمپنی کے سپرد کر دیا جائے لیکن عہد نامہ جدید کے منعقد کرنے کی بابت گورنر جنرل کو دو سبب سے تامل ہوا اول تو اس لیے کہ پارلیمنٹ ایکٹ کے موافق منع تھا کہ بغیر منظوری ولایت کے کسی ہندوستانی ریاست سے جنگ و آشتی کی جائے دوسرے اس وجہ سے کہ مرہٹون سے دشمنی اور ناخوشی پیدا ہوتی تھی اور منظور یہ تھا

کہ اُن سے اتحاد پیدا ہو۔ سوا اُس کے دو صلحناموں کے موافق انگریزی گورنمنٹ نے یہ تسلیم کرلیا تھا کہ بالاگھاٹ ضلع کرناٹک کا مالک حیدر علی اور اُس کا بیٹا ٹیپو سلطان ہے۔ غرض کہ اس وقت کارن والس کو بڑی دشواریاں پیش آئیں کہ کیا کیجیے نظام کے صلح نامے کی شرائط کا بھی پورا کرنا ضروری تھا اس لیے اُس نے اُس فقرے کے معنے جو صلح نامے میں بالاگھاٹ کرناٹک کے باب میں تھا یہ بیان کیے کہ زمانے نے حالات کو ایسا بدل دیا ہے کہ جس بنا پر یہ شرط صلح نامے میں داخل ہوئی تھی وہ اپنی جگہ پر بالفعل قائم نہیں رہ سکتی لیکن آئندہ امید کی جاسکتی ہے کہ سرکار کمپنی اس ملک کو نظام کی اعانت سے نظام کو دلادے اور سپاہ کی امداد کے بیان میں جو فقرہ تھا اور اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جہاں کمپنی کی ضرورت اس امداد کی اجازت دے گی اُس کے معنے یہ بیان ہوے کہ نظام اس ملک کی سپاہ کو اپنی مرضی کے موافق کام میں لاسکتے ہیں مگر یہ انگریزی فوج اُس والیٔ ملک سے کبھی نہ لڑے گی جس سے کہ سرکار انگریزی کا اتحاد ہے اور ان والیان ملک کی تفصیل میں تمام مرہٹوں کے سرداروں کے نام اور نواب ارکاٹ اور نواب اودھ اور بڑا ونگورا ورتنجور کے راجاؤں کے نام تھے مگر ٹیپو سلطان کا نام اُس میں نہ تھا۔

نظام کی حمایت کے لیے انگریزی سپاہ کا اُنکے پاس رہنا۔ اور انگریزوں اور ٹیپو سلطان کی جنگ میں نظام کا انگریزوں کے شریک ہونا

سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں سلطان ٹیپو نے حافظ فریدالدین خان و قطب الدین خان اور علی رضا خان کے ساتھ نواب صاحب کے پاس بہت سے تحفے اور ہدیے اور خط بھیجا جبکہ جواب و سوال ٹیپو اور نواب نظام علی خان میں مکمل نہو سکے اور کوئی سمجھوتا قرار نہ پایا تو نواب کے دل میں ٹیپو کا ایسا خوف بیٹھا کہ وہ انگریزوں کی آغوش میں گھس گئے اور ٹیپو کے مقابلے میں اپنی فوج کو کمزور پاکر ۲ ماہ شوال سنہ ۱۲۰۴ ہجری مطابق ۴ ماہ جولائی سنہ ۱۷۹۰ء گورنر جنرل کارن والس کے عہد حکومت میں یہ معاہدہ سرکار کمپنی سے کرلیا کہ وہ اگر اپنی مدد کے لیے نظام سے سپاہ مانگے گی تو نواب اپنی فوج مدد کو بھیجینگے اور اگر ٹیپو نظام پر حملہ کرے گا تو انگریز اُن کی مدد کریں گے اس معاہدے میں پونا کا وزیر اعظم پنڈت پردھان بھی شامل تھا بعد اس کے دوسرا عہد نامہ سرکار کمپنی کی فوج کمکی کی بابت قرار پایا جس میں فوج بنگالہ کی چار پلٹنوں سے چھ پلٹنوں تک مع توپخانہ کے ایک انگریز افسر کی ماتحتی میں رہنا قرار پایا اور جس قدر تنخواہ

اُس کی سرکار کمپنی سے ملتی تھی اُسی قدر تنخواہ دیے جانے کا نواب نظام نے وعدہ کیا اور اُس فوج پیادہ کے ساتھ نظام کی فوج سواران کا ایک دستہ اُسی انگریز افسر کی ماتحتی مین مقرر ہوا اور یہ بھی اقرار ہوا کہ جو کچھ لوٹ کا مال فوج مذکور کے ہاتھ آئے گا وہ نظام کو دیا جائے گا اور جو خزانہ کسی فوج کا ملے گا وہ نظام اور انگریزون اور پنڈت پردھان مین برابر برابر تقسیم پائے گا اور نظام کو جب اس کمکی فوج کی ضرورت ہوگی بشرط ملنے مہلت کے سرکار کمپنی فوراً اپنے ملک سے بھیجدے گی یہ معاہدہ کپتان کرک پاٹرک کی معرفت منعقد ہوا تھا یہان تک کہ نظام نے ٹیپو کی جنگ مین انگریزون کے ساتھ شرکت کا بھی وعدہ کرلیا۔ ناناپھڑنویس پنڈت پردھان گو انگریزون کے ساتھ سرد مہری رکھتا تھا مگر ٹیپو سلطان کی عداوت مین ایسا سرگرم تھا کہ بے تامل اُس کے برباد کرنے کے لیے انگریزون کے ساتھ شریک ہوگیا ان تینون مین آپس مین اتفاق ہوگیا اور یہ بات ٹھہر گئی کہ برسات کے بعد تینون سلطان ٹیپو کے ملک پر حملہ کرین اور جو ملک اور قلعے فتح ہون وہ آپس مین برابر تقسیم ہوجائین گے اور جو بعض زمیندار اور جنگل کے رہنے والے ماتحت نظام اور پیشوا کے ہین اُن کو اُنکی حیثیت اصلی پر قائم کرنا چاہیے۔ اور اگر بعد صلح کے ٹیپو سلطان کسی احد الفریقین کے ملک پر حملہ آور ہوگا تو باقی فریق اُس کے شریک ہوکر سزا دہی مین کوشش کرین گے نظام ان تینون مین ضعیف تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جس وقت سلطان ٹیپو کی طاقت ضعیف ہوجائے گی تو مرہٹون کا اقتدار بڑھ جائے گا اور وہ اُنھین چوتھ کے لیے جو مدت سے نہین دی ہے بہت دق کرین گے اس لیے وہ معاہدے پر دستخط کرتے ہوے جھجکتے تھے مگر یہ خوف انگریزون نے اُن کے دل سے نکالدیا اور خود اُن کے ذمہ دار ہوگئے کہ مرہٹے اُن سے کچھ قضیہ نہین کرین گے گو اس سے مرہٹے دل مین کچھ ناراض ہوے مگر آخر کو ان احباب ثلٰثہ مین اتفاق ہوگیا۔

غرۂ رجب ۱۲۰۴؁ ہجری کو نظام حیدرآباد سے چلکر گووردھن داس کے باغ مین اُترے قطب الدین خان جو ٹیپو کے پاس سے آیا تھا جب اُس نے رنگ دگرگون دیکھا تو ظاہر داری کے طور سے مکاری کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرکے حافظ فرید الدین خان کی معرفت اعظم الامرا کو کہلا یا کہ ٹیپو کا ملک قلعہ کُتی سے سرحد سرا تک میرے قبض و تصرف مین ہے اگر رخصت مرحمت ہوجائے اور فرید الدین خان بھی ہمراہ ہون تو وہ ملک اُس کے سپرد کردون اور سرکاری تھانے وہان قائم کرکے لوٹ آؤن اور اس کے معاوضے مین مجھے منصب اور جاگیر عطا ہوجائے جب اعظم الامرا کو یہ پیغام پہنچا تو اس بابت کو فتوح غیبی تصور کرکے قطب الدین خان کو منصب اور جاگیر کی توقع دلاکر نواب سے رخصت دلائی قطب الدین خان حافظ فرید الدین خان کے اتفاق سے کُتی کی

طرف روانہ ہوا اور نواب باغ گوردھن داس مین سپاہ کے جمع کرنے مین مصروف ہوے اس عرصے مین شمس الامرا کا مزاج سل کی بیماری سے جادہ اعتدال سے منحرف ہوگیا اور ایک رات سخت آندھی چلی اور ابر سیاہ اُٹھکر ایسی ژالہ باری ہوئی کہ کسی کا خیمہ درست نہ رہا خود نواب کا خاص ڈیرہ پارہ پارہ ہوگیا سب نے اذیت اُٹھائی ہر ایک تہ و بالا ہوگیا یہ رات لشکر کے لیے قیامت کی رات تھی صبح کو ابر کھلا تو تسلی ہوئی نواب یہان ایک ماہ تک مقیم رہے یہان سے چلکر قلعہ پانکل کے پاس مقام ہوا یہان عمارات کی تیاری اور حسن خانون کی تعمیر شروع ہوئی اس عرصے مین معلوم ہوا کہ قطب الدین خان اپنی سرحد مین پہنچکر قول و قرار سے منحرف ہوگیا اور حافظ فرید الدین خان ڈکر کرنول مین رن مست خان کی پناہ مین چلا گیا۔ انھین دنون امیر الامرا بسالت جنگ کا بیٹا ذو الفقار الدولہ مہابت جنگ قلعہ بلے چور سے نواب کے پاس آیا نواب نے اُس کو خطاب **داراجاہ** دیا اور اسکے ساتھ بہت سی سپاہ اور شمس الامرا کی پائے گاہ کی فوج اور دو پلٹنین جس کا افسر انگریز ملازم سرکار نظام تھا اور توپین مقرر کرکے قلعہ کوپل کی تسخیر کے لیے جو ٹیپو کے ملک کا حصہ تھا مامور کیا اور اُسکے ساتھ رفعت جنگ پسر زور آور جنگ مرحوم اور راؤ رنبھا وغیرہ کئی منصب دار بھیجے گئے اور پرسرام بھاؤ نے جو ٹیپو کے خون کا پیاسا تھا پنڈت پردھان کے حکم سے قلعہ دھاروڑ کی طرف جاکر وہان مورچے قائم کیے تھے۔

جنرل میڈوز گورنر اور کمانڈر انچیف مدراس مین آیا تو ٹیپو سلطان کی جنگ کا اہتمام اُس کے سپرد ہوا۔ ہولنڈ کی غفلت سے کچھ اسباب جنگ مہیا نہ ہوا تھا اس سبب سے کئی مہینے کا توقف کرنا پڑا پندرہ ہزار سپاہ ترچناپلی کے میدان مین جمع ہوئی اور چھ برگیڈ مین منقسم ہوئی میر عالم نے جو لکھا ہے کہ دس بارہ ہزار گورے اور پچاس ہزار تلنگے جنرل میڈوز کے ساتھ تھے یہ نہایت غلط مبالغہ ہے بہرصورت جنرل مذکور گشن گری کے پہاڑ سے گذر کر سمت شرقی سے کرور کی طرف چلا یہ مقام دشمن کی سرحد پر سب سے زیادہ قریب تھا ٹیپو سپاہ لے کر اُس کا سدراہ ہوا اور نماڑ وغیرہ کے تمام زمیندار اور رام راجہ چھ ہزار پیادون کے ساتھ جنوبی طرف سے ٹیپو کے ملک مین شورش کرنے لگے۔ اور اسد علی خان تاج الدولہ کو نواب نے حکم دیا کہ اپنا موروثی قلعہ بکین پلی جاکر فتح کرے جسے حیدر علی خان نے دبا لیا تھا چنانچہ اُس نے وہان جاکر قبضہ کرلیا اور اُس مین مقابلے کے لیے تیار ہوکر بیٹھ گیا قطب الدین خان دس ہزار تلنگے اور دو ہزار سوار اور چند توپین اور کئی چھکڑے بانون کے لے کر بکین پلی کی تسخیر کے لیے گُتی سے راہی ہوا اسد علی خان نے اُس پر حملہ کرکے بھگا دیا اور اُس کے تمام لشکر کا

سامان اور توپین لوٹ لین نواب کو اس فتح کی عرضی اور چھینی ہوئی توپین بھیجین اس لڑائی مین اسد علی خان کی ناف کے تلے زخم آیا اور اس کا بھتیجا فتح علی خان کہ سولہ سالہ تھا مارا گیا اور بیان ہے کہ قطب الدین خان سپاہ جمع کر کے قلعہ گتی سے لڑنے کو آیا اعظم الامرا نے راجہ تیج ونت کے ساتھ سپاہ بھیجی کہ اس عرصے مین ٹیپو سلطان نے قطب الدین خان کو بھی گستیت مین بلا لیا۔

حافظ فرید الدین خان نے جس کا خطاب اول مین موید جنگ تھا اور دوبارہ موید الدولہ خطاب پایا سپاہ جمع کر کے راجہ شتاب رائے پیشکار بخشی سرکار کے ساتھ جسکے ہمراہ فوج بھی جا کر قلعہ کڑپہ اور دمہ پر قبضہ کر لیا بعد اسکے قلعہ سدھوٹ کی تسخیر کے لیے متوجہ ہوا اور ۲ ربیع الثانی ۱۲۰۵ ہجری کو شمس الامرا عارضہ مرض سل سے مر گئے انکی لاش اس ٹیلے پر جو نواب کے لشکر کے سامنے تھا بطور امانت کے زمین کے سپرد کر دی گئی اور ماہ شعبان مین یہان سے اکھیڑ کر حیدرآباد کے باہر سید حسن برہنہ کے مرقد کے پاس دفن کر دیا نواب کے حکم سے یہان مقبرہ اور مسجد بنوادی گئی اور قرآن خوانی کے لیے حافظ مقرر ہوئے نواب نے شمس الامرا کے بیٹے کو شہر سے بلا کر خلعت اور جواہر اور باپ کے تمام خطابات دیے اور جاگیر بھی بحال رکھکر امجد الملک کو اسکی نیابت پر مقرر کر دیا اور سردار الملک اور امام الملک اور عظیم الملک یہ سب شمس الامرا کے عہد کی طرح بدستور اپنے اپنے کام پر مقرر رہے پانگل کی چھاونی مین سہ شنبہ ۱۴ شعبان ۱۲۰۵ ہجری کو اشجع الملک غیور جنگ خان خانان خلف منیر الملک شیر جنگ مرحوم جو نواب کے ساتھ تھے شدت خفقان سے مر گئے نواب نے ۲۳ شعبان کو کل صوبجات دکن کی دیوانی کا خلعت انکے بیٹے حیدر یار خان شوکت جنگ کو مرحمت کیا ۲۶ رمضان کو ان کے بیٹے منیر الدولہ کو منیر الملک کا خطاب دیا ۸ ماہ صفر ۱۲۰۶ ہجری کو نواب نظام علی خان صاحب نے قلعہ پانگل کی چھاونی مین اشجع الملک محمد صفدر خان کو خان خانان کا خطاب دیا۔

ٹیپو سلطان کو اپنی شجاعت پر بڑی نخوت تھی اپنی قوت اور قدرت کو بڑا جانتا تھا اور انگریزون کی طاقت کو بہت کم ان دونون غلط فہمیون نے اس کا ستیاناس ملا یا سوائے اسکے وہ اپنے باپ کی طرح اپنی طبیعت کو قابو مین رکھنا نہ جانتا تھا طبیعت اسپر ایسی غالب تھی کہ جو چاہتی سو کراتی غرض اب انگریزی سپاہ کرور کی طرف چلی مگر کمسریٹ کا کارخانہ درست نہ تھا اسی لیے وہ آہستہ آہستہ جاتی تھی سوائے اسکے آندھیان ایسی چلتی تھین کہ خاک کے تودے کے تودے سر پر اڑتے تھے آنکھین پھوٹی جاتی تھین اس سبب سے بارہ سو سپاہی

کرور تک پہنچتے پہنچتے بیماری کے سبب ڈولیون مین سوار ہونے لگے کرور پر قبضہ کرکے ارادا کوجی پر لشکر پہنچا اور یہ ذلیل سا مقام بھی فتح کرلیا اور بعد اسکے دارا پورم کہ بے حقیقت مقام تھا لے لیا یہان بیمار اور مریض چھوڑ دیے گئے اور ایک بریگیڈ انکی حفاظت کو چھوڑ دیا گیا۔ ایک لشکر کوائمبٹور مین پہنچا یہان سے ایک لشکر پالی گھاٹ کے فتح کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا مگر بارش کے سبب راہ بند تھی اسی لیے بے نیل مرام واپس آئے پھر کرنیل سٹوارٹ نے ڈنڈی گل پر بڑی جوانمردی اور دلیری سے حملہ کیا اور توپون کی مار مار کے دیوار مین درار مین ڈالدین قلعدار نے سخت مقابلہ کیا انگریزون کے پاس صرف دو گھنٹے کا گولہ بارود رہ گیا تھا کہ قلعدار نے علم سفید دکھایا اور صرف ان شرائط پر حوالے کیا کہ لوگون کے رخت کے مال و اسباب کو ہاتھ نہ لگایا جائے اسی طرح پالی گھاٹ فتح کرلیا۔ انگریزی متفرق سپاہ ہی کرنیل فلوئڈ کے علم کے نیچے جمع ہوکر دریائے بھوانی کی جنوبی سمت مین فتوحات حاصل کرنے کے لیے مامور ہوئین انھون نے ایک فوج بھیجکر ستی منگل بے تکلف لے لیا تھا یہ مقام دروہ گج ہٹی سے تھوڑی دور پر تھا اس درہ سے ستمبر ۱۷۹۰ء کے شروع مین ٹیپو سلطان کی فوج اُتری تھی اور اسنے انگریزی لشکر کے کمبٹ کو بھگا دیا تھا ایک رجمنٹ سوارون کی حفاظت کے واسطے بھیجی گئی تھی وہ بھی گھر گئے اور کسی احاطے مین اپنی کمک کے منتظر پڑے رہے انگریزی سپاہ نے حملہ کیا اور کئی سو دشمن تہ تیغ کیے اور میدان کو صاف کرتے ہوے اپنے لشکر سے آملے ابھی لشکر نے کمرین نہ کھولی تھین کہ ٹیپو سلطان کا لشکر آگیا اور انگریزی لشکر مین کچھ ایسی ہل چل پڑی کہ جنگی کونسل کا یہ مشورہ ہوا کہ مراجعت کیجیے جب اس انگریزی فوج نے مراجعت کی سوار آگے پیادے پیچھے تھے کہ سلطان ٹیپو کے لشکر نے پیادون پر توپ زنی شروع کی سوار پیدلون کی امداد کے واسطے لوٹ آئے ایک غلط خبر مشہور ہوگئی کہ جنرل میڈوز کا لشکر آگیا اور ایک بڑے عزیز بہادر کے مرنے کی بھی خبر سلطان کے پاس آئی اس لیے اسنے کرنیل فلوئڈ کا پیچھا چھوڑ دیا جو جنرل میڈوز کے لشکر سے آملا جرنیل میڈوز کا مطلب یہ تھا کہ ایک جنگ عظیم ٹیپو سلطان سے کیجیے سلطان گو ہی بچاتا تھا کئی ہفتے تک وہ جرنیل میڈوز سے مقابلے مین نہ آیا اور اس عرصہ مین اسنے ستی منگل اور ایرووڈ اور دارا پورم پر بھی قبضہ کرلیا مگر جب اسکو یہ خبر ملی کہ انگریزی لشکر بارہ محال پر اپنا زور دکھا رہا ہے تو اسنے اپنی بہت سی فوج کا حصہ وہان بھیجا اور باقی فوج کو یہان چھوڑا کہ وہ جنرل میڈوز کی خبر رکھے کہ کدھر جاتا ہے بارہ محال پر ساڑھے نو ہزار سپاہ تھی اس سپاہ نے شروع نومبر ۱۷۹۰ء مین اپنا ہیڈ کوارٹر کاویری پٹم مقرر کیا تھا اب جرنیل میڈوز بھی اپنا لشکر لیکر اس سپاہ سے آملا مگر سلطان ٹیپو کا لشکر تین روز پہلے آپہونچا تھا یہ لشکر بہت بھاری تھا اسنے جرنیل میڈوز کو نواح کتم نور پٹی سے اُترنے نہ دیا یہ لڑائی ہنڈولا بنی رہی کبھی

ٹیپو کا لشکر بلند ہو جاتا تھا کبھی پست اور یہی حال انگریزی لشکر کا تھا ان مہمات مین سوا ہے اسکے کہ انگریزی لشکر سفر کرنے سے درماندہ ہوا ادھر ادھر گیا جو لاہے کا تانا بانا تھا اور خاک کے تودے سر پر اٹھائے اور اس سے تھک گیا کچھ نہ حاصل ہوا صلح کی بھی بات چیت سلطان سے ہوئی مگر بے فائدہ جرنیل میڈوز نے بہت کوشش کی مگر ایک نہ چلی اور سلطان کے ملک پر دخل حاصل نہ کر سکا آخرکار انگریزی فوج تھک کر چیناپٹن کی طرف لوٹی سلطان نے تعاقب کرکے تمام ملک الکاٹ جو راستے مین تھا پامال کر ڈالا جب یہ حال لارڈ کارن والس نے دیکھا تو اسنے اس مہم کا اہتمام خود اپنے ہاتھ مین لینے کا ارادہ کیا کیونکہ حقیقت مین اس لڑائی کے اندر کچھ ہنر اور سلیقہ سپاہ گری کا جرنیل میڈوزنے نہ دکھایا۔ جرنیل میڈوز ۲۷ جنوری ۱۷۹۱ء کو ۱۸ میل پر مدراس سے پہنچا اور لارڈ کارن والس نے اہتمام جنگ ۲۹ جنوری سنہ مذکور کو اپنے ہاتھ مین لیا سلطان اسوقت پانڈیچری مین فرانسیسیون سے جوڑ توڑ لگا رہا تھا اس انگریزی لشکر کی خبر سنکر وہ روانہ ہوا کہ جاکر تمام درون کا انتظام کرے اس کی غلطی تھی کہ وہ یہ سمجھا تھا کہ انگریزی لشکر ان درون کے راستے جائے گا اس سبب سے انگریزی لشکر کو مرتفع زمینین میسور کی سامان رسد کے لیے خوب ہاتھ لگ گئین اول مطلب انگریزی سپہ سالار کا یہ تھا کہ بنگلور کو فتح کیجیے وہ ایک بڑا شہر تھا اور قلعہ اس مین مستحکم تھا شہر فتح ہو گیا مگر قلعہ سر نہ ہو سکا ٹیپو سلطان بھی کہین یہان آس پاس تھا اسنے قلعدار کو سخت حکم دیا کہ جو کچھ کھو یا ہے اسے حاصل کرے اسنے حکم کی تعمیل کی اور چپے چپے زمین پر جان لڑائی شہر کی گلیون اور کوچون مین دو ہزار آدمیون نے سرفروشی کی انگریزی لشکر کا بھی نقصان ہوا غرض شہر تو فتح ہو گیا مگر قلعہ باقی رہا قلعدار بہادر خان اسم با مسمے تھا گو عمر ستر برس کی تھی مگر دل گردہ جوانون کا سا تھا مرتے دم تک تلوار ہاتھ مین تھی بڑی کوشش سے انگریزون نے قلعہ بھی فتح کر لیا اب لشکر انگریزی سلطان کے وسط ملک مین پھیل گیا تھوڑے عرصے مین تمام ساحل ملیبار بھی انگریزون نے فتح کر لیا یہان کے آدمی سلطان کی جان کے دشمن تھے اور اسکے نام سے نفرت کرتے تھے۔

نظام کا لشکر جو انگریزون کی مدد کو روانہ ہوا تھا اسنے کوپول کا محاصرہ کیا یہ قلعہ مستحکم پہاڑ پر واقع تھا ایک ہی ہفتے مین توپین اسپر گولے مارتے مارتے بیکار ہو گئین ایک نیا توپخانہ منگایا گیا مگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا جب بنگلور کی فتح کی خبر آئی تو اہل قلعہ نے کئی مہینہ مقابلہ کرکے اپنے تئین حوالے کیا بہندر بندر کوپول سے تین میل شمالی جانب تھا وہ بھی اسی طرح فتح ہوا تو اب نظام خوش نصیبی تھی کہ یہ دونون قلعے فتح ہو گئے۔ نظام کی سپاہ مین ایک کمپنی گورون کی اور توپخانہ گورون کا اور ہندوستانی سپاہی شامل کیے گئے تھے اور مرہٹون کے لشکر کے ساتھ انگریزی لشکر

کی دو پلٹنین کالون کی اور تین کمپنیان گورون کی اور دو ہندوستانی توپخانے اور ایک گورون کا توپخانہ بھیجا گیا تھا مرہٹون کے لشکر مین بیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے اور پرس رام بھاؤ اور ہری رام جسکو ہری پنڈت سے بھی تعبیر کرتے ہین اسکے سپہ سالار تھے اول حملہ مرہٹون کی اور انگریزی سپاہ نے قلعہ واڑواڑ پر کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا مگر مرہٹون کی کل سپاہ اس محاصرے کے قابل نہ تھی جب بنگلور کی فتح کی خبر آئی تو اہل قلعہ نے ان شرائط پر قلعہ حوالے کیا کہ ہم سب اپنے ہتیار اور علم اور مال لیکر چلے جاوینگے اور توپین اور ذخیرہ قلعے وغیرہ چھوڑ جاوینگے اب لارڈ کارنوالس نے بنگلور سے کوچ کیا اور ناگاہ ٹیپو سلطان کی فوج سے مقابلہ آپڑا ٹیپو سلطان کا مطلب یہ تھا کہ مین اس مقام پر سے ٹل جاؤن جہان مجھے لڑنا پڑے اس کام کو اُسنے مشکل سے حاصل کیا لارڈ کارن والس نے فتح قلعہ بنگلور کا خریطہ نواب نظام علی خان صاحب کو لکھا۔ اس عرصے مین نذر فتح قلعہ کوپول کی راجاجہ نے اور نذر فتح قلعہ سدوٹ کی مؤید الدولہ نے گذرانی۔ نواب نے راجہ تیج ونت اور اسد علیخان مظفر الملک کو دس ہزار سوارون کے ساتھ لارڈ کارن والس کی کمک کے لیے مقام پانکل سے روانہ کیا جب بنگلور سے کارن والس چلا تو راستے مین یہ سوار اُن سے ملے اور اس سبب سے تمام سپاہ کی تعداد بڑھ گئی مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ ان سوارون کی صورت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک تیس مار خان ہوگا گھوڑون پران کو چڑھنا خوب آتا تھا ہتیارون مین ڈوبے ہوے تھے نیزہ دیکھئے تو چھ ہاتھ کا تلوار دیکھئے تو دو دھاری نہایت آبدار خود آہنی سر پر چڑھے ہوے تھے مگر یہ سارا لشکر آرام طلب تھا لڑائی کے کسی کام کا نہ تھا وہ اپنے سامان رسد کا انتظام بھی نہین کر سکتا تھا اگرچہ انگریزی لشکر کو یہ کامیابیان حاصل ہوئی تھین مگر پھر بھی اس کا حال ایسا نہ تھا کہ اس سے گورنر جنرل ایک سخت جنگ عظیم کر سکتے تھے رسد رسانی کا سامان نہایت ناقص تھا مگر گورنر جنرل نے اپنی ہمت دلیرانہ اور جرات مردانہ سے سری رنگ پٹن کی طرف کوچ کیا لڑائی کے لیے اس لیے جلدی و شتابی تھی کہ کہین فرانسیسون کو ٹیپو سلطان اپنی حمایت کے لیے کھڑا نہ کرلے جس سے اور کام مین دشواری پیدا ہوجاے۔ سلطان ٹیپو نے دشمنون کی راہ کو ایسا ویران کر دیا تھا کہ سامان ضروری کسی طرح بہم ہی نہو کہین آگ لگا دی کہین اناج کو دبا دیا۔ باشندون کو کھسکا دیا کہ اگر دشمن راہ بھولے تو کوئی بتلانے والا نہ ملے جب لشکر انگریزی ٹیپو کے آس پاس آیا تو اسکے دل مین ہراس آیا کہ ابکی دفعہ اس دار السلطنت کی بھی خیر نہین۔ بنگلور کے فتح ہونے اور سری رنگ پٹن پر حملہ ہونے کے خیال نے ٹیپو کو بولا دیا تھا کہ اسنے اپنے اہل و عیال اور دولت و مال کو چتل ڈروگ مین بھیجنا چاہا مگر اسکی مان نے منع کیا کہ اس سے لشکر مین خوف و ہراس پیدا ہوگا پھر اُسکی

یان نے نظام کو خط لکھا کہ میرے بیٹے نے جو گستاخی آپ کے خاندان کے ساتھ عنفوانِ شباب میں کہ انسان کی طغیانی طبیعت اور غلیانِ قوت غضبی کا موسم ہوتا ہے کی ہے معاف کرین ایک اور بڑی ہوک ہنسنے کی بات سنیے کہ بازارون کی دیوارون پر انگریزون کی تصویرین بنی تھین جنکے بنانے کی غرض فقط انکی تذلیل اور تحقیر کے لیے بنائی گئی تھین سلطان نے حکم دیا کہ وہ سب مٹا دیجائین جس سے سلطان کی انگریزون سے نفرت کا نشان بے نشان ہو جائے بہت انگریز لڑکے اس دارالریاست مین تھے ان کو ناچ گانا سلطان نے اپنا دل بہلانے کے لیے سکھلوایا تھا حالانکہ ۱۷۹۲ء کے عہدنامے کے موافق سب قیدیون کو چھوڑ دینا واجب تھا اپنی بدعہدی چھپانے کے واسطے ان بے گناہون اور بعض قیدیون کو مار ڈالا۔

ٹیپو نے سوار اور پیادے بہت سے جمع کیے اور توپخانہ سامنے لاکر مقابلہ کیا مگر انگریزی توپون کی آتشباری نے اسکی تمام فوج کو خستہ کر دیا اسکی توپ بند ہو گئی اور وہ مقابلے سے بھاگا اور دریاے کاویری اور لال باغ تک چلا گیا۔ ترک سواران انگریزی سرگرم تعاقب تھے کہ بازو سے ٹیپو کی اس قواعددان پیادہ فوج نے جنکو اسد اللہی کہتے تھے اور تعداد مین پچاس ہزار چیلے تھے ایسی مار مار کی کہ ترک سوارون کا منھ پھر گیا اور قریب تھا کہ انگریزون کو شکست ہو گورنر جنرل نے تیج ونت سے مدد چاہی اور کہلایا کہ اگر ترک سوار تباہ ہو گئے تو دوبارہ ہم مین لڑنے کی طاقت نرہے گی راجہ تیج ونت فورًا ہاتھی پر سوار ہوا اور مع سرداران پائگاہ وغیرہ کے اپنے مقام سے جھپٹا اور اسد اللہیون کی کمرگاہ مین حملہ کیا جس سے وہ سخت مجروح ہو کر عاجز ہو گئے سلطان ٹیپو کف افسوس ملتا ہوا لال باغ اور گنجام کو چلا گیا اور یہان تک پیچھے ہٹا کہ سرینگاپٹن کے مورچون کے اندر جا کر پناہ لی مگر انگریزی سپاہ کا بھی ناک مین دم آگیا تھا چھکے چھوٹ گئے تھے انگریزی لشکر کو گو فتح حاصل ہوئی تھی مگر اس کا فائدہ نہوا اور سلطان کا استیصال نہو سکا۔ انگریزی لشکر مین ایسی غلے کی گرانی پھیلی کہ پانچ روپے اور چھ روپے سیر بکنے لگا چوپاے وغیرہ تلف ہوے اور سب کے سب بھوک سے فریاد کرنے لگے کہتے ہین کہ اس قحط کا باعث مشیر الملک کی وہ بدعت تھی جو اسنے گشن ونت کروڑے کی تحریک سے کچھوترسے کی ایجاد کی تھی جسنے ایک عالم کو خاک مین ملا دیا۔ جب لارڈ کارن والس نے دیکھا کہ فاقون سے فوج کا حال تباہ ہے اور ایک دوسرے کو لقمہ بنانا چاہتا ہے تو آیندہ سلسلہ جنگ جاری رکھنے سے مایوس ہوا اور شاہ کو لوٹنے کا حکم دیا توپخانے کے بیل اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ توپین توکیا کھینچتے اپنے جسم کو بھی لے وہ نہین چل سکتے تھے اس لیے بھاری توپون کو بگاڑ کر اور بعض کو زمین مین دفن کر کے بنگلور میں چلے گئے تمام مویشی مر گئے تھے آدمیون کی صحت مین خلل آگیا تھا غرض جانون اور مالون کا بہت

نقصان ہوا اور ۲۶ مئی سنہ ۱۷۹۱ء کو سفر مراجعت شروع ہوا اور جسقدر اسباب سنگین اور وزنی تھا ضائع کرنا پڑا مدار المہام مشیر الملک نے ابو القاسم میر عالم کو گورنر جنرل کے پاس تسلی کے لیے بھیجا پہلی ہی منزل میں یہ شکستہ دل لشکر چند میل ہی چلا تھا کہ اچانک ایک دستہ سوارون کا نظر آیا اور یہ شبہہ ہوا کہ ٹیپو کے سوار آپہنچے مگر پھر تحقیق ہوا کہ وہ مرہٹون کے سوار ہین اور خوشخبری لائے ہین کہ ہری رام پنڈت اپنا لشکر اور پرسرام بھاؤ اپنا لشکر لیے چلے آتے ہین اگر مرہٹے دیر کرکے نہ آتے تو اس مہم مین انگریزون کو ناکامی نہوتی بلکہ کامیابی ہوتی اب انگریزی لشکر مین مرہٹون کے آجانے سے بیل اور بہت سا غلہ آگیا اور سامان کی افراط ہوگئی۔

انگریزون کے لشکر کو جو سامان رسد مرہٹے پہنچاتے تھے تو وہ بہت گران قیمت پر انکے ہاتھ فروخت کرتے تھے مگر اس قحط زدہ لشکر کو یہ بھی غنیمت تھا اور دشمن کے ملک سے بنجارے پچاس ہزار بیل اناج کے بھرے لیکر ساتھ ہوے ان بنجارون کو قیمت اناج کی ٹیپو سلطان کے لشکر مین نہین ملتی تھی اور حاکم اُپر جبر و ظلم بہت کرتے تھے اس لیے وہ یہان آگئے۔ نمید خانی مین لکھا ہے کہ انگریز جب بنگلور کی طرف نامراد پھرے تھے تو ٹیپو کو اسوقت یہ خبر ملی تھی کہ مرہٹے بڑھے چلے آرہے ہین اس لیے اسنے لارڈ کارن والس کو صلح کے متعلق ایک خط لکھا لارڈ موصوف نے اس سے یہ سمجھا کہ ٹیپو اس طرح نظام علی خان اور مرہٹون سے انگریزون کو توڑنے کے لیے ہم سے اتفاق و اتحاد رکھنے کا ارادہ کرتا ہے گورنر جنرل نے یون جواب دیا کہ مین آپ کا کسی طرح ایسا پیام جس مین انگریزون کے خیرخواہ مرہٹے اور نظام علی خان شریک و متفق نہون منظور نہین کرسکتا اسکے علاوہ طرفین سے کچھ عہد و پیمان قرار پانے سے پہلے یہ بات نہایت ضرور ہے کہ آپ انگریزون کے سارے اسیرون کو حوالے کردیجیے جسپر سلطان نے جواب دیا کہ یہان کوئی بھی قیدی نہین ہے۔ قلعہ بارہ سے مشیر الملک اعظم الامرا نواب نظام علی خان کے بیٹے سکندر جاہ میر اکبر علی خان کو ساتھ لیکر ۲ صفر سنہ ۱۲۰۶ھ (سنہ ۱۷۹۱ء) کو انگریزون کی کمک کو روانہ ہوے یہ لوگ قلعہ کورم کنڈہ کے پاس اترے اور وہان سے چل کر قصبہ مدد پہ آئے کہ قلعہ مذکور سے تین کوس کے فاصلے پر تھا اور وہان تسخیر کے لیے مؤید الدولہ حافظ فریدالدین خان کو چھوڑکر موضع مودس مین کہ انگریزون کے علاقے مین تھا خیمہ زن ہوے پھر دریاے کشنا سے عبور کرکے آگے کو چل رہے تھے کہ خبر آئی کہ گورنر جنرل اور تیج ونت اور ہری رام بھڑکیہ بنگلور سے کوچ کرکے قلعہ ناکرہ کے متصل مقیم ہین اور ٹیپو کے بیٹے تین ہزار سپاہ اور باربرداری کے ساتھ پہاڑون مین قلعے کے اس طرف چھپے ہوے ہین اور خود ٹیپو لال باغ سے آکر سری رنگ پٹن کے متصل ٹھہرا ہوا ہے اور گورنر جنرل نے دو انگریزی پلٹنین مقابلے کو مقرر کی ہین اور دو پلٹنین لشکر ہری پنڈت کے ساتھ اور دو پلٹنین راجہ تیج ونت کے ساتھ مقرر کی ہین ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو ٹیپو کے سوار

غلہ اور اسباب غلہ فروشون کا لوٹ لے گئے۔ انگریزون کے مراجعت کرتے ہی ٹیپو نے اپنے
بڑے بیٹے فتح حیدر کو بھاری لشکر اور ایک سال کی تنخواہ محصوران کورم کندہ کی جنھون نے خوب
مقابلہ کیا تھا دیکر روانہ کیا وہ تری گیرا کی راہ سے صوبہ سرا کی طرف گیا اور اپنے لشکر کو ماکل واڑی
اور بڑا بیٹن میں چھوڑ کر ان مین سے تھوڑے سے آدمی اور تنخواہ محصوران کورم کنڈہ کی لیکر ...
طور سے کورم کنڈہ کے پاس جا پہنچا حافظ فریدالدین خان مؤیدالدولہ مقابلے کو تیار ہوا اور لڑکر ...
شاہزادے نے سب محصورین کی تنخواہ چکا دی سکندر جاہ و مشیرالملک جنکے ساتھ ۲۸ ہزار
سوار اور بیس ہزار پیادے تھے بیسا کہ نشان حیدری مین لکھا ہے اور مورسن پٹی اور بلبلیا نوی مین کرم
کنڈے سے سترہ کوس پر ٹھہرے ہوئے تھے یہ خبر سنکر ڈر کر سنکلہ پار کے جنگل کی طرف بھاگ
گئے لیکن حدیقۃ العالم مین آیا ہے کہ جب سکندر جاہ کو یہ خبر پہنچی کہ مؤیدالدولہ مارا گیا اور اسکی
کمک کے لیے جو سوار وغیرہ گئے تھے وہ لوٹ کر گرفتار ہو گئے تو وہ اس خبر کو سنکر ... ربیع الثانی
سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو دوبارہ کورم کنڈہ پر گئے اور مسٹر کینن جو ریاست کا ملازم تھا مورچے ... پر
متعین ہوا۔ ریاست کا توپخانہ اس کام کا نہ تھا کہ اسکے حصہ زیرین کو فتح کرتا اس لیے گورنر جنرل
نے توپین اسکے فتح کرنے کو بھیجین غرضکہ نظام کی فوج سے اسوقت تک کچھ نہو سکا جب تک
کہ کپتان ریڈ انگریزی سپاہ لیکر نہ آیا اسنے دو روز کے عرصے مین قلعہ زیرین فتح کر لیا ...
مدارالمہام اور سکندر جاہ ریاست کے لشکر اور انگریزی سپاہ کو ساتھ لیکر گورنر جنرل سے ملے
اور قلعہ زیرین کی حفاظت کے واسطے تھوڑا سا لشکر چھوڑ گئے مگر دسمبر سنہ ۱۷۹۱ء مین سلطان کا
بیٹا کورم کنڈہ مین بارہ ہزار سوار اور پیدل لیکر آیا اور اسنے نظام کے لشکر سے قلعہ زیرین
اور سپاہ قلعہ بالا کی کمک کے لیے چھوڑ کر سری رنگ پٹن کو چلا گیا۔ گورنر جنرل سے
قلعے جو کسی طرح سد راہ لشکر کے سری رنگ پٹن کو جاتے ہوئے ہوتے اور سامان
بہم رسانی مین سنگ راہ بنتے فتح کر لیے۔ مشیرالملک اور سکندر جاہ موضع کشنا پور ...
نزدیک تھا جا پہنچے مسٹر لنگ سر ہنری نے قلعے سے نکلکر ملاقات کی اور رسمیات
ادا کیے اور وہان سے سری رنگ پٹن کی طرف راہی ہوئے جب ...
پہنچے تو ہری پنڈت بھڑکیہ مع اپنے فرزند کے ملنے کو آیا مشیرالملک
استقبال کیا پنڈت نے صاحبزادے سے ملاقات کی اسکے بعد ...
دونون باپ بیٹون کو دیکر رخصت کیا ۵ جمادی الاخرے سنہ ۱۲۰۶
میڈوز جنکے استقبال کو اعظم الامرا گئے تھے سکندر جاہ سے ملنے کو
پانچ کوس کا راستہ طے کر کے آئے لارڈ صاحب کو تلوار اور ...

رخصت کیا اور پھر یہ لوگ مشیر الملک کے خیمے پر گئے اور وہان عطر دان و پاندان سے تواضع ہو کر رخصت ہوے اور شام کے قریب اعظم الامرا اور میر ابو القاسم اور دوسرے سردار ہاتھیون پر سوار ہو کر رات کے وقت مشعلون کی روشنی مین ہری پنڈت کے خیمے پر گئے اور ایک پہر تک تخلیہ رہا اور سری رنگ پٹن کا نقشہ دیکھتے رہے اور عطر دان و پاندان لیکر رخصت ہوے ۶ جمادی الاخری کو سکندر جاہ انگریزون سے باز دید کے لیے گئے ہری پنڈت اور آپا بلونت وغیرہ مرہٹے اور حیدرآباد کے سردار ساتھ تھے گورنر جنرل نے پانسو ترک سوارون کے ساتھ استقبال کیا گورنر جنرل اور جرنیل میڈوز اور مسٹر چیری دو سو انگریزون کے ساتھ جلو مین آگے آگے چلتے تھے اسکے بعد سکندر جاہ نے بھی انگریزی کیمپ مین قیام کیا ۵ فروری ۱۷۹۲ء کو تمام لشکر اس سطح مرتفع پر جا پہنچا جو سری رنگ پٹن کے سامنے شمال و مشرق کی جانب مین اس سے دو کوس پر تھا اور اب اسپر حملہ شروع ہوا اڑتالیس گھنٹے مین سری رنگ پٹن کا دو طرف سے محاصرہ ہو گیا اور سلطان کا لشکر شکست پاکر شکستہ خاطر ہو گیا اور انگریزی لشکر ظفر پاکر اور شیر دل ہو گیا ۸ فروری تک انگریز اسی فکر و تدبیر مین رہے کہ شہر اور قلعے کو فتح کرین ٹیپو نے کوئی اپنی چستی اور چالاکی نہین دکھائی سوا اسکے کہ بے فائدہ بندوقین اور ہوائی چھوڑتا رہا اور توپون مین بارود گولہ بیکار رائگان کرتا رہا اور اسکے دھوین کو اپنی آنکھون کا پردہ بناتا رہا کہ دشمن جو کام چاہین کرین اسکو نظر نہ آے۔ ۱۱ بار سری رنگ پٹن پر یورش ہوئی ٹیپو سلطان کا زرنگاری خیمہ انگریزون نے گولون سے گرادیا۔ لال باغ کے سارے مورچے چھین لیے ٹیپو سلطان مورچے خالی کرکے شہر مین گھس گیا اور برابر لڑائی جاری رہی اس عرصے مین خبر آئی کہ جرنیل ابیر کرومبی جسکو حدیقۃ العالم مین ایک رم پی لکھا ہے آٹھ ہزار پیادے اور چار ہزار ترک سوار لیکر بندر بمبئی سے گورنر جنرل کی کمک کو آتا ہے سکندر جاہ نے اپنی طرف سے ابراہیم خان پسر رستم خان اول اور اعتقاد الملک کو دو پلٹنین اور ایک ہزار سوار دیکر بھیجا اور چار پلٹنین گورنر جنرل کی طرف سے گئین تاکہ جرنیل مذکور کو اپنے ساتھ لاکر انگریزی کیمپ مین پہنچا دین۔ سلطان ٹیپو آٹھ ہزار سوار لیکر مرہٹون کی فوج پر حملہ آور ہوا جو تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگے اور انگریزی سپاہ مین پناہ لی گورنر جنرل نے اپنی سپاہ سے ٹیپو پر حملہ کرکے اسے دو کوس تک بھگا دیا تو ٹیپو کے سوارون نے جرنیل ایک رم پی کی لشکرگاہ لوٹ لیا رات کو گورنر جنرل نے شبخون مار کر ٹیپو کا بڑا نقصان کیا اب سلطان نے جان لیا کہ دشمنون سے لڑائی مین عہدہ برا نہو سکونگا اگرچہ وہ ایسے پیغام مہینہ بھر سے گورنر جنرل کے پاس بھیج رہا تھا سلطان نے شاہ مرزا اور نرسنگ نام دو انگریزون کو جو اس کے پاس قید تھے پیغام دیکر بھیجا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میرے وکیل آپ کے پاس آکر مصالحت کے باب مین گفتگو کرین

لیکن جس روز یہ پیغام صلح کا لیکران دونون انگریزون کو بھیجا ہے اسی دن اسنے سوارون کا دستہ لارڈ کارن والس کے مارڈالنے کے لیے روانہ کیا مگر یہ سوار اپنے ارادے مین ناکامیاب ہوے کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے اسکے بعد انگریزی سپاہ نے سری رنگ پٹن کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اب ٹیپو سلطان کی ہر دم یاس بڑھتی جاتی تھی اور ہر آن دشمنون کے ہٹانے کی امید گھٹتی جاتی تھی اسوجہ سے اسنے صلح کا ارادہ مصمم کرلیا جب صلح کی کارروائی مین دیر ہوئی تو ۲۶ جمادی الاخرے سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو جنرل ایکرم بی نے اپنی سپاہ سے حملہ کیا اس دن بھی بڑی لڑائی ہوئی تین روز تک ہنگامہ کارزار گرم رہا اسکے بعد ٹیپو کے سفیر سلطان کا مہری نوشتہ لیکر آے اور میر عالم کے حوالے کیا ۲۲ فروری سنہ ۱۷۹۲ع ۱۲۰۶ ہجری کو صلح کی گفتگو ختم ہو گئی اور ٹیپو نے شرائط صلح کو منظور کرلیا اور ۲۴ فروری سنہ ۱۷۹۲ع سے لڑائی بند ہو گئی۔ اسوقت نظام کے اور مرہٹون کے افسرون کے دلون پر گورنر جنرل کا رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ انھون نے صلح مین کچھ چون وچرا نہ کی اور اس کی راے پر سارا معاملہ چھوڑ دیا کہ جو جی چاہے سیاہ وسفید کرے۔ شرائط صلح یہ تھین۔

(۱) لڑائی سے پہلے جس ملک پر سلطان ٹیپو قابض تھا اس مین سے آدھا مخالفون کو جو اُنکے ملک سے متصل ہو حوالے کرے۔

(۲) تین کروڑ روپیہ سلطان ٹیپو ادا کرے کہ آدھا تو ابھی دیدے اور آدھا تین قسطون مین چار چار مہینے کے فصل سے ادا کرے۔

(۳) انگریزون نظام مرہٹون اور ٹیپو ان چارون نے جن جن آدمیون کو حیدر علی کے زمانے سے قید کیا ہے وہ سب چھوڑ دیے جائین۔

(۴) شرائط صلح کے ایفا کے واسطے سلطان کے دو بیٹے اول مین دیے جائین۔

(۵) جب سلطان کے بیٹے اول مین آئین تو صلح نامے کو ٹیپو سلطان کے دستخط کرا کے لائین اس کا نسخے تینون نظام مرہٹون اور انگریزون کے پاس بھیجدین اور تمام پرخاش اور جنگ کے کام موقوف کیے جائین اور ہمیشہ کے لیے اتحاد و وداد اور مصلحت و موانست قائم کی جائے۔

اب سلطان نے بھی دیکھا کہ وہ نوک سنان جسپر تمام امیدین قائم تھین شکستہ ہو گئی تو اسنے صلح نامے پر دستخط کر کے لارڈ کارن والس کے پاس بھیجدیا۔

میر عالم لکھتے ہین کہ مسٹر میڈوز اس صلح سے راضی نہ تھا جب اسنے اسکی خبر سنی تو رنجیدہ ہو کر اپنے طپنچہ مار لیا مرا نہین زخمی ہو گیا گورنر جنرل نے اسکی سپاہ جنرل ایبہ کرومبی کے سپرد کر کے پہرے اُسکے خیمے کے آس پاس لگا کر معالجہ اس کا شروع کرایا پرسرام بھاؤ بھی اس صلح سے خوش نہ تھا

اور چاہتا تھا کہ صلح بگڑ جائے چونکہ وہ میرے ذریعے سے ہوئی تھی کسی تدبیر سے ٹوٹ نہ سکی۔ ٹیپو کے ملک کی آمدنی دو کروڑ ۳۷ لاکھ روپے کی تھی اس کا نصف تینون شرکاے ملک مین تقسیم ہوگیا تو ساڑھے انتالیس لاکھ روپے کا ملک ہر ایک کے حصے مین آیا اور اس سبب سے مرہٹون کے ملک کی سرحد دریاے تنگ بھدرا ہوگئی جو تیرہ برس پہلے تھی اور نظام کا جو ملک اس دریا کے شمال کی طرف ہاتھ سے نکل گیا تھا وہ حاصل ہوگیا اور اسکے جنوب مین کڑپہ ہاتھ لگا انگریزون کے تیسرے حصے مین یہ علاقے ہاتھ آئے۔ ملیبار۔ کورگ۔ ڈنڈی گل۔ بارہ محال۔ ان اضلاع سے سرکار کمپنی کی عملداری کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور سارے علاقے آپس مین مل گئے۔

۲۶ فروری سنہ ۱۷۹۲ء مطابق ۳ رجب سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو سلطان کے دو بیٹے کہ جن مین سے عبدالخالق کی عمر دس برس کی تھی اور معزالدین کی سات آٹھ برس کی اول مین آئے دونون ہاتھیون سوار تھے جنپر زرق برق کی جھولین پڑی ہوئی تھین جواہرات انپر چمک رہے تھے میسور کا سفیر انکے ساتھ علٰحدہ ہاتھی پر سوار تھا بہت سے چوبدار اور سونٹہ بردار چاندی سونے کی چوبین اور سونٹے لیے ہوے اور دو سو پیدل اور سوار اردلی مین تھے ایک اژدہام خلقت کا انکے گرد تھا سلطان خود فصیل پر حسرت کی نگاہ سے اپنے ان لخت جگرون کو دیکھ رہا تھا لڑکے سوار ہوے تو قلعے پر سے سلامی کی توپین چھوٹین۔ گورنر جنرل کی طرف سے سر جان کیناوے اور مرہٹون کی طرف سے انکے سفیر اور سکندر جاہ کی طرف سے ولاور جنگ نے ڈیڑھ کوس تک استقبال کرکے اس خیمے مین جو راستے مین ایستادہ تھا ملاقات کی اور اکیس توپین انکی سلامی مین سر ہوئین پس وہان سے بالاتفاق گورنر جنرل کی طرف آئے اور جس سپاہ انگریزی مین اُن کا گذر ہوا اسنے سلامی اتاری گورنر جنرل کے خیمے کے پاس جب وہ ہاتھیون پر سے اترآئے تو گورنر جنرل اور بڑے بڑے افسر خیمے سے باہر آگئے اور گورنر جنرل دونون کے ہاتھ اپنے ہاتھون مین لیکر خیمے کے اندر لے گئے اور دونون کو کرسی پر بٹھایا سفیر نے گورنر جنرل سے کہا کہ آج صبح تک یہ ہمارے سلطان کے بیٹے تھے مگر اب ان کا حال بدل گیا ہے اب حضور انکے باپ ہین اسپر گورنر جنرل نے سفیر سے کہا کہ انکے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا کہ ان کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ ہم اپنے باپ سے جدا ہوے اس بات کے سننے سے لڑکون کا چہرہ بشاش ہوگیا پھر گورنر جنرل نے اُن کو سونے کی گھڑیان دین جن کو وہ دیکھکر بڑے خوش ہوے۔ انگریزون کو دونون شاہزادون خصوصًا چھوٹے شاہزادے پر رحم آتا تھا کیونکہ اسکی مان اس صدمے سے کہ ٹیپو سلطان کی دوسری لین پہ حملہ ہوا تھا مر گئی تھی۔ گورنر جنرل نے ان سے بہت دلداری اور پیار کی باتین کین اور عطردان و پاندان دیکر اس پنج چوبے کی طرف رخصت کیا جو انکے واسطے گورنر جنرل کے لشکر کے عقب مین عیدگاہ کی

برابر کھڑا تھا پھر گورنر جنرل ملاقات بازدید کے لیے لڑکون کے خیمے مین گئے لڑکون نے پانچ پارچہ بادلہ کا خلعت اور سرپیچ مع جیغۂ مرصع اور دو فارسی تلوارین گورنر جنرل کو دین اور ایک تلوار دلاور جنگ کو بھی دی گورنر جنرل نے بھی ایک عمدہ بندوق عبد الخالق کو اور ایک جوڑی طپنچہ کی معز الدین کو دی اور عطر و پان کی رسم کے بعد رخصت ہوے۔ ۵ رجب سنہ ۱۲۰۸ھ ہجری کو پسران ٹیپو سلطان سکندر جاہ سے ملنے کو گئے سیف الملک اور دوسرے چند ممتاز آدمیون نے ہزار سوارون کے ساتھ استقبال کیا پسران سلطان نے خلعت بادلہ پنج پارچہ اور ایک جیغۂ مرصع اور ایک ہاتھی سیف الملک کو دیا۔ سکندر جاہ نے سرپیچ جڑاؤ مع جیغۂ مرصع اپنے ہاتھ سے ہر ایک شاہزادے کے سر پر باندھ کر رخصت کیا۔ غرض ان شاہزادون کی ایسی خاطر داری ہوئی کہ سلطان اور اسکی بیگمات نہایت خوش ہوئین اور سلطان نے اس خوشی و مسرت کی اکیس توپین سر کرائین اب ایک کرور روپیہ بھی سلطان نے بھیجدیا۔

محاربات حیدری مین لکھا ہے کہ سلطان کو اس صلح مغلوبانہ سے اس قدر رنج ہوا کہ وہ اپنے محل سے برآمد ہو کر کئی دن تک گوشہ نشین رہا اور نشان حیدری مین بیان کیا ہے کہ جب سلطان کی کارن والس سے صلح ہوگئی تو اُسنے بستر۔ چارپائی۔ نہالین اور توشک ترک کر دی اور زمین پر چند تھان کھادی کے بچھوا کر کئی رات اسپر سویا۔

صلح کے بعد سکندر جاہ اور ہری رام پنڈت اور پرسرام اور گورنر جنرل مع اپنی اپنی سپاہ کے لوٹے اور دونون لڑکے اول مین چینا پٹن تک گئے ایک سال چند ماہ وہان رہے جب طرفین مین شرائط موافقت درست ہوگئین اور مقررہ روپیہ پہنچ گیا تو وہ وطن کو واپس ہوے منشی حمیدخان گورنر جنرل کے ہمراہ تھا اسنے تمام حال لکھکر کتاب کا نام حمید خانی رکھا ہے۔

نواب نظام کی طبیعت کا حال

نواب نظام علی خان اس لڑائی کے بعد پانگل سے اپنی دار الریاست کی طرف لوٹے اس وقت گرمی بہت سخت اور آب و ہوا کی خرابی سے تہیج اطراف کا عارضہ ہوگیا تھا اس لیے سفر مین ہاتھی کی عماری کے پردے چھڑوا دیتے تھے جدھر سے انکی سواری گذرتی ادھر کے تمام لوگ یہ سمجھنے لگے کہ نواب کا انتقال ہوگیا ہے لوگون کا خیال تھا کہ اگر مرے نہ ہوتے تو عماری کے پردے کیون پڑے ہوتے ۔ جب بلدۂ حیدر آباد مین داخل ہو کر دربار کیا تو مخلوق کو یقین ہوا کہ زندہ ہین شہر مین آنے کے بعد چند روز شیر شتر پینے سے تہیج اطراف کا عارضہ جاتا رہا۔

کرنول کی نوابی۔ اور فرانسیسون کا دوبارہ عروج

کرنول کا رقبہ تقریباً آٹھ ہزار مربع میل تھا یہان کا نواب ریاست آصفیہ کا ماتحت تھا یہان کے نوابون کا سلسلہ داؤد خان پنی عالمگیری سے ملتا ہے جو ذوالفقار خان کا نائب تھا ہمت خان جسنے ناصر جنگ کو قتل کیا تھا اور مظفر جنگ کے مقابلے مین مارا گیا تھا اسکے بعد ریاست آصفیہ کے ساتھ کرنول والون کے بہت سے کشت وخون ہوکر ہمت خان کے بھائی رن مست خان عرف منور خان باغی کو نواب صلابت جنگ نے کرنول کا نواب مانکر اپنے بھائی نظام الدین خان فیروز جنگ سے لڑائی کے موقع پر امداد کے لیے بلایا تھا اس رن مست خان کے دو بیٹے تھے الف خان وہ رن مست خان اول۔

جب حیدر علی کو عروج حاصل ہوا تو اسنے کرنول پر بھی قبضہ کرلیا اور کرنول کا حکمران ریاست آصفیہ کے بجائے ریاست میسور کو پیش کش ادا کرنے لگا۔ انگریزون نے کرنول کا علاقہ ٹیپو سلطان سے واپس مانگا ٹیپو بدرجۂ آخر اس بات کے لیے تیار ہوگیا کہ یہ علاقہ انگریزون کے بجائے ریاست آصفیہ کے حوالے کردے تاکہ بہرحال مسلمان ریاست اس سے فائدہ اٹھالے نواب صاحب کو اپنے آبائی علاقے کے واپس لینے پر اصرار تھا لیکن لارڈ کارن والس مخالفت پر جمے رہے بعض نے یون لکھا ہے کہ جنگ میسور کے خاتمے کے بعد ہی جاگیر کرنول کی تابعیت کے مسئلے مین نواب نظام اور ٹیپو سلطان کے درمیان نزاع برپا ہوئی جسے طے کرنے کے لیے نواب نے اس فوج کو طلب کیا جو خود انھین کے روپے سے رکھی گئی تھی لیکن سرکار کمپنی نے اسکے دینے مین لیت ولعل کیا اور محض فوجی خدمت سے بچنے کے لیے یہان تک کیا کہ کرنول پر نواب کے قانونی حقوق تک تسلیم کرنے سے انکار کردیا ۱۷۹۰ء مین کرنول کے رئیس الف خان بن رن مست خان اول نے کھلم کھلا ریاست حیدرآباد کی اطاعت سے انحراف کرکے ٹیپو سلطان کی اطاعت اختیار کرلی نواب نظام علی خان نے چاہا کہ سرکار کمپنی کی فوج کو بھیجکر اسے راہ راست پر لائین مگر اس مرتبہ بھی فوج دینے سے صاف انکار کردیا۔ اور سر جان شور گورنر جنرل نے صاف الفاظ مین لکھدیا کہ۔

> رزیڈنٹ کو نظام پر یہ امر واضح کردینے کے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے کہ کمپنی کی فوج انکی خدمت مین حاضر رہنے کو ہماری باہمی دوستی کی ایک علامت سمجھنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ اسے نظام کی سرکش رعایا سے خراج وصول کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جائے۔

ان مبہم واقعات سے نظام پر اچھی طرح روشن ہوگیا کہ کمپنی کی فوج انکے کسی کام کی نہین ہے بلکہ کمپنی نے اسے انکے خرچ سے اپنی خدمت کے لیے رکھا ہے۔ الف خان کے تین بیٹے تھے اسکے بعد اس کا منجھلا بیٹا مظفر خان کرنول کا رئیس بنا پھر اسکے بعد الف خان کا بڑا بیٹا منور خان ثانی رئیس ہوا اسکے بعد تیسرا چھوٹا بیٹا غلام رسول خان رئیس ہوا الف خان کے بھائی ابراہیم خان کو نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے محال جعفر آباد و شاہ گڈھ مضافات اورنگ آباد جاگیر مین دیے تھے ابراہیم خان کا بیٹا خضر خان رن مست خان دوم تھا۔ اسی زمانے مین مرہٹون سے نظام کے تعلقات بہت کشیدہ ہو رہے تھے۔ مرہٹون کی جانب سے بقایا چوتھ کا مطالبہ سخت تھا اور نظام کو ہر وقت مرہٹہ فوج کے حملے کا اندیشہ لگا ہوا تھا نظام نے کمپنی کے رویے پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ کسی طرح بھی ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہین ہے اور اپنے اس حلیف کے ساتھ حد سے حد یہی کر سکتی ہے کہ مصالحت کی کوشش کردے دوسری طرف جب مرہٹون کی طاقت کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ انھون نے ایک فرانسیسی افسر موسیو ڈیبائنی کی قیادت مین ایک زبردست باضابطہ فوج قائم کرلی ہے ان حالات کو دیکھکر نظام نے قطعی فیصلہ کرلیا کہ کمپنی کی فوج سے اپنا پیچھا چھڑائین اور اپنی ایک باضابطہ مستقل فوج مرتب کرین چنانچہ اس غرض کے لیے ایک فرنچ افسر موسیو ریمو (موسیو ریمنڈ) کو جو موسی رحموے نام سے مشہور ہے ملازم رکھا گیا اور اسکے ماتحت دیسی اور یورپین فوجون کے دستے مرتب کیے گئے اسکے علاوہ چند اور امریکن. فرنچ اور آئرش افسرون کی خدمات بھی حاصل کی گئین۔

سخت قحط سالی

۱۲۱۰ھ ہجری مین ملک تلنگانہ کے شرقی حصے مین سخت قحط پڑا اور اس کا اثر حیدرآباد کی طرف پہنچا یہان تک کہ ۱۲۱۲ھ ہجری مین ایک سیر جوار کی ایک روپیہ قیمت ہوگئی بلکہ ایکبار تین روز تک حیدرآباد کے بازار مین غلے کا ایک دانہ نہ ملا جہان غلہ میسر آتا تھا وہان خانہ جنگی ہوجاتی تھی عورت۔ مرد۔ جوان۔ بوڑھے اور بچے کثرت سے تلف ہوے نواب صاحب نے ملک تلنگانہ کی ۷۰ ھ کے قریب محتاج عورتین جمع کرکے نوکر رکھین اور تلنگون کی بہت سی لڑکیان خرید کے زنانی پلٹن بناکر انکو وردی پہنا کر قواعد سکھائی یہ بندوق سرکرتی تھین محلات مین انکے پہرے مقرر کراے اور بعض لڑکیون کو سینے کا کام اور بعض کو لوہاری کا کام اور بعض کو زرگری کا کام اور بعض کو گانے بجانے کا کام اور بعض کو نوبت بجانے کا کام سکھلایا۔ تاکہ محلات مین ان کاموں کا انجام دیین انہا ہر اس گرانی کا سبب مشیر الملک کی ذات سے لوگ منسوب کرتے ہے اور

انپر طعن و تشنیع کرتے تھے اور کہتے تھے جو کچھ کیا ہے انھین نے کیا ہے ایک دو سال بارش کم ہوئی اور غلہ کم پیدا ہوا اور سری رنگ پٹن کے سفر کے لیے سرکاری افسرون نے سب لے لیا تھا اس قحط سے متاثر ہوکر لاکھون روپے کا غلہ بنیون کا رعایا نے لوٹ لیا۔ محتاج لوگ فریاد کنان ڈیوڑھی خاص پر پہنچے اور بلوے کی صورت پیدا ہوئی نواب نے دروازہ بند کرا دیا محتاجون نے بیچ محلہ[۱] کے کواڑون کو آگ لگا دی۔ دروازہ جل کر قریب تھا کہ بالاخانہ بیٹھ جاے کہ سپاہیون نے گولیون کا نشانہ بنایا بہت سے مرگئے جو بچے بھاگ نکلے قحط کا سلسلہ برابر جاری رہا چنانچہ سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین ملک مرہٹہ مین گرانی شروع ہوئی نواح ناندیر سے صوبہ مرہٹہ اور صوبہ بیجاپور تک روٹی کا پتہ نہ تھا جب موسم برسات آیا اور تخم ریزی کی تو ایک بوند نہ برسی جب دو سال گذر گئے تو اتنی بارش ہوئی کہ کھیتون مین خود بخود غلہ پیدا ہو گیا لیکن اسکے کاٹنے والے نہ رہے تھے کیونکہ قحط مین اکثر وبائی دروازے بند کرکے مرگئے تھے جب وہ گرانی دفع ہوئی تو آدمیون کی ہڈیاں گھرون مین پائی گئین مجبور ہوکر سرکاری آدمیون نے غلہ کاٹا اور سرکار مین داخل کیا ۱۲۱۹ ہجری مطابق سنہ ۱۸۰۴ع تک مخلوق پریشان رہی جب اس سال نواب نے انتقال کیا تو نجات حاصل ہوئی۔

مرہٹون کا نظام پر حملہ کرکے اُن کی قوت کو پامال کردینا اور اُن کو مجبور کرکے بہت سا روپیہ اور ملک لے لینا

مرہٹون کی فوج کشیان اس طرح کی نہ تھین جیسے افغانون اور ایرانیون کی بلکہ انکی غرض یہ تھی کہ یہ سلاطین مغلیہ کے جانشین بن جائین اور تمام ہند پر حکومت کرین۔ مولوی ذکاءاللہ تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ نظام مرہٹون کے خوف سے ایسے گھبرائے کہ یکم جنوری سنہ ۱۷۹۴ع کو سرجان کیناڈی رزیڈنٹ حیدرآباد نے گورنمنٹ کو لکھا کہ نظام علی الدوام کے واسطے اپنا سارا ملک انگریزون کو دینے کو موجود ہین اگر انکے ساتھ عہد وپیمان رفاقت کا کیا جاے ایسے موقع کو ہاتھ سے دینا گورنمنٹ انگریزی کی عقلمندی سے بعید ہوگا۔ مرہٹے نظام سے چوتھ لیتے تھے اور انکے بہت سے ملک پر اپنا ایسا رعب وداب رکھتے تھے کہ خود نظام کے مدارالمہام کو مرہٹون کی خاطرداری کا زیادہ خیال بہ نسبت نظام کے تھا جب نظام اور مرہٹون اور انگریزون مین اتفاق ہوا تھا تو تھوڑے عرصے کے لیے مرہٹون نے نظام سے چوتھ کا مطالبہ نہین کیا مگر اب اسکا دعوے زیادہ شد و مد سے شروع کیا جب انگریزون نے بیچ مین پڑکر اس کا انفصال چاہا

[۱] یہ لفظ دراصل بیچ محلہ ہے عوام بیچ محولہ کہنے لگے ۱۲

تو نظام نے انگریزون کا کہنا مانا مگر مرہٹون نے یہ سمجھکر کہ انگریز ہتیارون سے نظام کی اعانت نہین کرینگے انکے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔

مادھو راو نے جوان ہوکر اپنے چچا رگناتھ راو عرف راگھو کے ہاتھ مین اپنی ریاست کے تمام کاروبار رکھے جسنے اپنا لقب **پنڈت پردھان** یعنی وزیر اعظم مقرر کیا لیکن کاشی راو پنڈت نے جو جنگ پانی پت کے واقعات لکھے ہین جن مین وہ خود شجاع الدولہ والی اودھ کے ساتھ شریک تھا اس رسالے مین اسنے بالا راو کا لقب پنڈت پردھان لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیشوا کے جانشینون نے اپنے لیے یہ لقب اختیار کیا تھا۔

پہلے اس سے کہ نظام اور مرہٹون مین معرکہ جنگ برپا ہو مہاجی سیندھیا مرگیا رزیڈنٹ پونا کو یہ خیال ہوا کہ اسکے مرنے سے مرہٹون میں ایسے انقلابات پیدا ہونگے کہ نظام اور مرہٹون مین انگریزون کو مصالحت کرا دینا آسان ہوگا مگر سرجان شور گورنر جنرل نے فقط اس بات پر توجہ اپنی مبذول رکھی کہ دربار پونا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے نظام کی طرفداری مین فقط زبانی باتین بنا یا کیے اور کچھ نہ کیا۔ مہاجی سیندھیا کا بھتیجا دولت راو سیندھیا فوج کو جمع کرکے اپنے چچا کا پورا قائم مقام ہوگیا آخر کار وہ طوفان برپا ہوا جسکے آثار پہلے سے نظر آتے تھے۔

۱۳ شعبان ۱۲۰۹ہجری کو اعظم الامرا کے بیٹے سیف الملک مشیر الدولہ غلام مرتضے خان سپہدار جنگ عرف مالی میان نے عین شباب مین دنیا سے انتقال کیا چونکہ اعظم الامرا کا یہی ایک بیٹا تھا اسلیے اسکے رنج وغم سے مجنون ہوگئے اور مکان سے سروپا برہنہ چارمنار تک چلے گئے میر عالم ابوالقاسم خان نے نواب سے جاکر عرض کیا کہ حضور مرہٹون کی مہم پر روانگی کا ارادہ کرتے ہین اور مدار المہام کی یہ صورت ہوئی اس لیے روانگی نامناسب ہے نواب نے کہا کہ پھر کیا کیا جاے میر عالم نے جواب دیا کہ حضور اپنے کسی صاحبزادے کو انکی آغوش مین دیدینگے تو یقین ہے کہ ان کا غم غلط ہوجاے گا نواب نے یہ راے پسند کی اور میر جہانگیر علی خان المخاطب بہ ظفر جنگ سلطان الدولہ رئیس الملک سلیمان جاہ کو کہ اسوقت وہ نواب کا سب سے چھوٹا بیٹا خرد سال چھ مہینے چار دن کا تھا آغوش مین سلطان بخش بیگم والدہ حقیقی مشیر الدولہ کے دیدیا بعد اسکے حواس اعظم الامرا کے قائم ہوے اثر غم کا بالکل نرہا اور کور دھن داس کے باغ مین جاکر فوج کی درستی مین مصروف ہوے کیونکہ بقول میر عالم انھین کے اغوا سے نظام مرہٹون سے لڑنے کو آمادہ ہوے تھے۔ نظام بیدر کو روانہ ہوے کچھ اس خیال سے نہین کہ اول وہ خود ہی جاکر لڑائی شروع کرین بلکہ اس خیال سے کہ مرہٹون کے معاملات خانگی مین مداخلت پیدا کرین اُنھون نے مرہٹون سے مقابلہ کے لیے پانچہزار گھوڑے ہندوستان سے

منگائے تھے اور ستر ہزار سپاہیان پلٹن مع توپخانہ کے موسیو رامون کے ساتھ تھے کل ایک لاکھ سپاہ تھی جیسا کہ خورشید جاہی مین ہے اور اسی کتاب کے راقم نے اپنی دوسری کتاب مین جس کا نام رشید الدین خانی ہے سوارون کی تعداد ایک لاکھ اور تیس ہزار بتائی ہے اور گلزار آصفیہ مین مرقوم ہے کہ نواب صاحب قلعہ بیدر تک سیر و شکار کرتے ہوے ایک لاکھ سوارون اور قریب دو لاکھ قواعد دان و بے قواعد دان پیادون کے ساتھ پہنچے قواعد دان پیادے پلٹنون کے تھے۔

سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین اس مقام پر سکندر جاہ کے نطفے سے ایک لڑکا جانی بیگم کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام فرخندہ علی خان رکھا۔

پہلے اس سے کہ پیشوا اپنا لشکر چڑھا کر نظام پر لاے مارچ سنہ ۱۷۹۵ء (سنہ ۱۲۰۹ ہجری) مین دولت راو سیندھیا سپاہ لیکر نظام کی طرف چلا اسوقت سلطان ٹیپو نے بھی مرہٹون کی امداد کا قصد کیا مگر اسکو اپنے ہی قضیے ایسے پیش آے کہ وہ مرہٹون کے لشکر کے ساتھ نہ مل سکا۔ تاریخ گلزار آصفیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اعظم الامرا نے مہاجی سیندھیا کو جس کا اصلی نام اسی کتاب مین مہادوجی لکھا ہے اور دوسری کتابون مین مادھوجی بتایا ہے ایک کرور روپیہ مدد خرچ دینے کے وعدے سے پونا والون سے لڑنے کے لیے دہلی سے بلایا تھا اور اسنے وعدہ امداد کیا تھا کہ مر گیا پھر اسکے بیٹے دولت راو کو اعظم الامرا نے بلانا چاہا مگر پیشوا کے مدار المہام نانا پھڑنویس نے اسکو قسمین دلا کر اور وعدے کر کے اپنے ساتھ موافق کر لیا اور نظام کے افسرون کو بھی سات لاکھ روپے دیکر ملا لیا تھا

واقعہ ۱۲۰۹ ہجری

۱۱ جمادی الاخری سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو نظام بیدر سے پونا کی طرف دولت راو کے مقابلے کے لیے چلے دس شعبان کو نواب نے حکم دیا کہ ہراول کی سپاہ کوہ مری کی پہاڑی سے چل کر اپین گھاٹ کی ندیون پر قبضہ کر لے ایسا نہو کہ مرہٹے ان پانیون پر قابض ہو جائین اسکی تعمیل ہونے سے مرہٹون پر جو لڑنے کو آئے تھے بڑا رعب پڑا ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس پہاڑی پر نواب کی سپاہ کو روک لین ۲۹ شعبان کو نواب کے ہراول اور مرہٹون کے ہراول سے لڑائی ہوئی تو اول روز مرہٹے پسپا ہوے اور مرہٹون کا افسر پرسرام بھی زخمی ہوا اور نواب کی طرف سے وزیر خان نامی جمعدار بان سے مارا گیا۔

نواب میدان جنگ سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم تھے سوار و پیادے لشکرگاہ کی طرف لوٹے امرا نے فتح کی نذرین گذرانین۔ دوسرے دن نواب سوار ہو کر آگے بڑھے اور فوج کی صف بندی کا حکم دیکر صف آرائی کو چلے اور بہیر و بنگاہ کو تمام لشکر کے پیچھے شرق رویہ جمع ہو کر قائم رہنے کے لیے فرمایا۔ ہراول کی فوج جو بڑے لشکر سے آدھ کوس آگے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی اسنے

ایک پشتے پر جو فوج مرہٹہ کے مقابل تھا ایک بڑی توپ چڑھا کر گولہ زنی شروع کی مرہٹون نے بھی ۳۵ گولے فوج ہراول اور فوج خاصہ اور اس فوج پر گرائے جو لشکر کی حفاظت کے لیے پیچھے آ رہی تھی موسیو ریمون نے بیرو فرانسیس ملازم سیندھیا کی پلٹن کے مقابل ہو کر لڑائی شروع کی نزدیک تھا کہ بیرو کو شکست ہو بقول غلام امام خان ترین اس حالت مین مشیر الملک اعظم الامرا نے ریمون کو اپنے پاس بلا کر نمک کی قسم دیکر کہا کہ آگے چلنا ہے یہین لڑائی کو ختم نہ کرو وہ واپس لوٹ آیا پھر کیا تھا نواب کے لشکر پر شکست کے آثار ظاہر ہوے لیکن گلزار آصفیہ مین اس کا کچھ وجہ نہین ہے اس کا مصنف تو یہ کہتا ہے کہ اُنکے مخالفون کی شرارت سے نظام کے لشکر پر شکست پڑی جنھون نے مرہٹون سے سات لاکھ روپے رشوت مین لے لیے تھے جیسا کہ صفحہ ۱۶۱ مین ہے۔ اس اثنا مین مظفر الملک اسد علی خان کے سوار گھوڑے دوڑا کر مرہٹون کی فوج پر ڈھال تلوار سے حملہ آور ہوے مشیر الملک نے اپنے جمعدار لعل خان کو انکی کمک پر جانے کا حکم دیا اور وہ لڑبھڑ کر مارا گیا۔ مشیر الملک کا ایک سردار جس کا نام وزیر خان تھا ہاتھی کی عماری مین بیٹھا ہوا تھا اسکے ایک گرم بان ایسا لگا کہ وہین ٹھنڈا ہو گیا احتشام جنگ بن مظفر الدولہ اور اعظم جنگ محمد عظیم خان اور سردار الملک گھاٹے میان فوج پیشین کا یہ حال دیکھکر میدان سے لوٹے اور پیچھے آکر کھڑے ہو گئے اور الف خان رئیس کرنول اور صلابت خان ناظم ایلچپور کہ یہ بھی فوج ہراولی کی مدد کے لیے مامور تھے فرط شجاعت سے صف باندھکر کھڑے رہے دشمن کی توپون کے گولے انکے سرون پر سے گذر کر سردار الملک اور محمد عظیم خان کی فوج مین پہنچتے تھے اور فوج ہراول مین جو راجہ راو رنبھا ایک بڑا سردار ہاتھی پر سوار کھڑا تھا مرہٹون کے سوارون نے اُسکو گھیر کر ہاتھی کو زخمی کیا جسکی سونڈ کٹ کر زمین پر گر پڑی راجہ مذکور ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور زخمی ہاتھی نواب کی نظر سے گذرانا۔ غلام علی خان برادرزادہ مظفر الملک اسد علی خان نے گھوڑا دوڑا کر لڑائی کی ہاتھ پر زخم کھا کر واپس آیا اور یہ بھی نواب کے ملاحظے مین پیش ہوا عصر و مغرب کے درمیان مرہٹون کے ایک لاکھ سوارون نے یکبارگی دھاوا کیا اور شور و غوغا کرتے ہوے فوج ہراول پر آپڑے۔ نشان کا ہاتھی انکٹ راو ساکن شولا پور کا طرفین کے غوغا اور بانون کے شور سے گھبرا کر میدان سے مع نشان بھاگا تلوارین اور بھالے اسکے چبھوئے مگر نہ رکا اسوجہ سے ہراول کی فوج بھی پسپا ہوئی ایک تیر کی مار تک یہ فوج بھاگی تھی کہ ایک سپاہی نے بآواز بلند مظفر الملک سے کہا کہ اتنے دنون مشیر الملک اور بندگان عالی کا نمک کھایا یہ کیا موقع بھاگنے کا تھا مظفر الملک یہ بات سنکر رک گیا اور اپنی فوج کو ایک جا کر کے مرہٹون کی جانب منھ کر کے مقابلہ کرنے لگا یہان تک کہ کچھ عرصے تک اسکے ہاتھی کے پاس تلوار چلتی رہی

بہت سے مرہٹے مارے گئے گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ اسد علی خان بہادر مظفر الملک و منصور الدولہ بہادر نے متواتر عرض کرایا تھا کہ عنقریب فتح دست بستہ حاضر ہوجاے گی اگر تھوڑی سی کمک ہم کو مل جاے نواب نے حکم دیا کہ فلان فلان مظفر الملک کی کمک کو مین لیکن ان لوگون نے یہان تک چشم پوشی کی کہ وہ زخمی ہوا اور منصور الدولہ میدان جنگ مین زخمی ہوکر گر گیا اور لال خان اور وزیر خان مارے گئے اور معاملہ بالعکس ہوگیا۔ تھوڑی سی فوج ہراول ٹھہر کر شام کے قریب لوٹ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد نواب کی رکاب کی فوج سے جا ملی بعض سوار اس فوج کے اپنی جمعیت سے جدا ہوکر بھیر مین جا گھسے جون ہی ازدحام اس فوج کا بھیر مین گھسا معاذ اللہ ایک شور بھیر سے اٹھا عبداللہ خان اور موسیو ریمون جو اپنی اپنی فوجون کے ساتھ نواب کے روبرو نالے کے کنارے پر کھڑے تھے ان کو مخالف کی فوج سمجھ کر بندوقین اور توپین مارنے لگے اس ہول و ہراس سے بھیر کے آدمی بہت گھبرا کر زیادہ شور کرنے لگے۔ نصف شب تک یہ شور بند نہ ہوا بلکہ ہر لحظہ مرہٹون کی فوج کے آنے کے خیال سے غل زیادہ ہوتا جاتا تھا قیامت کا سا ایک ہنگامہ تھا حالانکہ مرہٹون کی فوجین جہان کھڑی ہوئی تھین جنگل مین جا بجا مشعلین لکڑیون کے سرون پر نصب کیے ہوے آغاز شام سے اپنی فرودگاہ کو کہ وہان سے چھ کوس پر تھی چلی گئی تھین اور چونکہ مشعلین جنگل مین نمودار تھین نواب کی سپاہ انھین مرہٹون کی صفین تصور کر کے اسکے مقابل آپ بھی صف باندھے کھڑی تھی یہان تک کہ جب آدھی رات کے قریب چاند نکلا اور چیزین معلوم ہونے لگین تو معلوم ہوا کہ مرہٹے نہین تھے اگرچہ کسی فریق کو اب تک فتح نصیب نہ ہوئی تھی مگر نظام کے گھر کی عورتون نے واویلا مچا کر میدان جنگ سے رات کو انھین اپنے پاس بلالیا۔ اب نواب نے کہا کہ کہین پناہ کی جگہ قیام کرنا چاہیے بعض نے عرض کیا کہ یہان سے تین کوس پر کھرڈلہ[1] کا قلعہ ہے منیر الملک کو حکم ہوا کہ آگے سے قلعے مین جا کر اسکی دیوارون پر مشعلین اور مہتابین روشن کردے تاکہ اس علامت سے قلعہ نمودار رہے دو گھڑی کے بعد نواب خود سوار ہوکر اُدھر روانہ ہوے اب نواب کے لشکر کے لٹیرون نے غارتگری کا ہاتھ بھیر و بنگاہ پر دراز کر کے اسکو لوٹنا شروع کیا غرض کہ نواب صبح ہوتے ہوتے قلعہ کھرڈلہ مین داخل ہوگئے نواب کے بیٹے سکندر جاہ قبل سے اس قلعے مین باپ کے حکم سے موجود تھے اور برجون پر مہتابین منیر الملک نے آکر روشن کرادی تھین جو دور سے دکھلائی دیتی تھین نواب کا لشکر اسکے سراغ سے منزل مقصود تک پہنچا جب قلعے مین پہنچ گئے تو تمام آدمی فرط خوف و ہراس سے بدحواس تھے تمام چیزین فراموش کر کے فرداً فرداً مطلق العنان آوارہ فرودگاہ کی تلاش

[1] حدیقۃ العالم مین اسکی ہر جگہ کھرڑہ لکھا ہے ۱۲

مین سرگردان تھے کسی کو کسی سے کام نہ تھا سردار سپاہ
سے بیٹا باپ سے چھٹ کر ایک دوسرے کی
قلعہ تلے ٹھہرے اس عرصے مین پنڈارے قلعے
کی چونکہ لشکر مین ابتری تھی اور خوف و ہراس
پنڈارے کا ایک ایک سوار تھا۔
قریب مرہٹون کا بڑا لشکر قلعے سے ... سید میاں مونی کے ...
خیمہ زن ہوا اور مادھوراو پیشوا کے حکم کا منتظر تھا ناناپھڑنویس جو کارپرداز مادھو ... کا
کی تباہی سے اپنے افسرون کو منع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہماری دولت کا قیام دوست ...
کے قیام پر منحصر ہے الغرض پنڈارون اور مرہٹون کے سوارون نے نواب کے لشکر ...
پہنچکر خوب غارتگری کی تیسرے دن موسیو ریمون کی پلٹنین سیندھیا کے لشکر کے مقابل آگرا ...
تب تھوڑا سا امن نواب کی سپاہ کو ملا مگر مرہٹون نے غلے کی رسد سب طرف سے بند کی
اور نواب کا ایک آدمی بھی مرہٹون کے خوف سے نکل نہ سکتا تھا غلے اور چارے دانے کا ...
قحط پڑا کہ ایک روپیے کو دو سیر گیہون بلکہ دو سیر جو بھی نہین ملتے تھے اور موٹے چاول اور گیہون کا
آٹا فی روپیہ تین پاؤ ہو گیا چارہ اتنا مفقود تھا کہ گنون کی پرانی تپی جو ادھر چھپرون پر ڈالے ...
اٹھارہ بیس برس کی پرانی دھوین کی ماری ہوئی کا ایک گٹھر جو دو سیر سے زیادہ نہو تا تھا
دس روپے کو ملتا تھا گھوڑے اسے بھی رغبت سے کھا لیتے تھے اور ہاتھی املی کی سخت لکڑیان
اور موٹی موٹی شاخین جو اُنکے سامنے کاٹ کر ڈالدی جاتین نگل لیتے اس وجہ سے بہت سے
چوپایے تلف ہو گئے باقی ماندہ جان بلب تھے جو مرجاتا تھا کھینچکر پھینکدیتے تھے گرمی سخت
پڑ رہی تھی عفونت سے نازک مزاجون کا دم ناک مین تھا لشکر کے آدمی بسبب شدت گرمی کے
بخار اور دستون کے مرض مین گرفتار تھے اور بہت سے مرگئے تھے دفن کرنا مشکل ہو گیا زمین
مین یون ہی داب دیتے تھے اس سبب سے تمام لشکر ہراسان تھا کسی کو زیست کی امید نہ تھی
۲۲ دن اسی تکلیف سے بسر ہوے اس عرصے مین مشیر الملک کا ایک عہدہ دار عیسے میان نام
جو پانچ ہزار سوارون کا افسر تھا اور اسکو اپنے آدمیون کے ساتھ جاکر رسد لانے کا کام سپرد تھا
کئی بار لشکر مخالف مین جاکر رسد لایا جس قدر جسکے ہاتھ اس مین سے لگا اس نے رسد پائی۔
حدیقۃ العالم اور گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ گوبند کشن پنڈت پدھان کی طرف سے نواب کے
پاس بطور سفیر کے رہتا تھا اسنے یہ خیال کرکے کہ صلح مین دونون سرکارون کا نفع ہے نواب سے
وہ باتین کہین جو غلام سید خان اعظم الامرا کی طرف سے نواب کے مزاج کے منحرف ہونے کا

ت وقت پر لحاظ کرکے اسکی باتون کو قبول کرکے مرہٹون کے
جنبانی کے لیے بھیجا۔ گوبند کشن ۸ رمضان کو نواب صاحب کے

خورشید جاہی مین بیان کیا ہے کہ مرہٹون نے علاقہ جات بیڑ۔ واندور وبودن سرکار صوبہ بیدر اور تین کرور روپیہ نقد مانگا رشید الدین خانی مین بیان کیا ہے کہ پانچ چار دن سوال وجواب مین گذرے اور رنبھا دو تین بار مرہٹون کے پاس آیا گیا مرہٹے اپنی بات پر رہے آخرکار نواب صاحب اور انکے امرا نے تکلیف سے مجبور ہوکر غلام سید خان کو مشیر الملک کے پاس بھیجا اسنے جو شرائط پیش کین انکو منظور کرلیا۔ اور ۹ رمضان ۱۲۰۹ھ صلح نامہ لکھا گیا جسکی روسے مرہٹون کو ۳۵ لاکھ روپے کا ملک صوبہ اورنگ آباد سے اور محالات پایان گھاٹ اور بودن سرکار ناندیر صوبہ محمد آباد بیدر اور تین کرور روپیہ دینا پڑا۔ مگر رشید الدین خانی کے مولف کو تعجب ہے کہ اسنے خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے کا ملک مرہٹون کو دیا گیا تھا جسکی تفصیل مین یہ نام لکھے ہین۔ بیڑ۔ اندور۔ اور بودن سرکار ناندیر صوبہ بیدر اور گلزار آصفیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت آباد کا مشہور قلعہ بھی دینا پڑا یہ قلعہ ریاست حیدرآباد کے ہی ہاتھ مین تھا ۱۱۷۳ھ ہجری مین بالاجی نے نواب صلابت جنگ کو مغلوب کرکے ان سے لے لیا تھا اور ۱۱۸۹ھ ہجری مین سوائی مادھوراؤ نے نواب نظام علیخان کو رگناتھ راؤ کے مقابلے مین فوج کشی کی امداد کے معاوضے مین واپس کردیا تھا اور روپیہ اس طرح دیا گیا کہ ایک کرور روپیہ نقد ادا کیا اور باقی روپے کے واسطے پچیس لاکھ روپے سالانہ کی قسط ٹھہری اور اس کے واسطے نواب کو اپنے مدار المہام اعظم الامرا کو اول مین دینا پڑا گلزار آصفیہ مین مرقوم ہے کہ اعظم الامرا کے مخالفون نے یہ قرار دیا تھا کہ جب وہ نواب کے پاس کھڑلہ مین رخصت ہونے کو آئین تو راستے مین حرکات ناملائم کرکے قتل کر ڈالین مگر وہ بے کھٹکے پہر رات باقی رہے نواب کے پاس بشان وتجمل چلے گئے۔ اعظم الامرا کے ساتھ جبکہ وہ اول مین گئے تھے خدمتگار اور مصاحب سب سو کے قریب آدمی گئے انکی ہم صحبتی کے لیے محمد حافظ اور محمد اسماعیل اور لعل محمد خان اور لعل علی خان اور رحمان خان اور چاند خان تھے ان لوگون کو اس وقت تک کوئی خطاب حاصل نہ تھا۔ اعظم الامرا کا دل بہلانے اور بات چیت کرنے کے لیے ہمراہ کیے گئے تھے۔ جسوقت اعظم الامرا لشکر مرہٹہ کی طرف روانہ ہوے تو نواب رونے لگے اور انکی مفارقت کا نہایت رنج وغم کیا جیسا کہ گلزار آصفیہ مین ہے پس بعض مورخون کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ مرہٹون نے انھین اول مین مانگا تو نواب اس سے خوش ہوے کیونکہ انھین نے مشورہ دیکر نواب کو

اس جنگ مین مبتلا کیا تھا۔

اعظم الامرا پنڈت پدھان کے کیمپ کے قریب پہنچے تو نانا پھڑنویس نے پانچ ہزار سوار ساتھ لیکر پیشوائی کی اور اعظم الامرا سے معانقہ کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر ایک خیمے کے دروازے پر پہنچا اعظم الامرا نے دریافت کیا کہ یہ کس کا خیمہ ہے نانا صاحب نے جواب دیا کہ یہ خاص خیمہ راؤ صاحب سری ونت کا ہے اور آپ کو یہ مناسب ہے کہ اول ان سے مل کر پھر اپنے خیمے مین داخل ہون اعظم الامرا نے کہا کہ مجھے انکی ملاقات سے کچھ سروکار نہین تمھاری ملاقات ہی کافی ہے اس لیے کہ اگر وہ میری تواضع کرینگے تو خیر اور اگر نہ کی اور اس طرف سے بھی کوئی حرکت نامناسب ظہور مین آجاے گی تو طرفین کو ملال ہوگا پس مجھے اس سے معاف رکھیے۔ نانا صاحب نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہرین مین ابھی آتا ہون نانا پھڑنویس اندر گیا اور مادھو راؤ کو کچھ سمجھا کر واپس آیا اور کہا کہ اب آپ بے تکلف اندر چلین اعظم الامرا کے ہاتھ مین نانا صاحب کا ہاتھ تھا اس طرح دونون اندر گھسے جب لب فرش پر پہنچے اور دفعتًہ مادھو راؤ کی نظر سے نظر ملی اور اسکو سلام کیا تو اسنے زانوون تک تعظیم کی اعظم الامرا اسکے سیدھے ہاتھ پر جا بیٹھے اور باہم استفسار خیریت کرکے پاندان رخصت کا لیکر اٹھ کھڑے ہوے اور اپنے خیمے مین آگئے اور وہان سے کوچ بہ کوچ چل کر پونا مین داخل ہوے وہان ایک پرانے باغ مین ان کو مقیم کیا اور پلٹن کے ایک ہزار سپاہی اور ایک ہزار عرب لوگ انکے باغ کے آس پاس حفاظت کے لیے مقرر کردیے گئے۔

نواب مرہٹون سے پیچھا چھڑا کر ۱۲ رمضان سنہ۱۲۰۹ہجری کو کھرلہ سے روانہ ہوے میر عالم جو بعض کامون کی درستی کے لیے پونا کو گئے ہوے تھے ۱۴ رمضان سنہ مذکور کو واپس آگئے اور نواب کے لشکر مین شامل ہوگئے راجہ شام راج اور رگھوتم بھی اسی دن نواب کے لشکر مین پہنچ گئے ۱۵ رمضان کو نواب صاحب نے سرداران فوج کو حکم دیا کہ نئے بھرتی کیے ہوے آدمی موقوف کردیے جائین نواب صاحب کوچ و مقام کرتے ہوے گولکنڈے کے متصل پہنچے انکے بڑے بیٹے میر احمد علی خان بہادر اپنی جمعیت کے ساتھ برا جلاے سلام کے لیے کھڑے تھے جب نواب کی سواری بہت قریب پہنچی تو بیٹے نے باپ کی ملازمت حاصل کی روز جمعرات ۱۷ شوال سنہ۱۲۰۹ہجری کو نواب صاحب اور انکے بیٹے مع الخیر بلدۂ حیدرآباد مین داخل ہوے۔ ۳ ذیقعدہ روز دوشنبہ سنہ مذکور کو گوبند کشن جسکو دوبارہ کھرلہ سے نواب نے صلح نامہ دیکر پونا کو بھیجا تھا حیدرآباد آکر نواب سے ملا۔ مشیر الملک کی غیر حاضری مین امجد الملک تمام کام کرنے لگا اور راجہ شام راج سے نواب نے اپنی پیش دستی مین کام لینا شروع کیا لیکن بقول میر عالم حقیقت مین شام راج ہی تمام ملکی ومالی کام غلام سید خان کی نیابت مین

کرتا تھا امجد الملک نواب کا محل اعتماد تھا اسکے مردان ہمراہی نشست خلوت خاص اور دیوان خانہ بار عام مین رہا کرتے تھے اور موسیو ریمون کو حکم ہوا کہ اپنی سپاہ کے ساتھ شمس الامرا بہادر اور امجد الملک بہادر کے ساتھ رہا کرے۔

انگریزی پلٹنون کی برطرفی اور فرانسیسی اثر کا دوبارہ عروج

جس وقت دولت راو سیندھیا نے نواب نظام علی خان کو مغلوب و تباہ کیا تھا تو اسوقت انگریزون نے انکی کچھ مدد نہ کی باوجودیکہ انھون نے اس جنگ پر جاتے وقت برطانوی رزیڈنٹ سے خواہش کی تھی کہ امدادی فوج کو میدان جنگ مین بھیجا جاے رزیڈنٹ نے اس سے انکار کر دیا اس لیے کہ مرہٹون اور نظام اور انگریزون مین یہ بات ٹھہری تھی کہ تینون رفیقون مین سے کوئی کسی رفیق کے دشمن کی مدد نہ کرے تو جب دو رفیقون مین آپس مین دشمنی ہوئی تو انگریز کسی کی طرفداری نہین کر سکتے تھے مگر نظام انگریزون کی اس حرکت سے بہت آزردہ خاطر ہوے کہ دو پلٹنین انگریزی جو انکی سرکار سے تنخواہ پاتی تھین میدان جنگ مین مرہٹون سے لڑنے کے لیے منع کی گئین انھون نے سوچا کہ جب یہ سپاہ جسکے لیے یہ زر کثیر صرف کیا جاتا ہے مرہٹون سے لڑنے کے کام کی نہین تو اس سے کیا فائدہ ہے بلکہ نقصان ہے اس لیے انھون نے حیدرآباد مین پہنچکر تھوڑے دنون کے بعد دونون پلٹنون کو اپنی خدمت سے جدا کر دیا اور وہ سرکار کمپنی کے ملک مین چلی گئین حدیقۃ العالم مین اس کام کو شامراج راے رایان کی تجویز قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اسنے رگھو راو کے سمجھانے سے سرکاری کفایت پیش نظر رکھکر نواب کو سپاہ کی تخفیف کی طرف مائل کر دیا اور میر عالم کو پیغام بھیجا کہ انگریزی سپاہ کو علیحدہ کر دین جو میر عالم کی کوشش سے نواب کے پاس مقرر ہوئی تھی میر عالم نے اسکو مصلحت کے خلاف جانکر نواب سے عرض کیا کہ کس کوشش سے تو یہ صورت پیدا کی گئی تھی جسکی وجہ سے انگریزون کے ساتھ حضور کی دوستی مستحکم ہو گئی تھی اور اس سے ریاست کی صولت و سطوت مخالفون کے قلوب پر بیٹھ گئی تھی مبادا انگریزی سپاہ علیحدہ کرنے سے بدخواہون کے دلون سے رعب اٹھ جاے اور کچھ کا کچھ ہو جاے کہ جسکا تدارک مشکل ہو لیکن نواب نے انکی بات نہ مانی کیونکہ خود انکے نزدیک یہ سپاہ بے کار ثابت ہوئی تھی

کبھی ایسا نہین ہوا تھا کہ فرانسیسی افسر نظام کے خدمت گذار نہ رہے ہون ٹیپو کی جنگ مین بھی انکے پاس دو پلٹنین قواعددان تھین جنکے افسر فرانسیسی تھے اور انکا سپہ سالار موسیو ریمنڈ عرف موسیو ریمون تھا وہ اپنی نوعمری سے سپہ سالاری کا کام کیا کرتا تھا پہلے اسکے پاس تین سو آدمی تھے جنکے ہتیار اسنے اپنے ایک ہموطن سے کراے پر لیے تھے

مگر پھر وہ نظام کے یہان روز بروز بڑھتا گیا اور بڑا سپہ سالار ان کے یہان ہوگیا اور نواب نے اسکو **اثردرالدولہ** خطاب دیا گو وہ فن سپہ گری سے خوب باہر نہ تھا مگر جوڑ توڑ لگانے است خوب آتے تھے نظام نے اسے اتنی ترقی دی کہ اسکی سپاہ ۱۵ ہزار کی تعداد کو پہنچ گئی جن کی تنخواہ اور خرچ کے واسطے نظام نے ملک کا ایک حصہ محفوظ کر دیا اور سرکار کمپنی کی سرحد پر کڑپاہ اور کھمم مین سپاہ لیکر مقیم ہوا غرض انھون نے انگریزون کے جلانے کے لیے فرانسیسون پر مہربانیان کرنی شروع کین رزیڈنٹ نے جب یہ حال دیکھا تو اسنے نواب سے کہا کہ اس سپاہ کو واپس بلا لو نہین تو انگریزی لشکر تمھارے سر پہنچا جائے گا اب انگریزون کو اور زیادہ خوف اس سے پیدا ہوا کہ انکے پاس جو فرانسیسی افسر قید تھے انھون نے بھاگ کر موسیو ریمون سے ملنے کا قصد کیا نواب کو انگریزون سے بالکل مایوسی ہوگئی تھی کہ وہ مرہٹون کی مخالفت مین انکی امداد نہ کرینگے اس سے وہ فرانسیسون سے اپنا زیادہ توسل ڈھونڈھتے تھے اور سارے نشان اور علم فرانسیسی انکی سپاہ مین قائم ہونے لگے سرکار کمپنی کی سرحد پر یہ سپاہ مقیم تھی اسکے افسرون نے مدراس کی انگریزی پلٹن کو بھکا کر باغی بنا دیا انگریزی گورنمنٹ کو فرانسیسون کی یہ ترقی نظام کے یہان ناگوار خاطر تھی نظام نے پھر انگریزون سے کہا کہ مین ابھی اس سپاہ کو موقوف کیے دیتا ہون اگر انگریز یہ حامی بھر لین کہ وہ اتنی سپاہ کا انصرام کر دین کہ انکی ریاست کی حمایت وحراست کے واسطے کافی ہو بعض دل چلے انگریز اس لیے مستعد کیے گئے کہ وہ نظام کی خدمت گذاری سے اعزاز و اعتبار پیدا کرین مگر فرانسیسون نے انکی دال نہ گلنے دی اور اس تدبیر خام سے کوئی کام نہ نکلا نظام کو ان واقعات سے کچھ فائدہ ہوا ہو مگر انگریزی گورنمنٹ کو اس سے نقصان نہین پہنچا۔

نواب کے بڑے بیٹے کی بغاوت

نواب نظام علی خان کا بڑا بیٹا میر احمد علی خان عالی جاہ باغی ہوگیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ عالی جاہ کو ریاست کی ازحد تمنا تھی اسی آرزو مین دن رات بے چین رہتا تھا چالیس برس سے عمر متجاوز ہوگئی تھی اور خود مختاری کے موقع کا متلاشی تھا جب اسکو اپنے باپ کے موضع کھڑلہ مین شکست یاب ہونے کی خبر پہنچی تو بعض کوتہ اندیشون نے اسکو بھکایا کہ یہ بہت اچھا موقع خودسری کے اعلان کا ہے جن لوگون نے اسکو اغوا کیا انکے نام یہ ہین بدیع اللہ خان ناظم حیدرآباد کہ وہ نواب صاحب سے مصاہرت کا رشتہ رکھتا تھا اور سداشیو ریڈی زمیندار اور غالب جنگ پسر سیف جنگ کہ یہ دونون ان دنون خانہ نشین تھے انکے سوا اور بھی

دوسرے شہرت پسند امرا شامل مشورہ تھے اور عالی جاہ نے بغاوت وخروج کا ارادہ کیا
یہ خبرین نظام علی خان تک پہنچین۔ جب نواب مرہٹون کے پنجون سے رہا ہوے اور ان
بغاوت شعارون کو بھی معلوم ہو گیا کہ انھین ہمارے ارادے کا علم ہو گیا ہے تو بہت اندیشہ مند
ہوے لیکن اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے اور وقت کا انتظار کر رہے تھے اور ایک محضر تیار کرا کے
ارکین کی مہرین کرائی تھین مگر شمس الامرا امجد فخر الدین خان اور امجد الملک اور سرداران پایگاہ
نے مہرین نہ کی تھین اس لیے نواب کی خلوت۔ چوکی خانون اور دروازون پر شمس الامرا کے
سپاہیون کا بندوبست تھا اور جو دوسرے لوگ سلام کو آتے انکے ہتیار پہرون مین رکھوا لیے
جاتے۔ ماہ شوال ۱۲۰۹ھ ہجری مطابق ۲۵ جون ۱۷۹۵ء کو سداشیو ریڈی جمعیت کثیر کے
ساتھ آکر قریب درگاہ حسین شاہ ولی کے اترا اور مخفی طور پر سپاہ کی بھرتی شروع کی اور بعض اہالیان
حیدرآباد سے وعدہ وعید پر موافقت کر کے ۹ ماہ ذیحجہ ۱۲۰۹ھ ہجری کو آدھی رات کے وقت
شہر مین داخل ہو گیا کیونکہ ناظم سے سازش تھی جس نے شہر کا دروازہ کھلا رکھا تھا اور عالی جاہ
کے مکان پر جا کر اسکو گھوڑے پر بٹھا کر لے آیا اور دوسرے امرا کو جو شریک مشورہ تھے آگاہ کیا
سب جمع ہو کر چوک مین آکر کھڑے ہوے اور یہ ارادہ کیا کہ سیڑھیان لگا کر حرم سرا نظام
مین کود دین اور نواب نظام علی خان کو قید کر کے عالی جاہ کو مسند ریاست پر بٹھا دین عالی جاہ
نے نہ مانا اور کہا میرے باپ کی ناموس کی سبکی ہے وہ ترغیب وتحریص دیتے تھے اس بحث مین
نواب صاحب کو خبر ہو گئی اور وہ بنگلے مین آ گئے اور اپنے امرا کو بلایا امجد الملک چند رفیقون
کے ساتھ حاضر ہوا۔ سداشیو ریڈی کو معلوم ہوا کہ نواب نظام علی خان اس امر سے واقف ہو گئے
ہین اور صبح کا وقت قریب آگیا تھا اس لیے عالی جاہ کو ساتھ لیکر تمام جمعیت کے ساتھ شہر سے
نکلکر سرکار میدک کی طرف روانہ ہوا صبح کو عید تھی لوگ خوف وہراس سے عیدگاہ تک نہ گئے
مکہ مسجد ہی مین خطبہ پڑھا گیا نواب نے عبداللہ خان حبشی کو فوج دیکر قلعہ بیدر کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ
کوہیر کی راہ سے اس طرف روانہ ہوے اور سب غافل قطار باندھے ہوے جا رہے تھے کہ سداشیو ریڈی
موضع کشنا کر پور پرگنہ حسن آباد گلبرگہ مین حملہ آور ہوا اور سیدی عبداللہ خان کی سپاہ کو حرب وضرب سے
مقتول ومجروح کر کے خزانہ لوٹ لیا اور ہمراہیون کا بھی بہت سامال واسباب لوٹ لیا اور سیدی
کے اہل وعیال کو قید کر لیا اور قلعہ بیدر کی راہ لی عالی جاہ کی سواری پیچھے چلی آ رہی تھی نواب نے بیٹے کو
راہ راست پر لانے کے لیے کئی خط لکھے مگر وہ نہ مانا غرضکہ یہ لوگ قلعہ بیدر کے قریب پہنچے وہان کا
قلعدار ذاکر الدین خان نام نور محمد خان کا نائب کوتاہ اندیش تھا وعدہ ووعید فتح کی تمنا پر اُسنے قلعے
کے دروازے کھولدیے عالی جاہ قلعے مین داخل ہوا اور ذاکر الدین خان پر مہربانی کر کے اُسکو فیل خاصہ

خواصی مین جگہ دی سواری بیدر مین داخل ہوئی چند روز یہان رہ کر فوج کی بھرتی شروع کی
مبش قرار دہ ماہے کی وجہ سے بہت سی جمعیت فراہم ہوگئی نواب صاحب نے حیدر آباد مین
اور محمد [illegible] خان کو قلعہ حوالے کرنے کے جرم مین قید کر دیا اور امجد الملک اور اسکے ہمراہیون
کو [illegible] خلوت کی محافظت سپرد کی۔ اس سال ماہ محرم سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین بلدۂ حیدر آباد سے
علم شہر سے باہر شست وشو کے لیے نہ نکلے تعزیے منیر الملک کے چھتے کے باغ مین دفن
ہوئے اور بیدر کے قلعے مین عالی جاہ کے لشکر مین عشرۂ محرم کمال فراغت کے ساتھ انجام پایا
بچیسوین محرم کو خبر آئی کہ سداشیو ریڈی موضع [illegible] وچرو پر چڑھ آیا ہے اور غارت کر رہا ہے شہر کے
لوگون نے شور وغوغا مچایا اس [illegible] امجد الملک کو نواب نے بلا کر سہ پہر سے تمام رات ہوشیاری
خبرداری سے گذاری پھر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے لیکن خوف دہراس ایسا غالب ہوا تھا کہ محل کی
بیگمات مثل بخشی بیگم صاحبہ اور مردمان درباری خصوصاً امتیاز الدولہ خلف میر کلان خان شہزادہ
نواب نظام علی خان جو ان دنون دم ساز ومصاحب تھا ان سب نے نواب کو صلاح دی کہ عالیجاہ
صاحب عقل وفراست ہے چونکہ وہ عزم تسخیر مرہٹہ کا رکھتا ہے بالفعل حضور اسکو دلاسا دین اور تھوڑا
ملک اطراف ممالک [illegible] سے مرحمت کرکے اپنا قوت بازو جانین تاکہ عزم ورزم مین شریک وسہیم رہے
کہ اس سے دوست خوش ہون گے اور دشمنون پر رعب پڑے گا نواب نے اس صلاح کو پسند کرکے
نرمل اور برار کا ملک عالی جاہ کو جاگیر مین دینا تجویز کیا قریب تھا کہ سند روانہ ہو اس ضمن مین میر عالم
نے خفیہ عرضی لکھی کہ عالی جاہ کو جاگیر دینا ریاست مین خلل آجانے کا موجب ہے رفتہ رفتہ
قوت حاصل ہوجائے گی تمام آدمی اسکی طرف رجوع کرین گے حضور کے ہاتھ سے حکومت
جاتی رہے گی بالفعل بہتر صلاح یہ ہے کہ فوج انگریزی جو سفر کھڑلہ مین ہمرکاب تھی اور رخصت ہوکر
چینا پٹن کو گئی ہے ابھی راہ مین ہے اور واڑاپلی کی پہاڑی تک پہنچی ہے اسکو طلب کرنے کے
لیے ایک حکم بھیجدیا جائے نواب نے عرضی ملاحظہ کرکے سند کا بھیجنا ملتوی رکھا چونکہ سپاہ مذکور
کے وہان سے واپس آنے مین دیر لگتی خود میر عالم اور موسیو ریمون اور سردار الملک گھونسے میان
اور محمد عظیم خان کو سپاہ کے ساتھ عالی جاہ کے مقابلے کو روانہ کیا اندول اور جوگی پیٹ پر ماہ صفر سنہ ۱۲۱۰ہ
مین سداشیو ریڈی سے جنگ کرکے وہان اپنا تھانہ قائم کیا۔ ان دنون بندہ علی خان پسر محمد عظیم خان
ہمنا باد مین تھا۔ اور اسکے ساتھ علاوہ اسکی ہمراہی فوج کے پانچ ہزار سوار شمس الامرا کی جاگیر کے
بھی تھے یہ سوار بوجہ مسدود ہونے راہ حیدر آباد کے اسکی پناہ مین تھے جس وقت سداشیو ریڈی
کی فوج موضع دلانڈی پرگنہ بھالکی مین آکر لوٹ مار مین مصروف ہوئی تو بندہ علی خان نے
اس کا مقابلہ کرکے شکست فاش دی اور اسکو بھگا کر باپ کے پاس آکر شامل سپاہ میر عالم ہوگیا

اس عرصے مین میر عالم کے ساتھ چالیس ہزار سوار و پیادے جمع ہوگئے تھے۔ ایک دن عالی جاہ ناآزمودہ کاری کی وجہ سے میدان جنگ کے ملاحظے کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر چند آدمیون کے ساتھ جنگل مین پھرنے لگا کہ یہ خبر میر عالم کے لشکر مین جا پہنچی ادھر سے سپاہی مقابلے کو نکلے اور قصبہ چند کے میدان مین جنگ شروع ہوگئی موسیو ریمون کی پلٹنون مین سے توپ کا ایک گولہ عالی جاہ کی سواری کے ہاتھی کے لگا وہ زخمی ہوا کچھ روہیلے ساتھ تھے وہ مردانگی دکھا کر مارے گئے کچھ سوار بھی لڑے چونکہ عالی جاہ جریدہ تھا اس لیے اسنے اس روز لڑنا مناسب نہ جانا اور جنگ کرتا ہوا قلعے کی طرف لوٹا موسیو ریمون نے دلیر ہو کر تعاقب کیا قلعہ نزدیک تھا عالی جاہ جلد فتح دروازہ مین داخل ہوگیا موسیو ریمون لوٹ کر اپنی سپاہ مین آگیا آج کے دن سداشیو ڈی ہمرکاب نہ تھا قلعے کے اندر کی سپاہ نے تنخواہ کے لیے اسپر دھرنا دیا تھا ان مین زیادہ تر مہدویہ فرقے کے آدمی تھے انھون نے سداشیو رڈی کو بٹھا رکھا تھا اُٹھنے نہین دیتے تھے۔ عالی جاہ نے ہراسان ہو کر اورنگ آباد کا قصد کیا اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہان پہنچکر مرہٹون سے ملکران سے امداد حاصل کر کے اپنے باپ کو مغلوب کرے اس لیے قلعے کا دہلی دروازہ توڑ کر نکل گیا جب یہ خبر میر عالم کی سپاہ مین پہنچی تو وہ قلعے کے قفل اور زنجیرین توڑ کر اندر داخل ہوگئی جو لوگ عالی جاہ کی سپاہ کے اپنے آقا کے نکل جانے سے غافل تھے ان کا مال و اسباب لٹ گیا نواب نظام علیخان یہ خبر سنکر خوش ہوے اور تعاقب کا حکم بھیجا۔ سداشیو رڈی اگرچہ بھاگنے والون مین شامل ہوگیا تھا مگر نواب کی سپاہ سائے کی طرح اُنکے تعاقب مین چلی آتی تھی اس لیے سداشیو رڈی نے آثار ہزیمت دیکھ کر عالی جاہ سے انحراف کیا اور میران یار جنگ عرف عیسے میان جو مہدویہ کا سردار اور نواب کی سپاہ کا معتمد افسر تھا اس سے سید محمد جونپوری کی قسم لیکر نواب کی سپاہ مین چلا آیا۔ عالی جاہ کے پاس ستر ہزار کے قریب آدمی جمع ہوگئے تھے مگر انکو تلوار بھی میان سے نکالنے کا موقع نہ ملا کہ سب منتشر ہوگئے غالب جنگ ایک طرف اور بدیع اللہ خان ایک طرف بھاگ گیا جب عالی جاہ اورنگ آباد مین داخل ہوگیا تو یہان باقی ماندہ سپاہ نے بھی رفاقت چھوڑ دی ہر ایک نے پہلوتہی کی اور لڑائی سے طرح دے گئے پس عالی جاہ مع چند رفقا کے عفو تقصیر کا خواستگار ہوا اور موسیو ریمون کی ذمہ داری سے میر عالم کے لشکر مین چلا آیا اور اسکے ساتھ حیدر آباد کی طرف چلا چند منزلین طے کی تھین کہ نواب صاحب کا حکم آیا کہ قیدیون کو گھٹاٹوپ یعنی پردہ پوش عماریون مین لاوین دو منزلین اس طرح طے ہوئی تھین کہ صاحبزادے کی طبیعت علیل ہوگئی بخار آگیا ایک دن مقام ہوا اسی رات داعی اجل کو لبیک کہا ارکان دولت تابوت لیکر حیدر آباد کو روانہ ہوے نواب نظام علی خان کو سنکر بیحد رنج و غم ہوا خواب و خور

قتل ہوگیا ہمیشہ مغموم و محزون رہنے لگے جب جنازہ حیدرآباد مین پہنچا تو نواب کے حکم سے شاہ ہم کی درگاہ مین دفن کیا اسکے بعد سداشیو رڈی کے ہاتھ رومال سے باندھکر میان عیسے اپنے ساتھ نواب کے سامنے لے گیا اسکو دیکھکر نواب کے منہ سے نکلا ؎

کشتنی سوختنی لائق گردن زدنی

نواب کے حکم سے رومال اسکے ہاتھون سے کھولدیا گیا اور انھون نے میان عیسے کو کہا کہ اسکو اپنے مکان مین حفاظت سے رکھے بعد اسکے ایک روز دربار عام کا حکم دیا جب تمام ارکان دولت حاضر ہوگئے تو سواران ہمراہی امجد الملک کو حکم ہوا کہ تیار رہین سداشیو رڈی عیسے میان کے ساتھ تھا جب دردولت پر آے عیسے میان تو دربار مین چلا گیا اور سوارون نے سداشیو رڈی کو دلدار خان مہدوی کے دروازے پر روک لیا اور اس کے ہتیار لیکر پردہ پوش پالکی مین بٹھاکر قلعہ گولکنڈہ مین بھجوا دیا چند روز کے بعد اپنی موت سے مرگیا یا مروا ڈالا گیا اسکی لاش خندق مین پھینکدی اور زمینداری ضبط ریاست ہوئی۔ کہتے ہین کہ یہ شخص سپہ پرور فیض گستر تھا۔

نواب نظام علی خان کی عیش و عشرت پرستی و علالت

بڑے بیٹے کی موت وغیرہ کے بعد نواب کا مزاج مرکز اعتدال سے منحرف رہتا تھا ارکان دولت اور بیگیات محل کے کہنے سے طبیعت کی درستی کے لیے عیش و عشرت کی طرف مائل ہوے دربار مین ہمیشہ ناچ و رنگ رہنے لگا۔ خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ اکثر آدمیون نے اپنی لڑکیان ہزارون زیب و زینت کے ساتھ آراستہ کرکے نواب کو پیش کین ان مین سے بعض ہی کو نواب سے ہم بستری کا شرف حاصل ہوا۔ نواب کے عہد مین چندا بائی نام ایک کسبی تھی نہایت حسین و شکیل ماہ لقا بائی اس کا خطاب تھا اختر تابان سے معلوم ہوتا ہے کہ چندا اس کا نام اور مہ لقا تخلص تھا بعض نے چندا تخلص بتایا ہے گانے بجانے کے فن مین بڑی ماہر اور علم موسیقی کی بارکیون سے واقف تھی طبع رسا رکھتی تھی اردو مین شعر کہتی تھی شیر محمد خان متخلص بہ ایمان سے اصلاح لیتی تھی اردو مین صاحب دیوان تھی اور اس فن مین ہندوستان مین سب سے پہلی یہ صاحب دیوان عورت ہے یہ شعر اسی کا ہے ؎

اخلاق سے تو اپنے وقف جہان ہے گا
پر آپ کو غلط کچھ اب تک گمان ہے گا

اسکو نواب کی خواصون مین داخل ہونے کی بڑی آرزو تھی مگر نواب نے کبھی اسپر دست مواصلت دراز نہ کیا مگر اسکے قدردان تھے اور بہت مہربانی رکھتے تھے اور اس سے خوب

باتین کرتے تھے دربار مین اس کا رقص ملاحظہ کرتے تھے اور آج کل چند اسے بھی خوب صحبت رہنے لگی اور جو زنانہ پلٹن قحط سالی مین بھرتی کی تھی اسکو سامنے بلا کر قواعد ملاحظہ کرتے ان کی بندوق زنی اور نشانہ بازی دیکھتے اس طرح دن کو عید کی سی خوشی اور رات کو شب برات کی سی دل لگی رہتی تھی مگر اندرونی طور پر لڑکے کے واقعات اور بیٹے کے غم سے گھلے جاتے تھے شعبان سنہ ۱۲۱۸ ہجری مین شب برات کی رات کو آتشبازی کا تماشا خوب دیکھا نواب چھپت پر تھے تلے رنگ برنگ اور قسم قسم کی آتشبازی چھوٹتی تھی آدھی رات تک اس تماشے مین مصروف رہے جب نیچے آئے بعد زفاف[۱] (مجامعت) پسینے کی حالت مین دہی نوش کیا اور گرمی کے اندیشے سے زیر آسمان استراحت کی عمر کہولت کو پہنچی ہوئی تھی مزاج پر سردی و برودت کا غلبہ تھا سیدھی طرف فالج گرا ایک پانون اور ایک ہاتھ کام سے جاتا رہا صبح کو اطبا نے علاج شروع کیا نواب صاحب پرہیز نہ کرتے تھے مزاج صحت پذیر نہوا اسی طور پر رہا اور انجام کار اسی مرض مین انتقال ہوا مرض کی حالت مین کاغذ پر دستخط نہ ہو سکتے تھے تو دستخطون کی مہر کھدوالی تھی جسے فرامین پر لگا دیا کرتے تھے اور شکار کے لیے لالہ گوڑہ مین کہ ایک موضع ہے بلدے سے شمال کی طرف مہینون جا کر رہتے تھے۔

مشیر الملک عظم الامرا کا پونا کی ریاست کے امرا مین اختلاف پیدا کر کے رہائی حاصل کرنا

گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ تین سال تک عظم الامرا پونا مین ایک پرانے باغ مین پڑے رہے اور کسی نے انکی رہائی کی طرف توجہ نہ کی نہ کبھی نانا صاحب ان سے آکر ملا اب خدا کو منظور ہوا کہ یہ رہا ہو جائین تو اسکی صورت یون نکلی کہ سری ونت مادھوراؤ بالاے بام سے تلے ایک حوض کے فوارے پر گر گیا اس کا گلدستہ مادھوراو کے پہلو مین گھس گیا اور نوک جگر پر جا کر ٹھہری اٹھا کر اندر لے گئے اور وہ مرگیا نانا پھڑنویس نے بہت کچھ رنج والم کیا اور دو روز تک اسکے مرنے کی خبر پبلک مین نہونے دی جو کچھ اسکی مرضی تھی انتظام کر کے رات مین ایسے وقت پر جلا دیا کہ کسی کو خبر تک نہوئی اور اب دوسرے شخص کو پیشوا بنانے کی فکر مین مبتلا ہوا

[۱] دیکھو خورشید جاہی صفحہ ۹۴۳ زفاف بکسر اول مکلاوا۔ گونا۔ دلھن کی اپنے دولھا کے گھر روانگی (۲) مجامعت۔ ہم بستری سہاگ کی رات۔ تخت کی رات ایسے موقع پر شب زفاف زیادہ بولتے ہین شرع مین مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین بعد نکاح کے ۱۲ منقول از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

حقیقت حال یہ ہے کہ باجے راو اور جمنا آپا ایک مان سے حقیقی بھائی تھے اور امرت راو دوسری مان سے تھا اور یہ تینون رگناتھ راو عرف راگھو کے بیٹے تھے کہ نانا پھڑنویس نے ان تینون کو قلعہ پونا دھر مین قید رکھا تھا اور مادھو راو متوفی ایک ساری کے پیٹ سے تھا جو کہ راگھو کا بھتیجا نرائن راو پونا کا رئیس تھا اور اسکے کوئی اولاد نہ تھی اسکے مارے جانے کے وقت اسکی عورت حاملہ تھی جو لڑکی جنی کارپردازان ریاست نے اسکو ایک سناری کے گھر مین بھیدیا کہ وہ بھی اسی وقت لڑکا جنی تھی اور اسکے لڑکے کو نرائن راو کی عورت کے پاس رکھکر اس کا بیٹا مشہور کردیا اور نرائن راو کی جگہ مسند نشین بنا دیا یہی سری ونت مادھو راو ہے ایک دن باجے راو نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ لکھکر مادھو راو سری ونت کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم اور آپ بھائی ہین اور ہم تمہاری دولت کے دشمن نہین بلکہ ہم چاہتے ہین کہ تمہارے ساتھ رہکر سیر کرین تمہاری مجلس مین جشن دیکھا کرین اور دسہرہ کی سواری کے موقع پر تمہاری سواری کے ساتھ رہین اور اپنے دل کو تفریح پہنچاتے رہین نہ کہ ہم کو یہ بھی خبر نہین کہ دانہ زمین مین کس طرح بوتے ہین اور کیسے کاٹتے ہین اگر واقع مین ہمکو آپ دشمن جانتے ہین تو قتل کرا دیجیے ورنہ ایسا انتظام کیجیے کہ ہم اور آپ ایک جگہ بسر کرین اور وہ رقعہ بلونت راو کے ہاتھ جو ان کا رازدار تھا مادھو راو کو پہنچا دیا مادھو راو نے اپنے ہاتھ سے جواب لکھا کہ جس طرح تم چاہتے ہو عنقریب ویسا ہی کرکے تم کو بلا لیا جائے گا جب یہ جواب باجے راو کو پہنچا تو وہ بڑا خوش ہوا اور ہر وقت قلمدان سے نکالکر پڑھا کرتا تھا خدمتگار جو نانا صاحب کی طرف سے متعین تھے اور ان کو ہدایت تھی کہ ہر قسم کی خبر پہنچاتے رہین انہون نے رقعہ دیکھکر اسکو اطلاع کردی کہ ایسا رقعہ باجے راو کے ہاتھ آیا ہے جسے ہر وقت دیکھکر خوش ہوتا رہتا ہے نانا صاحب نے انسے کہا کہ کسی ترکیب سے وہ رقعہ اڑا لاؤ ایک دن خدمتگار نے وہ رقعہ اڑا کر دست بدست نانا صاحب کے پاس پہنچا دیا وہ دوسرے روز رقعہ جیب مین رکھکر مادھو راو کے پاس پہنچا معاملات کا حال بیان کرکے عرض کیا کہ مہاراج آپنے باجے راو کو کچھ لکھا تھا آخر وہ کس معاملے مین لکھا ہے فدوی کو بھی خبر کیجیے مادھو راو نے کہا کہ مجھے اور باجے راو سے کیا تعلق کہ رقعہ بازی کرتا اسنے پھر عرض کیا کہ ضرور لکھا ہے کہئین وہ ملاحظے مین پیش کرتا ہون اسوقت معلوم ہوجائے گا کہ میرا معروضہ صحیح ہے مادھو راو نے کہا کہ دیکھون بیشک اسوقت تمہارا قول صحیح ہوگا نانا صاحب نے وہ رقعہ اسکے ہاتھ مین دیدیا اور عرض کیا مجکو رگناتھ راو کی اولاد سے کچھ عداوت نہین ہے وہ اس دولت کے مالک ہین معاملہ آپ کا جس صورت سے ہوا وہ آپ پر روشن ہے اور وہ بھی خوب جانتے ہین معہذا رگناتھ راو نے انگریزون کو بندر بمبئی کے ملک سے چوتھ لینے کے لیے ایک دستاویز لکھدی ہے جو انکے پاس موجود ہے جب

کوئی اسکی اولاد مین سے مسند ریاست پر بیٹھے گا یا ذلیل کار ہوگا لامحالہ انگریز بھی مداخلت کرینگے اس لیے یہ مجھے منظور نہین کہ انکے ساتھ سلسلہ اتحاد پیدا ہوکر وہ ذلیل کار ہون اور اس طرح انگریزون کو ریاست کے کلی وجزئی معاملات مین مداخلت کا موقع ہاتھ آئے اور آگے آپ کو اختیار ہے اور اسی وقت نانا صاحب نے چوبدار کو حکم دیا کہ دو ہزار سواران چوکی کو جو حاضر ہین حکم پہنچا دین کہ وہ بلونت راو کو گرفتار کرکے قلعہ جنیر مین پہنچا دین مادھوراو نے کہا کہ یہ رقعہ جعلی ہے میرے حروف سے ایسا ملا دیا ہے کہ ذرا فرق نہین معلوم ہوتا مین نے اسکو ہرگز ایسا نہین لکھا اور اگر کچھ قصور ہے تو میرا ہے مجھے قید کر دیجیے بلونت راو کا کیا قصور ہے جو اُسے قید کرتے ہو اس عرصے مین دسہرہ کا تیوہار آگیا اور مادھوراو ہاتھی پر سوار ہوکر نکلا کئی بار اُسنے چاہا کہ ہاتھی پر سے اپنے کو گراکر خودکشی کرلے مگر اسکی خواصی مین بلونت راو آ بیٹھا تھا جسنے دامن پکڑ پکڑ لیا جب یہ خبر نانا صاحب کو پہنچی تو اُسنے بیس خدمتگار مادھوراو کے پاس اپنی طرف سے متعین کر دئیے کہ اسکو خودکشی نہ کرنے دین۔ ایک روز پتنگ اڑا رہا تھا کہ دفعتہ اُچھکر لب بام آیا اور گر گیا خدمتگار نے دھوتی پکڑی جس کا کونا اسکے ہاتھ مین رہگیا۔ یہ حکایات حیدرآبادکی اردو کی تاریخ مین موجود ہے چنانچہ خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ اسوقت مادھوراو خرد سال تھا اور لہو ولعب پتنگ بازی مین مصروف رہتا تھا۔ مگر مجھے اس پر یہ اعتراض ہے کہ نرائن راو کا بیٹا مادھوراو ۱۸۸ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا اور مشیرالملک اعظم الامرا ۱۲۰۹ھ ہجری مین رہا ہوے تو ایسے وقت مین وہ خرد سال نہین ہو سکتا۔

بہرصورت جب مادھوراو کے مرنے کی خبر مشتہر ہوئی تو اعظم الامرا نے دولت راو سیندھیا کے نام جو پونا سے تین کوس پر مقیم تھا ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ بالفعل ایسا حادثہ واقع ہوا ہے اور نانا پھڑنویس کا یہ ارادہ ہے کہ امرت راو کو گادی پر بٹھا دے اور اسکی حالت طفلی کی وجہ سے تمام امور کا خود مالک بنا رہے تم طاقتور ہو ایسا ہرگز نہ کرنے دو باجے راو جو سن تمیز کو پہنچ گیا ہے اسکو مسندنشین کرنا چاہیے اس مین بہت سی مصلحتین موجود ہین اور یہ خط لعل علی خان کو دیا کہ پانون کی جوتی مین رکھکر پہنچا دے دولت راو کو یہ بات پسند آئی۔ لعل علی خان کو جواب تحریری دیکر رخصت کیا جب مادھوراو کے سوگ کے دن ختم ہوگئے تو نانا صاحب نے امرت راو کو مسندنشین کردیا اسوقت پونا کے ارکان دولت مین ایک فساد عظیم برپا ہوگیا نانا صاحب مجبور ہوکر باجے راو کے مسندنشین کرنے پر راضی ہوگیا اور اسکو پونا[1] دھر سے بلاکر شہر سے باہر ایک خیمے مین اتارا اور یہ قرار پایا کہ فلان وقت اول بھوانی کے مندر مین جاکر رسم قشقہ ادا کیا جاے گا بعد اسکے

[1] یہ لفظ تاریخ گلزار آصفیہ مین ہے اور رشیدالدین خانی مین پونا گڑھ ہے ۱۲

مسند پر بٹھایا جائے گا اور پرسرام بھاؤ کے مشورے سے دل مین یہ قرار دیا کہ جب باجے راؤ بھوانی کے مندر مین پہنچکر قشقہ لگواکر پالکی مین سوار ہو کر واپس ہو تو دو ہزار بھوئی (ہندو کہار۔ دھیمر) اور پانچ ہزار عرب سوار تیار رہین اور اُسکی پالکی کو دوش بدوش قلعہ جنیر مین پہنچا دین اور دوسرے پانچ ہزار سوار ترپون کے پیچھے اس لیے چلین کہ اگر کوئی روکنے کا ارادہ کرے تو اس سے جنگ کرین تاکہ پالکی رک نہ سکے ابھی تک یہ تدبیر عمل مین نہ آئی تھی اور باجے راؤ خیمے مین ٹھہرا ہوا تھا اور پرسرام اسکے پاس حاضر رہتا تھا ایک دن باجے راؤ نے پرسرام سے کہا کہ اگر مین راجہ ہوگیا تو تم کو تمام ریاست پر اختیارات دیدونگا چنانچہ دونون نے قول وقسم سے باہم شرکت کرلی اور نانا صاحب کے مشورے سے پرسرام بھاؤ نے باجے راو کو مطلع کردیا اور سمجھا دیا کہ جب وہ تم کو بھوانی کے مندر مین لیجانے کو کہے تو لطائف الحیل سے ٹالدینا۔ روز موعودہ آیا اور سارا انتظام ٹھیک ہوگیا اور باجے راو کو سوار ہونے کو کہا تو اسنے اپنے مزاج کی ناسازی کا عذر کردیا اب نانا صاحب سمجھ گیا کہ یہ پرسرام کا کام ہے کہ اسنے باجے راو کو سب حال بتادیا ہے۔ دولت راو بھی پونا کے پاس آگیا تھا۔ ایک دن دولت سیندھیا سیر وشکار کے لیے سوار ہوا اور اس کا گذر اس باغ کے پاس ہوا جس مین اعظم الامرا قید تھے چونکہ اسکے مصاحبون نے اعظم الامرا سے بہت سا روپیہ کھایا تھا اس لیے وہ سب اسکے ہوا خواہ تھے اور اعظم الامرا کے بیٹے مالی میان کے ایک گھوڑے کا جس کا نام ہمرم تھا بار ہا اسکے سامنے ذکر کرچکے تھے جو بے مثل تھا اسوقت دولت راو سے ان لوگون نے کہا کہ آپ باغ مین چلین تو وہ گھوڑا دیکھ لین دولت راو جوانی مین مخمور تھا اور اس گھوڑے کا بڑا مشتاق تھا باغ مین جانے سے اسنے تامل نہ کیا اعظم الامرا کی محافظت پر جو آدمی مقرر تھے سب نے سلامی دی اعظم الامرا نے استقبال کرکے مسند پر بٹھایا اور گھوڑا ساز نقرئی کے ساتھ آراستہ کرکے دیدیا یہ خبر نانا صاحب کو پہنچی کہ دولت راو اعظم الامرا سے ملنے گیا تھا وہ خود بے تاب ہو کر چلا آیا اور اعظم الامرا سے دریافت کیا کہ دولت راو یہان کیون آیا تھا انھون نے جواب دیا کہ تمھارے اخباری حاضر تھے انھون نے سب حال کہا ہوگا نانا صاحب نے کہا کہ نواب صاحب جو واقعی حال ہو وہ سچ سچ کہدیجیے تاکہ تسکین خاطر ہو اعظم الامرا نے کہا کہ کوئی بھید کی بات نہین ہے مگر نانا صاحب کو یقین نہین آتا تھا اور یہی کہے جاتا تھا کہ آپ اصل بات بتادیجیے تب اعظم الامرا نے کہا کہ نانا صاحب دولت راو کا بھید بتانے کی وہ شخص جرات کرسکتا ہے جسکو اپنی زندگی وبال ہو نانا صاحب نے بہت سی قسمین کھائین کہ افشاے راز نہ کرونگا تو اعظم الامرا نے کہا اس مین سے ایک بات یہ ہے اسپر دوسری باتون کو بھی قیاس کرلیجیے کہ آپ کی فکر ہو اب نانا صاحب گھبرایا اور کہا کہ نواب صاحب مجھے کیا کرنا چاہیے میرے آپ

دوست ہین جو کچھ میرے حق مین بہتر ہو وہ بتائیے کیونکہ اسوقت مخالفون نے زور باندھ رکھا ہے
اعظم الامرا نے کہا کہ آپ کے واسطے یہی بہتر ہے کہ قلعہ کوکن مین چلے جائیے اور وہان سے سوال
وجواب کرتے رہیے اگر یہ لوگ تم سے پختہ وعدہ کرین اور تمھاری مرضی کے موافق کام کرنے کو
تیار ہون تو لوٹ آئیے ورنہ انگریزون کے پاس چلے جائیے ناناصاحب نے کہا کہ بہتر ہے مگر آپ
بھی میرے ساتھ رہین غرضکہ ناناصاحب آدھی رات کے وقت دس ہزار عرب سوارون کے ساتھ
جو خاص اسکے ملازم تھے کوکن کی طرف چلا گیا اور دو سو سوارون کو مقرر کیا کہ وہ اعظم الامرا کو سوار
کرالائین اعظم الامرا نے اسی وقت دولت راو سیندھیا کے پاس رقعہ لعل علی خان کے ہاتھ بھیجا
کہ ناناصاحب تو بھاگ گیا اور مجھے ساتھ رکھنے کے لیے سوار مقرر کردیے ہین اور وہ اس اندھیری
رات مین تشدد کررہے ہین مین ٹال رہا ہون فوراً پہنچکر مجھے بچا لیجیے اور پرسرام کی معرفت باجے راو
کو اطلاع کرادی دونون نے جواب بھیجا کہ آپ اطمینان سے بیٹھے رہین کوئی آپ کا کچھ نہین کرسکتا
اعظم الامرا نے سوارون کو لطائف الحیل مین رکھا کہ اتنے مین دن نکل آیا اور دولت راو سیندھیا
خود سوار ہوکر آگیا جو سوار لینے آے تھے اسے دیکھکر بھاگ گئے اور اعظم الامرا کے چوکی پہرے اور
پلٹن کے سپاہی ناناصاحب کی فراری کا حال سنکر پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ دولت راو نے
اعظم الامرا کے پاس آکر صلاح پوچھی کہ کیا کرنا چاہیے انھون نے جواب دیا کہ ناناصاحب کا پیچھا
کیجیے تاکہ وہ کوکن مین داخل نہونے پاے اور خود فارغ البال ہوکر دولت رام اور پرسرام سے
اجازت لیکر تبدیل آب وہوا کے لیے اس باغ سے اٹھکر گھاسی رام کوتوال کے باغ مین مقام کیا
اور تین ہزار سوار مخفی طور پر نوکر رکھکر ایک کرور روپے متفرق طریق پر پونا کے ساہوکارون سے
قرض لے لیے جیسا کہ گلزار آصفیہ مین ہے مگر مجھے یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے۔
سیندھیا نے ناناصاحب کا تعاقب کیا تو عربون نے چارون طرف سے گھیر کر اتنی بندوقین مارین کہ
سیندھیا کا دست قدرت نانا پھڑنویس تک نہ پہنچ سکا اور وہ کوکن مین داخل ہوگیا اور سیندھیا
لوٹ کر پونا کے باہر اُترا۔
اس عرصے مین باجے راو اور پرسرام بھاؤ مین بھی اختلاف پیدا ہوگیا پرسرام نے ارادہ کیا کہ جنیر
مین پہنچکر نانا پھڑنویس کو اپنا شریک کرکے اور انگریزون سے اتفاق کرکے تینون مل کر باجے راؤ
کو خارج کرکے امرت راؤ کو پھر مسند نشین کردین اور باجے راؤ اور دولت راو کا کام درہم برہم کردین
یہ خبر مفصل اعظم الامرا کو پہنچی انھون نے دولت راؤ اور باجے راؤ کو یہ خبر پہنچا دی دونون خوش ہوگئے
اور کہا کہ تم اپنی جمعیت سے جو مخفی ہے اور کسی کے خیال مین نہین آتی ہے پرسرام کو کہ جسکے ساتھ
بڑی جمعیت ہے اور اسکی فوج پونا سے دو کوس پر پڑی ہوئی ہے گرفتار کرلو اعظم الامرا نے جواب دیا

کہ مین غریب الوطن بے دست و پا ہون میرے پاس جمعیت کہان ہے انھون نے کہا کہ تم نواب صاحب سے سپاہ منگالو اور ان کو اپنی عرضی جلد ڈاک کے ذریعے سے بھیجدو تاکہ کوئی اس بات کو نہ سمجھ سکے اعظم الامرا یہ بات سُنکر شادی مرگ ہونے کے قریب ہوگئے اور عرضی نواب کے پاس روانہ کردی کہ فوج ادھر بھیجدین نواب نے برڈو پیک کو اعظم الامرا کے پاس بھیجا کہ خود جاکر ان کا حال دیکھکر یہان آکر بیان کرے اور فوج کی تیاری شروع کی قاصد ڈھائی دن مین حیدرآباد سے پونا پہنچگیا۔ اعظم الامرا نے تمام حال قاصد کے ہاتھ لکھ بھیجا۔ نواب نے عیسے میان المخاطب بمیران یار جنگ اور محمد سبحان خان اور موسیو پیرون فرانسیس کو تین ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادگان کی پلٹن دیکر پونا کی طرف بھیجا اور انکے پیچھے ساٹھ ہزار پیادہ و سوار راجہ راو رنبھا جیونت و سردار الملک گھانسے میان و مظفر الملک اسد علی خان وغیرہ امرا کے ہمراہ پونا کیطرف بھیجدیے اور اسی لاکھ روپے اشرفیون اور ہن کی صورت مین روانہ کیے کہ وہ اس جمعیت کے خرچ مین لائین جب میران یار جنگ و محمد سبحان خان کے تین ہزار سوارون کے ساتھ دریاے سیونا پر پہنچ جانے اور انکے پاس خرچ راہ نہ رہنے کی خبر اعظم الامرا کو ملی فوراً ایک لاکھ روپے کی ہنڈی قلعہ اوسہ کے ساہوکارون کے نام اپنے دو ہرکارون کے ہاتھ بھیجدی۔ اعظم الامرا نے اس دن جس روز ان کا داخلہ پونا مین ہوتا تیسرے پہر تک کھانا نہ کھایا تھا منتظر تھے کہ انکے آنے کے بعد ساتھ بیٹھ کر کھائین اور دور سے انکی سواری کی گرد اُڑنے کو دیکھنے کے لیے خیمے کے باہر کھڑے تھے جب یہ سوار پہنچگئے تو دونون امیرون سے بغل گیر ہوے اور نواب کی خیریت مزاج دریافت کرکے کھانا نوش کیا چند روز کے بعد موسیو پیرون آٹھ ہزار پیادگان پلٹن اور توپخانے کے ساتھ جا پہنچا اسکے بعد اعظم الامرا نے دولت راو اور باجے راو کو کہلا بھیجا کہ حیدرآباد کی طرف سے سپاہ آگئی ہے انھون نے جواب دیا کہ اپنی سپاہ سے کہیے کہ آدھی رات کے وقت شہر مین پرسرام کے مکان پر جاکر اسے محصور کرین اعظم الامرا نے محمد سبحان خان و میران یار جنگ و موسیو پیرون کو حکم دیا کہ سوار اور پیادے شہر پونا مین لیجاکر پرسرام کو پکڑ لو انھون نے جاکر اسکے مکان کو گھیر لیا مگر وہ ایک گھوڑی پر بیٹھ کر اور اپنے پیچھے امرت راو کو بٹھاکر مخفی نکل بھاگا اور اپنے بیٹے کے لشکر مین پہنچ گیا جب اسکے نکل جانے کا حال محمد سبحان خان کو معلوم ہوا تو گھوڑے پر سوار ہوکر اس کا تعاقب کیا اور اسکے بیٹے کے لشکر مین پہنچکر قتل شروع کیا تمام لشکر متحیر ہوگیا کہ یہ کیا ناگہانی آفت ہے اور سب جنیر کی طرف بھاگ نکلے جب محمد سبحان خان نے یہ حال سنا کہ دو سوار گھوڑی پہ بیٹھے ہوے جنیر کی طرف بھاگے جا رہے ہین تو اسنے تعاقب کیا معلوم ہوا کہ جنیر کے دروازے پر پہنچکر امرت راو تو اندر گھس گیا اور پرسرام قضاے حاجت کے لیے باہر بیٹھا ہے اسکو پہنچکر پکڑ لیا اب دوسرے

سوار بھی پہنچ گئے جب امرت راؤ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسنے قلعے سے نکلکر کہا کہ اچھا ہوا کہ حرام کو پکڑ لیا مجھے ناحق حیران کیا ہے۔ ایک ہاتھی پر اسکو بٹھا کر اور پر سرام کو مسلسل کر کے میانے مین سوار کرا کے پونا کو لوٹ آئے اور دونون کو اعظم الامرا کے پاس پہنچا دیا۔ دولت راو اور باجے راو خوش ہو گئے۔ اب اعظم الامرا کے پاس حیدرآباد کی تمام سپاہ جمع ہو گئی اور جسقدر سوار مخفی طور پر بھرتی کیے تھے وہ بھی علانیہ ہو گئے اور اعظم الامرا بے تکلف اور آزادی کے ساتھ دریاے سیونا کی طرف آنے جانے لگے۔

اعظم الامرا کی عرضیان قید و بند کی حالت مین ممتاز الامرا کے توسط سے نظام کے پاس پہنچا کرتی تھین اور جواب بھی اسی کے ذریعے سے ملا کرتا تھا مہاراجہ شام راج برہمن اورنگ آباد برار۔ بیجا پور اور خاندیس کے چارون صوبون کا سر دفتر تھا اور اعظم الامرا کی غیبت مین تمام کام اسکے سپرد تھے اس لیے وہ انکی رہائی نہین چاہتا تھا۔ رگھوتم راو برہمن ساکن گنگا کھیڑ جو نظام کیطرف سے دربار پونا مین سفارت پر متعین تھا اسکے توسط سے پیشوا کا مدار المہام نظام کو خط لکھا کرتا تھا اس عرصے مین مہاراج شام راج نے جو خط سرداران پونا کے پاس حیدرآباد سے بھیجے تھے کہ اعظم الامرا کے شر سے ڈرتے رہو یہ شخص بڑا مفسد ہے گرفتاری کے بعد اسکو آزادی دینا مصلحت کے خلاف ہے یہ تمام خط رگھوتم راو لیکر اعظم الامرا کے پاس پہنچا اور کہا کہ حیدرآباد سے آپ کے خلاف خط آئے ہین اور جس آدمی نے خط لکھے ہین اور جس کے پاس آئے ہین مجھے اس کا حال معلوم ہے اعظم الامرا یہ امر سنکر متوحش ہوے اور کہا کہ اسے یہان کے سردارون سے نہ ملنے دو بلکہ اسکو یہان بلا لاؤ۔ رگھوتم راو نے کہا کہ آپ اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرینگے اعظم الامرا نے جواب دیا کہ جس قابلیت اور جس قوم کا ہوگا ویسا ہی اسکے ساتھ سلوک کیا جاے گا رگھوتم راو نے کہا کہ وہ قابل ہے اور قوم سے برہمن تو انھون نے جواب دیا کہ ہم حیدرآباد پہنچکر اسکو حضور کی پیشکاری دلادینگے اور کلام اللہ کی ضمانت دی اسوقت رگھوتم راؤ نے کہا کہ وہ مین ہون اور تمام خط دکھا دیے آج سے اعظم الامرا نے رگھوتم راؤ کو باجے راؤ اور دولت راو اور رگھوجی بھوسلہ کے اور اپنے درمیان سفیر بنا لیا۔ رگھوتم راو نے رگھوجی بھوسلہ کی ملاقات بھی اعظم الامرا سے کرادی۔ چند دنون کے بعد سرداران مرہٹہ مین بڑا اختلاف پیدا ہو گیا اور اب سب نے ملکر سمجھ لیا کہ یہ سب کارسازی اعظم الامرا کی ہے اس لیے ان کا یہان رکھنا نامناسب ہے حیدرآباد کو بھیجدینا چاہیے چنانچہ دولت راؤ باجے راو وغیرہ روسا ے مرہٹہ نے اتفاق کر کے اعظم الامرا کو کہلا بھیجا کہ آپ حیدرآباد چلے جائین نواب صاحب جو ہمارے دادا کی جگہ ہین وہ آپ کو بلاتے ہین اس لیے انکے پاس آپ کا رہنا مناسب ہے اب کوئی آپ کو یہان روکنے والا نہین ہے خوشی و خرمی کے ساتھ

ہم آپ کو اجازت دیتے ہین اعظم الامرا چلتے وقت اول باجی راو سے ملے اسنے خلعت فاخرہ اور جواہر وغیرہ دیا پھر دولت راو سیندھیا اور رگھوجی بھوسلہ سے ملے اور رخصت ہو کر دریاے سیونا کے کنارے پہنچے تھے کہ نانا پھڑنویس کا قاصد خط لایا جس مین لکھا تھا کہ آپ نے اپنے مقصود کے لیے مجکو بے نیل مرام قلعۂ کرن مین بھیجدیا اور خود حیدرآباد کو جاتے ہین بہتر یہ ہوگا کہ باجی راؤ کو مسند نشین پونا کراکے مجھے اسکی مدار المہامی دلا دیجیے اس عنایت کے شکریہ مین ایک کروڑ روپیہ نقد خرچ راہ کے لیے پیش کرونگا اور کھڑلہ کی مہم کی بابت جو تین کروڑ روپے کی دستاویز ریاست حیدرآباد کی طرف سے لکھی ہوئی ہے وہ مسترد کردونگا اور دولت آباد کا قلعہ خالی کردونگا اور چوتھ کے حق کی معافی کی سند تحریر کردونگا یہ سب لیکر حیدرآباد کو جائیے اعظم الامرا پونا کو لوٹے اور تمام امراے مرہٹہ کو سمجھا کر نانا صاحب کو کرن سے بلا لیا یہ امرا صرف اس بات سے اس سے ناراض تھے کہ وہ باجی راو کی حکومت کو ناپسند کرتا تھا جب اس نے یہ بات مان لی تو سب راضی ہو گئے اور نانا صاحب کو بخوشی بلا لیا جب نانا صاحب پونا مین داخل ہو گیا تو اعظم الامرا خود اسکو اپنے ہمراہ باجی راو کے پاس لے گئے اور صفائی کرادی جب تینون سردار باہم راضی ہو گئے تو اچھے مہورت مین باجی راو کو مسند ریاست پر بٹھا کر اعظم الامرا نے نواب کی جانب سے اسکی پیشانی پر تلک لگایا نانا صاحب نے اپنے وعدے کو پورا کیا کل تین کروڑ روپے کا تمسک اور قلعہ دولت آباد کی سند اور معافی چوتھ کی سند کا کاغذ اعظم الامرا کے حوالے کر کے حیدرآباد کی طرف روانہ کیا اور ساہوکاران پونا کے قرضے کے کروڑ روپے کی کفالت بھی نانا صاحب نے کر لی۔ اعظم الامرا شادان و فرحان بڑی بڑی منزلین کرتے ہوے حیدرآباد کی طرف آئے۔

یہ جو کچھ روپے کے متعلق گلزار آصفیہ مین لکھا ہے اس مین بہت مبالغہ ہے اور تین کروڑ روپے کے تمسک کا بیان بھی لغو معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ایک کروڑ روپے صلح کے بعد دولت آصفیہ ادا کر چکی تھی اور بعد کو بھی کچھ دیا ہوگا اور نانا صاحب تھے بھی بڑے دریادل اور ارب پتی کہ باتون باتون مین پونا کے ساہوکارون کے کروڑ روپے کی بھی کفالت کر لیتے ایسی غلط بخشیان تو بوستان خیال اور امیر حمزہ کی داستان مین لکھے جانے کے قابل تھین مرہٹون کا تو یہ حال تھا کہ دمڑی نہ دیتے چمڑی دیدیتے۔

اعظم الامرا کی رہائی کے متعلق غلام امام خان ترین نے کہ جسنے ریاست حیدرآباد کی دو تاریخین تالیف کی ہین اور دونون میرے کام مین ہین رشید الدین خانی کے صفحہ ۱۴۳ مین لکھا ہے کہ اعظم الامرا نے پونا مین ایسی موافقت بہم پہنچائی کہ حسن تدبیر سے چوتھ صوبہ محمدآباد بیدر کی گذاشت کی سند

لیکر حیدرآباد کو چلے جانے کی اجازت حاصل کر لی اور خورشید جاہی کے صفحہ ۱۴۴۴ مین اس واقعے کو بہت تفصیل سے تحریر کیا ہے چنانچہ اس مین کہا ہے کہ اعظم الامرا پونا مین چالیس آدمیون کے ساتھ ایک چھوٹے سے ویران مکان مین محبوس تھے مادھوراؤ الملقب بہ پنڈت پردھان جب مر گیا اور باجے راو پسر کلان رگناتھ راؤ گادی پر بیٹھا اور نانا پھڑنویس باہمی شکر رنجیون و سازشون کے خوف سے بمبئی کو انگریزی عملداری مین بھاگ گیا جب مدبرون سے میدان خالی ہو گیا تو مشیر الملک نے دولت راو سیندھیا سے کہ نوجوان ناتجربہ کار تھا بنائے اخلاص مستحکم کی یہان تک الفت بڑھی کہ اسنے ان کو رہا کر دیا اور بیٹر اور اندور اور بودن وغیرہ محالات کے کاغذات جو محاصرہ کھرڑہ کے زمانے مین جاتے رہے تھے اور سند معافی رقم چوتھ صوبہ محمد آباد بیدر کی بھی دولت راو سیندھیا کی معرفت پیشوا کی سرکار سے مشیر الملک نے مسترد کرا لی اور اب مردمان ہمراہی و سواری و خدم و حشم کے انتظار مین تھے جب نواب کی فوج محمد سبحان خان وغیرہ کی سرکردگی مین پونا کے قریب اس سے چالیس پچاس کوس کے فاصلے پر جمع ہوئی تو مشیر الملک نے دولت راو سے کہا کہ نواب سے جاکر ملنے کی اجازت چند روز کے لیے دیجیے ان سے مل کر اور بقیہ روپون کی بابت بات چیت کر کے لوٹ آؤن گا اور اس طرح اجازت حاصل کر کے پونا سے نکلے اور حیدرآباد کی طرف اس انبوہ کثیر کے ساتھ آئے ان دنون نواب صاحب تہنیت نگر عرف لالہ گوڑہ مین مقیم تھے جب اعظم الامرا مشیر الملک تاریخ ۲ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۲۱۲ ہجری کو پونا سے آکر گولکنڈے کی عیدگاہ کے میدان مین پہنچے تو نواب بھی گولکنڈے مین آ گئے اور مشیر الملک کو یہان طلب کر کے ملاقات کی نواب نے بدستور انکو اپنی وزارت کا عہدہ دیا اور خطاب **اعظم الامرا ارسطو جاہ مشیر الملک غلام سید خان بہادر سہراب جنگ فرزند ارجمند وکیل مطلق مختار دولت آصفیہ** بخشا اور علاوہ خطاب کے ہشت ہزاری ذات و ہشت ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب اور مورچھل طاؤسی عطا کیا اور ۱۱ رجب سنہ ۱۲۱۳ ہجری کو حوالی شمشیر جنگ جو چوک بلدہ مین تھی انکی سکونت کے لیے تجویز کی اور اس وقت تک خلوت مبارک مین رکھا۔ جو امرا مشیر الملک سے مخالفت رکھتے تھے وہ دلون مین جل مرے چنانچہ غنی یار خان داروغہ عمارت خانہ نے زہر پی کر جان دی اور جو مشیر الملک کی رفاقت و خیر خواہی مین سرگرم تھے انکو ترقیان حاصل ہوئین چنانچہ ان مین سے چاند خان ساکن بیٹر کو رفیق یار جنگ کا خطاب اور سوارون کا رسالہ ملا اور محمد اسماعیل و محمد حفیظ سکنائے قصبہ بودن مضاف ناندیر اسماعیل یار جنگ و حفیظ یار جنگ بنائے گئے محمد اسماعیل کو میر منشی گری کی خدمت ملی اور محمد حفیظ عرض بیگی قرار پایا اور رگھوتم راو کو راجہ انند رخطاب ملا اور تمام کاروبار مالی و ملکی

متعلقہ دیوانی اسکے سپرد ہوے اور ممتاز الامرا باوجودیکہ مشیر الملک کی عرضیان نواب نظام علیخان کو سنایا کرتا تھا اپنی خیرخواہی کا اس غریب کو یہ ثمرہ ملا کہ شہر بدر کرایا گیا نواب سے دور ہوکر ضلع کلبانی کو کہ اسکی جاگیر بھی چلا گیا اور دنیا کے کامون سے ایسا افسردہ خاطر ہوا کہ ترک لباس کرکے درویشی اختیار کرلی۔ سردار الملک معروف بہ گھانسی میان و محمد عظیم خان پر یہ تہمت عائد کی کہ کھرلہ کے سفر مین مرہٹون سے متفق تھے اور نواب کے باغی بیٹے عالی جاہ سے سازش رکھتے تھے میر نظام علیخان نے دونون کو قید کرنے کا حکم دیا لیکن سردار الملک کو امجد الملک کی بہن بیاہی تھی اور امجد الملک سے سردار الملک کی بہن منسوب تھی وہ اس سفارش سے بچ گیا اور یہ بلا میرن صاحب کے سر آئی کہ وہ سردار الملک کی فوج کا بخشی تھا تمام فتنہ وفساد کا بانی وہی سمجھا گیا اس لیے قید ہوا اور محمد عظیم خان امجد الملک کی ناموافقت سے قلعہ گولکنڈہ مین قید کیا گیا۔ اسوقت مہدوی پٹھان دلدار خان پٹھان نے جو امجد الملک کے رفقا سے تھا نواب صاحب سے عرض کیا کہ محمد عظیم خان کے پاس بہت سا مال واسباب جمع ہے جب حویلی کی ضبطی کی گئی اور دیہات پر ریاست کا قبضہ ہوا تو اس قدر مال نہ نکلا جس قدر کی اسنے مخبری کی تھی اس لیے مواخذہ اس کا جمعدار مذکور پر ہوا آخرکار امجد الملک کی سفارش سے نجات حاصل کی اور محمد عظیم خان کو بھی رہا کرکے مشیر الملک نے نواب صاحب کے توشہ خانہ کی داروغگی دلادی۔ اس عرصے مین میرا م نام ایک شخص جو چندے زمینداران کرناٹک کی رفاقت مین رہا تھا حیدرآباد کے ملک جنوبی دیہی مین لوٹ مار کرنے لگا اسکی غارتگری کا اثر بلدے سے تین کوس تک آپہنچا تھا سردار الملک اسکو گرفتار کرلایا تا مبردہ چندے قید مین رہ کر مکر و دغا سے نکل بھاگا اور مدۃ العمر کرناٹک کے اطراف مین جنگلون اور ویرانون مین بسر کرتا رہا۔

ظفر الدولہ کے بیٹے احتشام جنگ نے قلت معاش سے تنگ آکر پونا کا ارادہ کیا اور رخصت ہوکر چار منزل تک گیا تھا کہ دلدار خان جمعدار مہدویہ کے سوارون نے اثنائے راہ گلبرگہ مین اسکو قتل کرڈالا کیونکہ اسکے باپ نے قوم مہدویہ کو قتل کرایا تھا احتشام جنگ کی لاش قلعہ بیدر کے متصل شاہ ولی اللہ بت شکن کی درگاہ مین مدفون ہوئی۔ راجہ شام راج سے مشیر الملک کے دل مین کدورت تھی اس لیے اسنے اندیشہ مند ہوکر رخصت پرستش بت خانہ دکن کی حاصل کی جب وہان سے فارغ ہوکر مراجعت کی تو اثنائے راہ مین حکم پہنچا کہ اپنی جاگیر کرڑکھیڑ مین رہا کرے

خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ مرہٹون خصوصاً دولت راو سیندھیا کی طرف سے ارسطو جاہ کو متواتر پیغام آتے رہے کہ تم چند روز مین واپس آنے کا وعدہ کرکے گئے تھے اب تک نہ آئے نہ تین کروڑ روپے کی رقم پوری کی اب جلد واپس آؤ اور تین کروڑ روپے پورے کرو مشیر الملک

لیت و لعل کر رہے تھے اور مرہٹون کے استیصال کی فکر مین تھے مگر یہ کام آنکی اور نظام کی طاقت سے دور تھا اور انگریزی کمک چیناپٹن سے آنی بسبب موجودگی سلطان ٹیپو کے متعذر تھی اس قول سے تاریخ گلزار آصفیہ کے بیان کی بخوبی تکذیب ہوتی ہے جس پر ہم اوپر بھی استعجاب ظاہر کر آئے ہین۔

انگریزون سے لڑنے کے لیے سلطان ٹیپو کا نظام کو اپنی طرفداری پر آمادہ کرنے مین کامیاب نہونا

ٹیپو سلطان نے نواب صاحب کو انگریزون کے خلاف ایک جہاد عام مین شرکت کی دعوت دی اور ایک طویل خط لکھا جس مین قرآن و حدیث کا حوالہ دیکر نواب کو اس فریضۂ دینی کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اپنے مسلمان بھائیون کے ساتھ مل کر ان ممالک کو کفار سے واپس لین جو پہلے دارالاسلام مین رہ چکے ہین ایک طرف ان باتون کا اور دوسری طرف انگریزی فوج کی سابق مدد نہ دینے کا نظام پر یہ اثر ہوا کہ انھون نے کمپنی کی فوج کو واپس بھیجدیا قریب تھا کہ انگریزی کمپنی سے نظام کے تعلقات منقطع ہوجائین مگر عین وقت پر نظام اور ٹیپو کے درمیان کرنول کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوگیا اور میر عالم نے بڑے وثوق کے ساتھ نظام کو یقین دلادیا کہ ٹیپو نے کرنول پر قبضہ کرلینے کا پورا سامان کرلیا ہے ریاست کی خوش قسمتی سے اس زمانہ مین مشیر الملک بھی پونا سے چھوٹ کر آگئے اور انھون نے بھی ریاست کی ناؤ کو ڈوبنے سے بچالیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ٹیپو کے سفیر نامراد واپس گئے اگر ریاست حیدرآباد بھی اسکی شرکت کرلیتی تو نواب نظام کی کم قوت پر نظر کرکے ایسا یقین ہوتا ہے کہ اس ریاست کی بھی خیر نہ تھی

کرنل کرک پیٹرک کی کوشش سے نظام اور انگرون مین اتحاد پیدا ہونا

مرہٹون سے نواب نظام علی خان بہادر کی جنگ کے موقع پر انگریزون نے جو نظام کی مدد کے لیے فوج نہین بھیجی تھی اس وجہ سے نواب موصوف انگریزون سے برہم و بدظن ہوگئے تھے حصہ دوم مختصر تاریخ اہل ہند مصنفۂ ڈاکٹر ہنٹر کے ترجمے کے صفحہ ۴۱۵ مین لکھا ہے کہ جب لارڈ ولزلی ہندوستان کی انگریزی کمپنی کے گورنر جنرل ہوکر آئے تو وہ سب سے اول جنوبی ہند کے ضعیف تر رئیس یعنی نظام حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوے اور ایسی حکمت عملی کی چال چلے کہ جسکی نسبت رقابت کا خیال تھا اسکو حکم بردار دوست بنالیا فرانسیسی پلٹنین

توڑ دی گئین گورنر جنرل نے کرنیل کرک پیٹرک کو حیدرآباد کا رزیڈنٹ بناکر بھیجا اس شخص کی ہوشیاری اور چالبازی اور نظام علی خان کی مہربانی اور خلوص سے بڑے عمدہ نتائج کمپنی کے حق مین پیدا ہوے اسنے حیدرآباد پہنچکر اس مصلحت کو کہ نواب کے دربار مین انگریزی اثر کو بڑھاے اور فرانسیسیون کی قوت کو توڑ دے جس عمدگی سے انجام دیا اور جس مضبوطی سے حیدرآباد مین انگریزون کے قدم جماے اسکے ثبوت کے لیے حیدرآباد مین موجودہ انگریزی تسلط کافی ہے نواب نظام علی خان کو کرنیل مذکور نے اتنا خوش کر لیا تھا کہ وہ اسکو **فرزند محبت پیوند** کہتے تھے اور نواب ممدوح نے **حشمت جنگ** اسکو خطاب دیا تھا۔

اسی رزیڈنٹ کے زمانے مین حیدرآباد کی موجودہ رزیڈنسی کی عمارت تعمیر ہوئی ورنہ اسکے پہلے رزیڈنٹ کے رہنے کا مقام سکندرآباد تھا موسیو ریمون جسنے نظام کی سپاہ کا عمدہ انتظام کیا تھا سنہ ۹۵ء کے موسم بہار مین انکی بہار عمر پر خزان آگئی اسکی قبر بیگم پیٹھ (نزد حیدرآباد) مین ہے ریمون کا نام ابتک زندہ ہے حیدرآباد کی بے قاعدہ فوج کو میسرم کہا جاتا ہے یہ حقیقت موسیو ریمون کی بگڑی ہوئی صورت ہے اسوقت اسکی جگہ پیرون فرانسیسی ایک دلاور سپہ سالار مقرر ہوا تھا اسکو انگریزون سے دلی نفرت تھی یہ سپاہ نظام کے لشکر کی جان تھی۔ اب لارڈ ولزلی نے خیال کیا کہ ٹیپو سلطان سے لڑائی یقینی ہونے والی ہے اگر اس مین نظام کے اس لشکر کو امداد کے لیے نظام کی طرف سے لے جاؤن گا تو وہ ضرور میدان جنگ مین دغا دے گا اور سلطان کے لشکر سے جاملے گا کیونکہ فرانسیسی افسرون سے اس کا دوستانہ ارتباط و اختلاط ہے اور اگر اسکو پیچھے چھوڑ جاؤن گا تو اسکی خبرگیری کے واسطے ایک لشکر کثیر متعین کرنا پڑے گا اور اگر نظام کا یہ لشکر ٹوٹ کر والی میسور یا سیندھیا کے پاس چلا گیا تو نظام اور پیشوا کا کام تمام ہوجاے گا اور پھر فرانسیسیون کو وہ قوت اور سطوت حاصل ہوجاے گی کہ دکن اور ہندوستان کو اپنے ساتھ ملاکر سرکار کمپنی کے ملک پر اپنی دست درازیان شروع کرین تو تعجب نہین پس اول کام یہ ہے کہ حیدرآباد سے اس فرانسیسی سپاہ کو غائب کیجیے۔ اندنون نظام کے مدارالمہام مشیر الملک تھے وہ مرہٹون کے ہان جس زمانے مین قید رہے تھے اس عرصے مین فرانسیسی نظام کے سر پر بہت چڑھ گئے تھے اس شخص کا دل فرانسیسیون سے پھٹتا چلا تھا انھون نے وہ زمین جو اس سپاہ کے خرچ کے لیے معین تھی اپنے قبضے مین لے لی اور بار بار رزیڈنٹ کرک پیٹرک سے کہا کہ انگریزی سپاہ آجاے تو ان فرانسیسیون کے عذاب سے جان چھوٹ جاے یہ درخواست لارڈ ولزلی کے ماقبل گورنر جنرل سر جان شور سے بھی رزیڈنٹ کنوی کی معرفت نظام نے کی تھی مگر انھون نے انکار کر دیا تھا سر جان شور کی اس غلط فہمی اور نامعاملہ دانی کو لارڈ ولزلی

نے درست کیا چونکہ ٹیپو سلطان کا خوف غالب تھا اور پونا سے واپس آنا اعظم الامرا کا انگریزون کے بھی مفید تھا لہذا انگریزون کو حیدرآباد سے اتفاق کرنے کی ضرورت پیش آئی اور یکم ستمبر سنہ ۱۷۹۰ع مطابق ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۵ ہجری کو نیا عہدنامہ ڈبلیوا ے کرک پیٹرک کی معرفت لکھا گیا جسکے بموجب کمپنی کی اگلی فوج پر اور فوج بڑھانا قرار پایا اب اس فوج اور اگلی فوج کو ملا کر چھ پلٹنین پلٹن ہزار جوان اور ایک رجمنٹ پانسو سوارون کا اور توپخانہ اور سامان ضروری جمع ہو گیا اس عہدنامے مین دس شرطین تھین اول پانچ شرطین تو خرچ سپاہ کے باب مین تھین کہ ستاون ہزار سات سو تیرہ روپے ماہوار جو انگریزی سپاہ کے خرچ کے لیے پہلے سے مقرر تھے اب انکی جگہ دو لاکھ ایک ہزار چار سو پچیس روپے ماہوار مقرر کیے جائین اور کل چھ ہزار سپاہ رکھی جاے جسکی سالانہ تنخواہ ۲۴ لاکھ سترہ ہزار ایک سو روپیہ تین تین ماہ کی چار قسطون مین نواب کے خزانے سے دینا قرار پایا اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ اگر احیاناً کسی قسط مین تعلل ہوگا تو بندرگی بلاساعت اس زر پیشکش مین مجرا ہوگا جو نواب کو شمالی سرکارون کی بابت دیا جاتا ہے اور اگر کبھی ایسا ہو کہ بالکل زر اقساط ادا نہو تو اس رقم کے واسطے اس قدر آمدنی کا علاقہ نواب کو سپرد کرنا ہوگا چھٹی شرط یہ تھی کہ جسوقت انگریزی لشکر حیدرآباد مین پہنچے تو تمام فرانسیسی افسر اور سارجنٹ موقوف کیے جائین انکی سپاہ دیسی منتشر اور پراگندہ کردی جاے اور کوئی نشان انکے پہلے کارخانون کا باقی نرہے اور نظام کے تمام ملک مین کوئی فرانسیسی نہ رہنے پاے کوئی اہل یورپ بغیر اجازت سرکار کمپنی کے نہ ان کا ملازم ہو نہ انکے ملک مین سکونت اختیار کرے اسوقت سے یہ جملہ عہدنامے مین جو ہندوستانی ریاستون کے ساتھ ہوتا داخل کیا جاتا۔ باقی شرائط یہ تھین کہ نظام کو مرہٹون کے ناجائز مطالبون سے انگریز محفوظ رکھین گے۔

تاریخ ہندوستان مین مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ نظام کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی ۶۵ برس کی عمر مین وہ ہوش و عقل نرکھتے تھے جو انکے باپ کے سو برس کی عمر مین عقل و ہوش تھے ان کو ایسی شرائط کے منظور کرنے مین تامل ہوا کہ اس قوم کو جسکو اپنی ریاست کی ابتدا سے برسر عروج دیکھا ہو اسکو یون نکالدین جس مین سیکڑون خوف ہون مدارالمہام کے دل مین سو سو وسوسے آتے تھے کہ معلوم نہین کیا ہو جاے مگر آخر کو مدارالمہام نے نظام کو سمجھایا کہ انکی ریاست بالکل بے حفاظت ہے اس لیے بہتر ہے کہ اس قوم کے ساتھ اتحاد پیدا کیجیے کہ جو اپنے عہد مین ایماندار اور وفاے وعدہ مین استوار ہو یہ حالت اچھی نہین کہ ہمیشہ مرہٹون کی دست بازی اور سلطان ٹیپو کی ترکتازی کے خوف اور اندیشے مین رہے غرض اس مدارالمہام نے جون تون کر کے نظام سے عہدنامے پر دستخط کرا لیے۔

اب موافق عہدنامہ جدید کے مدراس سے چار رجمنٹین مع توپخانون کے حیدرآباد کی طرف چلین اس وقت کمپنی کے پاس اس قدر روپیہ نہ تھا کہ وہ اس سپاہ کے رستے کے خرچ کی تحمل ہو اس لیے لارڈ ولزلی نے اپنی ضمانت سے روپیہ قرض لیکر اسکو بھیجا اور وہ لشکر ۱۰ اکتوبر ۱۷۹۸ء کو حیدرآباد مین پہنچا اور کسی کو یہ نہ کھلا کہ کس مطلب کے لیے وہ آیا ہے یہان اگر اس کو یہ دقتین پیش آئین کہ فو روز تک برابر سازشین اور حکمتین اس واسطے ہوتی رہین کہ شرائط معاہدہ پوری نہ کی جائین اور فرانسیسی نہ نکالے جائین نظام اور مدارالمہام دونون سمجھے جاتے تھے اور ڈھل مل ہو رہے تھے فقط ان کو یہی خوف نہ تھا کہ انگریزون اور فرانسیسیون مین ہنگامۂ کارزار گرم ہو جائے بلکہ یہ ڈر تھا کہ آخرکار جانب غالب کی اطاعت نہ اختیار کرنی پڑے نظام تو اپنے خوف سے گولکنڈے کے نواح مین چلے گئے اب انگریزی رزیڈنٹ نے مدارالمہام کو سمجھایا کہ ایفاے عہد مین بہت توقف نہ کیجیے اگر اس نقض عہد کا کوئی نتیجہ بد ظہور مین آئے گا تو اسکی جواب دہی نظام کے ذمے ہوگی۔ اس سپاہ کثیر کی توقیر انگریزون کی نظرون مین ایسی حقیر ہو گئی تھی کہ کرنیل روبرٹس جو انگریزی سپاہ کا افسر اعلی تھا وہ اپنی سپاہ قلیل سے ہی اس جھگڑے کا فیصلہ پہلے اس سے کرنا چاہتا تھا کہ نظام کے سوار اس سے آکے ملے ان سوارون کو حکم ہوا تھا کہ وہ انگریزی لشکر کی کمک کرین مگر انکی فرانسیسیون سے سازش تھی اسلیے کرنیل مذکور انکی شرکت کو پسند نہین کرتا تھا کہ کہین دوستی کے لباس مین دشمنی نہ کرین آخر کو وزیر کے فہم مین آگیا کہ ایفاے عہد مین وہ اندیشہ نظام کے لیے نہین ہے جو عہدشکنی مین اس لیے اشتہار دیا گیا کہ افسر فرانسیسی نظام کی خدمت سے موقوف کیے گئے کوئی سپاہی انکے حکم کو نہ مانے ناگہان جو یہ حکم آیا تو تمام افسر و سپاہی عالم تحیر مین تھے کہ آناً فاناً مین سمان کیسا پلٹ گیا اور کیا تھا کیا ہو گیا اب انگریزی سپاہ اور نظام کے سوارون نے فرانسیسی لشکر کو اسکے کیمپ مین جا گھیرا جہان انکے اختیار مین تھا کہ اگر فرانسیسی کچھ پیچ لائین تو انکے تمام سامان حرب و ضرب اور قلعے کو آگ لگا دین فرانسیسیون کا افسر موسیو پیرون تھا اسنے رزیڈنٹ کرک پیٹرک کے پاس اپنا پیغام بھیجا کہ مین اور میرے ہمراہی افسر اپنے تئین انگریزون کے حوالے کرنے کے لیے موجود ہین اور آپ کی ذات سے مجکو قوی امید ہے کہ ہم سب کے ساتھ اس مدارات اور لطف سے پیش آئین گے جو شایستہ قومون مین مروج ہے۔ مگر سپاہی جنکی تنخواہین مدتون کی چڑھی ہوئی تھین برسر بغاوت ہوے اور انھون نے اپنے افسرون کو قید کر دیا یہ افسر بڑی مشکل اور دشواری سے انکی قید سے نکلکر رات کو انگریزی خیمون مین پہنچے۔ مالکم صاحب ایک نوجوان ہوشیار افسر تھا اور اسکے کامون کی شہرت ہوتی جاتی تھی وہ اس ہندوستانی سپاہ کے سمجھانے کے لیے

اور یہ کہنے کے لیے بھیجا گیا کہ چڑھی ہوئی تنخواہ سب سپاہی اپنی لے لین اسنے اس بیدار مغزی اور دانشمندی سے کام سرانجام دیا کہ چودہ ہزار آدمی جو قواعد جانتے تھے اور بھاری توپخانے سے مسلح تھے اور سب سامان حرب وضرب تیار رکھتے تھے انھون نے اسکے سامنے ہتیار رکھدیے اور کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی۔ اس کام کو دیکھکر سارے ہندوستانی رئیسون کی عقل دنگ رہ گئی اور وہ خیال اُن کے دل سے کافور ہو گیا کہ سرکار کمپنی کی شوکت وصولت مین ضعف آتا جاتا ہے

نظام اور انگریزون کی ٹیپو سلطان پر چڑھائی اور ٹیپو کی تباہی

سلطان ٹیپو والی میسور کو گورنمنٹ کمپنی کا اپنا کرلینا چندان آسان نہ تھا اسکے دل مین پھر آیا کہ انگریزون کو ہندوستان سے نکالدون۔ اور لارڈ ولزلی گورنر جنرل کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان نے وہ سارے عہد وپیمان جو سرکار کمپنی کے ساتھ کیے تھے توڑ ڈالے ہر کام سے اسکی بیوفائی وبدعہدی ٹپکی پڑتی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان نے ڈیبو نام ایک فرانسیسی افسر کو ڈیچ کے علاقہ ترنکوبار سے پیرس کو روانہ کیا ہے اور درخواست بھیجی ہے کہ دس پندرہ ہزار سپاہ انگریزون کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے بھیجو اور اس کا سارا خرچ مین دونگا اور زمان شاہ سے سازش کرنی شروع کی اور لکھا کہ دریاے سندھ سے پار اُتر کر آؤ اور کفار ومشرکین پر جہاد کرو خدا کے فضل وکرم سے آپ کے غازیون کی شمشیر تیز کے انگریز لقمہ بنینگے اسوجہ سے لارڈ ولزلی نے جو بعد مین ڈیوک آف ولنگٹن ہوگئے اسکی سرکوبی پر کمر باندھی اور عزم مصمم کرلیا کہ ایک ہی لڑائی مین سلطان کا کام ختم کیجیے اور دار الحکومت سری رنگ پٹن کو لے لیجیے چنانچہ انھون نے ۳ فروری ۱۷۹۹ء کو حکم دیدیا کہ جنرل ہیرس کے ساتھ انگریزی سپاہ اور نظام کی سپاہ فوراً میسور کو چلی جاے چنانچہ ایک لشکر ۲۰۸۰۲ سپاہیون کا آراستہ وپیراستہ ویلور مین ہوا اس مین ۶ ہزار گورے تھے اور ۴۰ توپین قلعہ شکن اور ۶۴ توپین میدانی تھین اور پھر اسپر نظام کے لشکر کا اضافہ ہوا۔ نظام کی فوج کی روانگی میر عالم کی سرکردگی مین تجویز ہوئی تھی جوان دنون سخت مرض فساد خون مین مبتلا تھے اور اس سفر طویل کے وقوع سے ناراضمند تھے اکثر کہتے تھے کہ مشیر الملک نے میرے مرجانے کی تدبیر نکالی ہے جب یہ حال مشیر الملک کو معلوم ہوا تو انکی حویلی پر جاکر تشفی کی میر عالم روانہ منزل مقصود ہوے اور صحیح وسالم انگریزی فوج سے جاملے۔ نظام کی فوج مین دس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے اور ان پیادون مین ۳۶۰۰ وہ سپاہی تھے جنکو ریمنڈ فرانسیسی نے قواعد سکھائی تھی اور اس سپاہ کے افسر کرنیل ولزلی اور کپتان مالکم تھے اس لیے ابکی دفعہ نظام کا لشکر حقیقت مین لشکر تھا لارڈ کارن والس کے عہد کی طرح نام کا

لشکر نہ تھا اس فوج کا نام نظام کنٹنجنٹ تھا پہلے پہل ان لوگون کو لڑائی پر لیجانے مین وقت واقع ہوئی کیونکہ وہ کچھ بگڑے ہوے تھے لیکن کپتان مالکم نے جو بعد کو سر جان مالکم ہو گیا بہت جلد انھین فرمانبردار بنا لیا یہ اسوقت حیدرآباد مین اسسٹنٹ رزیڈنٹ تھا اور اسوقت میر عالم کی درخواست سے اس مہم مین شریک ہوا تھا انکی ناراضگی کا باعث یہ تھا کہ بعض لوگون نے ان مین بیدلی پھیلا دی تھی۔

لارڈ ولزلی سلطان کو ایسا بے حقیقت جانتے تھے کہ انھون نے اس لشکر کو یہ حکم دیدیا کہ وہ سری رنگ پٹن کو سیدھا جاے اور اسکی کچھ پروا نہ کرے کہ بیچ مین سلطان کے قلعے نہایت مستحکم اسکے پیچھے بے فتح کیے رہ جائین گے۔ جنرل ہیرس کی سپاہ نے مع لشکر نظام کے ۹ مارچ کو میسور کی سرحد پر قدم رکھا اسکے ساتھ قلعہ شکن توپین بھاری بھاری اور رہیرو بنگاہ بہت کچھ تھی نظام کے لشکر کا سامان بہت تھا بنجارون کی بھیڑ بھاڑ جدا تھی بنگلور پر جنرل ہیرس کا لشکر ۱۵ مارچ کو پہنچا تھا۔ لشکر یہان سے سری رنگ پٹن کی طرف بڑھا اور جنرل وہ راہ چھوڑ کر جسکو سلطان نے بالکل برباد اور ویران کر دیا تھا دوسرے راستے سے کاویری سے سوسلا پر پایاب اُتر آیا یہ مقام مشرق مین سری رنگ پٹن سے پندرہ میل پر تھا۔ انگریزی سپاہ ایک مہینہ سلطان کی عملداری مین سفر کرکے ۵۔ اپریل کو دارالسلطنت کے محاصرے کے مقام پر پہنچی جب پے درپے حملے شہر پر ہوے تو سلطان نے جرنیل ہیرس کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اسنے ایسی کڑی شرائط صلح پیش کین کہ سلطان سنکر خاموش ہو گیا انگریزی لشکر نے چارون طرف کے مورچون سے قلعے پر گولون کا مینھ برسانا شروع کیا یہان تک کہ ۲۴۔ اپریل کو فصیل سے ڈھائی سو گز کا فاصلہ باقی رہ گیا لارڈ ولزلی نے اپنے لشکر کی کامیابی کو دیکھکر یہی ارادہ کر لیا تھا کہ سلطان کا بالکل نام ونشان مٹا دے ۳ مئی کو فصیل کو اتنا توڑ دیا کہ لشکر اسکے اندر چلا جاے ۴ مئی کو لشکر مورچون مین تیار ہوا ٹھیک دوپہر کو ایک بجے لشکر نے حرکت کی اور سارا لشکر چڑھ گیا مشرقی دروازے پر سلطان کے جان نثار سپاہیون نے جان نثاری کی سلطان کے پہلو مین ایک گولی آکر لگی اسکے ساتھ ایک اور زخم لگا پھر گھوڑا زخمی ہوکر مرا سر پر سے پگڑی اڑگئی اسوقت اسکے بعض نوکر پالکی مین ڈالکر لے چلے مگر کشتون کے پشتون نے پالکی کے ڈنڈے پکڑے اسکو چلنے نہ دیا راہ مین انگریزی سپاہیون سے دوچار ہونا پڑا ایک سپاہی نے جواہر سے قبضۂ شمشیر کو مرصع دیکھکر اس پر ہاتھ ڈالا سلطان نے پیش قبض اسکے ملا اسنے جھنجھلا کر سلطان کے گولی ایسی ماری کہ وہ بھی کشتہ ہوکر مردون مین شامل ہوا یہ واقعہ قمری حساب سے ذیقعدہ ۱۲۱۳ہجری کا ہے۔

غرضکہ چند گھنٹون مین وہ دارالسلطنت میسور فتح ہو گیا جسکی حفاظت بیس ہزار سپاہ کر رہی تھی

۲۸۷ توپین اسپر چڑھی ہوئی تھین اور سب سامان حرب وضرب اور کھانے پینے کا کثرت سے موجود تھا لارڈ ولزلی اور ماہرین فن سپہ گری سب کی یہ رائے تھی کہ اگر ایک ہزار سپاہ فرانسیسی کسی عمدہ سپہ سالار کے پاس اس قلعے مین ہوتی تو قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ وہ ہرگز لشکر انگریزی کی ہوا بھی نہ لگنے دیتے اور اسکی سرحد پر دشمن کے لشکر کی گرد نہ اڑنے دیتے یہ دارالسلطنت کیا فتح ہوا حیدرعلی کا خاندان ہی ختم ہوا انگریزون نے نہایت اعزاز واحترام سے حیدرعلی کی قبر کے پاس سلطان کو دفن کرایا۔ اسوقت میسور کے قدیمی راجہ کے خاندان کا ایک پانچ برس کا لڑکا کرشن راج اودے راؤ موجود تھا اسکو میسور کی گادی پر انگریزون نے بٹھایا کچھ ملک اسکو دیا اور ۲۱۰۸۰۰۰ روپے کی آمدنی کا ملک سرکار کمپنی نے لیا اس مین سے ۱۰۶۰۰۰۰ روپے سالانہ ٹیپو سلطان اور حیدرعلی کے خاندان کا وظیفہ سرکار کے ذمے ٹھہرا اور ٹیپو کے بیٹون کے ساتھ لارڈ ولزلی پدرانہ شفقت سے پیش آیا اور وہ نیم شاہانہ ٹھاٹ سے ویلور مین بعد کو کلکتے مین سکونت پذیر ہوے اور نظام کو اٹھائیس لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک دیا گیا اور بقول تاریخ گلزار آصفیہ نقد ایک کروڑ روپیہ بھی ملا اور ۲۸۰۰۰ روپیہ سالانہ کا ملک فخرالدین خان کو دینا پڑا وہ ایک بڑا سپہ سالار سلطان کا تھا اور اسنے سلطان سے غداری کرکے بغیر کسی شرط کے چار ہزار سوارون سمیت اپنے تئین انگریزون کے حوالے کر دیا سری رنگ پٹن کی فتح کے بعد کمانڈر انچیف نے نظام کی فوج کی خدمتون کی بڑی تعریف کی اور نظام اس لڑائی کے بعد بالکل انگریزون کے تابع ہو گئے اس آخری لڑائی کے بعد جو علاقہ پیشوا کو دیا گیا تھا اسنے اسکے لینے سے انکار کیا کیونکہ یہ ملک اس کو اس شرط سے دیا جاتا تھا کہ جو معاملات اسکے اور نظام کے درمیان تھے انکی طرف سے اطمینان انگریزون کو اور نظام کو کرا دے اور سرکار کمپنی اپنے جن معاملات کی نسبت اسکو رزیڈنٹ کی معرفت لکھے انکے متعلق اطمینان کرا دے پیشوا نے یہ بات منظور نہ کی اس لیے دو ثلث اور نظام کو دیے گئے راحت افزا مین لکھا ہے کہ سری رنگ پٹن سے واپسی کے بعد میر عالم کی بہت شہرت ہو گئی تھی اعظم الامرا کا دل ان سے کبھی صاف نہوا گو ظاہر مین جز ولاینفک تھے ارسطوجاہ میر عالم کی حرکات خلاف مرضی باطنی سے آگاہ تھے اس لیے انھون نے اُن کو کڑپا اور قلعہ سدھوٹ اور قلعہ گنجی کوٹہ وغیرہ اس ملک مفتوحہ کے انتظام کے لیے جو نواب نظام علی خان کے حصے مین ٹیپو کی قلمرو مین سے آیا تھا نواب سے رخصت کرا دیا میر عالم نے اس خیال سے کہ ایک کروڑ روپے کا ملک بلاشرکت غیرے میرے ہاتھ مین آئے گا اس کو غنیمت جانا۔

ٹیپو سلطان کے خصائل

اس وقت سلطان کی چھیالیس برس کی عمر تھی۔ حیدرعلی سے تو دشمنی انگریزون کو فقط گورنمنٹ

مدراس کی حماقت سے پیدا ہوئی تھی مگر سلطان سے عناد یون بڑھا کہ اسکے دل مین کینہ وری
اور انتقام جوئی بھری ہوئی تھی کوئی تمناے دلی اس سے زیادہ نہ تھی کہ کسی طرح انگریزون کو
ہندوستان سے دفع کرے اس شوق مین دیوانہ سا ہو گیا تھا اس ارمان کے پورا کرنے کے
لیے اسنے کیا کیا نہ کیا ہندوستان مین رئیسون سے سازشین کین کابل اور پیرس تک خاک
اڑائی مگر کسی طرح یہ آرزو نہ بر آئی اس ارمان ہی مین جان گنوائی اور اسنے سپاہیانہ جانبازی
نہ افسرانہ اور شاہانہ کوئی دانائی اور لیاقت او رقابلیت اس لڑائی مین ظاہر نہ کی۔ در حقیقت
دور اندیشی اور عاقبت بینی انگریزون کے مقابلے کی نہین رکھتا تھا۔ حق یہ ہے کہ انگریزون کے
ساتھ سلطان کی نفرت یون ہی ضرب المثل ہو گئی ہے ورنہ سیندھیا اور ہلکر اس سے زیادہ
انگریزون سے نفرت رکھتے تھے جیسا کہ وہ تبرا بھیجتا تھا ایسے ہی انگریز اسپر لعنت بھیجتے تھے
وہ کونسا تولا اس سے رکھتے تھے اگرچہ وہ چالاک ذہین اور تیز ہوش تھا اور سلاطین مشرقیہ مین
غنیمت تھا مگر معاملہ فہم نہین تھا اپنے کامون کا آغاز و انجام نہین سمجھتا تھا نہ اسباب دیکھنے کی
لیاقت نہ اسکے نتائج سمجھنے کی قابلیت رکھتا تھا اس مین یہ استعداد نہ تھی کہ دس پانچ مقدمات
کو ملاکر اس کا نتیجہ نکال سکے وہ صرف ایک بات پر توجہ کرتا تھا اور باقی کسی طرف خیال نہین کرتا
تھا۔ ہر بات کے ایک پہلو پر جم جاتا تھا پھر اور پہلوون کی طرف نظر اٹھا کے نہین دیکھتا تھا
خواہ اسکے کتنے ہی نقصان ہون اسکے دل مین یہ بات ٹھن گئی تھی کہ انگریزون نے اس کے
استیصال کرنے اور ریاست چھین لینے کا عزم مصمم کر لیا ہے وہ کسی طور سے ٹلنے نہین ٹلتا
کہان کہان انگریزون کے باہر نکالنے کے لیے پیغام سلام پہنچائے تھے مگر وہ سب مین ناکامیاب
ہوا مگر اسکے انتظام کی بڑی خوبی یہ تھی کہ اسکی رعایا خوش حال اور ملک ایسا زراعت سے بسا تھا
کہ اور رئیسون کا ملک خود سرکار کمپنی کا ملک اسکی شادابی کے آگے پانی بھرتا تھا اور اس کے
سامنے ویران اور بے چراغ معلوم ہوتا تھا وہ درشت مزاج اور سخت خو تھا جی چاہے تو ظالم
بھی کہہ لو وہ بے شک انگریزون کے قید کرنے مین نہایت تشدد کرتا تھا مگر وہ زمانہ ہی ایسا ہی
تھا کہ قید خانے مین اسیرون پر سخت گیری ہوتی تھی جو اسکے ہان انگریزون پر ظلم ہوتا تھا مدراس
اور کلکتے کے انگریزی جیل خانون مین ہزار روپے کے قرضدار یہان سے بڑھ کر ہوتا تھا۔
بڑی خوبی سلطان ٹیپو مین یہ تھی کہ وہ اپنے مذہب مین پکا اور سچا تھا ہر روز خدا کی عبادت
بلاناغہ کرتا تھا نماز کا پابند تھا خداداد اسکے مذہب کا نام تھا خدا پر توکل رکھتا اور قضا و قدر پر
بالکل بھروسا رکھتا تھا اور یہ سمجھتا کہ سارے کام تقدیر سے ہوتے ہین جو قسمت مین ہوگا سو ہوگا
اسی خیال نے اسے ڈبو دیا یہ نہ سمجھا کہ دنیا عالم اسباب ہے اس مین بغیر اسباب و تدابیر کے

کو نہین ہوتا۔ اسکو مشرکین اور کفار سے نفرت قلبی تھی اور وہ کفر و شرک کے دور کرنے کو اپنے اوپر فرض سمجھتا تھا اسکی تاریخ وفات کے مادے مین بھی یہ بات رکھی گئی ہے ؎

ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد

ٹیپو ایجادات کے کام مین عجیب و غریب طبیعت رکھتا تھا مثلاً اہلے شمسی کہ ہندوستان مین مروج تھے انکی حساب دفتر مین ضرورت تھی تو انکی جگہ اس طرح نام مقرر کیے احمدی۔ بہاری۔ جلوئی۔ دارائی۔ ہاشمی۔ واسعی۔ زبرجدی۔ حیدری۔ طلوعی۔ یزدانی۔ ایزدی بنائی۔ اور آخری ایام سلطنت مین نامون کو اس طرح تبدیل کیا احمدی۔ بہاری۔ تقی۔ ثمری جعفری۔ حیدری۔ خسروی۔ دینی۔ ذاکری۔ رحمانی۔ ربانی۔ زکی۔ اسی طرح سالون کے نام رکھے تھے۔ سکون کے بھی نام مقرر کیے تھے چنانچہ ہُن یعنی اشرفیون کے یہ نام ہین صدیقی احمدی فاروقی ہُن جسکے ایک طرف نام اور دوسری طرف حرف ح تھا اسی طرح نقرئی سکون کے نام رکھے چنانچہ روپے کا نام امامی مقرر کیا جس کا وزن اور قیمت دو روپے تھی اٹھنی یعنی آدھے روپے کا نام باقری رکھا چوانی یعنی پاؤ روپے کا نام جعفری اور دوانی کا نام کاظمی اور ایک آنہ کا نام آیہ رکھا اوزان غلہ کے نام بھی مقرر کیے قینچی اور خنجر وغیرہ کا نام صفدر ٹھہرا یا کچہریون کے نام بھی سننے کے قابل ہین اللّٰی کچہری۔ رحمانی کچہری۔ غفار کچہری۔ غفور کچہری۔ عزیزی کچہری وغیرہ وغیرہ

کرنیل کرک پیٹرک رزیڈنٹ کا ایک معزز مسلمان گھرانے کی لڑکی کو اپنی بیوی بنا لینے کا قضیہ اور میر عالم کا ادبار و زوال

رزیڈنٹ مذکور نے شرف النسا بیگم دختر عاقل الدولہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر کے اسکو اپنی بیوی بنا لیا اس بات سے تمام آدمی متنفر ہوگئے تھے میر عالم اسوقت اس علاقے کے انتظام کے لیے جو ٹیپو کی لڑائی کے بعد نظام کو ملا تھا کڑپا مین مقیم تھے یہ تمام حال اعظم الامرا نے لکھکر میر عالم کے پاس بھیجدیا میر عالم بریاست کی طرف سے سرکار انگریزی کے پاس سفارت کا کام بھی کرتے تھے اعظم الامرا نے ان کو لکھا کہ یہ تمام حالات کلکتے کو گورنر جنرل کے پاس لکھ بھیجین تاکہ وہ رزیڈنٹ کو سزاے واجبی دین جس سے دوسرون کو عبرت حاصل ہو میر عالم نے اعظم الامرا کے ایما کے موافق تمام حقیقت مذکورہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجی جسکے جواب مین کلکتے کے گورنر جنرل نے اپنی مہری چٹھی رزیڈنٹ کو سزاے شدید دینے کی بابت لکھی رزیڈنٹ کو یہ حال

چٹھی کے ریاست مین پہنچنے سے پیشتر معلوم ہوگیا تھا وہ گھبراکر اعظم الامرا مدارالمہام کے پاس تخلیے مین آیا اور اُن سے میر عالم کا گورنر جنرل کو لکھنا اور وہان سے اپنی نسبت سزا کا حکم جاری ہونے کا حال بیان کیا اور معافی کی استدعا کی اور یہ کہا کہ ایک محضر لڑکی کے وارثون اور دوسرے شرفاے شہر کی طرف سے صادر ہوکر اس مضمون کا مجھے مرحمت ہو جاے کہ یہ حرکت رزیڈنٹ نے خود نہین کی ہی بلکہ لڑکی خود فریفتہ ہوکر اسکے تصرف مین آئی ہے رزیڈنٹ نے زبردستی اسکے ساتھ مین کی تھی اگر ایک ایسا محضر گورنر جنرل کے پاس پہنچ جاے گا تو میری جان بخشی ہو جاے گی اس مہربانی کے شکریے مین جب تک یہان مقرر رہون گا مرہون احسان ہوکر سرکار عالی کے تمام کامون کی درستی کرتا رہون گا اور فرمانبرداری مین کوتاہی نہ کرون گا اعظم الامرا نے کہا کہ اگر اس مضمون کو مین نواب کے حضور مین پیش کرون گا تو محضر کی تیاری سے پیشتر وہ مجکو ہی سزا کو پہنچا وینگے جس سے خود میری جان جاتے رہنے کا خوف ہے اور اگر مین نے کسی تدبیر سے محضر تیار کرا لیا اور تمھاری ذات خطرے سے نکل گئی تو کیا تم میرے مدعا کو صدر سے درست کرا دوگے رزیڈنٹ نے پوچھا کہ وہ کام کیا ہے اعظم الامرا نے قسمیہ اقرار لیا کہ یہ مدعا کسی پر نہ کھلے اور بعد اسکے کہا کہ وہ کام یہ ہے کہ میر عالم کو سفارت کی خدمت سے معزول کرنا چاہتا ہون تم یہ انتظام کرو کہ صدر کلکتے سے ان کی عدم معزولی کی بابت کوئی سفارش نہ پہنچے رزیڈنٹ نے یہ بات دل و جان سے قبول کر کے وعدہ محکم کیا بعد اسکے اعظم الامرا نے نواب صاحب کے سامنے انتظام امور کلیات کی بابت عرض کرکے ورثاے دختر کا مہری محضر حاصل کر لیا جب گورنر جنرل کی چٹھی رزیڈنٹ کو سزا دینے کی بابت پہنچی تو اسکے جواب مین یہ محضر بھجوا دیا گیا اور رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ بھی لکھا کہ نواب صاحب میر عالم کو عہدۂ سفارت سے سبکدوش کر کے یہ کام بھی اعظم الامرا سے لینا چاہتے ہین۔ گورنر جنرل نے اسکے جواب مین لکھا کہ جبکہ رزیڈنٹ بے تقصیر ہے اور سرکار عالی اس سے خوش ہین تو وہ اپنے عہدے پر بدستور بحال رہے اور ہم کو سرکار عالی کی رضامندی منظور ہے۔ لیکن میر عالم کے عہدہ سفارت سے جو معزولی کی نسبت رزیڈنٹ نے لکھا ہے تو انکی معزولی کا حضور پرنور کو اختیار ہے جسے چاہین مقرر کر دین ہم اس سے رجوع کرینگے اگر اعظم الامرا اس کام پر منصوب ہون تو یہ اولی و انسب ہے اس سے کیا بہتر ہے لیکن تین باتون کا میر عالم کی نسبت خیال رہے کہ انکی جان و آبرو و مال کی حفاظت رہے جب یہ تحریر گورنر جنرل کی رزیڈنٹ کے پاس پہنچی تو اسنے نواب مدار المہام کو پیش کر دی پس میر عالم کو خدمت سفارت و تعلقہ داری ملک مفتوحہ سے معزول کر کے قلعہ رودرم مین رکھدیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کسی سے ملاقات نہ کرین کیونکہ اعظم الامرا کو ان سے دلی عداوت تھی اعظم الامرا نے اپنی مدار المہامی کے ساتھ عہدۂ سفارت بھی ملحق کر لیا۔ میر عالم کا بیٹا میر دوران اور اُن کا سالا

مستقیم الدولہ دونون شہر مین رہے مستقیم الدولہ شب و روز ارسطوجاہ کے پاس حاضر رہتا اور نواب صاحب کے پاس بھی پہنچکر میر عالم کی طرف سے سوال و جواب مین مصروف رہتا جب میر عالم اور ارسطوجاہ مین دشمنی علانیہ ہوگئی تو حشمت جنگ نے اُن جواہرات کا حال جو ٹیپو کی لڑائی کے بعد نواب صاحب کے واسطے میر عالم کو ملے تھے نواب صاحب سے عرض کر دیا ارسطوجاہ نے انہین میر دوران سے طلب کیا اور تقاضا کرنے لگے اور اسپر عہدہ داروں کو محصل بناکر مقرر کر دیا یہ بیچارہ ناواقف تھا کلام مجید کی قسم کھائی کہ مجھے اسکی کچھ اطلاع نہین ہے اور مستقیم الدولہ جسکے پاس جواہر امانتاً رکھا ہوا تھا بالکل کنارہ کش ہوکر کہنے لگا کہ مین اس سے مطلقاً آگاہ نہین ہون اور کسی کی زبان سے اس کا حال سُنا بھی نہین ہے اور میر عالم کے خانساماں غلام نبی کو بدنام کر دیا کہ اسکی سپردگی مین تھے ارسطوجاہ نے اس کا مکان لٹوا لیا میر دوران صاحب غیرت تھا اس وجہ سے سخت بیمار ہوگیا۔ کچھ دنون کے بعد میر عالم کو رو در ورے سے بلاکر موضع ناکل پلی مین جو انکی جاگیر مین گولکنڈے کے عقب مین واقع تھا قید کر دیا اور دو سو سوار اور ہرکارے اور پلٹن کے سپاہی انکی محافظت پر متعین ہوے اس عرصے مین ایک رات میر عالم کے مکان کو آگ لگ گئی تمام سامان اور مکان جل گیا فقط عورتین بچ گئین کچھ دنون کے بعد میر دوران کہ نہایت قابل اور عاقل نوجوان تھا ۱۸ سال کی عمر مین غم و غصہ سے مرگیا میر عالم کو اور زیادہ رنج پیدا ہوا جذام کا عارضہ جو پہلے سے لاحق تھا بڑھ گیا اس وقت مین مستقیم الدولہ نے ارسطوجاہ کی منت و سماجت کرکے میر عالم کو شہر مین اس شرط سے بلوا لیا کہ وہ کسی سے ملاقات نہ کرینگے پھر ایک موقع پر ارسطوجاہ کو اپنی مخالفت کا شبہہ مستقیم الدولہ کی طرف سے پیدا ہوگیا اور اسکو شہر سے نکلوا کر اسکی جاگیر کے گانون دکوال مین رہنے کا حکم دیا۔

انگریزون کا نواب سے عہدنامۂ جدید مقرر کرکے وہ سارا ملک جو ٹیپو کے ملک مین سے نظام کو دیا تھا فوج ملکی کے مصارف کے لیے اُن سے خود لے لینا

ٹیپو کی بربادی سے مرہٹون کو نہایت رشک و رنج ہوا اور اس کام سے خود متفکر و متنبہ ہوے اس سے انکی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا اس لیے انگریزون نے نواب نظام علی خان بہادر کے ساتھ نئے عہدنامے کا استحکام دینا مناسب سمجھا یکم ستمبر ۱۷۹۸ء کو جو عہدنامہ نظام اور انگریزون کے

درمیان لکھا گیا تھا اُسکے موافق سپاہ فرانسیسی موقوف ہوگئی تھی اور اسکی جگہ سرکار کمپنی کی سپاہ ملک کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئی تھی مگر اس لشکر کو مرہٹون سے لڑنے کی ممانعت تھی نظام کے مدار المہام اعظم الامرا نے سوچا کہ مرہٹون کی قوم بے وفا ہے اور لوٹ مار کی دیوانی ہے اسکی حرص و آز ترکتازی سے بچنا مشکل ہے اسکے سوا پیشوا نے بھی اس شرط سے انکار کر دیا تھا جو انگریزون نے پیش کی تھی کہ نظام اور مرہٹون کے درمیان جو تنازعات ہون اس کا انفصال ہم ثالث بنکر کیا کرین اس سے اعظم الامرا کو معلوم ہوا کہ مرہٹون کی نیت مین ضرور فساد ہے یقینی وہ ہمارے ساتھ ستیزہ کاری کرینگے اس لیے انھون نے رزیڈنٹ سے درخواست کی کہ سرکاری سپاہ مین پیادون و سوارون کی تعداد زیادہ کی جاے اور انکی خرچ کی رقم جو مقرر ہے اور وہ نقد دی جاتی ہے اسکے ادا کرنے مین اور روپے کی ڈھیرون کے ڈھونے مین دقت اور دشواری پڑتی ہے اسلیے بہتر یہ ہوگا کہ اسکے عوض مین ملک لے لیا جاے لارڈ ولزلی یہ خود سے چاہتے تھے انھون نے درخواست منظور کر لی کیونکہ اس سے روز کی دقت دفع ہوتی تھی جھٹ پٹ ۱۲ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۰۰ء مطابق ۲۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۱۵ ہجری کو عہدنامہ لکھا گیا جسکی دفعہ دو کی رو سے دو پلٹنین پیادون کی اور ایک رجمنٹ سوارون کا فوج ملکی مین زیادہ کیا گیا قبل اس سے چھ پلٹنین جس مین فی پلٹن ہزار جوان تھے اور ایک رجمنٹ پانسو سوارون کا توپون اور گولہ اندازون سمیت نواب کے پاس متعین تھے اور اب دو پلٹنین دو ہزار پیادون کی اور پانسو سوارون کا رجمنٹ مع توپخانہ جدید مقرر ہوے تو تمام فوج ملکی حال و سابق آٹھ ہزار جوانون کی آٹھ پلٹنین اور ہزار سوارون کے دو رجمنٹ مع توپخانہ و گولہ اندازون کے ہوگئے اور سفرمینا اسکے علاوہ مقرر ہوئی اور یہ فوج ہمیشہ کے لیے نواب کے ملک مین رہنا قرار پائی پہلے سے چالیس لاکھ روپیہ جو نظام خرچ فوج مین دیتے تھے اب افزائش سپاہ کے بعد اسکی جگہ دفعہ تین کے مطابق ۶۲ لاکھ روپے سالانہ آمدنی کا ملک ہمیشہ کے لیے انھون نے سرکار کمپنی کو دیدیا باقی ملک جو ریاست کے پاس رہا دفعۂ اول کے موافق اس کی حفاظت اندرونی و بیرونی دشمنون سے خواہ وہ کوئی ہون سرکار کمپنی کے ذمے قرار پائی جنگ کھرڑے کے موقع پر نظام اسی قسم کے اتحاد کے خواہشمند تھے مگر چونکہ اسوقت میسور کی مہم پیش نظر تھی اس لیے مرہٹون کو خوش رکھنے کے واسطے ایسا اتحاد کرنے سے انکار کر دیا تھا یہ ملک جو نواب نظام علی خان نے دیا تھا سنہ ۱۷۹۲ء اور سنہ ۱۷۹۹ء مین میسور کی لڑائیون مین انگریزون نے انکو دیا تھا مگر اس مین کچھ فرق تبادلہ بہ نظر حدود بندی مناسب کے عمل مین آیا۔ اور اب انگریزون کا تقاضا قرض کی بابت نواب پر کچھ نرہا کسی دوسری طاقت سے جنگ چھڑنے کی صورت مین دفعہ ۴ کے مطابق نظام نے وعدہ کیا کہ سپاہ مذکورہ بالا کے علاوہ وہ خود اپنی فوج مین سے نو ہزار سوار اور چھ ہزار پیدل مع ساز و سامان سرکار کمپنی کی مدد کے لیے بھیجین گے۔ دفعہ ۵ کے بموجب نظام نے عہد کیا کہ وہ کمپنی کی اطلاع کے بغیر دوسری کسی طاقت سے کسی قسم کے تعلقات

نہ رکھینگے اسکے عوض کمپنی نے عہد کیا کہ وہ نظام کی اولاد۔ انکے اعزہ۔ انکی رعایا اور انکے ملازموں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے گی جنکے حق مین نظام کے اختیارات مطلق ہونگے اور دفعہ ۱۵ کے مطابق یہ بھی وعدہ ہوا کہ دوسری طاقتوں سے حکومت نظام کے تنازع ہونے کی صورت مین کمپنی کی حکومت کو فیصلہ کرنے کا کامل اختیار ہوگا دفعہ ۱۷ مین کمپنی نے وعدہ کیا کہ اگر شولاپور اور گدوال کے زمیندار یا نظام کے تحت دوسرے سرداران کے جائز حقوق کے ادا کرنے سے انحراف کرینگے یا انکے ممالک محروسہ مین غدر و فتنہ برپا کرینگے تو جرم کی حقیقت کو اچھی طرح معلوم کرنے کے بعد کمکی فوج انکا استیصال کرنے کے لیے نظام کی فوج کے ساتھ شرکت عمل کریگی۔ اس عہدنامے سے تنقیح سب امور کی ہوگئی جو فوج کمکی کے متعلق تھے۔

اس معاہدے کی اکثر شرائط ایسی تھین جنکو انگریزی حکومت نظام سے تسلیم کرانے کے لیے عرصے سے کوشش کر رہی تھی خصوصًا پانچوین اور چھٹی شرط کی انھین خاص ضرورت تھی تاکہ نظام برٹش حکومت کی حمایت کو قبول کرکے اپنی خارجی آزادی سے دست بردار ہوجائین۔ نومبر ۱۷۹۹ء مین جب نواب میر نظام علی خان سخت بیمار تھے اور زندگی کا بھروسا نہ رہا تھا تو صاحبزادۂ سکندرجاہ کے سامنے یہی شرائط پیش کی گئی تھین اور انسے صاف کہدیا گیا کہ برٹش گورنمنٹ انکی مسندنشینی کی تائید صرف اس صورت مین کرسکتی ہے کہ ان شرائط کو قبول کرلین اگرچہ نظام اس انتظام مین اس سبب سے کہ اپنی ملک کی حفاظت کا کام سرکار کمپنی کی سپاہ کے حوالے کردیا اور آیندہ انکو کسی ریاست غیر سے خود عہد و پیمان کرنے کا اختیار نہین رہا اپنی شان حکومت سے گر گئے مگر انکی ریاست باقی رہی اگر یہ نہوتا تو جیسے اور بڑی بڑی ریاستین راس کماری سے نربدا کے درمیان بے نام و نشان ہوگئین نظام کا نام بھی گمنام ہوجاتا اور آج جو تاری قلیچ خان کی نسل فہرست والیان ریاست ہندوستان مین ممتاز بن رہی ہے نرہتی گو نظام کی وہ قدرت اور حکومت باقی نہین جو سلطنت مین ہونی چاہیے لیکن ہندوستان مین پھر بھی غنیمت ہے مولوی ذکاءاللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان مین اسی طرح لکھا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ جنگجو قومون کے پڑوس کی وجہ سے اور دوسری مہمات سے سرکار کمپنی کو فرصت حاصل نہونے سے یہ ریاست بچ گئی کچھ اسوجہ سے نہین بچی کہ اسنے اپنے اختیارات سے دست برداری کرکے سرکار کمپنی کے سامنے سرنگون ہوگئی اگر ایسا ہوتا تو اودھ کی سلطنت کیون مٹتی چونکہ اسکے پڑوس مین اور اسکی رعایا مین جنگی قوت باقی نہ تھی اسلیے سرکار کمپنی کی جوع الارض کا آسانی سے لقمہ بن گئی۔ اودھ کی ریاست کی بدنظمی کشت و خون اور لوٹ مار کی وارداتین دکن کے ملک سے کم ہی تھین۔

۱۲۔ ماہ اپریل سنہ ۱۸۰۲ء مطابق ۸ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو ایک عہدنامہ نظام اور سرکار کمپنی مین دریاو بہبودی تجارت کے باب مین منعقد ہوا جسکی روسے محصول اشیاے درآمد پانچ روپیہ فی صدی قرار پایا اور طریق تحصیل محصول مذکور قائم کیا گیا اور باستثنا ان محاصل کے جو اس

عہدنامے کی روسے قرار پائے باقی اور سب محاصل راہ داری وغیرہ ملک نظام مین موقوف ہوگئے اور محصول غلہ بھی موقوف ہوا اور جو ممانعت غلے کے باہر لیجانے کی سابق مین ہوئی تھی وہ بھی موقوف ہوئی۔
اس عرصے مین فوج انگریزی مع فوج آصفی جو بہیت رام کھتری کی ماتحتی مین تھی جو موسیو ریمون کی پلٹنون کا متصدی تھا بہ راو کی کمک کے لیے ہلکر کی جنگ کو روانہ ہوئی۔ ۱۲۱۸ھ ہجری مین خبر آمد جسونت راو ہلکر کی مشہور ہوئی اعظم الامرا نہایت فکر مین تھے کہ ہلکر نے خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آگھیرا اور وہان سے لوٹ مار کرکے ہندوستان کو لوٹ گیا۔

مرہٹون کا حملہ

تاریخ قلمرو نظام کے صفحہ ۱۷ مین لکھا ہو کہ ۱۸۰۳ء مین مرہٹون نے نظام کے ولی عہد کو مسند نشینی سے روکنے کے لیے نظام کے ملک پر حملہ کرنا چاہا اسوقت نظام سخت بیمار تھے لیکن انگریزون اور نظام کی متحدہ فوجون نے اسائی اور ارگانون مین دو بڑی بڑی لڑائیان کین اور انھین ایسا منہزم کیا کہ ہمیشہ کے لیے نظام کے ملک پر چڑھائی کرنا بھول گئے۔

عہدۂ سفارت کلکتہ

نظام علی خان بہادر کے عہد تک دونون سرکارون مین برابر کے سفارتی تعلقات تھے حیدرآباد مین رزیڈنٹ اور کلکتے مین سفیر رہتا تھا۔
۱۸۰۱ء مین جب میرزا عبداللطیف کی جگہ یاورالدولہ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا تو گورنر جنرل نے اس کو ناپسند کیا اور تھوڑے ہی عرصے مین وہ واپس بھیجدیا گیا اسکے بعد پھر کلکتے کی سفارت موقوف ہوگئی اور حیدرآباد کے انگریزی رزیڈنٹ کے اندر دونون عہدے جمع ہوگئے۔

متفرق وقعات

۱۲۱۴ھ ہجری مین سکندرجاہ کا بیاہ بڑی دھوم دھام سے سیف الملک مالی میان پسر کلان اعظم الامرا ارسطوجاہ کی بڑی بیٹی کے ساتھ جس کا خطاب جہان پرور بیگم تھا ہوا اس سے پہلے ایجاب وقبول قلعہ بیدر مین ہوچکا تھا بعد اسکے شاہ یار الملک پسر مظفر الملک اسد علی خان جاگیردار بگین پلی کا بیاہ مالی میان کی دوسری بیٹی کے ساتھ ہوا۔ ۵ محرم ۱۲۱۵ھ

کو گھانسے میان سردار الملک کو کسی نے مار ڈالا اور قاتل صاف نکل گئے معلوم نہوا کہ کون تھے اور کس کے بھیجے ہوے تھے۔ نواب کو رنج ہوا۔

نواب نظام علی خان کی حق پرستی

بعض اخبارات مین نظر سے گذرا ہے کہ ٹیپو کی بربادی کے بعد سرکار کمپنی نے نظام سے دریافت کرایا کہ وہ بادشاہ کا لقب اختیار کرنا چاہتے ہین یا نہین نظام نے جواب دیا کہ مشہور عالم خاندان تیموریہ کا جب تک ایک شاہزادہ بھی باقی ہے تب تک والی دکن کا اپنے آپکو بادشاہ کے لقب سے ملقب کرنا نمک حرامی کے مترادف ہے۔

نواب نظام علی خان کی وفات

ستر سال چھ ماہ ۷ دن کی عمر مین ۴۲ برس ریاست کرکے ۷ ربیع الثانی ۱۲۱۷ہجری مطابق ۷۔ اگست ۱۸۰۲ء کو مرض جسمانی سے نواب صاحب کا انتقال ہوگیا اور بعض نے قمری سنہ وفات ۱۲۱۸ہجری لکھے ہین۔ حیدرآباد مین مکہ مسجد کے صحن مین مدفون ہوے لقب بعد الوفات **غفران مآب** ہوا[۵۱]۔ انکی قبر کے آس پاس ایک جالی سنگ مرمر کی خوشنما بنوادی گئی چنانچہ تاحال صحیح وسالم ہے سرہانے کے دروازے کی پیشانی پر شیر محمد خان ایما کا یہ قطعہ کندہ ہے ؎

برروح پاک میر نظام علی مدام — خوانند با وضو ہمہ اشخاص خاتمہ
زین مصرعہ عجیب دو تاریخ را بخوان — مستوجب بہشت و باخلاص فاتحہ

شیر الملک مدار المہام نے الوال[۵۲] کی چھاونی سے جمعیت انگریزی بلاکر دو سو جوان اور ایک توپ جلوخانہ خاص مین اور اسی طرح ہر ہر صاحبزادے کے دروازے پر فساد کے اندیشے اور حفاظت کے لیے مقرر کی۔

---

۵۱ دیکھو رشید الدین خانی و خورشید جاہی و گلزار آصفیہ و حدیقۃ العالم ۱۲

۵۲ سپاہ الوال کی شرح مین کہین حسین ساگر کی چھاونی کی سپاہ اور کہین سکندرآباد کی چھاونی کی سپاہ لکھتے ہین ۱۲

نواب کی بیگمات

(۱) نواب کی پہلی شادی برہان پور میں خواجم قلی خان کی بیٹی زیب النسا بیگم سے ہوئی تھی لیکن اس بیگم کے بطن سے کوئی اولاد پیدا نہوئی۔
(۲) بخشی بیگم۔
(۳) تہنیت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ یہ حضرت پیران پیر کی اولاد سے ہے۔
(۴) بہرہ ور بانو بیگم۔
(۵) دلاور النسا بیگم۔
(۶) عنایت النسا بیگم
(۷) سردار بانو بیگم عرف گمانی بیگم۔
(۸) مہردل بر بائی
(۹) روشن آرا خانم۔
(۱۰) واجد النسا بیگم۔
(۱۱) مصاحب بائی۔
(۱۲) جانی بیگم۔
(۱۳) سنگار کسن بائی المخاطب بہ زہرہ خانم۔
(۱۴) کنچن بائی مخاطب بہ عزت النسا بیگم۔
ان کے سوا اور خواصین بیشمار تھیں۔

اولاد نرینہ

(۱) عالی جاہ میر احمد علی خان بطن سے سردار بانو بیگم کے انکی شادی صالحہ بیگم صبیۂ شجاع الملک بسالت جنگ سے ہوئی۔
(۲) سکندر جاہ اور بقولے سکندر اقبال میر اکبر علی خان اسد الدولہ جانشین پدر انکا خطاب نشان حیدری میں فولاد جنگ بھی لکھا ہے بطن سے خاص بی بی صاحبہ کے ان کا بیاہ جہان پرور بیگم صبیہ غلام مرتضے خان عرف مالی میان سے ہوا تھا۔ انکی بڑی بیٹی جمال النسا کا بیاہ نواب نظام علی خان نے اپنی حیات میں رفیع الدولہ رفیع الملک محمد تاج الدین خان سے کیا۔ جمال النسا کی بہن کا بیاہ میر معین الدین حسین خان المخاطب بہ امتیاز الدولہ

ہر ممتاز الدولہ کے ساتھ ہوا تھا سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین سکندر جاہ کے بیٹا ہو بیگم سے پیدا ہوا تھا
ں کا نام میر تفضل علی خان عرف میر بادشاہ تھا۔
۳) فریدون جاہ میر سبحان علی خان بطن سے عنایت النسا بیگم کے۔
۴) جہاندار جاہ میر ذوالفقار علی خان بطن سے مہر ولبر بائی کے۔
۵) جمشید جاہ جمشید علی خان بطن سے عنایت النسا بیگم کے۔ اس صاحبزادے کا انتقال ۱۵
رس کی عمر مین فساد خون کے مرض سے ہوا جو پانون مین پیدا ہو گیا تھا۔
۶) اکبر جاہ میر تیمور علی خان بطن سے خاص بی بی صاحبہ کے انکی شادی بسالت جنگ
ی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی۔
۷) سلیمان جاہ رئیس الملک میر جہانگیر علی خان بطن سے بہرہ ور بانو بیگم کے۔
۸) کیوان جاہ میر جہاندار علی خان بطن سے روشن آرا خانم کے ان کو مشیر الملک
عظم الامرا کی فرزندی مین دیا تھا۔

بیٹیان

۱) نقش بندی بیگم زوجہ عبداللہ خان دارا جاہ مہابت جنگ پسر بسالت جنگ
حدیقۃ العالم مین ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ کی زوجہ بتائی ہے اول اُن سے بدری بیگم
ی شادی ہوئی جب ۴ ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۹ ہجری کو اس کا انتقال ہو گیا تو ۳ ماہ رجب سنہ ۱۲۲۰ ہجری
و نقش بندی بیگم سے بیاہ ہو گیا۔
(۲) سراج النسا بیگم بطن سے واجد النسا بیگم کے زوجہ فخر الدین خان ابن خواجہ بادشاہ۔
(۳) سلیمہ بیگم زوجہ عظیم الدین خان رستم جنگ برادر دارا جاہ۔
(۴) جہان آرا بیگم المخاطب بہ افتخار النسا خانم بطن سے مصاحب بائی کے زوجۂ رستم یار جنگ
پسر بسالت جنگ۔
(۵) خورشید بیگم۔
(۶) ساجدہ بیگم بطن سے جامی بیگم کے زوجۂ غیرت جنگ میر قدرت خان ابن
بسالت جنگ۔
(۷) تاجدار بیگم زوجہ قدرت اللہ خان پسر بسالت جنگ۔ اغلب ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ ساجدہ بیگم اور تاجدار بیگم مین باہم تحریف ہے اور میر قدرت خان اور قدرت اللہ خان
ایک ہین۔

(۸) بہجۃ النسا بیگم زوجۂ شہاب الدین خان۔
(۹) فخر النساء عرف مغلی بیگم بعض نے قمر النساء عرف منجھلی بیگم تحریر کیا ہے سنگارس بائی المخاطبہ زہرہ خانم کے بطن سے تھی اور رباب اللہ خان پسر میر رحمت خان باشندۂ دہلی کی زوجہ تھی۔
(۱۰) کمو بیگم بطن سے روپا بائی کے زوجۂ رستم جنگ بہادر۔
(۱۱) ریاض النسا بیگم زوجہ میر محمد علی شیرازی شہزادہ ایران۔
(۱۲) بدری بیگم زوجۂ ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ ۴ ماہ شعبان ۱۱۹۲ھ ہجری کو اسقاط حمل سے اس کا انتقال ہوگیا۔
(۱۳) بشیر النسا بیگم بطن سے عنایت النسا بیگم کے یہ شمس الامرا محمد فخر الدین خان کی خاص بیگم تھی ۱۲۱۷ھ ہجری مین بشیر النسا بیگم کے حمل ظاہر ہوا تو نواب نے اپنے پاس بلا کر تحفہ پہنوائی اور فرط محبت سے چکنی ڈلی اپنے منھ سے نکال کر کھلا کر کہا کہ انشاء اللہ بیٹا پیدا ہوگا چنانچہ دو مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا نام فرید الدین خان رکھا۔ نواب اس بچے کو دیکھنے کو گئے۔
(۱۴) کابلی بیگم بطن سے کنچن بائی مخاطب بہ عزت النسا خانم کے زوجۂ بدیع اللہ خان ناظم الملک ناظم جنگ۔
(۱۵) امیر النسا بیگم عرف مغلو صاحبہ زوجۂ فخریاب جنگ پسر اول ہمایون جاہ مغل علی خان۔
(۱۶) قمرو بیگم معروف بہ کمو بیگم کہ اسے بخشی بیگم نے اپنی گود مین لیا تھا نواب اسکے یہان اکثر مہمان جایا کرتے تھے اس کے شوہر کا نام خواجہ ہاشم ہے جو قمر الدین خان کا نواسا ہے۔

مسند نشینی نواب میر اکبر علی خان سکندر جاہ اسد الدولہ فولاد جنگ نظام الملک آصف جاہ ثالث

آصف جاہ ثانی کے بعد اُن کے بڑے بیٹے نواب سکندر جاہ جن کا نام میر اکبر علی خان اور خطاب اول فولاد جنگ تھا اور بعد جلوس نظام الملک آصف جاہ ثالث ہوا۔ اور جمادی الاول ۱۱۸۲ھ ہجری مین اور بقولے یکم رجب سنہ مذکور کو حیدرآباد مین تہنیت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوے تھے ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ ہجری کو اور دوسری روایت کے مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ ہجری کو مسند نشین ہوے سالون کا اختلاف اُن کے والد کی وفات کے اختلاف کی بنا پر ہے۔ باوجودیکہ اُنکے والد ۷ ربیع الثانی کو فوت ہوے تھے مگر اُن کی مسند نشینی مین کئی دن کی دیر کی وجہ یہ ہوئی کہ اُن کو مسند نشینی منظور نہ تھی مشیر الملک اور دوسرے امرا کے اصرار سے یہ کار عظیم اپنے دوش پر لیا اُنھون نے تعلقات عرفیہ کا پابند ہوکر منظوری شہنشاہ دہلی سے حاصل کی اس وقت دہلی مین برائے نام شاہ عالم ثانی جسکو غلام قادر خان روہیلہ نے نابینا کر دیا تھا بادشاہ تھا اُنھون نے برٹش گورنمنٹ سے معاہدے کی تجدید کر کے اتحاد قائم کیا اور گورنر جنرل باجلاس کونسل کی دستخطی سند مورخہ ۲۷ ماہ اگست ۱۸۰۳ء مطابق جمادی الاخرے ۱۲۱۸ھ ہجری اس مضمون کی اُنھین دی گئی کہ دوستی اور اتفاق جو اس قدر استحکام کے ساتھ درمیان نواب نظام علی خان مرحوم اور گورنمنٹ کمپنی کے جاری ہین اُسی طرح ہر وقت ایمانداری کے ساتھ جاری متصور ہون گے اور ہمیشہ کے واسطے دونون مین جاری رہین گے اور تمام عہدنامجات و اقرارنامجات جو نواب مرحوم اور کمپنی کے درمیان جاری ہین حرفاً جاری و ساری متصور ہونگے اور عہد و اقرارنامجات تا یوم القیام ملحوظ رہین گے نواب نے اپنے باپ کے کسی متوسل کو تکلیف نہ دی تمام معاملات مالی و ملکی جو باپ کے عہد سے جاری تھے برقرار رکھے ہر ایک بھائی۔ عزیز اور جاگیردار کو اُس کے کامون پر پورا اقتدار دیدیا اُن کے سلوک سے سب مطمئن رہے ارکان ریاست مین کوئی تغیر و تبدل اُن کے ہاتھ سے نہوا مشیر الملک کی مبدئے دم تک یہ کوشش تھی کہ شمس الامرا کا کارخانہ برہم کر دیا جائے

مگر نواب نے اس معاملے مین اُن کی کچھ نہ چلنے دی ہر ایک بھائی کی تنخواہ یوم مسند نشینی سے کہ تین تین ہزار روپے ماہوار پاتے تھے المضاعف کر دی۔ فریدون جاہ چونکہ دوسرے بھائیون سے عمر مین بڑے تھے انھین چار ہزار روپے ماہوار کا اضافہ دیا۔ اور میر عالم کو بھی بلا کر دربار مین اُن کی آمد و رفت جاری کی اسی سال شمس الامرا نے نواب کی ضیافت کی اپنی حویلی پر آئینہ خانے مین اُتارا اور لاکھ روپے نقد نذر کیے اور لاکھ روپے کے جواہرات پیش کیے نواب کھانا کھا کر تیسرے پہر کو واپس گئے۔

جب بادشاہ دہلی کی طرف سے فرمان سرفرازی آیا تو نواب نے بلدے سے نکلکر باغ لنگم پلی مین مقام کیا اور باہر میدان مین ایک بڑا خیمہ استادہ کرایا اور اُس مین مسند زرین بچھائی گئی ایلچی نے فرمان اُس پر رکھدیا نواب مسند کے تلے کھڑے ہو کر آداب اور مجرا عرض کر کے مسند کے پاس با ادب بیٹھ گئے عرض بیگی نے وہ فرمان اُٹھا کر نواب کے ہاتھ مین دیا نواب نے اسکو اپنی پگڑی مین بجاے جیغے کے رکھکر ہاتھی پر سوار ہو کر لاؤلشکر اور تجمل کے ساتھ شہر مین آے تو بجانے سے سلامی کی توپین سر ہوئین جب دولت سرا مین پہنچے تو امرا نے نذرین گذرانین۔ نوین ذی حجہ ۱۲۱۷ھ ہجری کو نواب نے اپنے بیٹون میر فرخندہ علی خان ناصر جنگ و میر بشیر علی خان صمصام جنگ و میر گوہر علی خان مبارز جنگ کو خطاب اور مناصب دیے۔

مشیر الملک اعظم الامرا کی وفات کے بعد میر عالم کی عہدہ مدار المہامی پر سرفرازی۔ رگھوتم راؤ کی بربادی

نظام کے مدار المہام مشیر الملک تیس برس سے اس ریاست کا نظم و نسق وحل وعقد کر رہے تھے اور انگریزون کے دوست صادق تھے چہار شنبہ ۲۸ محرم ۱۲۱۹ھ ہجری مطابق ۱۸۰۴ء کو سکندر جاہ کے سامنے تھوڑے عرصے تک کام کر کے اس دنیا سے رخصت ہوے اُن کی ناقابلیت کی نسبت تحفۃ العالم کے مصنف نے بہت کچھ لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے اُن کو بنہایت پست فطرت و رذیل طبیعت اور سفلہ نہاد پایا اور یہ بھی لکھا ہے کہ مین نے رئیس کو ریاست مین بے اختیار اور نائب کے ہاتھ مین گرفتار دیکھا پھر اپنی عبارت مین لکھتا ہے بعلت کہولت داند راس حواس دُراکہ و حافظہ از کار رفتہ اند و با این ہمہ باخرد مندان و خداوندان تدابیر و صاحبان راے و ہوش ادعاے ہم سری بل دعوے برتری دارد و بے شائبہ عبارت آرائی در امور ملکی و مالی تمیز نقطہ از خط و درست از غلط

ندانستہ است سہل ست کہ متیں بدیہی نہ کردہ و ارسطو جاہی را بر خود بستہ است۔ مشیر الملک کا بیٹا غلام مرتضےٰ خان عرف مالی میان باپ کے سامنے مرچکا تھا مگر سکندر جاہ نے اُن کی جاگیر قلعۂ اوڈیسہ اُن کی زوجہ پر بحال رکھی۔

میر عالم نے مدار المہامی کے عہدے کے لیے گورنر جنرل سے سفارش چاہی جس نے نواب سکندر جاہ کو سفارش مین لکھا نواب نے خط پڑھکر اُن کی بیماری کا عذر کیا بعدہ بخشی بیگم اور بی بی صاحبہ کے کہنے سے جو نواب کی مائین تھین ۵ ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ ہجری کو خلعت مدار المہامی عطا کیا اور ملبوس خاص بخشا میر عالم خلعت پہن کر رزیڈنٹ کی کوٹھی کو گئے اور وہان سے خود تو پالکی مین سوار ہوکر اور رزیڈنٹ جی اے کرک پیٹرک کو ہبری عماری مین بٹھاکر نواب کے پاس پھر آئے نواب نے دربار مین بلاکر نذر لی۔

رگھوتم راؤ راجہ اندر برہمن کہ مشیر الملک کی پیش دستی مین مقدمات مالی وملکی کا مختار تھا اُس نے اپنے ہم قوم و مذہب برہمنون کو خوب ترقیان دے کر ریاست کے کام اُن کے ہاتھون مین دے دیے تھے اور تمام معاملات مین دخیل کردیا تھا یہ لوگ مسلمانون سے ساتھ بڑی بڑی بدسلوکیان کرتے تھے رگھوتم راؤ کا سالا جیون راؤ نہایت مغرور تھا لوگونکی حرمت کا ہتک ادنے ادنے قصور پر کرا دیتا تھا اور شرفا کو مروا دیتا تھا اسکے ہاتھ مین شمس الامرا کی جاگیر کا کام تھا۔ مشیر الملک کی موت کے بعد رگھوتم راؤ نے نواب کو بہت سا روپیہ نذرانے مین دے کر اس عہدے کی خواہش کی مگر نواب نے منظور نہ کیا۔ انجام رگھوتم راؤ کا یہ ہوا کہ انگریزون کو معلوم ہوا کہ اس کی سازش مرہٹون سے ہے اور اس نے ہلکر اور سیندھیا کی مدد کے لیے وہ سپاہ بھیجی تھی جو اُس کے ماتحت تھی اُنھون نے سکندر جاہ سے کہا کہ اُسکو علیحدہ کردیا جائے چنانچہ نواب کے حکم سے شمس الامرا کے نوکرون نے اُس کی حویلی اور تمام مال و سامان کو ضبط کرلیا اور رگھوتم راؤ اور اُس کے سالے جیون راؤ کو گرفتار کرکے قید کردیا اور دوسرے دو سو برہمن قید کیے گئے برہمنون پر ایسا خوف چھایا کہ کوئی برہمن تین دن تک مکان سے باہر نہ نکلا بعد اس کے حکام ضلع کے نام احکام جاری ہوے کہ جہان کوئی برہمن رگھوتم راؤ کا متوسل معلوم ہو اُسے قید کردیا جائے برہمنوں پر عالم تنگ ہوگیا بہت سا مال و اسباب اُنکا ضائع ہوا سالہا قید رہے۔

میر عالم کا نواب کی سالگرہ کے موقع پر وہ جواہرات نذر کرنا جو ٹیپو کی لڑائی مین ہاتھ آئے تھے

نواب نے اپنی پہلی سال مسند نشینی کی تقریب مین امرا کو خلعت اور جواہر بخشے شمس الامرا کو

۳۳ لاکھ کی جاگیر دی اور سات ہزار سوارون اور سات ہزار پیادون اور سرکاری پائے گاہ کی حکومت دی اسی طرح منیر الملک کو جاگیر عطا کی میر عالم نے اپنی حویلی پر نواب کو بلا کر بڑا جشن کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ میر عالم نے موسے ندی کے کنارے شمالی سمت مین علی بیگ خان وعبد الصمد خان بہادر وبخشی اسماعیل خان کے اہتمام سے بارہ دری کا باغ بنوایا اور اُس مین اور جلوخانے مین حمام تیار کرائے اور بارہ دری کی عمارات بالا محل و پائین محل مین خوب آرائش و زیبائش کی اور نواب کو یہان بلا کر اُن کی ضیافت کی جس مین اُن کے سات لاکھ روپے خرچ ہوے جیسا کہ غلام امام خان ترین نے لکھا ہے اغلب کہ اس رقم مین اُن جواہر کی قیمت بھی داخل ہو گی جو اُنھون نے نذر کیے تھے یہ وہ جواہر ہین جو ٹیپو کی لڑائی مین اُن کو گورنر جنرل کارن والس نے خود اُن کے لیے اور نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور اعظم الامرا ارسطو جاہ کے لیے دیے تھے۔ یہ جواہر بہت عرصے تک اُن کے سالے مستقیم الدولہ کے قبضے مین رہے تھے جسکو اعظم الامرا غلام سید خان نے اپنی مدار المہامی کے ایام مین اُس کی جاگیر کے گانون دکوال مین جو قصبۂ کوہیر کے متصل تھا بھجوا دیا تھا اور شہر حیدر آباد مین آنے کی مانعت کر دی تھی میر عالم نے اُس سے وہ جواہر منگایا تو اُس نے کہا کہ اُس وقت دون گا کہ مجھکو شہر مین آنے کی اجازت دی جائے میر عالم نے کئی معزز آدمی اُس کے پاس بھیجکر فہمائش کرائی مگر وہ آرسے بلے کر کے ٹالتا رہا۔ اُس کا بلانا منیر الملک کے اختیار مین تھا جو میر عالم کے نئے داماد تھے اور اُن کے مدار المہامی کے کامو نمین شریک تھے اور وہ نہین چاہتے تھے کہ مستقیم الدولہ آ کر دخیل ہو جائے ایک بار نواب صاحب باغ قدسیہ مین مقیم تھے کہ مستقیم الدولہ دفعتًا اپنی جاگیر سے آ کر میر عالم کے خیمے مین بیٹھ گیا میر عالم جو دوسرے خیمے مین سو رہے تھے یہ حال سُنکر اعتصام الدولہ بہادر میر منشی نواب صاحب کے خیمے مین چلے گئے اور تاکید بلیغ کی کہ اُس کو یہان آنے نہ دین اور منیر الملک مستقیم الدولہ سے سلام علیک کر کے چلے گئے اور کھانا اُس کے لیے بھجوایا میر عالم نے نواب سے عرض کرایا کہ مستقیم الدولہ کو اعظم الامرا نے نکلوایا تھا حضور حکم دین تاکہ وہ جہان سے آیا ہے وہین چلا جائے نواب نے کہلایا کہ وہ تمھارا رشتہ دار ہے جیسا چاہو کرو میر عالم نے محمد صاحب میان خلف سلطان میان کو حکم دیا کہ پچاس سواران عهدیدار ساتھ لے کر مستقیم الدولہ کو وہان پہنچا دے جہان سے وہ آیا ہے چنانچہ اُسکی تعمیل ہوئی تاریخ گلزار آصفیہ کا مصنف کہتا ہے کہ مین نے مستقیم الدولہ کو بہت کچھ سمجھایا تو اُس نے میرا کہنا مان کر تمام جواہر اور جواہر جڑا ہوا پاندان میر عالم کے پاس پہنچا دیا نواب صاحب کی مذکورہ بالا ضیافت کے موقع پر یہ تمام جواہر مع پاندان کے نذر کر دیا اور بارہ دری بھی

نواب کو پیش کردی جب جوہریون کو یہ جواہر دکھایا تو رادھاکشن اور سیٹھ بن کٹی داس اور برج رتن داس اور موتی داس اور سیٹھ کیشو مدن والا اور سیٹھ رگناتھ داس اور ندی پار بیگم بازار کے جوہریون اور سیٹھ رگناتھ رام اور چار کمان کے سیٹھون اور ٹکسال کے سیٹھون نے بالاتفاق اُن کی قیمت تین لاکھ روپے تجویز کی اُن کے علاوہ یاقوت کی ایک مالا تھی جس مین سو دانے جھربیری کے بڑے بڑے بیرون کے برابر تھے اور رنگ اُن کا سرخ انار کے دانون کی طرح تھا جوہریون نے کہا کہ ایسی مالا آج تک ہماری نظر سے نہین گذری اور ایک طلائی پاندان تھا جس مین ہیرے یاقوت اور زمرد جڑے ہوے تھے اور چھ پان ایک ایک پارچۂ زمرد شفاف کے رکھے ہوے تھے۔

میر عالم کے خصائل

میر عالم کی حکومت نہایت نرم تھی جیسی کہ سختی اعظم الامرا نے رعایا پر کی تھی اُس کا تدارک میر عالم نے اپنی رحم دلی اور نرم روش سے کر دیا تھا اُنھون نے چینا پٹن سے اورنگ آباد اور پونا و بمبئی تک ہر ہر منزل مین کاروان سرائین اور مسجدین بنوا دی تھین۔ اُن کے عہد مین رعیت فارغ البال رہی۔

تمام آدمی سیر و تفریح اور تماشائے گل و گلزار مین پری پیکر طوائفین ساتھ لے کر مصروف رہتے تھے میر عالم نے اہل اخبار سے کہدیا تھا کہ ایسی خبرین لفافہاے اخبار مین نہ لکھین کیونکہ اگر مین سزا دون گا تو مخلوق متنفر ہو جائے گی اور اگر خاموش رہون گا تو قیامت مین ماخوذ ہون گا جب اُن کی بارہ دری بن چکی تو خود بڑے بڑے آدمیون سے کہتے تھے کہ بارہ دری مین سیر و تفریح کے لیے جائیے لوگ اُن کے پاس خاطر سے پری پیکر طوائفین لے کر وہان جاتے اور عیش و عشرت مین مشغول ہوتے میر عالم سن سن کر خوش ہوتے اور ذی عزت آدمیون کے لیے مکلف کھانے بھجواتے۔

میر عالم نے جلوخانہ اور مکان ایسا بنوایا تھا کہ اُس وقت تک اُس کی نظیر شہر مین نہ تھی اور ایک بازار جس کا نام سکندر گنج ہے پنج کمان تک تیار کرایا تھا اور مسجد بھی بنوائی برٹش رزیڈنٹ مسٹر رسل لکھتا ہے کہ ۱۸۰۴ء مین اعظم الامرا کے انتقال کے بعد ہم نے نظام پر میر عالم کو مسلط کر دیا۔ لیکن اسی رسل نے اپنے ۲۴ نومبر ۱۸۱۹ء کے ایک مراسلے مین میر عالم کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔

بلاشک وہ پبلک معاملات مین بڑی قابلیتون کا مالک تھا مگر دل کی

اُن خوبیون سے قطعًا عاری تھا جو اعلےٰ دماغی قابلیتون کی کمی کو پورا کرتی ہین وہ حریص بے حس۔ کینہ ور۔ اور سنگدل تھا اُس نے نہ کبھی کسی کے احسان کو یاد رکھا اور نہ کسی قصور کو بھلایا اگرچہ وہ سخاوت کے اظہار کا شوقین اور ہر دل عزیزی کا طلبگار تھا۔ مگر اُس کے دل مین اپنے ابنائے نوع کے لیے نہ منفرداً نہ مجتمعًا کوئی جذبہ ہمدردی نہ تھا اُس کے اعوال اور اُس کی قابلیتون نے حکومت کے لیے عمدہ کام کرنیکی تنی قدرت بہم پہنچائی تھی جتنی اس حکومت کے ملازمین کو کبھی حاصل نہین ہوئی مگر اُس نے بہت سی خرابیون کو بڑھا دیا اور کسی ایک کو بھی کم نہ کیا اُس کا دور حکومت زیادہ تو نظام سے اقتدار چھیننے کی کشمکش مین گذر گیا۔

نواب سکندر جاہ اور انگریزون مین معاہدہ۔ اور بعض سپاہیون کی انگریزون سے مخالفت

جب انگریزون کی پہلی لڑائی مرہٹون سے ۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۵ء تک رہی تو انگریزی فوج کے زخمیون کو نواب صاحب کے اہلکارون نے ضلع دولت آباد اور ضلع درور مین نہ آنے دیا اور جو آدمی مجروح ہوکر نواحی حیدرآباد مین آئے تھے اُنھین نہ گھسنے دیا اس لیے ۹ مارچ ۱۸۰۶ء کو جیمس کرک پیٹرک رزیڈنٹ کی معرفت یہ بھی ریاست حیدرآباد اور سرکار کمپنی مین اقرار ہوگیا کہ فریقین اپنے اپنے قلعے مین وقت ضرورت فریق ثانی کی فوج کو آنے دینا اور جس قدر رسد وغیرہ ضروریات اُن سے ممکن ہوسکے اُس کی بہم رسانی اور فوج مذکورہ کے آرام وسہولت مین کوشش کرین۔

(۲) ۱۲۲۱ھ ہجری (مطابق ۱۸۰۶ء) مین پلٹن کے سپاہیون مین سے بہت سے آدمی اپنے انگریز افسرون سے کسی بات پر ناراض ہوگئے اور قلعہ ویلور مین سخت جنگ ہوئی بہت سے انگریز مارے گئے شہر حیدرآباد مین بھی کنٹنجنٹ کے بہت سے سپاہی اپنے انگریز افسرون سے منحرف ہوگئے اور سب باغیون نے جمع ہوکر دور جاکر مقام کیا ان مین سے بعض ہندوستانی نور الملک نور الامرا سے اخلاص رکھتے تھے اُس سے کہہ سُنکر نواب صاحب کی حمایت حاصل کرنی چاہی لیکن نواب نے نہ مانا انگریزون نے عہدہ دارون کو پکڑکر قتل کرڈالا

اور نواب کے بعض امیرون سے بدظن ہوکر اُن کا اخراج شہر سے چاہا چنانچہ نور الملک نور الامرا بھی جلا وطن کیا گیا جو اپنی جاگیر کرملہ مین جا کر رہنے لگا چند روز کے بعد شہر مین واپس آگیا۔

مہی پت رام کی وجہ سے نواب کے دل مین میر عالم کی طرف سے عداوت پڑ جانی۔ اور مہی پت رام کی خانہ خرابی۔

راجہ مہی پت رام جو سکندر جاہ کا عالم صاحبزادگی سے پیشکار تھا اور قبل انتقال نواب نظام علی خان کے بلاد غربی صوبۂ برار وغیرہ کے انتظام کے لیے بھاری جمعیت سے روانہ ہوا تھا جب مشیر الملک کا انتقال ہوگیا تو رزیڈنٹ کے ایما سے یہ مدار المہامی کے عہدے کے لیے کوشش کرنے لگا کیونکہ رزیڈنٹ جی ای کرک پیٹرک میر عالم سے کشیدہ خاطر تھا کیونکہ میر عالم نے رزیڈنٹ کی شکایت گورنر جنرل لارڈ ولزلی کو لکھی تھی پس مہیپت رام اپنی جائے تعناتی سے کوچ کرکے حیدرآباد مین آگیا اور نواب کو ضیافت کے لیے اپنی حویلی پر مدعو کیا اور لاکھ روپے کا چبوترہ بنواکر نواب کی مسند خاص اُس پر بچھوائی پس بتدریج نواب کے مزاج کو میر عالم کی طرف سے مکدر کردیا اور خود بھی اُن سے بددماغیان کرنے لگا۔ اس عرصے مین رزیڈنٹ بدل گیا اور کپتان طامس سدنم رزیڈنٹ ہوکر آیا جو میر عالم کا دوست تھا۔ ماہ رجب ۱۲۲۱ ہجری مین نواب اپنی پرانی حویلی مین جاکر رہنے لگے اور شمس الامرا کے آدمیون کو چوکی پہرون پر مقرر کیا۔ میر عالم نواب کی طرف سے مشکوک ہوکر رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جاکر رہنے لگے نواب نے خلجان خان کو استمالت کے لیے بھیجا آخر الامر یہ قرار پایا کہ نواب پرانی حویلی سے اٹھکر دار الامارت مین چلے آئین اس کے بعد میر عالم اپنی حویلی مین چلے آئین گے چنانچہ نواب نے ایسا ہی کیا بعد اس کے رزیڈنٹ نے میر عالم کو اپنے ساتھ لاکر نواب سے صفائی کرادی اور نواب سے اُنکی نمک حلالی و خیرخواہی کا پورا حال بیان کرکے اُن کا اطمینان کردیا۔ اب میر عالم نے نواب کی ضیافت کی وہ اُن کی حویلی پر تشریف لے گئے اور میر عالم کی نذر قبول کی اور راجہ مہیپت رام کو حکم ہوا کہ اپنے صوبے کو چلا جائے پھر وہان سے بھی معزول ہوکر راجہ گوبند بخش کے یہ کام سپرد ہوا اور مہیپت رام قلعہ سکر شاپور مین قید کردیا گیا اس نے قید مین بیٹھے بیٹھے شولاپور کے پنڈارون سے موافقت پیدا کی اور موسیو ریمون کی پلٹنون کو جو اُس کی محافظت کے لیے اور اُدھر کے اضلاع کے انتظام کے لیے مقرر تھین روپے رشوت مین دے کر اور وعدہ وعید کرکے قید سے نکل گیا اور بغاوت پر

آمادہ ہوا۔ جب حیدرآباد میں یہ خبر پہنچی تو ایک فوج بالچند کی افسری میں جو راجہ چندولال کا رشتہ دار تھا اُس کی سرکوبی کو بھیجی گئی جس کے ساتھ میجر کارل اور ولیم پالمر تھے ان دنون شولاپور کی سرکار میں تمیا برہمن دیوان قدیم اور نِنگیا دیوان جدید کے درمیان مناقشہ تھا اور تمیا مددکی امید پر حیدرآباد میں آیا ہوا تھا وہ بھی سرکاری فوج کے ساتھ گیا ہیبت رام نے پدپاٹا نایک اور مردمان بحری بہادر بیدا ور شولاپور والے ننگیا سے اتفاق کرکے شاہ صاحب نام ملک سندھ کے ایک امیر کو جو اپنے ملک سے آوارہ ہوکر آٹھ ہزار سندھیوں کے ساتھ ادھر آیا ہوا تھا نوکر رکھ لیا اُن کے سوا بہت سے عرب اور روہیلے اور سکھ وغیرہ بھی جمع کرلیے تھے دو پلٹن بھی تھی اور توپخانہ بھی تھا اس سامان سے سرکاری فوج سے لڑنے کو آمادہ ہوا۔ عربون کو اُلٹی طرف کھڑا کیا اور دوسو روہیلے اُن کی کمک پر مامور کیے۔ سرکاری پلٹنون کے دو حصے ہوے ایک حصے کو ساتھ لے کر کارن صاحب مخالف کے توپخانے پر گرا اور پہلے حملے میں سب توپین چھین لین جو یہ لوگ بڑھتے جاتے تھے وہ وہ لشکر مخالف کے آدمی منتشر ہوتے جاتے تھے لیکن آخرکار دشمن کے آدمی غالب آئے کارن صاحب مارا گیا اور دوسرا حصہ جو ولیم پالمر کی ماتحتی میں تھا اُس کے ترک سوارون نے عربون پر حملہ کرکے اُن کو ہٹا دیا لیکن روہیلون کی جماعت نے نشان کھولکر اتنی گولیان برسائین کہ یہ لوگ سراسیمہ ہوگئے اور چار پانسو آدمیون نے ایک ویران گانون مین پناہ لی آخرکار ریاست کی فوج بھاگ نکلی شمس الامرائی پائےگاہ کے نوکر کھڑے رہے اور مارے گئے ضیاءالدین خان شمس الامرا کا خسر بھی مارا گیا دیوانی کے بہت سے آدمی مارے گئے چھ سو آدمی کارن صاحب کے اور تین سردار اور پانچ سو ترک سوار ولیم پالمر کے مارے گئے اور بہت سے متفرق سوار کشتہ و مجروح ہوے اور بہت سے باغی بھی مارے گئے اور فوج کی بربادی کے بعد بالچند اور ولیم پالمر میدان جنگ سے کنارہ کشی کرکے بذات خود بارہ کوس پر جاکر اُترے اور فوج تمام برباد ہوگئی اور بعد اس کے دوسری فوج ریاست سے بھیجی اس فوج کے ہاتھ سے باغی مارے گئے ہیبت رام مع اپنے بھانجے سری پت رام کے ہندوستان میں ہلکر کے پاس چلا گیا اور مہی پت رام کا کام راجہ گوبند بخش چندولال کا چھوٹا بھائی کرنے لگا اس کے ساتھ دس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے متعین تھے۔ ہلکر نے خود بخود نظام سے درخواست کی کہ اپنی فوج لےکر حیدرآباد پر حملہ آور ہوجائیگا اور انگریزون کو وہان سے نکال دے گا بعد اس کے نظام اس کے ساتھ دوستی اور محبت کے رشتے قائم رکھین لیکن نواب سکندرجاہ نے ہلکر کی یہ درخواست مسترد کردی اور مہی پت کو غدار قرار دیا کچھ مدت کے بعد مہی پت ایک قاتل کے ہاتھون موت کے گھاٹ اُتر گیا۔

راجہ چندولال کی ترقی کا آغاز میر عالم کی وفات کے بعد منیر الملک کا عہدۂ مدار المہامی پانا

مدار المہام ہونے کے بعد میر عالم نے بہت کچھ چاہا کہ راجہ چندولال کو اپنا پیشکار بنائین اور بھوانی داس دھرم ونت کے گماشتے راجہ سورج ونت معروف براجہ شیر مل نے کہ نہایت دانا آدمی تھا اور دفتر مال و دیوانی کا کام میر عالم کی پیش دستی مین سرانجام دیتا تھا اُسکو مقرر نہ ہونے دیا اس لیے میر عالم نے چندولال کو سوال جواب کے لیے نواب سکندر جاہ کے حضور مین مقرر کر دیا تاکہ نواب جو کچھ فرمائین وہ آکر اُن سے بیان کر دے اور جو کچھ میر عالم کہین وہ نواب سے عرض کر دے جب سورج ونت یوم چہارشنبہ ۲۲ صفر ۱۲۲۰ھ ہجری کو مر گیا تو نواب سکندر جاہ نے چندولال کو میر عالم کی سفارش سے اُن کا پیشکار مقرر کیا ۱۲۲۱ھ ہجری مین شاہ عالم ثانی کا انتقال ہو گیا اور اکبر شاہ اُس کی جگہ قائم ہوا نواب صاحب نے سوگ کی وجہ سے تین دن تک نوبت بجنی موقوف رکھائی، اور عرضی متضمن تعزیت و تہنیت مع نذر جلوس دہلی کو بھیجی۔ ۲۰ رجب ۱۲۲۳ھ ہجری کو رفیع الدولہ محمد تاج الدین خان اجل طبعی سے مر گیا اور نواب اُس کی حویلی پر گئے اور اُس کی بیٹی کو بہت دلاسا دیا۔ ۱۹ شوال ۱۲۲۳ھ ہجری یوم پنجشنبہ کو اور گلزار آصفیہ کی روایت کے موافق روز جمعہ ۲۳ شوال سنہ مذکور کو میر عالم مر گئے اور منصب وزارت کے لیے دو شخص آگے بڑھے ایک شمس الامرا امیر کبیر دوسرے منیر الملک جو میر عالم کے داماد تھے لارڈ منٹو اول گورنر جنرل نے امرائے ریاست کے مشورے سے شمس الامرا کو مدار المہامی کے کام کے لیے منتخب کر کے سفارشی خریطہ لکھا۔ نواب نے منیر الملک کو مدار المہام مقرر کرنا چاہا منیر الملک نے چندولال سے بحلف شرعی عہد کیا کہ اگر اُنھین مدار المہامی مل جائے گی تو وہ تمام اختیارات چندولال کے سپرد کر دینگے اور خود کسی معاملے سے سروکار نہ رکھینگے رزیڈنٹ نے کہا کہ منیر الملک صاحب عقل و جرائت نہین غرض چھ مہینے تک یہی بحث رہی آخر کار خود انگریزی گورنمنٹ نے بھی اُن کے تقرر کو اس شرط کے ساتھ منظور کر لیا کہ وہ تمام اختیارات چندولال کو دیدین۔ ۱۰ شعبان ۱۲۲۴ھ ہجری کو منیر الملک کو مع راجہ چندولال و رزیڈنٹ کے نواب نے بلا کر مدار المہامی کا عہدہ اور ملبوس خاص عنایت کیا اور ۱۱ شعبان کو دربار کر کے مدار المہامی کی نذر قبول کی۔

تاریخ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ نواب میر اکبر علی خان سکندر جاہ اپنی زندگی بھر راجہ چندولال

کے سامنے کسی کا اعتبار نہ کرتے تھے۔ ۱۵ ذیحجہ ۱۲۳۲ سنہ ہجری کو باغ حضرت قدسیہ کو چلے تو اپنے نوکر جعفریار جنگ بہادر کو عماری زرد مین خواصی مین منیر الملک کے پہلو مین بٹھایا اور دوسری عماری شکاری مین جس کا نام سکھ چال تھا اپنی خواصی مین مہاراجہ چندو لال کو بٹھا کر اطراف باغ کی طرف سیر صحرا کو روانہ ہوے۔ مہاراجہ نے اپنے ساتھ کی سپاہ کو جس مین سات سو پچاس سوار اور با قاعدہ پلٹن و عرب و علی غول و روہیلہ تھے مع دو توپ کے نواب کے ملاحظے مین پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ تمام جمعیت خانہ زادکی ہے کہ حکمت عملی کے ساتھ دیوانی سے فراہم کیے سرکار کے واسطے ہمراہ لایا ہون یہ تمام خاص حضور کے فرمان بردار ہین غیر سے تعلق نہین رکھتے ان کی تنخواہ دیوانی سے ملتی ہے حکم ہوا کہ ان کو سراپردۂ خاص کے پاس ٹھہرا دین۔ رشید الدین خانی مین لکھا ہے کہ منیر الملک مدار المہام ہوے تو ریاست کے تمام مالی و ملکی کامونکا اختیار و اقتدار چندو لال کے ہاتھ مین آگیا جو ان کی پیش دستی مین کام کرتا تھا منیر الملک نے فقط تحریر پر اکتفا کی اور ما دام الحیات خانہ نشین رہے چندو لال بڑا صاحب تدبیر اور ذہین عاقل تیز ہوش آزمودہ کار تھا اور کلیۃً متوسل گورنمنٹ انگریزی کا تھا اور گورنمنٹ کے ذریعے سے ترقی اُس کی اس درجے کو ہوئی تھی کہ نظام جس کی ثابت قدمی پر شبہ تھا علیحدہ رہتا تھا اور کچھ تعلق امور ریاست سے نہین رکھتا تھا رشید الدین خانی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سکندر جاہ نے جھاؤ لال کو ۱۲۳۵ سنہ ہجری مین خطاب مہاراجگی اور نوبت اور جھالر دار پالکی عطا کی اور تاریخ گلزار آصفیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مہاراجہ بہادر کے خطاب کے ساتھ شش ہزاری منصب بھی مرحمت کیا تھا۔

سپاہ کنٹنجنٹ

کورٹ ڈائرکٹرز کا سخت حکم تھا کہ نظام حیدرآباد کے معاملات اندرونی مین گورنمنٹ ہند کبھی مداخلت اور دست اندازی نہ کرے اور رزیڈنٹ کو حکم تھا کہ وہ اپنی ساری توجہ کنٹنجنٹ کی درستی اور اصلاح پر کرے اُس مین چھ ہزار پیادے اور نو ہزار سوار تھے سنہ ۱۸۰۰ء کے عہدنامے[۱] کے موافق نظام پر فرض تھا کہ وہ اس قدر سپاہ لڑائی کے وقت انگریزون کو دیا کرین اگرچہ ساری فوج پہلے خوگیر کی بھرتی تھی اور بالکل نکمی تھی مگر رزیڈنٹ کی کوشش سے یہ فوج فوج ہو گئی اس سپاہ کے افسر سرکار کمپنی کی سپاہ کے افسرون مین سے ہوا کرتے تھے اور انھین کی بدولت اُس مین ساری خوبیان جو سپاہ مین ہونی چاہیین پیدا ہو گئین تین لاکھ

[۱] دیکھو جلد پنجم عہدنامجات صفحہ ۶۔

روپیہ اس سپاہ کا خرچ تھا یہ سپاہ بالکل چندولال کے اختیار مین تھی اور اُس کے سارے کامون مین مدد دیتی تھی وہی اُس کی حکومت کے ہاتھ پیر تھے سرکش زمیندارون اور تعلقہ دارون کے سر کچلنے اور زر مالگذاری اُگھانے کے لیے وہ کام آتی تھی اسی واسطے کچھ اس خرچ کی پروا نہین کرتا تھا اور دل کھول کر دولت اُس کے لیے خرچ کرتا تھا اس لشکر مین افسرون کی تعداد زیادہ نہ تھی مگر اُن کی تنخواہ زیادہ تھی اس طمع تنخواہ سے اس سپاہ کی افسری کی تمنا بہت افسر کرتے تھے اس لیے رزیڈنٹ کو سلوک کرنے کا اختیار اپنے دوست آشناؤن کے ساتھ بہت تھا۔ یہ سپاہ کنٹنجنٹ اگرچہ لڑائی کے زمانے مین ایک عمدہ سپاہ تھی مگر امن کے وقت مین یہ لشکر ایسے ملک مین کہ جس کی محافظ سرکار کمپنی ہو بالکل فضول تھا۔

گورنمنٹ کی دھمکی سے انتظام ملکی مین اصلاح کی صورت

مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ جب رزیڈنٹ نے ملک کی ویرانی اور خلق خدا کی خستہ حالی دیکھی تو گورنر جنرل سے اجازت چاہی کہ مین اُن کا کچھ علاج کرون اُس کی اس درخواست سے یہ فائدہ ہوا کہ جب مٹکاف صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد مقرر ہوا تو اُس نے سارے ملک مین دورہ کیا اور ان تمام مفاسد کی اصلاح کے لیے سخت تدابیر عمل مین لایا جا بجا کنٹنجنٹ کے یا اپنے سکرٹری اُس نے مقرر کیے کہ وہ رعایا کے ساتھ مناسب بندوبست مالگذاری کرین اور ظالمون کو زیردستون پر زبردست نہ ہونے دین اور سرکشون کو زیردستون کو زبردست کرین جب یہ ہوا تو چندولال کے چھکے چھوٹے وہ بیوپارے نہ رہے وہ زور ہی نہ رہا کہ جس سے رعایا کے حلق مین سے روپیہ نکلتے۔ اول آف مائرا مارکوئیس ہیسٹنگز۔ گورنر جنرل نے بہت سے پند و نصائح نظام کو لکھین اور اُن کے ساتھ یہ دھمکی بھی دی کہ میری پند و اندرز پر عمل نہ کروگے تو سارا ملک تمہارے ہاتھ سے نکال لیا جائے گا۔ جبکہ جان و مال کی حفاظت و سلامتی ہوگئی تو تھوڑے عرصے مین تین سو گانؤن آباد ہوگئے سوکھے کھیت پھر ہرے بھرے ہونے شروع ہوگئے اس عدل سے ملک آباد ہوا اور غریب لاچارون کا دل شاد ہوا اب تیغ برسر اور بندوق بردوش ہونے کی ضرورت جیسے پہلے تھی سرکاری مطالبے کے وصول کرنے کے واسطے نہ رہی۔ حیدرآباد کا ملک ایسا ہے کہ جو قدرتی خوبیان اُس مین ہین وہ کب کسی ملک مین ہوتی ہین مگر چندولال نے سب پر خاک ڈال رکھی تھی خدا مٹکاف صاحب کا بھلا کرے جس نے پھر اُس کو آباد کیا

اور خارستان کو گلزار بنایا۔

پامر کمپنی کے ہاتھ سے ریاست کی زیرباری گورنمنٹ کا اپنے پاس سے تمام قرضہ بیباق کر کے شمالی سرکارون کا پیش کش بند کر دینا

سی ٹی مٹکاف صاحب کو بہت دن حیدرآباد مین آئے ہوے نہین ہوے تھے کہ اُس کو یہ تحقیق ہو گیا کہ پامر کمپنی کے جو داد وستد کے معاملات ریاست حیدرآباد سے ہوے وہ اُس کی بہبودی اور فلاح مین خلل انداز ہوگئے۔ اس کمپنی کی حقیقت یہ ہے کہ پامر صاحب نے اگلے رزیڈنٹ کی صلاح سے ۱۸۱۴ء مین ایک بینک حیدرآباد مین قائم کیا تھا اب اُس نے چند ولال سے داد وستد کرنی شروع کی اور سرکار نظام کو پیشگی روپیہ دینا شروع کیا پارلیمنٹ کے قانون کے موافق ہندوستانی ریاستون مین ایسے بینک قائم ہونا بغیر حکم گورنر جنرل کے ممنوع تھا اس واسطے پامر صاحب کو اُس کی منظوری کی درخواست جون ۱۸۱۶ء مین بھیجنی پڑی گورنر جنرل مع کونسل نے اُس کو منظور کیا اور ایڈوکیٹ جنرل نے اُس کے قانوناً درست ہونے کی وجوہات بھی لکھدین۔ اپریل ۱۸۱۸ء مین جب پیشوا کی لڑائی کے لیے گورنمنٹ کو فوج بھیجنی پڑی تو اس خوف سے کہ مبادا کنٹنجنٹ سپاہ بھاگ کر اُدھر نہ چلی جائے اُس کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کرنے کی ضرورت پڑی تو پامر کمپنی نے مدارالمہام سے کہا کہ ہم ڈھائی لاکھ روپیہ مہینا ۲۵ روپے سیکڑہ سالانہ سود پر دے سکتے ہین بشرطیکہ تیس لاکھ روپے سالانہ آمدنی کی زمین اُس کی کفالت مین دیدی جائے اس درخواست کو گورنر جنرل اور مدارالمہام دونون نے منظور کر لیا۔ یہ کمپنی بارہ روپیہ سیکڑہ سود پر اور صاحبان دولت کو روپیہ قرض دیتی تھی اور نظام کو ۲۴ روپیہ سیکڑہ پر قرض دیتی تھی اگر دوبارہ قرض لیا جاتا تھا تو پہلے قرض کا سود اصل مین داخل ہو جاتا تھا اس طرح سود در سود صعود کرتا جاتا تھا۔

۱۸۲۰ء مین چند ولال نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ ساٹھ لاکھ روپیہ قرض لینے کا حکم اس بینک سے ہو جائے تاکہ ہندوستانی مہاجنون کا جو قرض دینا ہے وہ چکا دیا جائے اور رعایا کو تقاوی دی جائے اور بعض سرکاری کارخانون کی تنخواہ چکا کر تخفیف کیا جائے۔ گورنر جنرل نے یہ سمجھکر کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے صحیح ہے اس درخواست کو منظور کر لیا مگر جب سی ٹی مٹکاف رزیڈنٹ ہو کر یہان آیا تو اُسے تحقیق معلوم ہوا کہ ساٹھ لاکھ روپے مین سے کچھ ہی نظام کے خزانے مین داخل ہوے آٹھ لاکھ روپیہ تو خود اس کمپنی نے اپنے سود کا لیلیا

اور باقی روپے کا حساب یہ اناپ شناپ ہے کہ کچھ روپیہ پہلے گورنر جنرل کی منظوری سے بغیر نواب نظام کو قرض دیدیا یا کھدیا گیا کہ دیدیا گیا اُس مین محسوب ہوا اب اُس کی منظوری اس نہج سے منگائی گئی ہے۔ اب رزیڈنٹ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ پامر کمپنی کچھ فقط مہاجن ہی نہین ہے بلکہ وہ ملکی انتظام کے کامون مین بہت دخل دیتی ہے اور اُس کے ایک ممبر رم بولڈ کو یہ سمجھکر کہ وہ بہت کچھ دخل ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کے مزاج مین رکھتا ہے چندو لال یہ سمجھنے لگا ہے کہ وہ اپنے جاہ و مرتبہ کی حفاظت اس کمپنی کی حمایت سے بہ نسبت رزیڈنٹ کے قائم رکھ سکتا ہے اور وہ اپنے مطالب و مقاصد کو اس کمپنی ہی کی معرفت گورنر جنرل تک پہونچا سکتا ہے۔ غرض جو نواب ارکاٹ کا حال قرض خواہون نے کر دیا تھا وہ اس کمپنی نے نظام کا کر دیا اور اُن کو اپنا غلام بنا لیا۔[۱]

سر چارلس مٹکاف نے اس کمپنی کی نسبت ساری اپنی رائے اور خیال لکھ بھیجے مگر اُس کو معلوم ہوا کہ گورنر جنرل کی توجہ خاطر کمپنی کے ایک ممبر رم بولڈ کے سبب سے کمپنی کی طرف بہت سے آخر کو ان دونون عاقلون مین اس معاملے مین ایسی شکر رنجی ہوئی کہ طبیعتون مین کدورت آگئی مگر قرض کے ان ساٹھ لاکھ روپون کا معاملہ ایسا تھا کہ اُس پر کوئی پردہ پڑ ہی نہین سکتا تھا اور یہ بھی تحقیق ہوا کہ اس بینک نے اور روپیہ بھی سرکار نظام کو قرض دیا ہے چندولال کے حساب کے موافق قرض اُس کا اور سود در سود ایک کروڑ روپے سے زیادہ ہوگیا ہے۔ ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل مع کونسل نے ان معاملات پر بڑی لعنت ملامت کی اور یہ چاہا کہ سرکار نظام کو ان قرض خواہون کے پھندے سے چھٹائے۔ پچاس برس کا عرصہ گذرا کہ لارڈ کلایو کی کوشش سے شمالی سرکارین بادشاہ دہلی نے سرکار کمپنی کو عطا کی تھین مگر کمپنی نے اپنی کم اقتداری کے سبب سے سات لاکھ روپیہ پیش کش دینے کا اقرار نظام کو کر لیا تھا گورنمنٹ مصلحت اندیش نے ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کے جانے کے بعد ایک کروڑ روپیہ پامر کمپنی کو ادا کیا اور اس پیش کش کو مول لے لیا بارہ مہینے کے بعد اس کمپنی کا بھی دوالا نکل گیا۔

نواب کے بیٹے میر گوہر علی خان مبارز الدولہ مبارز جنگ کی لڑائی انگریزی سپاہ کے ساتھ اور جلا وطنی

ماہ رمضان ۱۲۳۶ھ ہجری مین شیرین نام ایک مرثیہ خوان نے انگریزی چھاؤنی کے بازار سے

[۱] دیکھو تاریخ ہندوستان مولفۂ مولوی ذکاء اللہ صاحب ۱۲

درزی سے جھگڑا کیا نوبت جدال و قتال پر پہنچی وہ شخص مبارز الدولہ کی حویلی پر آکر پناہ گزین ہوا مبارز الدولہ نے حمایت کی اس مقدمہ نے اتنا طول کھینچا کہ ثابت جنگ رسل صاحب رزیڈنٹ نے نواب کے پاس آکر شکایت کی کہ مبارز الدولہ خلق اللہ پر ظلم کرتے ہین اور اذیت دیتے ہین نواب نے اُس کو کہا کہ تم اُس کا بندوبست کرو ہرچند منیر الملک نے کہا کہ مین خود صاحبزادے کا انتظام کرتا ہون مگر رسل صاحب نے کہا کہ حکم میرے نام صادر ہوا ہے مین اُن کا بندوبست کرون گا اور رسل برگیڈ کے انگریز افسر اور ایک ہزار پیادے اور دو توپین اُنکی حویلی پر لیجا کر اُسے گھیر لیا جنھون نے چار ون طرف سے بندوقین مارنی شروع کین۔ مبارز الدولہ نے بھی لڑنے کو تیار ہوے اور ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہوا مبارز الدولہ کے تیر سے ایک انگریز زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا دوسرے انگریزون نے ہرطرف سے گولے مارنے شروع کیے لیکن مبارز الدولہ کے نوکرون کی تیز دستی سے سپاہی توپ چھوڑکر بھاگ گئے ممتاز الدولہ جو نواب سکندر جاہ کے داماد تھے اپنے دروازے پر بیٹھکر تالاب میر جملہ کے راستے پر مغرورون پر فیر کرنے لگے یہ بات رسل صاحب پر شاق گذری اُس نے آٹھ سو گورے رات کے وقت چھاؤنی لشکر حسین ساگر سے بلاکر شہر مین چندولال کی بارہ دری مین بٹھا دیے اور چاہا کہ مبارز الدولہ کو تنگ کرے آج مہاراجہ چندولال نے بڑی نمک حلالی و جان نثاری کا کام کیا کہ بہت سا روپیہ رسل صاحب اور اُس کی سپاہ کو دے کر چھاؤنی کو واپس کرادیا دوسرے دن چندولال نواب صاحب سے اجازت لے کر رزیڈنٹ کے پاس گئے اور یہ مشورہ قرار پایا کہ عبرت کے لیے چند روز تک مبارز الدولہ کو قلعہ گولکنڈہ مین بھیجدیا جائے چنانچہ نواب نے شمس الامرا و منیر الملک کو بھیجکر صاحبزادے کو اپنے پاس بلایا اور تادیبًا قلعۂ گولکنڈہ مین بھجوا دیا۔ صاحبزادے کا حقیقی بھائی بشیر الدین علی خان صمصام الدولہ صمصام جنگ اور نواب کا داماد ممتاز الدولہ اور تہنیت النسا عرف بی بی صاحبہ والدہ نواب سکندر جاہ اور جہان پرور بیگم محل خاص سکندر جاہ یہ سب مبارز الدولہ کے شریک حال ہوے۔ نواب صاحب نے ۱۸ محرم ۱۲۳۱ھ ہجری کو بیگمات محل کی سفارش سے حیدرآباد بلاکر عالی جاہ کے کوٹلے مین رہنے کا حکم دیا اور وہان کے سب مکانات اُن کو دیدیے۔ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ اُن کی رہائی چندولال کی کوشش سے ظہور مین آئی گو رسل صاحب رزیڈنٹ چلا گیا تھا مگر مبارز الدولہ کی واپسی دشوار تھی کیونکہ انگریزون کا یہی قاعدہ ہے رشید الدین خانی سے ثابت ہے کہ چندولال نے اس رہائی کی کوشش مین بہت سا روپیہ بھی خرچ کیا تھا نواب نے انکو اس بلدہ مین

بیش بہا جواہر اور علم و نقارہ اور منصب ہفت ہزاری ذات و چھ ہزار سوار کا مرحمت کیا اور ایک کروڑ روپیہ جو قرض دیا تھا وہ معاف کر دیا۔ گلزار آصفیہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عطاے منصب ہفت ہزاری کے موقع پر چندو لال کو گھڑیال بھی بخشا تھا۔

متفرق باتین

۱۲۲۴ھ ہجری مین ایسی کثرت سے بارش ہوئی کہ رود موسی مین بھی سخت طغیانی پیدا ہوگئی اور اس پانی کے زور سے شہر کی فصیل کئی جگہ ٹوٹ گئی۔

(۲) ایک بار طامس سدتم رزیڈنٹ نے نواب کی ضیافت کی شب کو آتش بازی چھوٹی جسکی چنگاری آتش بازی کے ذخیرے مین پڑ گئی تمام آتش بازی چھٹنے لگی اور آگ کا ایسا زور ہوا کہ ہاتھی گھوڑے بے قابو ہوگئے سوارون اور مردمان جلو مین ایک طلاطم برپا ہوگیا بانات کا ایک پر تکلف خیمہ وہان کھڑا تھا اُس مین کئی جگہ سے آگ لگ گئی اور جلکر راکھ ہوگیا ایسی ہی حالت مین نواب صاحب رزیڈنٹ کی طرف سے ہاتھی اور جواہر قبول کرکے لوٹ آئے۔

(۳) ۲۱ رمضان ۱۲۲۶ھ ہجری سے ایک دمدار ستارہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوا اور کئی ماہ تک دکھائی دیا لوگون کو بہت توہم پیدا ہوا اور گمان کرنے لگے کہ یہ سرداران ہند کے لیے بھاری ہے جسونت راو ہلکر اس سال مرا۔ حکومت پونا مین مناقشہ شروع ہو

سپاہ کنٹنجنٹ مین اصلاحات

۱۸۱۳ء مین مسٹر ایچ رسل رزیڈنٹ حیدرآباد نے سپاہ کنٹنجنٹ مین چند اصلاحات کی تحریک کی اور سکندر جاہ کو ترغیب دلائی کہ بالفعل ایک پلٹن کی تنخواہ چندو لال پیشکار کی آمدنی سے تقسیم کرنے کی اُس کو اجازت دی جائے اور پھر جب دوسری پلٹن تیار ہو تو اُسکی تنخواہ کی نسبت بھی وہی حکم ہو سکندر جاہ نے قبول کرلیا اس لیے اس فوج کا نام رفتہ رفتہ رسل بریگیڈ ہوگیا۔ تاریخ قلمرو نظام مین آیا ہے کہ مسٹر رسل کی موثر کوششون اور کپتان ہیر کی جانفشانیون اور نیز دوسرے یورپین افسرون کی محنتون سے اُس کی حالت درست ہوگئی اس کے بعد تمام کنٹنجنٹ کی فوج کی وہی حالت رہی دوسرے برس (۱۸۱۴ء) اس بریگیڈ مین چار یورپین افسر جن مین دو نان کمیشنڈ تھے اور ۱۲۱ دیسی افسر اور ۸۰۰ سپاہی شامل تھے۔ اور ۱۸۱۵ء مین اس مین اور اصلاحات بھی کی گئین اور زائد افسرون کو اسمین داخل کیا گیا جن مین کمیشنڈ اور غیر کمیشنڈ دونون موجود تھے۔ ۱۸۱۶ء مین ریاست حیدرآباد کے

برار کیولری کی اصلاح حالت کی پہلے پہل کوشش کی گئی وہان کے حاکم نے جو نظام کی طرف سے ایک راجہ تھا ملک کو پنڈارون کے حملون سے بچانے کے لیے ۵۰۰۰ سوارون کے دینے کا وعدہ کیا کیونکہ اس وقت پنڈارے لوگ برار اور اُس کے اطراف وجوانب مین متواتر حملے کر رہے تھے جب کیولری مرتب ہوئی تو پنڈارون کی لڑائی مین موئی ہانسلاپ کے زیر کمان ۱۸۱۶ء مین تین سو جدید سوارون کو اکھٹا کر کے رسل برگیڈ مین شامل کیا گیا ۱۸۱۸ء مین یہ برگیڈ مہد پور کی لڑائی مین سر جان مالکم کی فوجون مین شامل تھا جس کی تعریف ان لفظون مین کی گئی ہے ہندوستان مین کوئی برگیڈ ایسی عمدہ قواعد دان اور ایسی آراستہ نہین ہے جیسی رسل برگیڈ ہے۔

سکندر جاہ کی محل نشینی

سکندر جاہ بالکل بے اختیار ہو گئے تھے حتے کہ ایک موقع پر اُنھون نے چندو لال سے بعض رقمون کا حساب طلب کیا تو رزیڈنٹ درمیان مین کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا کہ یہ مدار المہام کے معاملات مین بے جا مداخلت ہے بلکہ رزیڈنٹ نے یہان تک کہدیا کہ مہاراجہ چندو لال کی علیحدگی سے دونون سرکارون مین تعلقات مین فرق آجائے گا اگر ہز ہائنس کے معاملات کا انصرام کسی ایسے شخص کے سپرد کیا گیا جس پر سرکار کمپنی بھروسا نہ کر سکتی ہو تو ممکن ہے کہ سرکار کمپنی کے لیے یہ ناگزیر ہو جائے کہ وہ اپنے مفاد کی نگہبانی کسی دوسرے ڈھنگ سے کرے بجائے اس طریقے کے جو اب تک کافی پایا گیا ہے اس قسم کے واقعات کا سکندر جاہ پر اتنا اثر ہوا کہ اُنھون نے محل سے نکلنا چھوڑ دیا بعض وقائع نگار لکھتے ہیں کہ چار رسال تک اُنھون نے قدم باہر نہ نکالا۔

جنگ پنڈارہ و مرہٹہ و پیشوا و ناگ پور مین حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجون کی انگریزی لشکر کے ساتھ کارگذاری

مرہٹون کے بڑے سردار تو قزاقی چھوڑ کر رجے ہو گئے تھے مگر اُن کی جگہ پنڈارون کی لٹیری قوم پیدا ہو گئی تھی مرہٹے تو بہرحال ایک مجمع ہنود کا تھے اور ایک طرح کی گورنمنٹ اور جتھا رکھتے تھے اور اپنی قدیم روایتون اور دستورون کے پابند تھے مگر پنڈارے تو محض غارتگرون اور ڈاکوؤن کی جماعت تھی اُن مین قومیت اور مذہب کی کچھ قید نہ تھی

وہ اپنی جماعت مین ہند کے خانہ بدوشون اور ردی فرقون کو بلا تمیز اس بات کے کہ وہ پٹھان ہون یا مرہٹے یا جاٹ بخوشی شامل کر لیتے تھے وسط ہند مین یہ بلا دیر تک رہی اور ایسا زور پکڑ لیا کہ بغیر فوج کشی کے اُس کا استیصال نہوا۔ پنڈارون کا صدر مقام تو مالوہ تھا مگر انکی غارتگری کچھ وسط ہند ہی پر موقوف نہ تھی بلکہ سیکڑون اور ہزارون جمع ہو کر گھوڑون پر سوار ہو کر بمبی اور مدراس کے ساحل تک تاخت و تاراج کرتے تھے۔ ایک شخص **امیر خان** نامی اُن کا سب سے بڑا اور زور آور سردار تھا اور اُس کے پاس چند قواعد دان پلٹنین اور توپخانے تھے تین اور سرغنہ جو چیتو اور کریم اور **واصل محمد** کے نام سے مشہور تھے اتنے خوش حال تھے کہ اُنھون نے ایک مرتبہ دس لاکھ روپے سیندھیا کو بطور فدیے کے نذر کیے ان پنڈارون کو پامال کرنے کی غرض سے جن کے سب مرہٹے سردار کم و بیش طرفدار تھے ارل آف مائرا مارکوئس ہیسٹنگز نے ۱۸۱۷ء مین ایک لشکر جرار ایک لاکھ بیس ہزار آدمیون کا جس کی مثل ہند مین دیکھنے مین نہین آیا مہیا کیا اس وقت گورنر جنرل نے مالکم صاحب کو مدراس کی سپاہ کا برگیڈیر جنرل مقرر کیا اور اُس کو حکم دیا کہ وہ جنوبی ہندوستان کی رزیڈنسیون کا معائنہ اور ہندوستانی ریاستون کا ملاحظہ کرے وہ چینا پٹن سے بذریعہ ڈاک حیدرآباد آیا اور نواب سکندر جاہ سے ملاقات کی یہان کے کنٹنجنٹ کو بھی فوج کشی مین شامل کیا گیا راجہ چندولال نے بھچر مل کو بھی ہزار سوار دے کر اس مہم کی شرکت کے لیے بھیجا ان مین سردار خان غرجے زئی پٹھان جمعدار مہدوی مذہب تین سو سوارون کا افسر بھی شریک تھا اُس سے بوجہ اپنی طبعی سرکشی کے انگریزی قانون جنگ کی پابندی نہو سکی اور **ڈیوس صاحب** سے سرتابی کر کے اور لشکر سے اُٹھکر اپنی جاگیر کو چلا گیا اور یہان سے حیدرآباد آنے کا قصد رکھتا تھا کہ چندولال نے آنے کی ممانعت کی اس لیے پونا کو چلا گیا اور باجی راؤ کی نوکری کر لی پیشوا نے خود درخواست کر کے مالکم صاحب سے ملاقات کی جو پیشوا کا بڑا دوست تھا اُس نے گورنمنٹ کی خیر خواہی اور نیک سگالی کا اظہار بدرجۂ غایت کیا اور کہا کہ مین سرکار کے ساتھ دل و جان سے پنڈارون کی سرکوبی کے لیے حاضر ہون جرنیل صاحب نے یہ عجز و انکسار دیکھ کر اپنی وسعت اخلاق اور رحم دلی کے سبب سے اجازت دیدی کہ وہ اپنی قوت بڑھالے اور ایسا اعتبار کیا کہ جرنیل اسمتھ کی سپاہ کو حکم ہو گیا کہ وہ پونہ سے پنڈارون کی سرکوبی کے لیے چلی جائے اور جو قلعے احتیاطاً پیشوا سے لیے گئے تھے وہ پھر اُس کو واپس دیدیے اب پیشوا نے سپاہ کی درستی مین اہتمام اپنا زیادہ کیا اور ایک کروڑ روپیہ گوکلا کو لشکر کی درستی کے لیے دیا اور اُسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا جنوبی جاگیرداروں کو بھی

جو ہمیشہ پیشوا سے ناراض رہتے تھے منت سماجت کرکے منا لیا قلعون کی مرمت کرلی ان مین اسباب
ضروری کے ڈھیر لگا دیے رزیڈنٹ الفنسٹن صاحب پیشوا کے رگ پٹھون اور اُسکی عیاری سے
واقف تھا اور وہ اُس کو گورنمنٹ کا مخالف جانتا تھا مگر وہ پیشوا پر اپنے عندیے کو ظاہر نہین
ہونے دیتا تھا اور خلانیہ سامان جنگ نہین کرتا تھا کہ جس سے پیشوا کھل کھیلے پیشوا اسنے
الفنسٹن صاحب سے آخری ملاقات مین یہ کہا کہ مین نے جو سپاہ بڑھائی ہے وہ سرکار کمپنی
کی خدمت گذاری کے لئے پنڈارون کے استیصال کے لیے جمع کر رہا ہون اور ناگپور مین
یہ حال ہوا کہ وہان کے نائب انکو مترنے کچھ مہینون تک اور مصالحت کی مگر پہلی نومبر ۱۸۱۷ء
کو یہ حادثہ رونما ہوا کہ راجہ پرساجی اپنے بچھونے مین قتل ہو کر اپنے بستر مرگ پر آرام کیا
تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس قتل کے خون سرخ سے آپا صاحب ہی نے اپنا منہ کالا کیا اس کے
مرتے ہی وہ خود مسند نشین ہو گیا راجہ ہوتے ہی ایسا دماغ بگڑا کہ ایسا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی طرح
سے انگریزون کے ہاتھ سے پیچھا چھڑائے اور دبا ہوا ہاتھ پتھر کے تلے سے نکالے اب اسنے
پیشوا کے ساتھ موافقت اور انگریزون کے ساتھ مخاصمت و مخالفت پیدا کی اور پنڈارونکی
اعانت پر کمر باندھی پنڈارون کے سردار چیتو کا وکیل اُس سے امداد مانگنے آیا اُس کو ایک
خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ اس جملہ معترضہ کو تمام کرنے کے بعد بیان کرتا ہون کہ گورنر جنرل نے
جو لشکر تیار کیا تھا اُس کے نصف حصے نے شمال سے اور نصف حصے نے جنوب سے کارروائی
شروع کی اس فوج کے ساتھ ریاست حیدرآباد کی مددگار فوج بھی کرنیل اسٹیونس کی
زیر کمان شامل ہوئی تھی سیندھیا یہ سامان جنگ دیکھ کر ڈر گیا اور کان بھی نہ ہلائے اور امیر خان
نے بھی جب اُس کو اُس علاقے کے ملنے کا اطمینان ہو گیا جو اب ٹونک کی ریاست مین داخل
ہے تو اُس نے اپنی فوج توڑ دی۔ پنڈارون مین مہا پنڈارے چیتو۔ کریم اور واصل محمد
تھے ۱۸۱۷ء کی برسات مین اُن کے ماتحت ۲۳ ہزار پنڈارے تھے ان سب کو معلوم
تھا کہ انگریز ہمارے استیصال کے لیے کیا کیا تدبیرین کرتے ہین اُنھون نے مرہٹون سے کمک
اور امداد مانگی مگر انگریزون کے خوف سے کسی نے اُن کی حمایت نہ کی پنڈارے ملک
مغرب کی طرف پھرے تو جرنیل ڈوٹن نے اُن کو روکا اور کریم خان کے ہاتھی اور نقارے
اور علم چھین لیے اور جورو بچے اُنکے پکڑ لیے باقی سردار اپنے ڈیرے خیمے جلا کر جنوب کی
طرف چار ہزار سوار ساتھ لے کر چلے اب کیا تو وہ سپاہ انگریزی کے ہاتھ سے مارے گئے
یا گانون والون نے اُن کو فنا کر دیا خدا نے اُن کو ایسے شخصون کے ہاتھ سے لٹوایا جن کو وہ
لوٹا کرتے تھے اب پنڈارون کے دو سردار نربدا کی طرف گئے مگر اُن کا تعاقب انگریزی سپاہ نے

ایسا بھرتی سے کیا کہ وہ اپنی سٹی بھول گئے اور اُنکے چھتے ٹوٹ گئے اور اب اُن کا حال ایسا خستہ ہوا کہ انھون نے گورنمنٹ انگریزی کا دامن پکڑا کریم خان کو گورکھپور کے ضلع مین تھوڑی سی جائداد دیدی واصل محمد کو غازی پور مین جاگیر ملی تھی مگر اُس نے یہان سے بھاگنے کا قصد کیا جب وہ بھاگ نہ سکا تو زہر کھاکر دنیا سے فرار ہوا مگر پنڈارون کے بڑے گروگھنٹال میان چیتو باقی رہے اُن کے پیچھے سرجان مالکم ہاتھ دھوکر پڑا مگر بھاری تو تھا نہ اُس کے ساتھ تھا وہ اُس کی بکروی کو روندتا تھا پچاس میل کا فاصلہ دونون مین رہتا تھا کرنیل ہیتھ نے ۲۵ جنوری ۱۸۱۸ء کو چیتو پر شبخون مارا جس کے بعد وہ فقط دو سو سوارونکے ساتھ بارہ مہینے تک مالوے مین مارا مارا پھرا سارے اُس کے ساتھی اور ہمراہی شکار ہوے اور کوئی ٹھکانا اُس کا نہ رہا بھوکون کے مارے بیٹے سے بھی جدا ہوکر شیرون کے جنگل مین چلا گیا ایک شیر نے شکار کرکے طعمہ شیر اجل بنا یا جب اُس جنگل مین اُس کی تلاش ہوئی تو اُس کا گھوڑا جس پر زین کسا ہوا تھا چر رہا تھا تھوڑی دور پر چیتو کی لاش سڑی بسی پڑی ہوئی تھی کیا خدا کی قدرت ہے کہ کل کی بات ہے کہ اس راہ زن قزاق کے پیچھے بیس ہزار سوارون کے پرے کے پرے چلتے تھے یا آج لاش اُس کی بے گور و کفن پڑی سڑ رہی تھی۔

باجی راؤ پیشوا جو مدتون سے پنڈارون اور مرہٹون سے انگریزی عملداری کے درہم برہم کرنے کے لیے سازش کر رہا تھا اور اب تک اُس کے منہ پر نقاب پڑا ہوا تھا اب وہ اُٹھ گیا اور ۵ا نومبر ۱۸۱۷ء کو وہ کھل کھیلا اُس کے حکم سے سوارون نے سردار خان عرب زئی مہدوی کی ماتحتی مین انگریزی چھاؤنی کو چارون طرف سے گھیر لیا۔ الفنسٹن صاحب نے جو دیکھا کہ لڑنا ضرور پڑے گا تو گورون کی ایک پلٹن بمبئی سے پونا مین جھٹ پٹ بلا لی کہ جسے دیکھکر تھوڑی سی ہندوستانی سپاہ کو بہت تقویت ہوگئی اور اُس نے پونا کی چھاؤنی کو چھوڑ کر کرکی مین چھاؤنی ڈال لی یہ مقام پونا سے دو میل پر تھا بعد اس کے پیشوا نے دوپہر کے قریب اپنا وکیل الفنسٹن صاحب کے پاس بھیجا اور وہ شرائط لکھکر بھیجین جس پر اُس کو انگریزون سے اتحاد و اخلاص رکھنا منظور تھا مگر شرائط صلح کیا تھین پیغام جنگ تھا رزیڈنٹ نے انکار کر دیا ابھی یہ وکیل راہ ہی مین تھا کہ مرہٹون کی ٹڈی دل سپاہ شہر سے اُمنڈ پڑی الفنسٹن صاحب اپنی رزیڈنٹی کی چھت پر سے اس شور و غل کو سنتا رہا اور اپنے استقلال و استقامت کو ہاتھ سے نہ دیا اور جلدی سے چھاونی مین چلا گیا اُس کا رزیڈنٹی کو چھوڑنا تھا کہ مرہٹون نے کوٹھی کو لوٹ لیا اور جلا کر خاکستر کا ڈھیر بنا دیا تمام دفتر کو دھوین مین اڑا دیا جس وقت یہ مرہٹے اس جوش و خروش مین تھے الفنسٹن نے کرنیل برکو حکم دیا کہ تم خود جاکر اُن پر حملہ کرو اور

اُن کے حملے کے منتظر نہو مرہٹے یہ سوچ بیٹھے ہوے تھے کہ جب انگریزی لشکر ہماری صورت دیکھیگا بھاگ جائیگا مگر وہ اُلٹا اُن کے سر پر چڑھ آیا پیشوا لڑائی کا اہتمام خود نہ کر سکا ایک پہاڑی پر لڑائی کا تماشا دیکھنے جا بیٹھا گوکلا نے سارا جنگ کا اہتمام کیا انگریزی لشکر کو چارون طرف سے گھیر لیا کرنیل بر باوجودیکہ فرسودہ روزگار اور سخت بیمار تھا مگر اُن دل بادل لشکر مین گھس گیا اور اپنی مردانہ کوشش سے سب کو پریشان کر دیا اور فتح نمایان حاصل کی مرہٹون کی غلطی نہ کی مارا گیا ۱۷ نومبر ۱۸۱۷ء کو پیشوا اپنے خیمے کھڑے کے کھڑے یون ہی چھوڑ کر اور خزانہ لا دکر لشکر سمیٹ کر جنوب کو چلا گیا اور لڑائی نہین کی شہر والون نے اپنی سلامتی کے لیے جرنیل صاحب کو آکر سلام کیا اور شہر کو حوالے کیا جب حیدرآباد کے رزیڈنٹ نے نواب سکندر جاہ کو شہر پونا پر سرکار کمپنی کا قبضہ ہو جانے کی چٹھی لکھی تو ۲۱ توپین اس فتح کی تہنیت مین سر ہوئین شام راؤ اور آپا جی جو بلجے راؤ کی طرف سے یہان سفارت پر آئے ہوے تھے وہ شہر سے نکلوا دیے گئے مالکم صاحب بھی پونا کو گیا اور وہان سے ناگپور روانہ ہوا اور وہان کے رزیڈنٹ جینکنس صاحب سے مشورہ کر کے فوجین سرکاری جمع کر کے ہوشنگ آباد سے قصبہ ہردہ وہندیا واقع دریائے نربدا پر مقام کیا پیشوا آگے آگے پیش رو تھا اور انگریزی سپاہ پیچھے پیچھے تعاقب مین پیرو تھی ایسی حالت مین اُس نے ناگپور کے راجہ آپا صاحب کو مرہٹی سلطنت کی سپہ سالاری کا خطاب عنایت کیا باوجودیکہ رزیڈنٹ نے آپا صاحب کو سمجھایا کہ تم اس خطاب کو نہ قبول کرو مگر اُس نافہم کی سمجھ مین نہ آیا ۲۴ نومبر کو وہ پیشوا کے خیمے پر گیا اور اپنے علم پر پیشوا کی علامت یعنی زری کا ٹیکا چڑھایا اور اُس کے بعد رزیڈنٹی کوٹھی پر اُس کی سپاہ کا حملہ ہوا۔ رزیڈنٹی دو پہاڑیون پر واقع تھی جسکو سیتابلدی کہتے تھے وہ شہر کے قریب تھین اور ایک نیچی تھی اور دوسری اونچی سپاہ وہان تین دہ سو تھی اور چار چھ پنی توپین تھین راجہ کی سپاہ اٹھارہ ہزار تھی جن مین چار ہزار عرب تھے یہ عرب سب سے زیادہ بہادر اور جوانمرد سپاہی دکن مین شمار ہوتے تھے ۲۶ اور ۲۷ توپین تھین رات بھر پہاڑیون پر اس سپاہ نے گولے برسائے انگریزی سپاہ کی پیٹی بارود کی اُڑا دی جس کے سبب سے کچھ ایسی ہڑبڑ ہو گئی کہ عربون نے حملہ کر کے نیچے کی پہاڑی انگریزون سے چھین لی اور اُنکی توپون پر قبضہ کر کے اُنھین پر اوپر کی پہاڑی پر لگا دین اور پھر راجہ کی سپاہ چارون طرف سے انگریزی سپاہ کو ایسی جا چمٹی جیسے پہاڑ کو گھٹا گھیرتی ہے اب انگریزون کے پاس گولہ بارود مین کمی تھی چوتھائی سپاہ پہلے ہی بیکار ہو چکی تھی چودہ افسر مارے گئے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ ساری سپاہ غارت و تباہ ہوتی ہے مگر کپتان فٹز جرلیڈ کی اس وقت بہادری

دلاوری کی تعریف نہین ہوسکتی کہ اس دلیر شجاع نے اپنے ترپ سے ترت پھرت برخلاف اپنے افسر کے حکم اور مرضی کے کیا کام کیا ہے کہ بجلی کی طرح دشمن کی سپاہ عظیم پر لپک کر جا پڑا اور اُس کے دھوین اُڑا دیے اور دو توپین چھین کر اُنھین پر لگا دین جب اوپر سے یہ بہادرانہ کام پیدل سپاہ انگریزی نے دیکھے تو وہ بھی قوی دل ہوکر نیچے اُتر آئی اٹھارہ گھنٹے پہلے لڑ چکی تھی پھر تو انھون نے دشمنون کو گھانس کی طرح کاٹنا اور بھیڑ بکریون کی طرح شکار کرنا شروع کیا غرض کہ اٹھارہ گھنٹے کے بعد انگریزون کو یہ فتح نمایان حاصل ہوئی۔ بعد اس شکست کے ناگپور مین چارون طرف سے لشکرون کا ہجوم ہوگیا الفنسٹن صاحب اور ڈیوس صاحب نے اورنگ آباد سے رائے بھچر مل کو بھی ناگپور کی طرف بھیجا اور آپ پونا کو چلے گئے ۱۵ دسمبر کو جینکنس صاحب کو یہ قدرت حاصل ہوگئی کہ انھون نے آپا صاحب کو ان شرائط کے قبول کرنے کا حکم بھیجا کہ وہ اپنی سپاہ کو موقوف کرکے نکالدے اور اپنی توپین حوالے کرے اور تنہا علیحدہ ہوکر خود رزیڈنسی مین چلا آئے اور یہ حملہ جو اُس نے ناحق کیا ہے اُس کے عوض مین سرکار کو اختیار ہے کہ جو چاہے اُس کی ریاست کا فیصلہ کرے اگر تم ان شرائط کو قبول کروگے تو تمہارا ملک تمکو دیدینگے اور فقط اتنا ہی ملک اپنے پاس رکھینگے جتنا کہ خرچ سپاہ معاون و محافظ کے واسطے کافی ہو راجہ نے ان شرائط کو قبول کرلیا مگر ۱۶ دسمبر کو لکھا کہ عرب مجھکو لشکر سے جدا نہین ہونے دیتے اُسپر جرنیل ڈوٹن اُس کی طرف لشکر لے کر چلا کہ راجہ دو معتمد اہلکارون اور چند خدمتگارون کو ساتھ لے کر اُدھر سے چلا اور اُس نے ۳۶ توپین سونپ دین اور باقی توپین جب تک ہاتھ نہ آئین کہ ایک سو چالیس آدمی ان کے لینے مین ضائع نہوئے ناگپور کی سپاہ منتشر و پریشان ہوگئی تو لارڈ ہیسٹنگز ارل مائرا کا ارادہ تھا کہ آپا صاحب کو اِس خطا پر بڑی سزا دے مگر اُس سے جو عہد جینکنس صاحب نے کیا تھا اُس کو بدلنا مناسب نہین جانا غرض کہ آپا صاحب جنوری ۱۸۱۸ء کو ناگپور کا راجہ ہوگیا اسی عرصے مین جرنیل سلیکٹ جو چینا پٹن سے واسطے تنبیہ مفسدین کے راہی ہوا تھا حیدرآباد مین وارد ہوا راجہ بالا پرشاد استقبال کے لیے فرخ نگر تک گیا اور چندو لال نے لنگین پہاڑ کی چوٹی تک اور منیر الملک میر عالم کے تالاب تک جا کر لے آئے اور کوٹھی مین اُتارا اور نواب سکندر جاہ کی طرف سے ضیافت ہوئی مہاراجہ چندو لال نے انگریزونکی مدد کے لیے صلابت خان بن اسمٰعیل خان پنی حاکم ایلچپور کو لکھا کہ جلد اپنی جاگیرات سے چلا آئے جو فوراً تیاری کرکے دو ہزار سوارون اور دو ہزار پیادگان پلٹن کے ساتھ جو ایک انگریز کی ماتحتی مین تھے مع سامان حرب و ضرب مالکم صاحب کے لشکر سے جا ملا۔ کمانڈر انچیف بھی حیدرآباد سے چلکر یہان آگیا تھا پھر تمام

لشکر نے دریائے نربدا کا عبور کیا صلابت خان کے ساتھ ایک انگریزی پلٹن اور ایک رجمنٹ سوارون کا کر کے حکم دیا کہ اپنی سپاہ اور اس فوج کے ساتھ جا کر خاندیس کو فتح کرے چنانچہ صلابت خان کی فوج کا مقابلہ باجے راؤ کی فوج سے ہوا جو سداشیو راؤ مان کیریا کی ماتحتی مین تھی اور سداشیو راؤ مارا گیا۔ باجے راؤ بھاگا جاتا تھا اور اُس کے تعاقب مین انگریزی سپاہ تھی۔ گھوڑندی کے کورہ گانون پر انگریزی سپاہ سے خفیف سا مقابلہ کر کے ستارہ کی طرف بھاگا اور محمد صلابت خان خاندیس وغیرہ پر انگریزون کا قبضہ کرا کے پونا کو آیا وہان الفنسٹن صاحب اور سمتھ صاحب سے ملاقات کی باجے راؤ جب ستارہ کے قریب پہنچا تو وہان کے راجہ کو جو شیواجی کے خاندان سے تھا مع اُس کے رشتہ دارون کے اپنے پاس بلایا مگر اُس نے دیکھا کہ جرنیل سمتھ اُس کے تعاقب مین سائے کی طرح چلا آتا ہے تو وہ شمال کی جانب پونا کی طرف چلا گیا۔ کرنیل بُر نے جو اس وقت پونا کا حاکم تھا یہ دیکھ کر سیرور سے سپاہ کو زیر حکم کپتان سٹانٹن کے بلایا اُس مین ایک پلٹن پیادون کی اور تین سو بے آئین سوار تھے اور وہ خود جلد پونا سے پانسو جوان لے کے شام کے آٹھ بجے چلا اور موضع کورا پر جو پونہ سے سولہ میل ہے صبح کے دس بجے پہنچا یہان اُس نے دیکھا کہ دریائے بھیما کے سامنے دوسرے کنارے پر پیشوا کی ۲۵ ہزار فوج جرار موجود ہے جب اُس بے شمار سپاہ نے یہ تھوڑا سا انگریزی لشکر دیکھا تو اُس نے شکار کرنا چاہا وہ بے چارے رات بھر چلکر بھوکے پیاسے تھکے ماندے آئے تھے اور نہ اُنکے پاس کھانے کے لیے اناج اور پینے کے لیے پانی تھا مگر اوسان درست تھے پیشوا پہلے لڑائی سے الگ ایک پربت پر اپنے سپہ سالار گوکلا اور ترمبک جی کے حملون کو غور سے دیکھ رہا تھا انگریزی سپاہ کا یہ حال تھا کہ اوپر آفتاب کی تابش مُنھ پھیرے دیتی تھی ادھر دشمنون کی آگ مُنھ کو جلائے دیتی تھی پیاس کی شدت سے زبان مُنھ سے نکلی پڑتی تھی مگر ایسے مقام پر بھی کپتان سٹانٹن نے اپنے کو دشمنون کے حوالے کرنا پسند نہین کیا جوانمردانہ پامردی سے دن بھر میدان جنگ مین لڑتے رہے کہ اتنے مین شب بیچ مین حائل ہو کر سر جنگ بنی پیشوا یہان سے بھاگ گیا ۱۰ فروری ۱۸۱۸ء کو جرنیل سمتھ نے ستارہ پر قبضہ کر لیا یہ شہر سیواجی کے خاندان کی راجدھانی تھا اور اُس کی فصیلون پر پرانا نشان سیواجی کا کھڑا کر دیا جرنیل سمتھ جو پیشوا کے پیچھے سائے کی طرح پھر رہا تھا موضع اشٹی کے قریب اُس سے اور پیشوا سے جنگ ہوئی جس مین پیشوا کا سپہ سالار گوکلا مارا گیا اس لڑائی مین راجہ ستارہ کو بھی پیشوا کے ہاتھ سے خلاصی ہوئی جسے باجے راؤ نے قید کر لیا تھا رہا ہو کر اُس کو حکومت اُس قدر علاقے کی دی گئی جو اُس کی اور اُس کے خاندان کی پرورش اور پرداخت اور شان و شوکت کے

واسطے کافی تھی وہ ستارہ مین بڑی دھوم دھام سے اپنے باپ دادا کی گدی پر بیٹھا باقی ملک کا سرکار کمپنی نے قبضہ کر لیا حیدرآباد مین اس خوشی مین تہنیت کی ۲۱ توپین چلین۔ اس شکست سے پیشوا کی فوج ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئی اور مرہٹون کے سردارون کی کمر ٹوٹ گئی مگر ناگپور والے آپا صاحب نے اس حال مین پیشوا کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا باوجودیکہ اُس نے سرکار کمپنی کے ساتھ سخت عہد و پیمان کیے تھے کہ کبھی اُس کی اطاعت و وفاداری سے مُنھ نہ موڑون گا مگر اُس نے پھر چھوٹتے ہی ساری شرائط عہدنامہ پر خاک ڈالی چپکے چپکے جوڑ توڑ لگانے شروع کیے اُس نے کوہستان اور جنگل کے رئیسون کو اغوا کیا کہ انگریزی سپاہ سے مقابلہ کریں اور قلعون کے حوالے کرنے مین مزاحمت کی اور وہ چاندا کی طرف اس توقع سے چلا کہ وہان جا کر پیشوا سے ملے اس سازش کا حال انگریزون کو معلوم ہو گیا اُس پر گورنر جنرل ارل مائرا نے آپا صاحب کے لیے حکم دیا کہ اُس کو پکڑ کر الہ آباد مین نظر بند کر دینا چاہیے چنانچہ ۵ صفر روز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ ہجری کو جینکنس صاحب نے شکردرہ پر آپا جی بھوسلہ کو پکڑ کر قید کر لیا اور ناگپور پر انگریزون کا قبضہ ہو گیا اور انھون نے رگھوجی بھوسلہ کے پوتے کو ناگپور مین مسند نشین کیا حیدرآباد مین اس خوشی مین ۲۴ صفر کو ۲۱ توپین چلین۔ ناگپور سے پانچ ہزار عرب اور ہندوستانی راجہ کے مستحکم اور استوار محلون مین جا کر اقامت گزین ہوے اور گنپت راؤ بڑا سردار ناگپور کا اپنے آقا کی گرفتاری کے بعد عربون کا شریک ہو کر باجے راؤ کی کمک کو آمادہ ہوا اور باجے راؤ کو بلایا ایک ہفتے تک اُن عربون نے خوب مقابلہ کیا مگر یہ سوچ کر کہ ہمنے اپنا کام بخوبی انجام دیا بعض شرائط پر مقامات کو خالی کر دیا آپا صاحب کو گورنر جنرل ارل مائرا کے حکم سے الہ آباد کی طرف بھیجا گیا وہ ایک ذات شریف تھا پہرے والون سے کھٹکرا اور داؤن گھات لگا کر راہ مین سے بھاگ کر ایک پہاڑی گونڈ کے علاقے مین چلا گیا یہ علاقہ اُس گونڈ کا ناگپور سے اسّی کوس پر جنوب مین دریائے نربدا کے پاس تھا وہان اُس نے پہنچ کر فوج جمع کر کے فساد مچانا شروع کیا جب سرکار نے اُس کی وہان بھی تدبیر کی تو پہاڑون اور جنگلون کو چھوڑ کر سیندھیا کے علاقے مین آسیرگڑھ مین آ گیا اور پھر جودھپور کے راجہ کے پاس چلا گیا اس راجہ سے جب انگریزون نے اُس کے حوالے کرنے کے لیے کہا تو اُس نے راجپوتون کے دستور قدیم کے موافق کہ جو کوئی اُن کی پناہ مانگے اُس کو دشمن کے حوالے نہین کرتے اُس کو نہین دیا یہان سے وہ بلباس فقیری آوارہ و سرگردان لاہور مین گیا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور کچھ اُس کو فروغ نہوا آخر کو موت نے اُسے گل کر دیا۔

باجے راؤ نے ناگپور کا ارادہ کیا پس انبڑ اور عمرکھیڑے کو ہوتا ہوا قلم نوری پر آیا اور وہان سے ماہور پر سے گذرتا ہوا قصبۂ اون پر آیا اور وہان سے ہیکن گھاٹ پر خیمہ زن ہوا تھا کہ صبح کے وقت سپاہ انگریزی نے ایسی سختی سے حملہ کیا کہ اُس کے تمام ساتھی پریشان ہو گئے اور خزانے کا بڑا حصہ لٹ گیا رام چندر راؤ صوبہ دار پسپا ہوا بہت سی جمعیت اُس کے ساتھ چلی گئی اور باجے راؤ پھر پلٹ کر انبڑ و ماہور پر آیا اور یہان سے ہر ایک اپنے چارۂ کار پر متوجہ ہوا اور باجے راؤ تین چار سو آدمیون کے ساتھ خاندیس و برہانپور کی طرف بڑھا۔ اب پیشوا جنوب مین مارا مارا پھرا جہان وہ جاتا انگریزی لشکر اُسکے پیچھے جاتا تھوڑی دیر بھی چین سے نہین بیٹھنے دیا۔ آخر کار اُس نے ۵ امئی ۱۸۱۸ع کو سرجان مالکم کے پاس نامۂ نامہ برمؤین بھیجا جو اُس کے حال پر مہربان ہوا اور اُس سے ملاقات کی اور اُسنے یہ اقرار کر لیا کہ آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ پنشن اُس کو ملا کرے گی۔ اب پیشوا کو بھٹور مین گنگا کے کنارے پر کانپور سے سولہ میل پر بھیجدیا ۶ شعبان ۱۲۳۳ھ ہجری کو جب باجے راؤ کے اپنے آپ کو حوالے کر دینے کی نواب سکندر جاہ کو خبر آئی تو اُنھون نے ۲۱ توپین سر کرائین ۸ ماہ مذکور رزیڈنٹ نے بھی چٹھی باجے راؤ کے اپنے آپکو حوالے کر دینے کی بابت نواب کو لکھی تو پھر ۲۱ توپین چلوائین۔ پیشوا اور بھوسلہ کا تمام ملک انگریزون کے قبضے مین آگیا اور چونکہ جو نظام کے ذمے بھی موقوف ہو گئی اور جرنیل ڈوٹن نے صلابت خان کو اجازت دی کہ نواب نظام کا جس قدر علاقہ بھوسلہ کی طرف ہے اُس پر قبضہ کر لے چندولال نے بھی صلابت خان کے بیٹے کو جو ایلچپور مین تھا لکھدیا کہ دیہات مذکور پر جا کر قابض ہو جاوے۔

اس جنگ پنڈارہ و مرہٹہ مین نواب سکندر جاہ کی فوج نے بہت کام کیا قبل اس سے کہ یہ فوج مالکم صاحب کی فوج سے علیحدہ ہو مالکم صاحب نے اس کی عمدہ اور تشفی آمیز کارروائی کی نسبت ایک اعلان نکالا تھا اور اُس کے دوسرے سال نوداکی لڑائی مین کنٹنجنٹ کی سپاہ نے بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ پیشوا کی شکست کے بعد ان خدمات پر لحاظ ہوا اور بموجب عہدنامۂ ۱۲ ماہ دسمبر ۱۸۲۲ع مطابق ۲۰ ماہ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ ہجری کے نواب سکندر جاہ کو بہت سے علاقے دیئے گئے اور جس قدر دعادی اور بقایا اور مطالبے ریاست حیدرآباد کے علاقے پر پیشوا کے تھے کالعدم ہوئے۔

نامدار خان پسر صلابت خان حاکم ایلچپور سے چندولال کا علاقہ جدید کی بابت اور اسکی مالگذاری کی نسبت مطالبہ کرنا اور پھر باہم سمجھوتہ ہو جانا

پونا کی جنگ و پیکار کے بعد چندولال نے صلابت خان کے بیٹے نامدار خانکو حیدرآباد مین بلایا چنانچہ وہ ایلچپور سے چلکر انگریزون کے مشورے سے حیدرآباد کو راہی ہوا اُس کے ساتھ صلابت خان کا مدار المہام فتح جنگ خان بھی تھا جو نامدار خان کا خسر تھا اور ابتک صلابت خان کبھی حیدرآباد کو نہ آیا تھا سیاہنکا رزیڈنٹ کپتان طامس سدنم فتح جنگ خان سے ناخوش تھا جب نامدار خان اور فتح جنگ خان رزیڈنٹ سے ملنے کو گئے تو اُس نے دونون سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کی اول نامدار خان سے ملا پھر فتح جنگ خان کو یاد کیا اور ملاقات کے بعد کہا کہ صلابت خان نے تمکو اپنی مدار المہامی سے علیحدہ کیا اب صلاح یہ ہے کہ نامدار خان باپ کے پاس حاضر رہ کر کام کرے اور تم اورنگ آباد مین جاکر وہان کے ناظم گوبند بخش کی رفاقت مین رہاکرو اگر اس حکم کی تعمیل نہ کروگے تو قباحت ہوگی چندولال کو بھی فتح جنگ خان کے اقتدار سے حسد تھا اُس نے بھی نامدار خان کو اپنے سے متفق کرلیا تھا فتح جنگ خان نے مجبوراً رزیڈنٹ کی بات کو منظور کرلیا اور اٹھکر لشکر مین چلا آیا متعاقب اُس کے رزیڈنٹی کا ایک چپراسی اور نامدار خان کے چار چوبدار لشکر مین آئے اور چارون طرف اعلان کردیا کہ جو ملازم صلابت خان کے ہین وہ الگ ہو جائین اور جو فتح جنگ خان کی ذات کے ملازم ہین وہ اُس کے پاس رہین مردمان لشکر مین عجیب دو دلی پھیلی فتح جنگ خان کے ساتھ دو ہزار سوار اور ایک ہزار روہیلے اور پانسو ہندوستانی پیادے تھے وہ ان سب کو لے کر لشکر سے اُٹھکر شمال کی جانب جاکر اُتر گیا۔ اُن کے سوا بہت سے پیادون اور سوارون نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ فتح جنگ خان اورنگ آباد کو رزیڈنٹ کے حکم کے بموجب چلا گیا اور ۶ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ ہجری کو مرگیا۔ چندولال نے راجہ گوبند بخش کو اورنگ آباد کی حکومت سے معزول کردیا وہ حیدرآباد مین چلا آیا۔

اب مہاراجہ چندولال نے نامدار خان کو لکھا کہ ریاست کے جو علاقے بھوسلہ کے قبض و تصرف سے نکلے جاکر اب تک تمہارے تحت مین ہین وہ سب چھوڑ دو اور آج تک جس قدر رقم اُسکی جمع ہوئی ہو وہ نواب صاحب کے حضور مین بھیجدو اُس نے جواب دیا کہ اول تم نے یہ لکھا تھا اُن علاقون کو اپنے تصرف مین لاؤ چنانچہ وہ تحریر موجود ہے جس مین یہ بات

مندرج ہے مین نے اُس کے عوض مین سپاہ رکھی اس کا جواب چندو لال نے یہ دیا کہ ہمنے جو تصرف مین لانے کے لیے لکھا تھا مراد اُس سے یہ تھی کہ ان علاقون پر ریاست کی طرف سے قبضہ کرلو اور جو محاصل اُس کا ہو ریاست مین داخل کرتے رہو نہ کہ تمکو مالک بنادیا تھا غرضکہ بہت سی بحث کے بعد وضع اخراجات ہوکر دس لاکھ روپے پر فیصلہ ہوا اور ناصدار خان نے وہ علاقے چھوڑ دیے۔

متفرق باتین

۱۲۳۳ہجری مین نواب سکندر جاہ نے عمارات باوندرے کی بنا ڈالی تھی۔ خود بیٹھے ہوے تھے کہ دفعتہً عمارت منہدم ہونے لگی فوراً ایک اصیل کا ہاتھ پکڑکر خود نکل آئے وہ عمارت بالکل بیٹھ گئی۔ اس سال کمی باران ہوئی پس رمضان ۱۲۳۴ہجری مین بسبب حدت کے وبا کا زور ہوا بہت سے مرد وعورت قے اور اسہال سے مرگئے ایک دوسرے کو کوئی قرض نہ دیتا تھا۔ امانت نرکھواتا تھا زندگی پر اعتماد نہ تھا۔ مسلمان جابجا اذانین دیتے اور دعا کرتے ہندو مندرونمین پوجا پاٹ کرتے مہاراجہ چندولال نے چارمنار اور دروازۂ بازار کلان بلدہ مین اس آفت کے دفعیہ کے لیے برہمنون کے کہنے سے پوجا کرائی صدہا مرغے بھینسے بکریان غلہ روپے اور اشرفیان پوجاریون کو ملین بعض مسلمانون نے بھی ڈرکر پوجا کرائی ۱۲۳۷ہجری مین بارش ایسی کثرت سے ہوئی کہ اکثر مکان رودموسے کی طغیانی سے غرق ہوے اور برہان پور سے خبر آئی کہ آپ تپتی نے اس قدر طغیانی کی کہ زینؔ آباد کی تمام بستی ڈوب گئی اور برہان پور کے تین چار ہزار مکان غارت سیل حوادث ہوے اور اسی تپتی کے زور سے سورت کے قریب ہزار حویلیان منہدم ہوگئین پھر ماہ شوال مین حیدرآباد مین ڈیڑھ مہینے تک وبا کا زور رہا تخمیناً ایک لاکھ بیس ہزار آدمی تلف ہوے نوجوان زیادہ مرے بوڑھے اور عورتین کم۔

سپاہ کنٹنجنٹ مین مفسدہ

۱۸۲۰ء مین مسٹر سی ٹی مٹکاف حیدرآباد کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو اُس نے سپاہ کنٹنجنٹ مین افسرون کے مدارج کا ایک عمدہ قانون جاری کرکے اُس کی ملازمت تمام لائق افسرون کے لیے عام کردی اور اعلان دیدیا کہ کوئی افسر لائق ہوگا تو وہ بلاکمیشن بادشاہ یا کمپنی کے اسمین

سلہ نصیر خان فاروقی نے جناب شیخ مخدوم زین الدین کے نام سے بسایا ہے ۱۲

داخل کیا جائے گا۔ ۱۸۲۱ء مین سوارون کی رجمنٹ توڑ دی گئی اور اُس کے دوسرے برس سفرمینا کی پلٹن کو جو برار کی فوج اور نیز حیدرآباد مین متعین تھی بدل کے انجنیرون کی فوج بنا دی گئی چنانچہ یہ فوج اکثر مواقع پر کار آمد ثابت ہوئی اور خاصکر ملک کی آبرسانی اور پبلک عمارتونکی تعمیر مین اس سے بڑا فائدہ حاصل ہوا اِس فوج کی تعمیرات مین سے ایک موسے ندی کا پل ہے۔ یہ فوج ۱۸۲۶ء مین توڑ دی گئی۔ فروری ۱۸۲۷ء مین ایک پیدل رجمنٹ مین یورپین وردی پہننا وغیرہ وغیرہ داخل کیا چونکہ یہ قوانین بالکل غیر مروج اور خلاف دستور تھے اس لیے سپاہیون مین ناراضی پھیل گئی اور اُسپر طرہ یہ ہوا کہ ایک یورپین افسر نے زبردستی دو آدمیونکی داڑھی منڈوا دی یہ سنتے ہی سپاہیون نے کھلم کھلا عذر کر دیا اور کئی لوگ مسلح ہوکے پریڈ کے مقام مین چلے آئے اور افسرون سے اپنا نام نکالدینے کی درخواست کی اس وقت برگیڈ کا کمانڈر گھوڑے پر سوار ہوکے اُن کی فہمائش کی کوشش کر رہا تھا کہ ایسے مین ایک سپاہی نے گولی سے اُس کو مار ڈالا اور زمین پر گرتے ہی اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ ان مفسدون پر اُسی وقت اُنکے رفیق سپاہیون نے حملہ کر کیا آپس مین لڑائی شروع ہوئی مفسدونمین اکثر مارے گئے۔

حیدرآباد مین مہدویہ کا جماؤ اور اُن مین اور اہل سنت مین فساد

شمس الامرا تیغ جنگ کی سرداری مین دس ہزار سوار پائے گاہ مین ملازم ہوے تھے انھین کے ساتھ دلدار خان نام جمعدار مہدوی اپنے ہم قوم وہم مذہب دوسو پٹھانون کے ساتھ بھی نوکر ہوا اور چنچل گوڑہ پر رہنے لگا اور ہر روز سلام کو جاتا چند مدت مین چنچل گوڑہ اس قدر آباد ہوا کہ ہر قسم کے سودے سلف کی دوکانین وہان لگ گئین اور اس قوم کے چار ہزار کے قریب آدمی ارسطوجاہ اور دوسرے امیرون اور راجون کے پاس نوکر ہو گئے جن مین سردار اور جماعہ دار بھی تھے دلدار خان کے انتقال کے بعد اس قوم کے ایک پیرزادے نے جس کا نام سلطان میان تھا اپنی عقل کے زور سے اعظم الامرا ارسطوجاہ تک پہنچکر دو ہزار پیادہ وسوار کی جمعیت کا مالک ہو گیا اور محالات گنگری وگنگاوتی وغیرہ اُسے سرکار سے ملے ارسطوجاہ اور میر عالم کے عہد مین ان لوگون کی ثروت بہت بڑھ گئی کہ ادنے سے اعلےٰ تک کا معاملہ داد وستد اُنپر منحصر ہو گیا تمام مسلمان اور ہندو ملازمان سرکار اُنکے مقروض ہو گئے سلطان میان پر قوم سلیمان زئی کے سات آدمیون کا کچھ قرض تھا وہ کئی سال سے اُن کے مکانپر رہتے تھے جنکو وہ کھانے کو پہنچاتے تھے عنقریب قرض ادا ہونے کو تھا

کہ ۲۷ رمضان ۱۲۲۲ھ ہجری کو شب کے وقت اُن کی تسبیح معمولی پڑھنے کی حالت مین
قرض خواہون نے بے صبری کر کے سلطان میان پر حملہ کیا طرفین سے کئی آدمی مارے گئے سلطان میان
نے بڑی بہادری کی اور ساتون کو کاٹ ڈالا یہ شخص معاملہ فہم تھا اور دانائی کے
ساتھ بسر کرتا تھا اور کوئی بات ایسی مُنھ سے نہ نکالتا کہ غیر مذہب کے آدمیون سے جھگڑا پیدا
ہو لیکن جاہل مہدوی علے الاعلان اپنے مذہب کی خوبیان بیان کرنے لگے چنانچہ یسین خان
مہدوی افغان پسر دلدار خان جمعدار حشمت آباد مین ایک مکتب کے معلم سے
کہنے لگا کہ آپ لوگ ہمارا مذہب کیون نہین اختیار کرتے جو قرآن اور حدیث سے
مسلم الثبوت ہے اور ہمارے تمام بزرگ اہل سنت ہین جب کئی بار یہ اُس نے کہا تو
معلم بولا کہ اگر مولوی حافظ عبدالکریم صاحب فرما دین کہ تمہارا مذہب حق ہے تو مجھے
قبول کرنے مین تامل نہو گا پس دونون بالاتفاق مسجد جلوخانۂ میر عالم بہادر مین مولوی عبدالکریم
کے پاس گئے یاسین خان نے اُن سے کہا کہ کچھ مہدی کے فضائل بیان کیجیے مولوی صاحب
نے کہا کہ کون سے مہدی کے فضائل بیان کرون مہدی دو ہین ایک تو ابھی تک ظاہر نہین
ہوے ہین دوسرے تمہارے مہدی ہین اُن کی حقیقت ہمارے نزدیک ثابت نہین یاسین خان
غصے ہو کر بولا کہ ہمارا مہدی حق ہے اور مرسلان اولوالعزم پر بھی تفوق رکھتا ہے اور جو کوئی
اُن کا قائل نہین وہ کافر مطلق ہے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ شخص مسئلہ پوچھنے نہین
آیا ہے بلکہ فتنۂ و فساد پیدا کرنے کے لیے آیا ہے اُس کو مسجد سے نکالدو لوگون نے جمع ہو کر اُس کو جبرًا
نکال باہر کیا۔ اس کشش و کوشش مین یاسین خان کی پیشانی پر تھوڑا سا زخم لگ گیا
جس سے خون کے چند قطرے ٹپکے وہ مسجد سے نکلکر جلوخانے کے حوض پر جا بیٹھا جب مہدویونکو
یہ حال معلوم ہوا تو ہنگامۂ عظیم میر عالم کے جلوخانے مین برپا ہوا۔ اس دن منیر الملک اپنی حویلی
مین کہ چھتے کے نام سے مشہور ہے محرم کے علم کھڑے کرانے کے کام مین مصروف تھے کہ ذی الحجہ
کی آخری تاریخ تھی اُنھون نے خواجہ احمد خان کو کہ جس سے عمارات و بازار متعلق تھے فہمائش کو
بھیجا بہت کچھ مہدویون کو سمجھایا مگر ہنگامہ اُن کا بڑھتا ہی رہا اس حالت مین دائم خان
اور اُس کا بھائی حسن خان کہ دونون نامور آدمی تھے اور قوم اُن کی مندوزئی تھی مذہب
سنت و جماعت تھا مسجد مین آکر بیٹھ گئے جب بلوے کو بہت ترقی ہو گئی تو دائم خان نے کہا
کہ مولوی صاحب ہنگامۂ عظیم پیدا ہو گیا ہے آپ میرے مکان پر چلکر بیٹھ جائیے اُنھون نے
جواب دیا کہ مین ایسے ہی روز کے لیے منتظر تھا۔ عنایت خان پروزئی مہدوی کہ ہاتھی پر بیٹھ کر
آیا تھا اُس نے چاہا کہ مسجد مین داخل ہو جائے دائم خان اور حسن خان نے منع کیا کہ بھائی تم ین

خانۂ خدا مین فساد کرنا مناسب نہین ہے اگر میرا کہا نہ مانوگے تو ہماری اور تمھاری قوم مین برسون تک تلوار چلتی رہے گی۔ غریب بے تقصیر مولوی پر ایسا ظلم خدا کو ناپسند ہوگا مگر اُسنے نہ مانا اور طرفین مین تلوار چلی دائم خان مارا گیا اور حسن خان بھی زخمون سے چور ہو کر گر پڑا بعد اس کے جوق جوق مہدوی آنے لگے تاج محمد خان اور ایک عرب جو مغرب کی سنتین پڑھ رہے تھے مہدویونکی بندوقون سے مارے گئے یاسین خان نے مسجد مین گھس کر مولوی صاحب کے سینے پر چڑھ کر اُن کو ذبح کر ڈالا اب جبکہ مہدویون نے دیکھا ہمارے مقابلے کو کوئی نہ رہا تو اپنے سہ مقتولون کو جو دائم خان اور حسن خان کے ہاتھ سے مارے گئے تھے لے کر چلے گئے لوگ اس واقعے سے متحیر ہوگئے مگر کسی نے غریب مولوی کے خون کی پرسش نہ کی مہدویونکا پیرزادہ ہرکارون کا داروغہ تھا اس نے رات کو نواب کو اپنی مرضی کے موافق اطلاع کر دی کہ مولوی عبدالکریم اپنی تندمزاجی سے مارا گیا ہمارے آدمیون کا اس مین ذرا قصور نہین ہے ناگاہ اور ناحق قصہ برپا کیا تھا۔ محرم ۱۲۳۸ھ ہجری کی پہلی تاریخ خاموشی کے ساتھ گذری۔ دوسری محرم کو جمعرات کے دن سید نور الاولیا اور سید نور الاصفیا فرزندان مولوی حاجی سید نور علی نے علمائے بلدہ کے نام رقعے لکھے کہ ایک مولوی غریب جو ہمارے مذہب کا رکن تھا کس طرح ناحق مارا گیا اور کسی نے اس کی دادرسی نہ کی اگر تمام اہل سنت اتفاق کر کے جرأت کرین تو بہتر ہے ورنہ آئندہ مہدوی لوگ اہل سنت کے ایک ایک مولوی کا خون ٹپو دینگے پس تمام علما نے مکہ مسجد مین جمع ہو کر لوگون کو سمجھایا جب مہاراجہ چندولال کو اس واقعے کا حال معلوم ہوا تو غوث خان جمعدار کی معرفت علما کو کہلا بھیجا کہ اس معاملے مین مین بھی آپ کا طرفدار ہون اور جو کچھ آپ نے کہا ہے دین متین کے موافق ہے لیکن مکہ مسجد سے نواب کا دولت خانہ قریب ہے اس مین ہر طرح کا اندیشہ ہے بہتر یہ ہے کہ جامع مسجد مین جمع ہو کر جو کچھ بہتر ہو عمل مین لائین مین بھی تمھارا شریک حال ہون مہاراجہ کی منشا یہ تھی کہ مکہ مسجد بڑی ہے اور جامع مسجد چھوٹی جگہ ہے یہان تھوڑے سے آدمی جمع ہو سکینگے اُن کو جا کر سمجھا لیا جائے گا چنانچہ مولوی لوگ وہان چلے گئے کسی نے چارکمان مین حوض کے کنارے ایک محمدی جھنڈا کھڑا کر دیا جس کے نیچے ایک لاکھ آدمی مسلح و مکمل ہو کر جمع ہوگئے اُن کو سرکار سے بہت کچھ فہمائش ہوئی مگر کسی نے نہ مانا جب اتنے انبوہ کے جمع ہونے کی خبر مہدویونکو پہنچی تو گھبرا گئے اور مہاراجہ چندولال کے پاس اپنے وکیل بھیجکر عرض کرایا کہ آپ مالک ہین جس طرح ہو سکے اس بلوے کو دبا دین اور یہ بھی کہلایا کہ ہم مولوی صاحب کے قصاص مین یاسین خان کو دینے کو تیار ہین جو مصدر فتنۂ و فساد تھا مجمع نے کہا کہ ہمکو یاسین خان سے

کام نہین قصاص بڑے کا ہونا چاہیئے ہمارے سپرد مولوی روشن میان کو کرین وہ دن یون ہی
فہائش مین گذرا دوسرے دن جمعہ کی نماز کی تیاری کے لیے مکہ مسجد کے دروازے کھولے
گئے تو تمام مخلوق مولوی حافظ میر شجاع الدین حسین خان اور مولوی سید نور الاولیا اور
غلام خان الخطیب کے ساتھ مسجد مین گھس گئی اور جمعہ کی نماز پڑھکے مولویون نے مہدویون پر
جہاد کی تحریص کی اور کہا کہ جو کوئی اس قوم سے آج لڑے گا اور مارا جائے گا تو قیامت مین
زمرۂ شہدائے بدر و احد مین اُٹھے گا پس اینا نہادر خان و منصور خان اور دوسرے
جمعدار سپاہیون کو لے کر چنچل گوڑے مین پہنچے شہر کا دروازہ یاقوت پورہ کھول لیا
چار گھڑی دن چڑھے طرفین مین تلوار چلی عربون نے بھی خوب بندوقین مارین پہر رات تک
گولی اور تلوار چلتی رہی بہت بڑا قتل واقع ہوا اس کے بعد اہل سنت چلے گئے مہدوی متفکر
تھے کہ کل دیکھو کیا ہو کئی سرکاری افسر بھی مارے گئے تھے جب نواب کو اُن کے مقتول ہونیکا
حال معلوم ہوا تو آدھی رات کو نواب نے مہاراجہ چندو لال کو بلا کر کہا کہ مہدویون نے ہمارے کئی امرا کو
قتل کر ڈالا ہے اس وقت انگریزی پلٹن اور توپین لیجا کر چنچل گوڑے کو صبح ہوتے ہوتے برباد کردو
مہاراجہ نے سکندرآباد کی چھاؤنی کو حکم بھیجکر چار گھڑی مین پلٹنون کے چار ہزار سپاہی اور دس
توپین منگالین بارڈ صاحب اور مارٹن صاحب رزیڈنٹ اور سدرلین صاحب چار گھڑی
رات باقی ہوگی کہ چنچل گوڑے مین پہنچگئے اور اس خاموشی سے گھیر لیا کہ مہدویون کو صبح صادق
تک اپنے محصور ہونے کا حال نہ معلوم ہوا صبح کو فوج دیکھکر حیرت مین آگئے اور اپنے جمعدار
شاہ عالم خان عرف سالم خان کو بغیر ہتھیارون کے انگریزون کے پاس بھیجکر کہلا یا کہ ہم حکم سرکار
کے تابعدار ہین ہماری خون ریزی نہ کی جائے اور مہاراجہ کی بہت کچھ خوشامد کرائی کہ جو کچھ کیا ہے
ہمارے جاہلون نے کیا ہے ہم شرمندہ ہین جب مہاراجہ نے نواب سے اُنکی الحاح وزاری کا حال
عرض کیا تو ترحم کھا کر یہ حکم دیا کہ تمام مہدوی چھوٹے بڑے عورت و مرد اپنا سامان لیکر شہر مین
سے نکل جائین اگر کوئی باقی رہے گا تو مروا دیا جائے گا تین روز کی مہلت مین تمام مہدوی
اپنا سامان لے کر نکل گئے کوئی کرنول کو کوئی ہندوستان کو چلا گیا جس قدر مہدویون کی
لاشین پڑی تھین اُن کے کفن دفن کی مہلت نہ تھی اس لیے چندو لال نے شاہ عالم خان کو
کہا کہ اپنے کشتون کو جمع کر کے ایک گڑھے مین داب دین اور اُس کی پاس خاطر سے باربرداری کی
مہیا کرادی جب چنچل گوڑہ مین کوئی باقی نرہا تو پلٹن کے سپاہیون کو حکم ہوا کہ عمارات کی
محافظت کرین اور جو مہدوی شہر مین نظر آئے اُس کو پکڑ کر کوتوالی مین پہنچا دین مگر مہدویہ کے
دو بڑے بڑے سردار ایسے تھے کہ وہ اس قسم کے جھگڑون مین شریک نہ رہتے تھے اپنے اپنے

تعلقجات مین متعین تھے وہ دونون چند روز کے بعد مہاراجہ چندولال کے پاس آئے مہاراجہ نے نواب سے اُن کا سلام کرایا ایک محمد میان مخاطب بہ صف شکن جنگ بن سلطان میان تھا یہ شخص اپنے بھائیون اور رشتہ دارون کے ساتھ تعلقہ کنک گیری و گنگا وتی وغیرہ مین متعین تھا دوسرا کرار نواز خان بہادر المعروف بہ دولہ خان مع اپنے بیٹے نواز خان بہادر کے تعلقہ نلدرک مین مقرر تھا۔ کرار نواز خان نے نواب کی نذر کے لیے بہت سی چیزین بھیجین جن مین تیرہ ہاتھی بھی سواری کے لائق تھے۔ محمد میان اور دولہ خان نے مہاراجہ چندولال کو بہت کچھ رشوت دیکر اپنے معاملے کی درستی کرلی۔

طرفہ اتفاق یہ ہوا کہ ۱۲۶۳ھ ہجری مین محی الدولہ حکیم الحکما عزت یار خان کو کہ نواب کا مقرب اور مصاحب تھا چار مہدویون نے مار ڈالا یہ لوگ شاہ عالم خان سے عداوت رکھتے تھے اور حکیم الحکما اُس کی طلبی مین ساعی تھا یہ چارون شاہ عالم خان کا کام برہم کرنے کے لیے کرنول سے آکر شہر مین چار کمان مین حوض کے متصل حکیم صاحب کی سواری کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری نبض دیکھ لیجیے اور بجمعیت اُس کو ہلاک کر ڈالا ان مین سے تین تو چار منار کی طرف بھاگ کر کوٹلۂ عالی جاہ مین جہان مبارز الدولہ مقیم تھے آئے اور ایک شہر کے چنپا دروازے سے نکلکر باہر بھاگ گیا جب حکیم صاحب کے مارے جانے کی خبر مبارز الدولہ نے سنی تو تینون کو پکڑوا کر قتل کروا ڈالا اور لاشین شہر کے دروازون پر لٹکادین نواب صاحب نے طالب الدولہ حسن علی خان کو توال شہر کو حکم دیا کہ خانہ بخانہ تلاش کرین کہ کوئی مہدوی چھپا ہوا تو نہین ہے مبادا کوئی اُن مین سے کبھی کسی سردار و امیر کے ساتھ دغابازی کرے اور شہر کے دروازون کی حفاظت کا حکم دیا اور تاکید کردی کہ اس قوم کا کوئی آدمی نواب صاحب کے حکم کے بغیر شہر مین قدم نہ رکھے۔

۱۲۶۳ھ ہجری مین نواب صاحب سردار نگر عرف لالہ گوڑہ کی طرف گئے اور کوہ شریف کے عرس کا ملاحظہ کیا۔ واپسی مین کرار نواز خان بہادر عرف دولہ خان مع اپنے بیٹے امیر نواز خان بہادر اور دوسرے ہمراہیون کے کہ جن مین دو سو سوار و پیادے تھے آکر سلام سے مشرف ہوا اور نواب صاحب کے ہاتھی کے پانوٗ پر گر پڑا اور مہاراجہ کے استصواب سے دو ہزار روپے اور ایک سو ایک اشرفی نذر کی۔

باقی مہدوی شہر بہ شہر باہر حدود ممالک محروسہ آصفیہ سے پھرنے لگے ایک مدت دراز اس طرح گذری اور نواب سکندرجاہ کا انتقال ہوگیا اور نواب ناصر الدولہ مسند نشین ہوے اور بہ سبب انقراض عہد اور بعد مدت کے اہل حیدرآباد کے دلون سے بھی بغض و طیش کم ہوگیا تھا

تب چندولال کے دربار مین نذرانین اور رشوتین دے کر ایک ایک دو دو مہدوی آکر گھستا شروع ہوے اور مہاراجہ کی نذر عنایت سے پھر اُن کا جماؤ ہو گیا یہ لوگ میران سید محمد جونپوری کے متبع ہین جنھون نے ۹۰۵ھ ہجری مین دعوے کیا تھا کہ مین مہدی موعود ہون اُنکی ولادت شہر جونپور مین ۸۴۷ھ ہجری مین واقع ہوئی تھی اور ۹ ذی قعدہ ۹۱۰ھ ہجری مطابق ۲۳ ماہ اپریل ۱۵۰۵ء روز شنبہ کو شہر فراہ ملک خراسان مین انتقال کیا جیسا کہ تاریخ پالمن پور مین گلاب میان نے لکھا ہے۔

ملکی انتظام

اخیر دور حکومت سکندرجاہ مین ملک کا بڑا نقصان ہوا جس کا کوئی ذمہ دار نہ تھا مالگذاری ملک مستاجرون کے سپرد ہوئی جو اپنے اپنے علاقون مین خود حاکم تھے اس لیے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت ظلم ہونے لگا کنٹنجنٹ کی فوج جو انگریزون کی ماتحتی مین تھی اکثر نائرہ سرکشی دفع کرنے کے لیے علاقون مین مطلوب ہوتی تھی گویا ملک چورون کے قبضے مین تھا اور دستون مین امنیت نہ تھی جب تک مسلح جمعیت ساتھ نہ ہوتی راستہ چلنا خطرناک تھا اس لیے دوبارہ عمدہ انتظام قائم کرنے کے لیے یہ امر ضروری ہوا کہ افسران انگریزی اضلاع ملک مین مامور کیے جائین اور ایسا ہی ہوا اور اُنھون نے جمع محاصل کی تشخیص کی اور اُن کے انتظام سے ملک کی حالت بہتر ہوئی مگر یہ سب کچھ چندولال کی وجہ سے تھا ورنہ نواب اپنی ذات سے نیک اور آرام طلب تھے اُنھون نے اپنے باپ کے کسی متعلق کو تکلیف نہ دی تمام معاملات جزئی و کلی جو باپ کے عہد سے جاری تھے برقرار رکھے ہر ایک بھائی اور عزیز اور جاگیردار کو اُس کے دیہات متعلقہ پر پورے اختیارات دیدیے کسی کی تکلیف کے درپے نہوئے بلکہ ایسا برادرانہ سلوک کیا کہ سب مطمئن رہے ارکان ریاست مین کسی کا تغیر و تبدل اُنکے ہاتھ سے نہوا سکندرآباد جو حیدرآباد سے چھ میل پر ہے اور حیدرآباد کی مددگار فوج کا ہیڈکوارٹر ہے اس کو نواب سکندرجاہ نے آباد کیا تھا اس لیے سکندرآباد کہتے ہین اس مین پانچہزار انگریزی فوجین مع اُن کے لوازمات کے ہمیشہ مقیم رہتی تھین۔

حق تحقیق یہ ہے کہ ریاست مین جو ابتری پھیلی اُس کا ذمہ دار مہاراجہ چندولال کو بنانا بھی ناانصافی ہے اس کا بیان خود انگریزی رزیڈنٹ کرنیل اسٹوارٹ کی زبان سے سننا چاہیے جو اُس نے ۱۸۳۲ء مین گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھا تھا۔

جو لوگ اس دربار مین تیس سال سے ہماری پالیسی کو دیکھ رہے ہین جنھون نے دیکھا ہے

کہ ہم کس طرح خود اپنے بنائے ہوئے آدمیون کو وزارت دلواتے ہین اور خود اُن کے فرمان روائے خلاف اُنکی مدد کرتے ہین کس طرح ہمنے کارآمد فوج پر قابو حاصل کرلیا ہے اور کس طرح ہم ملک کے دیوانی انتظام پر حاوی ہوگئے ہین فی الحقیقت ہین مشکل سے کوئی شک کرسکتے ہین اور سب سے کم خود اس مین نظام کو کوئی شک ہوسکتا ہے کہ جنے اپنے آپ کو واقعی اس ملک کا حکمران سمجھ لیا ہے بہت سی خرابیان جو ریاست مین موجود ہین بلا ریب ہماری بے ضابطہ مداخلت کے ناگزیر نتائج ہین اس لیے یہ بات مشکل ہی سے درست ہوسکتی ہے کہ نظام اور اُن کے دیوان کو جس حال مین وہ اس وقت مین ہین ان خرابیون کا ذمہ دار قرار دیا جائے مین نہین سمجھ سکتا کہ وہ اُنکو درست کرنے کی قدرت رکھتے ہین ۔ درحقیقت زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم خود ان خرابیون کے ذمہ دار قرار دیے جائین کیونکہ اُنکے دفع کرنے کی قدرت ہم اپنے ہاتھ مین رکھتے ہین اس قسم کا اعتراف سرچارلس مٹکاف نے بھی کیا ہے جو برطانیہ کی سرکاری کتاب مین شائع ہوچکا ہے

عمارات

نواب سکندرجاہ نے اتنی عمارتین تیار کرائی تھین ۔ نوید محل ۔ فرحت محل ۔ گھڑیال خانہ ۔ موتی محل ۔ جلوخانہ دروازۂ آہنی جانب نوید محل ۔

فرحت محل کو بڑی زینت دے کر اُس مین رہتے تھے ۔ باغ اور چو محلہ بسنتی و محل سرائے دو تین نہ قدیم اور وہان کا دیوان خانہ اور سبز بنگلہ بھی اُنھون نے بنوائے تھے اور باغ لنگم پلی مین نو عمارتین تیار کرائی تھین جن مین ہمیشہ سیر کو جاتے تھے گھڑیال خانۂ عبارت سے اپنے ایک مرتفع عمارت سے چونکہ مدت تک وہان ولایتی چھوٹی بڑی گھڑیان رہی تھین اس لیے گھڑیال خانہ کہنے لگے ۔

سکندرجاہ کے خصائل حسنہ ۔ رحم دلی جرأت وہمت اور باطنی تصرف

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے عہد تک خاندان تیموریہ کے دستور کے مطابق اس ریاست مین یہ قاعدہ تھا کہ جو کوئی سرکاری امیر مرتا تو اُس کا مال سرکار مین ضبط ہو جاتا اور پیچھے کے بعد اُس کے جانشین کو بلاکر خلعت ماتمی دیکر خود بدولت زبان سے کہتے کہ اسے

شخص ابتک تیرا باپ زندہ رہ کر اوقات عزیز بسر کرتا رہا جو کچھ کھایا اور جو کچھ چھوڑا سب سرکار کا مال تھا اس لیے اُسے سرکار مین داخل کر لیا گیا آئندہ سے تیری وجہ معاش جاری کی جاتی ہے بس اسپنے باپ کے پس ماندونکی پرورش مین قصور نہ کرنا اور سرکاری کام تن دہی اور نمک حلالی سے انجام دیتا رہنا تا کہ تیری تعریف ہوتی رہے اور خدا کے یہان ماخوذ نہو اور نصائح کر کے رخصت کرتے تھے۔

سکندر جاہ مسند نشین ہوے تو اُسی زمانے مین رسول یار خان منصبدار سرکار نے انتقال کیا اُس کے جورو بچے نہ تھے اور ڈھائی سو روپے ماہوار تنخواہ پاتا تھا۔ اعظم الامرا نے دستور قدیم کے موافق اُس کے مکان پر ضبطی بھیجی اُس کا مکان زنانی ڈیوڑھی کے قریب تھا سکندر جاہ اُس کے حال سے خوب واقف تھے اُس کے غلامون اور کنیزون اور خدمتگارون کی گریہ وزاری کا حال سنکر حکم دیا کہ اُس کے مکان کی ضبطی نہ کرین جو کچھ نقد وجنس ہے وہ تمام اُس کے پاس کے رہنے والون کو چھوڑ دین کوئی اُن کے حال سے متعرض نہ ہو اور ارسطو جاہ کو بلا کر حکم دیا کہ ابتک جو ایسی ضبطی کی کارروائی جاری تھی خیر جاری رہی مگر ہم اب اُس کو بند کرتے ہین کیونکہ مرنے والا جو کچھ چھوڑتا ہے اپنے بچون اور تا کتخدا بیٹیون اور بیوہ جورو کے لیے چھوڑتا ہے نہ کہ ظالمون کے لیے۔ جب تک نواب موصوف زندہ رہے کسی کا مال ضبطی مین نہ آیا۔

(۲) نواب سکندر جاہ نے کبھی کسی کے قتل کا حکم صادر نہین کیا اگر قصاص وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو قاضی محمد ذوالفقار خان شریعت پناہ کے حوالے کر دیتے ایک دن منیر الملک اور راجہ چندولال مہاراجہ بہادر نے حاضر ہو کر ایک شخص کے قصاص کے لیے عرض کیا اور کہا کہ قصاص اُسپر جلدی ہونا از حد ضروری ہے نواب نے حکم دیا کہ جو کچھ شریعت پناہ کہین اُسپر عمل کرو دونون نے کہا کہ قاضی صاحب کا رقعہ بھی قصاص کے واسطے حاضر ہے نواب خاموش ہو گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ قصاص عمل مین لانا چاہیے چنانچہ دربار برخاست ہونے کے بعد مہاراجہ بہادر نے خونی کو معمول کے موافق پلٹن کے دو سو جوانون کے ساتھ موسی ندی کے کنارے گردن مروانے کو بھیجا نواب صاحب اس وقت گھڑیال خانے مین کرسی پر آکر راستہ کلان کا ملاحظہ کر رہے تھے پاس دو ایک اصیلین اور حکیم خواجہ غلام حسین عرف خان زمان خان مصنف گلزار آصفیہ حاضر تھے اُس وقت نواب صاحب نے طنبور کی آواز اور تماشائیون کا غوغا سُنا تو پاس والون سے اُس کا سبب پوچھا اور چوبدارون کو حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا معلوم ہوا کہ وہی خونی گردن مارنے کو لایا گیا ہے فرمایا کہ ہمارے

سامنے لاؤ ہم اُس سے حال دریافت کرینگے جب وہ سامنے آیا اور عاجزی اور بہت زاری کی اور زمین پر لوٹ کر بے قراری کرنے لگا تو فرمایا کہ اس کے حواس خمسہ بجا نہین ہین کس طرح اُس کی زبان سے حال معلوم ہو سکتا ہے اُس کو پہرے مین رکھین سہ پہر کے وقت محل مین سے اُس کے لیے کھانا بھجوایا پھر رات گئے ایک اصیل مسماۃ ماما امینا کے ساتھ گھڑیال خانے کے پھاٹک کی طرف آکر حکیم خواجہ غلام حسین کو دواخانے سے بلایا سو روپے سفید رومال مین بندھے ہوئے تھے وہ اُس کے ہاتھ مین دیکر کہا کہ اُس شخص کو جو پہرے مین ہے دیکر کہدو کہ جلد شہر سے نکلکر جدھر جی چاہے چلا جائے اگر شہر مین رہے گا تو شریعت پناہ پکڑکر مروا ڈالین گے اور شارع عام کی طرف سے نہ جانا وہ دعا دیکر چلا گیا دوسرے دن حکیم خواجہ غلام حسین کو بلاکر کہا کہ اگر ہمارے سامنے سے مجرم نہ گذرتا تو جو چاہتے کرتے ہم نے دیکھا کہ نہایت بے قرار تھا اُسکی بے قراری سے دل بے قرار ہو گیا دل نے نہ مانا کہ اپنے سامنے اُس کو مروانے دین۔

(۳۰) ایک بار سکھ چال مین کہ شکاری عماری کا نام تھا گلاب پوری ہتنی پر بیٹھے ہوئے لنگم پلی سے بلدے مین آرہے تھے۔ راستے مین دفعتاً سرور بخش ہاتھی پر نظر پڑی جو اُس وقت بہت مست و مدہوش ہو رہا تھا جسکو میدان گوشہ محل مین زنجیرون سے باندھ رکھا تھا دیکھ کر کہا کہ اب تک اس ہاتھی کو سواری مین کیون نہ لائے سید محمد عرف راجہ میان برادر فوجدار خان داروغۂ فیل خانہ نے عرض کیا کہ یہ ہاتھی نہایت مست ہے چھ ماہ کے بغیر ہوش مین نہین آسکتا اُس کو چارہ اور راتب دور سے دیتے ہین اس کا کوئی خدمت گار قریب نہین جاتا تو پھر دوسرا کیسے جا سکتا ہے فرمایا کہ ہم ملاحظہ کرین گے آدمیون کے ہوش و حواس مختل ہوگئے حیرت مین پڑ گئے ڈرنے لگے کہ خدا جانے ہتنی کو دیکھکر مست ہاتھی کیا ہنگامہ کرے گا اور کیا رنگ لائے گا نواب صاحب ہتنی پر بیٹھکر اُس کے دیکھنے کو جاتے ہین تمام نوکر فکر مین پڑ گئے مجبور ہو کر راجہ میان نے پھر عرض کیا کہ ہاتھی سخت مست ہے ہتنی کو دیکھ کر آپے مین نہ رہے گا نواب صاحب نے جواب نہ دیا یہان تک کہ ہتنی کو پاس لیجاکر نواب صاحب نے بلند آواز سے کہا کہ سرور بخش ہرگز ناشایستہ حرکت نہ کریو ہاتھی مالک کی آواز سنکر سر نیچے ڈال کر سونڈ سے حرکات فدویانہ و اعتقادانہ بجالا کے خاموش ہو گیا حکم دیا کہ فیلبان اسے تیار کرین فیلبان ڈرتے ہوئے پاس گئے اب ہاتھی کو جو کچھ حکم دیا بجالایا کہا کہ بیٹھ جا تو بیٹھ گیا کہا اُٹھ جا تو اٹھ کھڑا ہوا محکوم ہو گیا پس فیلبانون نے اُس کا اسباب درست کرکے تیار کر لیا نواب نے فرمایا کہ آگے لاؤ اور اُس پر سوار ہو کر دولت خانے مین آئے اس کے بعد ہاتھی نے کوئی مستی کی حرکت نہ کی سب کہنے لگے کہ یہ نواب صاحب کا اقبال تھا ورنہ اُسکی مستی مین بھی تین ماہ باقی تھے

(۴۴) محل میں ایک توپ طلب کی پچاس آدمی کھینچکر اُسے اندر لے گئے دفعتاً توپ کا ایک پہیا بدرو کی تھری میں چلا گیا آدمیوں نے کتنا ہی زور کیا اور رسیاں باندھکر کھینچنے لگے ہرگز باہر نہ آیا نواب صاحب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو خود بدولت نے آکر اپنے پاؤں سے ایسا دھکا دیا کہ توپ اپنے پہیے پر دور تک دوڑ گئی۔

سکندر جاہ کا مرض الموت

نواب کی بیٹی فیروز بیگم برج نگار بائی کے بطن سے تھی اور ۱۱ ماہ کی عمر تھی نواب اُس کی حرکات طفلی کے تماشے سے بڑے محظوظ ہوتے تھے اُس کو ام الصبیان کا عارضہ ہو گیا جسکی اِس شہر میں کثرت ہے۔ حکیم احمد یار خان پسر حکیم الحکما عزت یار خان شروع مرض میں اُس کا معالج تھا پھر حکیم محمد اکبر حسین خان ولد حکیم صادق حسین خان المعروف بہ حکیم منا صاحب کا بھی علاج ہونے لگا حکیم خواجہ غلام حسین جو نواب کا قدیم سے معالج تھا اور اُنکی خلوت گاہ کے تلے روشن بنگلے میں رہتا تھا اُس نے اُن سے کہا کہ پانچ چھ معالجوں کو اور بھی شامل کر لو اگر فیروز بیگم کو صحت ہو کر آرام ہو گیا تو تمہارے انعام میں کوئی شریک نہو سکیگا اور دوسری صورت میں صرف تمھاری بدنامی نہ ہوگی میں نواب صاحب کے مزاج سے بخوبی واقف ہوں اور تم سے عمر رسیدہ بھی ہوں نواب کا مزاج شناس ہوں عجیب وغریب واقعات دیکھ چکا ہوں میری بات کو ناچیز نہ سمجھنا چاہئیے اعتصام الملک کے سامنے بھی بہت سمجھایا مگر دونوں نے نہ مانا نویں محرم ۱۲۴۴ھ ہجری کو وہ لڑکی مر گئی نواب کو یہاں تک صدمہ ہوا کہ دھاڑیں مارکر روتے تھے اور بے قراری سے چاہتے تھے کہ نوازش محل سے روتے ہوے باہر نکل آدیں جو بداڑونکی چوکی کے افسر خان محمد مرد تھے اور حکیم خواجہ غلام حسین نے جرات کرکے عرض کیا کہ حضور کی سلامتی چاہئیے قدیم سے والیان ملک کا ایسا دستور نہیں ہے الصبر مفتاح الفرج یہ بات سنتے ہی رک گئے اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ہم خود جانتے ہیں کہ یہ امر ناگزیر تقدیری ہے سوائے صبر وشکیبائی کے کیا چارہ لیکن کیا کیا جائے کہ محبت نے ہمارا یہ حال کر دیا ہے فی الواقع نواب صاحب شب وروز غم کرتے تھے اور روتے تھے اور ایک سال کے عرصے میں خود بیمار ہو گئے ضعف جگر ہو کر دونوں پاؤں پر ورم آگیا اور استسقا پیدا ہو گیا۔ دید اور یونانی اطبا علاج کرتے تھے اور خلوت مبارک میں حاضر رہتے تھے یونانی اطبا کے یہ نام ہیں حکیم شفائی خان و حکیم مسیح الزمان خان و حکیم رضا علی خان و حکیم تاج الدین خان چینا پٹنی اور ویدوں میں یہ لوگ تھے رام بھٹ و ونکٹ رام وغیرہ اہل عیدگاہ کہنہ اور اعتصام الدولہ عرض بیگی کے

حوالے دواؤن کی تیاری کا کام تھا اور تمام طبیب اُس کے پاس موجود رہتے تھے اور حکیم خواجہ غلام حسین خان گھڑیال خانے مین شب و روز حاضر رہتا تھا اور نواب کو اسپر اتنا اعتماد تھا کہ کوئی دوا بغیر اس کے مشورے کے استعمال نہین کرتے تھے جب نواب صاحب کی دوسری صاحبزادی نورجہان بیگم بیمار ہوئی تو حکیم خواجہ غلام حسین خان نے مہاراجہ چندولال کو رقعہ لکھا کہ مین تنہا زنانی ڈیوڑھی پر جو نوید محل و موتی محل و گھڑیال خانے کی طرف سے ہے حاضر رہتا ہون اور معالجے کا کام نازک ہے اور پہلی صاحبزادی کے معالجے کا حال معلوم ہے ایک کوئی دوسرا طبیب میری شرکت کے لیے مقرر کر دیا جائے تو میرے دل کو بہت تقویت حاصل ہو مہاراجہ نے اُسی وقت دو ویدعیہ گاہ کہنہ کے جن مین سے ایک کا نام ونکٹ رام اور دوسرے کا نام ملنا تھا غوث خان جمعدار کے ساتھ زنانی ڈیوڑھی پر بھجوائے اور مرادماما کی زبانی عرض کیا کہ راجہ چندولال نے دو وید مرشدزادی نورجہان کے معالجے کے لیے بھجوائے ہین کہ رات دن حاضر رہکر علاج کرین گے حکم ہوا کہ ہم سوا اپنے طبیب خاص خواجہ غلام حسین خان کے کہ ڈیوڑھی پر حاضر ہے دوسرے کو نہین جانتے اور نہ پہچانتے ہین ان دونون کو جہانسے لائے ہین وہین پہنچا دین ایک دن نواب صاحب گھڑیال خانے مین آے اس وقت خان محمد حاجی اور اُس کا داماد محمد حسین اور حکیم خواجہ غلام حسین خان اور تین خاصہ تراش کہ خط بنانے کو آئے تھے حاضر تھے نواب نے حکیم خواجہ غلام حسین سے فرمایا کہ قرابادین قادری سے مرہم داخلیون کا نسخہ نکال کر تیار کرے اور اس نسخے کے واسطے پہلے بھی فرما چکے تھے اس وقت غصے ہوکر خان محمد کی طرف دیکھکر کہا کہ یہ شخص چار پشت سے ہماری سرکار کا پرورش یافتہ ہے اور ہم اسپر مان باپ سے زیادہ شفقت کرکے کام لیتے ہین لیکن دیدہ و دانستہ عدول کرتا ہے اسکو کیا سزا دین اسی عرصے مین اُس نے نسخہ نکال کر ملاحظہ کرا دیا نواب خوش ہوگئے اور فرمایا کہ جلد تیار کرو اس وقت دفعتاً خان محمد مردھے نے عرض کیا کہ منیرالملک مدارالمہام اور پیشکار راجہ چندولال مہاراجہ بہادر مع دو اطباے یونانی اور ویدون کے خلوت مبارک مین حاضر ہین اُن کی عرض یہ ہے کہ حضور کے پانوون کا ورم یہ حکما دیکھ لین کہ کس وجہ سے عارض ہے اور ورم کے تحلیل ہونے تک حاضر رہین نواب نے فرمایا کہ معالجون کو لائے ہین تو بیمارون کو بھی پیدا کرین ہم تو ایک بیمار ہین اور ہمارا ایک حکیم خواجہ غلام حسین خان معالج ہے جو ہمارے مزاج سے خوب واقف ہے اور مرہم داخلیون کا نسخہ قرابادین قادری سے نکال کر تجویز کرکے تیار کرکے استعمال کر رہے ہین چند روز سے ورم متحجر ہوگیا ہے عرصے مین جائے گا ان معالجون کو کیون لائے ہین پھر خان محمد نے عرض کیا کہ کارپردازان سرکار کو پیرون کا ورم دیکھنے کے بدون خاطرجمعی نہین ہے۔ بابابلی

کے امیدوار ہین نواب نے کہاکہ یہ لوگ علم طب سے واقف نہین کہ سبب سابق ولاحق اور زمانۂ ابتدا و انتہا و اشتداد و انحطاط کے حالات کو جان لین حکیم خواجہ غلام حسین خان کو بھیجے ہین اُس سے سب حال دریافت کرلین اور اُس کو حکم ہوا کہ جاکر اُن کی تسلی خاطر کرکے رد کردے حکیم مذکور خلوت مبارک مین آیا دیکھا کہ آسا پالا کے درخت کے تلے منیر الملک اور مہاراجہ بہادر مع تمامی امیران سرکار اور طبیبون اور ویدون کے بیٹھے تھے اُنکو تمام حال تباکر رخصت کردیا۔ غرضکہ نواب کے علاج مین تدابیر مناسب عمل مین لائی گئین جس سے استسقا بالکل جاتا رہا یہان تک کہ عید الضحیٰ کے روز نوازش محل مین آکر فرمایا کہ ہمارا جسم ورم کے رفع ہونے سے بہت حقیر معلوم ہونے لگا سب حاضرین نے تسنکر شکر خدا ادا کیا امرا نے جو حاضر تھے خوش ہوکر غسل صحت کی اور عید کی نذرین دکھائین اور بڑی چہل پہل رہی ماہ جمادی الاول ۱۲۴۳ھ ہجری تک غذا مین احتیاط اور دوا جاری رہنے سے حالت سنبھلی رہی اعتصام الملک نے تاکید کردی تھی کہ کوئی کھانے پینے کی چیز بغیر میری اطلاع کے ڈیوڑھی پر کسی سرکاری اصیل اور دوسرے نوکر کے ہاتھ نہ جائے ماہ مذکور کے گذرنے کے بعد مزاج پھر بدپرہیزی کی طرف مائل ہوا اور جو کچھ دل چاہتا کھاتے اور دوا چھوڑدی دوبارہ صاحب فراش ہوگئے یہانتک کہ سوء تنفس سے بستر پر پاؤن دراز نہ کرسکتے تھے پانچ ماہ اور چند روز تک جس طرح پلنگ پر بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے خواب وخور تمام پلنگ اور تکیے پر ہوتا گوشت گھل گھل کر پانی ہوکر بہنے لگا مگر کبھی آہ زبان پر نہ آئی آنکھون سے ہر شخص کو اور ہر چیز کو برابر دیکھتے تھے اب بھی صولت وہیبت کا یہ حال تھا کہ جو کوئی اُن کی طرف دیکھتا تو خوف کھاتا تھا اطبا معجون کلکلانج اور قرص مروارید اور سونے کے ورق شربت بزوری اور اونٹنی کے دودھ کے ماء الجبن کے ساتھ استعمال کراتے تھے کچھ فائدہ حاصل نہوا۔ نواب کا تو یہ حال تھا مگر خادمون نے موتی محل کے خزانے کی ایک طرف کی دیوار توڑ کر ایک لاکھ کے قریب روپیہ نکال کر بانٹ لیا جب اس کا حال نواب صاحب کو معلوم ہوا تو اُنھون نے راجہ روپ لال مشرف وجے رام ہزاری کو حکم دیا کہ جہان سے دیوار ٹوٹی ہے اُسے بنوا دین اور کسی پر مواخذہ نہ کیا کیونکہ اُن کی حالت خراب ہورہی تھی۔ حکیم خواجہ غلام حسین خان کہتا ہے کہ مین نے پندرہ روز پیشتر سے مہاراجہ کو کہلا دیا تھا کہ بعض اصیلونکی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ خادمان محل خزانے کے توڑنے کا ارادہ رکھتے ہین مہاراجہ نے محمد فاضل کو تاکید کردی تھی کہ محل کا بندوبست اور خزانے کا انتظام پلٹن کے سپاہیون سے بخوبی کرے تاکہ کوئی خزانے مین ہاتھ نہ ڈال سکے لیکن کچھ نہو سکا کام کرنے والے کام کرچکے اس عرصے مین نواب صاحب کا مزاج نہایت خراب ہوگیا یہان تک کہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۴۳ھ ہجری

روز[1] شنبہ کو پہر دن چڑھے انتقال کیا۔ مہاراجہ چندولال نے نواب صاحب کی علالت کی سختی کا حال سنکر موتی محل کی چھت کو جو گر گئی تھی از سر نو بنوا دیا تھا اگر ایسا نہوتا تو رونے پیٹنے کا شور شہر مین پہنچ جاتا کیونکہ پہلے سے لوگ اُن کے مرنے کی خبر اُڑا رہے تھے مگر مہاراجہ کی دوراندیشی سے موت کا حال اُس وقت تک کسی پر نہ کھلا جب تک کہ نواب ناصر الدولہ کی مسند نشینی کا اعلان نہوا جب اول مسند نشینی کا اعلان ہوگیا تو بعد اسکے تمام علما وفضلا ومشائخ اور قاضی محمد ذوالفقار خان بہادر اور مولوی حاجی میر شجاع الدین حسین ومولوی حیدر علی لکھنوی وغلامی صاحب خطیب کہ مسجد وغیرہ نے حاضر ہوکر غسل وکفن دیا اور مکہ مسجد مین نماز پڑھکر مرقد قدسیہ عمدہ بیگم مین دفن کرکے مغفرت[2] منزل لقب مقرر کیا تاریخ وفات پیشانی دروازہ مقبرہ مجرہ کے اوپر یون مرقوم ہے

چون سکندر جاہ از آفاق رفت ؎ در غمش ہر خانہ شد بیت الحزن
بر کشیدہ آہ گفتم سال او ؎ راہی فردوس شد شاہ دکن

دوسری تاریخ یہ ہے ؎

کرد شاہ دکن ز دہر کنار ؎ در ہزار و دو صد و چہل و چہار

کتبہ جات شمالی مین بھی تاریخ لکھی ہے جس کا مادہ یہ ہے ؎

آہ رفت آفتاب از دنیا

نواب کی بیویان

(۱) جہان پرور بیگم بنت سیف الدولہ عرف مالی میان ابن مشیر الملک اعظم الامرا ارسطو جاہ۔

(۲) فضیلت النسا بیگم عرف چاندنی بیگم اس کو بی بی صاحبہ بھی کہتے تھے۔

(۳) رفعت النسا بیگم۔

(۴) نجیب النسا بیگم۔

اور خواص محلات بکثرت تھین پہلی شادی والد کے سامنے ہوئی تھی

نواب کے بیٹے

صغر سنی مین بہت سے لڑکے مرگئے یہ نو بیٹے سن تمیز کو پہنچے۔

(۱) فرخندہ علی خان مخاطب بہ ناصر جنگ ناصر الدولہ بطن سے فضیلت النسا بیگم کے

[1] شاہ کمال کے قلمی کلیات کا نسخہ سنہ ۱۲۵۲ ہجری کا لکھا ہوا نظر سے گذرا ہے اس مین سہ شنبہ کی جگہ پنج شنبہ لکھا ہے ۱۲

[2] دیکھو گلزار آصفیہ و رشید الدین خانی و خورشید جاہی ۱۲

انکو یہ خطاب دادا نے دیا تھا۔
(۲) بشیر الدین علی خان المخاطب بہ صمصام جنگ صمصام الدولہ یہ خطاب دادا نے دیا تھا بطن فضیلت النسا سے بھائی نے صمصام الملک خطاب دیا۔
(۳) میر گوہر علی خان دادا کی طرف سے مبارز جنگ مبارز الدولہ خطاب تھا چاندنی بیگم کے بطن سے
(۴) میر تفضل علی خان عرف میر بادشاہ سیف الدولہ سیف الملک خطاب تھا بطن سے جہان پرور بیگم کے انکو اپنے باپ کے بعد دعوے ریاست تھا اس لیے چند روز تک بھائی کی تہنیت کی نذر کو نہ گئے اور مسند نشین بھائی سے ملاقات نہ کی پھر راجہ چندو لال نے صفائی کرادی
(۵) منور الملک محتشم جنگ میر منور علی خان۔
(۶) ذوالفقار الدولہ ذوالفقار الملک ہمایون جنگ میر فیاض علی خان۔
(۷) قطب الدولہ ہزبر جنگ میر محمود علی خان۔
(۸) قمر الدولہ سرور جنگ قمر الملک میر داور علی خان بطن سے زہرہ خانم کے۔
(۹) مظفر الملک مظفر الدولہ میر فتح علی خان بطن سے نجیب النسا بیگم کے!

بیٹیاں

(۱) جمال النسا بیگم زوجہ رفیع الدولہ حاکم سورت فضیلت النسا عرف چاندنی بیگم کے بطن سے
(۲) کمال النسا زوجہ ممتاز الدولہ پسر ممتاز الامرا۔ چاندنی بیگم کے بطن سے۔
(۳) نامدار النسا۔ جہان پرور بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اس کا نکاح نواب ناصر الدولہ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۴۸ھ ہجری کو میر ابوالقاسم سہراب جنگ قدیم منصبدار اور قرابتی میر عالم بہادر سے کرادیا تھا۔
(۴) غفور النسا جہان پرور بیگم کے بطن سے۔
(۵) سلطان النسا معروف بہ سلطانی بیگم بطن سے وزیر النسا خانم کے۔ زوجہ سبقت جنگ محتشم الدولہ محمد سلطان الدین خان بشیر الملک پسر امیر کبیر شمس الامرا۔
(۶) حشمت النسا بیگم زوجہ وقار الامرا اقتدار الدولہ پسر خرد شمس الامرا امیر کبیر
(۷) بخت افروز بیگم بطن سے رفعت النسا کے۔
(۸) نور افروز بیگم بطن سے حمیدہ بائی کے زوجہ دلاور بادشاہ
(۹) خضر النسا عرف قدر النسا بیگم زوجہ شجاعت علی خان عرف سنگی بادشاہ۔
(۱۰) نور جہان بیگم۔
(۱۱) فیروز النسا عرف فیروز بیگم برج نگار بائی کے بطن سے۔

مسند نشینی ناصر الدولہ مظفر الممالک نظام الملک آصف جاہ میر فرخندہ علی خان بن سکندر جاہ

سکندر جاہ کے انتقال کے وقت ناصر الدولہ پرانی حویلی مین تھے اُن کے مرتے ہی طالب الدولہ حسن علی خان کوتوال بندہ بن فیض یاب جنگ عرف مغل جان نے مہاراجہ چندولال کے حکم سے انکی نوابی کی تمام شہر مین منادی کرا دی چونکہ وہ دن نواب مرحوم کی تجہیز و تکفین مین گذرا اس لیے دوسرے دن ارکان دولت فاتحہ سے انفراغ پاکر دولت سرا مین حاضر ہوے رزیڈنٹ بھی آیا ناصر الدولہ نے شمس الامراو منیر الملک و راجہ چندولال اور رزیڈنٹ کو بالا یار زیدنٹ نے زبانی رسم تعزیت ادا کی امرانے تعزیت کی نذرین پیش کین ساعت سعید کے انتظار مین اُس دن مسند نشینی کی رسم ملتوی رہی رزیڈنٹ لوٹ گیا اور حاضر رہے ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ہجری روز دوشنبہ کی صبح کو زرّ و عماری مین بیٹھ کر نواب ناصر الدولہ محل سلطانی مین آئے اور نصف النہار کے وقت مسند نشینی کی رسم ادا ہوئی اس وقت مسٹر مارٹین رزیڈنٹ بھی چند افسران انگریزی کو ساتھ لے کر آگیا تھا ارکان دولت نے نذرین گذرانین اور رزیڈنٹ نے مبارکباد دی بعد اس کے نواب محل سرا مین گئے اور جہان پرور بیگم اور چاندنی بیگم المخاطب بہ فضیلت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ کے آداب بجالائے ان کا خطاب ایام صاحبزادگی مین باپ کی طرف سے ناصر الدولہ ناصر جنگ تھا اصلی نام میر فرخندہ علی خان ہے انکی ماں کا نام فضیلت النسا عرف چاندنی بیگم ہے ۱۲۰۹ھ ہجری مین بلدے مین پیدا ہوے تھے۔ انکی مسند نشینی سے فائدہ اٹھا کر گورنر جنرل نے انگریزون کا منصب زیادہ بلند کر لیا اب تک خط و کتابت مین یہان کے نواب اپنے آپ کو مابدولت لکھا کرتے تھے اور گورنر جنرل اپنے لیے نیاز مند وغیرہ کے الفاظ عقیدت وارادت استعمال کیا کرتے تھے ناصر الدولہ کی مسند نشینی پر فیصلہ ہو گیا کہ فریقین مساوی حیثیت سے خط و کتابت کیا کرین۔

نواب ناصر الدولہ کے ابتدائی زمانے مین جنرل فریزر شکایت کرتا ہے کہ یہان کے آداب بہت تکلیف دہ ہین مگر انہی کے آخری زمانے مین جب کرنیل لو رزیڈنٹ ہو کر جاتا ہے تو دوربار مین ایسے تکلفات کو ترک کرتا ہے۔ صاحب تاریخ رشید الدین خانی لکھتا ہے کہ چونکہ جان لو صاحب نے

دربار گذشتہ و حال مین مثل سفیران سابق کے لحاظ اور آداب حضور کا نشست و برخاست اور کلام مین نہ کیا اکثر گستاخانہ اور بے باکانہ کلمات سے پیش آئے اس سے خود بدولت اپنے نزدیک چندے بہت آزردہ خاطر رہے اور دلپر نہایت ملال گذرا۔

نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے بیٹے میر تیمور علی خان اکبر جاہ بہادر نے جو پنج محلہ مین رہتے تھے ایک بار اور ایک سرپیچ مرصع تحفۃً بھیجی نواب نے انکو قبول کرکے دوسرے دن کہلا بھیجا کہ اگر آپ بدستور سابق کوٹلے مین رہا کرین تو اوسکے واسطے مناسب ہے وہ یہ پیغام سنکر تمام مال و اسباب اٹھا کر رات کے وقت پالکی مین سوار ہو کر کھڑکی بند کرکے چلے گئے۔ اس کے بعد شمس الامرا اور منیر الملک اور راجہ چندولال اور ریزیڈنٹ مسٹر مارٹین نے نواب کی دعوتین کین۔

انتظامی امور اور نواب کے خاص خاص کام

چندولال کل کاروبار ریاست کرتے اور نواب ناصر الدولہ سرور نگر و نظام نگر عرف چنپا پیٹھ و نظام آباد عرف برٹن پیٹھ و باغ حضرت قدسیہ عمدہ بیگم زوجۂ نظام الملک آصف جاہ اول و قلعہ گولکنڈہ کی سیر و تفریح و شکار کے لیے پھرتے اور درویشون کے مزارون پر جاتے اور اصحاب سلوک سے ملاقات کرکے ہزارون روپے انکو دیتے۔ اور بلدے کے ہیجڑون کو حکم دیا کہ ناچنا گانا اور داڑھیان منڈانا چھوڑ دین اور یہ بھی حکم دیا کہ ڈھیڑنیان سرتک کی چولی اور چوڑیان نہ پہنین اور زربانات کی جوتی کوئی نہ بنوائے اور سیندھی شہر سے باہر بکا کرے اور مردے بجز دائرہ میر مومن کے شہر مین دفن نہوا کرین۔ اور قدیم لوگون مین سے سو منصبدار انتخاب کرکے نشست اُن کی باغ مین مقرر کی اور ایک ہزار نئے سوار نوکر رکھے اور اٹھارہ گانون جو آصف جاہ اول کے وقت سے نوابان حیدرآباد کے واسطے ہندوستان مین تھے ان مین سے نو گانون شاہ عالم ثانی کے بیٹے محمد اکبر ثانی بادشاہ دہلی کی نذر کردیے۔

سلیمان جاہ کے رفیق امیر الدین خان مستاجر نمک کی خیانت چندولال کا سلیمان جاہ کی تنخواہ کے کئی لاکھ روپیے خرد برد کرکے معاف دیدینا

اسی سال نواب ناصر الدولہ کے چچا سلیمان جاہ کا کارپرداز امیر الدین نمک کا ٹھیکہ چندولال سے لے کر روانہ ہوا اور بیڑ مین جاکر میر نواز خان سے ملاقات کی اور ایک شالی رومال اور ایک دوشالہ اُس کی تواضع کیا اور وہان سے پونا گیا اور مالکم صاحب سے ملا وہ تحفے جاسکنے

مشیر الملک اعظم الامرا کو سابق مین دیے تھے دکھلائے اور سلیمان جاہ کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ ہم اس قدر چاہتے ہین کہ حرمین شریفین کی زیارت سے شرف اندوز ہون مالکم صاحب نے کہا کہ اچھا یہان رہو ہم لکھینگے پس امیرالدین پونا مین رہنے لگا اور اپنے تئین نظام کا رشتہ دار مشہور کیا اور ہر ایک کے ساتھ سلوک و مدارا سے پیش آیا حتے کہ دو لاکھ روپے خرچ کیے مالکم صاحب نے حیدرآباد کے رزیڈنٹ کو لکھا رزیڈنٹ نے چندولال کو اطلاع دی اُنھون نے جواب دیا کہ وہ ادنے ملازم سلیمان جاہ کا ہے مجھ سے نمک کا کام لے کر گیا تھا اور وہان جا کر یہ حرکت کی ہے آپ مالکم صاحب کو یہ لکھین کہ وہ محاسبہ دار سرکار نظام کا ہے جلد گرفتار کرکے اُس کو یہان بھجوا دیجے۔ رزیڈنٹ نے یہ مضمون مالکم صاحب کو لکھ بھیجا اُس نے دو پلٹین اُس کی گرفتاری کے لیے تیار کین امیرالدین نے جو یہ حال سُنا تو وہان سے بھاگ نکلا اور متعارف راہ چھوڑ کر بے راہ شہر حیدرآباد کی طرف آیا جب اُس کے ادھر آنے کا حال چندولال کو معلوم ہوا تو اُنھون نے سرکاری افسرون اور راہ کے محافظون کو تاکید شدید کی کہ وہ جہان ملے پکڑ کر لے آوین تاکہ اُس کو اس حرکت کی کافی سزا دی جائے ایسا نہو کہ کسی ترکیب سے سلیمان جاہ کی پناہ مین آکے حویلی مین داخل ہو جائے مگر امیرالدین شبا شب افتان و خیزان سب کی آنکھ بچا کر بلدے کے قریب پہنچا اور فصیل جو بارش کے صدمے سے ٹوٹ گئی تھی اور ابھی دیوار اُس کی اونچی نہین ہوئی تھی اُس مین سے ہو کر رات کے وقت شہر کے اندر آیا اور سلیمان جاہ کی پناہ مین اُن کی حویلی مین داخل ہوگیا چندولال سُنکر راستے کے محافظون پر بہت ناراض ہوے اور نواب کو اطلاع کی پس نواب نے قوت جنگ اور شہسوار جنگ کو بھجوا کر سلیمان جاہ کو کہلایا کہ امیرالدین خان تمھارے پاس رہنے کے قابل نہین ہے بھجوا دو تاکہ معاملہ نمک کا حساب و کتاب اُس سے لے کر جو کچھ اُس کے ذمے نکلتا ہے اُس سے طلب کرین۔ سلیمان جاہ نے حیلہ و حوالہ کیا نواب تو چپ ہو رہے چندولال نے جس قدر طلب مین تکرار کی اُسی قدر سلیمان جاہ اصرار کرتے رہے یہان تک کہ سلیمان جاہ کے مکان کی حراست کے لیے پلٹن مقرر ہوئی۔ ایک مدت تک اُس کا محاصرہ رہا لیکن سلیمان جاہ نے امیرالدین کو حوالے نہ کیا۔ آخر الامر چندولال نے اُن کی تنخواہ جو آٹھ ہزار روپے ماہوار تھی اور ماہ بماہ پہنچایا کرتے تھے دینی بند کی اور تین برس چڑھا دیے اور اس عرصے مین ایک حبہ اُن کو ندیا تب بھی اُنھون نے پروا نکی بعد اس کے چندولال نے جملہ تنخواہ مدت مذکورہ کی رسید سلیمان جاہ سے لی اور امیرالدین مذکور کی نسبت یا تو کہتے تھے کہ ہاتھی کے پاؤن سے بندھوا کر کھچوا دونگا یا ہاتھی بھجوا کر بڑے احترام سے بلوایا اور دوشالہ اُڑھا کر واپس روانہ کیا۔ اور نواب سے کہدیا کہ مین نے سلیمان جاہ سے صفائی کری نواب نے سلیمان جاہ کے

چھوٹے بیٹے کو بلاکر خواصی نشینی کی عزت دی اور بڑے بیٹے عباس علی خان عرف بخھو صاحب کو بلاکر ملازمت کی نذر لی اور اپنی خواصی مین بٹھاکر آصف نگر کو لے گئے اور ایک دن لشکر مین رکھ کر رخصت کیا۔

میر گوہر علی خان برادر نواب صاحب کی سرتابی وغیرہ

مبارز الدولہ نے روہیلون وغیرہ کی جمعیت اس لیے نوکر رکھی تھی کہ چند ماہ سے جو تنخواہ نہین ملی ہے فساد پیدا کرکے کارپردازون پر تنبیہ کرین جیسا کہ گلزار آصفیہ مین ہے اُن کی اس منشا کا حال معلوم ہوا تو نواب سے اہلکارون نے تمام واقعہ عرض کرکے ابتداے سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین قلعہ گولکنڈہ مین اُن کو چلے جانے کا حکم دلوایا نواب نے کہلا بھیجا کہ بالفعل تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ گولکنڈے مین جاکر رہیے عنقریب معاملات کا تصفیہ ہوکر تمکو واپس بلالیا جائے گا انھون نے تعمیل نہ کی اور اُن کے کلام سے تمرد پایا گیا احتیاطاً نواب صاحب کے تمام ہواخواہ مسلح ہوکر در دولت پر حاضر ہوگئے اور وہین رہنے لگے اور راستہ و بازار مین ہر طرف ناکہ بندی ہوگئی جلوخانے سے چہار منزل تک توپین نصب کی گئین جب ہفتہ عشرہ اسی وضع پر گذرا اور بلدے کی صورت ڈراونی بنی رہی اور مبارز الدولہ جانے پر رضامند نہوے اور سپاہ نے نواب صاحب کے حکم سے اُن کی حویلی کے عقب مین مورچہ بنایا اور یورش کی نوبت پہنچی تو اُس وقت مبارز الدولہ گھوڑے پر سوار ہوکر مع زنانی سواریون اور نوکرون کے گولکنڈے کی طرف راہی ہوے۔ جب وہ کوٹلا عالی جاہ سے جہان رہتے تھے گولکنڈے کی طرف روانگی کو نکلے تو راستے مین چارون طرف چوک اور دروازہ پل اور کوٹھون اور چھتون اور دوکانون اور بنگلون پر مخلوق تماشے کو کھڑی تھی اور اُن درختون پر بھی آدمی چڑھے ہوے تھے جو راستے مین واقع تھے جب چوک کے پاس سواری پہنچی وہان کرامت شاہ فقیر مجذوب کھڑا دیکھ رہا تھا اُس کو مبارز الدولہ نے ہر چند پاس بلایا لیکن نہ آیا پانچ اشرفیان بھیجین تو وہ بھی نہ لین۔ سہ پہر کے وقت گولکنڈے کے موتی محل مین پہنچ گئے پورے اُس دن اور رات تمام شہر کے رہنے والے متحیر اور متاسف تھے اور نواب صاحب بھی متاثر ہوے بغیر نرہے نواب نظام علی خان اور نواب سکندر جاہ کی بیگمات کو بہت رنج ہوا محل مین کسی نے کھانا نہ کھایا۔ چوتھے دن مبارز الدولہ کی مان فضیلت النسا جو نواب کی بھی حقیقی مان تھی اور خود نواب صاحب دلاسے کے لیے گولکنڈے مین گئے نواب صاحب تو واپس چلے آئے اور فضیلت النسا وہین رہین دو سال تک دونون مان بیٹے قلعے مین رہے پھر اپنی مان کی سفارش سے رہا ہوے اور مراجعت کرکے بلدے مین سے آگئے۔

اُن کے حیدرآباد مین پہنچ جانے کے بعد نواب نے جشن سالگرہ و نوروز منایا اور دن رات عیش و تماشے مین مصروف رہے پریرویون کے رقص دیکھے ان جشنون مین امیرون اور سردارون کو خلعت اور منصب اور جاگیر اور خطابہائے خانی و دولائی و جنگی و ملکی و راجگی اور نوبت و علم و نقارے اور جھالردار پالکیان دین منصب کا حال یہ تھا کہ بعض کے اگلے منصب پر اضافہ ہوا بعض کو از سرنو دیا جسکی تفصیل یہ ہے۔

شمس الامرا کو بیش قیمت جواہر اور امیر کبیر خطاب دیا۔

منیر الملک کو سات ہزاری ذات اور پانچہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر امیر الامرا خطاب اور جواہر دیا۔

محمد علی پسر منیر الملک کو شجاع الدولہ خطاب دیا۔

عالم علی پسر منیر الملک کو سراج الدولہ خطاب دیا۔

عبد اللہ پسر منیر الملک کو اشجع الملک خطاب دیا۔

صفدر پسر منیر الملک کو اکرم الدولہ خطاب دیا۔

اور ہر ایک بھائی کو پانچ پانچ ہزاری ذات اور چار چار ہزار سوار کا منصب اور سیرحاصل جاگیر اور بیش قیمت جواہر و علم و نقارہ عطا کیا۔

راجہ چندولال کو خطاب راجہ راجایان اور بڑی جاگیر اور بیش قیمت جواہر دیا۔

بالاپرشاد پسر راجہ چندولال کو راجہ دھراج کا خطاب اور پانچہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب اور عمدہ جاگیر اور علم و نقارہ اور نوبت دی۔

مانک بخش پسر چندولال کو راجہ بہادر خطاب اور چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور جاگیر و جواہر دیا۔

عباس علی خان عرض بیگی کو پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور جواہر گران قیمت و نوبت و علم و نقارہ اور اعتصام الدولہ اعتصام الملک بہادر ممتاز جنگ خطاب اور سوارون کا رسالہ اور جھالردار پالکی اور جاگیر دی۔

راجہ گوبند بخش صوبہ دار اورنگ آباد کو پانچہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر علم و نقارہ اور نوبت و جاگیر اور جواہر دیا۔

رام بخش اور **گوربخش** پسران راجہ گوبند بخش کو چار ہزاری ذات اور تین تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب راجگی و علم و نقارہ و جاگیر و جواہر دیا۔

میر اسمٰعیل خان پر دار الانشا کی موروثی خدمت بحال رکھکر پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار

کے منصب پر پہنچا دیا اور نوبت وعلم ونقارہ دے کر جاگیرمین اضافہ کیا اس کے سوا قلعہ دولت آباد کی قلعداری اور خطاب رشید الملک سعادت اندوز دیا۔
حسام الملک کو خطاب حسام الامرا خان خانان دے کر سات ہزاری ذات اور پانچہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جواہر وجاگیر و نوبت وعلم ونقارہ مرحمت کیا اور اُس کے بیٹے کو فخر الملک خطاب دے کر پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر نوبت وعلم ونقارہ وجواہر دیا۔
راجہ بالکشن کو چارہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر بحال رکھکر نوبت وعلم ونقارہ اور جاگیر وجواہر دیا۔
راجہ تلجاپرشاد اور راجہ کالکاپرشاد پسران راجہ بالکشن کو چار چارہزاری ذات اور دو دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر سواران قدیم وجدید کے رسالون اور پلٹن کے جوانون کا افسر مقرر رکھا اور جاگیر وجواہر دیا۔
راجہ شنبھوپرشاد کو منصب چارہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا کر سواران قدیم وجدید کا رسالہ اور ایک ہزار جوانون کی پلٹن اُس کے لیے مقرر کر کے خزانہ عامرہ کی موروثی خدمت بحال رکھی۔
میر کاظم علی خان کو پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر نوبت وعلم ونقارہ اور تیس ہزار کی جاگیر اور ممتاز الدولہ خطاب اور جواہر دیا۔
میر مہدی خان پسر میر کاظم علی خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب سزاوار جنگ اور جواہر اور جاگیر ذات بیس ہزار روپے کی اور علم ونقارہ دیا۔
محترم الدولہ پسر اعتصام الملک عرض بیگی کو چارہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور خطاب دولائی و جنگی اور جاگیر ذات وجواہر دیا۔
حسن علی خان کوتوال بلدہ پسر طالب الدولہ مغل جان کو پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب طالب الدولہ دیا اور جاگیر قدیم کے علاوہ نئی جاگیر بھی مرحمت کی اور جواہر اور نوبت اور علم ونقارہ عطا کیا اور کوتوالی کی موروثی خدمت بحال رکھی اس کے سوا جگتیال کی قلعداری اور خدمت مذکورہ کی معمولی جمعیت اور دوسو سواران مغلیہ ایران کا رسالہ اور پلٹن وعلی غول کے ہزار پیادے اور دوسو جوانان عربی وسندھی وغیرہ اور خدمت قدیم داروغگی طویلہاے اسپان عراقی وعربی وہندی وترکی کی بحال رکھی۔
مغل جان کے دوسرے بیٹے باقر علی خان کو منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا کر اُس کے ماتحت دو ہزار جوانان عرب مقرر کیے اور سات سو ہرکارون کی افسری اور سرکاری باورچی خانے کی خدمت دی اور خطاب فیض مآب الدولہ اعتبار جنگ اور جاگیر وجواہر اور سیدک کی

قلعداری بھی نام زد کی اور کچھ سوار بھی اُس کے ماتحت ہوے۔

مغل جان کے تیسرے بیٹے قربان علی خان کو منصب چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کا اور شاہ نواز جنگ خطاب دیا۔

مغل جان کے چوتھے بیٹے جمال علی خان کو چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کا منصب اور خطاب مجاہد جنگ اور جاگیر اور جواہر دیا۔

مغل جان کے پانچوین بیٹے ذوالفقار علی خان کو بھی چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کا منصب اور خطاب غالب الدولہ اور جاگیر ذات و جواہر دیا۔

میر محمد سعید خان پسر میر خلیل اللہ خان کو چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کا منصب اور علم نقارہ اور نوبت دیکر حیدرآباد کی نظامت حوالے کردی اور سعید الدولہ سعید جنگ خطاب اور جاگیر ذات و جواہر دیا۔

تلجا پرشاد کا منصب تین ہزار ذات اور دوہزار سوار کا کرکے راجگی کا خطاب اور جواہر و جاگیر دیکر خزانہ کی خدمت بحال رکھی۔

راجہ راو رنبھا جیونت بہادر بنا لکر کے بیٹون مین سے ایک کو منصب پنجہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا اور علم و نقارہ و نوبت دی اور خطاب ارجن بہادر کھانڈے راؤ مقرر کیا اور سوارون کا رسالہ اور پیادے اُس کے ساتھ متعین کیے اور محالات بھوم وغیرہ کی جاگیر دی اور دوسرے بیٹے کو دولائی کا خطاب عطا کیا۔

غلام حیدر خان کو چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کے منصب پر پہنچاکر خطاب اقتدار جنگ دیا اور پانچہزار روپے کی جاگیر ذات دی اور محالات پلکنی علاقہ رعد جنگ اور دوسرے متفرق گانون اور تعلقات خاص سپرد ہوے۔

میر محمد حسین خان کو فرخندہ یار جنگ اور خانی و بہادری کا خطاب اور خانسامانی خاص کی خدمت اور چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کا منصب دیا جواہر اور پانچہزار روپے کی جاگیر ذات عطا کی اور تعلقجات محالات کونڈل واڑی وغیرہ سپرد کیے۔

فتح اللہ بیگ خان پسر رضا بیگ خان کا منصب چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کا کرکے خدمت خانسامانی شہر حیدرآباد و قلعہ گولکنڈہ کی اور خطاب نصیب یار جنگ اور جاگیر و جواہر دیا۔

تراب بیگ خان کو چارہزاری ذات اور دوہزار سوار کے منصب پر پہنچاکر معظم جنگ خطاب دیا اور شکارخانے کی خدمت موروثی بحال رکھی۔

صارم جنگ کو اصل و اضافہ ملاکر پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچاکر عزیز الدولہ خطاب دیا اور قلعہ بیتال باڑی کی قلعداری اور جاگیر ذات و جواہر سے سربلند کیا۔
خورشید جنگ کا منصب اصل و اضافہ ملاکر چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کو پہنچاکر قلعداری بھاتمرو کی بحال رکھکر داروغگی ہرکارہاے سرکاری اور خطاب اعتضاد الدولہ بخشا
پیر احمد کا اضافہ منصب مین ہوکر تین ہزاری ذات اور ہزار سوار پر پہنچاکر اور خطاب مستعد یار جنگ ملا۔ ۲
محمد عبد الرحیم خان کو بھی تین ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب پر پہنچاکر خطاب غضنفر یار جنگ دیا۔
دوسرے ایک سو منصب داران سرکاری کے مناصب مین ترقی دیکر خانی و بہادری کے خطاب دیے۔ اسی طرح ہر سال گرہ و نوروز کے جشنون کے موقع پر خطاب اور جاگیرین اور منصب دیتے تھے۔

ایلچ پور کے جاگیردار محمد نامدار خان سے تعلقہ بالاپور کا نکل جانا اور یہان کے جاگیرداروں کا آخر تک حال اس جاگیر سے چندولال اور اُن کے بھتیجے کا لاکھون روپیہ اڑا لینا۔

محمد فتح جنگ خان نے پہلے نواح ایلچپور مین دو ہزار سپاہ سے ایک انگریزی ماتحتی مین جس کا نام ورکس تھا رکھے تھے اور اُن کو قواعد وغیرہ خوب سکھائی تھی اور تنخواہ انکو ماہ بماہ دلوایا کرتا تھا جبکہ مسٹر ہنری رسل رزیڈنٹ حیدرآباد نے ۱۸۱۳ء مین بالوال یعنی سکندرآباد کی چھاؤنی کی سپاہ کو درست کرنا چاہا جو انگریزون کی نگرانی مین تھی تو چندولال نے ایماسے فتح جنگ خان کو بھی لکھا کہ سپاہ بڑھاوے چونکہ اُس کے پاس دو قواعددان پلٹنین سامان حرب و ضرب سے مسلح موجود تھین اُس نے عذر کر دیا اور کہا کہ میرے پاس عمدہ فوج موجود ہے تب یہ لکھا کہ اچھا اگر نئے جوان بھرتی نہین کرتے تو نکرو مگر جس قدر تمھارے پاس پلٹن کے سپاہی ہین اُنپر افسر ریاست نظام کی طرف سے مقرر ہو جاگیردار ایلچپور نے منظور کر لیا چنانچہ کپتان لین صاحب افسر ہوکر وہان بھیجا گیا اور وہان کی دونون پلٹنین اُس کے سپرد ہوئین اور بعد اُس کے اس عہدے پر کپتان گرانٹ سیر مقرر رہوا۔

فتح جنگ کی تخریب کے بعد محمد نامدار خان نے وہ پانسو سوار جو فتح جنگ خان کے وقت سے تھے اور رسالہ دار اُن کے محمد علی بیگ اور منور علی بیگ تھے اُن پلٹنون پر اضافہ کرکے انگریزی افسر کے سپرد کر دیئے۔ چندروز کے بعد جوانون نے ماہ بماہ داخلہ دکھانا اور تنخواہ کا دروازے پر آکر وصول کرنا موقوف کر دیا اور پہرے چوکی پر بھی نوکری حسب سابق نرہی یہ لوگ اپنے اندازے کے مطابق یک مشت روپے لیجا کر آپ تقسیم کرنے لگے اور علاقے کے محاصل مین بھی کمی پیدا ہوگئی پس محمد نامدار خان نے خسارے کی وجہ سے مواجب کی تخفیف چاہی اور راجہ چندولال کو بہت سا لکھا کہتے ہین کہ وہ ساٹھ ہزار روپے دینے کو راضی تھا اور چندولال پچھتر ہزار روپے مانگتے تھے۔ آخر کار مجبور ہوکر محمد نامدار خان بالاپور سے کہ دس لاکھ روپے کا تعلقہ تھا اور اس وقت سات آٹھ لاکھ روپے کا رہ گیا تھا چھوڑ دیا اور واگذاشت لکھوا کر بھجوا دی۔ چندولال نے تعلقہ تو اپنے ذمے رکھا اور تنخواہ ان جوانون کی سپاہ کنٹنجنٹ کے شریک کر دی پس یہ دو ہزار پیادے اور پانسو سوار بھی ملحق سپاہ نظام سروس کے ہوے یہ واقعہ سنہ ۱۲۴۶ ہجری کا ہے۔

(۲) سنہ ۱۲۵۸ ہجری مین نامدار خان نے قضا کی چونکہ لاولد تھا اس لیے اُس کا بھتیجا ابراہیم خان اُس کی جگہ قائم مقام ہوا۔ اس وقت چندولال کی جگہ اُس کا بھتیجا راجہ رام بخش کام کرتا تھا اُس نے خلعت استقلال بھیجنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ چودہ لاکھ روپے نذرانے کے بھیجے تب خلعت مرحمت ہوگا اُس نے دس لاکھ روپے بھیجے اُن مین سے صرف تین لاکھ روپے نواب صاحب کے خزانے مین داخل ہوے باقی اہلکارون نے ہضم کیے اور اُسپر بھی خلعت روانہ نہوا اور اس وجہ سے اپنے اب و جد کے مناصب پر وہ مستقل نہوا۔ جب سراج الملک مدارالمہام ہوے تو اُنھون نے گھانسے خان جماعہ دار کو سواران صرف خاص اور مغلون اور جوانان عرب و روہیلہ کے ساتھ جو سات سو کے قریب تھے مع چند توپون کے قلعہ ایلچپور چھین لینے کے لیے سنہ مذکور مین بھیجا ابراہیم خان نے انھین دخل ندیا۔ سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین محمد ابراہیم خان نے بھی انتقال کیا اولاد مین کوئی مرد باقی نرہا اُس کی زوجہ وارث ملک و املاک ہوئی اور کل کام اپنے ہاتھ مین لے کر اپنے باپ غلام حسن خان پسر محمد فتح جنگ خان کے سپرد کر دیے جب شمس الامرا سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین مدارالمہام ہوے تو اُس نے سترہ لاکھ روپے نذرانے کے دے کر اُن سے سند مستقلی جاگیر کی حاصل کی۔

انگریز نگران کار

سکندر جاہ کے زمانے مین مختلف اضلاع مین انگریز نگران کار مقرر ہوگئے تھے ناصرالدولہ کی

مسند نشینی پر ان سب کو علیحدہ کر دیا اُن کے علیحدہ ہوتے ہی تمام ملک مین بدنظمی شروع ہوگئی یہان تک کہ ۸ نومبر ۱۸۳۵ء کو لندن سے کمپنی کے ڈائرکٹرون کا ایک مراسلہ پہنچا جس مین نواب نظام کو دھمکی دی گئی تھی کہ ریاست کی بدنظمی کو زیادہ دیر تک خاموشی سے برداشت نہین کیا جاسکتا انجام کار باہمی گفت و شنید سے اس امر پر فیصلہ ہوا کہ مختلف اضلاع مین حکومت انگلشیہ کی طرف سے امین مقرر کیے جائین جو تحصیل مالگذاری کے افسرونکی نگرانی کرتے رہین برگس لکھتا ہے کہ یہ امین بھی انجام کار مدارالمہام اور اُس کے کارندونکے ہاتھ مین آلات کار بن گئے اور اصلاح کی یہ سعی بھی خاک مین ملگئی ۱۸۳۶ء مین پھر ریاست آصفیہ کا معاملہ ڈائرکٹرون کے روبرو پیش کیا گیا مگر کوئی قطعی تجویز پیش نہوئی۔

بلدے مین خونریزیان اور واردا تین

(۱) ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۷ ہجری مین بلدۂ حیدرآباد کے اندر سکھون اور عربون مین لڑائی ہوئی شاہ علی بنڈہ۔ سلطان شاہی۔ چوک چارمنار وغیرہ مین خوب تلوار چلی طرفین کے بہت سے آدمی کشتہ و مجروح ہوئے اکثر گھر جلائے گئے بہت سا اسباب لٹ گیا آخرکار عرب غالب آئے چندولال نے سکھون کو شہر سے نکلوا دیا۔

(۲) ۱۲۴۸ ہجری مین بارش کی ایسی کمی ہوئی کہ بلدے مین قحط پڑ گیا اس قحط مین ایک دن روہیلون نے دوپہر کے وقت دوکانین مس بازار کی لوٹ لین۔

(۳) ماہ رجب ۱۲۴۹ ہجری مین چوراہہ اتوار چوک کے اندر بندہ علی خان ابن عظیم خان کی شادی کی شب گشت مین ارباب اہتمام کی غفلت سے ہوائی کی چنگاری آتشبازی کے ذخیرے مین پڑ گئی ایک حلوائی کی پختہ دوکان اُس کے شرارون سے جل گئی۔ تماشائیون مین سے اسی نوے آدمی کے قریب جلکر خاک سیاہ ہوے۔

(۴) ۱۲۵۱ ہجری مین روہیلون اور پلٹن کے جوانون مین متعلق کاروان کے خرید و فروخت غلہ جنگ ہوئی مگر ختم ہوگئی۔

(۵) ۱۸ محرم ۱۲۵۲ ہجری کو ایک خفیف سی بات پر روہیلون اور عربون مین تکرار ہو کر ہتیار چلا یہان تک فساد عظیم برپا ہوا کہ تمام بلدے مین یہ خبر مشہور ہوتے ہی جہان جہان روہیلے اور عرب ایک جگہ رہتے تھے تیغ زنی اور خنجر کشی ہوئی یہان تک کہ کوچہ و بازار مین مقتولون کی لاشین تماشائیون کی ٹھوکرین کھاتی تھین بعد اس کے صلح ہوگئی عرب متمول تھے اُنھون نے معقول رشوت حکام کو دیکر روہیلون کا اخراج کروایا اور آپ کامیاب ہوے روہیلون کو مغلوب کیا۔

(۷) ۱۲۵۸ھ ہجری مین اکرام الدولہ مارا گیا اُس کے دروازے پر چند روز سے بابت قرض زرنقد وغیرہ عربون کا فساد رہتا تھا ان مین سے ایک آدمی نے رات کے وقت اندر گھس کر اکرام الدولہ اور اُس کے بیٹے کو خنجر و شمشیر سے مار ڈالا وہ پکڑا گیا اور موسے ندی کے کنارے قصاص مین مروادیا گیا اور جسد اُس کا ایک درخت پر لٹکوا دیا۔

(۸) جمادی الاخرے ۱۲۶۰ھ ہجری مین ظفر الدولہ کی پلٹن والے اپنی تنخواہ کے لیے اُسکی حویلی کو گھیر کر فساد کر رہے تھے نواب نے ۴ جمادی الاخرے روز دوشنبہ کو شمس الامرا امیر کبیر کو حکم دیا کہ اُن کو اُٹھا دین رضامندی سے معاملہ طے نہوا لڑائی ہو کر کئی آدمی مارے گئے اور پلٹن والے عاجز ہو کر اُٹھ گئے۔

(۹) غرہ شعبان ۱۲۶۰ھ ہجری کو ببر علی جمعدار کے گھر پر فساد ہوا اور چار آدمی طرفین کے مارے گئے اور ایک دو تماشائی بھی ہلاک ہوئے سلطان غالب جنگ کے عربون نے جمعدار کو پکڑ لیا اور دوسری تاریخ شعبان کو جمعدارون اور رسالدارون نے نواب کی دولت سرا پر فساد کیا

بادشاہ دہلی کی طرف سے عزت افزائی

نواب صاحب نے اکبر شاہ بن شاہ عالم ثانی سے جو برائے نام دہلی کا بادشاہ تھا درخواست کی تھی کہ مجھکو بھی بدستور میرے باپ دادا کا خطاب اور القاب عطا ہو اسپر بادشاہ کی طرف سے ایک فرمان ۱۲۴۹ھ ہجری کو صادر ہوا جس مین موجودہ نواب کی مسند نشینی کی تہنیت اور آن جہانی نواب کی تعزیت تھی نواب نے خسروانہ جلوس کے ساتھ اُس کا استقبال باغ لنگم پلی تک کیا اس فرمان کے بموجب نواب کا خطاب **مظفر الممالک نظام الدولہ افضل الاراکین السلطنت آصف جاہ میر فرخندہ علی خان بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار رستم دوران ارسطو زمان** مقرر ہوا۔

(۲) ۱۲۵۳ھ ہجری مین حیدرآباد مین اکبر شاہ کے انتقال کی خبر آئی نواب کے حکم سے تعزیت کے لیے تین دن تک بلدے مین روشن چوکی اور نوبت اور دوسرا کسی قسم کا باجا بجنا موقوف تھا

حوادث ارضی و سماوی

ماہ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ ہجری مین کثرت بارش سے موسے ندی مین ایسا سیلاب آیا کہ ایک پاٹ پل کے دروازے کا اکھڑ کر امین الملک کے باغ تک بہالے گیا اس کے سوا شہر پناہ کو کئی جگہ سے توڑ دیا۔

(۲) ۱۲۵۳ھ ہجری کی ابتدا مین سہ پہر کے وقت بے موسم بارش ہو کر اتنی ژالہ باری ہوئی کہ جابجا تودے لگ گئے پرانے پرانے لوگ کہتے تھے کہ کبھی ایسی ژالہ باری نہین ہوئی تھی گز دین تک زمین پر تہ جم گئی تھی اُنکو کھود کر گاڑیون پر بار کرکے برف بنانے کے لیے نواب صاحب کی سرکار مین داخل کیا اور جابجا گڑھے کھود کر اُن مین داب کر گھانس اوپر ڈالدی تھی ایک ہفتے تک پانداری کی

(۳) اسی سال ایسی وبا پھیلی کہ ہزارون آدمی تے اور دستون سے ہلاک ہوے۔

(۴) ماہ جمادی الاولے ۱۲۵۵ھ ہجری مین بلدے مین ہیضے کی بیماری شروع ہوئی تے اور دستون سے ہزارون آدمی مر گئے۔

(۵) جمادی الاولے ۱۲۶۲ھ ہجری مین اس شدت سے بلدے مین ہیضہ پھیلا کہ ایک قیامت برپا ہوگئی۔

(۶) غرہ رجب ۱۲۶۵ھ ہجری کو مغرب کے بعد حیدرآباد مین ایسی شدت کی آندھی آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑون سے اُکھڑ کر گر پڑے اور اُن کے صدمات سے دو تین آدمی مر گئے اور آندھی کے صدمے سے کئی مکان گر گئے اور پھٹ گئے۔

(۷) ۲۸ ذیقعدہ سنہ مذکور روز یکشنبہ کو سخت بارش ہوئی رات بھر مینہ پڑا نماز صبح کے وقت رود موسے کی طغیانی سے کنارون کے دونون طرف کے مکانات بیٹھ گئے فصیل شہر کئی جگہ سے ٹوٹ گئی۔

(۸) روز سہ شنبہ چوتھی رجب ۱۲۶۶ھ ہجری کو آدھی رات کے وقت کرنول مین تم بھدرا ندی مین ایسی طغیانی ہوئی کہ نصف شہر بہ گیا بیجاپور کے تاجرون کا بڑا نقصان ہوا۔

(۹) ۲۲ رمضان روز پنجشنبہ ۱۲۶۷ھ ہجری کو سہ پہر کے وقت دفعتاً موسے ندی مین ایسی طغیانی ہوئی کہ پل کے اکیس خانے پانی سے بھر گئے اور چند آدمی جو ساحل کے قریب غافل کھڑے تھے بہ گئے اور کچھ چوپائے بھی پانی مین تلف ہوگئے۔

مسلمانون کے ہاتھ سے ہندوؤن کے سامان پوجا اور مندر کی بربادی

ماہ جمادی الاولے ۱۲۵۵ھ ہجری مین جو بلدۂ حیدرآباد مین ہیضہ شروع ہوا تھا اس موقع پر ادنے ذاتون کے ہندو اپنی عادت کے موافق باجا اور سنکھ بجاتے ہوے ہر کوچہ و بازار سے گذر کر جہان جہان کہ مندر بنے ہوے تھے جاتے اور پوجا کرتے تھے ایک ہندو بڑے تکلف سے ڈھول بجاتا ہوا ایک مندر کو پوجا کا سامان لیے جاتا تھا اور پچاس آدمی ساتھ تھے مکہ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو شہدون نے دفعتہً تمام اسباب پوجا کا لوٹ لیا بکریان۔ مرغے اور غلہ وغیرہ اُڑا لیا اور چار منار کے

درمیان پیران پر کے تام کا جھنڈا گاڑا اور نوبت بجاکر فاتحہ جاری کی پھر ہر مکان سے لوگ جھنڈے بناکر چار مینار پر پے بہ گئے بحلہ دھلپت رائو عرف قاضی گوڑہ مین مولوی شبیر علی کے اغوا سے مسلمانون نے مندر کو توڑکر وہان آذان دی جہان بعد مین عمدۃ الملک محمد رفیع الدین خان نے ایک عمدہ مسجد بنواکر قوت الاسلام نام رکھا تھا اور مادہ تاریخی خانۂ خدا ہے ہندوؤن نے اس کا انتقام لینا چاہا مگر راجہ چندولال کے سمجھانے اور دھمکانے سے اپنے ارادے سے باز رہے

نواب کی سواری مین ایک حادثہ

نواب کی سواری ایک دن جارہی تھی کہ میدان درگاہ اوجالاشاہ مین معظم الدولہ بدرالدین خان کی سواری کا ہاتھی مستی اور سرکشی کرکے چنگھاڑتا ہوا نواب کی سواری کی فیل مادہ تک پہنچ گیا معظم الدولہ فوراً اُس پر سے کود پڑا اور تلوار سونت کر ہاتھی کی سونڈ پر دو زخم کاری لگائے اُسی وقت اُس کا مُنھ پھر گیا اور معظم الدولہ گھوڑے پر سوار ہوکر نواب کے ہمرکاب روانہ ہوا۔

ایک سازش کا انکشاف

بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۲۵۵ھ ہجری (۱۸۳۹ء) مین نلور کے انگریز مجسٹریٹ نے ایک سازش کا پتہ لگایا جو انگریزی سلطنت کے خلاف کی جارہی تھی۔ نواب ناصر الدولہ کے بھائی مبارزالدولہ بھی اس مین شریک پائے گئے لیکن جس حد تک واقعات کا تعلق ہے یہ کوئی سازش نہین تھی معاملہ صرف اتنا ہے کہ جب مولوی ولایت علی عظیم آبادی خلیفۂ سید احمد بریلوی سرغنۂ وہابیان ہندوستان حیدرآباد پہنچے اور وہان اُنھون نے مسلمانون کی دینی اصلاح کے لیے وعظ کہنے شروع کیے تو نواب مبارزالدولہ کو بھی اُن سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا مولوی ولایت علی اُن سے ملے اور پہلی ہی ملاقات مین نواب صاحب مسخر ہوگئے چونکہ خود علم شناس تھے اس لیے مولوی ولایت علی کے مقام و منصب کا پورا اندازہ کرلیا اس وقت سے مبارزالدولہ اور اُن کے رفقا نے اسلامی احکام کی پابندی بالاہتمام شروع کردی چند سال بعد جب انگریزون کو وہابیت کا خوف پیدا ہوا تو مبارزالدولہ اور اُن کے رفقا کو بھی سازش سے متہم کردیا سازش کی تحقیقات کی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مبارزالدولہ اپنے دس رفقا سمیت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ ہجری کو تیسری بار نواب صاحب بہادر کے حکم سے قلعہ گولکنڈہ کو جلاوطن ہوے اور تمام وہابی فرداً فرداً گرفتار ہوکر قید کیے گئے مبارزالدولہ نے قید ہی مین وفات پائی۔

انتظام ملکی

جلد پنجم عہدنامجات مین لکھا ہے کہ جب نصیر الدولہ گدی نشین ہوے تو انھون نے درخواست کی کہ مداخلت صریح افسران انگریزی کی ملک کے انتظام مین نہ ہے گورنمنٹ مین اُن کی درخواست منظور ہوئی اور اُن کا اطمینان کیا گیا بشرطیکہ وہ اُس بندوبست کو جو افسران انگریزی نے کیا ہے تا انقضائے میعاد بندوبست مذکور قائم رکھینگے تو گورنمنٹ انگریزی دست مداخلت کوتاہ کرے گی اور نظام کو اختیار عزل ونصب مدار المہام اور دوسرے انتظام امور ملک مین حاصل ہوگا مگر مداخلت کے موقوف ہوتے ہی نواب صاحب نے تمام یوروپین افسرون کو دیوانی خدمات سے معزول کردیا اور یہ امر بدنظمی و بدانتظامی کا نتیج ہوا اور ہر ایک صیغے اور دفتر ریاست مین ابتری نے راہ پائی اور ریاست کا اعتبار اس قدر جاتا رہا کہ ساہوکار قرضہ دینے سے انکار کرنے لگے تنخواہ کنٹنجنٹ کی بہت باقی تھی اور روپیہ خزانۂ انگریزی سے لیا گیا اور ۱۸۴۳ء مین نظام کو صاف لکھا گیا کہ اگر اور روپیہ لینا ضرور ہوگا تو ضمانت مین علاقہ مستغرق کرنا ہوگا۔

راجہ چندولال کے ابتدائی ملازمت سے پیشکاری و مدار المہامی پر قائم ہونے کا حال

اس مقام پر مہاراجہ چندولال کا قدرے تفصیلی ذکر ضرور ہے کہ اس ریاست کی ۳۵ سال کی تاریخ مین اُن کا نام بار بار آیا ہے چندولال کا پردادا مول چند محمد شاہ بادشاہ کا ملازم تھا جسکا سلسلۂ نسب راجہ ٹوڈرمل اکبری سے ملتا ہے اور وطن اصلی لاہور تھا وہ نظام الملک آصف جاہ اول کے ساتھ حیدرآباد مین آیا تھا اور کروڑگیری (چنگی وسائر) کا افسر ہوگیا تھا مول چند کا بیٹا لچھی رام بھی اسی عہدے پر فائز ہوا اُس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام نانک رام تھا اور چھوٹے کا نارائن داس نانک رام اپنے باپ کی جگہ مقرر کیا گیا نارائن داس نے جوانی ہی مین وفات پائی اس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام چندولال تھا جو ۱۱۸۰ھ ہجری مطابق ۱۷۶۶ء مین پیدا ہوا تھا اور چھوٹے کا گوبند بخش نام تھا ان دونون نے اپنے چچا نانک رام کی نگرانی مین پرورش پائی تھی رشید الدین خانی کے صفحہ ۲۲۴ مین لکھا ہے کہ چندولال کے ایام خردسالی مین نانک رام اُن کو ایک روپیہ ماہوار میوہ خوری کے لیے دیتے تھے وہ اس روپے کو فقیرونپر تقسیم کردیتے تھے جب اُس کی خبر نانک رام کو ہوئی تو

دو روپے ماہوار مقرر کر دیے عنفوان شباب مین شمشیر جنگ نے اُنکی ہوشیاری کی تعریف سنکر اپنے پاس نوکر رکھ لیا چند روز کے بعد نانک رام مرگئے اور اُن کے بیٹے لکپت رام کا کام تمام ابتر ہوگیا بیع اللہ خان کروڑا ہوا (افسر چنگی اھواء) چندولال نے اُس کی اطاعت اختیار کی جب اس کام پر نور محمد خان مقرر ہوا تو اُس نے چندولال کو سبز منڈی کی محرری پر متعین کیا وہ ہر روز صبح کو گھر سے آکر چار منار کے تلے بیٹھتے اور حساب ترکاری بھاجی وغیرہ کا لکھنا معمول قرار پایا جب شام کو گھر لوٹتے تو ایک خدمت گار لڑکا مرسو نام بستہ حساب کا بغل مین دبائے ہوئے ساتھ رہتا تھا اثنائے راہ مین فقیرون کو کوڑیان دیتے ہوئے چلے بخشی بیگم صاحبہ زوجۂ نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے اس عمل نیک کا حال سنا تو پیلیے کا کام عنایت کیا اس کے بعد چندولال کی خیرات بڑھ گئی ٹیپو کی لڑائی کے بعد تاپٹھ کا تعلقہ چندولال سے متعلق ہوگیا چونکہ ان دنون خدمت نظامت و خدمت کروڑگیری (سائر چنگی) شمشیر جنگ سے متعلق تھی اُس نے نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی سے عرض کر کے تعلقہ موروثی کی خدمت چندولال کو دلا دی اتفاقاً وہ زمانہ قحط سالی کا تھا چندولال نے کوشش کر کے غلہ کثرت سے مہیا کیا یہ خبر مشیر الملک اعظم الامرا نے پونا مین سنکر تعلقہ مقتل و دیول قدرہ و کوپل کنڈہ و مغل گدہ و امیر آباد و رکودل کی سند چندولال کے نام وہان سے بھجوا دی نواب نظام علی خان بہادر نے اسے منظور کر لیا پس چندولال نے ان مقامات مین اپنی طرف سے نائب بھیجے جب مشیر الملک پونا سے آگئے تو ۱۲۱۲ھ ہجری مین عماری اور خطاب راجگی و بہادری کا دلوا کر چار ہزار سوار اور چار ہزار پیادے دیکر قلعہ سدوٹ اور مقام کڑپا اور کنجی کوٹہ وغیرہ کے انتظام کو روانہ کیا اور کروڑگیری کی خدمت پر لکپت رام بن نانک رام مقرر ہوا چندولال نے وہان پہنچکر مفسدون کو بیخ و بنیاد سے مستاصل کر دیا اور راجہ چتوال جس کے ساتھ دس ہزار سوار و پیادے تھے مغلوب و مقہور ہوگیا اور جب ادھونی سے لیکر کڑپا تک ملک انگریزی فوج کی تنخواہ مین دیدیا گیا تو راجہ چندولال حیدرآباد مین چلے آئے اور چند روز تک مصائب مین گرفتار رہے اور تھوڑے دنون تک اذیت اُٹھائی اب اُنھون نے امجد الملک محمد امجد خان کا دامن توسل پکڑا اُس نے دستگیری کی اور شمس الامرا کی جمعیت کی پیشکاری دلا دی ۱۲۱۴ھ ہجری مین لکپت رام مر گیا تو کروڑگیری کی خدمت از سر نو چندولال سے متعلق ہوگئی اور سکندر جاہ مغفرت منزل کے عہد مین میر عالم مدار المہام ہوئے تو ۱۲۲۱ھ ہجری مین اُنھون نے رگوتم راؤ راجہ اندر کو بدلکر خلعت پیشکاری کل جمعیت کا نواب سے چندولال کو دلا کر اپنا نائب بنا لیا پیشکاری کا عہدہ اُس وقت سے آج تک اُنھین کے خاندان مین چلا آتا ہے اور اُنکی اولاد مین سے مہاراجہ کشن پرشاد کے ہاتھ مین یہ عہدہ بھی ہے۔ چندولال نے شمس الامرا کے یہان

اپنے چچیرے بھائی بالکشن پسر بھوانی داس کو مقرر کرادیا۔ جب میر عالم مرگئے اور منیر الملک مدار المہام ہوے تو تمام کام چندولال کے ہاتھ مین آگیا۔ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ منیر الملک کا اصلی نام بدیع الزمان خان عرف چندا صاحب ہے قوم نوایت سے ہین جنکی اصل عرب ہے اُنکے دادا منیر الملک شیر جنگ نواب آصف جاہ اول اور نواب ناصر جنگ اور نواب صلابت جنگ کے عہد سے نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے عہد تک بڑے بڑے مرتبوں سے ممتاز رہے سیر حاصل جاگیر اور منصب پائے اور اورنگ آباد کی نظامت کے وقت مین وفات پائی اُن کا بیٹا غیور جنگ حیدرآباد آیا اور منصب پنجہزاری ذات و سہ ہزار سوار سے سرفراز ہوا اُسکے چار بیٹے تھے جن مین سے تیسرے یہی **بدیع الزمان خان منیر الملک** تھے غفران مآب کے وقت مین منصب پنجہزاری ذات و سہ ہزار سوار کا اور علم و نقارہ و نشان و نوبت و عماری و جھالردار پالکی اور خدمت بخشی گری بادشاہی کی کہ لال کچہری کے نام سے مشہور تھی ملی تھی جب میر عالم مدار المہام ہوے تو اُنھون نے اُن کے ساتھ اپنی بیٹی کا بیاہ کردیا اور بیٹے کی طرح اپنے ہی مکان پر رکھا۔ میر عالم کے بعد منیر الملک سنہ ۱۲۲۴ ہجری (سنہ ۱۸۰۹ع) سے سنہ ۱۲۴۸ ہجری (سنہ ۱۸۳۲ع) تک مدار المہام رہے مگر اُنکے زمانۂ مدار المہامی مین کل اختیار اُنکے مددگار و نائب راجہ چندولال کے سپرد تھے منیر الملک سنہ ۱۲۴۸ ہجری مین ہیضہ وبائی سے مرگئے تو نواب صاحب نے اُن کے کسی بیٹے کو مدار المہامی کا خلعت ندیا۔ چندولال جو کام پر حاوی تھے وہی مدار المہامی کا کام بھی کرتے رہے۔

مہاراجہ چندولال کے دو بیٹے تھے ایک راجہ دھرم بالا پرشاد دوسرا راجہ نانک رام بخش راجہ دھرم کا بیٹا راجہ نرندر پرشاد ہے مہاراجہ چندولال کے چھوٹے بھائی راجہ گوبند بخش کے دو بیٹے (۱) راجہ رام بخش بہادر (۲) راجہ کور بخش بہادر تھے۔

اہل قلم نے مہاراجہ چندولال کے کام کی تصویر کے دونون رُخ دکھائے ہین بُرا رخ بھی اور اچھا رُخ بھی۔

موافقین کے خیالات

(۱) راجہ چندولال حیدرآباد کا وہ عالی دماغ اور رہبر و زیر ہوگذرا ہے کہ اُس نے ایسے خطرناک زمانے مین جبکہ ہندوستان کی پولٹیکل حالت سخت نازک تھی نئے دن ریاستین تباہ ہوتی اور نئی حکومتین بنتی رہتی تھین حیدرآباد کی کشتی کو بھنور مین سے سلامتی کے ساتھ نکالا راجہ چندولال سنہ ۱۸۳۲ع مین حیدرآباد کے مدار المہام بنے اس وقت حیدرآباد مین

میر ناصرالدولہ کی حکومت تھی ریاست کا انتظام سخت ناقص تھا بعض افسرون کی حماقتون اور شرارتون کی وجہ سے ریاست کے تعلقات انگریزون سے سخت کشیدہ ہو رہے تھے راجہ چندولال نے انگریزون کو دوست بنانے کے لیے ایسی خوبی سے کام کیا کہ ریاست حیدرآباد کو تباہ ہونے سے بچا لیا اُس زمانے کے نظام اپنے شرارتی مشیرون کی مغالطہ دہی سے راجہ چندولال کے خلاف ہونا چاہتے تھے اس لیے چندولال کو اپنی حفاظت کے لیے اور نیز ریاست اور انگریزون کے تعلقات کو بہتر بنائے رکھنے کے لیے بعض ایسی حرکات کرنی پڑین جس سے اُن کے دشمن افسر اور خود نظام خوش نرہے لیکن یہ بات چندولال کے بڑے سے بڑے مخالف کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ اس عہد مین نہ تو علاقۂ برار نظام کے قبضے سے نکلا اور نہ ہی زمین ریاست کا ایک انچ انگریز حاصل کر سکے۔

(۲) گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ مہاراجہ چندولال کی جود وسخا کا یہ حال تھا کہ دوشالے اور شلی رومال ہر روز بخشتے اور ہر سال دسہرے پر ہزار سے زیادہ جوڑے بانٹ دیتے تھے حالانکہ میر حسن نے مثنوی سحرالبیان مین آصف الدولہ کے ایک دن سات سو دوشالے دینے پر بڑا تفاخر و تعجب کیا ہے اُن کی طرف سے خیرات و سدا برت کاشی و جگناتھ و رام ناتھ و تربینی وغیرہ نزدیک دور مقامون پر جاری تھی ہزارون روپے کے دیہات کیا ہندو کیا مسلمان سالکون پیرزادون اور بیراگیون کو دے ڈالے جو ہمیشہ دولت آصفیہ کے حق مین دعاگو رہتے اور ہر مجذوب پر خدمتگار معین تھے کہ اُن کو یومیہ شیرینی اور پکا ہوا کھانا دیتے رہین اور خدمت کرتے رہین کہ بے فکری کے ساتھ دعاگو رہین یومیہ خوارون کا روزینہ دو ہزار روپیہ بلکہ اس سے زیادہ تھا اور دوشنبے کو اپنے ہاتھ سے مسافرون کو دو تین ہزار روپے دیدیتے تھے تین سو سے کم دان کا معمول نہ تھا اور گوکل اشٹمی اور رام نومی اور شیوراتری کو اور بھی زیادہ خیرات کرتے اُن کے سوا غلہ اور کپڑا بے حساب بخشتے حجاج بیت اللہ اور زیارات کے جانے والونکو ہر سال ہزارون روپیہ دے ڈالتے تھے یہی وجہ تھی کہ ملکون ملکون دولت آصفیہ کی داد و دہش کا شہرہ ہو گیا تھا بادشاہون کے کانون تک یہ فیاضیان پہنچ گئی تھین اور راجہ دھرلج اور راجہ نرندر بہادر کے بیاہ مین لاکھون روپیہ نواب صاحب اور صاحبزادون اور بیگمات اور امیرون اور سردارون کی دعوتون مین لگا دیا تورے بھیجے اور عمدہ عمدہ جوڑے دیے یہان تک کہ ڈھیر اور چمار بھی کھانون اور سرخ جوڑون سے محروم نرہے کوہ شریف مین جو بلدۂ حیدرآباد سے پانچ چھ کوس ہے حضرت علی کا عرس ہوتا تھا اس عرس مین مہاراجہ کی طرف سے بہت کچھ خرچ کیا جاتا تھا عشرۂ محرم کو روشنی کا انتظام مینا کار ٹٹون سے کراتے تھے یہ کیفیت بھی قابل دید ہوتی تھی بیت اللہ مین سرد پانی بارہ ماہ ملنے کا انتظام کیا اور اُس کا خرچ ہر سال بھیجتے کہ ملکون ملکون کے آدمی گرمیون مین وہ پانی پیتے اور دعائے خیر کرنے

بلدے اور اُس کے باہر قصبون اور گانوؤن مین جاترا کے لیے کئی مقام تیار کرائے۔ ابوال کی جاترا کا بھی بڑا خرچ تھا اُس کی موجد مہاراجہ کی مان تھی مہاراجہ نے یہان کے مندر کی عمارتکو جو بہت بلند تھی مطلا کرا دیا تھا اور بڑی بڑی عمارتین اور بازار اور باغ بنوائے تھے جب موتی کی سواری کا رتھ نکلتا تو مہاراجہ آپ مع فرزندون اور رشتہ دارون کے جلتے اور ہزارون روپے خرچ کرتے لاکھ کے قریب آدمی جمع ہوتے۔

نواب صاحب جب سیر و شکار کو جاتے تو مہاراجہ باورچی خانۂ خاص سے خواص و عوام کو کھانا دیا کرتے۔ حکیمون۔ شاعرون۔ مرثیہ خوانون۔ سوزخوانون اور ارباب نشاط وطرب کو ہزارون انعام مین دیتے اور تنخواہین الگ دیتے۔ مہاراجہ نے بہت سی عمارتین تیار کرائین اُنمین سے ایک بارہ دری ہے جس کا نام راج باغ ہے جو اُس زمانۂ ارزانی مین ۲۵ لاکھ سے زیادہ سے خرچ مین بنی ہے اور بڑا دیوان خانہ جس کا نام قائم محل ہے اور محل سرا اور بہجت محل اور آئینہ خانہ اور چینی خانہ وغیرہ بڑی بڑی عمارات بنوائین اور عمارات کوہ شریف اور نقار خانۂ درگاہ بھی اُنکے بنائے ہوے ہین جنکی تیاری مین پچاس لاکھ روپے صرف ہوئے نقارخانہ اور گھڑیال حسینی علم کے مصارف کے لیے دو روپے روز اُنکی طرف سے مقرر تھے موسے ندی کا جو پل ٹوٹ گیا تھا اُنھون نے اُس کو از سر نو بنوایا۔

اُنکی تصانیف سے ایک کتاب عشرت کدہ ہے۔ فارسی اور اردو مین شعر بھی کہتے تھے شادان تخلص تھا اردو مین شاہ نصیر سے تلمذ تھا ایک دیوان فارسی اور دوسرا دیوان اردو اُنکی یادگار سے ہے ۱۲۵۴ھ ہجری مین سات ہزار روپے بھیجکر شاہ نصیر کو دہلی سے حیدرآباد مین بلایا تھا اور ۲۵ روپے روز اُنکو دیا کرتے تھے یہ اُن کا کلام ہے۔

پتھر سے مجھے کام نہین مثل برہمن — تو سمجھے نہ سمجھے مین گرفتار ہون تیرا
شادان تو اسی سوچ مین رہتا ہے شب و روز — تو میرا صنم ہے مین پرستار ہون تیرا

اُنکے انتظام کی بُری تصویرین

(۱) مہاراجہ چندولال نے میر عالم کی وجہ سے انگریزون کے ساتھ تعلق پیدا کرلیا اور انگریز ہمیشہ اُنکی سرپرستی کرتے رہے حکومت آصفیہ کو بے دردانہ تباہ کرنے مین مہاراجہ چندولال نے سب سے بڑھکر کام کیا اُن کے ارادے خواہ کتنے ہی نیک کیون نہون لیکن نتائج کے اعتبار سے مضر ثابت ہوے

(۲) مولوی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ چندولال کا دور دورہ ۳۵ برس تک خوب رہا اُن سے زمانے مین گو رعایا کو کبھی کبھی آرام بھی ملا مگر اکثر اوقات تازیانۂ

حکومت کے نیچے بے چین ہی رہی اُن کے عہد میں کوئی چیز سوائے بربادی اور خرابی کے بارونق نہوئی سب عہدے ریاست کے فروخت ہوتے تھے اور پھر عہدہ دار اپنے دام رعایا سے زبردستی وصول کرلیتے تھے زر وپیہ خرچ کرکے ڈگریان عدالت سے حاصل ہوتی تھین زمین اُس کو دی جاتی تھی جو پہلے سب سے زیادہ مہاراجہ کو دیتا تھا اور وہ اُس کے وصول کی صورت پہلے سوچ لیتا تھا اس واسطے کسانون کی عافیت تنگ رہتی تھی اور یہ بات ضرب المثل تھی کہ مستاجر جب زمین کا ٹھیکہ لیکر پلتا تھا تو دونون کندھون کی طرف دیکھتا جاتا تھا کہ کوئی دوسرا مستاجر تو زیادہ روپیہ دیکر نہین آتا ہے پھر ان ٹھیکے دارون کو کسانون کے مارڈالنے تک کا اختیار رہتا تھا اور اُنکے کارندے اور بھی غضب ڈھاتے تھے بیچارے کسانون کے پاس پھوٹی کوڑی تک نہین چھوڑتے تھے وہ رعایا جسکی غریبی او جفاکشی عادت مین داخل تھی اس جور وجفا سے روزانہ سرکش اور غارت گر بنتی چلی جاتی تھی جان ومال کی سلامتی عنقا ہوئی سیکڑون بستیان ویرانیت آباد ہوئین کھیتون مین خاک اُڑنے لگی بار ہا بھینے قحط کا سابھاؤ غلے کا رہنے لگا چندولال نے ان غریبون کا یون گلا کاٹا اور سارا ظلم کا پیسہ اپنے کامون کے بناؤ سنوار مین خرچ کرتے رزیڈنٹ کے لیے ایک کوٹھی نہایت عالی شان بنوائی اور اُس کا ولایت سے سارا ساز وسامان منگایا نظام کی دولت سراؤن مین بھی عیش وعشرت کے لیے دولت بھیجی جاتی تھی نظام کو بھی روپیہ جمع کرنے کا مزہ ڈلوادیا۔

(۳) غلام امام خان ترین حیدرآباد کی تاریخ مین جس کا نام رشید الدین خانی ہے لکھتا ہے کہ کوئی ایسا کارکن خودمختار نہوا جو چندولال سے اس امر مین سبقت لے گیا کہ جس کا مال منصب چاہا چھین لیا جس کو چاہا جنگ۔ دولہ۔ عماد نشین۔ صاحب نوبت وصاحب علم ونقارہ بنادیا الحاصل مہاراجہ کا مزاج نذرانے کا بہت عادی تھا اس وجہ سے مدارج کی ترقی روپے کے اوپر موقوف تھی پس جس کسی نے حتے المقدور جس قدر کوشش کرکے روپیہ داخل کیا خطاب جاگیر منصب جو چاہا پایا اس عرصے مین بہت سے امیر فقیر اور بہت سے ادنے اعلےٰ ہوگئے ہر کس وناکس کے مقدمات کا فیصلہ مہاراجہ بہادر نے اپنی ذات پر رکھا تھا۔ قاضی۔ کوتوال۔ عادل نام کو درماہہ کھانے کے لیے تھے اور مہاراجہ بہادر مختار کل تھے۔

(۴) نواب میر عثمان علی خان بہادر نے اپنی اُس مراسلت مین جو آپ نے علاقۂ برار کی واپسی کے لیے گورنمنٹ ہند کو ۱۹۲۳ء مین بھیجی ہے راجہ چندولال کے متعلق ان خیالات و جذبات کا اظہار کیا۔

اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ چندولال نے جو پرلے درجے کا غدار وزیر تھا

حیدرآباد مین کنٹنجنٹ فوج رکھنے کی رضامندی صرف اس لیے ظاہر کی کہ اس سے اُس کے ذاتی رسوخ اور رعب مین اضافہ ہوتا تھا۔ لہ

تعجب

لیکن تعجب یہ ہے کہ چندولال سے پہلے جو غداری اعظم الامراشیر الملک کر گئے تھے کہ ۱۲ ماہ اکتوبر ۱۸۰۰ء کو عہدنامہ کرکے ۴۳ لاکھ روپے سالانہ آمدنی کا ملک، فوج امدادی کی تنخواہ مین ہمیشہ کے لیے دے گئے اُس کی نسبت رنج وملال کا کسی نے اظہار نہ کیا۔

مہاراجہ چندولال کی معزولی وخرابی دولت

صاحب رشیدالدین خانی مہاراجہ کی داد ودہش کا حال لکھکر کہتا ہے کہ کثرت اسراف سے مخارج ملک کا مداخل سے بڑھکر تنخواہ شاگرد پیشہ اور پلٹنون اور نواب کے رشتہ دارونکی بہت چڑھ گئی اسی عرصے مین موسم بسنت کا آیا مہاراجہ نے اپنے باغ مین نواب صاحب کی ضیافت کی ہفتہ عشرہ تک عیش وعشرت کا ہنگامہ گرم رہا واپسی کے دن نواب صاحب نے مہاراجہ کو پاس بلایا اس وقت خود بدولت کوچ پر بیٹھے ہوے تھے مہاراجہ کو بیٹھنے کے لیے کرسی بخشی مہاراجہ نے اس عزت افزائی کا مجرا کیا اور وقت کو موافق مدعا کے پاکر ہاتھ باندھکر پچاس لاکھ روپے رفع خسارہ کے لیے طلب کیے اس وقت تو نواب چپکے ہو رہے واپسی کے بعد جب مکرر عرض کیا تو نواب نے اس وجہ سے کہ ایک کروڑ روپیہ تو سابق کا معاف ہو چکا تھا اور اپنے عہد مین اسی لاکھ روپے قلعہ گولکنڈہ سے منگا کر دے چکے تھے انکار کر دیا مہاراجہ نے یہ سمجھکر کہ ریاست کا کام بغیر میرے کسی اور سے نہ چل سکیگا بلاتامل عرض کیا کہ مجھ سے کام نہو سکے گا نواب مدت سے اُنکی علیحدگی چاہتے تھے جنرل فریزر زیڈنٹ کو مشورے کے لیے تنہا بلایا اور اُس سے چندولال کی بے اعتدالیون اور اپنی بے اختیاری کی شکایت کی تو اُس نے کہا کہ آپ کو ریاست مین پورا پورا اختیار حاصل ہے جب اُس سے دو چار ملاقاتین تنہائی مین ہوکر اُس نے اطمینان کر دیا تو نواب نے اپنے آپکو قرار واقعی مختار ریاست سمجھا اور مہاراجہ سے استعفا منگا کر ۲۵ شعبان ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۴۳ء کو مدارالمہامی کے عہدے سے موقوف کر دیا جس وقت چندولال علیحدہ ہوے تو جنرل فریزر کے بیانکے مطابق تمام قرضون کو ادا کرنے کے لیے ریاست کو دو کروڑ روپے کی ضرورت تھی لیکن آصفی خاندانکی شہرۂ آفاق نرم دلی اور مرحمت سے کام لے کر نواب نے تیس ہزار روپے ماہوار مہاراجہ چندولال

لہ یہ بیان دوسری کتابون سے لیا ۱۲ سلہ یہان سے پھر غلام امام خان کا بیان شروع ہوتا ہے ۱۲

لہ ماخوذ از گلزار آصفیہ صفحہ ۲۸۲ جلد ۲

صاحب کے اخراجات کے لیے مقرر کر دیے اور سراج الملک پسر منیر الملک کو رزیڈنٹ کے پاس سفیر بنایا اور چندولال کے بھتیجے راجہ رام بخش کو اتوار کے دن ۱۱ شعبان کو پیشکاری کا عہدہ دیا لیکن اُس نے بھی وہی طرز اختیار کی جو چندولال کی تھی چنانچہ نامدار خان جاگیردار ایلچ پور نے قضائی اور اُس کے بھتیجے نے دس لاکھ روپے نذرانے کے بھیجے تو راجہ رام بخش نے صرف تین لاکھ روپے ریاست کے خزانے مین جمع کیے اور کل خود رکھ لیا اور تھوڑا بہت دوسرے دن کو بھی دیا اور چندولال چونکہ بے قید و بند تھے ایام معزولی مین بھی لوگون سے ہزارہا روپیے کر طرح طرح کے ریاست کے مطالبہ و فساد معافی دیدی اور تمام زر نقد دوبارہ پیشکاری حاصل ہونے کی تمنا مین صرف کر دیا نواب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے قربان علی پسر طالب الدولہ مغل علی خان کو بھیجکر تمام مال واسباب اور جاہ وحشم کا سامان چندولال کا ضبط کرا کر اٹھوالیا اور اُس روز سے دس ہزار روپے ماہوار مقرر کر دیے سنہ ۱۲۶۱ ہجری مین چندولال فوت ہوے ۔

سراج الملک کی مدار المہامی

سراج الملک کا اصلی نام میر عالم علی ہے اور منیر الملک کے تیسرے بیٹے ہین یہ رزیڈنٹ کے پاس سفارت کا کام انجام دیتے تھے اور راجہ رام بخش پیشکار تھا اور نواب ناصر الدولہ خود چند ماہ تک ریاست کے کامون مین مصروف رہے اس عرصے مین سراج الملک نے جرنیل فریزر رزیڈنٹ کے مزاج مین خوب دخل پیدا کر لیا اور ایسی موافقت بہم پہنچائی کہ رزیڈنٹ انکو عہدۂ مدار المہامی دلانے کے لیے ساعی ہوا اور گورنر جنرل النبرا سے اس امر مین سفارش چاہی اُنھون نے رزیڈنٹ کی تحریک کے موافق نواب کو اس مضمون کا خط لکھا کہ آپ فقط پیشکاری سے کام لیتے ہین مدار المہام کا ہونا مناسب ہے کسی کو اس خدمت پر مامور کر دیجیے نواب اس خط کے مضمون کی تہ کو پہنچ گئے اور رزیڈنٹ سے کہا کہ راجہ چندولال بھی فقط پیشکار ہی تھا اور وہ دونون خدمتین مدار المہامی اور پیشکاری کی بجالاتا تھا بدستور راجہ رام بخش بھی دونون خدمتون کو سرانجام دیتا ہے بعد اس گفتگو کے رزیڈنٹ نے پھر گورنر جنرل کو سراج الملک کی بہت تعریف لکھی اور مکرر اُنکے متعلق نواب سے سفارش چاہی گورنر جنرل نے جواب دیا کہ یہ ہمارا آئین نہین ہے کہ نواب نظام کے خانگی معاملات مین دخل دین اور صریح ایسا کہین کہ آپ فلان شخص کو مدار المہام کرین مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے مکرر نواب کو خط لکھا کہ راجہ رام بخش سے انصرام مہمات مدار المہامی وپیشکاری دونون کا نہین ہوسکتا ہے اور ریاست کا نظم ونسق اہم ہے اس لیے آپ کسی ایسے شخص کو جو پشتینی خاندانی امیر ہو تجویز کر کے مدار المہام کر دین اس تحریر سے سراج الملک کی طرف کنایہ تھا اور اس طرح کی چند اور

شرطین لکھین تھین کہ فقط اُن ہی مین پائی جاتی تھین اور غیر مین نہین اور یہ قید لگا دی کہ ایک ہفتے
مین اس کا سرانجام پانا چاہیے جب نواب نے یہ خط پڑھا تو اُس وقت رزیڈنٹ نے سراج الملک
کی نسبت چند کلمات کہے نواب نے رزیڈنٹ سے کہا کہ ہمارے یہان کئی پشت سے خاندانی امیر شمس الامرا
ہین اور باوصف اسکے ہم سے قرابت بھی رکھتے ہین رشتے مین ہمارے چچا ہوتے ہین ہم انھین
مدار المہام کرتے ہین رزیڈنٹ نے کہا کہ گو شمس الامرا ایسے ہین مگر ہم سے اُن سے تعارف نہین ہے
سراج الملک کے گھر مین کئی پشت سے سفارت کی خدمت چلی آتی ہے اور انکو ہم سے اور ہمکو اُنسے
کام پڑتا رہا ہے ہم اُن سے بخوبی واقف ہین نواب نے کہا کہ تعارف کا کیا ہے دو چار ملاقاتین کرین
اور تعارف ہوگیا رزیڈنٹ بولا یہ درست ہے لیکن اُس کے واسطے عرصہ چاہیے اور وہان سے
تو ایک ہفتے کی مدت ٹھہرچکی انجام کار نواب نہایت بے دلی سے گورنر جنرل اور رزیڈنٹ کے
پاس خاطر سے بحسب ظاہر رضامند ہوے اور سراج الملک کو مدار المہام کر دیا چونکہ نواب نے
انھین طوعًا وکرہًا مقرر کیا تھا اس لیے اُن کے کسی کام سے رضامند نہ رہے - ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ ہجری
کو خلعت شش پارچہ معمولی کشتی مین رکھوا کر سراج الملک کے پاس بھیجدیا اس وقت سراج الملک
کی عمر چالیس سال چار ماہ اور ایک دن کی تھی اور اپنے چھتے کے مکانمین رہتے تھے خلعت کے
پہنچتے ہی سروقد تعظیم کے واسطے کھڑے ہوکر کشتی اپنے ہاتھ سے لی اور سر کو لگا کر اپنے روبرو رکھی
اور جو شاگرد پیشہ اور منصبدار اور خانسامان اُس کے ساتھ آئے تھے ہر ایک کو اُس کے
رتبے کے موافق انعام دے کر رخصت کیا دوسرے دن ۱۷ ماہ مذکور کو وہ خلعت پہن کر بیت الریاست
مین آئے اور رزیڈنٹ کے انتظار مین دیوان عام مین متوقف رہے اتنے مین رزیڈنٹ مع چند
انگریزون کے آگیا نواب نے برآمد ہوکر اول رزیڈنٹ سے ملاقات کی بعد اسکے سراج الملک کو
یاد کیا انھون نے اول عطائے خلعت کی نذر پیش کی بعد اسکے مدار المہامی کے منصب سے سرفراز
ہوکر اُس کی نذر دکھائی بعد برخاست ہونے دربار کے اپنے گھر آئے اور آج سے مدار المہامی کی مسند
پر بیٹھے جو ارباب امارت و ارکان دولت ساتھ تھے سب نے تہنیت کی نذرین دکھائین راجہ رام بخش
نے بھی آکر نذر دی دوسرے دن صبح کو راجہ رام بخش نے دربار مدار المہامی مین جانے کی
نواب سے اجازت چاہی اُنھون فرمایا کہ بالفعل کیا ضرورت ہے جب ہم کہلا بھیجینگے تب جانا اس
بات کو سُنکر راجہ مذکور خانہ نشین ہوگیا اور اہلکارون نے سراج الملک کی طرف رجوع کی اُنکے
مدار المہام ہوتے ہی یہ افواہ اُڑی کہ عرب نکالدیے جائینگے اخراج تنخواہ اگر اُن کے دنگے اور
تقاضے جو اہل شہر پر تھے فورًا اُٹھ گئے اور اُنکی داد و ستد کا بازار کاسد ہوگیا۔
میر عالم کے زمانے مین دیوان ریاست سے گورنر جنرل کی خط و کتابت برابر کے دوستونکی سی

ہوتی تھی مگر ۱۸۴۷ء میں جب سراج الملک نے دیوانی کے عہدے پر سرفراز ہو کر انھیں القاب و آداب کو استعمال کیا تو گورنمنٹ کی طرف سے صاف لکھدیا گیا کہ ہندوستان کے حالات اب اُس وقت سے بدل چکے ہیں جبکہ آپ کے پیشرو میر عالم کو یہ القاب ۴۰ برس پیشتر لکھے گئے تھے جنھیں اب مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ہندوستان کے گورنر جنرل اور حیدرآباد کے دیوان کی اعتباری حیثیت کو دیکھتے ہوے اب یہ کچھ مناسب نہین معلوم ہوتا کہ برٹش گورنمنٹ کے نمائندے کو اس طریقے سے خطاب کیا جائے جو ایک زیر حمایت اور امداد پانے والی ریاست کے وزیر کے ساتھ مساویات کو پہنچتا ہو۔

سپاہ مین تخفیف۔ نواب اور مدارالمہام مین کشیدگی کا اظہار

(۱) ۱۲۶۳ہجری مین پلٹن والون نے تنخواہ کے لیے جلوخانے مین فساد کیا سراج الملک مدارالمہام نے کنٹنجنٹ کی سپاہ کو بلوا کر میر عالم کی بارہ دری مین اُتروا دیا بعد اُسکے اُن کی تنخواہ بے باق کرا کے موقوف کرا دیا اور کنٹنجنٹ کی سپاہ بھی بارہ دری سے برخاست ہو گئی یہ بات نواب کو پسند نہ آئی۔

(۲) چندولال نے ممالک محروسہ کی آمدنی سے خرچ بہت بڑھا رکھا تھا سراج الملک نے جمع و خرچ کا پلہ برابر کرنے کو قواعددان سپاہیون کی بارہ پلٹنین اور چھ ہزار جوان سہ بندی کے جنھین علی غول بھی کہتے ہین تخفیف کیے نواب نے اس کام کو بھی ناپسند کیا۔

(۳) جب سراج الملک کی مدارالمہامی کو دس مہینے کا عرصہ گذرا اور صاحبزادون اور رشتہ داران نواب کو تنخواہ کا ایک حبہ نہ پہنچا تو نواب نے تاکید کی اور روز بروز تقاضا زیادہ کرنے لگے یہان تک کہ آزردہ ہو گئے اور ۲۲ رمضان ۱۲۶۳ہجری کو نواب بلدے سے روانہ ہو کر موضع سرورنگر مین قیام پذیر ہوے اور مدارالمہام کو کہلا یا کہ تم شہر ہی مین رہو ہمارے رشتہ دارونکی تنخواہین بے باق کر کے ہمارے شریک ہو جیوبدن تصفیہ اُن کی تنخواہو نکے ہم سے نہ ملیو چنانچہ نواب نے عیدالفطر بھی سرورنگر مین کی اور مدارالمہام کو نذر دکھانے کے لیے یاد نکیا جب نواب صاحب کو وہان رہتے ہوے عرصہ گذرا اور معاودت کی خبر بھی نہ آئی تو مدارالمہام نے باوجودیکہ ابھی تک رشتہ دارون کی تنخواہ نہ چکائی تھی اپنے خیمے بھی روانہ کیے مگر مدارالمہام کے وہان پہنچنے سے قبل نواب صاحب سرورنگر سے کوچ کر کے انچاپور کو چلے گئے اور وہان رہنے لگے۔جب مدارالمہام وہان بھی جا پہنچے تو نواب صاحب پھر سرورنگر مین آگئے نواب صاحب کے پیچھے پیچھے سراج الملک بھی یہان آ پہنچے صبح کو نواب صاحب نے

مدار المہام کو کہلایا کہ تم شہر مین چلے جاؤ وہ دوپہر کے بعد بلدے مین آگئے نواب صاحب نے عید الضحےٰ بھی سرور نگر مین کی اور سراج الملک کو نذر دکھانے کے لیے نہ بلایا۔ نواب صاحب پھر وہان سے کوچ کر کے ۱۲ ذیحجہ ۱۲۶۳ہجری کو پرانی حویلی مین داخل ہو گئے اس حویلی مین مسند نشینی سے قبل ولی عہد ریاست رہا کرتا ہے پس یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اگر سراج الملک مدار المہام رہینگے تو مین ریاست سے سروکار نہین رکھتا۔

شہر حیدرآباد مین تبرا بازی پر خون ریزی

غرۂ محرم ۱۲۶۴ہجری سے انور جنگ کے بیٹے نے مسلح ہو کر تبرا کرنا شروع کیا محلے کا امین مانع آیا بلکہ حسن علی خان طالب الدولہ کو توال بلدہ کے پاس لے گیا اور اسکی کیفیت بیان کی کوتوال بھی شیعہ تھا مذہب کا پاس کر کے ایسا جواب دیا کہ عشرے کے انھین دس روز مین یہ لوگ کچھ کہہ لیتے ہین تم کیون منع کرتے ہو جب محرم کی ساتوین تاریخ کو حضرت عباس کا علم نکلا تو چند شیعون نے صحابہ پر سر راہ لعن شروع کیا دو طالب علم جو وہان موجود تھے انھون نے کہا کہ وہ بزرگ تو قابل لعن نہین ہین آخر مین یہ تمھاری لعنت تمھاری طرف رجوع کرے گی یہ بات سنتے ہی کوتوال کے آدمیون نے دونون بیچارون کو پکڑ کر طوق و زنجیر پہنا کر قید کر دیا اس کارروائی سے شیعہ دلیر ہو گئے۔ یہان تک کہ محرم کی ۱۰ تاریخ کی شب کو کسی نے کاغذون پر تبرا لکھ کر امیرون۔ مشائخون اور مسجدون کے دروازون پر چپکا دیے جب دن نکلا اس کا جابجا چرچا ہوا یہ روز تو ہر طرح امن سے گذرا محرم کی اٹھارہ تاریخ کو چار گھڑی دن چڑھے مولوی ابراہیم نے مکہ مسجد مین اسلام کا جھنڈا لا کر کھڑا کیا سید دلاور علی قاضی اور دوسرے بڑے بڑے علمائے اہل سنت یہان آکر جمع ہوے یہ خبر سنکر عام دیندار آدمی جوق جوق مسلح ہو کر ہر ہر محلے سے آئے اور مکہ مسجد مین جمع ہونے لگے اور بہت شور و غوغا پیدا ہوا یہ وحشت خیز ہنگامہ دیکھکر بہت سے شیعہ تو مکانون سے نکل کر چلے گئے اور بہت سے اپنے مکانون مین دروازے بند کر کے بیٹھ رہے۔ ظہر کی نماز کے بعد بستی صاحب دار وغۂ مکہ مسجد کو کہ مذہبًا شیعہ تھا اور اس ہنگامے مین وہان موجود تھا کسی سنی نے کچھ کہا اُس نے ترکی بترکی جواب دیا ازدحام تو تھا ہی جمعیت بڑھکر لوگون نے اسکو مار ڈالا اور سر کاٹ کر مسجد کے دروازے مین ڈالدیا۔ عصر کے وقت مرزا عباس مرثیہ خوان کا ایک غلام اہل سنت سے بحث کر کے گھر مین گھس گیا اس کے ساتھ کئی سنی بھی پہنچ گئے وہان جو چند آدمی مسلح بیٹھے ہوے تھے انھون نے تلوارین سونت کر دو سنیون کو مجروح کر دیا دونون خون آلودہ مکہ مسجد کی طرف آئے پھر کیا تھا بلوا ہو گیا مرزا کے گھر کو گھیر لیا اور آگ لگا دی بعض اہل بلوا دروازہ

توڑکرا ور دیوارین پھاند کر اندر گھسے اور تیرہ چودہ آدمی جو مردانے مکان مین موجود تھے اُن سب کو مار ڈالا بعد اس کے زنانے مکان پر حملہ کیا مرزا نسٹ بھی سر دہی پکڑ کر دو چار کو مجروح کیا اور جب سروہی ٹوٹ گئی تو چھُرے سے لڑتا رہا آخرکار پہر رات گئے مقتول ہوا سب عورتین بھاگ گئین اسباب لٹ گیا ایک لڑکا اور ایک نوجوان آدمی زخمی ہوکر بچ رہے اسی کے متصل میر رضا علی داروغۂ توشہ خانۂ نواب کے گھر پر اہل سنت نے حملہ کیا آدمی تو وہان کے اول ہی نکل گئے تھے مگر اسباب موجود تھا سب لٹ گیا انیسوین محرم کی صبح کو پھر فساد شروع ہوا کئی شیعہ مارے اور پکڑے گئے آناً فاناً مفسدہ کو ترقی ہوتی تھی کہ شمس الامرا امیر کبیر نے نواب کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ یہ قضیہ اسلام کے دو مذہبون کا ہے اور حضور مسلمانون کے رئیس ہین بہرکیف امن کی صورت نکلے تو اولے وانسب ہے نواب نے قاضی بلدہ اور جملہ علما و مشائخین حنفی المذہب کو اولاً شیخ حیدر مردھا[1] اور نواز خان کی زبانی اور ثانیاً میر امام علی خان اور راے مکھن لال اور دو منصب دارون اور علاقہ شمس الامراکے چار آدمیون کی زبانی فہمائش کرائی اور حکم دیا کہ مکہ مسجد سے لوگ چلے جائین۔ انھون نے جواب مین کہلا بھیجا کہ ہم ان شرطون کے ساتھ اُٹھ سکتے ہین (۱) جن جن روافض نے تبرا کیا ہے وہ محکمۂ قضا کے سپرد ہون تاکہ بموجب کتاب اللہ اُنکو سزا دی جائے (۲) بلدے کی کوتوالی کسی شخص اہل سنت و جماعت کے سپرد ہو (۳) اگر کبھی کوئی رافضی صحابۂ کرام کو برا کہے اور کوئی اہل سنت اُسے مار ڈالے تو خون اُس کا معاف ہو قصاص نہ لیا جائے (۴) سنیو نکے سوال و جواب شمس الامرا کے استصواب سے ہوا کرین اور وہ ہمیشہ ہمارے کفیل رہین۔

نواب نے ان شرائط کے جواب مین فرمایا کہ حسن علی خان صاحب جمعیت ہے وہ دفعۃً خدمت کوتوالی سے کیونکر موقوف ہو گا یون تو اہل سنت کل کو یہ کہینگے کہ مدار المہام بھی شیعہ ہے اُسے بھی موقوف کرو شمس الامرا مع اپنے بیٹون کے اس موقع پر حاضر تھے اقتدار الملک محمد رشید الدین خان نے عرض کیا کہ حضور مالک ہین سب کے مختار ہین جسکی نسبت چاہین اُسی وقت موقوف ہوتا ہے ہم کو حکم ہو تو ابھی کوتوال کو موقوف کروائے دیتے ہین اُس کا علیحدہ کرنا کتنی بڑی بات ہے حضور کے ارشاد کی دیر ہے بالفعل اُن لوگون کا معروضہ پذیرا ہوتا کہان دونون مذہبون کا جھگڑا طول نہ کھینچے اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے۔ نواب نے عرضی شمس الامرا کے حوالے کردی شمس الامرا نے مکہ مسجد مین اپنے دو معزز آدمی بھیجکر اہل سنت کو کہلا یا کہ تمھارے تمام مطالب کا پورا ہونا میرے ذمے ہے اس وقت علمائے اہل سنت نے مانا اور سراج الملک مدار المہام نے بھی ایک اعلان اس مضمون کا جاری کیا کہ جو لوگ علت سب صحابہ

---

[1] مردھا ایک عہدہ ہے ۱۲

مین گرفتار ہوے ہین اور آئندہ گرفتار ہون گے وہ دار القضا کے سپرد کیے جائین گے اور آئندہ اکیسوین رمضان کو حضرت علی کی ضریح اور ساتوین محرم کو پنجۂ حضرت عباس کا نکلنا وغیرہ وغیرہ مراسم کو موقوف کیا جاتا ہے اور اس باب مین شیعون سے مچلکے لیے جا دینگے کہ اگر پھر آگے کو کوئی ایسی حرکت کرے گا تو خون اُس کا ہدر ہوگا اس کارروائی سے بلوے کی صورت دفع ہوگئی اور آئندہ ایسا ہی عمل مین آیا۔ بعد اس کے شمس الامرا نے نواب سے عرض کیا کہ کوتوالی کا عہدہ کسے دیا جائے۔ محمد وزیر اس وقت سامنے موجود تھا نواب نے کہا کہ بالفعل اسی کو مقرر کر دو شمس الامرا فوراً نواب کے پاس سے اُٹھکر اپنی نشست گاہ مین آئے اور محمد وزیر کو حکم دیا کہ تم آج سے بلدے کے کوتوال مقرر کیے گئے اُس نے وہان سے اُٹھکر تمام مین امن کی منادی کرا دی فساد دفع ہوگیا شہر کے شیعون کی جان مین جان آئی شیرینیان منگا کر اپنے اپنے گھر اہل سنت کی دلجوئی کے لیے صحابہ کے ختم دلوائے اور حنفی مذہب کا اقرار کرکے دم چار یار کے نعرے لگانے لگے اور ہر ایک نے ایک ایک سبز رنگ جھنڈی صحابہ کبار کے نام سے اپنے اپنے دروازے پر نصب کی علما مکہ مسجد مین سے چلے گئے شمس الامرا بھی پرانی حویلی سے اپنے مکان کو آگئے بعد اس کے جن لوگون کا اسباب جہان جہان شناخت ہوا اُنکو دلا یا گیا اس روز سے محمد وزیر کوتوال ہوا اور طالب الدولہ معزول ہوا ۱۲ محرم ۱۲۶۶ہجری کو بلدے مین مقام قطبی کوڑہ پر شیعون اور سنیون مین سخت مذہبی لڑائی ہوئی لوگ مارے گئے کئی گھر جلائے گئے کوتوال نے مخالفون کو پکڑ کر رفع مناقشہ کیا۔

نواب کو اختیارات ریاست کے کامون پر حاصل ہونا

مدار المہامون کا عزل و نصب

وائکاونٹ ہارڈنگ گورنر جنرل کو خارج سے معلوم ہوا کہ نواب ناصر الدولہ اپنے مدار المہام سراج الملک سے راضی نہین اُس نے کرنیل لو کو اس حال کے دریافت کرنے کے لیے بھیجا اُس نے نواب صاحب سے بالمشافہ صاف صاف بیان کیا کہ ہمنے سراج الملک کو اپنی خوشی سے مدار المہام نہین کیا جرنیل فریزر رزیڈنٹ نے اصرار کرکے یہ کام اُنکو دلوایا تھا درحقیقت وہ ایسے بڑے کام کے قابل نہین ہین تم چند روز رہ کر دیکھ لو جو اُن کا طرز عمل ہے وہ ظاہر ہوجاے گا چنانچہ کرنیل مذکور نے رزیڈنسی کی کوٹھی مین قیام کیا وہ کئی مہینے رہ کر واپس چلا گیا اور چلتے وقت نواب صاحب سے کہا کہ جیسا آپ نے کہا تھا واقعی ویسا ہی پایا خاطر جمع رکھیے مین جا کر گورنر جنرل سے زبانی سب حال کہدونگا اور اُن سے ایسا خط لکھوا دونگا کہ آپ جسے چاہین مقرر کرین اور جسے

چاہیں معزول کریں چنانچہ اُس نے گورنر جنرل سے ساری کیفیت بیان کی اس بات کا گورنر جنرل کے دل پر بڑا اثر ہوا اور چودھوین ذیحجہ ۱۲۶۴؁ہجری مطابق ۱۸۴۸ء کو جرنیل فریزر رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کا خریطہ نواب کو دربار عام مین پیش کیا جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہم کو رزیڈنٹ کی تحریرات سے ایسا معلوم ہوا کہ سراج الملک ہر طرح مدار المہامی کا کام سرانجام دے سکتے ہین لیکن ریاست کے کامون کو بہتری حاصل نہین ہوسکتی کیونکہ آپ کے پاس کے آدمی اُنکے خیر طلب نہین ہین اُن کی باتین آپ تک برابر نہین پہنچ سکتین آپ اپنے خانگی کامون کے مختار ہین اُن کو معزول اور دوسرے کو منصوب کرین تو ہم مداخلت نہ کرین گے نواب نے خریطے کا مضمون سُنکر رزیڈنٹ سے کہا کہ اب ہم اس کام پر اپنے امرا مین سے دوسرے کو مقرر کرتے ہین رزیڈنٹ نے کہا بہتر ہے مگر گورنر جنرل ناخوش ہونگے اُس وقت نواب بولے کہ جب وہ اُنکے بدلنے سے ناخوش ہون گے تو غفران مآب (آصف جاہ ثانی) کی جگہ سراج الملک قائم ہونگے ہم کلکتے کا ارادہ کر دین گے یہ بات سنکر رزیڈنٹ خاموش ہوگیا نواب نے اُسی وقت سراج الملک کو مدار المہامی کے کام سے موقوف کیا رزیڈنٹ نواب سے رخصت ہو کر اپنی کوٹھی کو چلا گیا آج کل نواب سرورنگر مین تھے اور سراج الملک بھی وہین تھے جو اپنے خیمون مین آگئے ۱۵ ذیحجہ کو نواب نے سراج الملک کو حکم دیا کہ تم شہر مین چلے جاؤ اور مدار المہامی کے عملے کو کہلا بھیجا کہ کوئی اُن کے ساتھ نہ جائے سراج الملک صرف اپنے نوکرون کے ساتھ مکان مین آگئے۔ چند روز کے بعد نواب خود بھی شہر مین چلے آئے اور ۱۲۶۵؁ہجری کے عشرے کے ایام اطمینان سے گذرے بعد اسکے نواب نے غلام حیدر خان وغیرہ اپنے چار درباریون سے کہا کہ سیف جنگ ابن امجد الملک محمد امجد خان کو یہ عہدۂ جلیلہ دیا جائے کہ گورنر جنرل کی منشا کے موافق یہ بھی خاندانی امیر ہین اُن امرا نے کہا کہ بہتر ہے وہ مدار المہام ہوجائین اور ہم چارون اہالیان دولت ہر کام مین معاونت کرین گے یہ مشورہ قرار پا کر اُنکو یہ منصب جلیلہ عطا کرکے نواب صاحب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ سیف جنگ اس عہدے پر مقرر کیے گئے ہین سترہ دن کے بعد وہان سے جواب آیا کہ ہمکو اخبار سے معلوم ہوا کہ سیف جنگ سے اپنے گھر کا انتظام نہین ہوسکتا پس ریاست کا کام تو بڑا ہے یہان کا نظم و نسق اُن سے کیسے درست ہوگا نواب صاحب نے گورنر جنرل کا یہ جواب سُنکر اقتدار الملک رشید الدین خان ابن شمس الامرا کو بلا کر کہا کہ ہم تمہارے والد کو مدار المہامی کا کام دیتے ہین تم اُنھین رضامند کرو۔ شمس الامرا نے کئی شرطون کے معروضے پیش کیے نواب نے سب کو قبول کرکے فرمایا ہم تم سے اُسی طرح کام لینگے جس طرح غفران مآب (میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی) اور مغفرت منزل (نواب سکندر جاہ آصف جاہ ثالث) مشیر الملک ارسطو جاہ اور میر عالم سے

خدمت لیتے تھے شمس الامرا راضی ہوگئے اور نواب ناصر الدولہ نے اپنا مدارالمہام انکو بنادیا اور امیر کبیر خطاب اور ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ ہجری کو بڑے تکلف سے چھے پارچے کا خلعت بخشا اور رسالہ اور پایۂ گاہ قدیم اور علم و نقارہ مع کل مناصب سابق وحال امارت و وزارت سے سرفراز کیا۔ شمس الامرا نے مدارالمہام ہوتے ہی ایک اہم رازداری کا پتا لگایا جسکی حقیقت یہ ہے کہ بعض جعل سازون نے دہرین مدارالمہامون اور پیشکارون کی بنا رکھی تھین اور ایک مدت اپنی مرضی کے موافق کام چلا رہے تھے اور ابتک کسی کو اس کا حال معلوم نہوا تھا شمس الامرا نے اُنکو گرفتار کرلیا اور سپاہ انگریزی کی تنخواہ ماہ بماہ تین لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ پہنچانے کا انتظام کیا اور ادائے زر قرضہ کی بھی تدبیر شایستہ کی بلکہ پانچ لاکھ روپے اپنے پاس سے دیدیے اور بہت سے گانون جو بے سند واسناد بعض آدمیون نے قبض و تصرف مین کرلیے تھے تحقیق کرکے دوسو کے قریب گانون دو لاکھ سالانہ کی آمدنی کے ایسے لوگون کے نیچے سے چھڑائے اور اس کی تحقیقات کا سلسلہ جاری کیا ابھی پورا پورا حال اُن کا معلوم نہوا تھا کہ دوسرا کام یہ شروع کیا کہ جاگیر دارون کی جاگیرین جو قرضونمین پھنسی ہوئی تھین اُنکو یہ کہا گیا کہ یہ ملک سرکار نظام کا ہے نہ جاگیر دارون کا چنانچہ اس طرح کی تین لاکھ روپے محاصل کی جاگیرین ضبطی مین آئین اور روہیلے پٹھان جو علاقونمین رہزنی اور لوٹ مار کرتے تھے اُن کی بیخ کنی کے لیے کنٹنجنٹ کی سپاہ بھیجی پٹھانون نے مقابلہ کیا بہت سے مجروح و مقتول ہوے دو افسر ریاست کے بھی مارے گئے آخر الامر چار سو آدمی گرفتار ہوکر قلعہ دھارور مین قید کیے گئے۔ نواح گلبرگہ مین بھی اس قوم کی ایک جماعت گرفتار ہوئی بعد اس کے اس قوم کو ممالک محروسہ سے خارج کرنے کے لیے بتیس ہزار روپے محمد وزیر کوتوال کے حوالے کیے گئے کہ سب کو اُن کے جمعدار طرہ باز خان کے استصواب سے جمع کرکے بعد فیصلہ تنخواہ و قرض کے سرحد ممالک محروسہ آصفیہ سے نکالدے چنانچہ اس تقریب مین تین سو پٹھان کنٹنجنٹ کے مقام پر جمع ہوے تھے۔ اسی طرح شمس الامرا نے دو ماہ کی تنخواہ مردمان رسالہ اور مردمان شاگرد پیشہ اور دوسرے لوگون کو دلوائی۔ غلام حسن خان جاگیر دار ایلچ پور نے شمس الامرا کو سترہ لاکھ روپے اس طرح دینا کرکے کہ سوا تین لاکھ نقد دیگا اور باقی قسط وار ادا کریگا سند مستقلی جاگیر کی حاصل کی

شمس الامرا کی عہدۂ مدارالمہامی سے معزولی

شمس الامرا بڑی بیدار مغزی سے کام کر رہے تھے کہ سراج الملک سے برہان الدین خان داروغۂ شاگرد پیشۂ نواب اور دوسرے نواب کے اہل خدمات ہزارہا روپے لیکر چاہتے تھے

کہ شمس الامرا عہدۂ مدار المہامی سے معزول ہوکر پھر یہ منصب سراج الملک کے ہاتھ آئے
اس لیے وقتاً فوقتاً نواب کے کان شمس الامرا کی طرف سے بھرنے شروع کیے اور اُنکی طرف
سے نواب کے دل مین طرح طرح کے شکوک اور وسوسے ڈالکر نواب کی خاطر کو اُنکی جانب سے
مکدر کرنے لگے نواب نے دو مہینے تک اُن کی باتون پر التفات نہ کیا مگر کب تک ایسا ہوتا
شمس الامرا نے بھی لوگون کو تنگ پکڑا اہل دفاتر۔ تعلقہ دارون اور جمعدارون وغیرہ سے حساب
لینا اور خائنون کو سزائین دینا چاہتے تھے یہ لوگ بھی نواب کے اہل خدمات کو رشوتین دیکر
اُنکی شکایتین کراتے تھے شمس الامرا کو بھی دم دم کی خبر پہنچتی تھی گھبرا اُٹھے اور اُنکو اپنی بدنامی
کا اندیشہ ہوا دو عملی ہوکر کام بگڑنے لگا۔ ایک دن مغویون نے نواب سے یہ بات کہی کہ
شمس الامرا مالدار ہین اور ریاست مین خسارہ ہے اُنکو حضور نے بڑا مرتبہ بخشا ہے اُن سے نذرانہ
لیکر رفع خسارہ کیا جائے نواب کی سمجھ مین بھی یہ بات آگئی شمس الامرا کے بیٹے اقتدار الملک
محمد رشید الدین خان کو بلاکر تیس لاکھ روپے طلب کیے اور ان کی زبانی شمس الامرا کو کہلا بھیجا کہ
ہمنے اپنا تمام ملک تمھارے حوالے کیا ہے ہم نے تمکو سب طرح کا اختیار دیا ہے ریاست مین نقصان
ہے بالفعل اس قدر روپیہ داخل سرکار کرو آئندہ اگر تم چاہوگے تو بہت کچھ وصول ہو جائیگا
شمس الامرا کے بیٹے نے جب یہ بات اپنے باپ سے کہی تو جواب دیا کہ جان و مال ہمارا سب
سرکار کا ہے جو کام نواب نے میرے سپرد کیا ہے اُس کے جلد جو اتنا روپیہ مانگا ہے یہ کونسا
طریقہ ہے کام کرانا اور روپیہ لینا یہ شیوہ راست بازون کا نہین ہے مین نے جو ریاست کا
کام اپنے ہاتھ مین لیا ہے تو نواب کے حکم کی تعمیل اور رفاہیت خلق اللہ کے لیے ایسا کیا ہے
نہ اپنے ذاتی نفع و نقصان کی وجہ سے یہ کام کرنے لگا ہون اس سے تو ترک خدمت اولے ہے
پھر شمس الامرا نے خود نواب کے پاس حاضر ہوکر گذارش کیا کہ مین حضور کے اور نوکرونکی طرح
ظاہر کچھ اور باطن کچھ نہین رکھتا اور نہ بوجہ کبر سنی کے یہ کار جلیل القدر کرنے کا متحمل ہو سکتا ہون
اس لیے حضور اور کسی کو یہ کام دیدین تاکہ کام مین مبادا ابتری پیدا ہوکر میری بدنامی کا باعث
ہو نواب نے اس دن بظاہر اُن کی تشفی کی لیکن باطن مین آزردہ ہوگئے اور دل مین یہ خیال
کیا کہ ہم نے اُنکو کل کاروبار ریاست کا مختار کر دیا اور تیس لاکھ روپے ہم سے دریغ کرتے ہین ایکدن
شمس الامرا کے بیٹے نے اپنے باپ کے روبرو نواب سے ریاست کی اصلاح کے باب مین
حسن و قبح کی باتین صاف صاف بیان کین نواب سنکر تھوڑے سے کشیدہ خاطر ہوے اہلکارون
نے جو قابو پایا فرصت وقت کو غنیمت جانا شہر کے ساہوکارون کو کہ سابق سے آمادہ کر رکھا
تھا طلب کرکے ایسا سکھلایا کہ تم نواب صاحب سے اتنا کہدو کہ ہم سات لاکھ روپے سے

کارپردازان سرکار کی ماہ بماہ مدد کرتے رہینگے۔جب نواب تمھاری طرف سے یہ وعدہ سنینگے تو سب کام ہمارے ہاتھ مین دیدینگے پھر ہم تمھارے جو جو مطالب ہین ادا کر دینگے۔چنانچہ انھون نے ایسا ہی عرض کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب غرض تمام امورات مالی وملکی پر حاوی ہوگئے شمس الامرا کو مدارالمہامی کا کام کرتے ہوے صرف پانچ ماہ اور کئی دن ہوے تھے کہ دسوین رمضان ۱۲۶۵ھ ہجری کو عزل نصیب ہوا

راجہ رام بخش کی دوبارہ منصوبی اور ملک کی تباہی

شمس الامرا کی معزولی کے بعد نواب نے راجہ رام بخش کو بلاکر ۲۵ شوال روز پنجشنبہ ۱۲۶۵ھ ہجری کو پیشکاری کا کام مجدداً اُس کے تفویض کیا۔ درحقیقت مدارالمہامی بھی اُس کے ہاتھ مین آگئی ریاست کی آمدنی مین خرچ سے ایک تہائی کی کمی تھی مگر راجہ رام بخش نے کام اپنے ہاتھ مین لیتے ہی جود وعطا کا دروازہ کھولدیا بڑی بڑی تنخواہون سے اوپر نئے نوکر رکھے اور پرانے نوکرون کو جا وبے جا بڑی بڑی ترقیان دین۔چھ ہزار آدمی اٹھارہ لاکھ روپے کے نئے نوکر ہوے۔ ریاست کو نقصان پہنچانے کے متعلق اُس کی ایک حکایت سن رکھنے کے قابل ہے کہ شیر افگن جنگ تعلقہ دار حساب فہمی کے عوض نو لاکھ روپے شمس الامرا کو دینے پر راضی تھا راجہ رام بخش نے اُس سے پچیس ہزار روپے لیکر فیصلہ کردیا عربون سے بہت سا روپیہ لیکر تعلقے اُن کے قبضے مین دیدیے اور عاملون سے دو سال کا روپیہ پیشگی لے کر اپنے تصرف مین لایا اُس کے سوا چوانی فی روپیہ جاگیردارون سے بھی حاصل کی۔

راجہ مذکور سے تعلق رکھنے والے کچھ آدمیون کو اُس کی وجہ سے نفع حاصل ہوا مگر عام طور پر شہر حیدرآباد مین مصیبت پھیل گئی اور اکثر جگہ فساد ہو کر کشت وخون ہونے لگے ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ ہجری کو میر ببر علی جمعدار کے سترہ آدمی مارے گئے ندی پار ایک گوشائین رہتا تھا اُس کے دو چیلے تھے گوشائین مرگیا تو دونون آپس مین ترکے پر جھگڑا کرنے لگے ایک نے کئی پٹھان نوکر رکھ لیے مگر اُس سے اُن کی تنخواہ کا انتظام نہو سکا اور کئی ماہ چڑھ گئے تو روہیلون نے تقاضا شروع کیا اُس نے جواب دیا کہ دوسرے چیلے کو دباکر اُس سے وصول کرو وہ دوسرا چیلا راجہ رام بخش کی پناہ مین چلا گیا تو روہیلون نے اسکو تنگ پکڑا یہ بھی جان بچانے کو وہین پناہ گزین ہوا روہیلون نے جب یہ صورت دیکھی تو انھون نے ایک ساہوکار کو ناحق پکڑ لیا۔ راجہ نے جب اُن سے اس حرکت کی بازپرس کی تو انھون نے جواب دیا کہ ہماری تنخواہ چیلے پر چاہیے اور وہ تمھارے پاس پناہ مین ہے تم اُسے ہمارے حوالے کردو تو ہم ساہوکار کو چھوڑ دینگے

راجہ رام بخش سنے دونون چیلے پٹھانون کے حوالے کردیے یہ کیفیت کسی نے نواب سے بیان کی
اُنھون نے راجہ سے فرمایا کہ تمنے یہ کیا کیا اور گوشائیون کو کیون روہیلون کے ہاتھ مین دیا اب
بہتر یہ ہے کہ انھین چھڑالو راجہ نے روہیلون کے پاس اپنے چوبدار بھیجے وہ لوگ اپنا حق ثابت
کرنے لگے اور تنخواہ کے روپے چاہتے تھے جمعیت سرکوبی کو روانہ ہوئی روہیلے دونون گوشائیون کو
پکڑے ہوے اُنکے مٹھ مین جاکر متحصن ہوے محمد وزیر کوتوال اور مدبر جنگ عبداللہ بن علی
جمعدار کرنالین لے کر اُنپر چڑھے اور محاصرہ کیا ۲۴ رجب کو گولہ باری ہوئی چند گولے بلدے مین
بھی آکر گرے روہیلون نے بھی دو دن تک مقابلہ کیا چند آدمی طرفین کے مقتول و مجروح ہوے
آخر کار روہیلے مغلوب ہوے چیلے اُن سے چھڑالیے گئے اور ۵۷ آدمی پکڑے گئے۔

اسی سال ایلچپور مین دو تین بار غلام حسن خان جاگیر دار اور ریاست کی سپاہ سے ناحق
لڑائی ہوئی اس مین طرفین کے ہزارون آدمی مارے گئے۔ آخر شوال ۱۲۶۶ ہجری تک
کنٹنجنٹ کا ستر لاکھ روپیہ چڑھگیا۔ خوشامدی اور راجہ رام بخش کے متوسل خوشحال تھے
بقول شخصے جسکی لاٹھی اُس کی بھینس اس طرح راجہ رام بخش کا عہد حکومت تھا اور نواب صاحب
دخل دیتے نہ تھے ماہ رمضان ۱۲۶۶ ہجری مین شمس الامرا امیر کبیر سے تین لاکھ روپے کا
علاقہ مانگا اُنھون نے فوراً تعمیل کی اور اپنی سپاہ ہمراہی کو اس مناسبت سے گھٹا دیا چارون
طرف فسادات کے دروازے کھل گئے اب نواب کو ثابت ہوا کہ ناحق ارباب غرض و
خود مطلب نے اپنے نفع کے واسطے ہمین امیر کبیر سے بدمزہ کر رکھا ہے۔ ۲۹ شوال ۱۲۶۶ ہجری کو پانچ
چوبدارون کو بھجوا کر پاس بلایا جو دسوین تاریخ ماہ رمضان ۱۲۶۵ ہجری سے عہدۂ
مدارالمہامی سے کنارہ کش ہوکر خانہ نشین تھے وہ نواب کے پاس پہنچے تو نواب نے بہت سی
باتین تالیف قلوب کی کین اور چلتے وقت جواہر کا ہار اٹھارہ ہزار روپے کا عنایت کیا
دوسرے دن امیر کبیر نے تیس ہزار روپے ہاتھیون پر بار کر اکے نذر قبول کرنے کے شکریے
مین نواب کے پاس بھیجے۔

چوتھی تاریخ ذیحجہ ۱۲۶۶ ہجری کو دربار ہوا اس موقع پر جرنیل فریزر رزیڈنٹ نے پہنچکر
ریاست کی بدانتظامی کے معاملات مین نواب سے ایسی باتین کین کہ اُس کے رخصت ہوتے
ہی نواب نے راجہ رام بخش کو عہدۂ پیشکاری سے موقوف کر دیا اور راجہ کے چار شخص مقرب
اور مصاحب گرفتار مواخذہ ہوے اور اُن کا تمام مال و اسباب ریاست مین ضبط ہوا۔
۵ صفر ۱۲۶۷ ہجری کو راجہ رام بخش کے مکان پر بھی ریاست نے قبضہ کرلیا اور وہ تنہا
چندولال کے مکان پر جاکر رہنے لگا۔

اسی سال کے اول مین چیناپٹن کا کمانڈر انچیف ریاست حیدرآباد مین آیا، ۲ محرم ۱۲۶۶ہجری کو عمدۃ الملک محمد رفیع الدین خان اور اقتدار الملک محمد رشید الدین خان ابنائے شمس الامرا نے شہر سے باہر نکلکر استقبال کیا اور وہ کوٹھی رزیڈنٹی مین اُترا بعد اسکے نواب کی طرف سے بڑی بھاری ضیافت ہوئی آتش بازی چھوٹی بعض امرا نے بھی ضیافتین کین اور دور دور شیرون کا شہر کے آس پاس شکار کرکے اور کل اُس سپاہ کی جسکو انگریزون نے درست کیا تھا قواعد ملاحظہ کرکے ۲۷ صفر کو رخصت ہوا۔

مدار المہامی و پیشکاری

اب تک مدار المہامی کا عہدہ کسی کے نام پر مقرر نہین ہوا تھا نواب نے چاہا کہ ظفر الدولہ یا آصف جنگ یا مرزا محمد حسین خان یا علی یاور الدولہ کو اُس کام پر مقرر کرین سب سے بعد گنیش راو نبیرۂ پرتاب ونت کو جس نے نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے عہد مین مدار المہامی کی تھی تجویز کرکے اس گوشہ نشین کو گھر سے بلاکر پیشکار کردیا اور ایک سرپیچ زمردی اور سو اشرفیان اور ایک ہزار روپے عنایت کیے اور سو جوان پلٹن کے اور بیس چوبدار بیس خدمتگار دس منصب دار چار ہاتھی اور بہت سا شاگرد پیشہ ساتھ دیکر روانہ کیا اور رہنے کو امین الملک کی حویلی دی مدار المہامی بدستور معطل رہی آخر شعبان ۱۲۶۶ہجری مین ایک تحریر گورنر جنرل کی نواب کے پاس آئی اس مین سخت تقاضا زر قرض سرکار کمپنی کا تھا سراج الملک میر عالم علی نے تمام معاملات اپنے ذمے لیے اور پھر مدار المہام ہوے۔

۲۵ محرم ۱۲۶۶ہجری کو گوبند بخش برادر راجہ رام بخش قلعہ گولکنڈہ مین پہنچادیا گیا ۱۴ صفر ۱۲۶۵ کو خدمت موروثی کوتوالی کی حسن علی خان طالب الدولہ کے دوبارہ سپرد ہوئی اور ۲۴ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۶ہجری کو اُس کے مرجانے کے بعد اُس کا متبنّیٰ بیٹا جس کی عمر اس وقت ۱۱ سال کی تھی باپ کا جانشین ہوا اور محمد سعید نام حبشی خواجہ سرا جو سابق سے حسن علی خان کا نائب تھا کام کرنے لگا۔

تقاضے تنخواہ کی بابت فساد ہوکر عربون اور پٹھانون مین کشت و خون ہونا۔ مدار المہام کا بھی زخمی ہوجانا

۲۴ ربیع الثانی ۱۲۶۶ہجری کو تفریح طبع اور سبزہ زار کی سیاحت کے واسطے نواب صاحب

بیدر نگر کو گئے پانچوین جمادی الاولے کو مراجعت کی سراج الملک سیدا باغ مین اُترے ہوے تھے جیسے ہی اُنکو نواب صاحب کے سوار ہونے کی خبر پہنچی اُنھون نے بھی شہر کو روانگی کا ارادہ کیا مہدوی پٹھان باغ کے دروازے پر طلب تنخواہ کے لیے بیٹھے ہوے تھے وہ سراج الملک کو روانگی سے مانع آئے سراج الملک نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا اور خود سوار ہونے مین تامل کیا مگر ہمراہیون نے کہا کہ ضرور سوار ہوجیے جون ہی اُنھون نے پالکی مین سوار ہونے کا ارادہ کیا سب پٹھان تیار ہوکر باغ کے میدان مین آکر کھڑے ہوگئے جو لوگ پٹھانون کو سمجھانے کے لیے مقرر ہوے تھے جیسے دلاور جنگ محمد خان رسالہ دار وغیرہ اُن سے اور مہدوی پٹھانون سے تکرار بڑھی اور ہتیار چلا عربون نے اُنپر بندوقین مارنی شروع کین لیکن اُنھون نے بھی تلوارین سونت کر ایسا حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے دشمنون کو ہٹا دیا جو سامنے آیا مار لیا اور سراج الملک جو پالکی مین بیٹھ گئے تھے اُن کی پالکی کے پاس پٹھان پہنچگئے ایک نے اُن مین سے سراج الملک کے تنچہ مارا رخسار پر ایک چھرا لگا کہارون نے پالکی کو پھیر دیا اور پھر باغ مین لے گئے اور دروازہ بند کر لیا پٹھانون نے عربون نے اتنی لڑائی کی کہ کل پٹھان مارے گئے دو گھڑی کے بعد جب امنیت ہوئی سراج الملک گھر پر آے کان کی لَو کے پاس سے شگاف ہوکر چھرا نکلا لگیا وزن مین ڈیڑھ ماشہ بھر تھا انیس پٹھان مارے گئے اور چار زخمی ہوے اور چالیس عرب کام آے اور تیس زخمی ہوسے ساتوین جمادی الاولے ۱۲۶۶ھ ہجری کو افغان عہدہ دار پھر سراج الملک کے دروازے پر جمع ہوے اور فساد کیا۔

شمس الامراسے پندرہ لاکھ روپے کی طلبی اور فساد عظیم کا ہوتے ہوتے رہ جانا

سراج الملک کے سکھلانے سے نواب صاحب پندرہ لاکھ روپے شمس الامراسے طلب کرنے لگے پیاپے حکم بھیجتے تھے شمس الامرانے جواب دیا کہ جو ملک میرے پاس سپاہ کی تنخواہ کے عوض مین ہے اگر اس مین سے منظور ہے تو حساب دیکھ لیا جائے اول دفتر مال کے افسر لالہ بہادر اور دوسرے محاسیون نے شمس الامرا کے یہان جاکر حساب دیکھا تو کوئی اُس مین گنجائش نہ ملی اور سمجھے کہ اس حیلے سے کام نہین نکلے گا کہنے لگے کہ حساب بے کار ہے ریاست مین خسارہ ہے اس قدر روپیہ دینا چاہیئے اس کے جواب مین شمس الامرانے کہلایا کہ اگر خسارۂ ریاست کی وجہ سے مجھ سے روپیہ لیا جاتا ہے تو اول دوسرے جاگیر دارون اور امراسے مانگا جائے مین بھی اپنے رتبے اور معاش کے موافق حاضر ہون اور دو لاکھ روپے دینے کو راضی ہوے سراج الملک نے جواب دیا کہ نواب صاحب جو مالک ہین مانگتے ہین اگر نہ دوگے تو فوج بھیجکر تمام ملک ضبط کرونگا

کئی تعلقہ دار اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے تیار ہوے۔ شمس الامرا نے فساد کا نقشہ دیکھ کر نواب کی خدمت مین اطلاع دی کہ مدار المہام کا ارادہ اور ہے حضور خداوند نعمت ہین مجھے حضور کے فرمان سے گریز نہین ایک آدمی سرکار کا بس کرتا ہے جو حکم لائے گا جان و مال سے اطاعت کرونگا کسی قسم کا عذر نہ ہوگا البتہ کارپردازون کا ہر طرح مقابلہ کرونگا اُن سے طرح دون یہ ہو نہین سکتا اور عربون اور روہیلون کی بھرتی شروع کی جب نواب صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو سمجھے کہ مدار المہام ایک طرف ہے اور امیر کبیر دوسری طرف ہے اس مین فساد عظیم کے برپا ہونے کا اندیشہ ہے سوچ سمجھکر شمس الامرا کو کہلا بھیجا کہ ہمنے فقط سراج الملک کے کہنے سے تم سے اس قدر روپیہ یکمشت مانگا تھا اگر ایک دفعہ مین اتنے روپے کے ادا کرنے کی گنجائش نہین تو بتدریج ادا کر دوگے تب بھی مضائقہ نہین ہمارا حکم بھی نافذ ہوگا اور تم پر بھی بار نہ گذریگا پس شمس الامرا نے دو لاکھ روپے فوراً بھیجدیے اور مابقی کے واسطے دو لاکھ روپے سال داخل کرنے کا اقرارنامہ لکھدیا اور شمس الامرا نے اس قدر خرچ کے موافق اپنی سپاہ ہمراہی کو کم کردیا تاکہ مداخل و مخارج برابر رہے اور جو آدمی نئے بھرتی کیے تھے وہ بھی موقوف کردیے۔

سخت شورشین اور ہولناک فسادات

سکھون نے ایکبار اپنی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بڑی شورش کی چار پانچ ہزار روپے رونق علی خان کی جاگیر سے آتے ہوے بلدۂ حیدرآباد کے قریب راستے مین چھین لیے اُن کی تنبیہ کے لیے شمس الامرا کی جمعیت بھیجی گئی۔

(۲) آخر ماہ شوال ۱۲۶۶ھ ہجری مین دو شخصون نے لباس بدلکر علاقۂ راے رایان راجہ سراج کے دفتردار سوناجی (یا سوباجی) پنڈت کو دغا سے پکڑ لیا اور ایک تنگ و تاریک کوٹھری مین اُسکو بٹھا کر کٹار نکالکر اُس کے پاس بیٹھ گئے اور کئی مطالب کی درخواست پیش کی نواب صاحب و سراج الملک اور جملہ ارکان دولت اور ذی عزت جماعہ دارون کو اسکی مخلصی کی فکر ہوئی ممتاز لوگون نے جاکر سمجھایا سراج الملک کی طرف سے بھی اُنکو اطمینان دلایا ... روز تک اس کا چرچا رہا اُنھون نے کسی طرح نہ مانا اور سفاکی سے اپنی چار دیواری ... دلیر ہوکر برا کہتے اور اراکین ریاست کی بے وفائیان بیان کرتے تھے اور اپنے مقدمے ... تصفیے اور اپنی جان بخشی اور پنڈت کی رہائی کے بارے مین رزیڈنٹ سے اطمینان چاہتے تھے آخرکار نواب کے حکم سے دلاور نواز جنگ محمد خان رسالہ دار نے ایسی شایستہ تدبیر کی کہ سوناجی پنڈت اُن کے پنجے سے رہا ہوا اور وہ دونون مارے گئے اُن کی لاشین ایک درخت سے لٹکادی

گئین تاکہ دوسرون کو عبرت ہو۔

(۳) ماہ ذیحجہ مین تمام پٹھان اور اُنکے جمعدار وغیرہ نواب کے در دولت پر تنخواہ کے لیے جمع ہوے اور فساد کرنے لگے۔

(۴) اسی زمانے مین سکھون نے کاروان کے ساہوکارون کو راستے مین پکڑ لیا اور رانندگیری مین جہان اُنکی چھاونی تھی لیجاکر بٹھا دیا اور اس مضمون کا اشتہار دیا کہ جب تک ہماری تنخواہ کا فیصلہ نہوگا ہم اُنھین نچھوڑینگے۔ جو پٹھان اور جمعدار اپنی تنخواہون کے لیے برسر فساد تھے اُن سے نواب نے کہا کہ جاو سکھون سے مہاجنون کو چھڑا لاؤ ہم تمھاری تنخواہ دلواتے ہین یہ سنتے ہی تمام جماعہ دار پٹھان نہان جا اُترے سکھ بھی ہزارون کی تعداد مین تھے اُنکو کچھ خاطر مین نہ لائے پھر عرب لوگ پٹھانون کی کمک کے لیے روانہ ہوے شمس الامرا کی پلٹنون کے آدمی بھی گئے چونکہ ریاست کی جمعیت نشیب مین درمیان تالاب میر عالم اور موسے ندی کے اُتری ہوئی تھی اور سکھ ٹیلون اور پہاڑیون کی بلندی پر تھے پھاوڑے اور کدال لیکر مینڈھے (بند) پر جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ ہم اُسکو توڑے ڈالتے ہین اور سبکو غرق آب کیے دیتے ہین بہت کچھ حجت کے بعد مدبر جنگ عبداللہ بن علی اور شمشیر الدولہ جان باز جنگ عمر بن اعوض وغیرہ جماعہ داران عرب نے سکھون کے جمعدارون کو بلا کر منالیا اور چھیانوے ہزار روپے دیکر ساہوکارون کو چھڑا لیا پس خوشی مین توپین سرکین اور بندوقین چھوڑتے ہوے چلے آئے اور تمام جمعیت برخاست ہوگئی۔

(۵) غیر لوگون اور سکھون اور پٹھان ملازمون پر کیا منحصر ہے خود نواب کے عزیز و قریب تنخواہون سے محروم تھے چنانچہ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ ہجری مین جملہ صاحبزادے اپنی تنخواہونکے نہ ملنے کی وجہ سے نواب کے خلوت خانے مین آ بیٹھے لیکن کچھ بند و بست نہ ہوا۔

سپاہ کنٹنجنٹ کا فوج معاون مین تبدیل ہو جانا اور اس سپاہ کے لیے انگریزون کا بجاے زر نقد کے نواب سے برار کے علاقے مانگ لینا

۲۵ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ ہجری کو جنرل فریزر عہدۂ رزیڈنٹی سے استعفا دیکر روانہ لندن ہوا اور ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور مین کرنیل لو اُس کی جگہ مقرر ہوکر آگیا اس کے داخلے کے بعد کئی بار دربار ہوے اور سپاہ کنٹنجنٹ کی تنخواہ کی بابت ہر دربار مین گفتگو آتی تھی۔ کنٹنجنٹ کی فوج از روے عہدنامہ ۱۸۰۰ء کے مقرر ہوئی تھی جسکی رو سے نواب نظام علی آصف جاہ ثانی نے اقرار کیا تھا کہ وہ چھ ہزار پیادے اور نو ہزار سوار انگریزی فوج مین جنگ و جدل کے وقت شریک کرنے کو

دیا کرینگے اور یہ فوج نظام کے ملکی انتظام کے لیے جنگ و صلح مین آراستہ اور آمادہ خدمت گذاری رہا کرتی تھی اسکے سوا نظام کی دوسری فوج کے ایک جز مین بھی انگریز افسر متعین تھے اور اس مین کئی مرتبہ عزل و نصب صاحبان رزیڈنٹ کی استدعا پر کیے گئے تھے خصوصاً مسٹر ہنری رسل کے زمانے مین ایسا ہوا اور اُس کی ترتیب حسب قانون جنگی ہوتی رہی تاہم کنٹنجنٹ کی سپاہ نظام کی فوج کا ایک جز تھی رزیڈنٹ نے نظام سے تحریک کی کہ فوج کو موقوف کرکے اُسکی عوض بارہ لاکھ روپے دینا منظور کرین لیکن نظام نے اپنی اس فوج کے گھمنڈ پر منظور نہین کیا جب برٹش گورنمنٹ نے نظام کی یہ حالت دیکھی تو رزیڈنٹ سے کہدیا کہ نظام سے اس بارے مین کچھ نہ کہا جائے بلکہ اخراجات مین بعض اصلاحات داخل کرکے تخفیف کردی جائے یہ کنٹنجنٹ اس حال مین ۱۸۵۰ء تک قائم رہی اور پھر اُس کے بعد اس مین ۸۴ یورپین افسر ۹۳۹۷ دیسی لوگ مختلف مراتب کے مرتب کیے گئے اور بولارم ۔ لنگسوگر ۔ ہینگولی ۔ مومن آباد ۔ ایلچپور ۔ جالنا ۔ اور ملاپور مین کنٹونمنٹ مقرر ہوے کسی مدارالمہام یعنی سراج الملک اور شمس الامرا نے کبھی خیال ادائے زر قرضہ کا نہ کیا کیونکہ ریاست کی آمدنی کی حالت بالکل خراب تھی نہ فوج کی تنخواہ بے باق کرسکتی تھی اور نہ کمپنی کے قرضے کی اقساط دے سکتی تھی اس لیے نواب ناصرالدولہ سے درخواست ادائے قرضہ کی گئی مگر کوئی تدبیر اُس کی عمل مین نہ آئی ۔ ۱۸۵۱ء مین لارڈ ڈلہوزی نے نواب ناصرالدولہ کو لکھا کہ قرض کی ادائگی اور فوج کے ماہ بماہ اخراجات کے لیے یہ ضروری ہے کہ ریاست دکن کا ایک حصہ برٹش گورنمنٹ کی تحویل مین دیا جائے یہ پیام فرمان روا سے وقت ناصرالدولہ کے لیے بہت تشویش ناک تھا اسپر چالیس لاکھ روپے فی الفور ادا ہوے اور یہ قرار ہوا کہ بابت باقی کے مالگذاری چند علاقون کی مکفول کی جائے گی لہذا درخواست مسترد ہوئی مگر کوئی امر بہتری کا ظہور مین نہ آیا بعض کہتے ہین کہ باقی رقم کی ادائگی کے لیے ڈھائی ماہ کا وعدہ کیا گیا ادھر تو یہ انتظام ہوا اور اُدھر اخراجات کی رفتار تیز ہوتی جاتی تھی قرضہ بڑھنے لگا اور تنخواہ بقایا مین پڑنے لگی ۱۸۵۲ء کے موسم گرما مین چھہ ماہ کی تنخواہین چڑھ گئین اور روپیہ ۲۴ فی صدی سود پر ملنا مشکل ہوگیا اس لیے گورنر جنرل نے پھر وہی تجویز پیش کی اس خصوص مین لارڈ ڈلہوزی کے تمہیدی الفاظ سننے سے تعلق رکھتے ہین کہتے ہین ۔

ایک ایماندار شخص ہونے کی حیثیت سے مین خیال کرتا ہون کہ کنٹنجنٹ کا وجود کسی عہدنامے کی رو سے درست نہین ہے ۱۸۰۰ء کے عہدنامے کی رو سے ہم صرف زمانۂ جنگ مین چھہ ہزار پیدل اور نو ہزار سوارون کی امداد کے مستحق ہین لیکن اس کے برخلاف صلح اور جنگ دونون زمانون مین پانچہزار پیدل اور دو ہزار

سوار اور چوبیس توپین ہمیشہ رکھی گئی ہین ہمارا حق ہز ہائنس کی فوجون سے کبھی کبھی کام لینے کا ہے مگر عملاً ہمنے انھین بالکل اپنی فوج کی طرح رکھا فی الواقع کنٹنجنٹ کے اخراجات غیر معمولی اور غیر ضروری طور پر بھاری رہے ہین لیکن بہ حیثیت ہندوستان کے گورنر جنرل کے میرے امکان سے باہر ہے کہ یہ قرضہ آپ پر معاف کردون وغیرہ وغیرہ۔

غرضکہ اس پر لطف تمہید کے ساتھ ایک نئے معاہدے کی صورت تبلائی گئی جسکی رو سے ریاست کا ایک حصہ انگریزون کے قبضے مین دیدیا جائے ۱۸۵۳ء مین گورنمنٹ ہندنے سپاہ کنٹنجنٹ کے اخراجات نیز اپنے قرضے کے لیے مطالبہ کیا اور کہا کہ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نواب ناصرالدولہ برار کا علاقہ گورنمنٹ ہند کے حوالے کردین تو نواب صاحب نے ایسا کرنے سے قطعی انکار کردیا یہانتک کہ حیدرآباد کے نائب رزیڈنٹ میجر ڈیوڈسن نے حیدرآباد کے مدارالمہام کو ایک چٹھی لکھی کہ جس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ مین یقین کرتا ہون کہ آج رزیڈنٹ آپ کو یہ بتانے کے لیے آپ سے ملنا چاہتا ہے کہ اس کا تبادلۂ خیالات نظام کے ساتھ قطعی بند ہوچکا ہے اور وہ آج کی ڈاک سے گورنر جنرل کو یہ تحریر کرنے والا ہے کہ حیدرآباد کے خلاف فوجی نقل وحرکت کی اجازت دی جائے نیز مجھے اپنے بھتیجے سے جو پونا مین مقیم ہے اطلاع ملی ہے کہ برطانوی فوجون کو حیدرآباد پر چڑھائی کرنے کے لیے تیار ہونے کا حکم مل چکا ہے آپ یہ خیال نہ کرین کہ فوجی چڑھائی صرف اضلاع تک محدود رہے گی اگر آپ نظام کے خیرخواہ وہمدرد ہین تو انھین آنے والی آفت سے بچائین اور گورنر جنرل کا مطالبہ جسے کہ وہ منظور کرانے پر تلا ہوا ہے منوانے کے لیے تیار کرین۔ اس دھمکی نے نواب ناصرالدولہ اور اُنکے مدارالمہام سب کے ہوش ٹھکانے کردیے اور وہ برار کا علاقہ انگریزونکو حوالے کرنے کے لیے تیار ہوگئے چنانچہ ایک عہدنامہ ۲۱ مئی ۱۸۵۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۲۶۹ھ ہجری کو معرفت جان لوسی بی رزیڈنٹ کے منعقد ہوا اور نواب صاحب نے ۱۴ شعبان سنہ مذکور روز دوشنبہ کو مہر خاص عہدنامے پر کرکے رزیڈنٹ کے حوالے کیا اس عہدنامے کی رو سے برار کے چند اضلاع پائین گھاٹ۔ رائے چور دوآب۔ و اضلاع سرحدی شولاپور و احمدنگر انگریزونکے علاقے مین دیدیے گئے اور دوقسم کی سپاہ سرکار کمپنی نے مقرر کی ایک تو فوج کمکی جو واسطے حفاظت عام کے سرکار کمپنی نے نظام کو دی تھی وہ بدستور بنی رہی اور اس مین حسب دستور سابق آٹھ پلٹنین پیادون کی اور دو رجمنٹ سوارونکے اور توپخانہ ضروری مع ولایتی گولہ اندازون اور سازوسامان جنگ کے تھا اور یہ فوج کمکی بوقت ضرورت کارہائے عظیم مثل حفاظت جسم نواب و وارثان وجانشینان نواب وسرکوبی سرکشان ومفسدان ملک نواب مین مصروف ہوگی مگر کارہائے جزوی

مثل تحصیل مالگذاری ملک مین جو کام سپاہ سہ بندی کا ہے مصروف نہو گی اور کبھی پانچ پلٹنون اور ایک رجمنٹ سوارون مع توپخانہ معمولی سے کم ملک نواب مین نہین رہینگے دوسری سپاہ ملکی جس کا نام حیدرآباد کنٹنجنٹ قرار پایا اس مین پانچہزار سپاہ پیدل اور دوہزار سوار مع چار فیلڈ باٹری توپخانہ سے کم نہو گی اور افسر اُنکے انگریز رہینگے اور ساز و سامان اُن کا اور حکومت اُن کی گورنمنٹ کے اختیار مین رہے گی جس کی طرف سے صاحب رزیڈنٹ کے سپرد حکومت ہوگی اور یہ بھی اقرار ہوا کہ اگر کبھی فساد ملک انگریزی مین برپا ہو تو نظام اُس قدر فوج ملکی کو اجازت دینگے کہ جاکر فساد دفع کرے اور اگر علاقہ نواب ملحقہ سرکار کمپنی مین فساد واقع ہوا اور جہان حیدرآباد سے بباعث بعد مسافت فوج ملکی کا پہنچنا خالی از دقت نہو گا تو نظام کے درخواست کرنے پر گورنمنٹ انگریزی اپنی فوج مین سے جو نزدیک تر ہو گی اور جو بلا دقت وہان جاسکے گی فوج کا دستہ فساد کے دفع کرنے کے لیے نواب کے ملک مین روانہ کریگی غرض کہ ان دونون فوجین سے ایک کا نام فوج ملکی تھا اور دوسری کا نام حیدرآباد کنٹنجنٹ ان دونون فوجونکا گورنمنٹ انگریزی جنگ کی حالت مین استعمال کرنے کی مجاز تھی مگر سپاہ کی دو پلٹنین ہمیشہ دارالریاست کے متصل موجود رہنا ضرور تھا حیدرآباد کنٹنجنٹ کا خرچ نظام کی ریاست کے ذمے تھا چنانچہ اسی عہدنامے کی روسے بابت تنخواہ فوج کنٹنجنٹ مذکور اور واسطے ادا کرنے چوتھ آپادسے وچوتھ بورہن کے جسکی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سال تھی اور تنخواہ خاندان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ کی بموجب عہدنامہ ۱۸۲۲ء اور واسطے ادائگی سود فی صدی چھہ روپیہ سالانہ بابت زرقرضہ کمپنی جو تقریباً پچاس لاکھ روپیہ سکہ حیدرآباد ہو گیا تھا نظام نے اضلاع پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی کے تا اداے اصل زرقرضہ مذکور سرکار کمپنی کے سپرد کیے اور یہ طے ہو گیا کہ اب بجز فوج ملکی و فوج کنٹنجنٹ کے کچھ اور فوج نظام سے نہ مانگی جائے گی۔ عہدنامہ ۱۸۰۰ء کے مطابق جو گورنمنٹ انگریزی کو اختیار ملا تھا کہ وہ نظام سے ضرورت کے وقت نوہزار سوار اور چھہ ہزار پیادے اپنی فوج کی ہمراہی کے لیے طلب کرے اب کنٹنجنٹ حیدرآباد کی فوج کی وجہ سے جو صلح ہو یا جنگ ہر حالت مین مستعد رہے گی وہ شرط منسوخ ہوگئی اور بجائے اس فوج کثیر کے سرکار کمپنی نظام سے صرف فوج ملکی و حیدرآباد کنٹنجنٹ طلب کیا کرے گی جو ملک نظام نے کفالت مین دیا تھا اُس کی آمدنی پچاس لاکھ روپے سالانہ کی تھی اور اُس کے ساتھ یہ بھی اقرار ہوا کہ سرکار کمپنی نظام کو حساب جمع خرچ اضلاع مذکور کی آمدنی کا دیتی رہا کرے گی اور جو کچھ روپیہ فاضل بعد اداے اخراجات فوج کنٹنجنٹ اور دوسرے مصارف کے نکلے گا نواب نظام کو دیا جائے گا ناصرالدولہ کے انتقال سے پہلے کئی مرتبہ

مقبوضات کے واپس لینے کی کوشش کی گئی اور یقین دلایا کہ فوج کی تنخواہ کا ماہ بماہ انتظام کر دیا جائے گا لیکن کچھ پیش نہ گئی۔

جہان پرور بیگم کی وفات

۱۲ شعبان ۱۲۶۹ھ ہجری روز شنبہ کو ہیضہ وبائی سے جہان پرور بیگم نے جو نواب صاحب کی سوتیلی ماں بھی انتقال کیا ۱۵ شعبان کو اُس کی جاگیر کی ضبطی کا حکم ہوا اُس کا بیٹا میر تفضل علی خان عرف میر بادشاہ الخاطب بہ سیف الدولہ سیف الملک پالکی مین سوار ہو کر رزیڈنٹ کی کوٹھی پر گیا رزیڈنٹ صاحب نے اُس سے ملاقات تو نہ کی مگر نواب کو سفارشی چٹھی لکھی نواب نے سیف جنگ کو بھیجکر اُسکو سمجھا لیا۔

عہدۂ مدار المہامی کی بے ثباتی

نواب ناصر الدولہ کے وقت مین عہدۂ مدار المہامی مین پے در پے تبدیلیان ہوتی رہین جس وقت یہ نواب ہوئے تھے تو راجہ چندولال مدار المہام تھے پھر کئی شخص بدلے گئے آخر کار سرسالار جنگ اول اس عہدے پر جم گئے راجہ نرندھر پرشاد[1] پسر راجہ بالا پرشاد ابن راجہ چندولال عہدۂ پیشکاری پر ممتاز ہوئے اور نواب کی قدرت سے اُن کا معزول کرنا باہر ہو گیا تاریخ قلم و نظام مین اُنکے عہد کے مدار المہامون اور اُن کی مدت ملازمت کی تفصیل یون دی ہے۔

(۱) راجہ چندولال ۱۸۲۹ء سے ۱۸۴۳ء تک۔
(۲) راجہ رام بخش ۱۸۴۳ء سے ۱۸۴۶ء تک۔
(۳) نواب سراج الملک ۱۸۴۶ء سے ۱۸۴۸ء تک۔
(۴) سیف جنگ ابن امجد الملک نومبر ۱۸۴۸ء سے دسمبر ۱۸۴۸ء تک۔
(۵) نواب شمس الامرا دسمبر ۱۸۴۸ء سے مئی ۱۸۴۹ء تک۔

---

[1] گلزار آصفیہ مین اصلی نام نرندھر پرشاد کی جگہ نرندر بہادر لکھا ہے اور کہا ہے کہ اصلی نام ناراین پرشاد ہے لیکن اُس زمانے کے سرکاری کاغذات پر اُنکا اصلی نام ناراین پرشاد پایا جاتا ہے اور رجب علی نے مہاراجہ نرندر بہادر کی سوانح عمری مین مہاراجہ ناراین پرشاد نرانذر بہادر پسر نارائن داس ابن مہاراجہ چندولال لکھا ہے مگر نارائن داس چندولال کے کسی بیٹے کا نام نہین شاید مہاراجہ چندولال کے بیٹے بالا پرشاد کا یہ خطاب ہو مگر مشہور خطاب بالا پرشاد کا راجہ دھرم راج ہے مہاراجہ چندولال کے دو بیٹے تھے (۱) راجہ دھرم راج بالا پرشاد (۲) راجہ بہادر نانک بخش تاریخ قلم و نظام کے صفحہ ۵۲ پر مہاراجہ نارائن پرشاد درنرندر بہادر پیشکار صاحب کا نام لکھدیا ہے ۱۲

(۶) راجہ رام بخش ستمبر ۱۸۴۹ء سے اپریل ۱۸۵۱ء تک۔
(۷) گنیش راؤ اپریل ۱۸۵۱ء سے جون ۱۸۵۱ء تک۔
(۸) دوبارہ سراج الملک ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۳ء تک۔
(۹) سالار جنگ اعظم اخیر ماہ مئی ۱۸۵۳ء سے ۹ فروری ۱۸۸۳ء تک۔

جب ۸ اشعبان ۱۲۶۹ ہجری مطابق ۲۶ مئی ۱۸۵۳ء روز جمعہ کو سراج الملک نے مرض ہیضہ سے انتقال کیا تو ۲۲ شعبان سنہ مذکور مطابق اخیر ماہ مئی ۱۸۵۳ء کو منگل کے دن سراج الملک کے بھتیجے سالار جنگ تیس برس کی عمر مین گورنمنٹ کی منظوری سے مدارالمہامی کے عہدے پر سرفراز ہوے اُن کے والد کا نام محمد علی خان بہادر شجاع الدولہ تھا جو منیر الملک کے بڑے بیٹے تھے منیر الملک نے میر عالم سید ابو القاسم کی دوسری بیٹی سے ۱۸۰۴ء مین شادی کی تھی جسکے بطن سے محمد علی خان شجاع الدولہ پیدا ہوے تھے میر محمد علی خان شجاع الدولہ نے سید قاسم علی خان بہادر مختار الدولہ کی لڑکی سے جو سید جعفر رضوی کی اولاد مین تھے اور جن کا وطن نیشاپور تھا شادی کی تھی اس لڑکی سے میر تراب علی خان سالار جنگ ۲۲ جنوری ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوے تھے۔

میر تراب علی خان سالار اعظم کی خوش انتظامی

اس ہونہار نوجوان نے نہایت سرگرمی۔ عمدگی اور لیاقت سے اس اہم خدمت کو بجالانے مین کامیابی حاصل کی اور اس بڑی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھایا۔ حیدرآباد کی قدیم حالت نہایت خراب تھی۔ مالگذاری۔ سیاست۔ حکمرانی۔ اور خزانے کی بڑی سقیم حالت تھی ملک ساہوکارون اور عرب جمعدارون کا خوان یغما بنا ہوا تھا۔ تنخواہونکی تقسیم کی مہینون اور برسون مین مشکل تمام نوبت آتی تھی۔ سر سالار جنگ نے بے شمار مصیبتون اور دشوارون کی پروانہ کرکے ان سب برائیونکی اصلاح کا عزم بالجزم کیا اور دامن صبر واستقلال کو مضبوط تھاما مگر اپنی بلیغ کوششون سے اسکے انسداد مین کامیاب رہے سر سالار جنگ کو ان تمام بے ہودگیون کے دفع کرنے کے لیے مختلف تدابیر عمل مین لانی پڑین اول تو انھون نے انسداد غارتگری روہیلہ مین جنھون نے عرصۂ دراز سے ملک کی امنیت مین خلل ڈال رکھا تھا خوب کام کیا پھر اُنھون نے چند بڑے بڑے ممتاز اور سربرآوردہ عرب جمعدارون اور ساہوکارون سے مدد لی ساہوکارون سے روپیہ قرض لے کر عربون کا قرض ادا کیا اور ان لوگون سے جاگیرین جو ان کے پاس رہن تھین واگذشت کرالین اور غریب وبے کس رعایا کو جو عربون کے مظالم اور تشدد سے جان بلب تھی ورطۂ ہلاکت سے بچالیا اور اقساط کے ذریعے سے تمام ساہوکارون کو روپیہ جو سرکار پر تھا آہستہ آہستہ آسانی ادا کیا

ریاست کے تمام صیغوں کے آئین نہایت باریک نظری اور دوربینی سے مدون کیے مالگزاری کے طریقے میں بہت کچھ ترمیم کی اور انتظام مالگزاری کے متعلق بہت صاف و صریح قاعدے بنائے اُس زمانے مین مالی انتظام نقدی نہ تھا بلکہ بٹائی اور غلہ واری کی رسم جاری تھی تفصیل اُس کی یہ ہے کہ اسامی وار یا موضع وار ایسا معاہدہ ہوتا تھا کہ زیر تالاب و نالہ جو غلہ اور اشیا پیدا ہون اُنھین سے نصف سرکار کو دیا جائے اور نصف کاشتکار لے اور بذریعہ موٹ کشی جو زراعت ہو اُنھین سے دو ثلث تو کاشتکار لے اور ایک ثلث سرکار کو دے عہدہ داران اضلاع کو اپنے ذاتی تجربے و مہارت سے قطعہ زیر کاشت کی پیداوار کا اندازہ کرکے کاشتکار کو تسلیم کرانا پڑتا اگر رعیت راضی نہ ہو تو کھیت کا ایک حصہ کٹوا کر اور اُس مین سے غلہ نکلوا کر قائل کرنا پڑتا اس واسطے عہدہ دار کو ہر چہار فصل پر نہایت محنت و جانکشی برداشت کرنی اور سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی تھی اور انکی شرح معین اور معلوم نہ ہونے سے ظالم عہدہ دارون کو رعیت کے ستانے اور برباد کرنے کا خوب موقع ملتا تھا لیکن سالار جنگ نے اس خرابی کو دفع کرنے کے لیے ضلع بندی کرکے انتظام بوضع انگریزی شروع کیا جو اب تک جاری ہے۔ اُس زمانے مین اہل حیدرآباد راحت و آرام کی طرف بہت زیادہ مائل اور عیش و عشرت کے نہایت دلدادہ رہتے تھے اور ملازمت کرنے اور اپنے فرائض کو بخوش اسلوبی انجام دینے کی صلاحیت نہین رکھتے تھے اور تعلیم کی طرف سے بالکل غافل تھے جس کی جھلک کسی قدر آج تک پائی جاتی ہے سر سالار جنگ نے متعدد اسکول مشرقی و مغربی علوم کی تحصیل کی غرض سے قائم کیے اور ملک کے بڑے بڑے امیرون کو اپنے لڑکون کو اُنہین بھیجنے کی طرف آمادہ کرتے اور رغبت دلاتے تھے اور تمام لوگونمین بیداری پیدا کرنے اور اُنکو عملی سبق دینے کی غرض سے ہندوستان کے دوسرے حصون سے لائق و فائق لوگون کو بڑی بڑی تنخواہون پر بلوا کر ریاست کے اعلے عہدون پر مامور کیا حیدرآبادیون کو ان لائق و فائق اشخاص کی ریس سے ادھر متوجہ ہونے کا خیال پیدا ہوگیا۔ سالار جنگ حد درجے کے مردم شناس تھے جن لوگون کو انھون نے بلوایا وہ سب وہی لوگ تھے جنپر آج ہندوستان فخر و ناز کرتا ہے اور جو آج بھی ہندوستان مین اپنی لیاقت و دانائی اور کاردانی مین مشہور و معروف اور دماغی قابلیتون مین ممتاز ہین جیسے مولوی سید مہدی علی خان نواب محسن الملک مولوی مشتاق حسین وقار الملک مولوی چراغ علی نواب اعظم یار جنگ شمس العلما مولوی نذیر احمد شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی۔ نواب عماد الملک اور مولوی سید حسین بلگرامی وغیرہ ان لوگون کی واجب التحسین خدمات سے حیدرآباد کو بے حد و بے شمار فوائد پہنچے اور ان ہی لوگون کے حیدرآباد آنے سے یہان کے لوگ خواب خرگوش سے بیدار ہوکر

اور قابلیت ولیاقت پیدا کرنے کا خیال اُنھین آیا۔
سالار جنگ نے عربون۔ پٹھانون اور بے قاعدہ فوجون کو تخفیف کر دیا بڑی اصلاح یہ کی کہ سلمانون اور ہندؤن کے بچون کو جو فروخت کرنے کا رواج تھا اُس کے انسداد کے لیے جنوری ۱۸۵۶ء مین ایک اعلان دیا گیا کہ اگر آئندہ کوئی اس تجارت کا مرتکب ہوگا تو اُسکو سخت سزا دی جائے گی۔

نواب ناصر الدولہ کی وفات

ماہ شعبان ۱۲۷۳ھ ہجری مین نواب صاحب سیر و تفریح کے لیے سرورنگر کو گئے پانچ چھہ روز مزاج درست رہا ۲۲ شعبان روز دوشنبہ کو پے درپے دست آئے یہان تک کہ غش آگیا کمزوری بہت بڑھگئی اس لیے ۲۸ شعبان کو بلدے کو روانہ ہوے پالکی مین لیٹ گئے بوجہ نقاہت کے پالکی لمحہ لمحہ کندھے سے اُتارتے جاتے تھے۔ کئی روز تک بیمار رہے ۲۲ رمضان ۱۲۷۳ھ ہجری مطابق ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کو چار گھڑی رات گئے منجھلی بیگم کی حویلی مین انتقال کیا دوسرے دن ڈیڑھ پہر دن چڑھے مکہ مسجد مین آصف جاہ ثانی کے پہلو مین دفن ہوے۔ ۲۱ توپین ماتمی سر ہوئین نواب ناصر الدولہ بڑے نیک دل سخی اور ہمدرد آدمی تھے ساری رعایا نے اُنکی وفات پر دلی رنج واندوہ کا اظہار کیا لقب بعد الوفات غفران منزل مقرر ہوا۔ ۶۶ سال چند ماہ کی عمر پائی۔ ۲۸ سال دس ماہ پانچ روز ریاست کی۔

بیگمات

(۱) دلاور النسا بیگم۔
(۲) خیر النسا بیگم۔
(۳) معز النسا بیگم۔
(۴) نور النسا بیگم یہ خواص تھی۔

بیٹے

(۱) افضل الدولہ میر تہنیت علی خان جانشین پیدا ہوا اکتوبر ۱۸۲۷ء مطابق ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری مین دلاور النسا بیگم کے بطن سے پیدا ہوے۔
(۲) روشن الدولہ میر جہانگیر علی خان جو بطن سے ولیان ہوکے مارچ ۱۸۲۸ء مین عالم وجود مین آئے تھے۔

افضل الدولہ نواب میر تہنیت علی خان آصف جاہ خامس ابن نواب ناصر الدولہ کی مسند نشینی

نواب ناصر الدولہ کے بعد اُن کے بڑے بیٹے افضل الدولہ مسند نشین ہوے نام ان کا میر تہنیت علی خان تھا صاحبزادگی مین والد کی جانب سے خطاب افضل الدولہ بہادر تھا اور بعد جلوس **نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ خامس** ہوا ماں کا نام دار النسا بیگم ہے روز دو شنبہ سلخ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری کو پرانی حویلی مین پیدا ہوے تھے یہ پرانی حویلی واہے جسمین نواب کے بڑے بیٹے اور ولی عہد رہا کرتے تھے ۲۴ رمضان ۱۲۷۳ھ ہجری کو قبل نصف النہار مسند نشین ریاست حیدرآباد ہوئے۔

نواب مرحوم کی تجہیز و تکفین ۲۳ رمضان کو ہو چکی تو شمس الامرا مع اپنے فرزندون کے اور دوسرے امرا تجہیز و تکفین اور فاتحہ سے فارغ ہو کر دیوان خانے مین حاضر ہوے نواب سالار جنگ اور راجہ نرندھر پرشاد بھی آگئے جب تمام ارکان دولت ریاست جمع ہو چکے تو نواب تہنیت علی خان افضل الدولہ ولی عہد سفید معمولی لباس اور دستار طرہ دار پہن کر پرانی حویلی کے اُس دروازے سے کہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور ایسے ہی وقت پر کھلا کرتا ہے زنانے سے باہر نکلے۔ رزیڈنٹ اور امیر کبیر شمس الامرا اور سالار جنگ و نرندھر پرشاد جو موجود تھے باریاب ہوے رزیڈنٹ تو تعزیت کے چند الفاظ کہکر رخصت ہوا اور دوسرے عمائد ریاست نے ماتمی نذرین دکھائین فوراً نقار خانے مین نوبت بجنے لگی بعد اس کے جملہ امرا و اہل خدمات اپنے اپنے مکانون کو روانہ ہوے عمدۃ الملک محمد رفیع الدین خان اور اقتدار الملک محمد رشید الدین خان نشست گاہ مین شب کو حاضر رہے۔

دوسرے روز یعنی ۲۴ رمضان کو نواب درباری پوشاک اور زیور و جواہر پہن کر زنانے مین سے نکلے اور زرد عماری کہ یہ نشان ریاست حیدرآباد کے نوابون کا ہے حاضر تھی اُس مین بیٹھکر اور مدار المہام و پیشکار کو خواصی مین بٹھا کر بڑے تزک سے پرانی حویلی سے سوار ہو کر ایوان ریاست مین آئے اور کوٹھی کے مکان مین مسند پر بیٹھے بعد اس کے رزیڈنٹ مع ۱۲ انگریزون کے آیا اول رزیڈنٹ نے مبارکبادی پھر دوسرے انگریزون نے اور یہ رخصت ہو کر چلے گئے بعد اس کے مدار المہام اور پیشکار اور دوسرے امرا کی نذرین ہوئین اس کام سے فارغ ہو کر نواب محل سرا مین گئے اور اپنی ماں

دلاورالنسا بیگم کو نذر دکھائی۔ اب اکیس توپون کے فیر ہوے اور نقار خانے سے شادیانے کی
صدا بلند ہوئی۔
اس وقت ہندوستان مین غدر کا ہنگامہ تھا اور سرکار کمپنی کی سپاہ مین بغاوت پھیلی ہوئی تھی اس
ہنگامے مین سالارجنگ اول کی عالی دماغی و بیدار مغزی کام آئی اور اس نازک وقت مین اُنھون
نے ہر طرح سرکار انگریزی کی اعانت کی اور امن و امان قائم رکھا۔

اسباب غدر

غدر کے وجوہ کی نسبت تمام مؤرخین کے مختلف خیالات ہین اور ہر ایک شخص اپنی تحقیقات کے
اعتبار سے اپنی رائے پر مصر ہے بعض کا خیال ہے کہ ابتدائے جنگ ایران سے رعایائے ہندوستان کے
دلونمین فساد کے درخت نے نشو و نما پائی کیونکہ جب انگریزی فوج نے ایران پر محمرہ مین فتح پائی اُس
وقت منجملہ دوسرے اسباب کے جو شاہزادے کے خیمے سے ملا ایک طول طویل اشتہار دستیاب ہوا
جسپر شاہ ایران کے دستخط تھے کوئی تاریخ نہ تھی اس اشتہار مین پانچ باتون پر زور دیا گیا تھا۔
(۱) حکومت انگلشیہ کے قبض و تصرف ہندوستان سے بوجہ اُس کی بدعہدی اور فریبون کے
تمام مسلمانان ہند کے واسطے ایمان کا خوف ہے۔
(۲) شاہ ایران نے جو لڑائی شروع کی ہے وہ مذہبی لڑائی ہے اس وجہ سے ہر جگہ کے تمام
مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ مسلح ہو کر بحمایت دین محمدی نصاریٰ کو نیست و نابود کرین۔
(۳) تیس ہزار فوج چالیس ضرب توپ مع عمدہ سامان جنگ کے مسلمانان ہند کی مدد و معاونت
کے واسطے مقرر ہوئی ہے۔
(۴) ہر شخص کیا بوڑھے کیا جوان سے اس کام مین شرکت کی درخواست تھی۔
(۵) عام آگہی اس امر کی کہ انگریزون نے جو رخنہ دین متین محمدی مین ڈالا ہے اس کے دفعیہ
کے واسطے یہ کوشش ہے۔
اگر اس قسم کے اشتہارات بکثرت بھی ہندوستان مین شائع ہوتے تب بھی عام ناراضی اس
درجے ترقی پذیر نہین ہو سکتی تھی جیسی کہ ۱۸۵۷ء مین ظاہر ہوئی البتہ خاص خاص گروہونمین
ناچاقی کے آثار ضرور نمایان ہو جانے ممکن تھے لیکن اس وقت ہندوستان مین کہین ان اشتہارون
کا ذکر بھی نہ تھا اور نہ یہان کسی مقام پر شائع ہوئے اس لیے یہ خیال محض غلط معلوم ہوتا ہے۔
بعض کہتے ہین کہ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ اس فساد کا باعث ہوا اور اپنی معزولی کے بعد
اُس نے عام طبیعتون مین شورش پیدا کرنے کی کوشش کی اور بہادر شاہ بادشاہ دہلی سے

اس قسم کے رسل و رسائل جاری کر کے مفسدہ پردازی کرائی ہماری رائے مین اس بات کی بھی کوئی اصلیت نہین پائی جاتی کیونکہ بفرض محال اگر وہ ایسا کرتا تو بہت جلد یہ خبر مشتہر ہو جاتی اور علاوہ اس کے ہندوستانکے تمام صوبین ایک جانب سے دوسری جانب تک غدر کا مادہ ایک شخص کی ذات سے پیدا ہونا بھی کسی طرح قرین قیاس نہین ہے بلکہ فساد کا مادہ تو اُس سے قبل ہی پیدا ہو گیا تھا کیونکہ جس وقت پوربیہ فوج کو رنگون جانے کے لیے حکم ہوا اُس وقت سب نے انکار کر دیا اور اُس کی جگہ سکھ فوج رنگون کو بھیجی گئی یہ وہ زمانہ ہے کہ جسکے قریب شاہ اودھ معزول ہوا تھا۔

ہم جب اسباب غدر پر غور کرتے ہین تو اُس وقت سوائے اس کے اور کوئی بات سمجھ مین نہین آتی کہ اس عام ناچاقی اور بد دلی کی وجہ حکومت کمپنی کی وہ حکمت عملی تھی جس نے بہت سے ہندوستانی والیان ریاست کو خاک مین ملا دیا لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل نے گو یہ عمدہ کارروائی اپنے نزدیک سمجھی لیکن تمدّنی اصول سے یہ کارروائی ناقص معلوم ہوتی ہے ملک کی دل شکنی کے واسطے یہ بات کچھ تھوڑی ہے کہ والیان ریاست کی لاولدی کی حالت مین اُن کے ملک خالصہ کر لیے جائین اس بات کا کچھ لحاظ نہ ہو کہ یہ قدیمی رئیس یا جاگیردار ہین۔ہندوستان کا کوئی حصہ اس ناگوار حکمت عملی سے محفوظ نرہا۔ بڑی ریاستون مثل پنجاب۔ ناگپور اور اودھ کے سوا بہت سے چھوٹے چھوٹے جاگیردار بھی اس بلائے ناگہانی مین مبتلا ہو گئے اس کارروائی کو دیکھ کر دوسری ریاستون اور جاگیردارون کو بھی یقین کلی ہو چکا تھا کہ اگر ہم اس لاولدی کی آفت سے بچے بھی تو اور مصیبت مین مبتلا ہونگے۔ بے شک ہندوستان بہت روزون سے تلوار اُٹھانا بھول گیا تھا لیکن ایسے اشتعال طبع نے پھر اُس کو تلوار اُٹھانے پر مجبور کیا۔کثیر التعداد تاریخین بتارہی ہین کہ چھوٹے چھوٹے سرداروں کی معزولی نے کیا کیا ہنگامے نہ پیدا کیے اور اہل ملک نے اُنکے ساتھ کیسی کیسی دل سوزی نہ کی ریاستون کی ضبطی تو ایک اہم امر ہے اس آگ نے اس کنارے سے اُس کنارے تک تمام ہندوستان کو بے چین کر دیا سوائے اس کے ہمارے نزدیک اور کوئی معقول وجہ اس ہنگامے کی نہین ہے۔ یہ بھی ایک یقینی امر ہے کہ اگر ہندوستانمین فساد کی یہ صورت پیدا نہوتی اور ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضۂ و حکومت سے نہ نکلتا تو یہ جو چند پامال سی ویسی ریاستین اس وقت نظر آتی ہین ان کا کہین نام و نشان بھی نہوتا۔اس مین کلام نہین کہ اس قسم کے فساد کو کوئی صاحب دانش اچھا نہین سمجھتا۔

اس اغوا مین جو شاہ اودھ کی نسبت بعض مورخون نے الزام لگایا ہے شاید اُسکی یہ وجہ ہو کہ ہنگام معزولی شاہ اودھ ہندوستانی رجمنٹ نمبر ۱۹ و نمبر ۳۴ وہان موجود تھین یہ دونون

رجمنٹین وہان سے تبدیل ہوکر ایک برہام پورا ور دوسری بارکپور کو گئی ابتدا ً انھین دونون رجمنٹون مین چونکہ ناچاقی ہوئی تھی اس لیے شاہ اودھ کی نسبت الزام لگایا کہ انھون نے ان رجمنٹون کو اغوا کیا تھا اگر شاہ اودھ ایسی ہمت اور توڑ جوڑ کا آدمی ہوتا تو لارڈ ڈلہوزی کو اُس کی معزولی کا خیال بھی پیرامون خاطر نہوتا۔ معزولی شاہ اودھ کے وقت بدقسمت لکھنؤ مین جو واقعہ گذرا ہے خدا وہ کسی کو نہ دکھلائے۔ شاہ اودھ خود بوجہ اپنی بے تدبیری و بے ہمتی و جبن ذاتی کے پریشان تمام لکھنؤ مین ہر در و دیوار سے ماتم۔ ایسی بدحواسی مین اُن رجمنٹون کو کون اغوا کرسکتا تھا بلکہ اس موقع پر اُنکو اغوا کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی جہان ایسا ماتم بپا ہو وہان کون ایسا سنگدل ہے جس کے دل پر اثر نہ ہوگا اُن لوگون مین جو فساد کی نشوونما ہوئی وہ اس عبرتناک واقعے کے دیکھنے سے ہوئی یہ بات تو ایک عالم پر روشن ہے کہ لکھنؤ کے باشندون کا کیا ذکر۔ ہر ایک صادر و وارد وہان جاکر مالا مال ہو جاتا تھا جس حکومت سے اس قدر منافع ہون اُس کی تباہی و بربادی پر ہر شخص کو صدمہ ہوگا۔

چربی چڑھے ہوئے کارتوس

غدر کے زمانے مین جو سبب اس کا مشہور ہوا تھا اُس کا مفصل حال آثار محشر مین لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کے ایک دولتمند ساہوکار کی بیٹی پر ایک انگریز عاشق ہوا تھا اور اُس لڑکی کو اُس نے اُڑوا لیا جب بہت تجسس کے بعد سیٹھ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے انگریز سے استدعا کی کہ لڑکی کو چھوڑ دے اُس نے نہ چھوڑا اس سیٹھ کے پاس سنتالی قوم کے ہزارہا آدمی لین دین کو آتے تھے اور سنتالی ایک قوم ہے کہ راج محل قلمرو بنگال کے نواح مین رہتی ہے بعض اُن کو صدتالی بھی کہتے ہین یہ لوگ قوی ہیکل ریچھ کی سی صورت بندر کی سی عادت والے ہوتے ہین اور پہاڑون اور گھاٹیون مین رہتے ہین اور کاشتکاری کرتے ہین اور مزدوری بھی کرتے ہین اور بعض بعض نہایت نادار ہین بنارس وغیرہ کے ساہوکارون کے پاس مزدوری کے لیے آتے جاتے ہین اس ساہوکار نے سنتالیون کو اپنے بھید پر مطلع کیا اور کہا کہ راجگان اطراف وبھوجپور وغیرہ انگریزون سے مخالفت رکھتے ہین تم بھی فساد کرو اور اُنکو روپے سے مدد دی راجہ کنور سنگھ بھوجپور یہ بھی انگریزون سے عناد پر آمادہ ہوگیا اور راجہ نیپال بھی اُس وقت تک انگریزون کا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ اطراف بہار و بنگال مین سنتالیون نے شورش برپا کردی اور مشہور کردیا کہ راجہ نیپال کی سپاہ مدد کو آرہی ہے اور اُنھون نے نئی سڑک کو جو چار گھنٹہ مین سنتالیون کے مساکن کے متصل گذر کر جا رہی تھی بند کردیا راج محل اور دوسرے صدہا قصبات کو لوٹ کر ویران

کردیا ہزارون آدمیون اور چوپایون کو قتل کرڈالا اُن کی سرکوبی کو انگریزون کی تھوڑی سی سپاہ آئی تھی دہ راستون کی دشواری اور جنگلون اور درختون کی کثرت کی وجہ سے غالب نہ آسکی کیونکہ انگریزون کی زیادہ فوج پشاور و بوشہر کی طرف روسیون اور ایرانیون کی آمد کو روکنے کے لیے گئی ہوئی تھی اس لیے سنتالیون نے ہاتھ پانون پھیلا کر خوب ترقی کی اور سونے اور چاندی اور تانبے اور چمڑے کے سکے جاری کیے چنانچہ یہ شعر اُن کے سکے کے متعلق مشہور ہے۔

سکہ زد بر ہفت اقلیم شیران ملک گیر کمپنی ۔ شاہ سند و ابن بد و قوم سنتالی غنی

اور اپنے سکون کو ناگپور بنارس تک فروخت کیا۔ انگریز چونکہ فوجی قوت سے تدارک نہ کر سکے سہل انگاری کر کے سنتالیون کی تالیف کی اور بہت کچھ انکو دے کر ملا لیا اور مہاجنان کلکتہ کے ذریعے سے مہاجنان بنارس کو راضی کر لیا اور جس انگریز نے ساہوکار کی بیٹی لے لی تھی اُس کو موقوف کر دیا اور سنتالیون کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے اُن سے صفائی کر لی اور انتقام کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا کیونکہ اس وقت مین سپاہ کمپنی بھی بے دل ہو رہی تھی۔ راجہ کنور سنگھ بھوجپور نے بھی شورش کو مدد دے کر اضلاع جیپ و ریاست بنارس کو انگریزون کے خلاف اُبھار دیا تھا لیکن راجہ بنارس انگریزون کا خیر خواہ رہا۔ جب سپاہ سالار انگریزی بنارس اور بھوجپور سے لوٹ کر کلکتے کو گیا اور کونسل کے سامنے راجہ بھوجپور سے اپنی سپاہ کی سازش کا حال بیان کیا تو کونسل کے چند مدبرون کی یہ رائے قرار پائی کہ ہندو و مسلمانون کا مذہب تبدیل کر دینا چاہیے اور بغیر اس حیلے کے یہ لوگ دباؤ سے سیدھے نہین ہو سکتے چنانچہ ہندوستانی ہر ہر پلٹن متعینہ احاطہ بنگال و احاطہ آگرہ و احاطہ بمبئی سے ایک ایک گارد جس مین چھ چھ سپاہی اور ایک ایک نائک یا حوالدار تھا پنجاب مین بلا کر اُن کو ترقیون کا لالچ دے کر اور بعض بعض پر موقوفی کا دباؤ ڈال کر عیسائی بنا لیا اور جنھون نے برضا و رغبت عیسائی بننا قبول نہ کیا تو زبردستی اپنا جھوٹا اُن کو کھلایا یا منہ مین تھوک دیا اور انگریزون نے یہ شہرت دی کہ ہم کو ایک پلٹن پوپ کے نام پر بنانا مقصود ہے پوپ رومن کیتھولک کے چرچ کا سرگروہ ہے بعد اس کے ان سب آدمیون کو اپنے اپنے مقامات کو لوٹا دیا اور یہ کوئی ۶ سو یا ۷ سو کے قریب جوان تھے انگریزون نے یہ چاہا کہ اپنی اپنی پلٹنون مین پہنچکر دوسری پلٹنون کو نصرانی بننے کی ترغیب دین لیکن یہ لوگ بہت شکستہ دل ہو کر لوٹے تھے اُنھون نے پہنچکر دوسرے سپاہیون سے کہا کہ ہمکو زبردستی عیسائی بنا لیا ہے اور انگریز کسی پلٹن کے آدمی کو عیسائی بنائے بغیر نہ چھوڑین گے۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ اپنی پلٹنون کے چالیس پچاس ہزار آدمیون نے یہ واقعہ سنکر قسم کھائی کہ انگریزون کی نوکری چھوڑ دین گے اور بقسم عہد کیا کہ مرجانا چاہیے مگر مذہب نہ بدلنا چاہیے تمام آدمی انگریزون کے دل مین دشمن ہو گئے۔ انگریزون نے بھی اُن کا

مذہب بگاڑنے کے لیے اتنی جلدی کی کہ گائے اور سور کی چربی کارتوسوں پر ملوا کر چھاؤنیوں کے سپاہیوں کو جمع کرکے حکم دیا کہ کارتوسوں کو منھ سے کاٹین اور ظاہر کیا کہ نئی قسم کی بندوقین ولایت سے منگائی ہین اُنمین سنگ چقماق کی ضرورت نہین اور نہ گز ڈالنے کی ضرورت ہے کارتوس چکنا ہونے کی وجہ سے خودبخود پھسلتا چلا جائے گا اور بندوق کی نال بھی صاف رہے گی۔ ایکبار چھاؤنی اچانک کا آدمی جو کلکتے سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ایک چمار کے پاس گٹھوانے کو جوتے لیگیا چمار نے اول ہاتھ دھوئے پھر جوتون کو ہاتھ لگایا جوتے والے نے پوچھا تم نے ایسا کیون کیا اول تو اُس نے بھید نہ بتایا بہت اصرار سے پوچھنے پر چمار کہنے لگا کہ انگریز ہم سے گائے اور سور کی چربی کارتوسون پر ملواتے ہین آپ چونکہ ہندو ہین جب کبھی جوتے کو ہاتھ لگاتے تو نجس ہو جاتا سپاہی نے چھاؤنی مین پہنچکر یہ حال بیان کیا یہان سے سیکڑون چٹھیان دوسری چھاؤنیون مین بھیجدی گئین اور یہ بھی مشہور ہوگیا کہ سور اور گائے کی ہڈیان پسوا کر اشیائے خوردنی مین ملوا کر انگریز بازارون مین بکواتے ہین لوگون نے اُن کی چیزین مول لینی چھوڑ دین۔ آثار محشر کا مصنف کہتا ہے کہ اگرچہ انگریزون نے اشیائے خوردنی مین کوئی نجس چیز نہین ملوائی تھی اور نہ اون کا اس طرح کسی کا مذہب بدلنے کا ارادہ تھا مگر یہ غلط العام بات خوب شہرت پذیر ہوگئی اور اس کو مبالغہ کا جامہ پہنا کر لوگ گمراہ کن نتائج نکالنے کی کوششین کرنے لگے اور ہر شخص کو یقین ہوگیا کہ انگریز ہمارے مذہب کو بگاڑنے کا ارادہ رکھتے ہین چنانچہ اول میرٹھ کی سپاہ یہ باتین سن سن کر دل مین انگریزون کی نوکری سے متنفر ہوگئی۔

جب ایک دن کرنیل نے میدان پریڈ مین سپاہیون کو حکم دیا کہ کارتوس دانتوں سے کاٹو انھون نے ایک رات کی مہلت مانگی اور باہم مشورہ کرکے یہ بات قرار دی کہ انگریزون کی نوکری چھوڑکر کسی ہندوستانی سرکار مین نوکری تلاش کرنی چاہیے چنانچہ دوسرے دن جب پلٹن میدان تو پہنچ گئی تو کارتوسون کے کاٹنے اور نوکری کرنے سے انکار کر دیا جب انگریزون نے اصرار کیا تو سرتیغ پر آمادہ ہوگئی آخرکار بارہ ہزار تلنگون اور تین ہزار سوارون نے کہا کہ ہم نوکری نہین کرتے ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ دیدو اور ایک ماہ کی تنخواہ وصول کرکے دہلی کو بادشاہ کے پاس چلے گئے اور جابجا چھاؤنیون کی فوجون کے پاس چٹھیان بھیجدین جہان جہان یہ چٹھیان پہنچین بانکے پیادہ و سوار نوکریان ترک کرکے دہلی کی طرف روانہ ہوگئے (انتہی) جاہل تھے بھیڑ چال مین آگئے حالانکہ انگریزی قوم کے اصول اخلاقی سے کسی کے مذہب مین مداخلت کرنی بہت بعید ہے جب اسپین یا اندلس مین اسلامی اقبال نے دامن ادبار مین منھ چھپایا اور وہان نصاریٰ کا عمل و دخل ہوگیا تو نصف صدی کے اندر اندر مسلمانون کا نام تک باقی نہ رہنے دیا جزیرہ سسلی کا

الجزائر جسکی آبادی چھ کروڑ کہی جاتی ہے فرانس نے اسپہ قبضہ جماکر بڑے بڑے مظالم توڑے اسی طرح تونس پر فرانس نے قبضہ کیا تو اصلاح تہذیب و تمدن کے مشہور بہانے سے یہاں کے مسلمانون پر دست تعدی دراز کیا موجودہ دور مین فرانس نے شام پر قبضہ کرنے کے بعد وہان کے مسلمانون پر بے حد ظلم و ستم روا رکھے مگر انگریزون نے جہان حکومت جمائی کسی کے مذہب و ملت مین دخل نہین دیا۔ ڈلی کا قبضہ ہوا تو وہان اسلام کی کوئی علامت باقی نہ چھوڑی

۱۸۵۷ء کے ایام غدر مین انگریزون کے ساتھ ریاست حیدرآباد کی وفاداری اور دوستی

۱۸۵۷ء مین جبکہ تمام مغربی و شمالی (حال ممالک متحدہ) اور وسطی ہندوستان مین علانیہ شورش پھیلنے لگی اور غدر برپا ہوگیا تو چارون طرف سے لوگون کی نگاہین دارالریاست دکن پر پڑنے لگین چنانچہ اس وقت گورنر بمبئی نے حیدرآباد کے برٹش رزیڈنٹ کرنیل ڈیوڈسن کو بدین مضمون تار بھیجا تھا کہ اگر نظام برگشتہ ہوجائے تو پھر ہمارے لیے کچھ باقی نہین رہا لیکن یہان کسی قسم کی بے ثباتی اور غدر کے آثار تک نہین دکھائی دیتے تھے اور نہ باہمی برتاؤ مین کسی قسم کا فرق آیا تھا عین اس نازک وقت مین نواب ناصر الدولہ فرمان روائے حیدرآباد نے انتقال کیا مرنے کے پہلے انھون نے اپنے فرزند افضل الدولہ بہادر کو بلواکر بطور نصیحت کہا تھا کہ مین تمھین وصیت کرتا ہون کہ تم ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کے وفادار دوست بنے رہو کیونکہ اس نے میرے ساتھ ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رکھا ہے نواب افضل الدولہ کی مسند نشینی کے بعد کرنیل ڈیوڈسن کو گورنر جنرل کا ایک تار ملا کہ دہلی انگریزون کے قبضے سے نکل گئی یہ پڑھتے ہی رزیڈنٹ نے فوراً سالار جنگ کو بلوایا اور حقیقت حال سے اطلاع دی انھون نے کہا کہ یہ مجھے پہلے ہی سے معلوم ہوچکا ہے کیونکہ تین روز سے تمام شہر مین یہ خبر مشہور ہوگئی ہے غرض جب دہلی انگریزون کے قبضے سے نکل گئی تو ان ناعاقبت اندیش جاہل لوگون کو جو انگریزون کے اقتدار سے ناواقف تھے یقین ہوگیا کہ اب ہندوستان مین انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا لیکن ریاست حیدرآباد کی وفاداری اور دوستی مین ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔

اسی اثنا مین ایک واقعے کے سبب حیدرآباد مین اس وقت بالکل خفگی اور کشیدگی پھیل گئی تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ نواب سالار جنگ نے ۱۳ سوار رسالہ اورنگ آباد کے جو باغی ہوگئے تھے گرفتار کرکے رزیڈنٹ کی کوٹھی پر روانہ کیے تھے اس کارروائی نے ان باغیون کے ہمدردونکو بالکل آگ بگولا بنا دیا ان لوگون نے تجویز کی کہ نظام کی خدمت مین ڈیپوٹیشن بھیجکر ان باغیون کو

رہا کروانے کی درخواست کرین جب اس مین ناکامی ہوئی تو نظام اور مدارالمہام کو دھمکی دی گئی
کہ اگر انگریزون کی مخالفت پر آمادہ نہوے تو جان سے مار ڈالے جائین گے لیکن اس دھمکی کا اثر
جو سمجھ ما ... خطرناک نہین تھی نہ نظام پر ہوا نہ اُنکے وفادار مدارالمہام پر۔ سالار جنگ نے فوراً
چند معتمد اور سمجھدار عربون اور نظام کے گارد کے سپاہیون سے ضروری انتظام کیا اور شہر کے
دروازون اور شاہ راہون پر اُن لوگون کو متعین کر کے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص انگریزون کے خلاف
لوگون کو برانگیختہ کرتا ہوا پایا جائے تو فوراً بلا تامل گولی سے مار دیا جائے اور اگر کوئی واعظ مفسدانہ
وعظ کرتا ہوا دیکھا جائے تو فوراً گرفتار کر لیا جائے اگرچہ اس وجہ سے سالار جنگ کو بہت تیر ملامت جیسا
اور برے بول سننا پڑے لیکن ان انتظامات کا یہ نتیجہ ہوا کہ جنوبی ہندوستان غدر کی مصیبت سے
بچ گیا اور انگریزون اور ہندوستانیون کی بے حساب جانین بچین اور سب صدر ... کے
بصورت دیگر تلف ہونے کا بے حد اندیشہ تھا۔ ان انتظامات کی نسبت نظام کی فوج کا ...
میجر جنرل ہل یون لکھتا ہے کہ ان مؤثر اور اولوالعزمانہ تدابیر نے جنوبی ہندوستان کو بچا
اگر حیدرآباد کے لوگ ہماری مخالفت مین اُٹھتے تو مدراسی بھی ضرور اُن کی تقلید
انسائیکلو پیڈیا برطانیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء ... بڑی
اہمیت حاصل ہوگئی اُس وقت حکومت نظام کے مخالف یا موافق ہونے
تھا کیونکہ ہندوستان مین وہی سب سے بڑی اسلامی ریاست تھی ... نال
سے مسلمانون پر بہت گہرا اثر پڑ سکتا تھا۔ حالات اس حد تک خطرناک ہوئے
حیدرآباد پر باغیون نے حملہ بھی کر دیا مگر ریاست حیدرآباد اور اُس کی افواج
دوست اور وفادار رہی۔ ہر چند ریاست نے نہایت ہوشیاری ... رنبرد
اسکے وہ اُس حملے کو روک نہین سکی جو چند جوشیلے مسلمانون نے ...
باغیون کے اُس ارادے سے اطلاع پاتے ہی کرنیل ڈیوڈسن رزیڈنٹ کو
اور کرنیل مذکور ہر طرح مستعد و ہوشیار ہو گیا تھا، ۱۷ جولائی روز ... ۱۸۵۷ء
چار بجے مولوی علاءالدین پانسو مفسدون کی مسلح جماعت لے کر ...
گھر پر گیا جو عرصے سے گوشہ نشین تھا اور اُس کو اپنے ساتھ شریک کر کے
رزیڈنسی کی مغربی دیوار کے مقابلے مین بلند برآمدون کے ...
قبضہ کر لیا اور وہان سے رزیڈنسی کی سپاہ پر گولیان چلانی شروع ...
ہمراہ تھے وہ نیچے سے دیوار کے چھیدنے مین مصروف ہوے ...
چلتی رہین ادھر سے پٹھان اور اُدھر سے برٹش سپاہی لڑتے رہے ...

سپاہیون نے اُن دونون مکانون پر ایک دم آگ برسانی شروع کی پٹھان اُس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے مکانون کو خالی کرکے رزیڈنسی پر بادھ پلاتے ہوے تیس مقتولین و مجروحین کو چھوڑکر بھاگ نکلے بہت سے اُن کے ساتھی رات کی تاریکی کی وجہ سے بچ کر نکل گئے تھے۔ ۹ جولائی کو طرہ باز خان زخمی ایک مقام سے گرفتار ہوکر آیا جسے سالار جنگ نے قید کردیا لیکن وہ ۱۳ جمادی الآخرے ۱۲۷۵ہجری کو شب میں بھاگ گیا۔ ۱۸ جمادی الآخرے سنہ مذکور کو بعض دیہات میں اس کو زمینداروں نے مار کر سہ پہر کے وقت سالار جنگ کی ڈیوڑھی پر لاش سے آئے اور ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ہجری میں مولوی علاءالدین بھی منگل پلی میں گرفتار ہوا اور رزیڈنٹ کے پاس بھجوا دیا گیا اُن کو دائم الحبس کرکے انڈمان کو بھیجدیا گیا یون اس واقعے کا خاتمہ ہوگیا۔

(۲) دوسری تھوڑی سی بغاوت اس ریاست میں اورنگ آباد کنٹنجنٹ کی سپاہ میں ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کی تین پلٹنین بطور گریسن اورنگ آباد مین رہتی تھین ایام غدر مین اورنگ آباد کنٹنجنٹ مین انفنٹری کی دوسری رجمنٹ اور ایک توپخانے کی بیٹری تھی اور تیسرا رسالہ جو یہان مقیم تھا وہ اس وقت مالیگانون کو چلا گیا تھا اور اس کی جگہ پر مومن آباد سے پہلی کیولری آرہی تھی چونکہ وہ تعب سفر سے خستہ ہوگئی تھی اس لیے چند گھنٹے استراحت کے لیے ایک چھوٹے قریے مین جس کا نام پپل گانون ہے اور اورنگ آباد سے کوئی چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اُتر پڑی یہان اُس کو پہلے پہل ممالک متحدہ کے غدر کی خبر گوش زد ہوئی تمام سپاہیون مین ایک سخت جوش پھیل گیا کیونکہ ایک تو غیر مناسب وقت مین دور و دراز سفر پر مجبور کرنے کی وجہ سے اُنکے دلونین تشویش پیدا ہوگئی تھی اور اُسپر غدر کی ہیبت ناک افواہین طرہ ہوگئین اُن کو یقین ہوگیا کہ اُنھین مفسدون کے مقابلے کے لیے دہلی کو بھیجا جاتا ہے اسی اندیشے مین وہ شاید ۹ جون ۱۸۵۷ء کو اورنگ آباد آپہنچے اور شہر کے باہر کہین کالے چبوترے اور کیولری کی لائنون کے درمیان فروکش ہوے اُن کے ورود کے ساتھ ہی فوجون کی نارضامندی کی افواہ اُڑنے لگی لشکر کے سوا تمام سرکش مزاج اور تندخو تھے اور اگرچہ وہ اُن احکام کو بجالاتے تھے جو اُنھین دیے جاتے تھے لیکن بشاشت و شادمانی سے نہین بلکہ ناخوشی و جبر سے لیکن یہ صرف رسالہ ہی نہ تھا جو باعث خوف و وحشت ہو بلکہ اودھ کے دوردست ملک سے ۵۰۲ آدمی دوسری انفنٹری مین بھرتی ہونے کے لیے آئے تھے اس لیے انگریزی افسرون کو نہایت فکر و تشویش ہوئی اور اُنکو یہ خوفناک اور غلط افواہین گوش زد ہونے لگین کہ اُنھین قتل کرنے اُنکے گھرون کو مع اُنکے اہل و عیال کے

اُن کی نظروں کے سامنے جلانے اور ان کی چھاؤنی پر حملہ کرکے لوٹ مار کرنے کی خفیہ سازشین اور لگاتار کوششین ہو رہی ہین کیولری نے بازارین ایک سبز جھنڈا بھی گاڑا تھا لیکن انگریز افسر اپنے ظاہری چال چلن سے اس بات کو ثابت کرتے رہے کہ فوج پر انکا پورا پورا بھروسا ہے اور بدگمانی کو دور کرنے کے لیے وہ حسب عادت اپنی اپنی رجمنٹون کی لائنون مین برابر حاضر ہوتے رہے۔ آدھی رات کو تیسری کولری کا ایک سپاہی برہان بخش نام چھپکر انفنٹری کے کمانڈر کپتان اسپیڈ کے پاس چلا آیا اور اُس نے اطلاع دی کہ کیولری کے سپاہی غالبًا آج علی الصباح کنٹونمنٹ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہین یہ بات سنتے ہی کپتان نے اپنی عورت بچے اور دوسری دو چار لیڈیون کو بیل گاڑی مین سوار کرکے اس معتمد وفادار برہان بخش کے ہمراہ احمدنگر کو روانہ کردیا اس گاڑی پر سپید پردہ پڑا ہوا تھا تاکہ اسلامی زنانہ سواری معلوم ہو یہ لوگ صحیح وسالم احمدنگر پہنچ گئے۔ جب بلوے کے آثار کنٹونمنٹ مین ظاہر ہوئے تھے بہت سے حیدرآباد کے حکام کو ان واقعات کی خبر دی گئی اس پر حکم صادر ہوا کہ جلد فوج کا ایک دستہ پونا سے اورنگ آباد کو روانہ ہو جب کیولری کو خبر پہنچی کہ بمبئی کے رسالے قریب آپہنچے تو وہ گھبرا گئی اور جان جوکھون کا خیال کرکے حسب عادت بالکل غریب اور فرمان بردار ہو گئی پونا کی فوج طول طویل منازل کو طے کرکے کرنیل اوڈبرن کے ماتحت اورنگ آباد مین پہنچی کرنیل مذکور نے فوج کو قواعد کا حکم دیا اور یہان کے مشتبہ رسالے کے سپاہیون کو حکم سنایا کہ بغیر گھوڑون کے پریڈ پر حاضر ہون اس حکم کی برضا و رغبت تعمیل ہوئی اور جب اُنکو حکم دیا گیا کہ توپ کے منھ کے سامنے کھڑے ہو جائین تو فورًا اس کی بھی تعمیل کی چند لمحون کے بعد کرنیل اوڈبرن نے سوارون کے نیلے رسالے کے رسالدار کو پکار کے کہا کہ جن جن لوگون نے غدر کا ارادہ کیا تھا اُنکے نام ظاہر کیے جائین رسالدار نے پہلے رسالے کے اول جمعدار کا نام لیا اُس نے دیکھا کہ اب قلعی کھل گئی قریب ہے کہ اُس کا کام تمام ہو جائے مایوس ہوکر اپنے سپاہیون کو فیر کرنے کا حکم دیا وہ چاہتے تھے کہ بندوقین چلائین یہ دیکھتے ہی ہوش و حواس باختہ ہوگئے لیکن توپون کو بتی نہین دی جاسکتی تھی کیونکہ کرنیل اور دوسرے انگریز افسر اور بلوائی انگیز بالکل ملے ہوے تھے بلوائی اس اضطراب کو غنیمت سمجھکر اپنے اپنے گھوڑون کی طرف بھاگے اور اُنکے پانوؤن کی رسیان کاٹ کر اور اُنپر سوار ہوکر چوطرفہ بھاگنے لگے یہ بھاگڑ بالکل وحشت انگیز تھی گویا وہ گھوڑدوڑ تھی جو موت اور زندگی کے درمیان ہو رہی تھی اُنکے پیچھے توپون کی بتی پڑی اور دھنادھن کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونجنے لگے کئی گھوڑے جو بندھے ہوے تھے ہلاک ہوگئے اور دوسرے رسیان تڑاکر بدحواسی سے بھاگنے لگے اور قریبًا دس مرتبہ گولے

بچلے ایک بہرہ اور ضعیف بوہرا (کہ ایک قوم ہے) اور ایک بوڑھیا جو اتفاقاً اُدھر سے جا رہے تھے گولون کا نشانہ ہوگئے لیکن مفسدون کو کچھ نقصان نہین پہنچا۔ ابھی توپون کے اخیر گولونکی صدائے بازگشت پہاڑیون سے کم نہین ہوئی تھی کہ چود ھوین ڈراگون نے بھاگے ہوئے سوارون کا تعاقب کیا لیکن چونکہ وہ بوجہ سفر دور و دراز کے بالکل تھکے ہوئے تھے اس لیے اُنکی گرفتاری مین کامیاب نہوسکے اس خوفناک بلوے مین فوج کے دو حصے وفادار رہے اور اسی وجہ سے مبئی انفنٹری نے اُنھین کچھ ایذا نہین دی۔ میر فدا علی نامی ایک دفعدار نے اپنے لشکر کے افسر کپتان ایبٹ پر پستول چلایا تھا لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ اس لیے میس ہاؤس مین اُسی وقت کورٹ مارشل قائم ہوا اور بعد تحقیقات و اثبات جرم کے اُس کو اُسی شام کو پھانسی دیدی گئی پھر چند روز تک متواتر کورٹ مارشل کے اجلاس ہوتے رہے اور کوئی ۴۲ آدمیونپر جرم قائم ہوا انمین سے ۱۲ بندوق سے اور تین توپ سے اُڑا دیے گئے پہلی کیولری بدلا با دکو جو نظام کی سرحد سے ہے کوچ کر گئی اور وہان دوسری تین کیولریون مین سے اس مین سپاہی بھرتی کیے گئے اس دوبارہ اُس کو اپنی اصلی قوت حاصل ہوگئی جس سے وقتاً فوقتاً اُس نے بلوے کے زمانے مین عمدہ اور وفادارانہ خدمات بجالاکے اپنے دامن حال سے بدنامی کے داغ کو مٹا دیا۔

حیدر آباد کی سپاہ کنٹنجنٹ کی ایام غدر مین خدمات

اس کنٹنجنٹ نے ایام غدر مین جو خدمات کین وہ تاریخ مین قابل یادگار رہین یہ اُس وقت عادل آباد مین جمع ہوئی اور ۱۸۵۷ء کے موسم برسات کے بعد انگریزی فوجون کے ساتھ وسط ہند کو لڑائی پر جانے کے لیے کوچ کیا لیکن اس سے پہلے راگھوگڑھ کے زمینداروں کی گوشمالی کی اور پھر دھار مین سنٹرل انڈیا کے پہلے برگیڈ کے ساتھ جا ملی اس برگیڈ کے پہنچنے سے پیشتر وہا نکی باغی گیریسن قلعہ سے فرار کرکے مہدپور کنٹنجنٹ کے ساتھ جاکے شریک ہوگئی حیدر آباد کے کنٹنجنٹ نے راول مین مہدپور کے پرجوش باغیون کو جالیا ایسے مین مہدپور کی وہ کنٹنجنٹ بھی وہان آپہنچی جسنے اپنے کمانڈنگ افسر کی بیوی مسز ملس کو باغیون کے ہاتھ سے بچایا تھا ان دونون نے باغیون پر جو راول مین متحصن تھے دوپہر کے بعد کوئی چار بجے حملہ کیا حملہ کرنے والونکی تعداد صرف ۲۵۰ تھی اور باغیون کی ان سے بہت زیادہ لیکن باوجود اُس کے وہ منہزم ہوگئے اور ۱۵۰ مقتول ہوئے اور آٹھ توپین اور بہت سا ذخیرہ اُنکے ہاتھ آیا۔ کرنیل ڈیورنڈ اس کیولری کی جوانمردی اور بہادری سے ایسا خوش ہوا کہ اُسی وقت حکم دیا کہ جب تک یہ کیولری لڑائی پر رہے اُس کے ہرایک سپاہی کو علاوہ تنخواہ کے ماہانہ پانچ روپے کا اضافہ دیا جائے

وہان سے کنٹنجنٹ کے ساتھ ملنے کو ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ء کو آگے بڑھی اور ساگرسے دو منزل ادھر اُس کے ساتھ شریک ہوگئی - درۂ مدن پور کے فتح مین اُس نے بڑی مدد دی اور پھر تالبیٹ کے قلعے پر جو جھانسی سے جنوب مین تیس میل پر واقع ہے قبضہ کرلیا اس کے بعد جھانسی کے محاصرے اور کنچ کی سخت لڑائی مین اور کالپی کی فتح مین شریک رہی ان ہنگامون سے فارغ ہوکر جب دکن کو مراجعت کی تو راستے مین بلوائی زمیندارون کو زیر کیا اور پھر تانتیا ٹوپی کی باغیانہ حرکات کی وجہ سے گوالیار پر چڑھائی کی اور اُس کے قلعے کو فتح کرکے تیرہ مہینے کے بعد ملک نظام کو واپس آئی - فروری ۱۸۵۸ء مین کنٹنجنٹ کے ایک دستے نے شولا پور کے باغی راجہ کی فوجون کو منتشر کردیا -

کمپنی کی حکومت سے ہندوستان کا نکلکر براہ راست تخت انگلستان کے ماتحت ہوجانا

نواب افضل الدولہ کی رزیڈنسی مین دعوت

سرکار کمپنی کی عملداری اُٹھ جانے اور حکومت براہ راست ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ کے ہاتھ مین آجانے کی اطلاع کا خریطہ گورنر جنرل کا نظام کو رزیڈنٹ نے لا کر دیا اور ۸ نومبر ۱۸۵۸ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ہجری روز دوشنبہ کی رات کو رزیڈنٹ نے کوٹھی پر نظام کی دعوت کی مغرب کے بعد نواب افضل الدولہ مع امیر کبیر شمس الامرا اور اُنکے بیٹون اور نواب سالار جنگ اور پیشکار راجہ نرندر پرشاد کے کوٹھی کو گئے دعوت کے بعد ناچ ہوا آتش بازی چھوٹی حسب حکم کوٹھی سے سکندرآباد کی چھاؤنی اور حسین ساگر تک ہر صاحب مکان نے روشنی کی

غدر کی خیر خواہی مین نظام اور اُنکے عمائد کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے تحائف آنا

نواب افضل الدولہ اور اُن کے مدارالمہام کی کارگذاری و دل سوزی نے انگلش حکام کو نہایت شکرگذار کیا غدر کے فرو ہونے کے بعد ایک موقع پر کرنیل ڈیوڈسن نے اس بارے مین یون کہا تھا کہ حضور نظام کے مدارالمہام نے جس استقلال اور آمادگی کے ساتھ ہمیں اور گورنمنٹ کو مدد دی ہے وہ حیطۂ تعریف سے باہر ہے اس سے پیشتر ریاست دکن کے کسی دیوان نے انگریزی گورنمنٹ سے ایسی صداقت اور سرگرمی کے ساتھ دوستانہ برتاؤ نہین کیا تھا جیسا کہ سالار

اُسنے کیا ہے اگرچہ ہمین مدد دینے کی وجہ سے تمام لوگ اُنھین مخالف شرع سمجھنے اور اُنپر طعنہ زنی کرنے اور اُنھین قتل کی دھمکیان دینے لگے لیکن باوجود اس کے اُن کے وفادارانہ طریقے مین کبھی فرق نہ آیا اور نہ ہماری فوجون کی عارضی پسپائی کی خبرون نے جو ممالک مغربی وشمالی (ممالک متحدہ) سے پیہم چلی آرہی تھین اُنھین ایک لمحے کے لیے متزلزل کیا مین نے ایسے وقت مین جس چیز کی اُنسے استدعا کی اُنھون نے بغیر کسی غور و تامل کے نہایت مستعدی کے ساتھ اُسی وقت اُسکو پورا کردیا اور گورنمنٹ نظام کے ذرائع حتی الامکان میرے سپرد کردیے۔

اسی طرح ۱۸۵۹ء مین لارڈ کیننگ نے نظام کو اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا تھا جس مین اس اہم وقت مین امداد دینے کا شکریہ ادا کیا تھا اور بہت ہی عمدہ و مناسب الفاظ مین سر سالار جنگ کی بروقت خدمات کا اعتراف کیا اُس کے بعد ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۰ء مطابق ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۷ ہجری کو گورنمنٹ آف انڈیا نے ایام غدر کی وفاداری کے صلے مین نواب افضل الدولہ اور اُنکے امرا کو تحائف بھیجے جو تحائف کلکتے سے آے تھے اِن کے پیش کرنے کو رزیڈنٹ مع اٹھائیس دوسرے انگریزون کے آیا کشتیان صبح ہی کو آچکی تھین نواب صاحب دربار مین آکر مراسم معمولی کے بعد مسند پر بیٹھے رزیڈنٹ مسند کی سیدھی طرف ایک پاؤن بچھائے دوسرا گھٹنے کے بل اُٹھائے بیٹھا اور اسی طرح سر سالار جنگ مختار الملک مدار المہام بیٹھے اس دن شہر مین سخت انتظام تھا تماشائی شہر پناہ کے دہلی دروازے سے نقار خانے کے دروازے تک دوکانون اور ناکون پر بھرے ہوے تھے مگر حکم تھا کہ کوئی ہتھیار لگا کر نہ آئے مختار الملک مدار المہام کے اشارے سے کشتیان آئین منشی نے اہلکارون کے ہاتھ سے لین تب خود مختار الملک اُٹھ کھڑے ہوے اور منشی کے ہاتھ سے لیکر زمین پر رکھا تورہ پوش اٹھائے۔ ان مین جواہر طرہ۔ دستبند۔ بھجبند۔ ہار۔ سرپیچ جیغہ۔ کلگی۔ دو تلوارین۔ ایک پیش قبض۔ ایک سپر جواہر نگار۔ دوشالہ۔ کمخواب کا تھان۔ یہ چیزین تھین۔ مختار الملک نے اول تلوار نواب کو پیش کی اُنھون نے ہاتھ مین لے کر پھر مختار الملک کو دیدی بعدہ سب اشیا نواب کو ملاحظہ کرا کے علیحدہ رکھدی گئین پھر نواب کی طرف سے دو کشتیان آئین ایک ایک سرپیچ مع جیغہ مختار الملک نے اُٹھا کر ایک ایک انگریز کو دی ہر ایک انگریز نے اُٹھا لیا اور ہاتھ اپنا لگا کر چپڑاسی کے حوالے کیا۔ پھر پانچ کشتیان آئین اُنمین زیادہ عمدہ تھے سرپیچ۔ جیغہ۔ ہار یہ چیزین بڑے بڑے پانچ صاحبان عالی شان کو دی گئین۔ پھر ایک کشتی رزیڈنٹ کے لیے آئی اس مین بالکل جواہر تھا دستبند۔ بھجبند وغیرہ سبھی جواہر نگار تھے مختار الملک یہ چیزین نواب کے سامنے لائے نواب نے اپنے ہاتھ سے اُنکو رزیڈنٹ کو دیا پھر عطر و پان کی تقسیم ہو کر رزیڈنٹ اور دوسرے انگریز چلے گئے۔ مختار الملک اور شمس الامرا حاضر تھے نواب نے

چند کشتیاں جو گورنمنٹ سے آئی تھیں ایک کو اور چند کشتیاں دوسرے کو دیں کہتے ہیں کہ جسقدر سامان آیا تھا وہ ایک لاکھ روپے کا مال تھا۔ گورنمنٹ نے شمس الامرا۔ اور مختار الملک کے لیے بھی تیس تیس ہزار روپے کا مال بھیجا تھا اور تین عرب جمعداروں یعنی سیف الدولہ مبارز جنگ عبداللہ بن علی اور شمشیر الدولہ عوان باز جنگ عمر بن اعوداور قمقام الدولہ غالب جنگ کے لیے پندرہ پندرہ ہزار کا اور کوتوال بلدہ زوراآور جنگ کے لیے بارہ ہزار کا اور راجہ شہر راؤ ونرسنگ راؤ کے لیے ایک ہزار کا سامان آیا تھا۔ اس دربار میں نواب نے صرف معمولی کلام کیا۔ ریزیڈنٹ سے پوچھا کہ لارڈ صاحب اچھے ہیں اور اب کہاں ہیں اور بس پھر ایک انگوٹھی تحائف سے پہنی جب وہ نہیں چڑھی تو نواب بولے کہ ہمارے ہاتھ میں نہیں آتی اور تلوار کو رغبت سے لے کر مسند کی بازو رکھدیا۔ چودھویں ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری کو نواب کی طرف سے خریطہ تحائف موصولہ کی شکرگذاری کا بھیجا گیا۔

نظام کو خطاب ملنا

قاعدہ ہے کہ فرمانروا اپنے فرمان بروں کو عمدہ عمدہ خدمات کا صلہ دیا کرتے ہیں اور خلعت والقاب وجاہ ومنصب اور مدارج اعزاز سے ممتاز کیا کرتے ہیں تاکہ اوروں کو خدمات عالی کی بجاآوری کی ترغیب ہو اور اس سے رعایا پر بادشاہ کی شفقت اور عاطفت کا ثبوت ہوتا ہے اور بادشاہ کو رعیت کی نیک خواہی اور جان نثاری پر اعتبار رہتا ہے سو نظام کا انتخاب ... کے کاغذوں میں یوں مقرر رہوا۔

نواب صاحب مشفق مہربان قدردان مخلصان سلمہ

اور جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ آف جہانی کا ایک فرمان واجب الاذعان ۲۰ جون ... کو صادر ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مابدولت نے اپنی مرضی خاص اور علم کامل ... ایک رتبۂ جدید بہادری جو آج سے دوام کے لیے خطاب موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا سے موسوم ہوکر مشہور اور معروف ہوگا تجویز اور ایجاد کیا ہے اور ... ہوتا ہے کہ رتبۂ مذکور میں ایک شخص سورین (یعنی سردار اعلیٰ) اور ایک گرینڈ ماسٹر ... اور پچیس نائٹ (یعنی بہادر) شریک رہیں اور والیان ہند اور سرداران ہندوستان اور ہماری رعایا میں وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتے ہوں اس رتبۂ عالی سے ... جائیں مابدولت کی تجویز اقدس سے مابدولت کے عزیز معزز اور مشیر اکبر چارلس ... گورنر جنرل ہندوستان اس رتبۂ موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار ...

مقرر ہوے اور یہ مقتضائے دانشمندی و مصلحت ہے کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسے اشخاص کو جو وقتاً فوقتاً ما بدولت کی تجویز اقدس سے نامزد ہوکر اس رتبے کے بہادر مقرر کیے جائین عہدۂ موسٹ نائٹ بچلر عطا کرنے کا مجاز ہے اس لیے ما بدولت اقتدار و اختیار بخشتے ہین کہ گورنر جنرل موصوف ما بدولت کی طرف سے خطاب اور مرتبہ اور اعزاز نائٹ بچلر کا اُن اشخاص کو عطا کرین جو ما بدولت کی تجویز سے رتبۂ مذکور کے بہادر مقرر ہوئے۔

چنانچہ نواب افضل الدولہ بہادر کو بھی گورنمنٹ نے نائٹ گرینڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب دیا۔

تمغائے ستارۂ ہند کی ماہیت سے نواب افضل الدولہ بہادر کی ناواقفیت

مولوی ذکاءاللہ لکھتے ہین کہ ۱۸۶۱ء مین لارڈ کے ننگ نے نواب افضل الدولہ کو تمغائے ستارۂ ہند بھیجا۔ رزیڈنٹ نے جس وقت نظام کو وہ تمغا پیش کیا تو اُنھون نے ہاتھ مین اُس کو لیکر مسند کے نیچے رکھدیا اور اُسپر چڑھکر ہو بیٹھے اس کا اخبارون مین چند دنون خوب چرچا رہا مشرقی ممالک مین بادشاہ کی طرف سے خطاب و القاب کو رئیس اپنا بڑا اعزاز سمجھتے ہین یہ بات تو سمجھ مین نہین آتی کہ نواب نے یہ حرکت گستاخی اور بے ادبی سے کی ہو ہندوستانی رئیسون سے جنکی سرشت مین بادشاہ کا ادب ہوتا ہے ایسی حرکات صادر ہونا نادرات سے ہے مگر نظام کی عقل سے یہ بعید نہین کہ وہ اس تمغے کو یہ نہ سمجھے ہون کہ یہ پہننے کی کوئی چیز ہے اس لاعلمی سے اُنھون نے اپنی گدی کے نیچے رکھدیا اور تلے دباکر بیٹھے بعض یہ کہتے ہین کہ تمغے مین جناب ملکۂ معظمہ کی تصویر تھی اور اہل اسلام اپنے پاس تصویر رکھنے کو حرام سمجھتے ہین اس نظر سے نظام نے اُس کو گلے مین نڈالا۔

(۲) اُس وقت کے دیسی لوگون کا دوسرا بیان یہ ہے کہ ۲۲ ماہ صفر ۱۲۷۸ھ ہجری کو رزیڈنٹ نے نواب افضل الدولہ کے پاس آکر تمغائے ستارۂ ہند اور نائٹ کا خطاب ملکہ کی طرف سے اور گورنر جنرل کا خریطہ اس مدعا کا پیش کیا نواب صاحب کو کسی قدر تامل ہوا اور رزیڈنٹ سے کہا کہ ہم ملکۂ معظمہ اور گورنر جنرل کی خوشنودی چاہتے ہین اور چاہتے ہین کہ دوستی روز بروز زیادہ ہو مگر یہ نہین چاہتے کہ کوئی نئی بات پیدا ہو رزیڈنٹ نے کہا کہ اگر آپ اسے قبول نہین کرین گے تو مین لکھدون گا پھر آپ کے اور گورنمنٹ برٹش کے درمیان دوستی نرہے گی نواب نے کہا

کہ بہت اچھا مجھکو تمھاری خوشی منظور ہے اور خریطہ ہاتھ سے لے لیا اور اُس کی دوسری نقل مختارالملک کو دیدی دربار برخاست کیا۔ ۲۱ توپین برخاست دربار کے بعد چلین نقل

ایضاً چونکہ تمغائے ستارۂ ہندمین تصویر تھی نواب نے رزیڈنٹ کو کہا کہ اس مین کچھ تغیر ہونا چاہیے رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ نظام بوجہ اپنے دین کی پاسداری سے تصویر کا رکھنا برا جانتے ہین اس لیے وہ کچھ تغیر و تبدل ستارۂ ہندمین چاہتے ہین وہان سے منگل کے روز ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ ہجری مطابق ۱۸۶۱ء کو رزیڈنٹ کے پاس تار کے ذریعے سے جواب آیا کہ ستارۂ ہند دوستی کا نشان ہے اگر مع شرائط اُس کے نظام قبول کرتے ہین تو بہتر ہے ورنہ ہمارا تمغا پھیر دو ہم نے اورونکو بھی دیا ہے فقط نظام کے لیے اس مین تغیر و تبدل نہین ہو سکتا گورنمنٹ کے سکرٹری اعظم نے ایک چٹھی بھی رزیڈنٹ کو لکھی جس کا مضمون رزیڈنٹ نے مختارالملک کو لکھکر بھیدیا کہ تمغائے ستارۂ ہند ہر ایک کو نہین دیا ہے یعنی یہ بات عام نہین ہے خاص خاص آدمیون کے لیے ہے یہ تمغا ہر وقت نہین ملتا کبھی کبھی دیا جاتا ہے۔ مختارالملک سالارجنگ فہیدہ آدمی تھے انھون نے نواب کو سمجھا دیا اور ایک خط جو سکرٹری اعظم کے نام تیار کیا تھا نواب کو دکھا کر خود کوٹھی پر رزیڈنٹ کو دے آئے مضمون اُس کا یہ تھا کہ تمغا بخوشی لیتے ہین مگر آپ کو اطلاع کرتے ہین کہ اُس مین ہمارے دین کا خلاف ہے تیرھوین جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ ہجری کو کسی بدفہم نے نواب افضل الدولہ اور مختارالملک اور امیر کبیر شمس الامرا کے دروازون پر ستارۂ ہندکی ہجو مین کاغذ لکھکر چپکا دیے تھے۔

ایضاً ۲ ربیع الثانی روز پنجشنبہ ۱۲۷۸ھ ہجری کو جارج ٹنکس ستارۂ ہند کا تمغا کوٹھی مین داخل کرکے چلا گیا تھا ۱۲ جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ ہجری مطابق ۲۵ نومبر ۱۸۶۱ء کو رزیڈنٹ ڈیوڈسن ۱۹ انگریزون کے ساتھ نواب کے دربار مین آیا اور وہ تمغا پیش کیا ۲۱ توپین یہان اور ۲۱ حسین ساگر پر چھوٹین نواب نے اس وقت رزیڈنٹ سے کہا کہ جو اشتہارات لوگون نے دیے ہین وہ سب غلط ہین۔

(۳) ۱۳ جمادی الاخری ۱۲۷۸ھ ہجری ۱۷ نومبر ۱۸۶۱ء کو سکندرآباد کی چھاؤنی مین نواب صاحب کی طرف سے تمغائے ستارۂ ہند کی خوشی کے اظہار مین انگریزونکی ضیافت ہوئی اس ضیافت مین بہت سے یورپین مرد و زن شریک تھے۔

فائدہ نظام کو ایک سند گورنمنٹ کی طرف سے ملی جسکی روسے یہ اجازت ہوئی کہ کوئی شخص گدی نشین ریاست جو از روئے شرع محمدی و رواج خاندان ہوگا منظور کیا جائے گا۔

نیا عہدنامہ ہونا اور وہ تین ضلع واپس ملنا جو پہلے قرض اور خرچ سپاہ کے عوض مین لیے گئے تھے

جو علاقہ فوج خرچ کے لیے نواب افضل الدولہ کے باپ نے بموجب عہدنامہ سنہ ۱۸۵۳ع کے سپرد کیا تھا ان علاقون کا حساب سالانہ نظام کو دینا مشروط ہوا تھا۔ اس سبب سے نہایت دقت اور تکرار پیدا ہوتی تھی اور نیز از روے عہدنامۂ تجارت سنہ ۱۸۰۲ع کے بھی جسکی روسے پانچ روپیہ فی صدی تحصیل کرنا پڑتا تھا بہت دقت عائد ہوتی تھی اس لیے بنظر رفع ان تکالیف اور دقت کے اور نیز بنظر انعام دینے نظام کے بصلہ خدمات لائقہ سنہ ۱۸۵۷ع کے ایک عہدنامہ نیا ۲۶ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۶۰ع مطابق ۱۲ جمادی الآخری سنہ ۱۲۷۷ ہجری کو گورنر جنرل لارڈ کے ننگ کے وقت مین معرفت لفٹنٹ کرنل ڈیوڈسن جی سی بی رزیڈنٹ دربار نظام کے ہوا جس کی روسے زر قرضہ پچاس لاکھ روپیہ ذمگی ریاست حیدرآباد معاف ہوا اور علاقہ شولاپور جو بباعث سرکشی راجۂ مقام مذکور کے ضبط ہو گیا تھا نواب افضل الدولہ کو عنایت ہوا اور تمام اضلاع رائے چور دوآب اور ۱۲۳ وہ علاقے جو سرحد مغربی علاقہ نواب پر ملحقہ کلکٹری احمدنگر و شولاپور واقع تھے نواب صاحب کو واپس ملے اور نواب نے بعض اضلاع برلب دریائے گوداوری جسپر تجارت بلا محصول ہوگئی گورنمنٹ انگلشیہ کے سپرد کر دیے اور اقرار کیا کہ باقی اضلاع سپرد شدہ برار مع دیگر اضلاع کے جن سب کی نکاسی ۳۲ لاکھ روپیہ ہوگی مکفول بطور ضمانت بابت ادائے خرچۂ فوج حیدرآباد کنٹنجنٹ وجوہتہ آبادسے و تنخواہ خاندان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ کے برٹش گورنمنٹ کے قبضے مین رہینگے اور نواب صاحب نے یہ اقرار کیا کہ بابت آمدنی ان اضلاع عطاشدہ کے کچھ حساب طلب نہ کیا جائے۔ اور گورنمنٹ انگلشیہ نے یہ اقرار کیا کہ نواب کو وہ رقم فاضل دیتی رہے گی جو بعد ادا کرنے چوتہ آباد سے و تنخواہ ماہواری فوج کنٹنجنٹ و تنخواہ خاندان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ کے اور اخراجات تحصیل اور انتظام کے بچے گی۔

اب گورنمنٹ انگریزی کی غرض یہ تھی کہ حکومت کل ان اضلاع سپرد شدہ کی حاصل ہو تاکہ جس طرح چاہے اُس کا انتظام کرے۔ عہدنامہ سنہ ۱۸۶۰ع کچھ کمی محاصل اشیائے درآمد برآمد علاقہ نظام مین نہین کرتا یہ سب محاصل حسب دستور پانچ روپیہ فی صدی قائم رہے باستثنائے اُس ملک کے جسپر نواب نظام کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ محصول زیادہ لیا کرین تاکہ وہ برابر اُس محصول کے ہو جو گورنمنٹ انگریزی افیون کی پیداوار پر لیتی ہے۔

اس عہدنامے پر رزیڈنٹ اور مدارالمہام سالارجنگ اگر نواب افضل الدولہ کی خاص مہر کراکر لے گئے۔ ۱۳ جنوری ۱۸۶۱ء موافق یکم رجب ۱۲۷۷ھ ہجری کو پرانی حویلی مین نواب افضل الدولہ نے ایک دربار کیا اُس مین رزیڈنٹ نے تعلقجات رائچور دوآب و دھاراشیون و شولاپور و بیدر وغیرہ کی فرد نواب کے سامنے پیش کی چونکہ مختارالملک کی کچھ جاگیر اس ملک مین آگئی تھی جو انگریزون کو دیا گیا تھا اس لیے اس دربار مین اُس کی جگہ دوسرے اضلاع اُن کو دیے گئے۔

سالارجنگ کی معزولی کی سازشین

(۱) جو اضلاع غدر کی خیرخواہی مین ریاست کو واپس دیے گئے تھے وہ خاص سر سالارجنگ مدارالمہام کے قبضۂ اختیار مین رکھے گئے تھے لیکن نواب صاحب نے اُنھین حسب خواہش رزیڈنٹ مدارالمہام کو سپرد کرنے مین کسی قدر لیت ولعل کیا یہ لیت ولعل ایک سازش کی وجہ سے تھا جو مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی جارہی تھی نواب صاحب کو اس بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ رزیڈنٹ چاہتا ہے کہ مدارالمہام کو معزول کردیا جائے جب نواب نے کرنل ڈیوڈسن سے اس بارے مین مشورہ کیا تو اُس نے ایسی سخت مخالفت کی کہ نواب بالکل متعجب ہوگئے۔ رزیڈنٹ نے نواب کو فہمائش کی کہ کوئی حاکم کسی لیاقت اور قوت کا ہو ایسے وفادار اور لائق مدارالمہام سے علیحدگی نہین کرسکتا اور نواب کی کارروائی اور طریق پر سوائے طریق دانائی اور انصاف کے تصور کی جائے گی پس سالارجنگ اپنے عہدے پر قائم رہے اس وقت کھلا کہ افضل الدولہ کو کسی نے غلط خبر پہنچائی تھی پھر اس سازش کے مرتکبون کا سراغ لگایا گیا اور نواب اور مدارالمہام مین بالکل صلح ہوگئی نواب نے سالارجنگ کو اپنی صفائی قلب کا یقین دلانے کے لیے بہت سے قیمتی تحائف مرحمت کیے اور اضلاع مذکورہ اُنکے سپرد کردیے تو سالارجنگ نے اُنکا ویسا ہی انتظام کیا جیسا کہ انگریز کرتے تھے۔

(۲) ۱۸۶۲ء مین دوسری ایک سازش اُسی قسم کی مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی گئی لیکن اُس کو بھی روک دیا گیا۔

(۳) ۱۸۶۷ء کے آغاز مین نواب افضل الدولہ نے اپنے اور مدارالمہام کے درمیان ایلچی گری کے لیے ایک ایسے شخص کو مقرر کیا تھا جو مدارالمہام کا جانی دشمن تھا اس لیے مدارالمہام نے اپنا استعفا پیش کردیا لیکن وہ منظور نہوا اور بہت جلد مصالحت ہوگئی۔

پھر نواب افضل الدولہ نے جناب ملکۂ معظمہ کی طرف سے نیا نیا سالارجنگ کو ستارۂ ہند کا خطاب مرحمت کیا اور رزیڈنٹ سر جارج یول بھی اُسی وقت اس خطاب سے مخاطب ہوا۔

استرداد برار کی ناکام کوشش

۱۸۶۶ء مین سرسالارجنگ نے معاہدۂ تقسیم کی رو سے استرداد برار کی تحریک کی لیکن اس باب مین اُنھین یہ تلخ جواب ملا کہ آپ کا خط جو آپ کے ولی نعمت کی عالی ظرفی اور آپ کے تدبر کے خلاف ہے گورنر جنرل کو یہ لکھنے پر آمادہ کرتا ہے کہ آئندہ سے دربار حیدرآباد کی تحریکین زیادہ سنجیدہ اور درست ہونی چاہئین ۱۳ دسمبر ۱۸۲۸ء کا پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ سالارجنگ اعظم کو استرداد برار کا مسئلہ اُٹھانے کے باعث گرفتاری اور اخراج کی دھمکی دی گئی اور اسپشل ٹرین تیار کی گئی تھی کہ اُن کو بیجاکر بلاری مین نظر بند کر دیا جائے۔

سالارجنگ کی مقتولی کی کوششین

(۱) فروری ۱۸۵۹ء مین ایک جنونی نے جس نے پہلے ایک جج کو قتل کرنیکی کوشش کی تھی رزیڈنٹ اور مدارالمہام دونون پر گولی چلائی لیکن حسن اتفاق سے دونون بچ گئے اور مدارالمہام کے ملازمون مین سے ایک شخص زخمی ہوا پولیس نے اُس وقت اُسکی خوب خبر لی اور پھر اُسکو قید کرکے ایک مہینے تک سمجھاتے رہے کہ اُس مجنونانہ کارروائی پر جس نے اُس کو آمادہ کیا ہے اُس کا نام ظاہر کرے لیکن اُس دُھن کے پکے نے نہین مانا اور آخر کو قتل کیا گیا۔

(۲) مدارالمہام ایک ہوادار پر سوار ہوکر نظام کے دربار کو جارہے تھے اس ہوادار کے اطراف اُن کی جلو مین بہت سے ملازم تھے جب وہ ہوادار نظام کے محل کے قریب ایک تنگ گلی مین پہنچا تو ایک شخص نے ازدحام مین سے اُن پر پیہم پستول کے دو فیر کیے پہلے فیر نے مدارالمہام کے ایک ملازم کو سخت مجروح کردیا جس سے وہ جان برنہوسکا اور دوسری گولی سرسالارجنگ کی پگڑی کو چھوتی ہوئی ہوادار کو توڑ کر باہر نکل گئی اور دوسرے نوکر کو زخمی کردیا مجرم کو اُسی وقت گرفتار کرلیا اگر سالارجنگ منع نہ کردیتے تو اُسی وقت اُس کے ٹکڑے کردیے ہوتے اس واقعے کے بعد وہ اطمینان کے ساتھ نواب کے دربار مین آئے اور اپنی معمولی جگہ پر متمکن ہوے نواب کو پہلے ہی اس واقعے کی خبر ہوچکی تھی اُنھون نے نہایت تپاک کے ساتھ سالارجنگ کو اُنکے بال بال بچنے کی مبارکباد دی مجرم شہر کوتوال کے سپرد ہوا اور مقدمے کی تحقیقات کے بعد اُس کی گردن اُڑادی گئی ہر چند مدارالمہام نے چاہا کہ اُس کی سزائے موت کو قید سے بدل دیا جائے لیکن نواب نے نہین مانا۔

اس واقعے کے ایک ہفتے کے بعد نواب صاحب نے ایک اعلان جاری کیا کہ سوائے

سرکاری ملازمون کے کوئی شخص ہتھیار لے کے باہر نہ نکلے اور اسکے ساتھ یہ بھی ظاہر کر دیا گیا کہ جو لوگ مسلح سپاہیون کو اپنے ساتھ رکھتے ہین وہ اُنکے چال چلن کے ذمہ دار ہین اور ملازم سپاہی اُسی وقت پر مسلح ہون جب اپنے آقاؤن کی جلو مین باہر نکلین۔

اصلاحات ملکی

۱۲۸۳ ہجری (۱۸۶۹ء) مین ممالک محروسہ ریاست حیدرآباد کو پانچ صوبون اور سترہ ضلعون مین تقسیم کیا گیا ہر صوبے پر ایک ایک صوبہ دار کا تقرر عمل مین آیا۔ اور ہر ضلعے پر ایک ایک تعلقہ دار مقرر کیا گیا اور ہر تعلقہ دار کو دو دو مددگار تعلقہ دار دیے گئے اور ضلع بھر کے ہر ہر تعلقے پر تحصیلدار مقرر کیے گئے۔ صیغجات عدالت۔ تعمیرات۔ طبابت۔ صفائی اور تعلیمات بھی قائم کیے گئے تمام اضلاع مین دواخانے اور مدرسے کھولدیے گئے خاص شہر بلدہ مین ایک بڑا شفا خانہ تعمیر ہوا یہان مریضون کے رہنے اور کھانے پینے کا بہت اچھی طرح انتظام کیا گیا۔

رزیڈنٹ کے اختیارات مین توسیع

نواب صاحب نے ۱۰ ماہ جولائی ۱۸۶۱ء مطابق ۲ ماہ ذیحجہ ۱۲۷۷ہجری کی سند کے ذریعے سے رزیڈنٹ حیدرآباد کو یہ اختیار دیا کہ وہ تحقیقات اُن جرائم کی کرے جو اہل یورپ اور دوسرے ہندوستانیون سے جو گورنمنٹ انگریزی کے ملک کے باشندے ہون حدود حیدرآباد کے اندر صادر ہوے ہون یا جس کو وہ اختیار اپنی طرف سے دے دیا کرے اور جو تکرار اُنہین اور باشندگان ملک نواب مین ہوتی ہو رزیڈنٹ تحقیقات اُس تکرار اور نزاع کی کر کے مجرم کو سزا دے جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے لوگون کے جرائم کی تحقیقات افسران گورنمنٹ انگریزی کیا کرین اور ریاست کی عدالتون کو اس مین کوئی اختیار نہ تھا۔

سکۂ حالی کا اجرا

چونکہ غدر کے بعد بادشاہ دہلی کا سکہ چلنا نامناسب تھا گورنر جنرل کے ایما سے حیدرآباد مین بادشاہی سکہ موقوف ہو کر ۱۹ محرم ۱۲۷۵ہجری سے نیا سکہ تجویز ہوا جس مین ایک طرف نظام الملک آصف جاہ اور دوسری طرف حیدرآباد اور تیمناً لفظ محمد کے عدد ۹۲ مسکوک ہونا قرار پایا اس سکے کا نام حالی مشہور ہوا۔

ذرا ذرا سی بات پر خون ریزی

۱۷ ربیع الاول ۱۲۵۷ ہجری کو نواب مختار الملک کی سواری مین صرف اتنی سی بات پر کہ ایک سوار کے گھوڑے نے کسی کے لات ماری اُس نے کچھ مُنھ سے بُرا کہا بات بڑھی تلوار چلی ایک گھوڑا۔ دو سوار اور تین عرب دروازۂ نقار خانہ پر مارے گئے۔

(۲) سلخ جمادی الاولے ۱۲۷۰ ہجری کو مظفر الملک مظفر الدولہ میر فتح علی خان پسر سکندر جاہ ایک باغ کے معاملے مین سالار جنگ سے ناراض ہوگیا اور اُنکی آسامیان گرفتار کرلین بلکہ یہانتک آمادۂ فساد ہوا کہ پانچ جمادی الاخری کو اُنکے مکان کے سامنے چند آدمیون کو اپنے ہاتھ سے گولی سے مار ڈالا مظفر الملک کا مکان سالار جنگ کے جلو خانے کے سامنے تھا جب نواب صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو مختار الملک سالار جنگ سے کہلا یا کہ ایسی کارروائی کرو کہ جس سے تمکو تاسف اور ہمکو رنج نہو چنانچہ سالار جنگ چند روز خاموش رہے اور صاحبزادہ چند روز بگڑا رہا اور اُس کی حویلی کے چارون طرف ریاست کی سپاہ نے محاصرہ کرلیا جب غصہ دفع ہوگیا تو سمجھ درست ہوئی سالار جنگ کی فہمائش کو مانکر اسامیان بھجوادین عرب اور روہیلے سپاہی جو پاس تھے سب کو سیف الملک کے حوالے کر دیا فیصلہ ہوگیا سپاہ برخاست ہوگئی۔

(۳) ۷ شعبان ۱۲۷۰ ہجری کو شاہ علی بنڈہ پر تلوار چلی۔

متفرق واقعات

۱۲۵۹ ہجری مین کمانڈر انچیف حیدرآباد مین آئے موافق معمول کے پیشوائی اور مراسم دعوت انجام پائے

(۲) ماہ رمضان ۱۲۵۹ ہجری مین حکیم ابراہیم اور محمد یار خان جمعدار اور نواب کے چوبدارون کا جماعہ دار چاند خان مردھا اور عظمت جنگ یہ سب شہر سے نکالے گئے ایک سال کے بعد واپس بلا لیے گئے۔

(۳) ۱۱ جنوری ۱۸۶۱ء کو جب ملکہ معظمہ کے شوہر نے انتقال کیا اور رزیڈنٹ نے نواب افضل الدولہ کو اس حادثے کی خبر کی تو ۱۸ جنوری کو نواب کی طرف سے تعزیت کا خط روانہ ہوا۔

(۴) ماہ شوال ۱۲۸۰ ہجری سے سخت قحط سالی شروع ہوئی مدار المہام نے تنخواہ سپاہ کا اضافہ کیا اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت فی پلہ چانول سولہ سترہ روپے اور گیہون فی پلہ ۵ اروپے اور گھی فی روپیہ ایک سیر اور مرچ سُرخ فی روپیہ ڈھائی سیر تھی۔ ایک پلہ تین من کا ہوتا ہے اور من چالیس سیر کا اس حساب سے فی روپیہ ۸ سیر گیہون پڑے۔

نواب افضل الدولہ کا انتقال

نواب افضل الدولہ نے روز جمعہ ۲۹ فروری ۱۸۶۹ء کو چندروزہ علالت کے بعد انتقال کیا اور مکہ مسجد مین دفن ہوے سلخ ربیع الاول ۱۲۴۴ھ ہجری روز دوشنبہ کو پیدا ہوے تھے مرحوم کی عمر اس وقت ۴۲ سال کی تھی۔

اولاد

اُنکے ۴ بیٹے اور ۶ بیٹیان مختلف عورتون سے تھین کتب تواریخ سے جس قدر کا پتا لگا اُنکی تفصیل یون ہے

بیٹے

(۱) نواب کا بڑا بیٹا حفاظت علی خان تھا جو ڈیڑھ برس کی عمر مین ام الصبیان کے مرض سے ۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہجری روز یک شنبہ کو مرگیا۔ فاضل شاہ اور مور شاہ درویشون سے دعا چاہی اول الذکر کو ایک لاکھ روپے اور آخر الذکر کو صاحبزادے کے وزن کی برابر سونا ملا تھا۔
(۲) نواب میر محبوب علی خان جو باپ کے جانشین ہوکر آصف جاہ سادس ہوے۔
افضل الدولہ کے تین بیٹے مرچکے تھے جب میر محبوب علی خان پیدا ہوے تو نواب سے کسی فقیر نے کہدیا تھا کہ وہ اپنے بچے پر نظر نہ ڈالین بیان کیا جاتا ہے کہ اُنھون نے اس کی حرف بحرف پابندی کی۔

بیٹیان

(۱) ایک بیٹی جو حسین بی بی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی ۱۱ ماہ ذیحجہ ۱۲۸۰ھ ہجری کو مرگئی۔
(۲) سراج النسا بیگم یہ لڑکی موتی بائی کے بطن سے غرہ ماہ جمادی الاولی ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئی تھی اور ماں کا انتقال ہوگیا۔
(۳) ایک بیٹی ۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہجری کو مرگئی۔
(۴) حسین النسا بیگم زوجۂ خورشید الملک خورشید الامرا خورشید جاہ ابن نواب اقتدار الملک وقار الامرا خلف نواب شمس الامرا۔
(۵) پرورش النسا بیگم حمیدہ بو کے بطن سے۔
اُنہین سے ایک بیٹی سر آسمان جاہ بہادر کے سی آئی۔ای محمد سلطان الدین حسان ابن بشیر الملک کو بیاہی تھی۔

اعلیٰ حضرت آصف جاہ سادس مظفر الممالک نظام الملک میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ

یہ خطاب وہی ہین جن سے ہز اکسلنسی لارڈ ریپن ویسرائے ہند نے بحکم حضور ملکۂ معظمہ قیصر ہند ۵ فروری ۱۸۸۴ء کو اٹھارھوین برس کی عمر مین نواب میر محبوب علی خان بہادر کو مسند نشین کرتے وقت مخاطب کیا تھا انکی ولادت ۱۸ ماہ اگست ۱۸۶۶ء مین واحد النسا بیگم کے بطن سے ہوئی تھی جب یہ تین برس کے تھے توانکے والد نے انتقال کیا اگرچہ اسوقت برٹش رزیڈنٹ نے انھین مسند نشین کردیا تھا لیکن انکے نابالغ ہونے کی وجہ سے امور ریاست کا انتظام نئی شکل پر قائم کرنے کے لیے ریاست حیدرآباد مین ویسرائے کی منظوری سے ریجنسی قائم ہوئی جس مین میر تراب علی خان مختار الملک سر سالار جنگ اول اور امیر کبیر شمس الامرائے ثالث رفیع الدین خان ریجنٹ مقرر ہوے شمس الامرا کو مخصوص عہدہ وزیر عدالت کا ملا۔ سالار جنگ نے یہ عہدہ انکو دینے مین پس وپیش کیا تو انکو بتایا گیا کہ ایسا عہدہ کسی سربرآوردہ شخص کے ہی سپرد رہنا چاہیے۔ شمس الامرا نے اپنے عہدے کی تنخواہ پانچہزار روپے ماہوار کبھی نہ لی امور ریاست دونون ممبرون کے حکم سے چلنے لگے کبھی کبھی اہم معاملات مین رزیڈنٹ کی راے بھی لی جاتی تھی۔

ابتدا ہی سے میر محبوب علی خان بہادر کی تعلیم نہایت غور وتوجہ کے ساتھ ہوئی گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے ایک مراسلے مین جو ۱۵ مارچ ۱۸۶۹ء کو موصول ہوا تھا۔ نواب صاحب کو ہر قسم کی تعلیم دینے کی ضرورت دکھلائی تھی تاکہ انھین انکے بلند رتبے کے لائق وسزاوار کیا جاے سالار جنگ کے اتفاق سے کپتان جان کلارک جو پیشتر کسی انگریزی شاہزادے کی تعلیم وتربیت پر مامور تھا مقرر ہوا اور اس کے بعد اس کا بھائی کپتان کلاڈی کلارک سی آئی ای کو بھی اس خدمت کے بجالانے مین اس کا شریک کیا گیا پھر عربی فارسی اور اُردو کے اعلے تعلیم یافتہ لوگ انکے پڑھانے کے لیے نوکر رکھے گئے اور اسکے ساتھ سواری شکاری اور کرکٹ وغیرہ کی جو مردانہ کھیل ہین اُنھین پوری پوری تعلیم دی گئی۔ نواب نے انگریزی مین معمولی استعداد اور

فارسی و اُردو مین عمدہ قابلیت حاصل کی۔

بعض تقریبات انگریزی مین نواب کی طرف سے مدارالمہام کی شرکت

(۱) ۱۸۷۲ء مین جبکہ لارڈ نارتھ برک نے بمبئی مین دربار اعظم مقرر کیا تھا تو اس مین سالارجنگ نظام کی طرف سے شرکت کو گئے۔

(۲) جب ۱۸۷۵ء مین جناب البرٹ ایڈورڈ پرنس آف ویلز ولی عہد ہند و انگلستان ہندوستان مین آے تو سالارجنگ مع امراے حیدرآباد کے نظام کی طرف سے وکالۃً انکے خیر مقدم کے لیے بمبئی کو گئے تھے پہلے تو تجویز تھی کہ خود نظام جائین لیکن بوجہ علالت طبع کے ڈاکٹرون نے راے نہین دی اس لیے وہ تجویز رد ہوگئی بمبئی مین پرنس آف ویلز اور سالارجنگ مین تحائف و ہدایا کا تبادلہ ہوا پرنس آف ویلز نے اپنی طرف سے جو تحفے سالارجنگ کو دیے تھے وہ یہ تھے ایک تلوار چاندی کے قبضے کی جس مین جواہر جڑے ہوے تھے۔ ایک سونے کی انگوٹھی ایک سونے کا میڈل جسکے ایک طرف پرنس کی تصویر تھی اور دوسری طرف شتر مرغ کے تین پر اور اسکے نیچے پرنس کا فوٹو اور تین قیمتی کتابین جن پر لال مورا کو کی جلد تھی۔

عجب

لیکن تعجب انگیز شاہزادے صاحب کی سیاحت ہندوستان مین یہ بات ہے کہ جناب ممدوح کی سیاحت کے پروگرام مین حیدرآباد اس لیے نہین رکھا گیا کہ نظام کی ریاست مین ولی عہد کا سفر خطرے سے خالی نہین۔

واپسی برار کی کوشش کے لیے سالارجنگ کی لندن کو روانگی

شمس الامرا اور سالارجنگ جو ریجنٹ تھے ان دونون خیرخواہان ریاست نے برار کی واپسی کی تحریک کو زندہ کیا اسی لاکھ پونڈ کی کثیر رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا جس کے محض سود سے فوج کے اخراجات ہوسکتے تھے لیکن گورنمنٹ نے واپس نہ کیا اسکے بعد دارالعوام کی اخباری دنیا مین اس مسئلے کے متعلق گرماگرم بحثین ہوئین لیکن نتیجہ معلوم ۱۸۷۵ ہجری مین خود نواب سالارجنگ اس دعوے کی تائید کے لیے ولایت گئے انکی غیر حاضری مین سالارجنگ کے بھانجے مکرم الدولہ کی شمولیت کے ساتھ تمام ریاست

کے کام شمس الامرا کرتے رہے۔

نواب سالار جنگ اٹلی اور پیرس ہوتے ہوئے پہلی جون سنہ ۱۸۷۶ء کو داخل انگلینڈ ہوئے لندن مین انکی آؤبھگت بہت ہوئی ۲۰ جون کو پرنس آف ویلز نے سر سالار جنگ کے آنر مین ایک عظیم الشان جشن کیا جس مین وہان کے بڑے بڑے امرا اور بڑے بڑے مدبر مدعو کیے گئے ۲۱ جون کو آکسفورڈ مین انھین ڈی سی ایل کا خطاب دیا گیا۔ ۳۔ جولائی کو مارکوئیس آف سالسبری انھین ونڈسور کیسل کو اپنے ہمراہ لے گئے اور جناب ملکہ معظمہ کے حضور مین پیش کیا اُنھون نے نذر دکھائی اور ملکہ کے ساتھ ڈنر کھایا رات ونڈسور کیسل ہی مین بسر کی۔ ۶ جولائی کو لارڈ سالسبری اور انکی بیوی نے انھین ایک ڈنر پارٹی دی اور دوسرے روز سالار جنگ نے پرنس آف ویلز کی ضیافت کی اس ضیافت مین پیشتر تناول طعام کے ایک دربار مشرقی قاعدے کے مطابق منعقد ہوا جس مین اُنھون نے پرنس آف ویلز کو ایک سو ایک اشرفی نذر گذرانی پرنس نے اسکو نہایت خوشی سے ہاتھ لگاکے بھجوا دیا۔ ایسٹ انڈیا ایسوایشن کی طرف سے انکی تشریف آوری انگلینڈ پر ایک تہنیت نامہ دیا گیا جس مین انکی اس حکمت عملی اور اس وفاداری کے بیان کے ساتھ جو ایام غدر مین اُنھون نے برطانیہ اعظم کے ساتھ برتی تھی انکی ادائے گی خدمت مستحسنہ کی نہایت تعریف کی گئی اور بیان کیا گیا کہ ان کا نام بطور ایک مشہور و معروف دیسی مدار المہام کے انکی اولاد مین ہمیشہ یادگار رہے گا سالار جنگ نے نہایت موزون اور مناسب الفاظ مین اس کا جواب دیا۔ مینچسٹر اور لورپول والون نے انھین دعوت دی تھی لیکن بوجہ علالت وہ انکی دعوت قبول نہ کرسکے جولائی کی بائیسوین تیئیسوین کو سر سالار جنگ نے ایک ڈنر پارٹی دی جس مین وہان کے مشہور و معروف امرا اور اگلے تمام گورنر جنرل اور سفراے دول مدعو تھے۔ جولائی کی ۲۵ کو گلڈ ہال مین کورٹ آف کامن کونسل کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس مین سالار جنگ کو شہر لندن کی اعزازی آزادی مرحمت کی گئی اور ۲۶ کو مینچسٹر کا رپوریشن اور مینچسٹر چیمبر آف کامرس کے ڈیپوٹیشنون نے انکی خدمت مین حاضر ہوکر نہایت محبت آمیز تہنیت نامے پڑھے اور انھون نے بھی انھین ویسا ہی جواب دیا انگلینڈ مین دو مہینے اقامت کا اتفاق ہوا لیکن برار کی معاملے کی یکسوئی نہ ہوئی لارڈ سالسبری نے جو اسوقت انڈیا آفس مین تھے بیان کیا کہ قبضۂ برار کے معاہدے مین معیار درج نہین ہے اور نظام کی نابالغی کے زمانے مین اس مسئلے پر بحث کرنا وقت طلب ہے لارڈ سالسبری نے یہ بھی کہا کہ جب نظام حسن بلوغ کو پہنچ جائین تو آنکی جانب سے ایک درخواست معاہدات پر عام نظر ثانی

کے لیے پیش ہوسکتی ہے۔ غالباً کوئی باضابطہ درخواست پیش نہین ہوئی اور صورت حال بدستور قائم رہی۔ سالار جنگ ۳۱ جولائی کو لندن سے روانہ ہوئے ۲۴ ماہ اگست کو داخل بمبئی ہوے اور ۲۵ کو حیدرآباد پہنچے۔

یہ شکایت صوبہ برار کی امانت کے متعلق نہ تھی بلکہ صوبۂ برار روئی کا دسا ور ہوگیا ہے او ر وسائل آمد ورفت کی ترقی سے دوسری فصلون کی قیمت بڑھ گئی ہے اور اسکو بہت کچھ مرفہ الحالی نصیب ہوگئی ہے اس صدی کی ابتدا مین صوبہ برار کی آمدنی ترقی پاکر تقریباً آٹھ لاکھ پونڈ یعنی ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ ہوگئی ہے۔ لارڈ کرزن کے زمانہ دسیر الملٹی کا ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ اس رقم کا معقول جز شاذ و نادر ہی بجٹ کی شکل مین خزانہ حیدرآباد مین پہنچا ہو۔ ریاست حیدرآباد کا یہ اعتراض ہے کہ برار کا سول انتظام مسرفانہ ہے اور بالخصوص پبلک دکن پر بہت زیادہ روپیہ صرف کیا جاتا ہے کنٹنجنٹ عملاً امپیریل فوج کا جز بن گئی ہے اور ریاست حیدرآباد کی حفاظت کے لیے خاص طور پر اسکی کوئی ضرورت نہین رہی ہے اسکے مصارف ضرورت سے زیادہ ہین اسکی نقل وحرکت پر جو قیود عاید کیگئی ہین انکی وجہ سے اسکی خوبیان کم ہوگئی ہین اور اسکی فوجی پوزیشن بے قاعدہ ہوگئی ہے اسوقت حیدرآباد کو مالی مشکلات کے باعث پریشانیان دپیش تھین اور یہ مستقل شکایت رہی ہے کہ برار کی آمدنی کا وہ حصہ حیدرآباد کو نہین ملتا جس کا وہ مستحق ہے۔

(بحوالۂ ہندوستان بزمانہ کرزن ومابعد مصنفۂ فریزر سنہ ۱۹۱۱ء)

سنہ ۱۸۷۷ء مین امیر کبیر شمس الامرا کا انتقال ہوا تو نواب وقار الامرا پسر شمس الامرا انکی جگہ مقرر کیے گئے۔

دربار قیصری مین نواب میر محبوب علی خان کی شرکت

سنہ ۱۵۹۹ء مین ملکہ الزبتھ نے چند سوداگرون کو ہندوستان مین سوداگری کرنے کا ٹھیکہ دیا انھون نے اپنی تجارت شروع کی خدا نے اس تجارت مین وہ برکت دی کہ اسکے ساتھ سلطنت بھی قائم ہوگئی اور بتدریج سارے ہندوستان مین ہمالیہ سے لیکر راس کماری تک پھیل گئی جو رموز سلطنت سے ماہر ہین وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ یہ سلطنت اس قسم کی ہے جس کا وجود پہلے دنیا مین نہ تھا۔ یہ سلطنت انگریزون کی عالی دماغی اور بلند نظری اور انکی سپاہ کی خوش حالی۔ فرمان برداری۔ قاعدون کی پابندی۔ جفاکشی اور مغل بادشاہون کی عیاشی کاہلی اور انکی سپاہ کی بے قاعدگی۔ بے سروسامانی۔ شکستہ حالی۔ نافرمانی۔ کمزوری

اور امرائے ملک کی باہمی عداوت اور ناقدر دانی اور نخوت اور مرہٹون کی غارتگرانہ عادت اور اہل ملک کی باہمی مذہبی نفسانیت اور ملک پر قبضہ طلبون کی تفرقہ اندازی نے ایجاد کی ہے اس ایجاد کا سلسلہ سوداگری سے شروع ہو کر قیصری پر پہنچا ہے ۱۵۹۹ء اور ۱۸۷۷ء اور ملکہ الزبتھ اور ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایک ملکہ نے ایک سنہ مین تجارت کرنے کا ٹھیکہ دیا اور دوسری ملکہ نے دوسرے سنہ مین خطاب قیصری اختیار کیا میر محبوب علی خان نظام پہلے پہل اس دربار قیصری مین جو یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو منعقد ہوا تھا پبلک طور پر شریک ہوے تھے انھین ملکہ معظمہ کی طرف سے اس دربار کی دعوت دی گئی تھی اس سفر مین سر سالار جنگ جی- سی- ایس- آئی- مع اکثر امرائے حیدرآباد کے اُن کے ہمرکاب تھے۔

سالارجنگ کی نظام کی تعلیم مین کوشش اور انکی وفات وغیرہ

سالارجنگ کا پورا خطاب یہ ہے ہزاکسلنسی نواب میر تراب علی خان بہادر سر سالار جنگ شجاع الدولہ مختار الملک- جی- سی- ایس- آئی- ڈی- سی- ایل- انکے والد کا نام میر محمد علی شجاع الدولہ تھا- میر محمد علی منیر الملک کے بڑے بیٹے تھے- سالار جنگ کو فارسی اور عربی مین معقول دخل تھا اور تحریر مین بھی وہ ایک اعلے درجے کے منشی کی لیاقت رکھتے تھے شمشیر بازی اور گھوڑے کی سواری مین وہ استاد تھے انگریزی زبان اپنی مادری زبان کی طرح بولتے تھے- سالار جنگ کی پبلک زندگی ۱۸۴۷ء سے شروع ہوتی تھی ۱۹ برس کی عمر مین وہ کمم واقع تلنگانہ مین تعلقہ دار مقرر کیے گئے تیس برس کی عمر مین حیدرآباد کے مدار المہام مقرر ہوے نواب میر محبوب علی خان کی عمر سولہ برس کی تھی کہ سر سالار جنگ نے معاملات ریاست مین انکی تعلیم شروع کر دی اور صرف خاص اور نیز دوسرے صیغون کے منتظمون کو حکم دیا تھا کہ ہمیشہ انکی خدمت مین حاضر ہو کے انھین اپنے اپنے کامون سے مفصل طور پر واقف کرین جنوری ۱۸۸۲ء مین نواب محبوب علی خان نے مع مدار المہام و دیگر امرائے دولت کے اپنی ریاست کے مغربی حصے کا دورہ کیا- رائے چور اور گلبرگہ کو جو مشہور تاریخی شہر ہین گئے اور وہان سے اورنگ آباد ہوتے ہوے جنوری کے اخیر مین وارد دار الریاست ہوے اس دورے مین سر سالار جنگ نے ریاست کے متعلق بہت سی عمدہ معلومات سے انھین مطلع کیا یہ معلومات متفرق عہدہ دارون کی زبانی جو متفرق صیغہ جات پر مامور تھے مفصل طور پر حاصل ہوئین۔

سر سالارجنگ نظام محبوب علی خان کو اُس حکومت کے لیے کہ جسکی عنان وہ کوئی ایک سال کے بعد اپنے ہاتھ مین لینے والے تھے اس طرح آمادہ کر رہے تھے ساتھ ہی یہ فیصلہ کر لیا کہ اپریل ۱۸۸۳ء مین نواب صاحب کو یورپ کی ساحت کے لیے بھیجین اور سفر یورپ کی تیاری مکمل ہونے کے قریب تھی کہ یکبارگی سالارجنگ کی موت کا واقعہ پیش آگیا۔ ۷ فروری ۱۸۸۳ء کو سالارجنگ خاصہ کھا کر آدھی رات تک کام کرکے بستر استراحت پر گئے ساعت کے دو بجے کا عمل تھا کہ یکایک طبیعت بگڑ گئی اطبا حاضر ہوے انھون نے تشخیص کر کے کہا کہ وبائی ہیضہ ہو گیا ہے آٹھوین تاریخ کو صبح کے نو یا دس بجے تھے کہ طبیعت بالکل خراب ہو گئی پانچ بجے دن کے زندگی کی امید بالکل منقطع ہو گئی اور شام کے سات بجکر ۲۵ منٹ کو وہ عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گئے اس لائق مدارالمہام کے مرنے نے نواب اور ریاست دونون کو اس وفادار وزیر کی خدمتون سے محروم کر دیا۔ لیکن نواب میر محبوب علی خان کی ہر دل عزیزی نے عملی طور پر ثابت کر دیا تھا کہ خود ان مین ذاتی طور پر وہ جوہر موجود ہین جو حکمرانی کے رموز سمجھنے اور ریاست کی کُل باقاعدہ طور پر چلانے کے لیے ازبس ضروری سمجھے جاتے ہین اس سے گویا سالارجنگ کی موت سے جن نقصانات کا احتمال تھا انکی بہت بڑی حد تک تلافی ہو گئی۔

اس وقت وئیسرائے ہند نے ریاست مین ضروری انتظامات قائم کرنے کے لیے انرایبل سر اسٹوارٹ بیلی کو جو سُپریم گورنمنٹ کی کونسل کا ممبر تھا اور حیدرآباد کا سابق رزیڈنٹ وکالۃً روانہ کیا کہ موجودہ رزیڈنٹ سے اس بارے مین مشورہ کرے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامل غور و فکر کے بعد راجہ نرندر پرشاد اور نواب میر لائق علی خان جو بعد مین سر سالارجنگ دوم ہوے اور سالارجنگ اول کے فرزند تھے جائنٹ منتظمان ریاست مقرر ہوے اور ایک **کونسل آف ریجنسی** فروری ۱۸۸۳ء سے قائم کی گئی جسکے صدر **نواب میر محبوب علی خان** اور سکرٹری لائق علی خان اور اراکین یہ لوگ تھے (۱) نواب رفعت جنگ بشیرالدولہ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر کبیر جو بعد کو سر آسمان جاہ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای ہوے اور محمد سلطان الدین خان بہادر بشیر الملک کے فرزند اور نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے نواسے اور نواب حال کے بہنوئی تھے (۲) خورشید الدولہ خورشید الملک خورشیدالامرا شمس الملک شمس الامرا امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر کے۔سی۔ آئی۔ ای جو سکندرجاہ کے نواسے اور ناصرالدولہ کے بھانجے اور محمد رفیع الدین خان ظفر جنگ صمصام الدولہ شمس الملک کے باپ ہین (۳) پیشکار مہاراجہ نرندر پرشاد ابن راجہ دھراج بالا پرشاد ابن راجہ چندولال مہاراجہ بہادر

نواب میر محبوب علی خان کی کلکتے کو روانگی

۱۸۸۳ء کے بڑے دن پر جب نواب نظام ویسراے کی ملاقات اور نمایش کا ملاحظہ کرنے کو کلکتے کو گئے تو سر آسمان جاہ کو امور ریاست کا انتظام دیدیا گیا اور نواب کو کلکتے مین اطلاع دیدی گئی کہ ۶ فروری ۱۸۸۴ء کو مع کامل اختیار ریاست کے انکو مسند نشین کیا جاے گرچونکہ ان دنون کلکتے مین نمائش تھی نواب نے اس کا بھی ملاحظہ کیا اور اس مین سے تین لاکھ روپے کا اسباب خریدکیا۔ اور کلکتے سے روانہ ہونے سے قبل ۱۵ ہزار روپیہ وہان کے خیرات خانون مین تقسیم کیا۔ نواب نے حیدرآباد واپس آتے وقت گلبرگہ مل کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے گلبرگہ مین توقف کیا اور ڈائرکٹران مل کے ایڈریس کے جواب مین جو اُن کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا اظہار مسرت کرکے کہا کہ مین اس مل کے مال و دولت کو زیادہ کرنیکی نسبت عنقریب متوجہ ہون گا کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ میری رعایا کی رفاہ اور بہبود کے بڑھنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف یہی ہے اور اس مل کے ڈائرکٹران نے جو نواب کے نام سے گلبرگہ محبوب شاہی مل کمپنی لیمٹڈ سے موسوم کرنے کی درخواست کی اسکو نہایت خوشی سے نواب صاحب نے منظور کیا۔

نواب میر محبوب علی خان کو اختیارات کامل حاصل ہونا

نواب کے حیدرآباد مین مراجعت کرتے ہی بڑی دھوم دھام سے اداے رسوم مسند نشینی کی تیاریان ہونے لگین اس رسم کی اداے گی کے واسطے خود لارڈ رپن آنے والے تھے جس دن ویسراے رونق افروز حیدرآباد ہوے حیدرآباد کے ریلوے اسٹیشن کی آرایش قابل دید تھی لارڈ رپن کے ورود کے کوئی پندرہ منٹ آگے نواب نظام پہنچ گئے وہ اسوقت ایک سادہ سیاہ لباس اور ایک سادہ پگڑی پہنے ہوے تھے جس مین سونے کا شاہانہ زیور جو نظام کے خاندان سے مخصوص ہے لگا ہوا تھا وقت مقررہ پر ویسراے کی گاڑی آئی جس مین لارڈ رپن اور لیڈی رپن مع ایک بڑے اسٹاف کے موجود تھے اور مارکوئیس آف رپن پہلے ویسراے تھے جنھون نے دار الریاست حیدرآباد کی سرزمین پر قدم رکھا تھا نواب صاحب نے اُن کا خیر مقدم کیا آپس مین ملاقاتین ہونے کے بعد تمام پارٹی کا فوٹوگراف لیا گیا اور ویسراے بولارم کی رزیڈنسی کو گئے اور نواب اپنے محل کو رزیڈنسی مین بہت سے مہمان جمع تھے جو اس جشن مین شریک ہونے کے لیے مدعو تھے۔

ویسراے ۲ فروری ۱۸۸۴ء روز دوشنبہ کو وارد حیدرآباد ہوے اور دوسرے دن فجر کو نواب نے اُن سے ایک تخلیے کی ملاقات کی جو قریب ایک گھنٹہ تک رہی پھر دوپہر کے بعد لارڈ صاحب نے نواب سے بازدید کی اور مغرب کو بہت بڑا لیوی کا دربار منعقد ہوا مسند نشینی کے روز صبح کے نو بجے امراے حیدرآباد کا ایک ڈیپوٹیشن بولارم کو ویسراے کے لانے کے لیے گیا اور ویسراے مع فارن سکرٹری۔ پریوٹ سکرٹری۔ فوجی سکرٹری۔ اور فارن ڈپارٹمنٹ کے کل افسرون اور اپنے ذاتی اسٹاف اور افسران فوج متعینہ حیدرآباد کے ساتھ روانۂ شہر ہوے جب یہ سب نواب کے محل پر پہنچے تو نواب نے جن کے ہمراہ حیدرآباد کا رزیڈنٹ مسٹر کارڈی میر لائق علیخان سالارجنگ ثانی۔ راجہ نرندر پرشاد۔ اور نواب خورشید جاہ تھے انکا استقبال کیا اور سب کے سب دالان مین آکر علے قدر مراتب کرسیون پر متمکن ہوے اور ویسراے کی ۳۱ توپون کی سلامی روانگی اور بیٹھنے کے بعد اُتاری گئی۔ نواب محبوب علی خان ویسراے کے داہنی طرف بیٹھے اور ان سے کسی قدر آگے بڑھ کے ایک اونچے چبوترے پر ایک شامیانہ کھڑا کیا گیا تھا جسکے نیچے دو اعلے درجے کی کرسیان رکھی ہوئی تھین جب سلامی کی اخیر توپ کی صدا موقوف ہوئی تو ویسراے نے کھڑے ہوکر نواب کو مخاطب کرتے ہوے ایک مطول اسپیچ دی جس کا ترجمہ ویسراے کے فارن سکرٹری نے کیا اسکے بعد ویسراے نواب کو اس کرسی پر جو شامیانے کے تلے کسی قدر فاصلے سے بلند مقام پر رکھی ہوئی تھی لے گئے اور اُنکے پورے خطاب سے مخاطب کرکے کہا کہ حضور ملکہ قیصر ہند اور انکی گورنمنٹ کی طرف سے اب مین آپ کو علی رؤس الاشہاد ظاہر کرتا ہون کہ آج سے آپ کو اپنی ریاست کے پورے پورے اختیارات دیے گئے اسی وقت بینڈ باجے مین جو وہان موجود تھا نیشنل انیتھم گایا گیا اور نواب کے لیے حیدرآباد۔ سکندرآباد اور بولارم مین سلامی کی اکیس اکیس توپین سر کی گئین نواب کو گورنمنٹ کا بیش بہا خلعت پہنایا گیا اور مرصع تلوار کمر سے باندھی گئی اور پھر میر لائق علی خان مدارالمہام اور راجہ نرندر پرشاد اور خورشید جاہ کو خلعت دیے گئے اسکے بعد نواب نے ویسراے کے ایڈریس کا جواب دیا اور عطر و پان کی تقسیم اور معمولی سلام اور رسومات کے بعد کارروائی ختم ہوئی۔ مسند نشینی کے روز شام کو حیدرآباد کی ریاست کی طرف سے شہر کے چار محل مین بڑی دھوم دھام کی ضیافت ہوئی اور اسکے تمام راستون پر روشنی کی گئی۔ لارڈ رپن نے نواب کی تندرستی کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوے ایک مختصر سی اسپیچ دی جس مین اس ضیافت کی بڑی تعریف کی نواب نے بھی لارڈ اور لیڈی رپن کا جام صحت تجویز کرتے ہوے اس کا موثر جواب دیا اسکے بعد

تمام مہمان برآمدے مین جمع ہوے اور قابل دید آتشبازی ملاحظہ کی پھر ویسراے اور نواب کے چلے جانے کے بعد تمام مہمان رخصت ہوے۔
۵ فروری ۱۸۸۸ء کو ملکہ معظمہ نے بہ نیابت ویسراے و وساطت رزیڈنٹ نواب کو گرانڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب مرحمت کیا۔

ملکی ترقیات

نواب محبوب علی خان کے عہد حکومت مین ریاست کے اندر بہت سی ترقیان اور بہت سے انتظامات وقوع مین آے ملک کی آمدنی کے ذرائع مین ترقی ہوئی اورنگ آباد و گلبرگہ اور حیدرآباد مین روئی اور پارچہ بانی کے کئی کارخانے اور نیز سوت ریشم اور شال کے کارخانے قائم ہوے تیل اور آٹے کی چکیان بنین اور چوڑی پٹری کا ریلوے کا قانون تمام ریاست مین جاری ہوا۔ سنگارینی کی کوئلے کی کھانین جو ایلنڈو کے قریب ہین اس ریلوے کے ذریعے سے ہندوستان کے بازارون سے متصل ہوئین ورنہ اس عہد سے قبل بوجہ میسر نہونے آلات سائنس کے اس ملک مین سواے الماس۔ سونا۔ لوہا اور عمارت کے پتھرون کے کسی اور دھات کی طرف حیدرآباد مین خیال رجوع ہوتا نہین پایا جاتا۔ حیدرآباد کے پرے ورنگل تک جو ریلوے تیار ہوئی اسکو نواب نے ۱۳- ماہ اپریل ۱۸۸۶ء کو افتتاح کیا آب پاشی کے ذرائع مین بھی کچھ کم ترقیان نہوئین بڑی بڑی سرسبز زمینون مین پانی لایا گیا جس سے ملک کے محاصل زیادہ ہوے اور قصباتون کی آمدنی بڑھی۔

گورنمنٹ کے ساتھ خیرخواہانہ طرز عمل

نواب محبوب علی خان وقتاً فوقتاً ملکہ معظمہ اور ہندوستانی گورنمنٹ کو اپنی دوستی اور وفاداری کا عمدہ ثبوت دیتے رہے چنانچہ ۱۸۸۵ء مین انھون نے چاہا کہ مصر کی لڑائی مین فوجی اعانت دین اور اسی طرح اسی سال جبکہ افغانستان پر روس کے حملے کا خوف تھا دوسری ایک ویسی ہی دوستانہ درخواست کی اور علاوہ اسکے انھون نے برھما کی لڑائی مین اپنی دو رجمنٹون کو شریک ہونے کی اجازت دی۔ اسکے دو سال بعد نواب نے روس کے حملے کو روکنے کے لیے شمال و مغربی سرحد کے استحکامات کے واسطے ویسراے کو ساٹھ لاکھ روپے دینے کی درخواست کی اور اس درخواست کے ساتھ انھون نے

یہی خواہش ظاہر کی کہ اگر کبھی روس و انگلینڈ کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو وہ خود اپنی ذات سے میدان جنگ مین آئین گے۔ شروع ہی سے آپ کو انگریزون کی وفاداری اور خدمت کا شوق دلایا گیا اور تمام عمر آپ اسی رنگ مین رنگے رہے۔ آپ کے متعلق یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ مذہبی تعصب کا شکار بالکل نہ ہوئے سرکار انگریزی کے متعلق آپ نے اپنے جذبات کا ان الفاظ مین اظہار کیا ہے۔

تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو سمجھین جناب قیصر ہند اپنا جان نثار

غرضکہ آپ جب تک زندہ رہے انگریزون کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ ۱۹۰۲ء مین آپ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی رسم تاج پوشی کے موقع پر دہلی گئے تو انگریز افسرون سے ملتے اور تحائف دیتے رہے۔

امپیریل سروس فوج کی بنا

۱۸۸۵ء مین جبکہ ہندوستان پر روس کے حملے کا خوف تھا تو نواب میر محبوب علی خان نے سرحدی استحکامات کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا کو ساٹھ لاکھ روپے دینے کی تجویز پیش کی اور انکی دیکھا دیکھی اور دیسی والیان ملک نے بھی انکی تقلید کی لیکن گورنمنٹ آف انڈیا نے بڑے غور و تامل کے بعد یہ بات ٹھہرائی کہ ہند کے نوابون اور راجاؤن سے سرحدی حفاظت کے لیے زر نقد لینے کے عوض انھین یہ اجازت دی جائے کہ وہ ایسی مستعد اور باقاعدہ فوجین تیار کرین کہ وہ غنیم کے حملے کے وقت انگریزی پلٹنون کے دوش بدوش میدان جنگ مین آسکین۔ دیسی حکام ہند کی امپیریل سروس فوجین اس تجویز کا نتیجہ ہین اور حیدرآباد کی امپیریل سروس فوج نظام کے ساٹھ لاکھ روپے کے عطیے سے مرتب ہوئی ہے۔

مدارالمہامون کی جلد جلد سبکدوشیان

جب نواب میر محبوب علی خان مسند نشین ہوئے اور ریاست کے کل اختیار اپنے ہاتھ مین لیے تو اس وقت نوجوان **میر لائق علی خان سالار جنگ دوم** سی آئی ای پسر میر تراب علی خان سالار جنگ اول مدارالمہام تھے جنکو ۷ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ ہجری مطابق ۱۸۸۴ء کو قلمدان مدارالمہامی سپرد ہوا تھا لیکن دونون نوجوان ہمجولیون کے سرکاری تعلقات بعد مین ویسے نہ رہے کہ جیسی امید کی جاتی تھی اور تین برس کے اندر ہی اندر

نواب نے مدارالمہام کو علیحدہ کر دیا جنھون نے ۲۴ رجب سنہ ۱۳۰۴ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۷ء کو استعفا دیدیا۔ انکے زمانہ مدارالمہامی مین والنٹیر کور قائم ہوا تھا اور تمام دفاتر مین زبان اُردو جاری ہوئی تھی ان کی سبکدوشی کے بعد نواب صاحب خود ایک سکریٹری اور ایک مشیر کی اعانت سے دو سال تک کام کرتے رہے بعد اسکے **سر آسمان جاہ بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔** کو ۳ یا ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۸۷ء کو مدارالمہام مقرر کیا انھون نے سنہ ۱۸۹۲ء تک خدمت مفوضہ ادا کی اور پھر اس سے مستعفی ہوگئے تو اُن کے چچا زاد بھائی نواب محمد فضل الدین خان سکندر جنگ اقبال الدولہ اقتدار الملک **سر وقار الامرا** بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ فرزند دوم نواب وقار الامرا سنہ ۱۸۹۲ء سے اس عہدے پر مقرر ہوے پہلے یہ عوضی مدارالمہام مقرر ہوے تھے اور پھر ایک برس کے بعد مستقل ہوگئے لیکن آخر مین رخصت پر بھیجدیے گئے تو انکی جگہ **سر کشن پرشاد بہادر** پیشکار و منتظم افواج بطور قائم مقام کام کرتے رہے اور پھر سر وقار الامرا کے انتقال پر یہی مستقل مدارالمہام کیے گئے۔

آپ کا مختصر حال یہ ہے کہ مہاراجہ نرندر پرشاد نبیرہ راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر کی اکلوتی بیٹی سے راجہ ہری کشن پرشاد کی شادی ہوئی جسکے بطن سے مہاراجہ کشن پرشاد سنہ ۱۲۷۹ یا سنہ ۱۲۸۰ یا سنہ ۱۲۸۱ ہجری کو پیدا ہوئے[15]۔ نرندر پرشاد کے چونکہ کوئی فرزند نتھا اس لحاظ سے یہ انکے وارث تھے انھون نے اپنے نانا کے مکان پر تعلیم پائی۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ تلیگو۔ مرہٹی۔ اور گورکھی زبانون مین اچھا ملکہ حاصل کیا۔ اور نظم و نثر کی بہت سی کتابین لکھ کر شائع کین۔ مہاراجہ نرندر پرشاد جبکہ نواب میر محبوب علی خان کے ساتھ کلکتے کو گئے تھے تو انکی غیر حاضری مین راجہ ہری کشن پرشاد کے ہاتھ کل حیدرآباد کا انتظام تھا اس انتظام مین رزیڈنٹ بھی متفق الرائے تھا سنہ ۱۳۱۰ہجری مین راجہ کشن بہادر کو انکی موروثی خدمت پیشکاری کی مرحمت ہوئی اور راجہ بہادر کا خطاب بھی اور جب فوج کے منتظم مقرر کیے گئے تو خطاب راجہ راجایان مہاراجہ بہادر سے سرفراز ہوے نواب نے اس موقع پر انگوچھ دانے جواہرات کے بخشے مہاراجہ کشن پرشاد کو اپنے نانا کی طرف سے تمام جاگیرین وراثت مین ملین جن کی سالانہ آمدنی کئی لاکھ روپیہ ہے۔ انھین خاص اپنی رعیت پر دیوانی اور فوجداری کے تمام حقوق اور اختیارات حاصل ہین جو حیدرآباد

[15] تاریخ قلمرو نظام مین یون لکھا ہے کہ راجہ نارائن پرشاد نارائن در بہادر کے کوئی فرزند نتھا مہاراجہ کشن پرشاد بہادر اُن کی اکلوتی بیٹی کے فرزند تھے اور اس مین تصحیف معلوم ہوتی ہے ۱۲

مین صرف معدودے چند امرائے کبیر و ذی اقتدار ہی کو حاصل ہین سنہ ۱۳۱۹ ہجری مین
سر وقار الامرا شملے کو گئے تھے تو مہاراجہ کشن پرشاد نے ۴۲ دن تک مدار المہامی کا کام انجام
دیا تھا اردو فارسی مین شعر کہتے ہین شاد تخلص ہے نواب میر محبوب علی خان آصف تخلص
سے تلمذ ہے پورا خطاب یہ ہے ہز اکسلنسی راجہ راجایان یمین السلطنت
کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ یمین السلطنت خطاب بھی
نواب میر محبوب علی خان بہادر نے دیا تھا۔ دکن مین ان کا خاندان آصف جاہی کہلاتا ہے
۱۸۹۳ء مین نواب نے ایک قانونچہ جاری کیا جسکی روسے دو کونسلین مقرر کی گئین
ایک کیبنٹ کونسل اور دوسری لیجس لیٹو کونسل جسکے پریزیڈنٹ مدار المہام اور ممبر دن مین
دو اول درجے کے جاگیردار اور دو اول درجے کے وکلا اور دو اعلے پوزیشن کے تاجر
ہوتے اسی قانونچے کے ذریعہ سے ہر ایک صیغے کے علیحدہ علیحدہ سکرٹیری کا تقرر ہوا۔

ویسرایون اور یورپ کے شہزادون کی آمد

۱۸۸۴ء مین جبکہ لارڈ رپن کا نظام کی مسند نشینی کے لیے حیدرآباد مین آنا ہوا تو اسکے بعد
ویسرایون کا حیدرآباد مین آنا جاری ہوگیا۔ چنانچہ لارڈ ڈفرن۔ لارڈ لینسڈون اور لارڈ الگن
اپنے اپنے زمانہ حکومت مین وقتاً فوقتاً حیدرآباد آچکے ہین علاوہ اسکے شاہی سیاحین جن مین
ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ اور پرنس البرٹ آخری زار روس بحالت ولی عہدی اور اسٹریا
کا پرنس فرانز فرڈینانڈ اور ڈنمارک کا ولی عہد اور یونان کا ولی عہد اور سیام کا پرنس
ڈامرنگ نواب میر محبوب علی خان کے مہمان ہوچکے ہین ان لوگون کی تشریف آوری کے موقع
پر نظام کی طرف سے بڑی دھوم دھام کی ضیافتین اور قابل دید روشنی ہوئی ہے۔

ملکہ معظمہ کی الماسی جوبلی پر نواب کی طرف سے کارروائی

ملکہ معظمہ کی الماسی جوبلی کے موقع پر ریاست حیدرآباد مین بڑی دھوم ہوئی اور ملکہ معظمہ
کی خدمت مین نواب صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن بسرکردگی نواب سر آسمان جاہ اور نواب
ظفر جنگ شمس الملک انگلینڈ کو مارچ ۱۸۸۷ء مین حیدرآباد سے روانہ کیا جو ۱۴ مئی ۱۸۸۷ء
کو وارد لندن ہوا اور وہان ان لوگون کا استقبال نہایت عزت و احترام کے ساتھ ہوا لندن سے
واپس آنے کے پیشتر ملکہ معظمہ نے اپنے ہاتھ سے انکو جوبلی میڈل عطا فرمایا اور کہلا بھیجا کہ جوبلی کی
یادگار کے دوسرے تمغے اور فوٹو وغیرہ بعد ازان روانہ کیے جاوینگے۔

ملکی ترقی کے اسباب کا مہیا ہونا

مہمات ریاست اور امور حکومت کا کوئی شعبہ ایسا نہین جہان نواب میر محبوب علی خان کے عہد مین مناسب اصلاحین نہوئی ہون۔ تعلیمات۔ طب۔ فوج۔ پولیس۔ تعمیرات عامہ غرض وہ تمام خصوصیات جو آج کل مہذب سلطنتون کے لیے ضروری ہین ریاست حیدرآباد مین مکمل صورت مین موجود ہو گئے اور یہ انگریزون کے مشورے کا طفیل تھا جنھون نے ان تمام محاکم کو برٹش گورنمنٹ کے نمونے پر ڈھالا چنانچہ حیدرآباد مین ہائی کورٹ ہے اور اسکے ماتحت ہر صوبے مین صدر کورٹ اور برٹش انڈیا کی طرح ہر قسم کی ابتدائی عدالتین موجود ہین صیغہ تعلیمات کی نگرانی مین خاص مستقر حکومت مین نظام کالج کے نام سے ایک کالج قائم ہوا اور متعدد ہائی اسکول شہر و بیرون شہر مین بنے امرا کے لڑکون کی تعلیم کے لیے مدرسہ عالیہ قائم کیا گیا جہان کے اخراجات تعلیم و دارالاقامتہ رئیسون اور امیرون کی ضروریات کے مطابق رکھے گئے ریاست کے بڑے بڑے شہرون مین انگریزی کے مدرسے اور دیسی زبان کے مکاتب بنے نادار اور مفلس لوگون کی اولاد کو بلا فیس تعلیم دیے جانے کے متعلق قواعد نافذ ہوے اور انکی پابندی کے ساتھ کثیر التعداد غریب لڑکے زیور علم سے آراستہ کیے جانے لگے اکثر لڑکون کو علاوہ تعلیم بلا فیس کے ماہواری وظائف ملنے لگے لڑکیون کی تعلیم کا انتظام بھی ایک حد تک معقول ہوا انجنیری تعلیم کے لیے جداگانہ اسکول بنا اساتذہ مدارس کی علمی تعلیم و تربیت کے لیے نارمل اسکول قائم ہوا علوم مشرقی کا ایک کالج دارالعلوم کے نام بنا جہان فارسی و عربی کی انتہائی تعلیم دی جاتی۔ پہلے یہ کالج پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ مشرقی سے متعلق تھا لیکن یونیورسٹی ایکٹ کے نفوذ کے بعد یہ تعلق قطع ہو گیا اور اب خود ریاست کی جانب سے امتحانات کا انتظام کر لیا گیا انگریزی مڈل کا امتحان بھی لوکل طور سے لیا جانے لگا باشندگان ریاست کی طبی امداد کے لیے ہر طرف شفاخانے موجود ہوے جہان مریض مفت علاج کرا سکتے۔ بزمانہ قیام ملک معظم جارج پنجم جو اسوقت ولی عہد سلطنت کی حیثیت سے ہندوستان آئے تھے ملکہ معظمہ وکٹوریہ آن جہانی کی یادگار مین زچہ خانے کی بنیاد ڈالی گئی تھی صیغہ طبابت سے متعلق ایک میڈیکل اسکول قائم ہوا جہان برٹش انڈیا کی طرز پر ہاسپٹل اسسٹنٹ وغیرہ تیار کیے جانے لگے۔ عدالت۔ تعلیمات عامہ اور طبابت کے طریقے پر پولیس و فوج و پبلک ورکس کے محکمے اعلے پیمانے پر قائم ہوے اور موخرالذکر کی وجہ سے ریاست کی تمدنی حالت مین بہت بڑی ترقی ہو گئی۔

نواب صاحب کے عہد وسطی تک سکے کی حالت نہایت ناقص اور بے ترتیب تھی جس سے پبلک کو نہایت مشکلات کا سامنا ہوتا تھا لیکن مسٹر واکر کا تقرر کرنے کے بعد کرنسی کی اصلاح پورے طور پر ہوگئی۔ روپیہ۔ پیسہ۔ اشرفیان اور ریزگاریان سب عمدہ اور نفیس شکل وصورت کی رائج ہوئین اور ان کا نرخ مقرر کردیا گیا اور اسکے لیے ایک حد تک مسٹر واکر کریڈٹ پانے کا مستحق ہے حالانکہ بعض حاسد کوتہ بین اہل قلم نے اس وقت بڑے بڑے مضامین نثر ونظم مین اس منتظم کی ہجو مین چھپوائے جو روزانہ پیسہ اخبار مین نظر سے گذرتے رہے اور وہی شخص مسلمانون کا لیڈر سمجھا جاتا ہے اور وہابیون کا معاون اور اس کے اخبار کی دریدہ دہنی نے اخبار بینون مین بدمذاقی کے ساتھ نکتہ چینی کا گندہ مادہ پھیلا دیا ہے۔

نواب صاحب کی بے تعصبی۔ اور سانپ کے زہر کا عمل

نواب میر محبوب علی خان نے اپنی ہر ملت کی رعایا کو مساوی نظر سے دیکھا مذہبی حیثیت سے قطع نظر پولیٹیکل امور مین بھی مذہبی رنگ کا شائبہ نہ ہوا جلیل القدر عہدون پر ہندو مسلمان برابر مقرر ہوتے کسی کی کوئی خصوصیت نہ تھی دونون فرقون کے ساتھ آپ کے تعلقات بہت خوشگوار تھے آپ نے **مہاراجہ سر کشن پرشاد** کی لیاقت وقابلیت سے خوش ہوکر اور کچھ اُنکے خاندان کی خدمات کا خیال کرکے اپنا مدار المہام بنالیا۔ نواب کی موت تک مدار المہامی کا قلمدان مہاراجہ موصوف کے تفویض رہا جنکو دس ہزار روپیہ ماہوار بحیثیت مدار المہامی کے ملتا تھا اور چھ ہزار روپیہ فوجی سکریٹری کی حیثیت سے یعنی قریب قریب ویسرائے ہند کی برابر ان کو تنخواہ ملتی تھی۔ نواب ممدوح کو اپنی رعایا سے بہت پیار تھا اور اس مین ہندو مسلمانون کی تمیز نہ کرتے تھے۔ آپ کی اس نیک نیتی ہی کا پھل تھا کہ اپنے عمل سے سانپ کا زہر زائل کردیتے تھے آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کو سانپ کاٹلے تو خواہ کوئی وقت ہو آپ کسی حالت مین ہون آپ کو اطلاع دیجائے چنانچہ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ سو رہے تھے اور آپ کو جگا لیا گیا آپ ایسے موقع پر بالکل ناراضی کا اظہار نہ کرتے تھے۔ کہتے ہین کہ ہزارہا لوگون نے آپ کی اس طاقت خداداد کا فائدہ اٹھایا۔

موسے ندی کے سیلاب عظیم سے ہولناک تباہی

شوال سنہ ۱۳۲۶ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۸ء مین نہایت شدت سے بارش ہوئی یون تو دس روز

سے برابر کم وبیش پانی برسا اور بہت سے کام لگاتار مینھ برسنے سے موقوف کردیے گئے
لیکن ۲۶ ستمبر مطابق ۲۹ شوال کو دوپہر سے ۲۸ ستمبر مطابق یکم رمضان کی رات تک موسلا دھار
پانی پڑا دریاے موسے مین بڑی طغیانی ہوئی جن جن لوگون کے مکانات دریا کے کنارے تھے
انھون نے جلدی جلدی انھین خالی کردیا دو پشتون سے دارالصدر نظام کو کبھی ایسی خرابی
لاحق نہین ہوئی تھی جیسی کہ اسوقت ہوئی صبح کے سات بجے تک ہزارون آدمیون نے
اپنے اپنے مکان خالی کردیے۔ نواب صاحب نے اطلاع دی کہ پرانی حویلی کے ایوان واقع
اندرون شہر سے ایوان فلک نما مین ان کا جانے کا قصد ہے اور اپنے ایڈیکانگ افسر الملک
کو طلب کیا افسر الملک نے افضل گنج کے پل پر سے اُترنا چاہا مگر اسپر سے اس زور سے پانی
بہ رہا تھا کہ نہ اُتر سکے اسوقت وہ جھپٹ کر چادر گھاٹ کے پل پر گئے اور دونون طرف پانی
کی چادر کے بیچ مین اُترے اسکے بعد پھر اور کوئی شخص اس پل پر سے نہ اُتر سکا اور اسکے طے
کرتے ہی چند منٹ کے بعد دونون پل ٹوٹ گئے اور پانی بڑے زور سے افضل گنج کی طرف
گیا اور ہر طرف تباہ کرنے لگا افضل گنج کے اسپتال سے جو پانی ٹکرایا تو وہ گر پڑا اسکے بہت سے
بیمار دب گئے اور بہت سے بہ گئے ہر مقام پر پانی اس زور سے گیا کہ خاص سڑکون اور
گلی کوچون مین جو شے سامنے آئی اُسے بہاتا ہوا لیے چلا گیا ہر طرف مکانات گر گئے ہزارون
آدمی پانی کے تموج کے سامنے خائف و ترسان بھاگے جا رہے تھے دیوارون پر پانی کا
کا نشان دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آٹھ فٹ پانی تھا ہزارون آدمیون کی جانین بچ جانا ایسی
حالت مین ایک کرامت تھی مگر ہزارون آدمی یا تو مکانون کے نیچے دب گئے یا ڈوب گئے
یا پانی کے تموج سے پاش پاش ہو گئے جب چادر گھاٹ یا سیف آباد والے افسرون کو
خبر آئی تو سب آدمی مصیبت زدہ لوگون کے بچانے مین مدد کرنے کے لیے دوڑے آئے
کشتیان منگوائی گئین اور جو سیکڑون آدمی کسی شے مین لپٹ گئے تھے اُنکی جانین بچانے مین
ہاتھیون سے بھی کام لیا گیا جائداد کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہزارون مکان گر گئے اور جس
کھتے مین دو لاکھ روپے کا غلہ رکھا ہوا تھا وہ بہ گیا کئی دن تک ایسی صورت تھی کہ بیان
نہین ہو سکتی ہر طرف انواع اقسام کی مصیبت تھی لوگ بے گھر ہو گئے تھے شہر مین ہر مقام
پر لاشین پڑی ہوئی تھین بہت سی دریا مین بہ کر آگئی تھین جنکی کوئی شناخت نہین ہو سکی
گو دقتین تھین مگر پولیس کے لوگ بڑی محنت و جانفشانی سے کام کر رہے تھے بہت سے
افسرون اور سپاہیون کا پتا نہ لگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ نظام کی فوج کے لوگون کو مصیبت
کے وقت مین آ کے مدد دینے کا حکم نہین دیا مگر جو لوگ قریب تھے اُنھون نے لوگون کی

جانین بچانے مین بڑی مدد کی سیکڑون ہندوستانی ایسے مقامات پر اس بات کے منتظر تھے
کہ کوئی وہان پہنچکر انھین بچائے جہان رسائی دشوار تھی ۳۶ گھنٹہ مین پندرہ انچ پانی
برسا پرانے پل کے پاس دریا کے نشیبی جانب ایک گنجان آبادی تھی بعد اسکے
وہان تاربرقی حیدرآباد کے دفتر کے سوا کچھ بھی نہین رہا سیلاب جنوبی جانب بڑھا تھا
اور شرقی جانب حوالی شہر کا بہت بڑا حصہ تباہ ہوگیا اس مقام پر میدان مین دبی ہوئی
لاشین اٹھالی گئین سیکڑون لاشین مکانون کے اندر دبی پڑی تھین سیلاب شہر کے
مغربی جانب سے آیا تھا اور جنوبی شمالی جانب گیا تھا ایک میل تک طول مین اور نصف
میل عرض مین باہر جس قدر مکانات تھے سب گر گئے درحقیقت شہر کا وہ بہت ہی گنجان
آباد حصہ جسے پرانا پل کہتے ہین چند ہی لمحہ مین بہ گیا لاشون کی شناخت غیر ممکن تھی افضل گنج
کی طرف سناٹا ہوگیا تھا اس مقام پر بڑے غضب کا سیلاب آیا تھا ہزارون ہندوستانیون
مین سے کچھ ہی شاید بچے ہون سڑکون کا کوئی نشان نہونے سے نہین معلوم ہوتا تھا کہ فلان
مقام کون ہے ہر طرف اداسی چھائی ہوئی تھی اس قدر لوگ ضایع وہلاک ہوے کہ
بہت کم لوگ انھین روتے تھے مکانات جو مخدوش تھے وہ ہاتھیون سے گروادیے گئے
رزیڈنسی کے احاطے سے بہت سی لاشین نکالی گئین۔ حیدرآباد کے ریلوے اسٹیشن
مین بہت سی ہندوستانی مستورات پناہ گزین ہوئی تھین رزیڈنسی مین رزیڈنٹ اور
افسران رزیڈنسی نے بڑی کوشش کی جب دفتر کے تمام کاغذات بچالیے تو سیکڑون
آدمی جو درختون سے چمٹے ہوے مکانون اور مندرون کی چھتون پر تھے اور وہان تک
پانی نہین پہنچا تھا ان کو بچایا اس امر مین کشتیون نے بڑی مدد دی لیکن چونکہ نصف میل
تک پانی کی دھار کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے ہوجے تھے اور بڑے بڑے درخت
جڑ سے اکھڑے ہوے پڑے تھے اس وجہ سے یہ بڑی جوکھون کا کام تھا معدودے چند
یورپینون نے جو بہادری کی اس سے بہت لوگ ممنون رہے رزیڈنسی کا ایک ملازم
بھی ضائع نہین ہونے پایا ایک ہزار گھر کا ایک موضع جسکو لنگوڈا کہتے تھے اور رزیڈنسی
کی حد کے اندر تھا۔ یہ بالکل تباہ ہوگیا۔ ریاست نے لمبہ کھودنے کا کام ایک عملے
کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کوئی مکان نہ کھودا جاے
اس کام مین مدد دینے کے لیے شہر مین بہت فوج طلب کی گئی تھی جو لوگ فاقون
مر رہے تھے اور مفلس ہوگئے تھے انھون نے غلے کی رہی سہی دوکانین لوٹ لین
ہر قدم پر کوئی نہ کوئی خوفناک بات سننے یا دیکھنے مین آتی تھی سچ تو یہ ہے کہ حیدرآباد پر

بڑے غضب کی آفت آئی تھی دس میل ملکسر مین سڑی ہوئی لاشون کے ڈھیر پڑے ہوے تھے سیکڑون آدمی کھڑے ہوے دیکھ رہے تھے کہ بڑی بڑی دور سے لاشین بہی ہوئی آرہی تھین لاشون کے اس طرح بہکے آنے سے معلوم ہوا کہ میلہا میل تک سیلاب تھا نواب سالار جنگ کا ایوان نصف گر گیا نواب فیض علی خان کا بہت بڑا نقصان ہوا اُن کا مکان بہت ہی قیمتی آرائشی اسباب سے سجا ہوا تھا وہ بالکل تباہ ہو گیا۔ حتے کہ اُن کا زیور وغیرہ بھی بہ گیا۔ حیدرآباد مین ہر طرح کی خرابی وابتری ہو رہی تھی ریلون کا سلسلہ بہت خراب ہو گیا تھا جو لوگ ملبے مین دبے پڑے تھے وہ اکثر ساہوکار اور تاجر تھے جنھون نے اپنے مکانون کو چھوڑنے سے انکار کیا تھا اور آخر وقت تک اپنے مال و دولت سے لپٹے رہے چونکہ اکثر ہندوستانی اپنا روپیہ اور قیمتی زیور زمین مین دفن کر دیا کرتے ہین پس جو مکانات منہدم ہو رہے تھے اُن مین دولت کثیر مدفون تھی ہز مجسٹی شاہ ایڈورڈ ہفتم اور پرنس آف ویلز اور ہز اکسلنسی ویسرائے اور دوسرے بڑے بڑے افسرون نے نظام کو ہمدردی کے تار بھیجے اور شریف کلکتہ نے رفع تکلیف کا فنڈ جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نواب میر محبوب علی خان نے حکم دیا کہ ایک کمیٹی جمع ہو اور رفع تکلیف کے فنڈ کا انتظام کرے مصیبت زدہ لوگون کے لیے کیمپ بھی قائم ہوے اور منجملہ اور مقامات کے سرکاری باغ چادر گھاٹ مین مصیبت زدہ لوگون کے رہنے کے لیے جگہ دی گئی اور پناہ گزینون کے لیے دو ایوان بھی دیدیے تھے دونون مین لوگ بھرے ہوے تھے اُنکے لیے کھانا اور کپڑا بہم پہنچایا جاتا تھا پانچ باورچی خانے مسلمانون اور پانچ ہندوؤنکے لیے جاری کیے گئے تھے۔ اور اس بات کا بھی بندوبست کیا گیا تھا کہ معزز عورتون کو پردے مین کھانا پہنچایا جائے جہان اُنھون نے جا کر پناہ لی ہو ریاست نے تمام اُن مصیبت زدہ اشخاص کو جو سرکاری ملازم تھے ایک مہینے کی تنخواہ پیشگی دی تھی اور تمام دفاتر چند روز کے لیے بند کر دیے گئے تھے۔ اموات کی نسبت یہ آخری یقینی امر تھا کہ پچاس ہزار سے کم کی جانین تلف نہوئی ہونگی اور پندرہ ہزار سے لیکر بیس ہزار تک مکانات گرے ہونگے اور ایک لاکھ آدمی بے خان ومان ہو گئے تھے۔ نواب نے چار لاکھ روپے جیب خاص سے عطا کیے اور دو لاکھ روپے ریاست سے ملے بہت سے مقامات مین چندے ہوے جب سے یہ حالت ہوئی تھی بنیون نے غلہ بہت گران کر دیا معمولی چانول روپے کے چار سیر کر دیے تھے دکانون اور جھونپڑون کا کرایہ بہت گران ہو گیا تھا بنیون نے سڑا ہوا غلہ روپے کا سات سیر عام لوگون کے ہاتھ فروخت کرنا شروع کیا تھا لیکن کرنل شونرر زیڈنسی سرجن نے اُنھین روک دیا حیدرآباد مین اس وقت چونکہ غلے کی بڑی مانگ تھی اس باعث سے

سکندرآباد مین جس قدر غلہ بہم ہو سکتا تھا وہ حیدرآباد مین چلا آتا تھا اور دو اکتوبر کی شام کو
بیس روپیہ فی پلہ تک نرخ بڑھ گیا تھا مگر مسٹر ڈنلاپ سکرٹری خزانہ نے دوسرے اضلاع
سے غلہ طلب کرکے غلہ فروشون کے منصوبے بگاڑ دیے لاشین جو کھود کر نکالی جاتی تھین کچھ
زمین مین دفن کی جاتی تھین کچھ جلائی جاتی تھین نواب صاحب کو اس کا بہت صدمہ تھا
موٹر پر سوار ہو کر یکم اکتوبر کی شام کو ایوان فلک نما سے افضل گنج کے پل تک آئے اور جو منظر
پیش آیا اسکو دیکھکر کھڑے کھڑے رو دیا کیے سرکاری افسرون نے اپنی موٹرین اور گھوڑے
گاڑیان اور گھوڑے حکام محکمۂ تعمیرات ومحکمۂ حفظان صحت اور میونسپل افسرون کے حوالے
کردیے کہ ان سے کام لے کر جلد اس بات کی تدبیرین کردین کہ آمد و رفت جاری ہو جائے
یکم اکتوبر مطابق ۴ رمضان کی صبح کو ایک شخص کھنڈرون کے اندر سے نکالا گیا تو اس وقت
زندہ تھا حالانکہ وہ نوے گھنٹے تک مدفون اور بے ہوش رہا اس وقت اس کی تدبیر کی گئی
پلون کی مرمت بہت عجلت کے ساتھ شروع ہو گئی۔ لاشون کے سڑنے سے متعفن ہوا میلو
پہنچتی تھی۔ مصیبت نازل ہونے کے بعد جو بہت سی بہادرانہ کارروائیان عمل مین آئین
اس کارروائی کا درجہ کچھ کم نہین ہے جو لیڈی اسسٹنٹ سرجنون اور نرسون نے ۲۸ ستمبر
کی ہولناک تاریخ پر کی تھی جس وقت پانی بعجلت چڑھتا آتا تھا تو پولس کے لوگون نے
نہایت التجا کے ساتھ ان سے کہا کہ وہ فورًا اسپتال کو چھوڑ دین لیکن انھون نے کہا کہ جبتک
مریض نہ منتقل کیے جائین گے ہم ہرگز نہ جائینگے پانی برابر بڑھتا اور چڑھتا جاتا تھا اور لاشین
اسپتال کی دیوارون سے آآکر ٹکراتی تھین اس حالت مین اسپتال والون نے مریضونکو
چھتون پر پہنچا دیا اور پھر دو فیٹ نیچے جھک جھک کر ان آدمیون کو اٹھانا شروع کیا جن مین
کچھ جان پائی جاتی تھی اور اس عالم مین ہر لحظہ یہی خیال تھا کہ عجب نہین کہ دم بھر مین ہمارا بھی
یہی حال ہو جائے لیکن دوسرے دن شام کو جھنڈیون کے اشارے کے بعد سردار پریم سنگھ نے
دور سے یہ کیفیت دریافت کرکے انکو نجات دلائی ایک لیڈی تردد وانتشار کے عالم مین ایسی
بدحواس ہو گئی تھی کہ اس نے دیوار پر سے اپنے پانون پانی مین لٹکا دیے اور یہ گیت گانا شروع
کیا ملاح مجھ کو کھینچکر کنارے لگا دو۔

حیدمتا تالاب جو سرچشمہ ہے اسکو نقصان پہنچنے سے پینے کے پانی کا مخزن بالکل جدا اور منقطع
ہو گیا تھا حیدرآباد کے سیلاب کا پانی زور کرکے جب دریاے کشنا کی طرف بہ چلا تو اس کے
زور مین بزواڑا ریلوے لین کو بہت نقصان پہنچ گیا۔ بربادی کی یہ حالت تھی کہ اول رزیڈنسی
اس کے بعد بازار اور ڈسپنسری کی کوٹھی جو بنک بنگال کے محاذی تھی اور نساسمیہ اور قاضی

گوڑہ بازار اور نئی پل یہ محلے تو بالکل برباد ہو گئے ریذیڈنسی کی مغربی جانب بغیر کسی فاصلے کے مکانات کی جو قطار واقع تھی وہ بالکل کھنڈر ہو گئے۔ چادر گھاٹ کے اُس پار ملے پیٹ اور چادر گھاٹ یہ دونوں گاؤں بہ گئے بک انگوڑہ اور کوٹی گوڑہ اور ڈاک خانے سے جو بالکل مسمار ہو گیا تھا افضل گنج کی سڑک کے کنارے کنارے چھوٹے چھوٹے رقبوں میں جو مکانات واقع تھے ان میں بھی کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر عابد کمپنی کے کارخانے واقع چادر گھاٹ سے لے کر سرکاری باغات کی سڑک ترپ بازار تک ایک حصہ منہدم ہو گیا اور جان بازار اور مہاراج گنج اور شدی عنبر بازار اور بیگم بازار بالکل مسمار و منہدم ہو گئے شمالی جانب ایک پل سے دوسرے پل تک جس قدر گاؤں اور بستیاں دریا کے کنارے واقع تھیں سب بہ گئیں۔ شہر میں بارہ دری۔ یوسف بازار۔ منیر گوج۔ امین باغ۔ پتھر گلی تک بہ گئے البتہ چند عمدہ مکانات اور گھاسی بازار اور حسینی علم اور کوکا کی ٹٹی اور لائق الدولہ کے مکانات تک اور پرانے پل تک کم و بیش ویران ہو گئے۔

اس دریا میں پہلے بھی اکثر طغیانی آئی ہے جس سے نقصان پہنچا ہے خاصکر ۱۸۳۱ء میں جب بڑا سیلاب آیا تھا اور لوگ ہلاک ہوئے تھے اور ۱۸۷۱ء میں اس میں یکبارگی طغیانی آئی اور دو ہزار آدمی ضائع ہوئے اور بے حد نقصان پہنچا اور ماہ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں پھر سیلاب آیا اور بے شمار لوگ غرق ہوئے اور بہت سے مکانات مسمار ہوئے۔

ایک عرب سردار اور ریاست کا قابل ذکر مقدمہ

نواب سلطان نواز جنگ نے جو حیدرآباد میں عربی فوج کے جرنیل ہیں ریاست حیدرآباد پر دو کرور اور چار لاکھ روپے کا دعوے کیا اس کے مقابلے میں ریاست نے نواب مذکور پر دو کرور اور چھ لاکھ روپے کا دعوے کیا اس فیصلے کے لیے ایک کمیشن مقرر ہوئی جس کا افسر الہ آباد ہائی کورٹ کا مسٹر جسٹس گریفن گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے مقرر ہوا جس نے ۳ ماہ تک ان دعاوی کی خوب تحقیقات کی ۲۵ برس سے یہ مقدمہ چل رہا تھا نواب اور ریاست دونوں کے دعوے خارج ہوئے نواب کو چار لاکھ اور ریاست کو چھ لاکھ کی ڈگری دیدی گئی جس کا خالص نتیجہ یہ ہے کہ ریاست کو دو لاکھ کی ڈگری ملی۔

چندے میں امداد

۲۶ ستمبر ۱۹۱۰ء کو قیصر ہند ایڈورڈ ہفتم کی یادگار کے چندے میں نظام نے ایک لاکھ روپے دیے

نواب صاحب کی قدردانی مین ملکی غیر ملکی کی تفریق و تخصیص نہ تھی

نظام مرحوم میر محبوب علی خان کی جود و سخا اور بخشش و کرم کی روایات بنے اُن کو حاتم ثانی بنا دیا تھا۔ ہندوستان کی درسگاہین مصنفین کی ایک بہت بڑی تعداد اور علوم و فنون کے مرکز مرحوم و مغفور کی فیاضی سے ہمیشہ آسودہ اور مستفید ہوتے رہے ہین ان روایات سنے حیدرآباد کو اتنی شہرت دی تھی کہ ایسی ضرورت پر جو کسی طرح کی علمی و ادبی حیثیت رکھتی ہو لوگون کی نگاہین اس مرکز اعانت و امداد کی طرف اُٹھ جایا کرتی ہین لیکن اب حیدرآباد مین ملکی اور غیر ملکی کا جھگڑا اتنا قوت پکڑ گیا ہے کہ باہر کے علما و مصنفین اور دیگر مصنفین کی امداد کے وسائل محدود ہوتے جاتے ہین اوران حالات کی وجہ سے موجودہ نظام کی کوشش یہ ہے کر وہ حیدرآبادیون کو علوم و فنون مین ترقی دیکر اس قابل بنادین کہ ریاست کی خدمات مین اُنکے حقوق کا پورا لحاظ رکھا جا سکے اور اس طرح کے دیگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ امداد و اعانت کا معیار کسی قدر سخت اور محدود ہوتا جاتا ہے (منقول از روزنامۂ ہمدم مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۵ع)

اضلاع برار کی بابت گورنمنٹ سے جدید معاہدہ

برار کی وسعت مشرق سے مغرب تک ۱۵۰ میل اور جنوب سے شمال تک ۱۴۴ میل کے قریب ہے آبادی تیس لاکھ ستاون ہزار سے زائد ہے کہین بیس لاکھ کا لفظ لکھا ہے قدرتی حصے تین ہین میل گھاٹ۔ پایان گھاٹ یعنی پہاڑ سے نیچے کا ملک اور بالا گھاٹ یعنی اونچی زمین کا ملک جو سلسلۂ کوہ اجنٹا کے اوپر واقع ہے شمالی حصہ تمام ست پڑا پہاڑ سے گھرا ہوا ہے جسکی چوٹیان تین ہزار سے چار ہزار فٹ تک بلند ہین۔ برار حیدرآباد کا عین شمالی حصہ ہے اس مین اس قدر اضلاع ہین باسم۔ بلدانہ۔ اکولا۔ دف ایلچپور۔ امراوتی مگر جب سے اس ملک کا دائمی ٹھیکہ برٹش گورنمنٹ کو ملگیا ہے تب سے چار ضلعے اور ۲۲ تعلقجات کر دیے ہین اس صوبے کی زمین ہندوستان بھر مین درجۂ اعلےٰ کی مانی جاتی ہے مٹی سیاہ اور زرخیز ہے بارش اچھی ہوتی ہے اور پیداوار بھی معقول ہے پہاڑ پر ساگوان اور آبنوس کے درخت ہین جن کی آمدنی زیادہ ہے علاوہ اس کے ببول اور مہوہ بھی کثرت سے ہے ضلع ایوت محل مین کوئلے کی کان بھی ہے جس سے لاکھون ٹن کوئلہ ہر سال نکلتا ہے اس صوبے مین خاص تجارت روئی کی ہے جس کے بڑے بڑے مرکز اکولہ۔ امراوتی۔ کھام گانون۔ کارنجہ۔ شیگانون اور ملکاپور وغیرہ ہین۔

جب لارڈ کرزن ہندوستان کے وائسرائے ہوئے تو اُن کے نزدیک برار کا معاملہ دو ٹوک ہوجانا ضروری تھا دو ماہ بعد آپ نے اپنی کونسل سے کہا کہ مین نے عزم بالجزم کرلیا ہے کہ ۱۲ مسائل کو طے کردوں اور یہ سب فیصلے کے انتظار مین ہین اور یہ جملہ ایسے ضروری مسائل ہین جن کو اب سے بہت پیشتر طے ہوجانا چاہیے تھا اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ دیسی ریاستوں کے متعلق گورنمنٹ کی پالسی مین ترمیم کرنا چاہتے ہین جس کا صریح نتیجہ زخم برار کا آپریشن ہے جب ۱۹۰۲ء مین وائسرائے کے حیدرآباد جانے کے انتظامات ہوئے تو نواب میر محبوب علیخان کو اطلاع دی گئی کہ لارڈ صاحب کا ارادہ آپ سے برار کے متعلق بالمشافہ گفتگو کرنے کا ہے۔ ۳ مارچ ۱۹۰۲ء کو جو گفتگو اُن کے درمیان ہوئی اس پر اس قضیے کا زیادہ تر انحصار ہے۔ میر محبوب علی خان نے اس گفتگو کا جو خلاصہ تیار کیا تھا اس سے بہت زیادہ تفصیلی یادداشت لارڈ کرزن کا مرتب کیا ہوا ہے لیکن جب لارڈ کرزن کا مسودہ نظام دکن کے پاس بھیجا گیا کہ اس مین اس گفتگو کا صحیح حال درج ہے تو نظام نے اُس کو سرکاری طور پر تسلیم کرلیا لیکن بعض اہل قلم کہتے ہین کہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اپنے عمائد کے مشورے سے ایک خط لکھوا کر نواب نے اپنی جیب مین رکھ لیا تھا جس مین لارڈ کرزن سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم سے خاص نشان کے طور پر بموقعہ جشن تاج پوشی واپسی برار کی تائید کردین یہ خط لارڈ کرزن کو نہین دیا گیا کیونکہ نواب جلد گھبرا جانے والے شخص تھے اور لارڈ کرزن کے رعب مین آگئے تھے گفتگو کے وقت مدارالمہام یا کسی اعلےٰ افسر نے حیدرآباد کے نواب میر محبوب علی خان کو کچھ مدد نہ دی اگرچہ وائسرائے کے ساتھ سر ڈیوڈ بار رزیڈنٹ موجود تھا۔ اس ملاقات مین لارڈ کرزن نے اس سوال کے اُٹھانے کے وجوہ بیان کیے اور کہا کہ سپردگی کے بجائے مین جن حالات کی بنا پر دوامی پٹے کی آپ سے درخواست کرتا ہوں اگر انکو قبول کرنے مین آپ پس وپیش کرین گے تو مجھکو سخت مایوسی کا سامنا ہوگا اگر آپ میری تجویز کو نامنظور کرینگے جس کا مجھکو گمان تک نہین ہے تو میرا جانشین وائسرائے اس مسئلے کو پھر چھیڑے گا یا گورنمنٹ برطانیہ کوئی ناگہانی رکاوٹ پیدا کردے گی جو موقعہ اس مسئلے کے طے کرنے کا مین نے نکالا ہے یہ دوبارہ نہ ملے گا اور حالت موجودہ بدستور قائم رہیگی جب نواب نے دریافت کیا کہ اگر دوامی پٹہ دیدیا جائے تو کیا برار کی واپسی کے لیے آئندہ ہمکو استدعا کرنے کا موقع حاصل رہے گا تو لارڈ کرزن نے جواب دیا نہین۔ نواب نے کہا کہ کیا قدیم انتظام کی رو سے صوبہ برار کی واپسی کا کوئی موقع نہین ؟ وائسرائے نے جواب دیا کہ معاہدات مین کوئی ایسی شرط نہین ہے جسکی رو سے حیدرآباد کو واپسی برار کا کوئی حق حاصل ہو گذشتہ پچاس سال کے واقعات سے جو نظرانداز نہین ہوسکتے موجودہ حالت کی برقراری

ضروری ہوگئی ہے اور گورنمنٹ برطانیہ کے لیے اب اس کے سوا چارہ کار ہی کیا ہے کہ وہ دوامی سپردگی کو جاری رکھے جو گذشتہ معاہدات کی روسے اُس کے ذمے عائد ہوگئی ہے۔ نواب نے فرمایا کہ اس حالت مین مجوزہ پٹے کو مین منظور کرلونگا کیونکہ مجھکو ابتک یہ معلوم نہ تھا کہ آئندہ کبھی برار کی واپسی کا امکان نہین ہے۔ لارڈ کرزن نے دوامی پٹے کے الفاظ تبدیل کرکے یہ تجویز اور پیش کی کہ اُس کی روسے نواب صاحب اور اُنکے جانشین بطور استمراری فیصلہ برار تسلیم کرینگے۔ نواب نے جواب دیا کہ مین دوامی پٹے کو اس لیے منظور کرتا ہون کہ میری بادشاہت صاف طور پر تسلیم کی جائے گی۔ غرض کہ ایک معاہدہ لارڈ کرزن نے نواب محبوب علی خان سے کرلیا جس کی روسے رسالۂ زمانہ کے ایک پرچے کے مطابق پچیس لاکھ روپے اور دوسرے پرچے کے موافق تیس لاکھ روپے سالانہ پر اضلاع برار کا دائمی ٹھیکہ برٹش گورنمنٹ کو ملگیا اور ایک اہم سوال جو ۱۸۵۳ء سے درپیش تھا قطعی طور پر فیصل ہوگیا اور اُسکو ممالک متوسط کی حکومت مین دیدیا تاکہ وہ اُس کا انتظام اپنے صوبے مین شامل کرلے۔ اہل برار نے جو مالگذاری ادا کی ہے وہ صوبۂ متوسط کے خزانے مین شامل ہوگئی ہے اور پولیٹکل حیثیت سے برار کی وہ پوزیشن نہین ہے جو دوسرے صوبجات برٹش انڈیا کی ہے۔ سنٹرل اور پراونشل کونسلون مین اُس کے نمایندے نامزدگی کے لیے جاتے ہین اگرچہ انکو رائے دہندے نامزد کرتے ہین اپنے ایک سالانہ ریویو مین لارڈ کرزن نے کونسل کے روبرو کہا تھا کہ ۱۹۰۲ء مین جو معاہدہ برار کے متعلق ہوا ہے اس مین جانبین نے پوری آزادی اور بے تکلفی سے گفتگو کی ہے اور اسکی کارروائی مین کسی مخالفانہ اثر کا کوئی شائبہ موجود نہ تھا لیکن ہندوستان کی رائے عامہ نے لارڈ کرزن کے اس بیان کو صحیح تسلیم نہین کیا بلکہ اسکے بعد جب نواب محبوب علی خان کو جی۔ سی۔ بی کا خطاب مرحمت ہوا تو ہندوستان کے ہر ایک انگریزی کلب مین کہا گیا کہ یہ صلہ ہے برار کے دیدینے کا جس طرح اگلے نظامون نے معاہدے کیے اور وہ واجب التسلیم مانے گئے اسیطرح مرحوم نظام محبوب علی خان کو معاہدہ کرنے کا ضرور استحقاق تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اُن کو استحقاق نہ تھا تو اُن کے جانشینون کو بھی ریاست کے متعلق کسی معاہدے کا کوئی استحقاق نہ ہے گا

نواب میر محبوب علی خان کا انتقال

یون تو موت سے دس بارہ روز قبل نواب کے قلب پر ایک اضطرار کی کیفیت طاری تھی لیکن ۲۶ ماہ اگست ۱۹۱۱ء مطابق یکم رمضان ۱۳۲۹ ہجری کو ہفتے کے روز کھانا پینا مطلق چھوڑدیا اُسی روز دو چار دورے تشنج کے ہوے ۲۷ ماہ اگست مطابق ۲ رمضان یوم یکشنبہ کو

حکم دیا کہ تمام سرکاری کاغذات پیش کیے جائیں دو گھنٹے کامل بیٹھکر غیر معمولی طور پر تمام کاغذات ملاحظہ کیے اور دستخط اُنپر کیے کام سے فارغ ہو کر ایک دو قدم چلنے بھی نہ پائے تھے کہ نسر پر چکر آگیا اور وہین بیٹھ گئے یہ حالت دیکھکر حاضرین نے ہاتھوں ہاتھ سنبھالا جب ہوش آیا تو کہا کہ مجھے لٹا دو جب لیٹ گئے تو ماں کو بلایا اُنھوں نے بیٹے کی صورت دیکھکر زار و قطار رونا شروع کیا نواب نے آنکھوں مین آنسو بھر کر کہا کہ اماجان گھبرانے کی کوئی بات نہین ہے میرا مزاج اچھا ہے صرف کثرت کار کی وجہ سے طبیعت کسلمند ہو گئی ہے جب وہ رخصت ہو چکین تو بے ہوشی پڑنے لگی اور ایک ایک دو دو گھنٹے کے وقفہ سے تشنج کے دورے ہونے لگے یہ مصیبت سُنکر مہاراجہ کشن پرشاد مدارالمہام اور دیگر امرائے ریاست قصر فلک نما پر حاضر ہوے حکیم نابینا دہلوی اور ڈاکٹر لقمان الدولہ کا علاج ہو رہا تھا لیکن مرض دن بدن بڑھتا گیا ۲۹ ماہ اگست مطابق ۴ رمضان کو منگل کی شب مین حالت بالکل نازک ہو گئی برابر چھ گھنٹے بے ہوشی رہی سب حکیموں اور ڈاکٹروں نے مایوسی ظاہر کی رزیڈنٹ بھی صبح تک ٹھہرا رہا منگل کے روز آٹھ بجے ہوش آیا تو کہا کہ سردار بیگم اور دوسری بیگمات کو بلاؤ فوراً تعمیل ہوئی سبکو ایک نظر غور سے دیکھا محل مین جانے کا حکم دیا نو بجے پھر ڈاکٹر اور حکیم آئے اور دوا پلانی چاہی تو انکار کیا اور کہا کہ کیا تم لوگ اب بھی مجھے گناہ مین ڈالنا چاہتے ہو۔ توبہ توبہ۔ استغفراللہ۔ کلمۂ طیبہ اور توبہ کا ورد تھا دس بجے کہا کہ کلام الٰہی پڑھو حالت کو بدلتی ہوئی دیکھکر جھٹ لقمان الدولہ اسٹاف سرجن نے سر کو اپنے زانو پر رکھ لیا آنکھین کھولکر کلام الٰہی اور یٰسین پڑھنے والونکی طرف دیکھکر لقمان الدولہ کو کچھ کہا لیکن سمجھ مین نہین آیا حکیم نابینا نے جو بالکل قریب بیٹھا ہوا تھا غور سے سُنکر کہا کہ دیکھو سرکار کلمۂ طیبہ پڑھ رہے ہین لقمان الدولہ نے بھی باواز بلند دو چار بار جب کلمے کا ورد کیا تو نواب نے آنکھین کھولدین اور نہایت اطمینان و متانت سے ٹھیک ساڑھے بارہ بجے جان بحق تسلیم کی دو اور تین کے درمیان مین میت موٹر گاڑی پر فلک نما سے چو محلہ مین لائی گئی جس وقت موٹر گاڑی راستے سے گذر رہی تھی عامۂ خلائق ایسی چیخین مارکر رو رہی تھی کہ اللہ کی پناہ مکہ مسجد مین نواب ناصر الدولہ کے مقبرے کے بازو مین قبر کھودی گئی دس بجے شب کو مشائخین نے میت کو غسل دیا اور میت کو حسب دستور قدیم زیور پہنائے گئے تھے جن پر ہیرے کی انگوٹھی۔ دھکدھگی۔ پہنچی۔ دست بند اور سرپیچ تھے جنازہ بارہ بجے شب کے اُٹھا لاش ایک صندوق مین تھی جسپر کمخواب کا غلاف تھا۔ غلاف پر خوشبودار پھولونکی چادر پڑی ہوئی تھی۔ شامیانہ میت بھی کمخواب کا تھا۔ جنازے کے آگے آگے مولود خوان اور مغل فقیر تھے ایک چھوٹی سی کشتی مین کچھ تبرکات بھی ہمراہ تھے ڈیڑھ بجے تک

دفن سے فارغ ہوکر سب لوگ واپس آگئے چودہ حافظ اور کچھ چوبدار رہ گئے۔ نظام کی قبر پر ہندو مسلمان اور پارسی سب آتے تھے اور پھول چڑھاتے تھے تاریخ وفات نور اللہ مرقدہ ہے۔ آہ افسوس نظام سادس *سے خطاب بعد الوفات غفران مکان ہوا۔ ۳۰۔ اگست سنہ مذکور کو ریزیڈنٹ نے حکم دیا کہ تمام سرکاری دفاتر نظام کی یادگار اور اعزاز کی نشانی کے طور پر بند کر دیے جائیں۔ لندن کے اخباروں نے نظام مرحوم کا بڑا اعزاز کیا اور اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ گورنمنٹ ہند کو بڑا نقصان پہنچا کہ اس کا ایک وفادار دوست دنیا سے اٹھ گیا۔ نظام کی روشن ضمیری اور قابلیتوں کا ان اخباروں نے خاص طور پر ذکر کیا۔

نواب کے بیٹے

(۱) فرزند کلان میر عثمان علی خان جانشین پدر۔
(۲) میر محمد محی الدین خان المخاطب بہ اصالت جاہ بہادر۔
(۳) میر احمد محی الدین خان المخاطب بہ بسالت جاہ بہادر۔

خصائل

ذاتی طور پر نواب نہایت سادگی پسند تھے دربار دہلی کے موقع پر جن لوگوں نے انکو سادی وضع میں دیکھا تھا وہ معلوم کرتے تھے کہ ظاہرداری اور نمائشی باتوں سے انکو کسی قدر پرہیز تھا۔ وسیع حوصلہ اور فراخ مشرب ہونے کے ساتھ اپنے مذہب کے ایک راسخ الاعتقاد پیرو تھے کل بزرگان دین سے انکو عموماً اور حضرت پیران پیر سے ارادت کامل تھی اپنے کاغذ پر دستخط میں اپنا پورا نام لکھنے کی جگہ یا محبوب تحریر کرتے تھے بزرگوں کے نام کبھی بے وضو نہ لیتے اور ہر سفر سے پیشتر اُن کا قاعدہ تھا کہ حیدرآباد میں مزارات متبرکہ کی زیارت کر لیتے اس کے بعد روانہ ہوتے ربیع الاول اور ربیع الثانی کے مہینوں میں خیرات کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رہتا اسی طرح محرم اور دوسرے مذہبی مراسم بھی جی کھول کر دادو دہش کرتے۔ راسخ العقیدہ سنی ہونے کے ساتھ ان مجالس عزا میں فراخ حوصلگی اور ذوق سے شریک ہوتے اور خود بھی سلام تصنیف کرکے نواب فیاض علی خاں کے مکان پر جہان مرزا اوج مرثیہ پڑھا کرتے اکثر جاتے اور نہایت شوق سے شریک مجلس ہوتے۔ شکار کا شوق نواب کو بے حد تھا اور وہ اعلےٰ درجے کے نشانہ باز تھے لطف یہ ہے کہ مشق کبھی جاری نہ رہتی تھی لیکن سالہا سال کے بعد اگر موقع آجاتا تو بڑے بڑے نشانے قادر اندازی سے پیدا کرتے

نواب کو بندوق کی گولی سے روپیہ اشرفی کا نشانہ لگاتے دیکھکر اکثر شاہزادگان یورپ بھی موحیرت ہو ہو گئے ہین مردانہ کھیلون اور فوجی سپورٹو مین اکثر شریک ہو جاتے مگر آخری ایام مین پاؤن کی کمزوری سبب چلنا پھرنا بند ہو گیا تھا۔

نواب کا ذوق شاعری

اہل کمال کی عزت و وقعت کرنے کے ساتھ ہی خود مرحوم ایک معمولی درجے کے شاعر تھے اور نظم کے علاوہ نثر بھی اچھی زبان مین لکھ سکتے اُن کے شاعرانہ ذوق وشوق نے حیدرآباد کی پبلک کو مین شاعری کا شوق پیدا کر رکھا تھا وقتاً فوقتاً مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے نواب مرزا خان داغ دہلوی سے تلمذ ہے آصف تخلص ہے۔ داغ اول ریاست رام پور مین نواب کلب علیخان کے پاس بہ مصاحبان شاعران مین ملازم تھے اور کارمنصرمی اصطبل سرکاری اور فراش خانے کا بھی اُن سے متعلق تھا قوی ہیکل اور سیاہ فام تھے اور رشد بود کا علم بھی رکھتے تھے زبان اچھی تھی غزل کی جان تھی پیش پا افتادہ تشبیہون اور مبتذل استعارون کا ذخیرہ موجود تھا جسکو متعدد صدیون سے لوگ دوہراتے چلے آتے ہین انھین کو چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونون مین بار بار غزل کے چند شعرون مین جو متعارف بحرونمین ہوتی تھین جمع کر دیتے تھے سوائے زلف ورخ خط وخال اور معمولی چوماچاٹی کے کوئی ایسا مضمون نہین ہوتا تھا جس سے پڑھنے والونکے دل ہل جائین اور جس کام پر اُنکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہو جائین اُنکی طبیعت قصیدے کے مناسب نہ تھی جو دو چار قصیدے لکھے بھی ہین تو وہ غزل کی پھس پھسی بندش چھوڑکر قصیدے کی قوت اور اصول متانت کو نہ پہنچ سکے رام پور مین تنخواہ اُن کی ستر روپے تھی جب نواب کلب علی خان کا انتقال ہو گیا تو اُن کا بھی تعلق رام پور سے جاتا رہا بہت تکلیفین اٹھائین چنانچہ اپنی اس حالت کو اس رباعی مین ادا کیا ہے۔

اے داغ گذر گئی جوانی میری نواب نے کی جو قدر دانی میری
مر مر کے کٹے گی زندگانی میری لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری

آخر کار داغ نے حیدرآباد کا رُخ کیا دو بار وہان گئے اور لوٹے کسی نے توجہ اُن کے حال پر کی تیسرے پھیرے مین شہر کے ایک اخبار نے ایک مضمون لکھا کہ ہندوستان کے مشہور شاعر داغ کئی بار اس دارالریاست مین آئے اور ملازمت سے محروم رہے یہ اخبار نواب صاحب کی نظر سے گذرا فوراً طلب کر کے ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ کر دی اور فن شاعری مین اپنا اُستاد بنا لیا نظام جو غزل کہتے وہ لفافے مین بند کر کے چوبدار کے ہاتھ داغ کے پاس بھیجدیتے اور

فصیح الملک کا خطاب بھی دیا تھا ہزار روپیہ ماہوار مشاہرے کے علاوہ سات سو روپیہ ماہوار کا منصب اُستادگی صاحبزادی اور نواسے کا مقرر کیا۔ یہ نواب صاحب کا کلام ہے۔ نواب نے ایک دیوان غیر مطبوعہ چھوڑا ہے۔

انصاف اپنا اے بت عیار ہو چکا — جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا
بس انتظار وعدۂ دیدار ہو چکا — وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا
اب یہ جانا کہ ہمکو دھوکا تھا — دل ہمارا نہ تھا تمھارا تھا
لوٹتا تھا کوئی تڑپتا تھا — کوئے قاتل میں اک تماشا تھا
دیکھا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا — محفل میں ہو گیا ہے تماشا نگاہ کا
برسوں میں اُسنے ملنے کا وعدہ کیا ہے آج — اس شرط پر کہ حرف نہ آئے نباہ کا
واہ ری شان کریمی ترے صدقے قربان — جس گنہگار کو دیکھا وہ گنہگار نہ تھا
اتنی راہو پر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا — سینہ تیروں سے ہے چھلنی تیغ سے دل چاک تھا
میں اگر غم کہوں جدائی کا — شور محشر میں ہو دہائی کا
نالہ لب لب تک آکے رہ جاتا — پاس ہے عرش کبریائی کا
جلانے والوں کو اللہ یوں جلاتا ہے — رقیب پر ہے وہ پروانہ شمع رو ہوکر
تمکین میں شرارت تری دیتی ہی مزا اور — شوخی میں ترا حسن بڑھاتی ہی حیا اور
دزدیدہ نگہ دل کو چرا کے ہوئی بدنام — پروا نہیں کچھ اسکی ہمیں دیگا خدا اور
میخانے میں کیا لطف ہی کیا مال ہی ساقی — آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور
کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے — خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک
کہتے ہیں ناز سے وہ ہی ملک حسن اپنا — آصف تمھیں تمھارا ملک دکن مبارک
ڈھلے پانی بھی ہوا نکے وہ آنسو بھی بہا — کیا مرے دل میں دھرا ہی ترا پیکان ابتک
خراب و خستہ ہو کر خوب سنبھلا — محبت میں بگڑ کر بن گیا دل
ایسے لوگوں میں نہیں ہم جو کہیں اور نکریں — مرد جو کہتے ہیں وہ کرکے دکھا دیتے ہیں
ان حسینوں سے کوئی خون کا دعوی کرے — خون بہا دیتے نہیں خون بہا دیتے ہیں
دل ندیتا اگر تو کیوں سنتا — چارہ کے طعنے چارہ کی باتیں
بے وفا ایک تیری خاطر سے — سن رہا ہوں ہزار کی باتیں
شب وصل یوں ہی بسر ہو گئی — نہیں کہتے کہتے سحر ہو گئی
تمھاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے — کہ بیمار ہو کر پھر غریب آزار کیسی ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جھگڑا
نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کبھو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر
نہین ہم تو واقف خدا جانتا ہے

مجھکو دل دیکھے اپنی رسوائی
وہ ہوئی اب جو عمر بھر نہوئی

پھر کہان جائینگے الٰہی ہم
خلد مین بھی اگر بسر نہوئی

داغ فرقت دے گئے وہ اپنے چھلے کے عوض
عاشق مجبور کو کچھ تو نشانی چاہیے

ایک ہی جام پلا کر جو کرے اپنا سا
ہمنے یہ پیر مغان ہی مین کرامت دیکھی

بیتاب دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بھی
اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے

اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان صاحب بہادر آصف جاہ

سابع[1] خلف نواب میر محبوب علی خان

آپ نے ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۰۳ھ ہجری مطابق ۵ ماہ اپریل ۱۸۸۶ء روز سہ شنبہ کو ۹ بجے شب کے حویلی قدیم مین شبستان عدم سے انجمن وجود مین قدم رکھا ۲۵ شعبان کو رسم چلہ ادا ہونے کے وقت نواب سالار جنگ ثانی مدار المہام وقت نے جھولا داخل کیا جب چوتھے سال سے پانچوین سال مین قدم رکھا تو ۳ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ ہجری کو آپکی بسم اللہ پڑھوانے کی رسم مولوی نور الحسن کے ہاتھون ادا ہوئی ۱۳۱۷ھ ہجری سے آپ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا مسٹر ایجرٹن آپ کا معلم اور گارڈین مقرر ہوا اور اُس کے علاوہ مولوی سید حسین بلگرامی اور مولوی انوار اللہ خان اور سید علی شوستری اور مسٹر سیٹن پرنسپل نظام کالج کو مختلف شعبونکی تعلیم سپرد ہوئی اور محض اس خیال سے کہ تعلیم کا سلسلہ یکسوئی و اطمینان سے قائم رہے آپ کی تعلیم گاہ حویلی قدیم سے تبدیل کر کے کنگ کوٹھی میں مقرر کی گئی جو شہر سے باہر نظام کالج کے سامنے ایک دل چسپ اور خوبصورت عمارت ہے تحصیل علم کے ساتھ فوجی کھیلون اور نشانہ بازی اور سواری کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا نواب میر محبوب علیخان مرحوم نے آپ کو مہمات ریاست سے واقف کرنے کے لیے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر محکمے کے سکریٹری روز مقررہ پر آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر کاغذ پیش کرتا اُسکے ملاحظہ آپکو ممالک محروسہ کا

[1] مستفاد از قاموس المشاہیر ۲

کئی بار دورہ کرایا گیا تاکہ ریاست کے نظم و نسق سے آگاہی حاصل ہو کلکتہ اور دہلی کے سفر مین بھی آپ اپنے والد کے ہمراہ تھے تعلیم و تربیت نے لائق نواب زادے کی بھولی بھالی طبیعت پر شبنم کا کام کیا ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات بالکل تھوڑے ہی عرصے مین فارسی اور انگریزی مین معقول لیاقت اور سپاہیانہ فنون مین کافی دستگاہ پیدا کر لی۔ ۲۹ صفر ۱۳۲۴ہجری کو آپ کا عقد مرشد زادہ جہانگیر پادشاہ کی صاحبزادی سے ہوا جنکے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے

(۱) میر حمایت علی خان انکی پیدائش ۴ محرم ۱۳۲۵ہجری کی ہے۔

(۲) میر شجاعت علی خان انکی ولادت ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۵ہجری کی ہے۔

اول الذکر ولی عہد ہین اور خطاب اُن کا اعظم جاہ بہادر ہے اور آخر الذکر کا خطاب معظم جاہ بہادر ہے۔

نواب صاحب کی عمر مسند نشینی کے وقت ۲۵ سال کی تھی۔ ۳۰ ماہ اگست ۱۹۱۱عیسوی مطابق ۵ رمضان ۱۳۲۹ہجری یوم چہارشنبہ کو منجھلی بیگم کی ڈیوڑھی واقع شہر حیدرآباد مین ایک دربار منعقد ہوا نواب میر عثمان علی خان اپنے محل سے پانچ بجے کے قبل کامل سرکاری حیثیت سے روانہ ہوئے سوارون کا بدرقہ ہمراہ تھا جس مین افواج خدمات شاہنشاہی اور حبشی سوارون کا گارد اور ذاتی باڈی گارڈ کے تین سو آدمی تھے نواب کے ہمراہ مہاراجہ کشن پرشاد اور افسر الملک اڈیکانگ تھے اور ایک عالی شان لینڈو گاڑی پر سوار تھے جس مین چار نقرئی گھوڑے جتے ہوئے تھے اور دوسرے ہمراہی دوسری گاڑیون پر سوار تھے ٹھیک پانچ بجے کرنیل پنہے رزیڈنٹ مع اپنے اسٹاف کے سفید کپڑے پہنے ہوئے داخل ہوا نظام نے کرنیل پنہے اور رزیڈنسی کے افسرون سے ہاتھ ملایا رزیڈنٹ اور اُس کا اسٹاف داہنی جانب اور رؤسائے حیدرآباد نواب کی بائین جانب بیٹھے۔ رزیڈنٹ نے ایک تقریر کی نواب محبوب علی خان کی موت پر پُرسا گورنمنٹ کی جانب سے دیا اور اُنکے اوصاف بیان کیے اور میر عثمان علیخان صاحب کے متعلق یہ کہا کہ مین آپکی آئندہ حالت کی نسبت امید اور بھروسے کے ساتھ نظر کر رہا ہون اور مجھکو یقین ہے کہ آپنے وہی شاندار اوصاف ترکے مین پائے ہین جن کی بابت آپ کے والد واجبی طور پر مشہور رہے۔

کچھ توقف کے بعد نواب میر عثمان علی خان نے بیان کرنا شروع کیا کہ کرنیل پنہے مین شکر گذار ہون کہ آپ مہربانی کرکے آج یہان مجھکو دیکھنے آئے اور اگر آپ مہربانی کرکے میرا موددانہ شکریہ ہز مجسٹی ملک قیصر کی خدمت مین اُنکی شفقت آمیز اور کریمانہ بیان کی بابت پہنچادینگے تو مین بہت ممنون ہونگا۔ مین آپ سے یہ بھی کہون گا کہ حضور وایسرائے نے ہمدردی اور

تعزیت کا جو شفقت آمیز تار مجھکو بھیجا ہے اُس کی بابت بھی آپ مہربانی کرکے میرا بہترین شکریہ ہز اکسلنسی تک پہنچا دینگے فی الواقع مین آپ سے وعدہ کرتا ہون کہ ہر طرح سے مین اپنے مقدور بھر کوشش کرون گا کہ اپنی رعایا اور ملک کو اپنے والد کے قدم بقدم چلکر فائدہ پہنچاؤن اور ہمیشہ گورنمنٹ برطانیہ کا خیرخواہ رہونگا اس کے بعد رزیڈنٹ رخصت ہو کر واپس ہوئے اور نواب صاحب نے نذرین پیش کین اس کے تھوڑے عرصے بعد نواب صاحب موٹر کار پر سوار ہوکر چلے گئے۔

مسند نشینی کی رسم اور جلوسی سواری

یکم ستمبر ۱۹۱۱ء کی شام کے پانچ بجے نواب میر عثمان علی خان کی مسند نشینی کی رسم ادا ہوئی اور محلہ چو محلہ مین ایک انگلش دربار منعقد ہوا کرنیل پنہے رزیڈنٹ مع اسٹاف کے موجود تھا اور اُس نے نواب کو اُن کی مسند نشینی کی مبارکباد دی رزیڈنٹ اور نواب دونون نے تقریرین کین بعد اسکے عطر و پان تقسیم ہوکر دربار برخاست ہوا۔

۹ ستمبر کو شہر حیدرآباد مین ہز ہائنس نظام کی سواری کا جلوس اپنی مسند نشینی کا اظہار کرنے کے لیے شہر کے تمام بازارون مین سے نکلا جو نہایت پرشوکت تھا نواب اپنے بلند بالا اور نہایت مزین ہاتھی پر سوار ہوکر بازارون مین گشت کرنے کے لیے روانہ ہوئے ہاتھی کی مستک پر اور اُس کے جسم کے تمام اعضا پر نہایت رنگ برنگ کے پھول اور بیل وغیرہ منقش تھے اُس کا سنہری طلائی ہودج زرد رنگ سے رنگا ہوا نہایت خوشنما اور چمکدار نظر آتا تھا نواب کو دیکھکر اُن کی رعایا نے ہر جگہ خوشی اور شادمانی کے طور پر اس قدر چیرز دیے اور دعائین دین کہ کان پڑے آواز سنائی نہ دیتی تھی نواب نہایت قیمتی طلاکار اور بیش بہا کپڑے کی شیروانی زیب تن کیے ہوے تھے اور اُنکی پگڑی پر ہیرون کی کئی مالائے مروارید تھین اور دونون بازو ڈینر بیش قیمت بازو بند تھے اس طور سے اُن کا جلوس شہر کے بازارون مین آہستہ خرامی سے ساتھ روان تھا نواب خود اپنے دونون ہاتھون سے اُٹھا اُٹھا کر غربائے شہر کو دو طرفہ روپیون کا ڈھیر پھینک رہے تھے دو طرفہ روپیون کے ہر طرف گرنے سے جھنکار کی آواز برابر اور پیہم آتی جاتی تھی۔ نواب اپنی رعایا کی دل جوئی کے لیے بار بار دو طرفہ اپنے ہاتھون سے خوشنودی کا اعتراف کرنے کے طور پر سلام کرتے جاتے تھے اُنکی خواصی مین مہاراجہ کشن پرشاد تھے۔ نظام کے فیل خاصہ کے عقب مین کرنیل افسر الملک کا ہاتھی تھا اسکے بعد ۲۵ ہاتھی سجے سجائے جلوس مین شامل تھے جنپر اعلیٰ حکام بیٹھے ہوے تھے۔

حکومت

موجودہ نظام کی مسند نشینی پر صاحب رزیڈنٹ اور ویسرائے لارڈ ہارڈنگ نے نظام سابق (میر محبوب علی خان) مدارالمہام مہاراجہ سرکشن پرشاد کی لیاقتوں کا اعتراف کر کے موجودہ نظام کو مشورہ دیا تھا کہ آپ بھی اُنکی قابلیتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔

لیکن نواب میر عثمان علی خان کو مسند ریاست سنبھالے ہوے پورا ایک سال بھی نہوا تھا کہ بعض مخفی وجوہ کی بنا پر جولائی ۱۹۱۲ء مین مہاراجہ سرکشن پرشاد چھ ماہ کی رخصت لینے کے لیے مجبور ہوگئے اور اُنکی جگہ میر یوسف علی خان سالار جنگ سوم ابن میر لائق علی خان سالار جنگ دوم کو ۱۱ جولائی سنہ مذکور کو مدارالمہام بنادیا اگرچہ مہاراجہ سرکشن پرشاد کی رخصت صرف چھ ماہ کے لیے تھی مگر میر یوسف علی خان کا تقرر تین سال کے لیے کیا گیا مگر وہ بھی یکم دسمبر ۱۹۱۴ء کو اس عہدے کے بار سے دست کش ہوکر سبکدوش ہوگئے کیونکہ نباہ نہوسکا۔

بعد اسکے نواب نے خود دیوانی اور مدارالمہامی کا کام بھی سنبھال لیا چند سال بعد یعنی سنہ ۱۹۱۹ء مین نواب صاحب نے انتظام ریاست کو پھر تبدیل کیا اور حیدرآباد مین ایک کیبنٹ مقرر کردی جسکے صدر سر علی امام مقرر ہوے۔ سر علی امام کو حیدرآباد مین لانے کا تو کچھ اور ہی مطلب تھا کیونکہ حضور نظام چاہتے تھے کہ گورنمنٹ ہند سے صوبہ برار کی واپسی کا مطالبہ کرین اس لیے آپ کو سر علی امام سے بہتر اور کوئی شخص اسوقت ہندوستان مین نظر نہ آیا چنانچہ ۱۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو ایک فرمان خاص کے ذریعہ سے انتظام کی باگ ایک مجلس انتظامی کے سپرد کردی گئی جس کا نام باب حکومت قرار پایا باب حکومت کے لیے دستور مرتب کیا گیا جسکے اختیارات کی تعیین بھی کی اس مجلس کے سات ارکان مقرر ہوے

(۱) نواب ولایت جنگ بہادر رکن عدالت (۲) نواب لطافت جنگ بہادر رکن فوج (۳) نواب عقیل جنگ بہادر رکن تجارت (۴) نواب نظامت جنگ بہادر رکن سیاست (۵) نواب تلاوت جنگ بہادر رکن امور عامہ (۶) مسٹر گلینسی رکن خزانہ (۷) سر علی امام صدر اعظم جو صدر باب حکومت بنائے گئے۔ مگر بعد اسکے مہاراجہ فتح نواز ونت بہادر

ہو گئی مالگذاری بھی اس مین شامل کر دیے گئے۔ جب مسٹر گلینسی کی جگہ خالی ہوئی تو سر فریدون جنگ کہ پارسی ہین اس جگہ مقرر کیے گئے مجھ سے وہ بیان کرتے تھے کہ مین نے مولوی مہدی علی خان محسن الملک کے پاس بہت کام کیا تھا سر علی امام ۱۹۲۲ء مین مستعفی ہوگئے تو سر فریدون الملک صدر کی خدمات انجام دیتے رہے۔ جب گورنمنٹ کے مخلصانہ مشورے کے مطابق حضور نواب صاحب نے چند اہم تبدیلیان کین تو ان مین سے یہ بھی ہوئی کہ انتظامیہ مجلس کا صدر مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت کو بنایا گیا جنکی حب الوطنی ملکی خیرخواہانہ خدمات تاریخ مین ہمیشہ زرین حروف سے ثبت رہین گی۔

موجودہ طریقۂ حکومت

اب حکومت کا یہ طریقہ ہے کہ نواب نظام کو ملک کے معاملات مین مشورہ دینے کے لیے دو مجلسین مقرر ہین ایک ملک کے انتظام مین مدد دیتی ہے اسے **باب حکومت** کہتے ہین دوسری ملک کا قانون بناتی ہے اسے **مجلس وضع قوانین** کہتے ہین باب حکومت مین سات اراکین ہین میر مجلس کو **صدر اعظم** کہتے ہین اور اراکین **صدر المہام** کہلاتے ہین ہر صدر المہام کے ماتحت **معتمد** ہے اور ہر معتمد کے ماتحت کئی **ناظم** ریاست کے تمام اہم معاملات و تقررات باب حکومت مین پیش ہوتے ہین اور صدر اعظم اراکین باب حکومت کے مشورے سے ان کو انجام دیتا ہے مجلس واضع قوانین کے تین اماکان ریاست کے سابق وظیفہ یاب اصحاب ہین آٹھ غیر معمولی اراکین اور سات غیر سرکاری اور دو وابستہ رکن ہین جن کو ضرورت کے وقت غیر معمولی طور سے قانون سازی مین شریک کر لیا جاتا ہے۔ اس مجلس کا ایک سب سے بڑا رکن ہوتا ہے جس کو **صدر مجلس** کہتے ہین ہر ایک سمت کے اعلے حاکم کو **صدر ناظم مال** اور ہر ضلعے کے حاکم اعلے کو **تعلقہ دار** کہتے ہین۔ ضلع بھر مین جسقدر تعلقے ہون اُنکے حاکمون کو **تحصیلدار** کہتے ہین پبلک حقوق کی حفاظت کے لیے ہر ایک سمت مین **صدر ناظم عدالت** (سشن جج) مقرر ہین ہر ایک ضلع مین **ناظم عدالت** اور ہر تعلقے مین ایک **منصف** اُنکے علاوہ **پولیس۔ میڈیکل ڈاک۔ سررشتہ تعلیم۔ محکمہ حفظان صحت۔ سررشتہ تعمیرات** وغیرہ ہر ایک شعبے کے لیے علٰحدہ علٰحدہ محکمہ ہے۔

حیدرآباد مین لارڈ ہارڈنگ ویسرائے کی آمد

۱۶ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء کو لارڈ ہارڈنگ ویسرائے کشور ہند حیدرآباد آئے نواب میر عثمان علیخان صاحب نظام دکن نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ ۱۷ ماہ اکتوبر کی شام کے بعد چومحلہ مین ایک سرکاری دعوت منعقد ہوئی نظام نے قیصر ہند کے جام صحت کے بعد ویسرائے کا جام صحت تجویز کرتے وقت ایک پر جوش تقریر فرمائی جس مین ویسرائے کی رونق افروزی کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور لیڈی ہارڈنگ کی عدم شرکت کا افسوس ظاہر کیا کہ مین خیر خواہی گورنمنٹ و برطانیہ عظمے و خبرگیری رعایا مین اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلونگا اس کے بعد ویسرائے نے نواب سے شکریے مین ایک بسیط تقریر کی آج سہ پہر کو ویسرائے نے جاکر قلعہ گولکنڈہ کا ملاحظہ کیا ایوان فلک نما مین چائے نوشی کا جلسہ ہوا پھر فنون سپہ گری نظام نے دکھائے اس کے بعد میر عالم کے تالاب کی سیر فرماکر ویسرائے رزیڈنسی کو چلے گئے آٹھ بجے صبح کے ویسرائے نے چھ ہزار سپاہ سکندرآباد و بلارم کی قواعد ملاحظہ کی ویسرائے و نظام مع افسران اسٹاف گھوڑون پر سوار تھے شب کو رزیڈنسی مین ویسرائے کی دعوت ہوئی جس مین نواب صاحب بھی مدعو تھے ۱۹ ماہ اکتوبر کو شب کے گیارہ بجے ویسرائے مع ہمراہیون کے حیدرآباد سے روانہ ہوگئے۔

دربار تاج پوشی دہلی مین نواب میر عثمان علی خان بہادر کی شرکت۔ اور کئی سال کے بعد ایک بڑا خطاب پانا

دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء مین دربار جشن و تاج پوشی ہز مجسٹی ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند جو بمقام دہلی ہوا اس مین حضور نظام نے شرکت کی ۲۷ نومبر کو وہان پہنچ گئے لیکن اہل حیدرآباد کی تلخ کامی اس سے بڑھ گئی کہ نظام کو جو خطاب جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ملا وہی جودھپور کلہ۔ کوٹہ۔ بیکانیر اور آغا خان اور دوسرے چھوٹے چھوٹے والیان ریاست کو ملا۔ اور بعض حیثیتون سے بعض بعض رجواڑے اُن سے بڑھا دیے گئے۔ ان کو زیادہ ملال اس کا ہوا کہ مدار المہام حیدرآباد جو نائٹ گرینڈ کمانڈر ہے کسی موقع پر قیصر ہند کے سامنے پیش نہ کیا گیا اور دوسرے رجواڑون کے عزیز اور ملازمین ہر تقریب مین یہ عزت حاصل کرتے رہے۔ لیکن جنگ عظیم مین آپکی شاندار اعانت کے صلے مین برٹش گورنمنٹ نے جنوری سنہ ۱۹۱۸ء مین معزز خطاب

ہزاگزالٹیڈ ہائنس (اعلےحضرت) آپ کے سابقہ خطابات پر اضافہ کر کے مافات کی تلافی کر دی۔

اجمیر مین حضرت خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہونا

والیان حیدرآباد مین سے پہلے شخص نواب میر عثمان علی خان ہین جو اجمیر کو خواجہ صاحب کے مزار پر گئے۔ ۱۶ ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو صبح ساڑھے سات بجے آپکی اسپشل ٹرین اجمیر کے اسٹیشن پر پہنچی اور اُسی وقت اسپشل کیمپ مین داخل کی گئی جو قبل سے آپکے قیام کے لیے قائم کیا گیا تھا نواب صاحب کا کوئی وکیل صاحبزادگان مین سے مقرر نہین تھا اس لیے تمام خادم وکیل مقرر ہوے اور اُن سب کی طرف سے انتظام ہوا کہ سات صاحبزادے زیارت کے وقت حاضر رہ کر زیارت سے مشرف کراوین اور آستانے مین بھی انتظام بھی صاحب کرین تاکہ کسی قسم کی شکایت پیدا نہو اس لیے یہ انتظام کیا گیا کہ تمام مسافرین و زائرین درگاہ سے تھوڑی دیر کے لیے باہر کر دیے گئے اور تمام دروازے مقفل کر دیے ایک بجے دن کے سواری کی موٹر آستانے پر پہنچی۔ دروازہ صدر پر نواب کے آداب گذارنے کے ساتھ ہی شادیانے نقارخانے سے بہ تہنیت تشریف آوری نظام دکن بجائے گئے سات صاحبزادے جو پہلے سے زینۂ صدر دروازہ پر موجود تھے استقبال کر کے مزار مین لائے نواب کی جانب سے ایک غلاف بیش قیمت اور چادرہائے گل اور صندل وغیرہ نذر کیا گیا۔ پھر تمام صاحبزادوں کی طرف سے مزار پر دستاربندی ہوئی اور تلوار۔ کمر پٹی۔ صندل کی ڈبیا اور تسبیح وغیرہ یہ چیزین نواب کو دی گئین اور نواب کے دونون بیٹے جو ساتھ تھے اُنکی بھی دستاربندی کی گئی اور دوسرے تبرکات زنانے محلات کے لیے دیے گئے۔ اس وقت نواب صاحب نے خواجہ صاحب کے مزار پر پانچ ہزار روپے نذر کیے اور خواجہ صاحب کا قرآن ملاحظہ کر کے سوا سو روپے اُس وقت نذر گذرانے۔ پھر بی بی حافظ جمال خواجہ صاحب کی بیٹی کے مزار کی زیارت کر کے ڈھائی سو روپے یہان نذر کیے۔ بعد اسکے خواجہ صاحب کے صاحبزادے ابو سعید کے مزار پر آے اور اس کی زیارت کر کے خواجہ صاحب کے سالے ابو صالح کے مزار پر گئے اور پانسو روپے دونون جگہ دیے اور مسجد جامع مین ہو کر چلۂ جناب بابا صاحب پر حاضر ہو کر سوا سو روپے اور مزار زوجگان خواجہ صاحب پر ڈھائی سو روپے چڑھاے۔ بعد شرف اندوزی زیارات وقت واپسی دیوانجی و متولی نے حسب قاعدۂ قدیم ملکے بعد دیگرے

سلہ مجاوران و خادمان درگاہ کا یہ تعظیمی لقب ہے۔

تبرکات پیش کیے اور نواب نظام اپنی قیام گاہ کو لوٹ گئے۔ ۱۷ ماہ اکتوبر کو ۱۱ بجے بموجب انتظام بالا کے نظام آئے اور خواجہ صاحب کی قبر کی زیارت کی اور پھر شب کو محفل سماع پنجشنبہ میں حاضر ہوئے اول قبر کی زیارت کی بعد میں بیگمی دالان میں قیام کیا اور دیوان صاحب اور متولی صاحب کے اصرار پر مجلس میں تشریف لے گئے بعد اختتام محفل واپس قیام گاہ کو آ گئے۔ ۱۸ ماہ اکتوبر کو صبح کے نو بجے مزار پر حاضر ہوئے اور مبلغ سات سو پچاس نذر گذرانے اور دیگہاے خورد و کلان کے ملاحظے کو اکبری مسجد کی چھت پر گئے اور دیگین لٹنے کی کیفیت ملاحظہ کی واپسی میں متولی اور دیوان جی کے مکانون پر گئے اور وہان چند منٹ قیام کر کے اپنے کیمپ کو مراجعت کی ایک بجے نظام نے مع اسٹاف کے نماز جمعہ میں شرکت کی اور نماز جمعہ اندرون گنبد بجانب دروازہ جنتی باجماعت ادا کی بعد نماز جمعہ ایک گھنٹہ تلاوت قرآن اور وظائف میں مشغول ہوئے تین بجے خواجہ صاحب کی تربت پر صندل نذر کیا جاتا ہے اور غلاف اور پھولون کی چادرین ہر روز تبدیل کی جاتی ہین اس خدمت میں نظام نے بھی شرکت کی اس خدمت کو سوائے صاحبزادگان درگاہ کے کوئی غیر شخص انجام نہین دیتا ہے اور اس وقت خاص میں زائرین کا رہنا صاحبزادون کی مرضی پر موقوف ہے بعد اختتام خدمت دو ہزار روپیے خواجہ صاحب کے مزار پر اور چھ سو پچاس روپیے دوسرے مزارات مندرجۂ بالا پر نذر کیے اور دیگہاے خرد و کلان روز لٹوائی گئین ؎

اگر بریان کند بہرام گورے　　نہ چون پاے ملخ باشد ز مورے

۲۳ ماہ اکتوبر کو صبح کے وقت تربت پر حاضر ہو کر پانسو بیس روپے نذر دیے پھر دوبارہ ہنگام خدمت خاص روضہ خواجہ صاحب مین آئے اسوقت سات سو روپے اور گیارہ اشرفیان نذر کین۔ ۲۴ ماہ اکتوبر کو تیسری مرتبہ تین بجے دن کے وقت خاص پر روضے مین آئے بعد ختم ہونے خدمت کے موجودہ اشخاص علیحدہ ہو گئے۔ اب نواب صاحب نے خود اپنی بیگمات کو مرقد کی زیارت کرائی اور ایک گھنٹہ کامل گنبد مین ٹھہر کر عرضداشت کرتے رہے بعد زیارت بیگمات کو سواریون میں بٹھا کے روانہ کیا اور خود واپس آ کر بڑے بیٹے کی سالگرہ کا چھلا مزار کے روبرو باندھا اور قوالی مین بہت دیر تک شریک ہوئے اور بوقت رخصت تمام صاحبزادون کا شکریہ ادا کیا ۲۶ ماہ اکتوبر کو شب کے دس بجے نواب کی اسپشل ٹرین بجانب گلبرگہ روانہ ہوئی دم رخصت پانسو روپے براے تقسیم بیگان مجاوران عطا کیے۔ پانچہزار روپے فقرا و مساکین درگاہ کو تقسیم کرائے گئے پانسو روپیہ شاگرد پیشہ درگاہ کو دیا گیا اور ہر ایک محکمے مین کافی روپیہ تقسیم کر دیا اور ایک مدرسہ جدید معینیہ عثمانیہ

اکبری مسجد مین مقرر کر کے ایک ہزار روپے ماہوار ہمیشہ کے واسطے مقرر کیے اور ایک نقار خانہ جدید زینہ صدر پر تیار کرانے کا حکم دیا اور اندرون گنبد تربت کے مرمت کرنے کا حکم دیا اور سنہری کے زرین پردے اور چھپر کٹ زردوزی تیار کرانے کا حکم دیا۔

(۲) دوسری بار نواب صاحب پھر ۱۳ نومبر ۱۹۱۳ء کو شب مین اجمیر پہنچے اور سیٹھ امید مل کی کوٹھی مین ٹھہرے۔ ۱۴ نومبر کو جمعہ کی نماز مسجد آستانہ مین پڑھی اور ۴ بجے درگاہ مین حاضری دی اور دو دیگین پکوا کر تقسیم کرائین۔

حضرت خواجہ صاحب کے خاص خاص حالات

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قصبۂ چشت مین کو ہرات کے پاس واقع ہے اور ہرات خراسان مین ہے ۵۳۷ھ ہجری مین پیر کے دن پیدا ہوے آپ کے والد کا نام سید غیاث الدین احمد اور والدہ کا نام بی بی ماہ نور ہے اور اقتباس الانوار مین آپ کی والدہ کا نام بی بی خاص الملکہ لکھا ہے اور بعض نے تاریخ تولد آپ کی عاشق نو لکھی ہے اس سے ولادت آپ کی ۵۲۷ھ ہجری مین معلوم ہوتی ہے تحفہ معینیہ مین تحریر کیا ہے کہ خواجہ صاحب ۵۶۱ھ ہجری مین اجمیر پہنچے اول آنا ساگر کی گھاٹی مین دولت باغ کے قریب قیام رکھا۔ ازان بعد اندرکوٹ کے قریب جہان ان کا مزار ہے اخیر عمر بسر کی۔ آئینہ عمل مین لکھا ہے کہ آپ نوے برس زندہ رہ کر رجب کی چھٹی تاریخ ہفتے کے دن ۶۳۲ھ ہجری مین رہگراے ملک آخرت ہوے مخبرالواصلین مین آپ کی تاریخ وفات یہ لکھی ہے جس مین آپ کی عمر ستانوے سال مندرج ہے۔

روز جمعہ ششم رجب بودہ	کز جہان خواجہ نقل فرمودہ
نود و ہفت سال عمرش بود	کان زمان نقل از جہان فرمود
سال نقلش بعزت و تمکین	گو سراج جہان معین الدین

پرتھی راج اسی وقت مین تھا اور انکے روبرو ہی چوہانون کے خاندان کی سلطنت جاتی رہی اور مسلمان بادشاہت شروع ہو گئی۔ گلدستۂ قنوج مین لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری کو خواجہ معین الدین چشتی نے پرتھی راج کے استیصال کے لیے لکھا تھا لیکن یہ درست نہین معلوم ہوتا کیونکہ اس تاریک زمانے مین رسل و رسائل کے طریق آسان نہ تھے اور ایسے زبردست بادشاہ کے پاس ان کا مراسلہ پہنچ جانا اور اس کا پرتھی راج جیسے طاقتور راجہ پر انکے کہنے سے حملہ کرنا بعید معلوم ہوتا ہے خواجہ صاحب کا

اس وقت مین آج جیسا اثر کس بنا پر ہوسکتا تھا۔ سلطان نے ۵۷۱ھ ہجری سے ۶۰۲ھ تک ہندوستان پر تیرہ حملے کیے تھے نوان حملہ ۵۸۷ھ ہجری مین قلعہ بھٹنڈہ پر کیا تھا اور اس موقع پر راے پتھورا کے ہاتھ سے شکست فاش پاکر جان بچاکر میدان جنگ سے بھاگا تھا ۵۸۸ھ ہجری کے حملے مین پرتھی راج کا استیصال ہوگیا۔ اگر خواجہ صاحب کے تصرف باطنی کے بھروسے پر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا تو پہلی ہی لڑائی مین فتحیاب ہوتا نہ کہ بے انتہا ذلت اُٹھاکر برباد ہوکر بھاگا اور جب دوسرے حملے مین فتحیاب ہوگیا اور مہاراجہ پرتھی راج کے قتل کے بعد سلطان قلعہ سرستی۔ سامانہ اور کھڑام پر قبضہ کرکے اجمیر کو گیا اور اسکو فتح کرکے بتقرر خراج گران ملک مہاراجہ مقتول کے ایک رشتہ دار کولہ نام کے حوالے کیا تو اس وقت بھی سلطان خواجہ صاحب سے نہ ملا نہ اُن کا نام کبھی زبان پر آیا کیونکہ اسوقت اُن کو کسی طرح کی شہرت حاصل نہوئی تھی بلکہ ۵۹۵ھ ہجری مین دوبارہ سلطان اجمیر مین آیا اور راجہ اندرسین کے عالی شان بتخانے کو توڑواکر مسجد کی صورت مین تبدیل کیا جو ڈھائی دن کا جھونپڑہ اور ڈھائی دن کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اور نماز جمعہ اس مین بادشاہ نے ادا کی تو اس وقت بھی خواجہ صاحب سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا اگر بادشاہ ان سے مل لیتا تو اسی وقت انکی بہت بڑی شہرت ہوجاتی سلطان کا نائب السلطنت ہند قطب الدین اجمیر کو ہیمراج کی بغاوت دفع کرنے کے لیے گیا تو وہ بھی خواجہ صاحب سے نہ ملا اگر دونون مین سے کوئی بھی خواجہ صاحب سے ملا ہوتا تو انکے لیے خانقاہ یا مکان بنواتا اور ایسا تواریخ کی کتب معتبر سے ثابت نہین۔

دہلی کے اور بھی سلاطین متقدمین کا خواجہ صاحب کے مزار پر جانا اور وہان نذر و نیاز چڑھانا ثابت نہین انکی قبر کو ۹۳۹ھ ہجری تک تو کسی نے پختہ بھی نہ کرایا تھا اسوقت تک ان کا مزار خام اور مٹی کا ڈھیر تھا اور شہر اجمیر خراب حالت مین تھا اور اسکے گرد جنگل مین شیر رہتے تھے اور انکی قبر پر کسی قسم کی عمارت نہ تھی نہ خادم تھے نہ مجاور مولوی عبدالقادر نے اپنے روزنامچے مین لکھا ہے کہ سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین بادشاہ مالوہ کے عہد مین جس کا دارالسلطنت مانڈو تھا اور جو ۹۱۶ھ ہجری سے ۹۳۷ھ ہجری تک حکمران رہا ہے خواجہ صاحب کے روضے کی عمارت بنی ہے قبۂ عرش برین مادۂ تاریخ ہے جسکے اعداد ۹۳۹ ہین یہی بیان صاحب مرآت آفتاب نما کا ہے اقبال نامۂ جہانگیری مین جو لکھا ہے کہ روضے کی عمارت سلطان محمود خان بن خان جہان نے تیار کی ہے یہ اشتباہ اشتراک اسماکی وجہ سے ہے پھر بعد وا[illegible]

زیادہ وسعت دی اور روضے کے اندر نقاشی کرائی اور روضے کا دروازہ بنوایا اور قبر کا
جو نشان اب ہے وہ ایک دو نیزہ قبر سے اونچا ہے اور جہان قبر ہے اسے چلۂ شیخ فرید
کہتے ہین اسے ۱۰ محرم کو کھولتے ہین اکبر کو ابتدا مین خواجہ صاحب کے ساتھ نہایت اعتقاد
تھا اول تو جب جہانگیر پیدا ہوا آگرے سے پیادہ پا زیارت کو آیا اور ۹۷۵ھ ہجری مین قلعہ
چتوڑ فتح کیا تو اٹھارہ گاؤن کی جاگیر لنگر خیرات کے واسطے اور ہر قسم کے اخراجات کے لیے
مقرر کی اور سامان شاہی فراش خانہ نوبت خانہ چوبدار وغیرہ درگاہ مین انتظام کیا نقارہ کلان
جو صبح و شام بلند آواز سے بجتا ہے اکبر نے چتوڑ سے فتح کرکے درگاہ مین چڑھایا تھا اور چتوڑ
کے بجانے کا دروازہ اور چراغ دان معروف بہ صحن چراغ بھی اکبر نے چتوڑ سے اٹھا کر چڑھایا
ہے اور سیر محتشم مین کہ نواب محتشم الدولہ غوث محمد خان والی جاورہ کا سفرنامہ ہے لکھا ہے کہ
غنیمت چتوڑ سے اکبر نے ایک گھنٹہ اور ایک شیام چراغ چڑھایا تھا اور اکبر نے چتوڑ کی تسخیر
کے وقت یہ عہد کیا تھا کہ بعد فتحیاب ہونے کے پیادہ پا اجمیر کو زیارت کے لیے جاؤن گا
اور دیگ کلان بنوا کر آستانے پر چڑھاؤن گا چنانچہ فتحیابی کے بعد بڑی دیگ بنوا کر
۹۷۵ھ ہجری مین چڑھائی اور چھوٹی دیگ ۱۰۲۲ھ ہجری مین اسکے بیٹے نورالدین جہانگیر
بادشاہ نے اکبرآباد سے تیار کرا کر روضے پہ لاکر چڑھائی اور ۱۰۲۶ھ ہجری مین محجر طلائی
جہانگیر نے بنوا کر قبر پر لگوایا جسکی لاگت مین ایک لاکھ دس ہزار روپے آئے تھے۔ اب
یہ محجر تو نہین اسکی جگہ دو سرے کٹہرے چاندی کے بنے ہوے موجود ہین جنکو جہان آرا بیگم
بنت شاہ جہان نے بنوایا تھا اور ترمیم دوسرے چاندی کے کٹہرے کی راجہ جے سنگھ
سوائی والی جیپور نے کرائی تھی۔ شاہ جہان نے سنگ سفید کی جامع مسجد تیار کرائی
جسکی تیاری مین دو لاکھ چالیس ہزار روپے صرف ہوے اس کی تیاری کا مادہ ؎
بنائے شہنشاہ روے زمین + ہے جانب غربی درگاہ مین احاطے کے باہر سولہ ستون
کی عمارت کے ایک پایے پر ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جسپر ایک بالشت چوڑا پتھر
ہے اسپر مربع عمارت کہ ہر ایک ضلع اس کا دو گز سے کسی قدر زیادہ ہے اور اسکی دیوار
اور چھت اور فرش تمام سنگین ہے دیکھنے کے قابل ہے کہ کیا مضبوط کام کیا ہے گنبد کے
شرقی دروازے کے سامنے جو بیگمی دالان ہے وہ جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان نے بنوایا
ہے بلکہ اسنے تمام شاگرد پیشہ اپنا آستانے کی خدمت گذاری کے لیے نذر کر دیا تھا
اُن لوگون کی اولاد ابتک بدستور اپنے کار خدمت پر مقرر ہے اور گنبد کے جانب

؎ دیکھو تزک جہانگیری ۱۲

جنوب والا دالان جو دروازۂ پائنداز کے مقابل ہے سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں محمد علی خان التزام الدولہ والی ارکاٹ نے بنایا ہے اور دالان جانب شمال صحن جماعت خانہ کاشی ناؤ مرہٹہ نے سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں بنوایا ہے اور دالان جانب جنوب کنارۂ حوض پر جماعت خانے کے سامنے شیوجی برادر جواہر طوائف نے بنایا ہے جو سنہ ۱۲۳۵ ہجری میں تیار ہوا تھا مسجد پیش آستانہ خواجہ صاحب دروازہ کلان کے باہر اکبر نے بنوائی ہے اور دروازہ نقار خانہ شاہ جہان نے بنوایا تھا اور خواجہ صاحب کا مکان شہر پناہ کے باہر جانب شمال پہاڑ پر سنہ ۱۰۳۲ ہجری میں خان خانان صوبہ دار کے عہد میں دولت خان شقدار کی تعمیر عہد شاہ جہان کی ہے اور دروازہ مزار کا فرش سنہ ۱۲۰۸ ہجری میں تانتیا سیندھیا نے بنوایا ہے اور مرقد کے بازوے راست کا دالان سنہ ۱۲۰۶ ہجری میں تانتیا نے آغاز کیا تھا جو سنہ ۱۲۰۹ ہجری میں اختتام کو پہنچا۔ اور روضے کی جانب پائین کا دالان بالا رائو انگلیہ نے سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں بنوایا ہے۔

خواجہ صاحب کی اولاد میں ایک دیوان جی کا خاندان کہلاتا ہے لیکن اکبر کے عہد میں اس خیال سے کہ خواجہ صاحب تنہا ہندوستان کو آئے اور پیچھے کوئی اولاد دریافت نہوئی اس خاندان پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا اسی بنا پر درگاہ کے خادم لوگ زور شور کے ساتھ دیوان کی مخالفت کرتے ہیں۔

اسلامی فتوحات کا سلسلہ خواجہ صاحب کی تشریف آوری سے پہلے ہی ہندوستان میں شروع ہو گیا تھا چنانچہ سنہ ۴۴ ہجری میں امیر مہلب بن امیر صفرہ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور سنہ ۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم نے سندھ کی تمام و کمال ریاست کو فتح کر کے کشمیر تک پانون جما دیے تھے اور محمود غزنوی نے اپنی ۳۴ سالہ سلطنت میں ۱۷ حملے ہند پر کیے منجملہ انکے ۱۲ بہت بڑے ہوے بارھوان حملہ سنہ ۴۱۶ ہجری میں گجرات پر کر کے سومنات کے مندر کو توڑا تھا۔

زمانہ جنگ عظیم کی امداد

آخر جولائی سنہ ۱۹۱۴ع سے جو اسٹریا نے سرویا سے لڑائی شروع کر کے یورپ میں جنگ عظیم شروع ہونے کا دروازہ کھولا اور اسٹریا کی حمایت جرمن نے کی اور سرویا کی روس اور فرانس نے اور صلح پسند بلجیم کی بے تعلقی کو توڑنے کی وجہ سے ۱۵ ماہ اگست کو انگلستان نے جرمنی کے مقابلے میں جنگ کا اعلان کیا اس موقع پر ریاست حیدرآباد کے

حکم سے حیدرآباد امپیریل سروس افواج کی دونوں رجمنٹیں تیار کر دی گئیں پہلی رجمنٹ ترقی اور بھیجدی گئیں جنرل آرتھر والٹن اس کا کمانڈر تھا دوسری رجمنٹ ریزرو میں رکھ لی گئی۔ سرکاری کتابوں میں ان رجمنٹوں کے کارنامہاے جنگ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ حیدرآباد لینسرز کی خدمات خاص طور پر سزاوار تحسین قرار دی گئیں افواج آصفی کے مختلف افسروں کو امتیازی نشانات ملے نیز انکی خدمات کا اچھے الفاظ میں اعتراف کیا گیا۔ افواج کا پہلا حصہ ۶ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کو حیدرآباد واپس آیا اور دوسرا حصہ ۸ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو تقریباً دو کروڑ روپیہ نقد مختلف شکلوں میں بطور امداد دیا گیا مختلف قرضہاے جنگ میں ریاست آصفیہ نے تقریباً ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ دیا۔ نیز سنہ ۱۹۱۸ء میں جب برطانوی ہند میں مالی حالت نازک ہو رہی تھی جو نظام نے پچاس لاکھ روپے کی غیر مسکوک چاندی بطور قرض دی۔ ریاست کے کارخانوں میں ساڑھے بارہ لاکھ روپے کے گولے۔ گاڑیاں اور دوسری چیزیں بنیں جو صرف شدہ قیمت پر بلامنافع برطانوی حکومت کے حوالے کر دی گئیں گھانس کے بہت بڑے ذخائر مفت دیے گئے اسپر ریاست بائیس ہزار روپے سالانہ خرچ کرتی تھی۔ نمبر ۲ دکن ہارس کے نظام اعزازی کرنیل ہیں۔ اس رسالے کو نئے ہتیار دیے گئے۔ گھوڑوں کو سواری کے لیے درست کرنے کی غرض سے آدمی مہیا کیے گئے۔ ان پر ریاست کے ۲۸ لاکھ روپے صرف ہوے۔ حیدرآباد امپیریل سروس وغیرہ کا خرچ ایک کروڑ ترپن لاکھ روپے تھا اس طرح جنگ کے زمانے میں ریاست حیدرآباد نے کم وبیش چھ کروڑ روپیہ صرف کیا۔ جنگ کے بعد حکومت برطانیہ نے نواب میر عثمان علی خان بہادر کو ہزاگزالٹڈ ہائنس (اعلےٰ حضرت) بنادیا اور اس طرح وہ دوسرے دیسی حکمرانوں سے ممتاز ہو گئے گو سلامی اتواپ میں بہت سے حکمرانوں سے مساوی ہیں۔

مسلمانوں کے جم غفیر کی طرف سے خطاب

ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء میں ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی طرف سے لکھنؤ میں جلسۂ عام منعقد ہو کر محی الملۃ والدین کا خطاب پیش کیا جسکو آپ نے شکریے کے ساتھ قبول کیا۔

قضیۂ برار

میر عثمان علی خان نظام حیدرآباد کے مراسلہ موسومۂ لارڈ ریڈنگ وایسراے

وگورنر جنرل کشور ہند کی اشاعت سے قبل لوگون کو صرف اس قدر معلوم تھا کہ نواب حیدرآباد اور گورنمنٹ آف انڈیا کے درمیان کچھ عرصے سے کسی قطعہ ملک کے متعلق کچھ جھگڑا چلا آتا ہے لیکن مراسلۂ مذکور الصدر کی اشاعت سے اس مسئلے سے عام دلچسپی پیدا ہو گئی۔

بظاہر حال اس مسئلے کا زیادہ تر تعلق لارڈ کرزن کے عہد حکومت سے ہے لیکن لارڈ سالبسری اور موجود نظام کے والد میر محبوب علی خان کے نام بھی اس مسئلے سے خاص تعلق رکھتے ہین اس معاملے مین ایک فریق تو گورنمنٹ برطانیہ اور دوسرے ہند تھے اور دوسرا فریق ہندوستان کی ایک اعلےٰ ریاست تھی۔ موجودہ نظام کے باپ نے ۱۹۰۲ء مین لارڈ کرزن سے ایک معاہدہ کر کے صوبہ برار کا دوامی پٹہ گورنمنٹ آف انڈیا کے نام لکھدیا تھا۔ نظام موجودہ نے اپنے عہد مین یہ دعوے کیا کہ انکے والد نے لارڈ کرزن کے دباؤ سے برار کا دوامی پٹہ لکھدیا حالانکہ اُنکے اجداد سے مختلف اوقات مین اس صوبے کی واپسی کے وعدے ہو چکے تھے۔

نظام کے خرچے سے حیدرآباد کنٹنجنٹ کے نام سے ایک فوج قائم کی گئی جسکے مصارف کی بابت مشکلات اور جھگڑے پیدا ہو گئے اور بلا اعانت گورنمنٹ برطانیہ کے روپے کی فراہمی ناممکن ہو گئی۔ اس ۱۸۵۳ء مین لارڈ ڈلہوزی کے عہد مین نظام نے اضلاع برار و پائن گھاٹ ورائے چور دوآب و اضلاع سرحدی شولاپور و سرحدی احمدنگر فوجی مصارف اور دوسرے ضروری اخراجات کی ادائگی کی ضمانت کے طور پر لارڈ ڈلہوزی کے اصرار سے گورنمنٹ برطانیہ کے سپرد کر دیے اور گورنمنٹ نے یہ وعدہ کیا کہ جو آمدنی مصارف سے بچے گی وہ نظام کے حوالے کر دی جاوے گی اس زمانے کے کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ فوجی قبضے کی دھمکی پر نظام نے سرکار کمپنی کی اس تجویز کو قبول کیا تھا لیکن غدر کے بعد جس مین حیدرآباد کے حکام نے برطانیہ کو قابل قدر امداد دی تھی سنہ ۱۸۶۰ء کے ایک معاہدے کے ذریعہ سے رائے چور و نلدرگ و دھاراسیون کے اضلاع واپس ملے اور حیدرآباد کنٹنجنٹ وغیرہ کے مصارف کے لیے جو ۳۲ لاکھ روپے سالانہ تھے برطانیہ نے صوبۂ برار پر قبضہ رکھا اور وعدہ کیا کہ جو رقم تنخواہ کنٹنجنٹ و تنخواہ خاندان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ سو جو تعدادیا سے و اخراجات تحصیل و انتظامات ضروری کے بعد بچے گی وہ ریاست نظام کو

۱ منقول از رسالہ زمانہ ۱۲

دیدی جایا کرے گی چونکہ اضلاع مذکور کی آمدنی سوا کروڑ روپے کے قریب پہنچ گئی تھی اور برار کی آمدنی سے معقول حصہ ریاست کو ملتا تھا اس لیے ریاست اس کی واپسی کے دوپے تھی اور گورنمنٹ موجودہ صورت انتظامی کو بدلنا ملکی فوائد کے منافی جانتی تھی اس لیے لارڈ کرزن نے اس گتھی کو یوں سلجھایا کہ ۱۹۰۲ء میں ایک معاہدہ نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام مرحوم سے کیا جسکی رو سے ۲۵ یا ۳۲ لاکھ روپے سالانہ پر برار کا دائمی ٹھیکہ گورنمنٹ برطانیہ کو مل گیا اور وہ بھی اس وقت تک جبکہ کوئی آیندہ ویسرائے اسے ناقابل عمل خیال کرے۔ عید کے موقع پر سال میں ایک مرتبہ نظام کا جھنڈا اڑایا جانا یہ حقوق ہین جو نظام کو برار پر حاصل ہین۔ موجودہ نظام میر عثمان علی خان بہادر اس معاہدے کو گورنمنٹ کے پچھلے معاہدون اور وعدون کے برخلاف بتاتے ہین ان کا بیان ہے کہ دوامی پٹے کے متعلق لارڈ کرزن کا مختتم فیصلہ ۱۸۶۰ء کے اعلان سپردگی ا (لارڈ سالسبری کے مراسلہ ۱۸۷۸ء بنام ریاست حیدرآباد کے قطعی برعکس ہے۔ لارڈ کرزن کا یہ دعوے جسکی پابندی آیندہ گورنمنٹ برطانیہ پر ہے وزارت کے اس فیصلے کے مطابق نہ تھا جو اس سے کئی سال پیشتر ریاست میسور کے متعلق ہو چکا تھا جسکی رو سے نصف صدی تک قبضہ رکھنے کے بعد ریاست میسور ۱۸۸۱ء مین واپس کر دی گئی اگر لارڈ کرزن کے دعوے کے بموجب امتداد زمانہ سے اس حکم کی قوت بڑھتی جاے گی اور اس کا اطلاق برابر ہوتا ہے تو یہ بات بیس سال قبل ریاست میسور کے متعلق بھی کہی جا سکتی تھی جب اٹھارھوین صدی کے آخر مین ریاست میسور اس خاندان کو دیدی گئی جس کا اس سے پیشتر تعلق تھا۔ اس وقت مارکوئیس آف ولزلی نے بحیثیت گورنر جنرل یہ استحقاق محفوظ رکھا کہ اس ریاست کو گورنمنٹ پھر کبھی جب اسکی ضرورت لاحق ہوگی اپنے قبضے مین کر لے گی ونسنٹ اسمتھ مورخ کے مقولے کے بموجب میسور کا انتظام نہایت قابلیت سے ہوتا ہے نواب میر عثمان علی خان کہتے ہین کہ اس واقعے سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ ریاست میسور کی واپسی حکومت ہند کی تاریخ مین برطانیہ کی بیحد دانشمندی کا کارنامہ سمجھا جاے گا۔

جنگ عظیم شروع ہونے کے پہلے سے مسئلہ برار کی واپسی کے متعلق اخبارات مین مضامین لکھے جانے لگے ابھی اس مسئلے کی اہمیت کا احساس حکومت کو اور جمہور کو کافی طور پر نہ تھا کہ گذشتہ جنگ عظیم شروع ہو گئی جس مین انگلستان بھی فوراً شامل ہو گیا

دن بدن جنگ خطرناک صورت اختیار کرتی گئی خدا خدا کر کے جنگ ختم ہوئی۔ کامل امن وامان کے زمانے مین نواب میر عثمان علی خان نے مسئلہ برار کو آئینی طور پر پیش کرنے کا ارادہ کیا اور رعایاے برار کی تسلی کے لیے نواب صاحب نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اہل برار کو ہرگز اپنی شخصی حکومت مین نہ رکھین گے بلکہ ایک آئینی گورنر کے ماتحت برار کو آزاد حکومت خود اختیاری دیدی جاے گی اور فوج و گورنمنٹ ہند کے معاملات کے علاوہ وہ خود مختار رہین گے۔ سنہ ۱۸۷۸ء مین لارڈ سالسبری نے تجویز کیا کہ معاملہ زیر بحث مین رقبۂ مالگذاری اور ذاتی تعیش کا سوال نہین ہے بلکہ بیس لاکھ نفوس کی جان و مال پر حکومت کرنے کا سوال ہے اور حکومت انگریزی کی خوبی ظاہر ہے لارڈ ریڈنگ ویسراے کشور ہند نے اس معاملہ کو ڈسپلن یعنی انتظام کا معاملہ بتایا بلکہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۵ء کے روزانہ اخبار ہمدم سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد پولٹیکل کانفرنس پونا نے بذریعۂ اخبارات ویسراے سے خواہش کی ہے کہ خود حیدرآباد مین ایک ذمہ دار حکومت قائم کیجاے۔
نواب میر عثمان علی خان بہادر نے سر علی امام کو حیدرآباد مین طلب فرمایا جنھون نے اپنی اعلیٰ قابلیت اور پختہ تجربہ کاری کے ساتھ واپسی برار کا مقدمہ تیار کیا اور حکومت برطانیہ کو اسکی واپسی کے لیے باضابطہ لکھا ابھی دوٹوک جواب نہ ملا تھا کہ سر علی امام کو بعض داخلی مجبوریون کی وجہ سے صدارت کے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کا پیسہ اخبار کہتا ہے کہ سالار جنگ اعظم کو استرداد برار کا مسئلہ اٹھانے کے باعث گرفتاری اور اخراج کی دھمکی دی گئی تھی اور اسپشل ٹرین تیار کی گئی تھی کہ ان کو لیجا کر بلاری مین نظر بند کر دیا جاے اور اسی مسئلہ استرداد برار کا طفیل ہے کہ سر علی امام جیسے مدبر کو مدار المہامی کو خیرباد کہنا پڑا نواب میر عثمان علی خان بہادر نے جو طویل مراسلت لارڈ ریڈنگ گورنر جنرل ہند کو تحریر کی ہم اختصار کے ساتھ ان مطالبات کو یہان درج کیے دیتے ہین جو نظام نے گورنمنٹ سے کیے۔ نظام ممدوح اپنی اس طویل مراسلت کے اخیر مین گورنمنٹ سے مندرجۂ ذیل چار مطالبے کرتے ہین۔

(۱) برار کا علاقہ مکمل طور پر میرے حوالے کر دیا جاے اور حدود حیدرآباد مین جو کنٹنجنٹ فوج ہے اسے قطعی طور پر حدود ریاست سے باہر کر دیا جائے۔

(۲) امدادی فوج جس کا سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدے مین ذکر ہے اور جس کے اخراجات کے لیے نظام بلاری اور کڈاپہ کے علاقے گورنمنٹ کے حوالے کر چکے ہین اپنی پوری طاقت مین حدود حیدرآباد مین رکھی جاے اور عہدنامۂ مذکورۂ بالا کی شرائط کی رو سے ہر وقت

میری خدمت کے لیے تیار رہے۔
(۳) سنہ ۱۸۵۳ء سے اس وقت تک کا حساب مجھے پیش کیا جائے اور جو رقوم ایک دوسرے کے ذمے نکلتی ہوں انکی ادائگی کا انتظام کیا جائے۔
(۴) اگر گورنمنٹ ہند کسی عمل پالیسی کی وجہ سے کنٹنجنٹ فوج کو قائم رکھنا ضروری خیال کرے اور یہ بھی قرار دے کہ اسکے اخراجات خزانہ حیدرآباد سے ہی ادا کیے جائین نیز اس قرار کو منظور نہ کرے کہ ریاست اپنی آمدنی مین سے اس فوج کے اخراجات باقاعدہ ادا کرتی رہے گی تو ریاست حیدرآباد کو اجازت دی جائے کہ وہ علاقہ برار کی ضمانت کی بجائے نقد روپیہ جسکے سود سے اس فوج کے خرچ ادا ہو سکین بطور ضمانت کے داخل کر دے۔

ان مطالبات کے جوجوابات نواب صاحب کو دیے گئے وہ حسب ذیل ہیں۔
(۱) گورنمنٹ ہند اپنی پوزیشن سنہ ۱۸۵۳ء کے معاہدے پر قائم کرتی ہے اور وہ اپنی پوزیشن کو بالکل حق بجانب سمجھتی ہے چونکہ کنٹنجنٹ فوج اس معاہدے کی رو سے توڑ دی گئی تھی اسلیے نظام کا یہ مطالبہ کہ اسے انکی حدود سے باہر کر دیا جائے سمجھ مین نہین آتا۔
(۲) امدادی فوج کی طاقت سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدے کی رو سے مقرر نہین بلکہ ۱۸۵۳ء کے معاہدے کے مطابق طے ہوئی ہے اور جب کبھی نظام حیدرآباد کو اس فوج کی امداد کی ضرورت ہوگی تو وہ معاہدے کی شرائط کی رو سے انھین مہیا کی جائیگی۔
(۳) گورنمنٹ ہند کو معلوم نہین کہ گورنمنٹ اور نظام کے درمیان کوئی حساب کتاب باقی ہے جس کا طے ہونا ضروری ہے۔
(۴) کنٹنجنٹ فوج اس وقت موجود نہین نظام کی حفاظت کا کام اس وقت انڈین آرمی کے سپرد ہے باقی رہا برار کا معاملہ گورنمنٹ ہند کو اس پر قبضہ کرنے کا جائز حق حاصل ہے اور وہ باشندگان برار کے متعلق اپنے فرائض کا احساس رکھتے ہوے اس علاقے کو اپنے ماتحت رکھنے کے لیے مجبور ہے۔

نواب صاحب نے ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء کو ایک اور چٹھی گورنر جنرل کے نام بھیجی اس چٹھی مین دو امور پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔
ایک تو یہ کہ نظام حیدرآباد نہ تو گورنمنٹ ہند یا انگریزون کے ماتحت ہین نہ ان سے گھٹیا درجے پر ہین بلکہ وہ اُن کے دوست ہین برابر کا درجہ رکھتے ہین اور جس طرح گورنمنٹ ہند اپنے اندرونی معاملات مین قطعی آزاد ہے اسی طرح وہ بھی اپنے اندرونی معاملات مین قطعی آزاد ہین انگریزون کو اُن کے اندرونی امور مین دخل دینے کا کوئی

حق نہین۔
دوسری بات جو اعلےٰ حضرت کی اس چٹھی مین بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ برار کے متعلق وہ گورنمنٹ ہند کے جواب کو نہ تو ماننے کے لیے تیار ہین اور نہ اسکے آگے سر جھکانے کو رضامند بلکہ انکی تجویز یہ ہے کہ چونکہ نظام حیدرآباد اور گورنمنٹ ہند دو مساوی حیثیت کے حلیف یا دوست ہین اس لیے ان کے درمیان برار کے متعلق جو اختلاف رائے ہے اس کا فیصلہ ایک آزاد کمیشن کے ذریعے سے کرالیا جائے حضور نواب نظام حیدرآباد کی اس چٹھی کا آخری فقرہ حسب ذیل ہے۔

مین تجویز کرتا ہون کہ معاملہ برار کے متعلق جو اختلاف رائے ہے انسے ایک کمیشن کے سپرد کردیا جائے جو اس بارے مین تحقیقات کرکے اپنی رپورٹ پیش کرے۔ اس کمیشن کی صدارت کسی ایسے شریف برطانوی کو پیش کی جائے جو بہت اعلےٰ حیثیت رکھنے کے علاوہ جوڈیشل یعنی عدالتی تجربہ بھی رکھتا ہو اور اس کا تقرر وزیر ہند کرے اس کمیشن مین صدر کے علاوہ چھ ممبر اور ہون ان مین سے دو تو گورنمنٹ ہند کے نمایندے ہون دوسری طرف سے چنے جائین دو ممبر باشندگان برار کے نمایندے ہون جو لیجیسلیٹو کونسل برار اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے غیر سرکاری براری ممبران منتخب کرین اس کمیشن کو تمام امور کی جن کی بابت میرے اور گورنمنٹ انگریزی کے درمیان تعلقہ برار کے متعلق اختلاف رائے ہے چھان بین کے لیے وسیع اختیارات ہونے چاہیین۔ اس تحقیقاتی کمیشن کے روبرو پیش ہونے والے معاملات گورنمنٹ ہند کے پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ اور میرے نمایندے کے درمیان بحث کے بعد مین اور ویسرائے ہند طے کرسکتے ہین اس کمیشن کے تمام اخراجات میری حکومت حیدرآباد برداشت کریگی

اس مراسلے کے جواب مین ۲۷ مارچ ۱۹۲۶ء کو ویسرائے و گورنر جنرل کی طرف سے جو چٹھی نمبری ۴ تحریر کی گئی ہے اسکی انشا پردازی کی لوچ و لچک کا ایک عجیب انداز ہے سو وہ نہ زوردار الفاظ مین یہ لکھتے ہوے کہ نواب حیدرآباد کا درجہ گورنمنٹ ہند کے برابر نہین بلکہ دوسری ہندوستانی ریاستون کے مانند ہی ایک ماتحت ریاست کا ہے مطالبہ کمیشن کے متعلق لکھا ہے مجھے افسوس ہے کہ مین آپ کا یہ نظریہ منظور نہین کرسکتا کہ آپ کی مراسلت پر جو فیصلہ وزیر ہند نے کیا ہے وہ فیصلے کا درجہ نہین رکھتا شاہی حکومت

ریاست سے بڑی طاقت کا یہ حق اور اختیار ہے کہ وہ ان جھگڑون کا فیصلہ کرے کہ جو دو ریاستون یا ایک ریاست اور اسکے درمیان پیدا ہون اور اگرچہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض امور مین کوئی تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے مگر اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنی آزادانہ رائے گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر دے فیصلے کا اختیار صرف گورنمنٹ ہند کو ہی حاصل ہے آپ کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہین کہ اس پوزیشن کو ہندوستانی ریاستون کے حکمرانون نے رفارم اسکیم کی دفعہ ۳۰۸ پر بحث کرنے کے بعد تسلیم کر لیا ہے۔

یہ تو اس چٹھی کا اقتباس تھا اب مین تمام چٹھی کا ترجمہ یہان لکھتا ہون جو فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

اعلے حضرت کا گرامی نامہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۵ء موصول ہوا و شرف صدور لایا مگر چونکہ اس مین چند ایسے اہم مسائل موجود تھے جنپر غور کامل کی ضرورت تھی لہذا اس کا جواب جلد تحریر کرنے سے قاصر رہا۔

اس جواب سے میرا یہ مدعا ہرگز نہین ہے کہ اعلی حضرت کے روبرو اس معاملے کے تواریخی دلائل کی بحث کو پیش کرون بلکہ جیسا کہ مین پیشتر تحریر کر چکا ہون کہ جناب کے تمام مظاہرات پر نظر عمیق ڈالی گئی اور انپر بہت کچھ غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ جناب کے موجودہ گرامی نامے مین کوئی خاص ایسے دلائل نہین ہین جو کہ میرے اور میری گورنمنٹ اور حضور سکرٹری آف اسٹیٹ کے طے شدہ فیصلے پر کوئی نیا اثر ڈالین اعلے حضرت کا یہ جواب اس کیفیت و نکتہ خیال کو صاف و صحیح پیرایے مین ظاہر نہین کرتا جو کہ مین اپنے عریضہ مورخہ ۱۱ مارچ سنہ گذشتہ مین تحریر کر چکا ہون تاہم اس جانب کو یہ امر باعث خوشی ہے کہ اعلے حضرت اپنے اخیر نامۂ گرامی مین کھلے الفاظ مین تحریر فرماتے ہین کہ آنجناب کو معزز گورنر جنرل سابق جناب ممدوح مارکویس کرزن صاحب مرحوم کی نیک نیتی مین قطعا گنجایش احتمال نہین۔ لہذا اس عریضے کے باقی ماندہ حصے مین مین ان دقیق مسائل کو صاف کرتا ہون جنکی بنا پر اعلے حضرت نے اپنے حقوق دفعات نمبر ۲ (اور) ۳ مین قائم کیے ہین اور جس مین کہ آن جناب نے ایک تحقیقاتی کمیشن کے تقرر کے بارے مین بھی درخواست فرمائی ہے۔

۲۔ اب اُن دفعات کی طرف جناب والا کی توجہ مبذول کراتے ہوے کہ جن کا حوالہ مین پیشتر ہی دے چکا ہون یہ امر واضح طور سے عیان ہے کہ اعلے حضرت کو یقین کامل ہے کہ والی ریاست حیدرآباد کی حیثیت و منصب سے ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملات

وانتظامات مین اعلےحضرت کو وہی حق اور اختیار حاصل ہے جوکہ گورنمنٹ برطانیہ کو برطانیہ ہند کے اندرونی معاملات کے انتظام مین حاصل ہے اغلب ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حقوق واختیارات کا تذکرہ میرے الفاظ مین متجاوز ہوجاے لہذا مین یہ بہی مناسب خیال کرتا ہون کہ جناب والاہی کے الفاظ کو مکرر تحریر کردون "سوائے اُن معاملات کے جو غیر قوتون اور سیاسی مسائل سے تعلق رکھتے ہین ریاست حیدرآباد کے حکمران نظامون کو ریاست حیدرآباد کے تمام اندرونی معاملات اور انتظامات مین وہی آزادی حاصل ہے اور انکے اختیارات ویسے ہی وسیع ہین جیسے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے برطانیہ ہند کے معاملات مین ہین"۔ مگر میرے نقطہ نظر وجملہ شرائط کو علیحدہ رکھتے ہوے یہ بات ظاہر ہے کہ دونون فریق تمام موقعون پر اپنی حکومتون کے اندرونی انتظامات مین اور نیز اُن معاملات مین جوکہ اُن کے اور ہمسایون کے درمیان واقع ہون نہایت آزادی اور خودمختاری سے کام کرتے رہین لیکن صوبہ برار کا سوال ان شرائط کے دائرہ حدود مین نہین آسکتا ہے کیونکہ کوئی غیر طاقت یا پالیسی اس مین حائل نہین ہے اور یہ مضمون ایسی دوسرکارون کے زیر بحث رہا ہے جوکہ تمام معاملات مین ایک حیثیت رکھتی ہین اور ایک دوسرے کی ماتحتی سے مبرا ہین۔

۳۔ میرے ان الفاظ سے صاف عیان ہے کہ اعلےحضرت کو اپنے اور شہنشاہی افضل قوت کے درمیانی رشتہ تعلق کا پورے طور سے امتیاز کرنے مین کچھ غلط فہمی ہوگئی ہے جس کو رفع کردینا میرے واسطے شہنشاہ ہند کا نمایندہ ہونے کی حیثیت سے ایک فرض منصبی ہے تاکہ ایسے موقع کی خاموشی کسی آیندہ موقع کی مشکلات کو حل کرنے مین الخاموشی نیم رضا کے معنے نہ رکھے۔

۴۔ بادشاہ برطانیہ کی فضیلت وبرتری ہندوستان مین سب سے افضل ہے اور بدین وجہ کوئی والی ریاست ہاے ہند سلطنت برطانیہ سے عہد وپیمان مین دعوے ہمسری نہین کرسکتا ہے اسکی فضیلت وبرتری صرف صلح نامون اور عہد وپیمانون پر ہی مبنی نہین ہے بلکہ وہ ان سے مستثنےٰ اور خودمختار قوت ہے اور غیر طاقتون اور سیاسی مرحلات ومناظرات کے طے کرنے مین ایک خاص حق ومنصب رکھتی ہے یہ سلطنت برطانیہ کا ذاتی فرض ہے کہ تمام ریاستہاے ہند کے عہد وپیمانون اور صلح نامون کو تسلیم کرتے ہوے تمام ممالک ہندوستان مین امن وامان قائم رکھے۔ اسکے اثرات ونتائج اتنے روشن ہین اور اتنی خوبصورتی سے اعلےحضرت اور نیز دوسری ریاستہاے ہند پر عائد ہوتے ہین

کہ ان کا تذکرہ اس موقع پر کرنا بالکل لاحاصل ہے تاہم اگر تمثیلاً دریافت کیا جاوے تو ایسی صورت مین مین اعلیٰ حضرت کی توجہ اس سند کی طرف رجوع کرتا ہون جو کہ سنہ ۱۸۶۲ع مین حکمران ریاست حیدرآباد اور نیز دوسرے والیان ریاستہاے ہند کو عطا فرمائی گئی تھی اور جس مین کہ گورنمنٹ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اعلیٰ حضرت کی مجلس انتظامیہ اور سرکار دونون ہمیشہ شہنشاہ برطانیہ کے مطیع و فرمان بردار رہین گے اور حیدرآباد کی سند ریاست کا حق وراثت اس وقت تک جائز نہین سمجھا جاے گا جب تک کہ وہ شہنشاہ اعظم ہند سے تسلیم و قبول نہ کر لیا جاوے اور سلطنت برطانیہ ہی صرف تمام حقوق وراثت کے مراسلات اور جھگڑون مین دست اندازی کا حق و منصب رکھتی ہے۔

۵۔ ریاستہاے ہند کے اندرونی و انتظامی معاملات مین دست اندازی کرنے کا حق جو کہ صرف سلطنت برطانیہ ہی کو حاصل ہے اس امر کی دوسری دلیل ہے کہ بادشاہ برطانیہ سب سے اعلےٰ اور افضل و برتر طاقت ہندوستان مین رکھتا ہے گو کہ سلطنت برطانیہ موقع بموقع اس امر کا اظہار کرتی رہی ہے کہ وہ کسی ہندوستانی ریاست کے اندرونی معاملات مین دست اندازی کرنے کی خواہش نہین رکھتی ہے تاوقتیکہ کوئی اہم وجہ یا ضرورت پیش نہ آوے لیکن اندرونی اور نیز بیرونی حفاظت جسکے زیر سایہ یہ تمام والیان ریاستہاے ہند اپنی زندگی نہایت عیش و عشرت کے ساتھ بسر کرتے ہین سلطنت برطانیہ کی حفاظتی طاقت کا ایک ادنےٰ نمونہ ہے اور جہان کہین یہ حکومت ملکی مفاد کو نظر انداز کر دوے یا کہ اُسکے طرز عمل سے کل رعایا کی بہبودی اور جان و مال خطرے مین ہو تو ایسے موقع پر یہ مقدرت و حق صرف اعلیٰ طاقت کو ہی حاصل ہے کہ وہ جو ذرائع مناسب خیال فرماے اسکی درستی کے لیے عمل مین لاوے۔

عنان حکومت کی مختلف طاقتین اور اختیارات جو کہ والیان ریاست ہند کو عطا ہوے ہین اسی ایک اعلیٰ و افضل طاقت کی ذمہ داری اور خوشنودی مزاج کا ایک عطیہ ہین اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالین بہم پہنچ سکتی ہین اور سواے اس صورت کے جہان کہ وہ غیر طاقتین یا سیاسی مسائل حائل ہون اعلےٰ حضرت کی ریاست اور گورنمنٹ برطانیہ دونون درجہ ہمسری رکھتی ہین مگر مین اس معاملے کو طول دینا نہین چاہتا ہون اور صرف اتنا ہی اور اضافہ کرون گا کہ وفادار دوست کا خطاب جو اعلےٰ حضرت کو عطا ہوا ہے وہ آپ کی ریاست اور گورنمنٹ برطانیہ کے باہمی رشتہ تعلق کو دوسری ریاستہاے ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کے باہمی رشتہ تعلق سے کسی صورت مین مستثنیٰ نہین کرتا ہے۔

۶۔ اعلیٰ حضرت کی ریاست اور افضل گورنمنٹ برطانیہ کے باہمی تعلقات کا خاص خیال جو اعلیٰ حضرت کے دل مین جاگزین ہے اسکی تقلید و پیروی کرتے ہوے اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ این جانب نے اس فیصلے کا مطلب جوکہ شہنشاہ ہند کی گورنمنٹ نے صوبہ برار کے معاملے مین کیا ہے غلط پیرائے مین ظاہر کیا ہے اور رنیٹ جوڈیکیٹہ کا مسئلہ ریاست حیدرآباد اور گورنمنٹ ہند کے مراسلات مین ایک غلط صورت مین قائم کیا ہے لیکن مین بصد افسوس عرض کرتا ہون کہ مین اعلیٰ حضرت کی اس رائے سے کہ جناب والا کے مظاہرات پر حضور وزیر ہند کا فیصلہ ایک اخیر فیصلہ نہین ہے اختلاف کرتا ہون۔ کیونکہ یہ حق و منصب صرف قوت بالا کو ہی حاصل ہے کہ ریاستون کے باہمی یا کسی ریاست و گورنمنٹ کے باہمی جھگڑون کو کلی طور سے فیصل کر سکے اور اگرچہ چند صورتون مین تحقیقاتی کمیشن بھی مقرر کردی جاے تاہم اس کا کام صرف گورنمنٹ ہند کو اپنی آزادانہ رائے دیدینے کا ہے مگر ہر حالت مین اخیر فیصلے کی طاقت گورنمنٹ ہند کی حدود و اختیار مین رہتی ہے اس امر کے یہان ذکر کرنے کی چندان ضرورت محسوس نہین ہوتی ہے کہ یہ بات ہندوستان کے تمام روسا نے قبول کر لی ہے جیسا کہ مونٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کی دفعہ ۳۰۸ کے ملاحظے سے ظاہر ہوتا ہے۔

۷۔ دربارے استعمال کرنے الفاظ رسیٹ جوڈیکیٹہ مین کامل یقین رکھتا ہون کہ گورنمنٹ ہند کوئی عدالت دیوانی نہین ہے کہ اسکو کسی معاملے کے فیصلے پر نظرثانی کرنے کا منصب نہو جوکہ ایک مرتبہ عرصے تک زیر بحث رہ چکا ہو بلکہ اسکی اہمیت موقع و وقت پر منحصر ہے۔

صوبۂ برار کے معاملے مین یہ امر محض فضول اور خلاف عقل معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معاملہ ایک مرتبہ کلی طور سے فیصل ہو گیا ہے تو پھر آیندہ اسی معاملے کو دونون سرکارون کے درمیان زیر بحث ڈالدیا جاے۔

۸۔ اب مین جناب والا کی اس درخواست کی طرف متوجہ ہوتا ہون جوکہ اعلیٰ حضرت نے صوبۂ برار کے معاملے کی تحقیقات کی غرض سے ایک کمیشن کی تقرری کے بارے مین تحریر فرمائی ہے تاکہ وہ بغور تحقیقات کرکے اپنی آزادانہ اور صحیح و درست راے گورنمنٹ ہند کو صوبۂ برار کے بارے مین دے۔ اس بارے مین اعلیٰ حضرت کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ عرصہ دراز نہین ہوا ہے جبکہ گورنمنٹ ہند نے تحقیقاتی کمیشن کی تقرری کی نسبت ایک خاص انتظام فرمایا ہے جسکی رو سے تحقیقاتی کمیشن

اس صورت مین مقرر کی جا سکتی ہے جبکہ کوئی ریاست گورنمنٹ ہند کے کسی فیصلے پر رضا مند نہ ہو اگر اعلیٰ حضرت ان قواعد کا ملاحظہ فرمائین گے تو صاف طور سے روشن ہو جائے گا کہ اس مین کوئی دفعہ یا شرط ایسی موجود نہین ہے جسکی رو سے شہنشاہ اعظم کی گورنمنٹ کے طے شدہ فیصلے کو نظر ثانی کرنے کا مجاز کسی کو بھی حاصل ہوا ور مین خیال نہین کر سکتا کہ یہ بات کہان تک جائز ہوگی کہ ایسے معاملے کو جسکی بحث ایک ایسے عہدنامے کے ذریعے سے اختتام کو پہنچی ہو جو کہ بعد غور کامل اور ایسی صاف زبان مین تحریر کیا گیا ہو کہ اس مین کوئی گنجائش نہو زیر تحقیقات رکھا جائے۔

۹- تاہم بموجب درخواست اعلیٰ حضرت جناب کا موجودہ گرامی نامہ حضور وزیر ہند صاحب کی خدمت مین پیش کر دیا گیا ہے اور میرا یہ عریضہ حضور وزیر ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کے احکامات و اختیارات پر مبنی ہے۔

اس جواب سے نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام حیدرآباد کی رہی سہی امید کا بھی خاتمہ ہو گیا اور واپسی برار کے معاملے مین کامیاب نہوے۔ تاہم انھون نے برار کے مقدمے سے ہاتھ نہین اُٹھایا۔ بلکہ سر علی امام حیدرآباد کی خدمت سے استعفا دیکر اس مقدمے کی پیروی کے لیے انگلستان بھیجے گئے انھون نے وہان پہنچکر بڑی کوشش اس بات کی کی کہ انگلستان کی رائے عامہ کو جو انگلستان کی حقیقی حکمران ہے مسئلہ برار کی تائید کی طرف راغب کرین ابھی رائے عامہ کو کچھ بھی دلچسپی پیدا نہ ہوسکی تھی کہ حکومت برطانیہ کے مدبرون نے رزیڈنٹ کے توسط سے اس مطالبے کا فیصلہ کر دیا۔

نواب میر عثمان علی خان بہادر کے عہد کی ترقیات پر تبصرہ

جن محکمون کی اصلاح کی گئی ہے وہ مال۔ عدالت۔ امور مذہبی۔ کروڑگیری یعنی چنگی آب پاشی۔ کورٹ آف وارڈز۔ مینوسپلٹی۔ صنعت و حرفت۔ تعلیمات۔ ڈاک حفظان صحت اور طبابت کے محکمے ہین اور جو جدید محکمے خود اپنے زمانے مین قائم کیے ہین وہ یہ ہین۔ زراعت۔ آرائش بلدہ۔ جامع عثمانیہ۔ امداد باہمی۔ آثار قدیمہ علاج حیوانات۔ ان تمام محکمون پر تبصرہ کرنے کے لیے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ محکمون کو انکی نوعیت کے لحاظ سے تین شعبون پر تقسیم کر دیا جاوے اور ہر محکمے کا ذکر اُس شعبے مین کیا جائے جس سے وہ مناسبت رکھتا ہے اس لحاظ سے محکمون کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

شعبۂ اول مین وہ محکمے جن سے حکومت کو آمدنی ہوتی ہے۔
شعبۂ دوم مین وہ محکمے جن سے رعایا کا امن و انتظام وابستہ ہے۔
شعبۂ سوم مین وہ محکمے جن سے ملک کی ترقی و فلاح کا تعلق ہے۔

(۱) ریاست کا جمع خرچ اور مالی آمدنی

نواب موصوف کے عہد مین ریاست نے مالی اعتبار سے بے حد ترقی کی ابتدائے دہ سالہ حکومت مین پانچ کروڑ بیس لاکھ روپے کے قرض مین سے صرف سات لاکھ باقی رہ گئے تھے نواب صاحب کی مسند نشینی کے پہلے سال اہم مدات کی آمدنی ساڑھے چار کروڑ تھی اور اہم مدات کا خرچ تقریبًا تین کروڑ اڑتیس لاکھ لیکن ۱۹۲۱ء مین آمدنی سوا پانچ کروڑ کے قریب پہنچ چکی تھی اور خرچ چار کروڑ چھیانوے لاکھ کے قریب تھا ۱۹۲۲ء مین فینانس کا انتظام نئی لائنون پر کیا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۲۴ء مین مجموعی طور پر دو کروڑ آٹھ لاکھ کی بچت ہو گئی جس مین بڑی رقم ریلوے کے لیے مخصوص کر لی گئی اور باقی رقم فقط سڑکون اور ریلون کی تعمیر۔ اضلاع مین آب پاشی کے انتظام۔ شہر حیدرآباد کی بدررون۔ آرائش و اصلاح بلدہ۔ جامع عثمانیہ کی زیر نگرانی ترجمہ کتب۔ عثمانیہ اردو یونیورسٹی ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ کی تعمیر۔ اجنٹا کے غارون اور سانڈون کی خرید کے لیے مخصوص کر دی گئی ۱۹۲۷ء مین بچت کی رقم مجموعی تین کروڑ بینتالیس لاکھ تھی اس مین سابقہ غیر منقسم بچت کی رقم شامل کی گئی تو سارا بچا ہوا روپیہ تین کروڑ ساڑھے اکانوے لاکھ تک پہنچ گیا۔
اب تک آمدنی سات کروڑ اکتیس لاکھ چھہتر ہزار تھی آئندہ کے لیے توقع ہے کہ آمدنی سات کروڑ اٹھاسی لاکھ تک پہنچ جائے گی اسکے ساتھ ہی خرچ بھی چھ کروڑ ستاون لاکھ کے بجائے سات کروڑ آٹھ لاکھ ہوگا۔[1]
مالگذاری مین پانچ لاکھ کا اضافہ ہوا یہ نئے بندوبست کی برکت ہے۔
چنگی مین تیرہ لاکھ کا اضافہ ہوا اسی طرح دوسرے صیغون مین بھی اضافہ ہوا۔
نواب میر عثمان علی خان کے عہد سے پہلے محکمہ بندوبست محکمہ مال کا ایک صیغہ تھا انھون نے اپنے عہد مین اسے ایک مستقل محکمہ بنا دیا اور اراضی کی باقاعدہ پیمائش کرائی جس سے جمع بندی مین ہزارون ایکڑ کا اضافہ ہو گیا اور مالگذاری کی آمدنی دس سال کے اندر ۱۲ فی صدی بڑھ گئی۔ زیادہ تر نرخ اشیاء کی گرانی نے محاصل کو بڑھایا اور وسائل آب پاشی کی توسیع سڑکون کی تعمیر اور ریلون کے اجرا سے زمینون کی قیمت بڑھ گئی ہے

[1] [illegible]

اسلیے جمع کی مقدار ۱۳۰۱ فصلی کی دو کروڑ تین لاکھ سے ترقی کر کے ۱۳۳۳ فصلی مین دو کروڑ ۹۱ لاکھ تراسی ہزار ہو گئی یعنی ۳۲ سال مین ۴۳ فی صدی کا اضافہ ہوا۔

چنگی

اس محکمے کے انتظام مین جو زبردست ترقی ہوئی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ نواب کی مسند نشینی کی ابتدا مین اسکی آمدنی ۲۷۰۴۴۷ تھی اور ۱۴ سال کے اندر ترقی کر کے وہ ایک کروڑ ۵۵ لاکھ تک پہنچ گئی۔

جنگلات

اس محکمے نے ۱۷ سال کے اندر جو ترقی کی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ پہلے اس محکمے کی خالص بچت صرف سوا لاکھ روپے تھی اور اب یہ محکمہ اپنے مصارف وضع کر کے حکومت کو گیارہ لاکھ کی آمدنی دیتا ہے اس محکمے کے انتظام مین اسوقت ۹۵۹۵ مربع میل رقبہ ہے جس مین سے ۵۶۳۲ ایکڑ رقبے مین عمدہ قسم کا ساگوان ہوتا ہے ۳۲۱۸۷ ایکڑ رقبے مین چوبینہ کی قطع و برید کا کام ہوا ہے اور ترقی رفتار تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔

(۲) امن وسکون عام

امن وسکون عام سے خاص طور پر جن محکمون کا تعلق ہے وہ عدالت اور پولیس کے محکمے ہین۔

عدالت

سال ۱۲۵۳ فصلی سے پہلے بلدۂ حیدرآباد مین نزاعات دیوانی کا تصفیہ صوبہ دار بلدہ کے تفویض تھا اور اضلاع مین عدالتی اختیارات عملدارون سے متعلق تھے۔
سال ۱۲۶۳ فصلی سے نظم ونسق عدالت مین اصلاحات شروع ہوئین نواب منیر الملک مدار المہام نے ایک نئی عدالت قائم کی جو دیوانی بزرگ کے نام سے موسوم ہوئی اسکے بعد ۱۲۶۴ فصلی مین ایک فوجداری عدالت فوجداری بزرگ کے نام سے قائم ہوئی پھر ۱۲۶۲ فصلی مین نواب سالار جنگ اول کے عہد وزارت مین

عدالت بادشاہی قائم ہوئی جسے باستثنائے قصاص و سزائے حبس دوام جملہ اختیارات فوجداری و دیوانی عطا کیے گئے ۱۳۰۴ فصلی مین الگ الگ عدالتین قائم کی گئین۔ ۱۳۰۸ فصلی مین ایک **عدالت مرافعہ** قائم کی گئی جس مین ایک میر مجلس اور چند ارکان تھے اور عدالتہائے اضلاع کے فیصلون کے اپیل سُنے جاتے تھے۔ ۱۳۱۲ فصلی مین اسی عدالت نے **مجلس عالیہ عدالت** کی صورت اختیار کر لی اور ۱۳۲۹ فصلی مین باختیارات جدید اسے وہ شکل دی گئی جس مین موجودہ **عدالت العالیہ** ہے۔

یہ کیفیت نواب میر عثمان علی خان کے عہد سے پہلے کی عدالتی کیفیت تھی اس عدالتی نظم ونسق کی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ عدالت اور مال کے اختیارات یک جا تھے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ٹھیک ٹھیک انصاف نہین ہوتا تھا بلکہ مزید از ان عدالتون پر کام کا بار بہت ہوتا تھا مقدمے عرصے تک چلتے تھے اور اہل مقدمہ کو بہت تکالیف اٹھانی پڑتی تھین۔ نواب حال نے اس خرابی کو دور کر کے عدالت کو صرف عدالتی کام کے لیے مخصوص کر دیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عہدہ داران انتظامی اپنے عدالتی اختیارات کی پوٹ باندھے دورے پر چلے جا رہے ہین پیچھے پیچھے ملزمین مستغیث گواہ وکیل ان کا پتہ پوچھتے ہوے بھاگتے جاتے ہین حاکم کے ڈیرے پر پہنچے معلوم ہوا کہ کیمپ برخاست ہو گیا بیس میل آگے ڈیرے پڑ گئے ہین یہ بیچارے اور آگے بڑھے ابھی وہان نہ پہنچے تھے کہ کیمپ اور آگے کھسک گیا اور یہ کیمپ کی تلاش مین پھر چلے غرضکہ ان مشترکہ اختیارات کی وجہ سے بڑی مشکل تھی جس کا معمہ موجودہ نظام کی ایک گردش قلم سے قلمرو حیدر آباد دکن کے لیے حل ہو گیا اس لیے بطور یادگار دوامی انکے حکم کو لفظاً لفظاً یہان نقل کیا جاتا ہے جو یہ ہے۔

کچھ عرصے سے میری توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول ہوئی ہے کہ نظم ونسق ممالک محروسہ مین عدالتی اختیارات کو انتظامی عہدون سے علیحدہ کر لیا جاے۔ اس مسئلے پر کامل غور کرنے کے بعد اب مین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ انتظام مین یہ اصلاح کر دی جاے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس سے کام بھی عمدگی سے چلیگا اور یہ طریقے میری عزیز رعایا کے لیے زیادہ تر موجب آسایش و اطمینان ہوگا مین چاہتا ہون کہ فرائض مذکورالصدر کی علیحدگی کے لیے جو تجویز عمل مین آے آئین

یہ امر ملحوظ رہے کہ عہدہ داران صیغۂ انتظامی اُن تمام فرائض سے سبکدوش کیے جائین جو کلیۃً عدالتی تصور کیے جاتے ہین بجز اُن خاص فرائض کے جو بروے قوانین مالگذاری اُن سے متعلق ہون یا جو قوانین تعزیری کی ضمن مین بغرض تحفظ امن عامہ خاص اور اہم انسدادی صورتون کے لیے اُن کے سپرد کیے گئے ہون۔ صدر اعظم باب حکومت مجاز کئے جاتے ہین کہ حسب ہدایت صدر علیحدگی کا انتظام بلا تاخیر عمل مین لائین اور ذیل امور کے متعلق مناسب احکام صادر کرین اگر اس انتظام مین نفاذ قانون کی ضرورت محسوس ہو تو وہ خود اس امر کا تصفیہ کر سکتے ہین کہ کس حد تک ایسی ضرورت ہے عوام کی اطلاع کی غرض سے میرا یہ حکم جریدۂ غیر معمولی مین شائع کر دیا جائے فقط۔

مورخہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۳۹ہجری

سب سے اہم عدالت کے عہدہ دارون کے تقررات کا مسئلہ تھا جس محکمے کو عہدہ دارون کے کام دیکھنے کا موقع ملتا ہے وہی محکمہ خدمات کے لیے انتخاب بھی بہتر کر سکتا ہے ہائی کورٹ کے اختیارات مین یہان تک وسعت دیدی کہ تقررات اور تعیناتی ایک بڑی حد تک خود اسی عدالت اعلےٰ کے قبضے مین آگئی اصلاح عدالت کے لیے ضرور تھا کہ اس سرشتے کی خدمات پر ایسے لوگ مقرر کیے جائین جو نہ صرف اعلےٰ تعلیم یافتہ ہون بلکہ عرصے تک وکالت کر کے قانون سے واقف اور حالات رعایا سے باخبر ہو چکے ہون چنانچہ انھین خیالات کو پیش نظر رکھکر قواعد تقرر عہدہ داران مین ترمیم کی گئی اور سرشتہ عدالت کے سب سے ادنےٰ درجے عہدہ دار یعنی منصف کے متعلق بھی یہ شرط قائم کر دی تھی کہ یا تو حیدرآباد کی سول سروس کلاس کا ایسا کامیاب شدہ ہو جس نے کم سے کم ایک سال تک علاقہ انگریزی مین کام سیکھا ہو یا ایسا شخص ہو جسنے اپنی خاص قابلیت کی وجہ سے سرکاری وظیفہ حاصل کر کے یورپ مین تعلیم پائی ہو یا ایل ایل بی کا امتحان پاس کرنے کے بعد دو سال تک وکالت کی ہو اسی معیار پر آپ اعلےٰ خدمتون کے شرائط کا اندازہ لگا سکتے ہین کہ انتخاب کی سختی کے باعث صرف تعلیم یافتہ اور قابل ہی لوگون کے لیے ترقی کا دروازہ کھلا رہ گیا ہے تقرر کی سختی کے ساتھ ادنےٰ سے لگا کر اعلےٰ خدمتون تک سب کی تنخواہون مین معتدبہ اضافہ کر دیا گیا تاکہ لائق اور کارگذار لوگون کو باوجود اس قدر مدافعات اور شرائط کے خدمت

ریاست مین داخل ہونے کا شوق ہوا اور معاوضے کی کمی اُنکو ناجائز طریقون سے اپنی آمدنی بڑھانے پر مائل نہ کرے۔

(۳) فلاح و ترقی کے محکمے

اس وقت اس شعبے نے بھی بڑی ترقی کی ہے۔

تعلیم

حیدرآباد مین ایک تعلیمی کانفرنس تقریبًا بارہ سال سے قائم ہے اور وہان تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہے لیکن گذشتہ چار پانچ سال کے عرصے مین اس کانفرنس کے ذریعے سے مملکت نظام مین جو کچھ تعلیمی کام ہوا ہے بہت کم تعلیمی انجمنون نے اتنے قلیل عرصے مین انجام دیا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ نواب میر عثمان علی خان فرمان روائے حیدرآباد کا یہ عہد اپنی تعلیمی خصوصیات و ترقیات کی وجہ سے گذشتہ فرمان روایانِ دکن کے عہود سے خاص امتیاز رکھتا ہے نواب ممدوح کے زمانے مین یون تو ریاست کے ہر شعبے مین بہت کچھ ترقی ہوئی ہے لیکن تعلیم کے سلسلے مین حیدرآباد دکن نے جس قدر ترقی کی ہے وہ یقینًا غیر معمولی ہے صرف ایک اردو یونیورسٹی ہی کا قیام ایک ایسا کارنامہ ہے جو نہ صرف اس ریاست کی تاریخ مین بلکہ سارے ہندوستان اور زبان اردو کی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مغربی زبانون سے اردو زبان مین ہر قسم کے تراجم کا شائع کرنا۔ اردو طباعت مین جدید آسانیان اور اختراعات کا رواج دینا پھر سیکڑون طلبا کو ہر سال مختلف علوم و فنون مین تعلیم حاصل کرنے کے لیے یورپ اور امریکہ بھیجنا یہ سب وہ امور ہین جن پر اس دورِ حکومت مین سب سے زیادہ توجہ کی گئی ہے اور روز بروز اس پر اور زیادہ توجہ کی جا رہی ہے گذشتہ دس سال کے اندر ریاست حیدرآباد کے محکمۂ تعلیم نے بہت ترقی کی ہے طلبا پر حکومت جتنا خرچ کرتی ہے اُس کا اندازہ اُس سے ہو سکتا ہے کہ اعلےٰ تعلیم مین فی طالب علم ۵۹۴ روپے فوقانیہ مین ۶۰ روپے وسطانیہ مین ۳۱ روپے اور تحتانیہ مین ۱۰ روپے خرچ کا اوسط پڑتا ہے نادار طلبا کی تعلیم کے لیے حکومت کی طرف سے وظائف بھی دیے جاتے ہین اور قرض حسنہ بھی ۱۳۲۵ فصلی مین کالج دو سکتے

اور مدارس فوقانیہ ۲۲ مدارس وسطانیہ ۸۷ مدارس تحتانیہ ۱۱۲۳ مدارس خاص ۲۰ تھے۔ اب کالج ۷ ہیں مدارس فوقانیہ ۴۳ مدارس وسطانیہ ۱۰۸ مدارس تحتانیہ ۲۹۷۹ مدارس خاص ۹۴ ہیں تعلیم المعلمین کے لیے کل ریاست میں ۷ مدارس ہیں جن میں سے ۳ معلمین کے لیے اور ۴ معلمات کے لیے صنعتی مدارس کی تعداد ۹ ہے جن میں سے دو خاص ریاست کے ہیں ۳ لوکل فنڈ سے چلتے ہیں دو کو سرکاری امداد دی جاتی ہے اور دو بلا امداد چلتے ہیں ان مدارس میں علاوہ کتابی تعلیم کے بجاری۔ حدادی۔ پارچہ بافی بیدری صنعت اور ڈرائنگ وغیرہ کی علمی تعلیم دی جاتی ہے کل ریاست میں مدارس نسوان کی تعداد ۷۰۶ ہے اُن میں سے ایک انٹرمیڈیٹ کالج ہے ۵ مدارس فوقانیہ ہیں ۱۳ مدارس وسطانیہ اور ۶۸۸ مدارس تحتانیہ ہیں ایک صنعتی مدرسہ ہے اور ۴ ڈرائنگ اسکول ہیں۔ تجارتی تعلیم کے لیے سٹی کالج اور چادرگھاٹ اسکول میں خاص انتظام کیا گیا ہے۔

اُردو زبان کی یونیورسٹی

عثمانیہ اردو یونیورسٹی موسوم بہ جامعۂ عثمانیہ نواب صاحب نے قائم کی اور چونکہ یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے اس لیے یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے ایک مجلس دارالترجمہ والتالیف کے نام سے ترتیب دی جس کا کام مشرقی اور مغربی علوم کی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ وتالیف ہے اب تک مختلف علوم کی مشرقی ومغربی زبانوں سے سو سے زیادہ کتابیں اُردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں اُردو میں علوم و فنون کو منتقل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اس میں اصطلاحات علمیہ کا ذخیرہ بھی فراہم کیا جائے یہ مجلس اصطلاحات سازی کا فرض بھی انجام دے رہی ہے چنانچہ کم وبیش پانچ ہزار اصطلاحیں اُس کی سعی سے مہیا ہو چکی ہیں۔

اس یونیورسٹی کی زیر نگرانی عثمانیہ یونیورسٹی کالج ہے۔ اس میں علاوہ علوم و فنون کے انگریزی۔ لاطینی۔ عربی۔ فارسی۔ سنسکرت۔ اُردو تلنگی۔ کنڑی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ گورکھی۔ تامل اور ہندی زبانوں کی بھی تعلیم ہوتی ہے مگر تعلیم السنہ مستثنےٰ کر کے باقی تمام مضامین اُردو میں پڑھائے جاتے ہیں اور دینیات کی تعلیم بھی داخل نصاب ہے اس کالج کے اسٹاف میں ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ دکھنی

وغیرہ دکھنی غرضکہ ہر فرقے اور ہر طبقے کے اہل فضل موجود ہین۔

اُردو ٹائپ اور اُردو ٹائپ رائٹر

نواب میر عثمان علی خان بہادر نے طلبا کو وظائف دیکر یورپ بھیجا تاکہ وہ اُردو ٹائپ اور اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجادات کو مکمل کرین اُنکی ریاست کو اس مقصد مین بہت کامیابی ہوئی اوردو ٹائپ کا ایک عمدہ نمونہ تیار ہوگیا علاوہ اس کے اُردو ٹائپ رائٹر کی مشینین بھی تیار ہوگئین۔ اب تازہ ترین اطلاعات مظہر ہین کہ اشارات برق کے ذریعے سے پیغام رسانی کے لیے اُردو حروف سے کامیابی سے کام لیا گیا ہے یعنی اردو ٹیلیگرافی کی ایجاد بھی مکمل ہوگئی ہے یہ بیانات گو ابھی سو گز کے فاصلے تک کامیاب ہوے ہین لیکن توقع ہے کہ چند ہی سالون مین اُردو ٹیلیگرافی بھی مکمل ہو جائے گی۔

اُردو حروف کے رسم الخط کا مضرت رسان اشکال

یہ ظاہر ہے کہ حروف تہجی بالذات کوئی چیز نہین ہین بلکہ چند علامتین ہین جو اُن اصوات کو ظاہر کرنے کے لیے مقرر کر لی گئی ہین جو آدمی کے مُنہ سے نکلتی ہین ان علامتون کو ابتدائی زمانۂ تہذیب مین مختلف گروہون نے مختلف صورتون پر وضع کیا اور رفتہ رفتہ ان اشکال مین حسب ضرورت تغیر ہوتا رہا اسکے ساتھ ہی چونکہ ایک ملک اور ایک آب وہوا کے رہنے والون کے حلق سے بعض صدائین ایسی نکلتی ہین جو دوسرے ملک اور دوسری آب و ہوا کے رہنے والون کے حلق سے نہین نکلتین۔ لہذا حروف تہجی کی تعداد بھی نسبتاً ہر زبان مین یکسان نہین ہے چنانچہ اُردو مین بھی اس وقت ۳۴ حروف تہجی ہین اور جو صدائین ہمارے حلق سے نکلتی ہین اُن کی تعداد ۴۸ ہے اگر ژ کو بھی شریک کر لیا جائے تو ۳۵ حروف اور ۴۹ صدائین ہوتی ہین یعنی ۱۴ صداؤن کے لیے کوئی خاص علامت نہین ہے بلکہ دو دو حروف سے مرکب کر لیے گئے ہین باقی جو ۳۵ علامتین مقرر ہین اُن مین متشابہات کی ایسی بھرمار ہے کہ خدا کی پناہ پھر ایسے متشابہات کا صورمتصلہ مین ظاہر کیا جانا آفت ہے دنیا کی

مروجہ زبانون مین یہ بات ہے کہ حروف تہجی کے سیکھنے کے بعد لڑکا حرف شناس ہوجاتا ہے اور عبارت پڑھ سکتا ہے مطلب سمجھے یا نہ سمجھے کیونکہ ان حروف کے سیکھنے اور یاد کرنے مین تھوڑی مدت صرف ہوتی ہے ایک ہفتے سے زائد شاذونادر ہی صرف ہوتا ہوگا۔ اُردو مین برخلاف اسکے مختلف جوڑون کی وجہ سے مختلف تختیان پڑھنی اور یاد کرنی پڑتی ہین جس مین بہت بڑا حصہ بچے کی عمر کا ضائع ہوتا ہے ناسمجھ بچے اس امر سے کہ ان کو ایک ہی نام کی متعدد صورتین یاد رکھنے کی جو مالا یطاق زحمت بجالانی ہے جس قدر گھبراتے ہین اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے اور اُن کے حافظے کو بہت بڑا صدمہ پہنچتا ہے موجودہ حروف کی دشواری کے متعلق ایران کے ایک فاضل اور ناصرالدین شاہ قاچار کے عہد کے ایک بڑے رکن ریاست نے اپنی کتاب تنبیہ الصبیان کے آخر مین لکھا ہے جس کا ترجمہ ہم اپنی کتاب منتہی القواعد سے یہان نقل کرتے ہین۔ اور اس میں ہندوون کے حروف کی آسانی کا طریقہ اپنی طرف سے زیادہ کردینگے۔ اہل اسلام کے سوا کل قومین اپنی اپنی اشکال حروف کی سہولت کے باعث سے علوم و فنون مین دن دونی رات چوگنی ترقی کررہی ہین ہم آنکھون سے دیکھتے ہین کہ یورپین بیس برس کا جوان ہمارے یہان کے چالیس برس کے آدمی سے صاحب علم زیادہ اور صناع ہوتا ہے۔ یہ بجز اسکے نہین کہ انکے ہان تحصیل کے طریقے سہل ہین یہی حال ہندوون کا ہے کہ ان مین کم کوئی شخص ایسا نکلے گا کہ صاحب خط وسواد نہو کیونکہ اہل یورپ اور ہندو زیادہ سے زیادہ ایک مہینے مین خط لکھنے اور اپنی زبان مین کتابین پڑھتے لکھتے ہین ہماری عمر کا بھاری حصہ آدھی بیش قیمت حصہ صرف ہوجاوے جب کبھی درست لکھنا اور پڑھنا مشکل سے میسر آتا ہے پھر غور کرو کہ اور علوم و فنون کس طرح اور کس وقت سیکھے اور سیکھے تو اور دنیاوی ترقی کی کوششین کس وقت کے واسطے اٹھا رکھے جب تم لکھنے یا پڑھنے بیٹھوگے اس خط مین ایک شکل نرالی ہی کا سامنا ہوگا ایک ہی صورت کا حرف ہوتا ہے کہ کبھی اس مین مرکز دیا جاتا ہے کبھی دائرہ بنانا ہوتا ہے کبھی مد لکھنا کبھی دندانہ کبھی متصل ہوتا ہے کبھی منفصل کبھی اوپر نقطے لگائے جاتے ہین کبھی نیچے جب یہ تردداًت کے آثار موجود ہین تو کیونکر زیادہ تر شبہہ نہو کہ آیا کونسا حرف یہان پڑھنا چاہیے اور پھر وہ مفتوح ہے یا مکسور یا مضموم یا مجزوم بیچارہ مبتدی حیران ہوتا ہے کہ الٰہی کیا کرون اور کس طرح پڑھون مثلاً لفظ **ملک** مین تین حروف سے زیادہ نہین ہمارے خط مین اسے متعدد طرح پڑھ سکتے ہین یہ لفظ

پھر بھی اغلب کلمات سہ حرفی سے نقطہ نہ رکھنے کی وجہ سے آسان تر ہے ورنہ لفظ چند باختلاف حروف وحرکات اور تشدید وتسکین اس سے بھی بہت زیادہ طرح پڑھا جا سکتا ہے اب فرمائیے کہ بیچارہ ہندی کہ زبان نہین جانتا یا طفل کہ قوت عبارت فہمی کی نہین رکھتا کس طرح معنی مقصود کو پا سکتا ہے مدت چاہیے کہ اسکے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرے بشرطیکہ بلید الطبع نہو اور ذاتی ذکاوت رکھتا ہو ورنہ ممکن ہے کہ شخص ایرانی اللہم کا دنی فکدہ کو دعا مین کاف فارسی سے پڑھ لے۔ اور یہ دشواری ایسے خط کے اختیار کرنے سے رفع ہو سکتی ہے جس مین حروف ہم شکل نہون اور نقطے کی قیدین بھی نہون اور ایسی ترکیب بھی نہو جو موجب ہو حروف اولیہ کے تغیر کی اور اعراب حروف کی مثل وضع ہو کر داخل کلمہ مین لکھے جائین گو ہمارے یہان اعراب ہین مگر انکے لگا دینے سے بھی شبہ باقی رہے گا جس طرح باوجود نقطہ دیدینے کے بھی رفع شبہ نہین ہوتا مثلاً حند لکھو یہ قطعی طور پر نہ معلوم ہو سکے گا کہ پہلا حرف جیم ہے یا ح یا خ یا چ ان چارون عیبون کے رفع ہو جانے سے ایک مہینے مین ہر شخص صاحب خط و سواد ہو سکتا ہے۔ علاوہ اسکے چار اور عمدہ عمدہ فائدے ہین (۱) لغت نویسی مین مہملہ۔ معجمہ۔ مضموم۔ مفتوح۔ مکسور۔ وزن وغیرہ کی تطویل لاطائل سے سبکدوشی ہوگی (۲) کتب عربی یا فارسی یا ترکی یا اردو کے چھاپنے کے واسطے اب چار سو اسی قطع حروف ہر کلمے کے جس طرح چاہین چھاپنے کے واسطے درکار ہین۔ پھر اٹھائیس حرفون سے کام نکل سکتا ہے (۳) ہر کتاب اور نوشتے کو صحیح پڑھ سکتے ہین (۴) بوجہ قلت حروف خوشنویس جلدی ہو سکتے ہین۔

اور یہ خیال کرنا کہ خط قدیم کو متغیر کر دینے مین لاکھون گران بہا کتابین بے قیمت ہوتی ہین اسکی بعینہ ایسی مثال ہے کہ ہم مارٹینی یا ہانری یا ہن چسٹر کے کارخانے یا جرمنی یا امریکہ کی زمانہ جدید کی ایجاد شدہ بندوق کو جاری نہین کرتے کہ ہماری توڑے دار بندوقین بے کار ہو جائینگی یا ہم کبھی اور ریل اور موٹر اور ہوائی جہاز کو نہین چلاتے کہ ہماری گاڑی۔ بہلی۔ تانگے۔ چھکڑے بے مصرف ہو جائینگے۔

لیکن اس رائے پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ قدیم رسم الخط مین جو لغت۔ تاریخ اور علوم وفنون مختلف کی کتابین مرتب ہین وہ نئے حروف جاننے والونکی دسترس سے باہر ہو جائینگی اور سب کو کسی جدید رسم الخط مین چھاپنا طویل زمانہ اور کثیر اور صرفے کا باعث ہے اور جو لڑکے صرف کسی نئے رسم الخط مین تعلیم پائین گے وہ اگلی مطبوعہ

تو قلمی کتب کے ذخیرون سے دور اور محروم ہو جائین گے جو قدیم سے موجود ہین اور جنکے اوپر ہی مسلمانون کے موجودہ علوم کی بنیاد ہوئی ہے اسکے سوا خود اساتذہ کو مشکلات پیش آئین گی یعنی جدید رسم الخط مین درسی کتابین بھی مکمل نہون گی ان وجوہات سے موجودہ رسم الخط کو چھوڑنا مشکلات سے خالی نہین ہے البتہ کچھ اصلاحین ہو جائین تو بہت بہتر ہے۔

زراعت

اس کے لیے ایک الگ محکمہ قائم کیا گیا ہے جسکے ماتحت سائنٹفک اصولون پر زراعت کے لیے زمینین تیار کی جارہی ہین۔ بہترین قسم کا تخم فراہم کرکے ہرسال کاشت کے لیے تقسیم ہوتا ہے۔ دراز ریشہ روئی کی کاشت جاری کرائی ہے۔ نیشکر کو ترقی دینے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ الیر اور سنگاریڈی کے مزارعون مین ریشم کے کیڑون کی پرورش کا ذوق پیدا کیا جارہا ہے اور جو لوگ اس کام سے دلچسپی لیتے ہین انھین کیڑے پالنے کے انڈے اور شہتوت کے پودے محکمۂ زراعت فراہم کردیتا ہے آلات زراعت کی مانگ پوری کرنے کے لیے ایک مخزن کھولا گیا ہے جس مین ہر قسم کی کھاد اور عمدہ تخم مقامی حالات کے لحاظ سے فراہم کیے گئے ہین۔ زراعتی تعلیم کے لیے حکومت کی طرف سے ان لوگون کو یورپ اور امریکہ بھیجا جاتا ہے جو اس سرشتے مین کام کرتے ہین یا اس سے دلچسپی لیتے ہین حکومت ایسی تعلیم کے لیے قرض بھی دیتی ہے۔

آب پاشی

قدرتی دریاؤن کا جو پانی بہہ بہکر بیکار چلا جاتا ہے اسکو بند ھ باندھکر تالابون مین روکا جارہا ہے اور اُن سے نہرین نکالکر خشک اور بے آب زمینون کو سیراب کیا جارہا ہے چھوٹے پیمانے پر آب پاشی کے لیے حکومت کی جانب سے حسب ضرورت کنوین بھی کھودے جاتے ہین ایک کنوین پر ۴۰۰ روپے سے لیکر ۲۲ روپے تک لاگت آتی ہے اور اوسط لاگت ۵۳ رہتی ہے۔

عمارات

اگلے فرمان رواا پنے جانشینون کے لیے عالی شان اور تفریح بخش عمارتین ضرورت

زیادہ تیار کرائے گئے ہین اس لیے نواب میر عثمان علی خان صاحب نے کوئی عالی شان عمارت تیار کرنے کی ضرورت نہین سمجھی بلکہ ان کو اس بات کا شوق ہے کہ ہر کام مین میری ناموری ہو اور رفاہ عام کے بھی مناسب ہو اس لیے پبلک کے فائدے کے لیے عالی شان عمارات تیار کرائی ہین جنپر لاکھون روپیہ خرچ ہوا ہے حیدرآباد ہائیکورٹ ۲۱ - لاکھ روپے کے صرف سے تیار ہوا ہے۔ اسی طرح شفاخانہ عثمانیہ سٹی کالج۔ دواخانہ یونانی۔ نمایش گاہ باغ عام لاکھون روپے کے خرچ سے تیار کرائے۔ یہ باغ بڑی تفریح گاہ ہے جس مین بہت سے پھولون کے پودے لگے ہوے ہین جا بجا روشین بنی ہوئی ہین روشون کے کنارون پر پھولون کے گملے قرینے سے رکھے ہوے ہین موقع موقع پر پانی کے حوض ہین ان مین فوارے چھوٹتے ہین جگہ جگہ تماشائیون کے بیٹھنے کے لیے لوہے کی بنچین بچھی ہوئی ہین۔ ہفتے مین ایک بار شام کو بینڈ بجتا ہے اس باغ مین چڑیا گھر اور ایک نمائش گاہ ہے اسی باغ مین ایک بڑا ٹاؤن ہال ہے جس مین پبلک جلسے ہوتے ہین۔

سلسلۂ نقل و حرکت

ریاست مین کثرت سڑکین بنائی گئی ہین محکمۂ ترقیات عامہ کے ماتحت اب تک ۳۰۰۰ میل سڑکین بن چکی ہین اور محکمۂ تعمیرات کی نگرانی مین ۹۴ میل کی جدید سڑکین بنی ہین اور ۲۸۸۰ میل کی سڑکون کی نگہداشت اسکے سپرد ہے اور نقل و حرکت کی سہولت کے لیے مانیر کا پل کریم نگر مین موسے ندی کا پل نلگنڈہ مین دریاے مانجرا کا پل میدک مین دریاے بھیما کا پل گلبرگہ مین گوداوری کا پل ناندیڑ مین کرشنا کا پل عادل آباد مین مانجرا کا پل نظام آباد مین بنا ہے۔

آرائش بلدہ

یہ شہر اگرچہ اپنی وسعت اور کثرت آبادی کے لحاظ سے تو ضرور ہندوستان کے بڑے شہرون مین شمار ہوتا تھا مگر شہریت کے لحاظ سے اسکی حالت بہت خراب تھی اسکی حالت درست کرنے کے لیے نواب صاحب نے اپنے عہد مین ایک محکمہ آرائش بلدہ کے نام سے قائم کیا جس کا مقصد شہر کی غلیظ گنجان اور مضر صحت

حصون کی اصلاح۔ حمل ونقل کی سہولت اور حفظان صحت کے اصول پرحسن وخوبی کے ساتھ آبادی کی توسیع کرنا ہے چنانچہ نام پلی اور ملک پیٹھ مین نئی وضع کے محلے تعمیر کیے گئے ہین جو پختہ عمارات پرمشتمل ہین متعدد سڑکین چوڑی کی جا رہی ہین چند نئی سڑکین تعمیر کی گئی ہین متعدد مقامات پرچمن بندی کی گئی ہے۔ لوگون کی تفریح کے لیے نئے پل کے پاس موسے ندی کے کنارے ایک بڑا پارک بنایا گیا ہے جس مین شام کے وقت لوگ جاکر ہرے بھرے سبزے پر بیٹھتے ہین اور پارک اور پل کی سیر کا لطف اٹھاتے ہین پتھرگٹی جو حیدرآباد کا قدیم اور مشہور بازار ہے پہلے بہت تنگ تھا اب اسے وسیع کرکے نئی وضع کی سنگین دوکانین تعمیر کی جارہی ہین اس محکمے نے دوسرے کامون کے علاوہ افضل ساگر کے طوفانی پانی کی بدررو تعمیر کی اور محلہ سلطان شاہی کی اصلاح ودرستی کا کام انجام دیا۔

امداد باہمی

نواب صاحب کے عہد مین انجمن ہاے امداد باہمی کی تحریک بھی کامیابی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ انکے ذریعے کاشتکارون۔ پارچہ بافون۔ نجارون۔ کاغذ سازون اور اس قسم کے دوسرے پیشہ ورون کو بلاخیال منافع مالی امداد دی جاتی ہے ریشم کی صنعت کو اس تحریک سے بیش از بیش امداد مل رہی ہے۔ بڑی خوبی تحریک امداد باہمی مین یہ ہے کہ اسکی بنیاد اصول امداد ذاتی پر رکھی گئی ہے اور اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اتحاد امداد ذاتی کے ذریعے چھوٹی آمدنی والون کے لیے بھی وہی فوائد اور سہولتین مہیا کردے جو بڑے بڑے سرمایہ دارون کو میسر آسکتی ہین اس اقتصادی[ا] فائدے کے علاوہ چند اخلاقی فوائد بھی اس مین مضمر ہین اور سب سے بڑا اخلاقی فائدہ یہ ہے کہ انسان مین خودداری پیدا ہوتی ہے مثلاً مزدور پیشہ اور کم معاش ملازمین کو جب قرض کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو ان بیچارون کو مہاجنون کے آگے ہاتھ جوڑنے اور سلام کرنے اور جو شرح سود مہاجن مانگین ادا کرنی پڑتی ہے

[ا] اقتصاد میانہ روی۔ درمیانی راہ چلنا۔ اردو اخبارات مین جو اقتصادیات کا لفظ آتا ہے وہ پولٹیکل اکانومی کے معنے مین سمجھا جاتا ہے اور پولٹیکل سائنس یا فلاسفی کی وہ شاخ ہے جس مین قومون کی دولت اور بہبودی کے پیدا کرنے۔ بڑھانے اور اکٹھا کرنے کے ذریعون اور طریقون کا بیان اور اُن سے بحث کرتا ہے ۱۲تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب۔

اس کے برعکس انجمن امداد باہمی کا رکن اپنی کمیٹی کے سامنے سیدھا جاکھڑا ہوتا ہے اور قرض کی درخواست پیش کردیتا ہے اور ایک ایسے ادارے سے اعانت کا طالب ہوتا ہے کہ جس کا وہ خود رکن ہے جسکے پیش اسکے اور دوسرے اراکین کے اغراض و مفاد ہین اور جہان سے معقول شرائط پر مدد طلب کرنے کا وہ حق رکھتا ہے بشرطیکہ رقم موجود ہو اور جس غرض سے طلب کی جارہی ہے وہ غرض جائز ہو۔ قرض مانگنے والون کی سماجی حالت کو سنبھالنے اور انھین ہر وقت کی ذلتون سے بچانے کا باعث بھی یہی مبارک تحریک ہوئی اور اس مفید تحریک ہی کا نتیجہ ہے کہ غریب متوسط درجے کے افراد بھی اپنے مین اس قوت و قدرت اور ذاتی وقعت کو محسوس کرنے لگتے ہین جو امرا اور سرمایہ دارون کے لیے مخصوص سمجھی جاتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ جو رقابت اور نفرت سرمایہ دارون سے عوام کو تھی اس مین کمی ہو رہی ہے۔

دواخانہ عثمانیہ

یہ دواخانہ افضل گنج مین قائم ہے اور اپنی وضع کا بالکل انوکھا ہے اس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس مین تقریبًا دو سو مریض وقت واحد مین رہ سکتے ہین اس کے ساتھ ساتھ بیرونی مریضون کا دواخانہ اور وہان دن رات کام کرنیوالے ڈاکٹرون اور نرسون وغیرہ کے رہنے کے لیے مکان تعمیر کرائے اس دواخانے مین تمام جدید آلات جراحی فراہم کردیے گئے ہین۔ عمل جراحی و علاج و نگرانی کے لیے متعدد ڈاکٹر قابل و تجربہ کار موجود ہین مریضون کی دیکھ بھال کا انتظام بھی معقول ہے۔ اس دواخانہ کی تعمیر سے ملک کو غیر معمولی فائدہ پہنچ رہا ہے۔

یون تو طب یونانی اور اطبائے یونانی کا وجود نظام الملک آصف جاہ اول کے عہد سے حیدرآباد دکن مین ہے لیکن سرکاری حیثیت سے اس کا تقرر نواب میر محبوب علیخان بہادر کے وقت مین بہ تحریک نواب وقارالامرا و بتائید نواب سالار جنگ مختار الملک ہوا لیکن ترقی اسنے موجودہ فرمان روا کے عہد مین حاصل کی اس وقت خاص حیدرآباد مین تقریبًا ۸۲ یونانی شفاخانے قائم ہین جن مین سے تقریبًا ساٹھ ان نواب صاحب کے قائم کیے ہوئے ہین ان یونانی شفاخانون مین مریضون کا مفت علاج ہوتا ہے اور مفت دوائین دی جاتی ہین جملہ دواخانجات یونانی کا تعلق ایک افسر سے ہے

جس کا لقب پہلے افسرالاطبا تھا بعد کو صدر مہتمم قرار دیا گیا۔

غیر مسلمون کے ساتھ رواداری[ف]

(۱) حیدرآباد دکن مین حسب تصریح حمایت اسلام ہندوون کے مناورں کی تعداد ساڑھے پندرہ ہزار کے قریب ہے جن مین صدہا از سرنو تعمیر کیے گئے ہین اور سیکڑون کی مرمت ہر سال محکمہ امور مذہبی کے خرچ سے ہوتی ہے پنڈتون اور پوجاریون کے وظائف مقرر ہین اسی طرح نصرانی پادری بھی نظام کی اسلامی رواداری سے برابر بہرہ مند ہورہے ہین غیر مسلمانون کے ساتھ جو رواداری نظام کی ریاست مین روا رکھی جاتی ہے اُس کی بہت سی مثالون مین سے صرف ایک مثال اس وقت پیش کی جاتی ہے ٹویکاجی کے اسٹوران کے سامنے نواب افسر جنگ کمانڈر اعظم افواج حیدرآباد نے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی تھی اسی مقام کے قریب ایک چھوٹا سا دیول (مندر) بھی تھا مسجد کی عمارت مکمل ہو چکی تھی اوپر کے گنبد باقی تھے کہ اعلیٰحضرت کی توجہ مندر کی طرف معطوف ہو گئی آپ نے فی الفور امتناعی حکم جاری کر دیے اور مسجد کی تعمیر بند کرادی اب اس عمارت مین دینیات کا مدرسہ ہے ہم پوچھتے ہین کہ گورنمنٹ انگریزی کی براہ راست حکومت مین ایسا کیا جاتا ؟ کبھی نہین وہان عیسی بدین خود موسی بدین خود پر عمل درآمد ہے وہان تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ کس کام سے امنیت خلائق مین فتور پڑتا ہے۔

(۲) سکھون سے جنکی تعداد مملکت نظام مین بہت کم ہے جو سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ بھی قابل ہزاران آفرین ہے۔ سکھون کے بچون کی تعلیم کے لیے خاص اہتمام ہے انکی تنخواہین مقرر ہین اگر کوئی سکھ لاولد مرجاتا ہے تو پنجاب مین اسکے اعزہ واقربا مین سے اس کا جائز وارث اور قریب ترین رشتہ دار تلاش کیا جاتا ہے اور متوفی سکھ کی جگہ اسے مقرر کیا جاتا ہے اگر وہ وارث اور رشتہ دار نابالغ ہوتا ہے تو سن بلوغت تک متوفی کی نصف تنخواہ بطور وظیفہ اسے ملتی رہتی ہے بالغ ہونے پر اسے متوفی کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔

اور یہی بات ہندوستانی ریاستون کی اندرونی کمزوری کا باعث ہے۔ گورنمنٹ

[ف] رواداری یہ ہے کہ ہم اپنے دشمنون کی بھی دل آزاری نہ کرین اور انکے ساتھ اخلاق اور نرمی اور حسن سلوک سے پیش آئین ۱۲

انگریزی جسکی حکومت کا دار و مدار نہایت دانش و فرزانگی پر ہے آدمی مین کام کی لیاقت دیکھتی ہے۔

(۳) نواب میر عثمان علی خان صاحب کو اپنی ہندو اور مسلمان رعایا کی فلاح و بہبود سے نہایت دل بستگی ہے چنانچہ انھون نے مسجدون کے ساتھ ہندو مندرون کے لیے رقوم اور عطیات مقرر کر رکھے ہین چنانچہ ریاست کے میزانیہ سے جو اعداد و شمار معلوم ہوے ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو مندرون کے لیے قریباً ایک لاکھ روپے کے عطیات مقرر ہین مسلمان بادشاہ ہندوستان مین ہمیشہ ہندوؤن کے مندرون کی محافظت کرتے چلے آئے ہین اور نواب موصوف نے بھی اپنے بزرگون کے نقش قدم پر چلکر اس اسلامی رواداری کی شان و عظمت کو ہر طرح سے برقرار رکھا ہے۔

(۴) ریاست حیدرآباد مین رعایا سے انکم ٹیکس نہین لیا جاتا حالانکہ اس ریاست مین بڑے بڑے تاجر سوداگر اور جاگیردار ہین جنھین ہزارون لاکھون روپے کی آمدنی ہے کئی کروڑپتی سوداگر بھی ہین لیکن کسی سے ایک پیسہ انکم ٹکس کا نہین لیا جاتا اور اس کا سب سے زیادہ فائدہ ہندو رعایا کو پہنچ رہا ہے کیونکہ تجارت اور دوسری آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع اور کاشتکاری اور عہدے ہندوؤن کے ہاتھ مین ہین

(۵) ایسا سنا جاتا ہے کہ نواب صاحب نے اپنی ہندو رعایا کی جذبات کی خاطر گاؤکشی کی ممانعت کر رکھی ہے۔ خدا جانے یہ بات کہان تک صحیح ہے۔

(۶) ہندوستان مین قدیم الایام سے ایک رسم چلی آتی ہے کہ بعض ہندو اپنی لڑکیان کو مندرون کی نذر کر دیتے ہین اور یہ لڑکیان تمام عمر کنواری رہتی ہین اور مندرون ہی مین اپنی زندگی گذارتی ہین ظاہر ہے کہ نوجوان عورتین جب بیاہ سے روکی جائینگی تو وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ناگفتہ بہ ذرائع سے کام لینگی ان کا جمع رکھنا مذہب کے لیے بے حد خطرناک تھا۔ مس میو نے اپنی کتاب مدر انڈیا مین ان **دیوا داسیون** کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اور روشن خیال ہندوان دیوا داسیون کو ملک اور مذہب کے لیے برا جانتے ہین اور ان کے وجود کو ہندوؤن کے تقدس کو نقصان رسان سمجھتے ہین نواب میر عثمان علی خان نے ان عورتون کو مندرون کی بھینٹ کرنا قانوناً بند کر دیا اور جس قدر دیوا داسیان تھین ان کو مندرون کی گرفت سے آزاد کر دیا۔

بعض فرامین عثمانی کے اقتباسات

نذرون کے متعلق قدیم رسوم کی اصلاح

(۱) اگر کوئی عہدہ دار اعلےٰ یا ادنےٰ رعایا پر نذر و پیش کش لینے کی غرض سے جبر و تعدی کام مین لائے تو وہ مورد عتاب و مستوجب سزا ہوگا۔ ۷ شعبان ۱۳۲۹ ہجری۔

(۲) ممالک محروسہ کے باشندون کو ہمیشہ کے لیے بجز میری سالگرہ کی تقریب کے جو ہر سال ماہ رجب مین ہوتی ہے کسی دوسری تقاریب مین مثلاً عیدین وغیرہ مین نذرین پیش کرنے کی اجازت نہین دیتا۔

ہمارے ممالک محروسہ مین بے گار کا طریقہ جو ابتک جاری تھا اسکو مین اپنی سالگرہ کی تقریب مین یک لخت موقوف کرتا ہون یکم شعبان ۱۳۴۱ ہجری۔

(۳) چونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ میری سالگرہ کے موقع پر رعایاے ممالک محروسہ نے بطیب خاطر جو کچھ بطور نذر پیش کیا ہے اُس کی فراہمی مین بعض قسم کی بدعنوانیان عمل مین آئی ہین یا دقتین پیش ہوئی ہین لہذا مین نے ایک ضابطہ قرار دیا ہے جو یہ ہے کہ دارالریاست کے باشندون کو چھوڑ کر کیونکہ وہ خود ڈیوڑھی یا دربار مین حاضر ہوکر جو چاہین بطیب خاطر نذرین پیش کرسکتے ہین اور اسی وجہ سے اُنکو کسی قسم کی زحمت کا سامنا نہین ہے ممالک محروسہ کے باشندونکو جو دور دراز مقامات پر مقیم ہین یا کسی وجہ سے ڈیوڑھی مین شریک نہین ہوسکتے اُن مین سے صرف متمول طبقے کے لوگون کو جو اس مسرت کے موقع پر بطیب خاطر جو کچھ نذرین پیش کرنا چاہین عام اجازت دی جاتی ہے اگر ممکن ہو تو خود دارالریاست مین حاضر ہوکر ڈیوڑھی مین پیش کرین یا کسی وجہ سے حاضر نہین ہوسکتے ہین تو اپنے عزیزون یا کارپردازون کے توسط سے روانہ کرین مع فہرست جس مین بتایا جائے کہ کس نے بھیجا ہے مقدار نذرانہ کیا ہے نام جسکے توسط سے بھجوائی گئی ہے ایسی حالت مین خزانۂ پیشی سے وصولی کی رسید دی جائے گی تاکہ بھیجنے والے کے اطمینان کا باعث ہوسکے اور اس سلسلے مین کسی سرکاری عہدہ دار کا ہرگز تعلق نہوگا۔ اب رہا وہ طبقہ جو متمول نہین ہے یا اس سے بھی گرا ہوا مثلاً دیہاتی لوگ یا کاشتکار تو اُنکو نہ نذر دینے کی ضرورت ہے اور نہ کسی توسط سے دارالسلطنت بھجوانے کی اور بالفرض محال اگر وہ پیش بھی کرین تو اُنکی سقیم حالت کے لحاظ سے نذرین قبول نہین کی جائین گی کیونکہ اُنکی عقیدت و وفاداری ملک و مالک کے ساتھ جیسی کچھ ہے وہ چند سکون سے بڑھی

ہوئی ہے۔ ۱۴ شعبان ۱۳۴۱ ہجری۔

(۴) چونکہ میری سالگرہ کے موقع پر ممالک محروسہ سے منجانب رعایا جو نذرین پیش ہوتی ہین اس کی وجہ سے ہر سال کچھ نہ کچھ بدعنوانی تھوڑی بہت پیدا ہوتی ہے لہذا مین حکم دیتا ہون کہ آئندہ سال سے یہ طریقہ قطعًا موقوف رہے البتہ جب کبھی مین بطور تبدیل مقام یا تفریح ممالک محروسہ کے کسی مقام پر جاؤن تو صرف اُس ضلعے۔ صوبے یا تعلقے کے عہدہ دار و سربرآوردہ اشخاص مقامی نذرین بالمشافہ پیش کرسکتے ہین۔ غرہ شوال ۱۳۴۲ ہجری۔

اسلامی جذبات

مین نے مصلحت ملکی و سیاسی اغراض کو پیش نظر رکھکر خلافت سے متعلق کئی فرامین کے ذریعے کسی قسم کی جدوجہد کو جو اپنی قلمرو مین بند کردیا یا ناجائز قرار دیا اور اس مین چند نا عاقبت اندیش و شوریدہ سر اشخاص کو تنبیہًا ان کے گستاخانہ حرکات کی وجہ سے نظر بند کیا یا ملکی اشخاص کو اپنی ریاست سے باہر کردیا تو اقطاع ہند کے مسلمانون کو غالبًا یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ ممالک اسلامی و مقامات مقدسہ کی موجودہ زبون حالت کا مجھے احساس نہین ہے اور اس کے متعلق کسی طرح سعی و شرکت کو مین پسند نہین کرتا تو یہ خیال ان کا محض خیال ہی خیال ہے جس کی اصل مین کوئی بنیاد نہین ہے حالانکہ کونسا مومن مسلم کا قلب ہوگا جو عظیم الشان اسلامی ممالک کے پارہ پارہ ہونے پر محزون نہوا ہو یا مقامات مقدسہ کی زبون حالت جو رفتار زمانہ سے جیسی کچھ ہوئی ہے اسپر اس کی چشم اشکبار نہوئی ہو الحاصل مین نے بحیثیت ایک مسلمان فرمان روا ہونے کے اب سے نہین بلکہ صلح کی شرائط کا اعلان ہونے سے قبل جس قدر کہ میرے امکان مین تھا متعدد بار اس بارے مین جدوجہد کی ہے کہ مسلمانان عالم کے مذہبی جذبات و حسیات کا دل متعدہ خیال رکھین خصوصًا اُن مواثیق مؤکدہ کا جس کا اعلان دوران جنگ مین مسلمانون سے کیا گیا تھا مگر جب اس کا حسب دلخواہ نتیجہ نہین نکلا تو اُسکو بجز مسلمانون کی بدبختی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے البتہ فضول حرکات کو جس سے کوئی مفید نتیجہ نکلنے کی امید نہین ہوسکتی بلکہ مضر نتائج پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے مین نے کسی طرح اپنی قلمرو مین جاری رکھنا نہ پہلے مناسب خیال کیا اور نہ اب خیال کرتا ہون کیونکہ دنیا کی موجودہ نازک حالت مین کوئی حرکت ہم سے اضطراب مین ایسی سرزد نہو جائے جس کا خمیازہ ہمکو آئندہ چلکر اُٹھانا پڑے البتہ وہ کام کرنا چاہیے جو ایک طرف ہمارے اغراض کے مفید ہو اور دوسری طرف مصلحت وقت کے ہم آغوش۔ بہرحال اب بھی

ہین آپ مسئلے سے غافل نہین ہون اور آئندہ اگر موقع ہدست ہون اور زمانہ مساعدت کرے تو اس مین ہر طرح اپنی سعی ممکنہ سے کام لینے پر آمادہ و مستعد ہون۔ لہذا میرا یہ آخری اعلان نہ صرف میری عزیز رعایا و برایا کی غرض سے شائع کر رہا ہون بلکہ میرے ہم مذہب مسلمانان ہند کی اطلاع کی غرض سے جسکو توقع ہے امید ہے کہ اُنکی ہر طرح سے تسلی و تشفی ہوجائے گی اور اُن ناعاقبت اندیش و کوتہ نظر لوگون کے دام تذویر سے وہ اپنے آپکو آئندہ محفوظ و مصئون کرین گے جنکو خواہ مخواہ غلط فہمی و برہمی خیالات مین ڈالنا اُنھون نے اپنا پیشہ یا وتیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ ہجری۔

(۲) چونکہ حال مین ٹرکی نے جو صلح ہوئی ہے اس سے اسلامی دنیا مین از سر نو امن و امان قائم ہوگیا ہے۔ لہذا اس کی مسرت و یادگار مین ایک روز کی عام تعطیل ممالک محروسہ مین دی جائے (۱۹ ماہ حال یوم دوشنبہ کو) اور اس روز شب مین شہر کی بڑی مساجد مثلاً مکہ مسجد چوک کی مسجد۔ افضل گنج کی مسجد۔ جامع مسجد اور اس کے سوا چار منار پر روشنی کی جائے تو کافی ہے۔ ۹ ذیحجہ ۱۳۴۱ھ ہجری۔

بدعات و اعمال قبیحہ کی اصلاح

(۱) اگرچہ ممالک محروسہ سرکار عالی مین بہ نسبت زمانۂ سابق کے مرغ بازی بلبل بازی بٹیر بازی۔ بیلون۔ کھلگون اور بکرون کا لڑانا بہت کم ہوگیا ہے تاہم اب بھی بعض بعض مقامات پر یہ جاری ہے جو کہ یہ علاوہ لغو ہونے کے سراسر بے رحمانہ و وحشیانہ افعال سمجھے گئے ہین لہذا حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے یہ ممنوع قرار دیے جائین اور اسکے متعلق قانون مین ایک دفعہ کو بڑھا دیا جائے کہ جو شخص ان افعال مذمومہ کا مرتکب ہوگا اُسکو یک صد روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید سادہ کی سزا دیجائے گی تاکہ اس قسم کے لہو و لعب کا سد باب ہوجائے جسکو کوئی مذہب بنظر استحسان نہین دیکھتا۔ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ ہجری۔

(۲) اکثر دیکھا گیا ہے کہ مساجد مین غریب نمازی جو آتے ہین تو اپنے جوتے مسجد کے اندر لاکر نماز کے وقت سامنے رکھ لیا کرتے ہین۔ حالانکہ ایسا نکرنا چاہیے کیونکہ یہ جوتے بیت الخلا اور غلیظ مقامات پر پہنکر وہ لوگ جایا کرتے ہین اور پھر وضو کرکے ان غلیظ اشیا کو ہاتھ مین لے کر نماز کے لیے مسجد کے اندر داخل ہوتے ہین اور خاص دوران نماز مین اُنکی نگہ جوتیون پر رہتی ہے بعوض اس کے کہ سجدہ گاہ پر ہو پس انھین امور کو مدنظر رکھکر مین حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے ممالک محروسہ مین جس قدر مساجد ہین انمین کوئی شخص ایسی حرکت نہ کرنے پائے

ورنہ اگر اس اعلان کے بعد دیدہ و دانستہ ایسا کرے گا تو ایک ہفتے کی قید سادہ مین مقید رہے گا اور اس کے ساتھ ہی چند پولیس کے جوان مساجد کے باہر مقرر کردیے جائین تاکہ نماز ہونے تک جوتون کی نگرانی کرتے رہین۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ ہجری۔

(۳) مجھے خارجاً معلوم ہوا ہے کہ ممالک محروسہ کے صوبجات و اضلاع وغیرہ مین مجالس میلاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مواقع پر مزخرفات بھی ہوا کرتے ہین یعنی اسپورٹس و جلوس وغیرہ جوکہ یہ حرکات آداب کے سراسر خلاف ہین لہذا حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے یہ مسدود کیے جائین پس آئندہ جو شخص اس کے خلاف کرے گا وہ سرکار کے ہان جواب دہ قرار پائے گا۔ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ ہجری۔

(۴) مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سرکاری عہدہ دار جب کبھی دورہ کرتے ہین تو اس موقع پر رقص و سرور کی محفل گرم رہا کرتی ہے اور یہ افعال قبیحہ انکے تزک و احتشام کا اور دورہ کا جزو لاینفک بن جاتے ہین جس سے پبلک پر برا اثر پڑتا ہے اور اصل غرض دورے کی مفقود ہو جاتی ہے لہذا حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے اس قسم کی ناشایستہ حرکات یک لخت موقوف رہین اور کوئی عہدہ دار دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کرے گا تو وہ قابل بازپرس سمجھا جائیگا

۱۶ جمادی الاولے ۱۳۴۳ھ ہجری۔

محرم کی تعزیہ داری مین بعض امور کی اصلاح

(۱) مین نے معتبر ذریعے سے سنا ہے کہ ممالک محروسہ مین بعض مقامات پر محرم کے ایام عزا مین اقسام کے سوانگ نکالے گئے تھے اور گانا بجانا بھی ناٹک کے طور پر عمل مین آیا تھا پس یہ کس کے حکم سے عمل مین آیا ہے۔ بعد دریافت بذریعہ عرضداشت مجھے اطلاع دیجائے تاکہ آئندہ کے لیے اس قسم کے لہو و لعب کا خاتمہ کیا جائے اور خاطیون کو کافی سزا ملے کیونکہ اس قسم کی بدعات و افعال شنیعہ کو مین نے اپنے ممالک محروسہ سے خارج کردیا ہے اور اسکے جائز رکھنے والون کو ملزم قرار دیا ہے۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ ہجری۔

(۲) آئندہ تمام ممالک محروسہ مین ہر جگہ عشرۂ شریف مین رنگ و سوانگ کو قطعاً بند کردینے کے متعلق فوراً احکام جاری کیے جائین اور حالیہ قواعد جنکی بنا پر ایسی اجازت دی جاتی ہے منسوخ کیے جائین کیونکہ اس قسم کی بدعات کو ہمارے ممالک محروسہ سے خارج کردینا ازحد ضروری ہے تاکہ اس کا اثر پبلک پر نہ پڑے ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ ہجری۔

(منبر) ماہ محرم مین ہمارے حیدرآباد مین اکثر جگہ مجالس عزا مین دیکھا گیا ہے کہ لوگ خصوصاً عجمی جنکو بگش کہتے ہین زنجیر و نسے جن مین خاردار کیلین نصب رہتی ہین ماتم کرتے ہین اور دوسرے اشخاص اہل تشیع چھچھی سے جسپر سوئیان لگی رہتی ہین جسکی وجہ سے سینہ اور پشت پر متعدد زخم ہوکر خون کثرت سے بہتا رہتا ہے اور یہ منظر نہایت کریہ اور بدنمائی پیدا کرتا ہے اور اسپر دوسرے مذاہب کے لوگ مضحکہ کرتے ہین کہ کیا اسلام نے ایسے فعل کو جائز رکھا ہے جو کہ بذات خود کوئی خوبی نہین رکھتا ہے چنانچہ برٹش گورنمنٹ نے عراق مین قمون (چھچھیون) سے سر کی کھوپڑیون پر جو ماتم ہوا کرتا تھا اُس کو منع کردیا ہے بلکہ ایک دفعہ قانون مین بڑھا دی ہے کہ جو شخص ایسا کریگا وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔

اور مین نے خود مجتہدین و علمائے تشیع کی زبانی سُنا ہے کہ از روے مذہب اسلام ایسا فعل درست نہین سمجھا جاسکتا جو انسان کے جسم سے خون نکالے اور نہ اسکو بجز پیشہ ور جہلا کے کوئی صاحب عقل و فہم جائز رکھ سکتا ہے کیونکہ رنج و غم دل سے تعلق رکھتا ہے جس کا ثبوت اشکباری ہے یا زیادہ سے زیادہ خالی ہاتھ سے سینہ زنی ہے۔ نظر بران حکم دیتا ہون اور میری اس تجویز سے میری کونسل کو اتفاق ہے کہ آئندہ سال محرم کے ایسے افعال ممالک محروسہ مین وقوع مین نہ آنے کے متعلق انتظام کیا جائے یعنی جو شخص ایسا فعل عام مجمعون یا مجالس مین کرتا ہوا نظر آئے اُس کو پولیس مجرم سمجھکر ایسے فعل سے باز رکھے یعنی آلۂ جارحہ سے ماتم نہ کیا جائے اور جو سزا سرکار مناسب سمجھے دی جائے تاکہ دوسرون کو عبرت ہو کس لیے کہ جہان بہت سی بدعات شرعیہ کا استیصال ہوا ہے وہان اس لغو فعل کو بھی روکدینا سرکار کا کام ہے گو سرکار یہ نہین چاہتی کہ خواہ مخواہ کسی کے جائز فعل مین جسکو حکومت روا رکھے دست اندازی کرے مگر جب معاملہ ہی الٹا ہو وہان سرکار کو مداخلت کرنے کا ہر طرح حق پہنچتا ہے۔

اس سلسلے مین حیدرآباد کے علمائے تشیع سے جو استفسار کیا گیا تھا تو اُنھون نے جو جواب دیا ہے وہ پبلک کی اطلاع کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے جس سے امور مذکور کی تصدیق ہوتی ہے۔

تحریر مولوی علی نقی صاحب

قمہ (چھچھی) اور زنجیر سے ماتم کرنا شرعاً منع ہے اور جن کے ماتم مین ایسا کیا جاتا ہے وہ ہرگز اُس کو جائز نہین رکھتے کیونکہ وہ مصدر رحمت و کرم ہین۔

تحریر مولوی بندہ حسن صاحب

تم سید الشہدا مین سینہ زنی باعث اجر و ثواب ہے اس کے سوا آلۂ جارحہ سے ماتم کرنا جس سے خون نکلے شرعاً جائز نہین ہے۔

غربا پروری

حال مین مین نے جبکہ ممالک محروسہ کا دورہ ختم کیا اُس وقت سے خیال کر رہا ہون کہ جن مقامات پر میرا قیام ہوا وہان اِس واقعے کی مستقل یادگار قائم کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ کیا ہوگا اب کامل غور کے بعد مین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو کوئی کام اسکے متعلق کیا جائے وہ اس بنا پر ہونا چاہیے کہ میری عزیز رعایا کے آرام و آسائش کے ذرائع مین واجبی سہولتین پیدا کی جائین۔

پینے کے لیے صاف پانی کا مہیا کیا جانا اور ایسے ہی دوسری مقامی ضرورتین جن کا مجھے اثنائے دورہ مین ذاتی مشاہدے کی بنا پر علم ہوا ہے اُنکی تکمیل کے واسطے مستقل انتظام ضرور ہے اس قسم کے کامون کے لیے مین حکم دیتا ہون کہ فی الفور پندرہ لاکھ روپے حسب تفصیل ذیل مخصوص کیے جائین۔

منجانب دیوانی	۵ لاکھ
منجانب صرف خاص	ایک لاکھ
منجانب لوکل فنڈ	۹ لاکھ

اور صدر اعظم بمشورۂ صدر المہام فنانس فوراً میرے حکم کی تعمیل مین ضروری کارروائی شروع کر دین اور رفاہ عام کے ایسے کامون کے لیے جو کام وہ مناسب سمجھین خاص مقامی ضرورتون کو پیش نظر رکھکر رقوم معین کر دین۔

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ ہجری۔

(۲) مین دیکھ رہا ہون کہ ہر سال میری سالگرہ کی مسرت مین ممالک محروسہ سرکار عالی مین رعایا برایا بطیب خاطر چندہ جمع کرکے جو خوشیان مناتی ہے اس کا صرفہ بیجا ہوا کرتا ہے جس سے اس کی علت غائی مفقود ہو جاتی ہے حالانکہ اس کا مصرف ایسا ہونا چاہیے جس سے ایک طرف غربا و مساکین کو فائدہ پہنچے اور دوسری طرف پبلک پر اچھا اثر پڑے لہذا انھین امور کو مد نظر رکھکر حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے یعنی ماہ رجب ۱۳۳۰ھ سے جہان کہین اس قسم کا چندہ جمع ہو تو اس مین غربا و مساکین کو پارچہ و غلہ دیا جائے اور وظائف

تعلیمی جاری کئے جائین یا صدر محکمہ متعلقہ سے قبل از قبل حاصل کرکے کوئی رفاہ عام کا کام کیا جائے اور اٹ ہوم یا رقص و سرود کی محفل وغیرہ یک لخت موقوف رہے جس سے بعوض فائدہ کے اس کا اثر سوسائٹی اور پبلک پر برا پڑتا ہے۔

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ہجری

علم پروری

جن جن کم استطاعت لوگون نے اپنی قدیم قلمی کتب و قطعات کو مارواڑیون وغیرہ کے ہان رہن رکھا ہے وہ بذریعہ کوتوال بلدہ فک رہن کرواکے میرے ملاحظے مین پیش کیے جائین بھی کھاتہ دیکھکر جو اصل قیمت پر اشیا رہن ہون وہ منجانب سرکار ادا کر دیجائے فک رہن ہو جائے گا مین نے خاص اس کام کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کے ذریعے سے یہ کارروائی عمل مین آئے گی بہر حال جس قدر قلمی نادر کتب اس وقت ہماری ریاست مین جابجا منتشر اور بری حالت مین پڑی ہوئی ہین وہ سب میرے ہان داخل ہو جانا چاہئین

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۷ہجری۔

(۲) آئندہ سے اگر کوئی مسلمان قرآن شریف یا متبرک کتب کو وہ قلمی ہون یا مطبوعہ غیر مذاہب کے ہان یعنی مارواڑی بنیے بقال کے پاس مکفول کرے گا یا اُنکے ہاتھ فروخت کریگا تو دریافت و ثبوت پر بائع و مشتری یا راہن و مرتہن کے لیے حسب مناسب موقع سزا تجویز کی جائے گی تاکہ آئندہ دوسرون کو عبرت ہو کس لیے کہ ہمارے مذہب مین اس قسم کی کتب کی عظمت و احترام لازم ہے اور اُنکو بے حرمتی سے محفوظ رکھنا ضروریات سے ہے اب رہا یہ امر کہ اگر مالک کتب کے لیے یہ راستہ بند کر دیا جائے گا تو پھر اُس کی ضروریات کیسے پوری ہونگی تو اس کے متعلق مین نے چند روز قبل بذریعہ جریدہ غیر معمولی حکم شائع کر دیا ہے کہ وہ براہ راست سرکار مین داخل کرکے واجبی قیمت حاصل کر سکتا ہے جبکہ یہ انتظام ہو چکا تو پھر خود بخود کسی کا عذر باقی نہین رہتا علاوہ اس کے ہماری ریاست سے عمدہ عمدہ نایاب قلمی کتب غیر ممالک مین جاکر کوڑیون کے دام فروخت ہوتی ہین جس کی وجہ سے علم کی بے وقعتی ہوتی ہے چنانچہ اس کے سدباب کے لیے مین نے کتب مذکورہ کی برآمد کے متعلق امتناعی حکم جاری کر دیا ہے تاکہ نایاب کتب کا ذخیرہ جس ملک سے تعلق رکھتا ہے وہ اسی ملک مین دست برد زمانہ سے ہر طرح مامون و مصئون رہے

مورخہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ہجری۔

نزاعات ہندو و مسلم پر کمیشن کا تقرر

چونکہ مین ایک عرصے سے دیکھ رہا ہون کہ اہل ہنود کی مذہبی تقاریب پر اکثر ممالک محروسہ مین ان مین اور اہل اسلام مین کشیدگی پیدا ہو رہی ہے اور بعض وقت فتنہ و فساد تک معاملہ بڑھ رہا ہے لہذا اس کے انسداد کے لیے مین ایک کمیشن مقرر کرتا ہون جسمین منجانب امور مذہبی اختر یار جنگ و منجانب عدالت بالمکند رکن ہائی کورٹ و ظیفہ یاب اور منجانب مال سید احمد قادری اول تعلقدار کریم نگر شریک رہینگے اور انکو حکم دیتا ہون کہ مقامات مخصوصہ کا معائنہ کرکے اپنی رپورٹ باب حکومت مین پیش کرین کہ کس حد تک اہل ہنود کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت بغیر کسی قسم کے من جانب ریاست دی جانی چاہیے اور اس کے ساتھ ہی حدود بھی قائم کرین تاکہ معاملات اس سے متجاوز نہو سکین اور جن ایام مین یہ مراسم ادا ہوتے ہین اُس کا تختہ مرتب کیا جائے جس مین ماہ و تاریخین مقرر کر دی جائین تاکہ بروقت کسی قسم کی پیچیدگی نہ پیدا ہو اور گھڑی گھڑی محکمہ امور مذہبی سے اہل ہنود کو اجازت حاصل نہ کرنی پڑے اور کام بغیر خدشہ و خلش انجام پائے البتہ بعض اوقات اہل اسلام کی تقاریب اہل ہنود کی تقاریب سے مل جائینگی تو اُس وقت خاص حالات کے لحاظ سے موقتی احکام جو کچھ رئیس وقت مناسب سمجھے گا جاری کرے گا جس کی اشاعت بروقت بذریعہ جریدہ غیر معمولی عمل مین آیا کرگی الحاصل میرا خیال ہے کہ فریقین اپنی مذہبی تقاریب انجام دینے کا فطرتی طور پر حق رکھتے ہین جس مین بلا وجہ موجہ کسی قسم کی روک ٹوک نہونی چاہیے مگر اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی فریقین کو خیال رہے کہ معاملہ ذاتیات تک نہ پہنچ جائے اور رتی پہاڑ کی صورت نہ اختیار کرے جس کا نتیجہ فریقین کے حق مین آیندہ چلکر مضرت پیدا ہو۔

مورخہ ۲۹ جمادی الاولے ۱۳۴۳ہجری۔

آداب حکمرانی کی تلقین

آیندہ کے لیے تمام عہدہ داران سرکار عالی کو تاکید اکید کی جائے کہ جب وہ اپنی اپنی کچہریون مین سماعت مقدمات و مرافعات وغیرہ کے لیے اجلاس کرین تو وہ برسر اجلاس حقہ، چرٹ، سگریٹ پینے یا کھلے سر بیٹھنے یا ترکی ٹوپی یا انگریزی ہیٹ وغیرہ پہنے ہوئے رہنے کے مجاز نہو سنگے بلکہ اُنپر لازم ہوگا کہ اپنے اجلاس مین منصبداری دستار و شیروانی پہنے ہین

البتہ بگلوس لگانے کی قید بجز ڈیوڑھی سرکار کے کسی اور جگہ لازم نہین ہو سکتی اور عام طور سے ایسے اجلاس کے وقت دوسرے عہدہ دار وکلا اور فریق مقدمہ وغیرہ سے جو اجلاس مین حاضر ہون ہر ایک کے مطابق صاحب اجلاس حتی الامکان اخلاق وکشادہ پیشانی سے پیش آیا کرین ترش روئی وسخت کلامی اجلاس پر جائز نہ ہوگی۔

مورخہ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ ہجری

انسداد مسکرات

رعایائے دکن مسکرات کی بدولت تباہ وبرباد تھی نواب صاحب نے اس کا انسداد کیا۔

بذل وعطا

نواب صاحب کے عہد مین علما ومشائخ ومساجد ومقابر ومدارس اسلامیہ کو امداد ین ملتی ہین۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ۔ بیت المقدس ہر ایک جگہ شعائر اسلام کی حفاظت وترقی مین حصہ لیا ہے یتیم خانے۔ شفاخانے کثیر التعداد قائم کیے۔ مدرستہ العلوم علی گڑھ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ مدرسۂ اسلامیہ سکندرآباد۔ دارالاقامتہ اسلامی برار۔ اسلامی ہائی اسکول اٹاوہ۔ مسلم لیبوریٹری انبالہ۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔ حالی میموریل ہائی اسکول پانی پت۔ انجمن اسلامیہ بمبئی۔ لیڈی ہارڈنگ کالج۔ انجمن اسلامیہ شملہ۔ انجمن اسلامیہ ڈیرہ دون کالج۔ انجمن ترقی تعلیم مسلمانان امرتسر۔ اور دوسرے بے شمار انسٹیٹیوشنون اور دوسرے ارباب علم کے لیے فیاضیان کین۔

نواب صاحب کو اپنے آبائی مذہب سے جو سچا عشق ومحبت اور عقیدت ہے اس کا بیان وہی شخص کر سکتا ہے جو انکی طرح مذہب کا والہ وشیدا ہو صرف ریاست حیدرآباد ہی نہین بلکہ ہندوستان کا ہر مسلم ادارہ خصوصًا وہ جو خاص مذہبی ہو انکی فیاضیون کا ممنون احسان ہے انھون نے اپنے دست فیض کو مزید وسعت دی ہے اور لندن کی مسجد کی تعمیر کے لیے انھون نے آٹھ لاکھ روپے کی گران قدر رقم عطا کی ۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان مین نواب ممدوح نے انجمن ہلال احمر کو پندرہ ہزار روپے دیے۔ حالانکہ علی گڑھ یونیورسٹی کو پانچ لاکھ روپے دیے اور خود بھی ۱۹۱۸ء مین علی گڑھ کالج مین گئے۔ معزول سلطان ترکی عبدالحمید خان کی سقیم حالت کا چرچا جبکہ انکے کانون تک پہنچا تو انھون نے ماہ جولائی ۱۹۲۴ء سے تاحیات تین سو پاؤنڈ ماہانہ وظیفہ انکے لیے مقرر کر دیا جس کا شکریہ بذریعہ ٹیلیگرافت

جو نظام کے نام تھا تو جولائی سنہ مذکور کو نہایت مودبانہ الفاظ مین اُنھون نے ادا کیا۔ مظلومین و بے خانمان اہل سمرنا وغیرہ کی امداد کے لیے ایک لاکھ روپیہ انگریزی سکہ اپنی ریاست کی طرف سے دیا۔

حال کی خبر ہے کہ بیوگان ملک کی فہرست طلب کر کے آنکی خبرگیری بھی اپنی ریاست کے ذمے لی ہے اور اس مین ہندو مسلمان کی تخصیص بھی نہین کی گئی ہے اسی طرح صدہا ہندو مندرون معبدون۔ مدرسون اور غیر مذاہب کی تعلیم گاہون کو بھی نواب ممدوح کی طرف سے امداد بہم پہنچائی جاتی ہے اور آپ کی عطا و سخا کے سامنے فرقہ دارانہ تشخیص کی گنجایش نہین ہے۔

نواب میر عثمان علی خان صاحب کی دہلی مین آمد

۴۔ نومبر ۱۹۲۵ء مطابق ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۴۴ھ ہجری روز اتوار کو دن کے گیارہ بجے کے وقت نواب صاحب دہلی مین آئے اسٹیشن پر بہت سے عمائد او بعض سرکاری افسر موجود تھے نئی دہلی مین پلیس کے سامنے ان کا خیر مقدم اہل دہلی نے بڑے خلوص۔ گرم جوشی اور بے اندازہ مسرت و شوق کے ساتھ کیا اس خیر مقدم مین پندرہ بیس ہزار کے درمیان آدمی جمع ہو کر حسن عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے تھے۔خواجہ حسن نظامی نے نواب نظام کے استقبال کے لیے جو انتظامات کیے تھے ان مین باجون وغیرہ کا بھی انتظام تھا مگر دہلی کے افسران پولیس نے اس کی ممانعت کر دی اور نظام کے جلوس کو بھی ملتوی کرنا پڑا اور لوگ حیرانی سے پوچھ رہے تھے کہ نظام کا خیر مقدم کرنے مین سرکاری افسرون نے کیون کوئی حصہ سرگرمی کے ساتھ نہین لیا خیر خواجہ صاحب کا وظیفہ جو مسدود کر دیا تھا نظام نے پھر جاری کر دیا۔ ۵ نومبر کو ہزاکسلنسی ویسرائے نے انھین لنچ پر مدعو کیا۔ ۶ نومبر کو نظام نے ویسرائے کو چائے پر مدعو کیا۔ نواب نے جو بڑی لاگت سے اپنے رہنے کے لیے محل بنوایا ہے اس مین ٹھہرے اور وہین ڈاک خانہ کھل گیا۔ زرد رنگ کی موٹر روزانہ ان کی ڈاک لیکر اسٹیشن تک جاتی آتی اُن کے ڈاک خانے کا رنگ سرخ نہین بلکہ زرد ہے لیٹر بکس بھی زرد ہین اُن کے قصر کے اردگرد فوج کا نہایت معقول انتظام رہا ہر وقت پہرا رہتا تھا پھاٹکون پر ریاست کی پولیس متعین تھی قصر سے باہر سڑکون پر دہلی پولیس کے پہرے تھے قصر کے قریب ہی نظام کی فوج کا کیمپ تھا۔ جمعیت علماے ہند کی طرف سے مفتی کفایت اللہ نے

نظام کی خدمت مین نیاز و خلوص کا پیغام ارسال کیا اس سفر مین نظام کے ساتھ اُن کے ولی عہد میر حمایت علی خان اعظم جاہ بہادر اور دوسرے صاحبزادے میر معظم خان بہادر اور بیٹیان اور بیگمات اور دونون بھائی اصالت جاہ بہادر اور بسالت جاہ بہادر اور اعلی عہدہ دارون مین نواب اظہر جنگ منتظم اعلے مہمات ذات خاص اور نواب سراج جنگ چیف سکرٹری اور نواب سرفراز الدولہ کمانڈر انچیف اور نواب عثمان یار الدولہ کمانڈر افواج شاہی اور نواب سر افسر الملک تھے۔ راستے مین جس وقت نواب نظام کی ٹرین جھانسی کے اسٹیشن پر پہنچی جھانسی کے دو ہزار سے زیادہ باشندے سلام کے لیے پلیٹ فارم پر بھر گئے پولیس نے اُن کو ہٹانا چاہا مگر نواب نظام نے کہا کہ رہنے دو غریب اتنے شوق سے دیدار کو آئے ہین تمام مجمع نے باواز بلند دعائین دین پھر راستے مین مہاراجہ صاحب دتیا کی درخواست پر نظام نے قطع سفر کردیا ۳ نومبر کو آٹھ بجے شنبے کے دن انکی اسپشل ٹرین دتیا کے اسٹیشن پر پہنچی مہاراجہ دتیا اور بڑے بڑے سردارون اور افسرون نے خیر مقدم کیا ۲۱ توپ کی سلامی شلک ہوئی اور قلعے کو گئے تمام راستے کی نہایت سلیقے کے ساتھ آئینہ بندی کی گئی تھی جگہ جگہ خوشنما محرابین اور دروازے وغیرہ تیار کیے گئے تھے ہر طرف جھنڈیون اور بیرقون سے تزئین ہوئی تھی اور راستے کے دورویہ جتنی بڑی بڑی عمارتین واقع ہوئی تھین سب پر نہایت عمدہ روشنی کی گئی تھی۔ خاصہ تناول ہونے کے بعد مہاراجہ نے نظام کا جام صحت تجویز کیا نظام نے بھی جواب مین اظہار تشکر و اطمینان کیا اسکے بعد محفل رقص و سرود منعقد ہوئی۔ اسکے بعد نظام بے حد خوش اور مہمان نوازی سے متاثر ہوکر رات کے دو بجے جانب دہلی روانہ ہوے ۴ نومبر کی صبح کو سات بجے صبح کے اسپشل بھوپال پہنچا اسٹیشن پر شاہ جہان بیگم صاحبہ نے استقبال کیا نظام نے چلپے نوشی کی۔ دہلی آتے ہوے گلبرگہ مین اسٹیشن پر قیام کرکے شاہ گیسو دراز کی درگاہ کی زیارت کی تھی۔

نظام کے اسپشل مین ۲۱ گاڑیان تھین جن مین بارہ نظام اور انکی بیگمون کے لیے مخصوص تھین۔ نظام ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ ہجری مطابق ۹ نومبر ۱۹۲۸ع کو دہلی کی جامع مسجد مین جمعہ کی نماز کے لیے گئے۔ اس دن دہلی اور اسکے قرب و جوار کے بہت سے لوگ امنڈ پڑے تھے۔ نظام کا مسجد مین اللہ اکبر کے نعرون سے استقبال کیا گیا۔ ہجوم کی کثرت سے مسجد کے اندر ایک مناری ٹوٹ کر گر پڑی جس سے چند آدمی زخمی ہوے۔

۲۴ نومبر کو دو پہر مین ایک بجے کے بعد نظام واپس حیدر آباد مین داخل ہوئے۔ اسٹیشن پر اعلے عہدہ دار اور افسر اور امرا و جاگیر دار حاضر تھے شام کے دو بجے ٹاؤن ہال حیدر آباد مین رعایاے ریاست اور باشندگان بلدہ کی طرف سے خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا گیا۔

نواب صاحب کی سخن سنجی

نواب عثمان علی خان بہادر اُردو اور فارسی زبانون مین شعر بھی کہتے ہین عثمان تخلص کرتے ہین زبان سیدھی سادھی ہے مضامین مین اغلاق اور بلند پروازی نہین نازک خیالی چونکہ یک سوئی کو چاہتی ہے اور آپ ریاست کی ہر قسم کی مہمات مین بیشتر منہمک رہتے ہین اس لیے مضامین مین وہ جوش و خروش نہین جو قادر الکلام اساتذہ کے اشعار مین ہوتا ہے بلکہ معمولی بندشون مین سطحی مضامین کو صاف صاف ادا کر دیتے ہین جس سے جدت طرازی سے کلام خالی رہتا ہے کیونکہ وہ کاوش فکری کا نتیجہ ہے۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

غزل اُردو

چمن مین آج یہ رنگ بہار ہے کیسا — صبا سے شاہد گل ہمکنار ہے کیسا
بیاض روے سحر جلوہ ریز ہے کیسی — سواد گیسوے شب مشکبار ہے کیسا
یہ دور جام جو ساقی علی التسلسل ہے — جواب گردش لیل و نہار ہے کیسا
جگر کا داغ بھی سوز درون سے جل جل کر — فنا کے بعد بھی شمع مزار ہے کیسا
بہار آتے ہی ساقی ہوا چلی کیسی — کہ مست جام ہر اک بادہ خوار ہے کیسا

ملا یہ تخم بدی کا ثمر اسے عثمان
عدو خدنگ اجل کا شکار ہے کیسا

وہ وفا کیش نہین عاقبت اندیش نہین — امتحان گاہ محبت مین جو دلریش نہین
بے کسی کی کوئی حد ہے کہ بجز درد جگر — کوئی بیمار محبت کے پس و پیش نہین
ہرزہ گوئی سر محفل تو نہ کر اے واعظ — مذہب عشق کو کہتا ہے کوئی کیش نہین
مٹ گیا صفحۂ عالم سے ہر اک نقش مگر — حسن اور عشق کا اک حرف کم و بیش نہین
جان بھی عشق مین نذر طلب یار ہوئی — شکر ہے اب تو کوئی مرحلہ درپیش نہین

اے فلک چاند تو گھٹتا ہے کبھی بڑھتا ہے
داغ یان دل کا برابر ہے کم و بیش نہین

مجھ سے چھوٹے گی کہان حسن پرستی عثمان
صوفی و شیخ نہین مین کوئی درویش نہین

کچھ سوے مردم بیمار نظر ہے کہ نہین
پھر بھی رونا تجھے اے دیدۂ تر ہے کہ نہین

ناز اٹھاتا ہون ستم سہتا ہون غم کھاتا ہون
تو ہی کہدے مرا پتھر کا جگر ہے کہ نہین

نہین معلوم یہ اندھیر رہے گا کب تک
یا الٰہی شب فرقت کی سحر ہے کہ نہین

پوچھتا ہے ملک الموت سے اک دن مجکو
آپ کا کوچۂ قاتل سے گذر ہے کہ نہین

کچھ مجھی پر نہین موقوف کہ ڈھونڈھے نہ ملے
آپ ہی کہیے کہ معدوم کمر ہے کہ نہین

شیشۂ دل مین جو اترا تو عجب کیا عثمان
آئنہ عکس رخ یار کا گھر ہے کہ نہین

آنکھ روتی ہے شہید کربلا کے واسطے
دل تڑپتا ہے اسیران بلا کے واسطے

درد دل ہمدرد ہے میرا غم شبیر مین
ملتجی کیون ہون مین عیسے سے دوا کے واسطے

کیا قیامت ہے کہ ٹھہری بوسہ گاہ مصطفیٰ
تیغ و خنجر کے لیے تیر جفا کے واسطے

ذوالفقار حیدری کچھ ایسی تیزی سے چلی
ہو گئی چلنے مین دشواری ہوا کے واسطے

اسکو مارا اسکو کاٹا یہ گرا وہ چل بسا
تیغ کیا تھی اک بہانہ تھا قضا کے واسطے

عرصہ گاہ رزم مین اس شان سے آئے حسین
ہو گئے مجبور اعدا بھی ثنا کے واسطے

گنبد خضرا کا سایہ سر پہ ہے عثمان مرے
کیون رہون گرم طلب ظل ہما کے واسطے

کیا محفل ہستی کا نقشہ متغیر ہے
ساقی ہے نہ مطرب ہے شیشہ ہے نہ ساغر ہے

ہم سے نہ فراغ اسکو سودے سے نہ وہ خالی
دل ہے تو عجب دل ہے سر ہے تو عجب سر ہے

سوتے سے جب اٹھے گا اک حشر بپا ہوگا
وہ فتنۂ خوابیدہ جو فتنۂ محشر ہے

تلوار جو کھینچی ہے حاضر ہے گلا میرا
دل مین ہے وہی میرے جو آپکے لب پر ہے

انداز ترے قاتل سب جان کے دشمن ہین
چتون ہے کہ ناوک ہے غمزہ ہے کہ خنجر ہے

جو برق گراتی ہے وہ ہے نگہ جانان
جو دل کو پھنساتی ہے وہ زلف معنبر ہے

اب چشم عنایت سے پیاس اسکی بجھا دیجے
بیتاب بہت عثمان یا ساقی کوثر ہے

کلام فارسی

شہ ملک رسالت صاحب تاج و سریر آمد — ضیا بار و جہان افروز چون ماہ منیر آمد
امین و خازن رحمت معین و شافع امت — وزیر راز دار و نائب رب قدیر آمد
رسول ہاشمی خیر الوریٰ صل علے احمد — کریمؐ صادقؐ نورؐ نذیرؐ و بشیر آمد
چہ خوش چشمے کہ ما زاغ البصر نازل بشان او — ز قلب پر صفا در دیدہ حق بین بصیر آمد
خوشا پیغمبر برحق کہ بہر ما گنہگاران — رؤف والرحیم آمد کفیل والنصیر آمد
نماند تا حجاب جلوۂ روے حقیقت را — پے کشف رموز غیب علام و خبیر آمد

بنام آن شہ لولاک[له] صد جان و دلم قربان
کہ عثمان از طفیلش بر مسلمانان امیر آمد

اساس منزل ہستی ز تو بپا کردند — کہ ذات پاک ترا شمع رہنما کردند
کلید میکدہ کردند وقف پیر مغان — بروے جرعہ کشان باب خلد وا کردند
بساط قرب کشیدند چون سر افلاک — بزیر پاے تو اے شاہ دوسرا کردند
بچارہ سازی دل خستگان بیچارہ — نگاہ لطف ترا مایۂ شفا کردند
ہر آن کہ از عرب و روم و شام و ہند و عجم — رسید بر در تو حاجتش روا کردند
سپاس بخت کہ بر درگہت رساند مرا — چہ جاے شکوہ کہ با من شہا جفا کردند

قدش کہ سایہ ندارد طفیل او عثمان
ہزار شکر ترا سایۂ خدا کردند

مقطع مین نظام نے بطور تفاخر اپنے آپ کو بوجہ والی حیدرآباد ہونے کے جناب سرور کائنات کے طفیل سے سایۂ خدا بتایا ہے اور کسی والی ملک کے لیے صرف ظل سبحانی کا طغراے امتیاز ہی ایک ایسی تمیز اعلےٰ اور تعریف مکمل ہے جسکے بعد کسی دوسرے اضافے کی ضرورت باقی نہین رہتی ابتداے عالم مین جب استبداد کا غلبہ تھا اور حکومت و سلطنت قہرمانی و سلطانی کی بنیاد پڑی تھی اسی وقت راعی و رعایا کا درجہ جداگانہ حیثیتون مین منقسم ہو گیا تھا۔ تاریخ عالم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان نے بوجہ خوف و جبر کے بادشاہ کو ایک ہستی مافوق البشر تسلیم کر لیا تھا ہندوستان۔ یونان۔ مصر اور بہت سے دوسرے ممالک نے اپنے اپنے فرمانروا کو پرمیشر کا اوتار۔ خدا کا مظہر بلکہ خدا قرار دے لیا تھا۔ فارسی مکتوبات مین خدا

[له] [illegible] لولاک لما خلقت الافلاک [illegible]

اور خداوند کا لطیف فرق کچھ برائے نام ہی رہ گیا تھا۔ غالب مرحوم نے بھی ذیل کا مصرع لکھکر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

تم خداوند سہی لیعنی خدا اور سہی

لیکن اب بیسوین صدی مین سائنس نے مذہب کی جگہ پر قبضہ کرنا شروع کردیا ہے اس لیے ایسے فرسودہ خیالات بے معنے ہوتے جارہے ہین متمدن ممالک مین یہ دقیانوسی نظریہ نسیاً منسیاً ہوگیا ہے جابجا ممالک کی رعیت ملک کی حقیقی حکمران بن گئی ہے اور جہان کہین برائے نام کوئی بادشاہ باقی رہ گیا ہے تو وہ رعایا کی مرضی کے خلاف ایک کام نہین کرسکتا مگر ایشیا کی بعض حکومتون مین ابھی استبداد باقی ہے اور موجودہ علوم کی روشنی سے پورا پورا منور نہونے یا کسی زبردست حکومت کی حمایت حاصل ہونے کی وجہ سے ان مین راعی و رعیت کا مستحکم فرق قائم ہے۔

اس جملہ معترضہ کو ختم کرنے کے بعد بیان کرتا ہون کہ سنا جاتا ہے کہ نواب صاحب کو حافظ جلیل حسن مانکپوری سے مشورہ سخن ہے جو منشی امیر احمد مینائی کے شاگرد و جانشین مشہور ہین۔ جب منشی صاحب نے لغات اُردو کی تحقیقات کا سرشتہ کھولا تو ایک کمیٹی بھی مقرر کی تھی۔ مولوی حفیظ اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ رامپور اس کمیٹی کے ممبر ہوئے انکی تحریک سے مین بھی ممبر مقرر ہوا کہ اس وقت مدرسہ عالیہ رامپور مین کتب انتہائی کی تحصیل مین مصروف تھا اور تصنیف و تحقیق کا سلسلہ بھی جاری تھا مین نے حافظ صاحب کو انکے لغت کے سرشتے مین کام کرتے دیکھا اس وقت معمولی سی استعداد کے آدمی تھے اور اُردو شاعری کے لیے اس قدر بھی کافی ہے اگر زبان مین شستگی اور سلاست موجود ہو۔ منشی امیر احمد صاحب کے ہمراہ حیدرآباد گئے اور انکے انتقال کے بعد آج تک وہین اقامت پذیر ہین۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار و مدارالمہام کی سرکار سے سو روپے وظیفہ پانے لگے سنہ ۱۹۱۰ء مین نواب نظام نے مہاراجہ مدارالمہام کی پرزور سفارش پر انکی قدر افزائی کی اور زمرہ شعرائے دربار مین منسوب ہو کر پانسو روپیہ ماہوار وظیفہ پانے لگے جب مہاراجہ معزول ہو کر سالار جنگ سوم مدارالمہام ہوئے تو انکے تقرر کی پرجوش تاریخ لکھی تھی۔ جسکا مفہوم یہ تھا کہ حق بحقدار رسید۔ فصاحت جنگ انکا خطاب ہے۔

سلف دیکھو قاموس المشاہیر ۱۲

ختم کتاب مشتمل بر مناجات بدرگاہ رب الارباب

خدایا تو ہے مالکِ ذوالجلال — سہ و مہر ہین تجھ سے صاحب جلال
کھڑا حکم سے تیرے چرخ برین — زمین کو بھی زنہار جنبش نہین
تو بر لا مرے دل کے مطلب تمام — بحق محمد علیہ السلام
مین بندہ ہون تیرا گنہگار ہون — ندامت زدہ ہون خطاوار ہون
گنہ بخشیو میرے پروردگار — بحق کریمان شب زندہ دار
بلا نا مجھے عز و ایمان سے — بلا دور ہو مال اور جان سے
تو رکھ مجکو جون اشک پامال راہ — گرا جاؤن مین ہر چشم مردم سے آہ
قیامت کا خورشید ہوگا جو تیز — کسی کو نہ وان ہوگی جائے گریز

تجلی کرے شب جمال نبی
ملے سایۂ لطفِ آلِ نبی

تاریخ طبع نتیجۂ فکر مولوی رشید احمد صاحب مجددی تحویلدار کتبخانہ

ریاست رامپور

چھپ رہی ہے کونسی ایسی کتاب — مشتری جسکے لیے ہین زر بکف
ہے یہ شاہان دکن کا تذکرہ — جن کا ڈنکا بج رہا ہے ہر طرف
ہین زمانے کے لیے ابر کرم — شہریار حال بھی مثل سلف
دوست انکے ہون ہمیشہ شادکام — اور دشمن ناوک غم کا ہدف
فکر مین تاریخ کے تھا ناگہان — سامنے آئی مرے اک صف کی صف

چن لیا مین نے یہ مصرع اے رشید
چون قبول افتد زہے عز و شرف — ناز و شرف

۱۳ ھ ۴۸

ماخذ اس کتاب کا عالی شان کتبخانہ رامپور ہے

غلط نامہ تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

نمبر صفحہ	سطر	الفاظ غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح
۱۸	۵	ڈھاروار	دھارور	۱۵۷	۱۷	تھا	رہا
۴۰	۱۸	سرتاپلی	سرناپلی	۱۷۵	۱۹	اپنی اپنی	پنی اپنی
۴۴	۲۶	چھنیون	جینیون	۱۷۹	۸	پانڈیچرزی	پانڈیچری
۳۱	۲۶	تین سو	تین سومیل	۱۸۱	۵	ہوگئے	ہوگیا
۳۲	۲۷	تالاب پاپر	تالاب پالیر	۱۸۷	۱۰	رسالہ دار	سردار
۳۶		لگربھگا	لگڑبھگا	۱۹۳	۵	نواب سے کہا	جواب دیا
۴۰	۲۲	کھڑکی	کرکی	۱۹۴	۱۲	دوپلے	ڈوپلے
۴۱	۲۶	مٹی	مٹی کے	؍؍	۱۳	پچھی سلہ	
۵۳	۹	اور ۷۰ سو	اور سات سو	۲۰۰	۲۵	بیرنایک	پیلانایک
۵۴	۱	سنہ ۱۹۴	سنہ ۱۹۲	۲۰۵	۲۳	موشیٹری	موسیوڈی
؍؍	۱۳	ل جائین	مل جائین	۲۲۲	۸	امریالنک سلہ	
۵۹	۱۸	سر	سرپر	۲۲۹	۷	مرزا مغل	میر مغل علی خان
۶۱	۱۰	کرناکی	کرناٹکی	۲۳۰	۵	دوست علی	دوست علی
۶۷	۲۳	شاہی	والاشاہی	۲۵۲	۱۲	مظفر جنگ	غضنفر جنگ
۷۴	۱	بغیراس کے	بغیران کے	۲۹۷	۱۱	مین وہان سے	مین رسد وہان سے
۸۲	۱۶	باندھار	پانڈھار	ضمیمہ ۳	۹	سیدمستی	سیہ مستی
۸۵	۱۹	گدھاہی	گدھامی	الف ۳	۹	اور وائٹ کہلاتے تھے۔	اور نائٹ کہلاتے تھے۔
۸۶	۲۴	ہنڈے	ہنڈیہ	حاشیہ			
؍؍	۲۰	ملہا	ملہار	۳۲۴	۲۵	گاؤدھر۔	گاادھر۔
۹۲	۳ و ۴	فرداپور کے گھاٹ	فرداپور کی گھاٹی	۳۴۷	۱۴	جنیر	بنیر
۹۵	۵	متوسل	متوسل خان	۳۶۰	۱۰	بچھوترہ	چھوترہ
۱۰۴	۹	مبارز جنگ	مبارز خان	۳۹۰	۸	بجم	بھم
۱۰۵	۱	جیفہ	جیغہ	۳۹۵	۱۴	توڑنے کیلئے	توڑنے کے لئے
۱۱۳	۱۴	بیل نگرو یدھ نگر	بے سل نگرو بڑنگر	۳۹۸	۲۶	ایبہ کروبی	ایبر کرومبی
۱۲۸	۱۸	بادشاہ کے	نواب کے	۴۰۱	۸	ورن مست خان ولد	اور ابراہیم خان
۱۴۵	۹	امام	امان	۴۱۵	۲۳	موشیو رمیون	موسیو رمیون
۱۵۷	۶	نذربار	ندربار	۴۵۰	۱۴	ضلع دورور	ضلع درور

نمبر صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح
۴۵۵	۱۸	اول آف	امل آف
۴۶۱	۲۴	اَستمتہ	استمتہ
۴۷۲	۶	عشرآباد	مشرآباد
۴۷۹	۲۷	مبتی بین بھی	مستی مین ابھی
۴۸۴	۵	سیف الملمک	سیف الملک
۴۸۵	۲۲	توووور بار	تووہ دربار
۴۹۱	۶	چلدہزاری	چارہزاری
۴۹۶	۳۰	بوپائے	چوپائے
۵۰۰	۱۷	دسراراجہ	دوسراراجہ
۵۱۳	۸	دوعملے	دوعملی
۵۲۳	۲۰	نارائن پرشادہی	رام پرشادہی
۵۴۷	۱۶	انجام ائے	انجام پائے
۳۹۷	۱۹	اعتقادالملک	اعتضادالملک
۳۹۹	۱۰	ہاتھیون	ہاتھیونپر
۴۰۳	۱۸	کیتاڈی	کینادی

نمبر صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح
۴۳۳	۱۲	۲۸۰۰۰	دولاکھ اسی ہزار
۴۵۲	۱۲ و ۱۷	کارن	کاڑن
۴۶۰	۲۱	رچے	براہجے
۴۷۰	۱۶	آپ تپبتی	آپ تیپتی
۴۷۹	۲۴	پاس لے	پاس گئے
۴۸۳	۷	خطیب کہ مسجد	خطیب مکہ مسجد
۴۸۵	۴	کوتوال بندہ	کوتوال بلدہ
۴۸۹	۳	وراتکلی	وراچنگی
۴۹۲	۴	بھاتمرو	بھاتمرہ
۴۹۹	۷	جلتے	چلتے
۵۰۷	۲۴	انجاپور	انجانو
۵۱۶	۱۷	کوبندبخش	گوبندبخش
۵۳۹	۴	وراسی طرح	اوراسی طرف
۵۵۷	۱	جوالینڈو	جوابیندو